SYED MOINUDDIN
99/1, Sheet No. 5,
Model Colony Karachi-75100
Tel: 4403504

ایمان امن سلامتی

SYED MOINUDDIN
99/1, Sheet No. 5,
Model Colony Karachi-75100
Tel: 4403504

سید معین الدین

۲۹۷۶۶
1445
DATA
GIFT BOOK
ACC. G
Date
P.U. LIBRARY LHR
66990
c/2

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب ...... ایمان امن سلامتی

تعداد ۵۰۰

تاریخ طباعت ...... جولائی ۲۰۰۴ء

مطبع ...... الجنت پرنٹنگ پریس

باہتمام

ثروت جمال اصمعی

Marfat.com

"زندہ تابندہ" سیریز-1

101
علمائے پاکستان و ہند

ایک سو سے زائد بلند پایہ علمائے دین، نامور محدثین اور ممتاز صوفیہ کرام کے ایمان افروز احوال و آثار، اُن کی تاریخ ساز تبلیغی و اصلاحی خدمات اور قابل قدر دینی و علمی کارناموں کے دل کش و روح پرور اور ہوش ربا تذکرے کے علاوہ برصغیر پاکستان و ہند میں اسلامی تہذیب و ثقافت، اسلامی علوم و فنون اور اسلامی افکار و نظریات کے وسعت و فروغ کی اولین مستند ترین اور انقلاب آفرین تاریخ، نیز برصغیر میں مسلمانوں کے غلبہ و اثر اور ان کے عروج و زوال کی ڈیڑھ ہزار سالہ سبق آموز اور ناقابل فراموش داستان۔

تصنیف و تحقیق
غلام حبیب سبحانی
ایڈووکیٹ سپریم کورٹ آف پاکستان

تخلیقات
علی پلازہ، 3- مزنگ روڈ لاہور، فون: 7238014
E-mail: takhleeqat@yahoo.com

Marfat.com

و

پیش لفظ

لوگ پوچھتے ہیں وہ کون سا اسلام تھا اور وہ کیسے مسلمان تھے جنہوں نے دنیا میں انقلاب برپا کر دیا تھا۔تو بھائی قرآن بھی وہی ہے،سنت بھی وہی ہے جو قرآن کی تصدیق کرتی ہے،شاید ہم ہی پورے کے پورے اسلام میں داخل نہ ہو سکے اور ویسے مسلمان نہ بن سکے جیسا کہ اللہ کا حکم ہے۔دراصل اسلام اور کفر دو الگ الگ سسٹم ہیں اور ایک دوسرے کی ضد ہیں۔اسلام کی بنیاد اقرار وعہد کی سچائی پر ہے جبکہ کفر کی بنیاد جھوٹ اور منافقت پر ہے۔اسلام اللہ کی حاکمیت کا نظام ہے۔اس میں انسان اپنی ذات پر سے اپنے ذاتی حق، ذاتی اختیار اور ذاتی خواہشات سے دستبردار ہوتے ہوئے خود کو اللہ کے سپرد کر دیتا ہے۔اور اللہ کی حاکمیت کو بطور کائنات کی کل کے تسلیم کرتے ہوئے اللہ کا فرمانبردار محکوم بندہ بن جاتا ہے۔دوسری طرف کفر ہے جو انسان کی ذاتی حاکمیت اور ذاتی بڑائی کا نظام یا سسٹم ہے۔اس میں انسان اپنی ذاتی ضرورتوں اور خواہشات کی فرمانبرداری کرتا ہے۔اور کسی بھی قیمت پر اس ذاتی بڑائی اور حاکمیت کے احساس سے اللہ کے مقابل دستبردار ہونے کو تیار نہیں ہوتا ہے۔اس کا یہ رویہ دراصل خود اس کے اندر موجود احساس کمتری کا ردعمل ہے۔یعنی وہ جتنا اپنے اندر موجود احساس کمتری کو احساس برتری کے اظہار سے زائل کرنا چاہتا ہے،اتنا ہی یہ احساس کمتری بڑھتا جاتا ہے۔جب کہ مومن اللہ کی عزت کے مقابل خود کو حقیر اور ذلیل قرار دے کر اس احساس کمتری کو اپنی ذات سے باہر نکال دیتا ہے۔پیارے آقاؐ کا فرمان ہے کہ جس کے پاس اقرار وعہد کی سچائی نہیں اس کا کوئی دین نہیں،اور جس کے

Marfat.com

پاس امانت داری نہیں اس کا کوئی ایمان نہیں۔ دوسری جگہ فرمایا کہ مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان کو نقصان نہ پہنچے۔ (گویا وہ مسلمان نہیں جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان کو نقصان پہنچتا ہے۔)

دو ایسے آپریٹنگ سسٹم جو ایک دوسرے کی مکمل ضد ہوں، ایک ساتھ نہیں چل سکتے۔ نئے آپریٹنگ سسٹم کو انسٹال کرنے سے پہلے ہارڈ ڈسک کو فارمیٹ کرنا پڑتا ہے یعنی مکمل طور پر صاف کرنا پڑتا ہے۔ جب ایمان لانے والا دل کی سچائی کے ساتھ لا الــــہ کہتا ہے (یعنی نہیں ہے کچھ بھی کائنات میں) تو وہ اس نفی کی ساتھ ہی اپنے قلب وشعور کو فارمیٹ کرتا ہے۔ پھر اس پر الا اللہ، محمد رسول اللہ کو نقش کرتا ہے۔ یعنی نہیں ہے کچھ بھی اس کائنات میں سوائے اللہ کے (جو کچھ ہے اللہ کا ہے، اللہ کی طرف سے ہے، اللہ کے لیے ہے) اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ یہ دراصل بنیادی سیٹ اپ کا انسٹالیشن ہے۔ اور اسی کی بنیاد پر مسلمان اپنے قلب وشعور پر اللہ کی حاکمیت کے نظام کو انسٹال کرتا ہے۔ انسان کی زبان سے جو جملہ بھی نکلتا ہے، اگر وہ سچائی کے ساتھ ہے تو اس کی ایک قیمت ہوتی ہے۔ اس کے کچھ معنی اور کچھ تقاضے ہوتے ہیں جنہیں پورا کیے بغیر سچائی کو ثابت نہیں کیا جا سکتا۔ اور سچائی ہمیشہ عمل سے ثابت کی جاتی ہے کیونکہ سچائی کا وجود ہوتا ہے، جبکہ جھوٹ یا منافقت کو ثابت کرنے کی کبھی بھی ضرورت نہیں ہوتی کیونکہ اس کا کوئی وجود ہی نہیں ہوتا۔ سچائی ہمیشہ ایک ہی شکل میں ہوتی ہے جبکہ منافقت یا جھوٹ کا اپنا کوئی روپ نہیں ہوتا۔ یہ ہمیشہ قانون ضرورت کے تحت نئے نئے بہروپ بدل کر سامنے آتا ہے۔

مال، بھوک اور شہوت، اللہ اور بندے کے درمیان چند بڑی رکاوٹوں میں سے ہیں۔ اللہ بزرگ و برتر نے مال کی محبت پر اپنے بندے کو زکوٰۃ کے ذریعے سے غلبہ

Marfat.com

دیا۔ بھوک اور شہوت پر روزے کے ذریعے سے غلبہ دیا۔ مسلمان کے احساسات، محسوسات اور قوتیں ہمیشہ اس کی غلام ہوتی ہیں۔ وہ دنیا کو اور اپنے احساسات، محسوسات اور قوتوں کو اپنی مرضی سے اللہ کی فرمانبرداری میں استعمال کرتا ہے۔ جبکہ کافر اور منافق اپنی خواہشات کے غلام ہوتے ہیں۔ اور ان کے احساسات، محسوسات اور قوتیں ان کی خواہشات کی غلام ہوتی ہیں۔ اور وہ بے اختیاری کی حالت میں اپنی بے لگام خواہشات کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ ہمیشہ استعمال کرنے والا با اختیار ہوتا ہے اور استعمال ہونے والا بے اختیار ہوتا ہے۔ انسان کو دولت اس لیے دی گئی ہے کہ وہ اسے اللہ کی راہ میں استعمال کرے۔ جبکہ دنیا میں ایسے بھی لوگ ہیں جو بجائے دولت کو استعمال کرنے کے خود دولت کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ یہ قانون قدرت ہے کہ مغلوب کبھی غالب کو استعمال نہیں کرسکتا بلکہ مغلوب ہمیشہ غالب کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ مسلمان دین کا مغلوب ہوتا ہے، وہ دین کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ وہ دین کو استعمال نہیں کرسکتا۔ دین کو وہی لوگ استعمال کرتے ہیں جو دین کے غلبے سے باہر ہیں۔ اور جو دین کا جتنا زیادہ مغلوب ہے وہ عظمت الٰہی کا بھی اتنا ہی زیادہ مغلوب ہے۔ اور عالم دین یعنی دین کا علم رکھنے والے سے بڑھ کر کون عظمت الٰہی سے واقف ہوگا۔ عظمت الٰہی مومن کی نگاہ میں دنیا کو حقیر بنا دیتی ہے۔ انسان کی فطرت ہے کہ وہ جس چیز کو حقیر سمجھتا ہے اس سے نہ تو ڈرتا ہے نہ اسے طلب کرتا ہے۔ اس طرح مال کی، اختیار اور اقتدار کی طلب اور لالچ ختم ہوگئی اور خوف ختم ہوگیا۔ اس طرح اللہ پر غیر متزلزل ایمان نے اسے امن اور سلامتی عطا کردی۔

اب وہ ایسا ہوگیا جس کے لیے کہا گیا:

کتنی تسکین ہے وابستہ ترے نام کے ساتھ
نیند کانٹوں پہ بھی آجاتی ہے آرام کے ساتھ

Marfat.com

عرض خدمت

اس کتاب کے لکھنے کا مقصد صرف اور صرف اپنے دینی بھائیوں کی اصلاح کرنا ہے، اس میں نہ تو کسی پر نکتہ چینی ہے اور نہ ہی کسی کی دل آزاری کی گئی ہے، لکھنے والا بھی انسان ہے اور انسان سے نادانستگی میں غلطیاں ہوسکتی ہیں، جو کچھ کہا گیا ہے وہ حرف آخر نہیں ہے اور کسی کا ہر بات سے متفق ہونا بھی ضروری نہیں ہے، اختلاف رائے کی ہر جگہ گنجائش ہوتی ہے، جب ایک موضوع چھڑتا ہے تو وہ اہل علم، جن کو اللہ نے مجھ سے بہتر علم اور عقل و شعور عطا کیا ہے، وہ اس پر تحقیق کرتے ہیں اور جہاں کہیں ضروری ہوتا ہے اس کی اصلاح بھی کرتے ہیں- یہ کتاب مجھ نادان، جاہل اور ناسمجھ بندے پر اللہ بزرگ و برتر کا بہت بڑا احسان ہے، بے شک اللہ ہی کو ہر شے کا درست علم ہے- اے اللہ اگر اس کتاب میں نادانستگی میں کوئی غلطی ہوگئی ہے تو مجھے اپنی رحمت سے معاف کر دے- یہ کتاب تمام ذاتی وابستگیوں، پسند اور ناپسند اور دنیاوی رشتوں اور تعلق سے بے تعلق ہو کر لکھی گئی ہے، اس میں صرف ایمان، خیر و شر، عقیدۂ توحید، اقرار و عہد کی سچائی، قول اور فعل کا تضاد اور اقرار و عہد کی سچائی کے تقاضے کو سامنے رکھ کر لکھی گئی ہے تاکہ ہم منافقت کی راہ چھوڑ کر دل کی سچائی کے ساتھ اپنے اللہ کی بندگی کر سکیں- آپ یہ نہ دیکھیں کہ کون کہہ رہا ہے، بس یہ دیکھیں کہ کیا کہہ رہا ہے اور کوئی بات اچھی لگے اور قرآن و سنت سے قریب لگے تو اسے اختیار کرلیں اور جس بات سے اختلاف ہو اسے چھوڑ دیں- میں بھی تمام خامیوں کے ساتھ آپ ہی جیسا انسان ہوں- اس کتاب میں اس بات کا پورا خیال رکھا گیا ہے کہ

Marfat.com

کسی کی دل آزاری نہ ہو اور کسی پر بھی تنقید نہ ہو اور مجھے تو صرف اصولی بات کہنے کا حق حاصل ہے، ان تمام احتیاطوں کے باوجود میں اس کتاب کے تمام پڑھنے والوں سے بڑے ادب سے درخواست کرتا ہوں کہ اگر مجھ سے نادانستگی میں کسی کی دل آزاری ہوئی ہو یا کسی جملے کی ترتیب میں یا املے کی کوئی غلط ہوگئی ہو تو مجھے فراخ دلی سے معاف کر دیں- میں عملاً ایک گوشہ نشین انسان ہوں، ہر قسم کے تعصبات اور گروہ بندیوں اور سیاست سے لاتعلق ہوں- بس ملک وملت کو پھلتا پھولتا دیکھنا چاہتا ہوں اور یہ چاہتا ہوں کہ لوگ عدل واحسان اور مساوات کی فصل لگائیں اور منافقت کی راہ چھوڑ دیں- یہی ملک وملت کے دشمنوں اور ان کی سازشوں کا منہ توڑ جواب ہے اور اگر ہم نے ایسا نہیں کیا تو کیا ہوگا؟ اس کے جواب میں، میں پیارے آقاؐ کا ایک قول دہراتا ہوں، پیارے آقاؐ نے فرمایا کہ وہ قومیں تباہ ہو جاتی ہیں جن میں عدل کا دُہرا معیار پایا جاتا ہے اور خدا کی قسم محمدؐ کی بیٹی بھی چوری کی مرتکب ہوتی تو میں اس کے ہاتھ ضرور کاٹتا- میں اسی پر اپنی بات ختم کرتا ہوں-

معین الدین

Marfat.com

تعارفِ کتاب

ایمان، امن، سلامتی

یہ کتاب دراصل ایک سائنسی تحقیق ہے جس میں ذیل کے سوالات اور موضوعات کا احاطہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے:

۱) ایمان، امن اور سلامتی کی حقیقت کیا ہے اور اس کا حصول کیسے ممکن ہے؟

۲) روح اعلیٰ اور حیوانی روح میں کیا فرق ہے؟

۳) تمام احساسات اور محسوسات دراصل روحِ انسانی کے احساسات اور محسوسات ہیں، انسان کی فطرت کی تشکیل میں ان احساسات اور محسوسات کا کیا کردار ہے؟

۴) کائنات میں دو ہی نظام ہیں۔ ایک تو بے لگام خواہشاتِ نفسانی کی پیروی میں نفس کی فرمانبرداری کا نظام ہے، جو شر کہلاتا ہے اور ہر متکبر اسی نظام کا حصہ ہے۔ دوسرا نظام خیر کا، ایمان، امن اور سلامتی کا نظام ہے جس کا حصہ اللہ کے تمام اطاعت گزار، شکر گزار اور امانت دار بندے ہیں۔ ان دو نظاموں کا فرق کیا ہے؟ منافقت کیا ہے؟ سچائی کیا ہے؟ قوم المفسدین کیا ہے؟

۵) لغوی معنوں میں امتی وہ ہے جو پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلتا ہے۔ گویا وہ امتی نہیں جو پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر نہیں چلتا۔ مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان کو نقصان نہ پہنچے۔

Marfat.com

۶) جو انسان کی فطرت ہے وہی اس کے وجود کے ایک ایک ذرّے کی اور اس کے جسمانی نظام کی فطرت ہے۔ جس کی فطرت میں وفا ہے، سچائی ہے، ایثار ہے، قربانی ہے، قوت برداشت ہے، اس کے جسم کے ایک ایک ذرّے اور اس کے جسمانی نظام کی یہی فطرت ہے۔ روح کے لیے انسانی فطرت کی کیا اہمیت ہے؟ کیا ہم ایمان کی کسوٹی پر پورے اترتے ہیں؟

۷) ہم اپنی روح کی فطرت کو اچھے اور برے احساسات کی فیڈنگ کرتے ہیں۔ روح کے جسم سے الگ ہوتے وقت تک ہم جو پروگرام فیڈ کر چکے ہوتے ہیں، روح اسی پروگرام کے تحت قیامت تک زندگی گزارتی ہے۔

۸) اہل ایمان اللہ کے بتائے ہوئے طریقے اور نظام کے تحت، اللہ کی فرمانبرداری میں قرآن و سنت پر عمل کرتے ہوئے اپنی خواہشات کی تسخیر کرتے ہیں۔ اپنی روح کی فطرت کو حاکمیت کا وصف دیتے ہیں۔ ایک طرف اللہ کی فرمانبرداری میں اعلیٰ اخلاقی اوصاف حاصل کرتے ہیں تو دوسری طرف اللہ کی حاکمیت کے اوصاف کا شعور حاصل کرتے ہیں۔ اپنی روح کو عقیدۂ توحید کی مرکزیت، قوتِ برداشت، قوتِ صبر و تحمل، قوتِ توجہ، قوتِ ارادی، قوتِ فکر و عمل اور قوتِ مشاہدہ سے آراستہ کرتے ہیں۔

۹) جس کے پاس اقرار و عہد کی سچائی نہیں اس کا کوئی دین نہیں، جس کے پاس امانت داری نہیں اس کا کوئی ایمان نہیں (حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم)۔ ایسی ہی بہت سی باتیں، بہت سے سوالات اور ان کے جوابات اس کتاب میں موجود ہیں۔

Marfat.com

ح

یومنون بالغیب

(جو ایمان لاتے ہیں غیب پر)

روح غیب ہے اور عالم غیب سے عالم ظاہر میں آتی ہے۔ اس روح کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے خاکی جسم کے ساتھ غیب پر یعنی اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور مقررہ وقت میں اللہ کی بتائی ہوئی راہ پر چل کر خود کو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری سے آراستہ کرے۔ اور پھر عالم غیب میں داخل ہو جائے۔ شیطان کبھی اللہ تعالیٰ کا بڑا اعبادت گزار اور صاحب ایمان بندہ تھا پھر اس میں تکبر داخل ہوا اور اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور اپنی نافرمانی پر قائم رہا اور توبہ نہ کی اس لیے بندگی سے خارج ہوا۔ اور بے ایمان، ملعون، مرتد اور زندیق ٹھہرا۔ یہ ہر غافل، نافرمان اور لاپرواہ انسان کے لیے کسوٹی ہے جو بتاتی ہے کہ وہ کہاں کھڑا ہے۔ کیونکہ ایمان اللہ تعالیٰ کی مکمل فرمانبرداری کی، عبادت گزاری کی، بندگی کی اور بندگی میں قول و فعل اور نیت کی سچائی کا نام ہے، اور یہی ایمان داری ہے۔ بغیر عبادت کے عبد نہیں اور جو عبد نہیں تو اس کے لیے اللہ معبود نہیں۔ بغیر بندگی کے بندہ نہیں اور جو بندہ نہیں تو اس کا اللہ پر ایمان نہیں۔ مزدوری کرنے والے کے لیے مزدوری ہے اور مزدوری دینے کے لیے آجر ہے۔ سفر نہیں تو مسافر نہیں اور سفر کی راہ نہیں تو سفر کی منزل نہیں۔ اور بغیر ایمان کا پودا لگائے اور بغیر اس کی پرورش کیے ایمان کا پھل کھانا ممکن ہی نہیں۔ بغیر نصاب کو قبول کیے اور بغیر امتحان کی تیاری کیے اور بغیر امتحان دیے کامیابی ممکن ہی نہیں۔ یہ کتاب تو اللہ کے کرم سے ایمان کی ضرورتوں کو بیان کرنے کی ایک عاجزانہ کوشش ہے۔

Marfat.com

۱۔ سورۃ البقرۃ ۱

۲۔ عرض حال ۲ تا ۱۲

۳۔ مختصر تعارف ۱۳ تا ۱۷

۱۔ باب اول: ایمان مفصل

۱۔ ایمان مفصل ۱۸

۲۔ اسلام ۱۹

۳۔ ایمان ۲۰ تا ۲۳

۴۔ تعوذ ۲۴ تا ۳۷

(۱) صاحب ایمان اپنے ہر ہر عمل میں اللہ کو ترجیح دیتا ہے (۲) جس دل میں اللہ کا خوف نہیں اس دل میں ایمان نہیں ہے (۳) جس دل میں تکبر ہوا اس میں ایمان کی شمع روشن نہیں ہوسکتی ہے (۴) اے اللہ! ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں۔ ۳۷ تا ۵۰

۲۔ باب دوئم: ایمان بالملائکہ

۱۔ ایمان بالملائکہ ۵۱ تا ۵۲

۲۔ فرشتوں کی خصوصیات ۵۳

۳۔ فرشتوں پر ایمان لانا کیوں ضروری ہے ۵۴

باب سوئم: ایمان بالکتب

۱۔ ایمان بالکتب ۵۵ تا ۵۶

۲۔ مسلمان قرآن مجید کو تسلیم کرتے ہیں ۵۷ تا ۶۱

۳۔ قرآن مجید ۶۲ تا ۶۳

۴۔ قرآن مجید کو جن پاکیزہ ناموں سے یاد کیا گیا ہے ۶۳ تا ۶۴

۴۔ باب چہارم: ایمان بالانبیاء

۱۔ ایمان بالانبیاء ۶۴ تا ۶۶

۲۔ رسالت ۶۶ تا ۶۷

۳۔ وحی ۶۸

۴۔ حدِ رسالت ۶۸ تا ۶۹

۵۔ مقام محمود ۷۰

۶۔ اے اللہ! تو مالک ہے اس دعوت کامل کا ۷۰ تا ۷۲

۷۔ شفاعت ۷۲ تا ۷۳

۸۔ شفاعت کی طلب ۷۳

۹۔ ذمہ کیا ہے ۷۴

۱۰۔ سفارش پانے کی اہلیت ۷۴ تا ۷۶

۱۱۔ ایمان اور تکبر ۷۶ تا ۷۷

۱۲۔ شفاعت کیلئے راہِ ہدایت کا سفر ۷۷ تا ۷۹

۱۳۔ شفاعت کے کچھ مسائل ۷۹ تا ۸۰

۱۴۔ بغاوت کیا ہے؟ ۸۰ تا ۸۱

۱۵۔ دشمنی کیا ہے؟ ۸۱

۱۶۔ غلطی کیا ہے؟ ۸۲

۱۷۔ غفلت کیا ہے؟ ۸۲ تا ۸۳

۵۔ باب پنجم: روزِ قیامت

۱۔ روزِ قیامت ۸۳ تا ۸۸

۲۔ قول اور فعل کا تضاد ۸۸ تا ۸۹

۳۔ انسان اپنی سزا اور جزا کا

Marfat.com

تعین خود کرتا ہے ۸۹ تا ۹۰
۴۔ قیامت اور ایک پڑھے لکھے
انسان کی سوچ ۹۱ تا ۹۲
۵۔ روزِ قیامت کے ناموں
کا ذکر ۹۳ تا ۹۵
۶۔ صور کا پھونکے جانا ۹۵
۷۔ میدانِ حشر کی کیفیت ۹۵ تا ۹۶
۸۔ دوزخ کا بیان ۹۶ تا ۹۷
۹۔ میدان حشر اور انبیاء
کا احوال ۹۷ تا ۹۸
۱۰۔ میزان کا ذکر ۹۸ تا ۹۹
۱۱۔ پل صراط ۱۰۰
۱۲۔ روزِ قیامت حقوق
دلانے کا معاملہ ۱۰۰ تا ۱۰۱
۱۳۔ مختصر ذکر شفاعت۔
قیامت کے باب میں ۱۰۱ تا ۱۰۳

۶۔ باب ششم: خیر

۱۔ خیر اور شر دونوں اللہ تعالیٰ
کی قدرت اور علم سے ہیں ۱۰۳ تا ۱۰۵
۲۔ خیر کے حصول کا طریقہ ۱۰۵ تا ۱۰۷
۳۔ کاسمک ورلڈ یا غیب کی دنیا ۱۰۷ تا ۱۰۸
۴۔ ذکر ۱۰۸
۵۔ حمد ۱۰۹
۶۔ تسبیح ۱۰۹ تا ۱۱۰
۷۔ نماز ۱۱۰ تا ۱۱۱
۸۔ عالم مثال ۱۱۱
۹۔ کاسمک وائبریشن یا امواج
اثیر یا فکر کی لہریں ۱۱۱ تا ۱۱۴
۱۰۔ نظر بد ۱۱۵ تا ۱۱۶
۱۱۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال
خرچ کرنا ۱۱۷
۱۲۔ خیر کے خلاف شر کی
مزاحمت ۱۱۸
۱۳۔ خیر کا نظام ۱۱۹ تا ۱۲۲
۱۴۔ خیر کی صفات ۱۲۲ تا ۱۲۳
۱۵۔ انسان بحیثیت باپ کے
اولاد کا وارث ہے ۱۲۳
۱۶۔ انسان بحیثیت اولاد کے ۱۲۴
۱۷۔ عورت کی حیثیت ۱۲۴
۱۸۔ وارث اور وراثت ۱۲۴
۱۹۔ خیر میں مرد کا کردار ۱۲۴ تا ۱۲۸
۲۰۔ خیر میں عورت کا کردار ۱۲۹ تا ۱۳۱
۲۱۔ انسانی جسم میں مدافعت
اور قبولیت کا فرق ۱۳۲
۲۲۔ والدین ۱۳۲
۲۳۔ والدین کی حیثیت ۱۳۳
۲۴۔ والدین کیساتھ سلوک ۱۳۳
۲۵۔ والدین کیساتھ حسن
سلوک کے فوائد ۱۳۴ تا ۱۳۵
۲۶۔ تخلیق ۱۳۵ تا ۱۳۶
۲۷۔ کائنات کیا ہے؟ ۱۳۶
۲۸۔ مادے کی اقسام ۱۳۷ تا ۱۴۰
۲۹۔ چند سائنسی حقیقتیں ۱۴۱ تا ۱۴۲
۳۰۔ نظام حیات میں مادوں

Marfat.com

کا کردار ۱۴۲

۳۱۔ انسان کی نشوونما میں مختلف جانداروں کا کردار ۱۴۳

۳۲۔ اسلام میں حرام اور حلال کے اسرار ۱۴۳ تا ۱۴۴

۳۳۔ جب انسان کی فطرت بدلتی ہے ۱۴۴

۳۴۔ انسانی روح کے اسرار ۱۴۴ تا ۱۴۵

۳۵۔ روح انسانی کی فطرت کے اسرار ۱۴۵

۳۶۔ اسلام میں روح کی تربیت کا طریقہ ۱۴۶

۳۷۔ روح کی تربیت میں دنیا کا کردار ۱۴۶ تا ۱۴۷

۳۸۔ حواس خمسہ کی اہمیت ۱۴۷ تا ۱۴۸

۳۹۔ دنیادار اور خوف ۱۴۸ تا ۱۴۹

۴۰۔ دنیادار اور اس کی محتاجی اور ذلت ۱۴۹ تا ۱۵۰

۴۱۔ انسان کی اصل ضرورتیں ۱۵۰ تا ۱۵۱

۴۲۔ انسان کا اختیار اور اس کی حدود ۱۵۱ تا ۱۵۲

۴۳۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت گزاری کے فوائد ۱۵۳ تا ۱۵۶

۴۴۔ دین کے ساتھ دنیا کو استعمال کرنے والا ۱۵۶ تا ۱۶۱

۴۵۔ صاحب ایمان کی سوچ کی چند مثالیں ۱۶۱ تا ۱۶۲

۴۶۔ ظاہر اور باطن ۱۶۳ تا ۱۶۴

۴۷۔ اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ نظام کیلئے کن خوبیوں کی ضرورت ہے ۱۶۴ تا ۱۶۵

۴۸۔ انسان کی بھلائی خود کس چیز میں ہے ۱۶۵ تا ۱۶۶

۴۹۔ اسلامی تہذیب ۱۶۶ تا ۱۶۷

۵۰۔ دنیا انسان کے استعمال کیلئے ہے ۱۶۷

۵۱۔ صاحب ایمان پر اور اسکے محلے پر اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔ ۱۶۷ تا ۱۶۸

۵۲۔ دین کی راہ اور دنیا کی راہ ۱۶۹ تا ۱۸۴

۵۳۔ اطاعت گزاری اور فرمانبرداری ۱۸۵ تا ۱۸۶

۵۴۔ شکرگزاری ۱۸۶ تا ۱۸۷

۵۵۔ شکرگزاری کا باطن ۱۸۷ تا ۱۸۸

۵۶۔ شکرگزار اہل وفا ہوتا ہے۔ ۱۸۸ تا ۱۹۰

۵۷۔ شکرگزاری میں عجز کا پہلو ۱۹۰ تا ۱۹۱

۵۸۔ شکرگزار کے اوصاف ۱۹۱ تا ۱۹۴

۵۹۔ شکرگزاری میں مساوات کا پہلو ۱۹۴ تا ۱۹۵

۶۰۔ شکرگزاری میں شفاء کا پہلو ۱۹۵ تا ۱۹۶

Marfat.com

۶۱۔ امانت داری ۱۹۶ تا ۱۹۷
۶۲۔ ملکیت اپنے مالک کی امانت داری کس طرح کرے ۱۹۷
۶۳۔ مخلوق کس طرح امانت داری کرے ۱۹۸
۶۴۔ ذکر اللہ ۱۹۹ تا ۲۰۰
۶۵۔ ذکر کے فوائد ۲۰۱ تا ۲۰۳
۶۶۔ معرفت ۲۰۳ تا ۲۰۶
۶۷۔ معرفت کے باب میں علم کی اہمیت ۲۰۷ تا ۲۱۵
۶۸۔ فکر ۲۱۵ تا ۲۱۶
۶۹۔ حمد ۲۱۶ تا ۲۱۷
۷۰۔ تسبیح اور تقدیس ۲۱۷ تا ۲۲۰
۷۱۔ توبہ اور استغفار ۲۲۰ تا ۲۲۲
۷۲۔ صلہ رحمی ۲۲۲ تا ۲۲۳
۷۳۔ حلم اور بردباری ۲۲۳ تا ۲۲۴
۷۴۔ عدل واحسان ۲۲۴ تا ۲۲۷
۷۵۔ عدل کا ادنیٰ ترین پیمانہ ۲۲۷ تا ۲۲۹
۷۶۔ عفت ۲۲۹
۷۷۔ حکمت ۲۳۰
۷۸۔ شجاعت ۲۳۰
۷۹۔ عجز ۲۳۱ تا ۲۳۲
۸۰۔ شرم وحیاء ۲۳۲
۸۱۔ صبر وتحمل ۲۳۳ تا ۲۳۶
۸۲۔ صبر وتحمل اور برداشت ۲۳۶
۸۳۔ تقویٰ ۲۳۶ تا ۲۴۱
۸۴۔ حسن سلوک ۲۴۱ تا ۲۴۳
۸۵۔ جہاد ۲۴۳ تا ۲۴۵
۸۶۔ عفو اور درگزر ۲۴۵ تا ۲۴۶
۸۷۔ اپنی حیثیت پر قائم رہنا ۲۴۶ تا ۲۴۷
۸۸۔ ظلم کے خطرے سے بچنا ۲۴۷
۸۹۔ عفو اور درگزر سے اصلاح ۲۴۷

۷۔ باب ہفتم: شر

۱۔ شر ۲۴۸ تا ۲۵۱
۲۔ شر کی صفات ۲۵۱ تا ۲۵۲
۳۔ شراب ۲۵۳ تا ۲۵۵
۴۔ ذبیحہ ۲۵۵ تا ۲۵۶
۵۔ گوشت کی تاثیر ۲۵۶ تا ۲۵۷
۶۔ ممنوعات ۲۵۷
۷۔ زنا کے بارے میں احکامات ۲۵۷ تا ۲۵۹
۸۔ زنا کے نقصانات ۲۵۹ تا ۲۶۱
۹۔ زنا کے طبی نقصانات ۲۶۱ تا ۲۶۲
۱۰۔ جھوٹ ۲۶۲ تا ۲۶۴
۱۱۔ جھوٹ کے نقصانات ۲۶۴
۱۲۔ ریاکاری ۲۶۴ تا ۲۶۶
۱۳۔ ریا خفی ۲۶۶
۱۴۔ موسیقی ۲۶۶ تا ۲۶۷
۱۵۔ خودفریبی ۲۶۷ تا ۲۶۸
۱۶۔ تکبر ۲۶۸ تا ۲۶۹
۱۷۔ متکبر انسان کی خصوصیات ۲۶۹ تا ۲۷۰
۱۸۔ متکبر انسانوں کی اقسام ۲۷۰ تا ۲۷۱
۱۹۔ تکبر کی حقیقت ۲۷۱ تا ۲۷۲
۲۰۔ غیبت ۲۷۲ تا ۲۷۳

Marfat.com

۲۱۔ غیبت کن مقامات پر جائز ہے ۲۷۴
۲۲۔ تہمت ۲۷۴ تا ۲۷۶
۲۳۔ غصہ ۲۷۶
۲۴۔ غصے کے نقصانات ۲۷۶ تا ۲۷۸
۲۵۔ لالچ اور ہوس ۲۷۹
۲۶۔ کنجوسی ۲۷۹ تا ۲۸۰
۲۷۔ حسد ۲۸۰
۲۸۔ تماشہ دیکھنا ۲۸۰ تا ۲۸۱
۲۹۔ کینہ ۲۸۱
۳۰۔ مصوری ۲۸۲
۳۱۔ ناشکری ۲۸۲ تا ۲۸۳
۳۲۔ ناشکرگزار کیلئے عذاب کی صورتیں ۲۸۴ تا ۲۸۶
۳۳۔ زندگی بعد الموت ۲۸۶ تا ۲۸۷
۳۴۔ عذاب قبر ۲۸۷ تا ۲۹۱
۳۵۔ ارواح سے رابطہ ۲۹۱ تا ۲۹۲

۸۔ باب ہشتم: توحید

۱۔ توحید ۲۹۳ تا ۲۹۴
۲۔ عقیدۂ توحید ۲۹۴ تا ۳۱۰
۳۔ خاتمہ بالخیر ایمان کی سلامتی کیساتھ کی اہمیت ۳۱۱
۴۔ قانون ملکیت ۳۱۱ تا ۳۱۲
۵۔ اللہ کی فرمانبرداری ۳۱۲ تا ۳۱۴
۶۔ اللہ کی اطاعت گزاری ۳۱۴ تا ۳۱۵
۷۔ بچے کے کان میں اذان دینے کی مصلحت ۳۱۵
۸۔ اختیار ۳۱۵ تا ۳۱۷
۹۔ عقیدۂ تثلیث ۳۱۷ تا ۳۱۸
۱۰۔ اہل ایمان اور شرک ۳۱۸ تا ۳۲۰
۱۱۔ منافقین ۳۲۰ تا ۳۲۲
۱۲۔ کفار اور مشرکین کی کارگزاریاں ۳۲۲ تا ۳۲۵
۱۳۔ مسلمان کون ہے ۳۲۵ تا ۳۲۶
۱۴۔ بدعت ۳۲۶ تا ۳۲۷
۱۵۔ گمراہی ۳۲۷ تا ۳۲۸
۱۶۔ عقیدت ۳۲۸ تا ۳۲۹
۱۷۔ رجوع ۳۳۰
۱۸۔ قیامت پر یقین عقیدۂ تناسخ کی نفی ہے ۳۳۰ تا ۳۳۱
۱۹۔ علم غیب ۳۳۱ تا ۳۳۲
۲۰۔ کفر ۳۳۳ تا ۳۳۴
۲۱۔ کفر کا سبب ۳۳۴
۲۲۔ کفر کی چند مثالیں ۳۳۵
۲۳۔ نافرمانی بھی کفر ہے ۳۳۵ تا ۳۳۷
۲۴۔ ممانعت شرک ۳۳۷ تا ۳۴۳

۹۔ باب نہم: صلواۃ

۱۔ بے نمازی متکبر ہوتا ہے اور روز قیامت پر یقین نہیں رکھتا ۳۴۳ تا ۳۴۴
۲۔ نماز انسانی قلب کا چین اور سکون ہے ۳۴۴ تا ۳۴۷
۳۔ تارک الصلواۃ واجب القتل ہے ۳۴۷ تا ۳۵۱

۴۔ نماز کی اہم باطنی شرائط	۳۵۱ تا ۳۵۴	۸۔ انابت ورجوع	۳۵۷
۵۔ خشیت اور رہبت تقویٰ	۳۵۴ تا ۳۵۵	۹۔ استعانت	۳۵۸
۶۔ رجا	۳۵۶	۱۰۔ خشوع وخضوع	۳۵۸ تا ۳۵۹
۷۔ ایفاء عہد	۳۵۶ تا ۳۵۷	۱۱۔ تضرع وعجز	۳۶۰ تا ۳۶۱

باب دہم

روزہ 420 تا 427

باب یاز دہم

حج 428 تا 439

باب دواز دہم

زکوٰۃ 440 تا 442

باب سیز دہم

دعا 443 تا 468

باب چہار از دہم

اہل اللہ کے بارے میں کچھ خاص باتیں 469 تا 503

وضاحتیں 504 تا 551

سوال و جواب 552 تا 592

سورۃ البقرہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(ساتھ نام اللہ کے جو رحمٰن و رحیم ہے)

الف، لام، میم۔ یہ کتاب (الٰہی) ہے، نہیں کوئی شک جس میں۔ ہدایت ہے واسطے ان پرہیزگاروں کے جو ایمان لاتے ہیں غیب پر اور قائم کرتے ہیں نماز، اور اس (رزق) میں سے جو دیا ہے ہم نے ان کو خرچ کرتے ہیں، اور یہ (وہی) لوگ ہیں جو ایمان لاتے ہیں اس پر جو اتارا گیا ہے تیری طرف، اور جو اتارا گیا پہلے تجھ سے۔ اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں، یہی لوگ ہدایت پر ہیں اپنے رب کی طرف سے۔ اور یہ وہی ہیں جو فلاح پائیں گے۔ رہے وہ لوگ جو منکر ہوئے، برابر ہے ان پر کہ تو ڈرائے ان کو یا نہ ڈرائے ان کو، وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ مہر لگا دی اللہ نے ان کے دلوں پر، ان کے کانوں پر، اور ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے، اور ان کے لیے عذاب ہے بڑا۔ اور لوگوں میں سے (کچھ ایسے بھی ہیں) جو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور روزِ آخر پر، حالانکہ وہ مومن نہیں ہیں۔ یہ (لوگ) دھوکہ دینا چاہتے ہیں اللہ کو اور ان لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں، اور نہیں دھوکہ دے رہے ہیں مگر اپنے آپ کو، اور حقیقت میں یہ شعور نہیں رکھتے۔ ان کے دلوں میں بیماری ہے، پس اور بڑھا دی اللہ نے ان کی بیماری۔ اور ان کے لیے عذاب ہے دردناک اس بات کا کہ وہ جھوٹ بولا کرتے تھے۔ اور جب کہا جاتا ہے ان سے کہ تم زمین میں فساد نہ کرو تو کہتے ہیں کہ ہم اصلاح کرنے والے ہیں۔ خبردار! بلاشبہ یہی لوگ مفسد ہیں، لیکن انہیں شعور نہیں ہے۔ (آیت نمبر ۱ تا ۱۲)

Marfat.com

عرضِ حال

میرے ذہن میں بچپن سے بے شمار سوالات پیدا ہوتے رہے کہ جب سب کا اللہ ایک ہے اور اللہ کا رسولؐ ایک ہے، پھر قرآن ایک ہے اور سنت ایک ہے تو پھر مسلمانوں میں اتنے گروہ کیوں ہیں، اور ان میں آپس میں نفرتیں اور جھگڑے کیوں ہیں۔ اصل اسلام کیا ہے۔ وہ اسلام جو پیارے نبیؐ لے کر آئے تھے۔ جو اہل بیتؑ، صحابہؓ کرامؓ، تابعینؒ اور تبع تابعینؒ کا اسلام تھا۔ پھر سب کچھ کیوں بدل گیا۔ اور ایسے لوگ بھی ہیں جو پیارے نبیؐ سے محبت کا دعویٰ کرتے ہیں مگر کام وہ سب کرتے ہیں جن سے پیارے نبیؐ نے ہمیشہ منع فرمایا۔ اور ایسے بھی لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ بس ہم نے کلمہ پڑھ لیا اور ہم مسلمان ہو گئے۔ اس لیے ہم پر دوزخ حرام ہو گئی، اب پیارے نبیؐ ہماری شفاعت فرمائیں گے۔

میرے دل میں یہ جاننے کی خواہش بڑھتی گئی کہ میں مسلمان ہوں تو کیوں ہوں اور مسلمان کی تعریف کیا ہے۔ اور کیا مسلمان ہونے کے لیے کسی کا صرف مسلمان گھرانے میں پیدا ہو جانا کافی ہے۔ ایمان کیا ہے اور ایمان کی ضرورتیں کیا ہیں۔ پھر سورۂ بقرہ کی آٹھویں اور نویں آیت میری نظر سے گزری جس میں کہا گیا ہے کہ ''لوگوں میں سے ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور روزِ آخرت پر حالانکہ وہ مومن نہیں ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کو دھوکا دینا چاہتے ہیں مگر وہ دراصل اپنے آپ کو دھوکا دے رہے ہیں۔''

اس بات نے میرے ذہن میں یہ خیال پیدا کیا کہ کیا میں صاحب ایمان ہوں، اور یہ کہ مجھے اپنے ایمان کو ٹٹولنا چاہیے اور پرکھنا چاہیے۔ اور مجھے ایمان کے بارے میں جاننا چاہیے اور مجھے اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے جو علم عطا فرمائیں، اسے روزمرہ کی مثالوں سے دوسروں کو اس طرح سے سمجھانا چاہیے کہ لوگ اپنی اصلاح کر سکیں۔ اس خیال سے قرآن کے پہلے پارے کو ترجمے سے پڑھنا شروع کیا۔ یہ کام ۱۹۷۹ء میں شروع کیا تھا۔ ابھی تک بس الذین یومنون بالغیب و یقیمون الصلوٰۃ تک پہنچ پایا ہوں، یا شاید پہنچنے کی کوشش ہی کرتا رہوں گا اور

Marfat.com

شاید ساری زندگی کی جد و جہد کے بعد بھی کچھ نہ سمجھ پاؤں۔ اور بس ہم کو اتنا ہی علم ہے جتنا کہ پاک و بے عیب، بزرگی والے اللہ نے عطا فرما دیا اور بے شک صحیح علم اللہ ہی کو ہے۔

'' یہ راہ دکھاتی ہے اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کو، جو ایمان لاتے ہیں غیب پر اور قائم کرتے ہیں نماز۔'' ...... اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے پہلی چیز جو سامنے آئی وہ راہ ہے۔ یہ راہ کیا ہے؟ اس راہ کی ضرورتیں کیا ہیں؟ اس راہ کی منزل کیا ہے؟ تو معلوم ہوا کہ یہ ایمان کی، امن و سلامتی کی، خیر و فلاح کی، چین اور سکون کی، بے خوفی کی، رضائے الٰہی کی اور پاکی کی راہ ہے۔ اور اس کی ضرورتیں اللہ تعالیٰ کے لیے ابدی اطاعت گزاری، فرمانبرداری، وفاداری، شکر گزاری، امانت داری اور احسان مندی ہیں۔ اور بندگی کے لیے ضروری پاک و بے عیب اور تعریفوں والے اخلاقی اوصاف ہیں۔ اور اس راہ کی منزل اللہ تعالیٰ ہیں۔ اور یہ راہ کس کے لیے ہے؟ تو معلوم ہوا کہ یہ راہ صرف اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کے لیے ہے۔ یعنی وہ لوگ جو اپنے ہر ہر عمل اور قول میں اللہ تعالیٰ کو غلبہ دیتے ہیں، اہمیت دیتے ہیں اور ترجیح دیتے ہیں۔ اور جو اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا تو وہ متکبر ہے۔ اس کے لیے نہ راہ ہے اور نہ منزل ہے۔ نہ منزل کے لیے اس کا سفر ہے، نہ وہ مسافر ہے۔ اور جو شخص اپنی راہ سے بھٹک گیا، وہ منزل سے بھٹک گیا۔

اور راہِ ہدایت کا مسافر تو وہی ہے جو راہ پر ہے اور حالت سفر میں ہے۔ اور رہا مقیم تو وہ مسافر کی تعریف میں نہیں آتا۔ جو اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا تو وہ اپنے تکبر کے باعث اللہ اور اللہ کے رسولؐ کا دشمن ہے۔ شیطان بھی تو اپنے تکبر کے باعث شیطان بنا۔ اور دشمن تین طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک تو دشمن کہ وہ تو دشمن ہے ہی۔ دوسرا دشمن کا دوست کہ وہ دشمن کی دوستی میں ہمارا دشمن ہے۔ اور تیسرا دوست کا دشمن کہ وہ ہمارے دوست کی دوستی کے سبب ہمارا دشمن ہے۔ تو متکبر کس طرح روزِ قیامت پیارے نبیؐ کی شفاعتِ عظمیٰ کا طلب گار ہو سکتا ہے۔ ہاں اگر وہ سچے دل سے اللہ تعالیٰ سے توبہ کرے، اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرے تو اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کوئی بخشنے والا اور معاف کرنے والا نہیں ہے۔ ابھی تو بات صرف یہاں تک پہنچی ہے کہ یہ کتاب راہ دکھاتی ہے اللہ سے ڈرنے والوں کو۔ اب آگے ایک شرط ہے: اور جو ایمان لاتے ہیں غیب پر۔ یعنی یہ ان اللہ سے

Marfat.com

ڈرنے والوں کو راہ دکھاتی ہے جو غیب پر ایمان لاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا خوف رکھنے کے ساتھ ساتھ غیب پر ایمان لانا بھی ضروری ہے۔ ایمان لانے کا مطلب ایسا یقین لانا ہے جس میں شک نہ ہو۔ اور کس پر یقین لانا ہے؟ تو غیب پر یقین لانا ہے۔ غیب کیا ہے؟ تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ غیب ہیں۔ فرشتے اور ملائک غیب ہیں۔ تمام الہامی پیغامات اور کتابیں غیب ہیں۔ اور منصب رسالت غیب ہے۔ خیر اور شر غیب ہے اس لیے کہ خیر اور شر، نیکی اور بدی کا احساس ہے۔ خیر کا نظام اور ضرورتیں غیب ہیں۔ اور شر یعنی شیطان اور شیطانی نظام غیب ہے۔ اسی طرح موت غیب ہے اور موت کے بعد کی زندگی غیب ہے، اور روزِ جزا غیب ہے۔ اب غیب پر ایمان لانے کا حکم کسے دیا گیا؟ تو معلوم ہوا کہ انسان کو غیب پر ایمان لانے کا حکم دیا گیا ہے۔ اب انسان کی حقیقت یہ ہے کہ اس کی روح اصل شے ہے اور جسم تو صرف ایک آلہ ہے جو روح کے تصرف میں ہے۔ اور انسان کے تمام احساسات اور محسوسات غیب ہیں۔ انسان کا عمل اس کے جسم کا عمل نہیں بلکہ اس کی روح اور اس کی فطرت کا اظہار ہے۔ یعنی انسان اپنی پوشیدہ فطرت کا اظہار اپنے عمل سے کرتا ہے۔ اور اس عمل سے حاصل ہونے والا احساس دوبارہ اپنی روح کو منتقل کر دیتا ہے۔ انسان کی روح ہی اس کی اصل حقیقت ہے اور روح غیب ہے۔ اور غیب کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ غیب پر ایمان لائے۔ روح چونکہ مادّی جسم میں مقید ہے اور اپنے ظاہری حواس کی محتاج ہے اس لیے ظاہری حواس کو معطل کیے بغیر انسان غیب سے تعلق قائم نہیں کر سکتا۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ انسان عبادت میں جتنا خود کو اللہ تعالیٰ کا محتاج قرار دے گا یا اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی محتاجی کے احساس کو قوت دے گا، اسی قدر اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات پر اس کا یقین بڑھے گا۔ اور جس قدر یقین بڑھے گا اسی قدر توجہ اور انہماک بڑھے گا۔ اور اسی قدر وہ اپنے ظاہری حواس سے حالت نماز میں یا عبادت میں بے گانہ ہوگا۔ اور اسی قدر وہ غیب سے وابستہ ہوگا اور اللہ تعالیٰ پر اس کا ایمان بڑھے گا۔ کوئی شخص اس وقت تک صاحب ایمان نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ دل کی سچائی کے ساتھ اپنے اقرار کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے اپنی بندگی کا عہد نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ کو اپنا معبود اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا رسول تسلیم نہ کرے۔

اب سوال یہ ہے کہ بندگی کیا ہے؟ تو بندگی وہ ہے جو فرشتے کرتے ہیں۔ فرشتے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی بندگی کرتے ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ فرشتوں کی بندگی کے اوصاف فطری ہیں جب کہ انسان کو بندگی کے یہ اوصاف اپنے اختیار سے حاصل کرنے ہیں۔ یعنی اپنی ذات کے لیے اپنے اختیارات سے دست بردار ہوتے ہوئے اپنے اختیار کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے استعمال کرنا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے تو اس کی وضاحت فرمادی ہے: ''انی جاعل فی الارض خلیفه''۔ یعنی'' میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں۔'' اور اللہ کا نائب تو وہی ہوسکتا ہے جو اپنے اختیار کو اللہ تعالیٰ کے اختیار کے تحت اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے استعمال کرے۔ اور یہ سب کچھ ایمان لائے بغیر اور ایمان کے لیے عمل کیے بغیر ممکن ہی نہیں ہے۔ انسانی قول اور عمل کی حقیقت یہ ہے کہ انسان کی روح اپنی فطرت اور اس کی ضرورت کا اظہار، اپنے قول اور عمل سے کرتی ہے۔ اور پھر اس قول اور عمل سے حاصل ہونے والے احساس کو اپنے باطن میں منتقل کرتی ہے۔ یعنی روح کی فطرت کو جتنی فیڈنگ ہوتی ہے وہ سب حواسِ خمسہ اور قول وعمل سے ہوتی ہے۔ اس لیے نماز کے بغیر، ذکر اور فکر کے بغیر، حمد اور تسبیح کے بغیر، اور دیگر عبادات کے بغیر انسان اپنی روح کی فطرت کو اور شعور، کو بندگی کی فیڈنگ یا بندگی کا احساس منتقل نہیں کرسکتا۔ انسان مجبور ہے کہ وہ اپنی زندگی میں اپنی روح کے شعور کو اور فطرت کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت گزاری کے بہترین اوصاف دے۔ کیونکہ مرنے کے بعد جب انسان کا اختیار چھن جائے گا تو جو کچھ اس نے اپنی زندگی میں اپنی فطرت کو دیا ہے وہی اس کے فطری اوصاف ہوں گے۔ تو جس نے اپنی زندگی میں اپنی فطرت کو نافرمانی دی، تو اس کی روح میں نافرمانی کا وصف ابدی اور فطری ہوگیا۔ اور چونکہ نافرمانی کی فطرت میں تکبر، حسد، ہوس اور نفرت غرض بہت کچھ شامل ہے، اس لیے نافرمانی کی تاثیر کبھی بھی نہ ختم ہونے والی بھوک اور پیاس ہے، اور ناپاکیوں کے سبب سے بیماریاں ہیں۔ اس کے علاوہ جلنے کی صفت اور تلخی کی تاثیر ہے۔ اس لیے نافرمان کی روح کی یہی فطری ضرورتیں ہیں، اور ایسی ہی صفات رکھنے والی غذا ہے۔ اور ایسی ہی صفات رکھنے والے گروہ کے ساتھ اور ایسے ہی ماحول میں اسے قیامت تک زندگی گزارنا ہے۔ یہ تو اس کا اپنا حاصل کیا ہوا عذاب ہے، جب کہ قبر

Marfat.com

کا عذاب الگ ہے۔اور جس نے خود کواللہ تعالیٰ کی فرمانبرداای کی، اطاعت گزاری کی، شکر گزاری کی اور امانت داری کی فطرت دی تو اس کی روح کا انجام اللہ تعالیٰ کے فرمانبرداروں کے ساتھ ہوگا۔ کیونکہ فرمانبرداری میں عجز ہے اور عجز کی تاثیر میں ٹھنڈک ہے، نرمی اور شیرینی ہے، شکر گزاری کی تاثیر چین اور سکون کی ہے۔ سرشاری کی ہے اور وفاداری کی ہے۔ امانت داری کی تاثیر میں احساسِ فرض ہے۔ اور صبر و تحمل اور برداشت کی تاثیر عیبوں کو پی جانے کی ہے۔ اور انسان تو اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے، ملکیت ہے، وراثت ہے، پروردہ ہے، رعایا ہے، اس کا شرف یہی ہے کہ وہ مکمل طور اللہ تعالیٰ کے قبضہ وقدرت اور اختیار کو اپنے اوپر غلبہ دیتے ہوئے، اپنے اللہ کے مقابل بے اختیار ہو اور اللہ تعالیٰ کا محتاج ہو اور اللہ تعالیٰ کا فرماں بردار ہو۔ اور جو ملکیت مالک کی نہ ہو سکی یا جسے مالک نے اس کی نافرمانی کے باعث چھوڑ دیا، تو وہ لاوارث ہوگئی، خراب ہوگئی، رسوا ہو گئی۔ اور کوئی شے اللہ تعالیٰ کے قبضہ وقدرت سے باہر نہیں ہو سکتی۔ اس لیے بس فائدے کا راستہ یہی ہے کہ اللہ کے قبضہ وقدرت کو قبول کرلیا جائے۔

''وما یعلم جنود ربک الا ھو'' یعنی'' اور (اے پیغمبر،) تمہارے پروردگار کے لشکروں کو کوئی اس کے سوا نہیں جانتا۔'' انسان اگر غور کرے تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ انسان کے لیے اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری اختیار کرنے کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں۔ کوئی شخص بغیر درخت لگائے اور بغیر اس کی حفاظت کیے، اس کے پھل نہیں کھا سکتا۔ اور بغیر ایمان لائے اور ایمان کی حفاظت کیے صاحب ایمان نہیں رہ سکتا۔ اور بغیر ایمان کی شمع روشن کیے ایمان کی روشنی نہیں پا سکتا۔ اور جب روح اپنے مادّی وجود کے ساتھ اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتی ہے تو گویا وہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات دونوں پر ایمان لاتی ہے۔ اس طرح وہ خود کو بلا شرکت غیرے اللہ کی ملکیت، مخلوق، پروردہ، رعایا، وراثت اور بندہ قرار دیتی ہے۔ اور اپنے اقرار کے تقاضے اور صداقت کے نتیجے میں خود کو اللہ تعالیٰ کا مکمل محتاج، ذلیل اور اس سے ڈرنے والا قرار دیتی ہے۔ اور چونکہ محتاج اور ذلیل کا کوئی ذاتی اختیار نہیں ہوتا، اس لیے وہ اللہ تعالیٰ کے اختیار، مرضی اور قبضہ و قدرت کو اپنے ذاتی اختیار، ارادے اور خواہشات پر مکمل غلبہ دیتے ہوئے اس سے دست بردار

ہو جاتی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے اختیار اور رضا کے تحت اپنے اختیار اور اپنی خواہشات کو استعمال کرتی ہے۔ اس کی وضاحت یہ ہے کہ اس کی خواہشات رضائے الٰہی کے تابع ہوتی ہیں۔ اور ایمان لانے کے لیے لازم ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ ساتھ اس کی صفات کو اچھی طرح سے سمجھے۔ اس لیے کہ بندگی اور ایمان کے تمام اسرار اللہ تعالیٰ کی صفات میں پوشیدہ ہیں۔

اب تحقیق میں دوسرا اہم نکتہ جو سامنے آیا، وہ تھا اللہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ ڈرنے والی مخلوق اور ان کی راہ۔ یہ فرشتے اور ملائک ہیں جو اللہ تعالیٰ کے مکمل محتاج اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے ہیں، اور انتہائی طاقتور ہیں۔ ان کی اطاعت گزاری، فرماں برداری، شکر گزاری، امانت داری، احسان مندی، احساس ذمہ داری، اور نظم وضبط فطری اور ابدی ہیں۔ یہی صفات ہر بہترین نظام کی خوبیاں اور ضرورتیں ہیں۔ یہ فرشتے اور ملائک اپنا کوئی ذاتی اختیا، ارادہ اور خواہشات نہیں رکھتے۔ اور کسی بھی کام کی انجام دہی کے لیے اللہ تعالیٰ کے اختیار کو اللہ تعالیٰ کی پسند کے مطابق استعمال کرتے ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کی سب سے زیادہ عبادت گزار مخلوق ہیں۔ اور چونکہ اللہ تعالیٰ کی بندگی کے لیے عام پسندیدہ اخلاقی اوصاف کا تعلق اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری سے ہے، اس لیے یہ تمام اخلاقی خوبیاں ان میں پائی جاتی ہیں۔ ان میں بھی درجات اور ذمہ داریوں کا فرق ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے ان کی وابستگی ابدی ہے اور وہ آداب بندگی سے پوری طرح واقف ہیں۔

تمام عبادات، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، ذکر وفکر، حمد اور تسبیح، اور درود وسلام کا مقصد انسان کی فطرت کو فطری طور پر اوپر بیان کی گئی تمام خوبیاں عطا کرنا اور اس کی خامیوں کو دور کرنا ہے کیونکہ انسان کا اختیار عارضی ہے اور مرنے کے بعد اس کے پاس کوئی اختیار نہیں ہوگا۔ اس نے دنیا کی زندگی میں جو بھی اچھائی یا برائی، خیر یا شر، خوبیاں یا خامیاں اپنی فطرت کو دیں، وہی سب کچھ اس کے لیے فطری اور ابدی ہوگا۔ اور فلاح اور خیر کے، امن اور سلامتی کے نظام کے لیے تو وہی خوبیاں اور اہلیت چاہیے جو فرشتوں اور ملائکہ کو حاصل ہے۔ انسان اپنے شعور کو جتنے اخلاص عمل کے ساتھ ان تمام چیزوں کی فیڈنگ کرے گا، اتنا ہی فنا اور بقا کا علم حاصل کرے گا۔ اور وہ یہ تو سوچے کہ جب وہ اللہ کے حضور اپنے ہاتھ، اپنی سماعت، اپنی بصارت کو باندھ کر خود پیش کرتا ہے تو وہ عملاً خود کو

Marfat.com

محتاج، بے اختیار، اور شاکر کی حیثیت سے اللہ کی فرماں برداری میں اپنے اللہ کے سپرد کر دیتا ہے، اور اپنے عہد، اپنے اقرار، اپنی تصدیق اور تسلیم کا عملی ثبوت پیش کرتا ہے۔اور بے شک نماز صاحب ایمان کے لیے فلاح کا ذریعہ ہے۔

قرآن کا علم دو طرح کا ہے۔ایک عام لوگوں کے لیے،اور دوسرا خواص کے لیے۔اس لیے قرآن کا ظاہر جتنا حسین ہے، باطن اتنا ہی گہرا ہے۔خواص وہ لوگ ہیں جو قرآن کے ظاہر سے گزر کر اس کے باطن کی گہرائیوں کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔جس طرح انسان کی روح غیب ہے اور اس کا باطن غیب ہے، اسی طرح قرآن کا باطن بھی غیب سے متعلق ہے۔عام اور خاص دونوں کے لیے ایک ہی احکامات ہیں۔عبادتیں اور ان کا طریقہ ایک ہے۔اگر فرق ہے تو صرف عبادتوں میں مشقت کا،عمل میں اخلاص کا، یقین کا،توجہ کا،اللہ تعالیٰ سے اپنی وابستگی کا،اللہ تعالیٰ کے حضور کیے جانے والے عہد اور اقرار کی سچائی کا،اطاعت گزاری کا،فرماں برداری کا،شکر گزاری کا،امانت داری کا،احسان مندی کا،اور دیگر اخلاقی خوبیوں کا جو ان ہی خوبیوں سے وابستہ ہیں۔مثال کے طور پر عاجزی وانکساری،حلم وبردباری،عفت اور پاکیزگی،شرم وحیا اور سخاوت کی صفات۔اگرچہ سخاوت کے معنی خرچ کرنا ہے لیکن اس کا باطن ایثار، وفا اور قربانی ہے۔بس فرق یہی ہے اور ہمارے نزدیک یہی روحانیت ہے۔

اگر انسان کے نظام اخراج میں کہیں ذرا سی بھی خرابی پیدا ہو جائے تو اس کی زندگی کے لالے پڑ جاتے ہیں۔اس لیے کہ سانس، دوران خون، پسینہ، پیشاب، اجابت، بلغم، یہ سب ایسی چیزیں ہیں جن سے نقصان دہ مادّوں کا اخراج ہوتا ہے۔اسلام میں نماز اور روزہ ایسی عبادتیں ہیں جن کا تعلق باطن کے نظام اخراج سے ہے۔انسان دن میں پانچ وقت نمازوں میں وضو کے ذریعے، آداب بندگی کے ساتھ اللہ کے حضور میں حاضری کے ذریعے، اپنے اقرار اور عہد کے ذریعے، حمد اور تسبیح کے ذریعے، توبہ اور استغفار کے ذریعے، درود کے ذریعے، حالت روزہ میں بھوک اور پیاس کے احساس کے ذریعے، اپنے باطن کو خرابیوں سے پاک کرتا اور خوبیوں سے آراستہ کرتا ہے۔یہ ایک مسلسل عمل ہے۔اگر باطن سے خرابیوں کے اخراج کا عمل رک جائے تو

Marfat.com

باطن مردہ ہو کر بدبو دینے لگے گا۔ جس طرح انسان اپنی ظاہری غلاظت کو خود ہی صاف کرتا ہے، اسی طرح باطن کی غلاظتوں کو بھی خود ہی صاف کر سکتا ہے، بشرطے کہ انسان اسے غلاظت سمجھے۔ انسان کے جسم اور روح دونوں کی تشکیل میں اس کی روح کا بڑا گہرا دخل ہے۔ دنیا میں موجود تمام عناصر مختلف فطرت، کردار، خواص اور صلاحیتوں سے متعلق ہوتے ہیں۔ انسانی فطرت اور کردار کی تبدیلی کے ساتھ ساتھ انسانی جسم میں یہ عناصر اور ان کی ترکیب بھی بدلتی رہتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرنے والا اپنی فطرت کو پاکی کا، تعریفی اوصاف بیان کرنے والا اخلاقی خوبیوں کا اور بڑائی بیان کرنے والا لاشعوری طور پر بڑائی کا شعور دیتا ہے، اور انسان کے روحانی نظام اخراج سے ناپسندیدہ عناصر کا اخراج بھی کرتا ہے۔

جو اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا تو اس لیے نہیں ڈرتا کہ وہ اللہ تعالیٰ کو بڑا نہیں سمجھتا، صاحب اختیار نہیں سمجھتا۔ وہ موت پر اور موت کے بعد کی زندگی پر، سزا اور جزا کے دن یعنی روزِ قیامت پر یقین نہیں رکھتا۔ اگر وہ ان سب باتوں پر یقین رکھتا تو ضرور اللہ تعالیٰ سے ڈرتا اور اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کرتا۔ صاحب ایمان کے لیے اذان اس کے صاحب ایمان ہونے کی آزمائش ہے۔ اور اس کے ایمان کے لیے حجت ہے۔ اذان سنت ہے، اگر کہیں اذان فرض ہوتی تو بے نمازی کے لیے آخری حجت ہوتی۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ اذان کو سنت قرار دے کر واپسی کے راستے کو کھلا رکھا گیا ہے۔ یہ ایک حقیقت اور ایک سچائی ہے کہ فرماں برداری ہمیشہ بڑے کی اور صاحب اختیار کی کی جاتی ہے۔ اور اس کی ناراضگی اور اس کی سزا کے خوف سے کی جاتی ہے۔ اور اپنے تحفظ کے لیے، انعام کے لیے اور خوف سے نجات پانے کے لیے کی جاتی ہے۔ اذان سے لاپرواہی برتنے والا دراصل اپنے عمل سے اللہ تعالیٰ کی بڑائی سے انکار کرتا ہے۔ اللہ اور اللہ کے رسولؐ پر ایمان لانے کی اپنی گواہی سے انکار کرتا ہے۔ نماز کی فرضیت سے انکار کرتا ہے۔ دنیا اور آخرت کی فلاح سے انکار کرتا ہے۔ سزا و جزا اور قیامت سے انکار کرتا ہے۔ جو اللہ سے ڈرتا ہے اسی کے لیے راہ ہدایت ہے۔ وہی اللہ تعالیٰ کے پیغام کو تسلیم کرتا ہے۔ اور جو پیغام کو تسلیم کرتا ہے وہی پیغام پر عمل بھی کرتا ہے۔ کیونکہ تسلیم عمل سے ہے، اور جو تسلیم

Marfat.com

نہیں کرتا وہ عمل بھی نہیں کرتا۔ اور جو پیغام کو تسلیم نہیں کرتا وہ پیغامبر کو بھی تسلیم نہیں کرتا۔ وہ رہنما کی رہنمائی کو بھی تسلیم نہیں کرتا۔ اور جو رہنمائی کو تسلیم نہیں کرتا وہ دراصل راہ ہدایت کو بھی تسلیم نہیں کرتا۔ کیونکہ اگر وہ رہنما کو تسلیم کرتا تو تو رہنما کی رہنمائی میں ان کے نقش قدم پر چل کر راہ ہدایت کا مسافر بنتا۔ اور جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے وہ کہتا ہے کہ اللہ میں نے آپ کے پیغام کو سنا اور قبول کیا۔ اور میں ایمان لاتا ہوں آپ پر، آپ کی صفات پر، آپ کے فرشتوں اور ملائکہ پر، آپ کی کتابوں پر اور آپ کے رسولوں پر کہ وہ سب حق ہیں۔ اور قرآن پر اور نبی آخر الزماںؐ پر کہ وہ آپ کے آخری نبی ہیں۔ اور موت پر اور موت کے بعد کی زندگی پر۔ قبر میں سوال و جواب پر، گنہگاروں کے لیے عذاب قبر پر، اور قیامت پر اور دوبارہ زندہ کیے جانے پر، اور سزا و جزا پر۔

انسان کے لیے راہ ہدایت پر چلنے کا ایک ہی طریقہ ہے اور وہ یہ کہ جس طرح سے پیارے نبیؐ نے قرآن پر عمل کیا، اسی طرح وہ بھی عمل کرے۔ اور جس طرح پیارے نبیؐ نے اپنے قول اور عمل اور اپنی نیت اور سچائی کے ساتھ اپنے اللہ تعالیٰ سے کیے گئے اقرار کو اپنی عبادتوں سے ثابت کیا، وہ بھی ثابت کرے۔ اور پیارے نبیؐ کے نقش قدم سے ذرہ برابر نہ ہٹے۔ میری تمام تر کوشش یہ ہے کہ میں قول اور عمل کے فرق کو واضح کرتے ہوئے انسان کو اس کے سچ اور جھوٹ کے بارے میں بتاؤں۔ قول کی پاس داری دو طرح کے لوگ کرتے ہیں۔ ایک تو صاحب کردار اور صاحب ایمان اللہ کی رضا کے لیے اپنے قول کی پاسداری کرتا ہے۔ اس قسم کے انسان کی شناخت یہ ہے کہ یہ عاجزی رکھتا ہے اور اللہ کا فرمانبردار بندہ ہوتا ہے۔ دوسرا اپنے قول کی پاسداری کرنے والا متکبر انسان ہوتا ہے۔ متکبر انسان اپنے قول کی پاسداری، اپنے کردار کی انفرادیت اور اپنی شخصی برتری کو ثابت کرنے کے لیے اور اپنے وضع کیے ہوئے اصول کے تحت کرتا ہے۔ اس کی پہچان یہ ہے کہ ایسا شخص عجز نہیں رکھتا اور اللہ کا عبادت گزار اور فرمانبردار بندہ نہیں ہوتا۔

دشواری یہ ہے کہ میں نے جو کچھ (اللہ کے خوف اور اس سے وابستہ) راہ ہدایت کو سمجھا، اب اسے کیسے بیان کیا جائے۔ وہ بھی ایک ایسے شخص کے لیے جو ادب سے اور اسلوب بیان سے ناواقف ہو۔ فطرتاً نادان اور جاہل ہو۔ پھر اسے یہ خیال بھی ہو کہ اس کا اسلوب بیان سادہ اور عام

Marfat.com

فہم ہو۔ پھر یہ بھی کہ نادانستہ طور پر الفاظ کے استعمال اور ترتیب میں کہیں ایسی غلطی نہ ہو جائے جسے اللہ تعالیٰ کے ہاں قابل گرفت ٹھہرایا جائے۔ بہرحال اللہ تعالیٰ کی توفیق اور مدد کے سہارے کوشش کی ہے۔ اور اس کوشش کا واحد مقصد یہ ہے کہ لوگوں کو اللہ کا خوف دلایا جائے اور اس کی رحمتوں سے ناامید نہ ہونے دیا جائے۔ یہ اگرچہ ایک فلسفیانہ تحقیق ہے لیکن ایمان کی حقیقت اور سچائی سے آراستہ ہے۔ اس کا مقصد نہ تو کسی کی دل آزاری ہے اور نہ کسی کو غلط ثابت کرنا ہے۔ نہ کسی کی تحقیر کرنا ہے نہ کسی پر تنقید کرنا۔ لوگوں کو عمل کی اصلاح پر متوجہ کرنا ہی اس کا اصل مقصد ہے۔ بس اتنی سی درخواست ہے کہ یہ مت دیکھئے کہ کون کہہ رہا ہے بلکہ یہ دیکھئے کہ کیا کہہ رہا ہے۔ میری کسی بات کو اگر قرآن وسنت سے متصادم پائیں تو بلا تکلف دیوار پر دے ماریں۔ بے شک ہر شے کا درست علم اللہ ہی کو ہے۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے فریاد ہے کہ اے ہمارے پالنے والے، اپنے عاجز اور ذلیل بندے معین الدین پر رحم فرما۔ اپنی رحمت سے اس کی خطاؤں اور غلطیوں اور لغزشوں کو معاف فرما۔ اور اس کی اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرما۔ اور اپنے پیارے حبیب کے نزدیک اسے قبولیت کا درجہ عطا فرما۔ اور اسے اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کے لیے منتخب فرما۔ اور اے اللہ میری مدد فرما کہ میں اُس اسلام اور اُس طریقے کو تلاش کر سکوں جس پر پیارے نبیؐ خود عمل کرتے تھے اور جس میں کہیں بھی کوئی اختلاف نہیں تھا، اور پھر مجھے اُس طریقے پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرما۔ اور مجھے ہر قسم کے کفر سے، شرک سے اور بدعتوں سے اپنی پناہ میں رکھ۔

"اس کتاب یعنی قرآن میں کوئی شک نہیں ہے، اور یہ صرف ان لوگوں کو راہ دکھاتی ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں، اور ساتھ ہی ایمان لاتے ہیں غیب پر اور قائم کرتے ہیں نماز"...... آیات کے اس ترجمے میں پہلی وضاحت تو یہ ہے کہ قرآن کا فائدہ صرف ان ہی لوگوں کے لیے ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں۔ اور دوسری وضاحت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کے ساتھ ساتھ ایمان لانا بھی ضروری ہے۔ بغیر ایمان لائے کوئی شخص خود سے صاحب ایمان نہیں ہو سکتا۔ تیسری وضاحت یہ ہے کہ غیب پر ایمان لانا یعنی ایمان مفصل میں بیان کی گئی

Marfat.com

تفصیلات کو ماننا ضروری ہے اور پھر اس ایمان کے تحفظ کے لیے اور اسے قائم رکھنے اور بڑھانے کے لیے نماز کو مضبوط بنیادوں پر قائم کرنا بھی ضروری ہے۔ ایمان لانے سے مراد یہ ہے کہ ایمان کو حاصل کرنا پڑتا ہے، اور اس کی حفاظت کرنی پڑتی ہے۔ کیونکہ ایک تو حکم ہے جس سے انکار کرنے والا شیطان کے ساتھ جا کھڑا ہوتا ہے، اور دوسرا فرض یعنی ایسا حکم ہے جسے ہر حال میں انجام دینا ہے، اور اس سے چھوٹ کے لیے سوائے جائز شرعی عذر کے کوئی بھی سبب قابل قبول نہیں ہے۔ اور نماز ایسا ہی لازمی فرض ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے انکار، خواہ علانیہ ہو یا صرف دل میں ہو، یا صرف قول سے یا عمل سے ہو، انکار ہر حال میں انکار ہے۔ اور خیال رہے کہ نماز قائم کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ نماز پڑھنا الگ چیز ہے اور نماز کو قائم کرنا الگ چیز ہے۔ اور نماز بندگی کا عملی اظہار ہے۔

Marfat.com

مختصر تعارف

میں ۲۵اپریل ۱۹۴۴ء کو مدراس کے ایک چھوٹے سے شہر نیلور کے امریکن اسپتال میں بروز منگل پیدا ہوا۔ مرحوم والد بزرگوار کا نام احمد محی الدین تھا۔ انہوں نے اپنے اس فرزند کا نام معین الدین تجویز کیا۔ پھر ۱۹۴۷ء میں والد صاحب جو ریلوے میں ملازم تھے، پاکستان چلے آئے۔ میں نے ابتدائی تعلیم گھر میں حاصل کی پھر والد بزرگوار نے ۳ مارچ ۱۹۵۳ء کو جامعہ تعلیم ملی ملیرسٹی میں تیسری کلاس میں میرا داخلہ کرادیا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ اس وقت میرا جنرل رجسٹر جلد اول میں ۱۴۰ نمبر تھا۔ یہیں سے میں نے ۱۹۶۲ء میں میٹرک پاس کیا۔ پھر سب سے آخر میں کلیہ معارف اسلامیہ کے مضمون معارف اسلامیہ میں امتحان منعقدہ ۱۹۸۷ء میں رول نمبر ۱۳۶۱ کے تحت ایم اے کا پرائیویٹ امتحان کراچی یونیورسٹی سے پاس کیا۔ یہ کتاب جو ۱۹۷۹ء میں شروع ہوئی، مئی ۱۹۹۶ء میں مکمل ہوئی۔ نفسانفسی کے اس دور میں بس اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے یہ کتاب پوری کرادی۔ اس سلسلے میں مجھے باوجود کوشش کے کہیں سے کوئی تعاون حاصل نہیں ہوا۔ بس ایک میری بیوی جہاں بانو اور دوسری میری بیٹی غزناتا، یہی دو ہستیاں ایسی تھیں جو میرے ساتھ ساری ساری رات جاگ کر میرے لکھے ہوئے بے ربط جملوں کو مربوط اور مکمل کرتی تھیں۔ پھر اس تمام عرصے میں شر کی قوتیں مجھے گھیرے رہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کی پناہ نہ ہوتی تو نہ جانے کیا ہوتا اور میں کہاں ہوتا۔

میں بے شک ایک خوش نصیب انسان ہوں کہ میں نے ایسے دور میں تعلیم حاصل کی جب علم بھی زندہ تھا اور بلند اخلاقی اقدار بھی باقی تھیں۔ جب میں تیسری کلاس میں تھا تو میرے ایک استاد نے مجھے نصیحت کی تھی کہ بیٹا تم تاریخ کے حساب سے ایک چارٹ بناؤ اور روزانہ اس میں جو اچھائیاں کرو انہیں لکھ لو، اور جو برائیاں کرو وہ بھی لکھ لو، اور اگر اس دن کوئی خاص بات ہو جائے جس تم متاثر ہو تو اس پر غور کرو اور اپنے متاثر ہونے کی وجہ تلاش کرو اور اسے بھی لکھ لو۔ بس ایک اصول کی بات یاد رکھو کہ انسان وہی خرچ کرتا ہے جو اس کے پاس ہوتا ہے۔ اور جس راہ کا مسافر ہوتا ہے اسی راہ کی اور اپنے سفر کی باتیں کرتا ہے۔ اور ایک بات ضرور یاد رکھو کہ جہاں سے کسی

Marfat.com

بزرگ کا کوئی اچھا قول مل جائے، اسے لکھ لو اور اس پر غور کرو۔ معلوم نہیں ہمارے اور ساتھیوں نے اس پر عمل کیا یا نہیں لیکن اللہ کی توفیق سے میں اس پر عمل کرنے کی کوشش ضرور کرتا رہا۔ اس کی چھوٹی سی مثال دوں۔ ایک دفعہ بچپن میں آئینے کے سامنے کھڑا ہوا بال سنوار رہا تھا۔ بالوں میں کنگھا کرنے کے بعد آئینے کے سامنے سے ہٹتے ہٹتے میں نے اپنے چہرے پر ایک تنقیدی نظر ڈالی۔ اس کے بعد رک کر ایک بار پھر چہرے پر ایک نظر ڈالی۔ اب یہ بات میرے ذہن میں کھٹک گئی کہ میں نے چہرے پر دوسری اور تیسری بار نظر کیوں ڈالی۔ کئی دن تک اس بات کو سوچتا رہا۔ اور یہ نتیجہ اخذ کیا کہ درحقیقت میں ایک معمولی شکل وصورت کا انسان ہوں لیکن بال سنوارتے ہوئے میں خود کو دنیا کا حسین ترین انسان سمجھتا رہا۔ اپنے بارے میں خود پسندی اور خود فریبی کا شکار رہا۔ میرے اندر سے ابھرنے والے شک نے یا احساس کمتری نے مجھے آئینے پر دوسری اور تیسری بار نظر ڈالنے پر مجبور کیا۔ میری یہ دعا ہے کہ اے اللہ میں اپنی ذات میں وہ حوصلہ اور قوت برداشت نہیں پاتا جو نبیوں کی ذات سے وابستہ ہے۔ پھر میں اس شے کو کیوں طلب کروں جس کا میں اہل نہیں ہوں۔ میں تو آپ سے مقام عجز کا طلب گار ہوں۔ دنیا میں تو خواہشات، خود پسندی، ہوس، طمع اور جاہ پرستی کے طوفان اٹھتے رہتے ہیں۔ ان طوفانوں میں جو لوگ سینہ تان کر کھڑے رہتے ہیں وہ گر جاتے ہیں۔ اور عاجزی رکھنے والے، چھوٹے چھوٹے گھاس کے پودوں کی طرح سلامت رہتے ہیں۔ کیونکہ جب اللہ سے ڈرنے والا اس پر ایمان لاکر اُس سے اطاعت اور محبت کے رشتے قائم کر لیتا ہے تو اس صاحب ایمان کا قلب عظمتِ الٰہی کی دہشت اور اس کے رحم اور لطف و کرم، دونوں کے حسین امتزاج کے جذبے سے بھر جاتا ہے۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات میں غرق ہو جاتا ہے۔ وہ رضائے الٰہی کے سوا ہر چیز سے بے گانہ ہو جاتا ہے۔ رضائے الٰہی کی طلب اسے ناپاکیوں سے دور کر دیتی ہے۔ اور اس کی فطرت، کردار اور سیرت کو سنوار دیتی ہے۔ رضائے الٰہی کا جذبۂ صادق اسے ہر قسم کی مرغوبات اور ترغیبات سے بچا لیتا ہے اور عجز کی دولت عطا کرتا ہے اور مادّہ پرستی کو فنا کر دیتا ہے۔ تقویٰ نہ صرف اعمال سنوارتا ہے بلکہ ان میں ادب، اخلاق اور اخلاص کا حسن بھی پیدا کر دیتا ہے۔ اور ادب یہ ہے کہ انسان اپنے بڑوں کے مقام کو اور ان کے

Marfat.com

عزت و وقار کو مدنظر رکھ کر ان سے توقیر کا برتاؤ کرے۔ اور اخلاص کسی جذبے کا خالص رضائے الٰہی کے لیے ہونا ہے۔ اور اخلاق سماجی، خاندانی یا دو افراد کے درمیان معاملات طے کرنے کا ایسا اصول ہے جو خیر اور شر میں، نفع اور نقصان میں، بڑے نفع اور چھوٹے نفع میں، بڑے نقصان اور چھوٹے نقصان میں، اور بھلائی اور برائی میں فرق پیدا کرتے ہوئے، انسانوں میں ایک دوسرے کے لیے احترام، محبت، ہمدردی، ایثار، اور قربانی کے جذبات کو پروان چڑھاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے والا دراصل فنا اور بقا کی حقیقتوں کا علم حاصل کرتا ہے۔ اور کوئی بھی یہ علم بغیر اخلاص کے اور عقیدۂ وحدانیت یا عقیدۂ توحید پر بغیر سچائی کے ساتھ عمل کیے ہوئے اور بغیر اللہ تعالیٰ کی عبودیت اختیار کیے ہوئے حاصل ہی نہیں کر سکتا۔ اس کے علاوہ ہر شے انسان کو ملحد اور زندیق بنا دیتی ہے۔ اور گمراہی میں ڈال دیتی ہے۔ کیونکہ جیسے ہی انسان کے قلب میں اللہ پر کسی غیر اللہ کی محبت کو یا اس کی اپنی ذات یا ذاتی پسند کو غلبہ یا ترجیح حاصل ہوتی ہے، اسی لمحے اس کے ایمان کی ترجیح ختم ہو جاتی ہے۔

میں جو بات لوگوں کو سمجھانا چاہتا ہوں وہ صرف یہ ہے کہ انسان کے پاس بغیر اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور بغیر اللہ تعالیٰ کی بندگی اختیار کیے، فلاح اور خیر حاصل کرنے کا کوئی دوسرا راستہ ہے ہی نہیں۔ دنیا تو بس ایک سراب ہے، اور دنیا کا ظاہر بھی ایک سراب ہے جس پر نادان اور جاہل لوگ فدا ہو جاتے ہیں۔ وہ تو اللہ تعالیٰ کی نشانیوں پر غور کرنے کی تکلیف ہی نہیں کرتے۔ یہ دنیا رنگ و بو کی، نور و ظلمت اور خیر و شر کی دنیا ہے۔ یہ دنیا وقت کا ایک دھارا ہے جو معلوم نہیں کب سے ایک مقررہ حساب سے چل رہا ہے۔ اور نہ معلوم کب تک چلتا رہے گا۔ دنیا کی گھڑیوں میں ساٹھ سیکنڈ کا ایک منٹ ہوتا ہے لیکن شاید غیب کی دنیا میں یہ ایک سیکنڈ بھی روشنی کی رفتار کے حساب سے بے شمار لمحات میں تقسیم ہے۔ انسانی وجود پر موجود ایک ایک چیز یہاں تک کہ اس کا رنگ، اس کے جسم کی ساخت، اس کے جسم پر موجود تل، اس کے چہرے کی بناوٹ، اس کی ہتھیلیوں اور اس کے تلوؤں پر موجود لکیریں، غرض ہر چیز میں اس کی فطرت، اس کا ماضی، اس کا حال اور اس کا مستقبل پوشیدہ ہے۔ لیکن کوئی بھی اس بات پر قادر نہیں کہ صحیح صورت حال بتا سکے۔ انسان کی روح ایک

مقررہ تک اپنے ہر عمل میں آزاد ہیں۔ اللہ تعالیٰ کسی کی کوشش کو رائیگاں نہیں کرتے۔ ان کو بھی ان کی کوششوں کے بقدر اللہ تعالیٰ ہی عطا کرتے ہیں۔ جو انسان اپنی ذات سے محبت کرتا ہے اور اپنی ذات پر بھروسہ کرتا ہے، وہ دراصل اپنی ہر ہر چیز سے محبت کرتا اور اس پر بھروسہ کرتا ہے۔ اور اپنی فطرت میں موجود ناپاکیوں کو خرچ کرتا ہے اور مزید ناپاکیاں اپنی فطرت کے لیے حاصل کرتا ہے۔ اور چونکہ ناپاکیاں شر ہیں اس لیے وہ شر کی راہ اختیار کرتا ہے۔ اور خود کو شر کی قوتوں سے وابستہ کرتا ہے۔ اور شر کی قوتوں کا آلۂ کار بن کر مجسم شر بن جاتا ہے۔ پھر اس کی فطرت میں محتاجی ہے جو کبھی نہ ختم ہونے والی چیز ہے۔ اور اس میں ہوس ہے اور اس محتاجی سے وابستہ اس کی فطرت میں ذلت اور خوف ہے۔ گویا وہ مجسم شر بن کر مجسم شر کا محتاج بن جاتا ہے۔ اور ذلت اور خوف کی تصویر بن جاتا ہے۔ پھر جب موت اس کی روح سے اس کا اختیار چھین لیتی ہے تو اس کی روح عذاب قبر کے ساتھ ساتھ قیامت تک اپنی فطرت کے لیے حاصل کیے ہوئے شر کا عذاب الگ بھگتتی ہے۔ اور اپنی شر کی فطرت کے مطابق بے اختیاری کی حالت میں زندگی گزارتی ہے۔ اور دنیا کو دنیا میں چھوڑ جاتی ہے اور اپنا کمایا ہوا شر اپنے ساتھ لے جاتی ہے۔

انسان اللہ کی پیدا کی ہوئی نشانیوں پر کیوں غور نہیں کرتا کہ وقت غیب ہے، تقدیر غیب ہے، روح غیب ہے اور ہر امر ایک مقررہ وقت کے بعد غیب میں شامل ہو جاتا ہے اور غیب کا حصہ بن جاتا ہے، پھر انسان کیوں غیب پر ایمان نہیں لاتا اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لا کر اپنی دنیا و آخرت دونوں کو کیوں نہیں سنوارتا۔ میں شاید اپنا مختصر تعارف کراتے کراتے اصل موضوع سے بھٹک کر کہیں اور نکل گیا۔ میں بھی مجبور ہوں کیونکہ انسان تو وہی خرچ کرتا ہے جو اس کے پاس ہوتا ہے۔ بہر حال میں تعارف کو یہیں ختم کرتا ہوں اور آپ سب سے اپنے لیے دعاؤں کا طالب ہوں۔

Marfat.com

باب اول

ایمان مفصل

آمنت باللّٰہ وملائکتہ و کتبہ و رسلہ و الیوم الآخر والقدر خیرہ و شرہ من اللّٰہ تعالیٰ و البعث بعد الموت۔

''میں ایمان لایا اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کے رسولوں پر اور قیامت کے دن پر اور یہ کہ ہر خیر و شر اس کی قدرت اور علم سے ہے اور موت کے بعد زندہ کئے جانے پر۔''

اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہی انسان اپنی ذاتی بڑائی سے دستبردار ہو کر اپنی فکر اور شعور کو اللہ کی بزرگی اور بڑائی والی ذات اور صفات کی فیڈنگ کرتا ہے اور اسی کے بقدر اللہ کی فرمانبرداری اختیار کرتا ہے اور اسی کے بقدر اللہ کی فرمانبرداری میں اللہ کی حاکمیت کے اعلیٰ اوصاف کا شعور حاصل کرتا ہے اور جس خوبی کے ساتھ وہ یہ فیڈنگ کرتا ہے اسی طرح کے نتائج حاصل کرتا ہے۔

فرشتے اور ملائک اللہ تعالیٰ کی انتظامیہ ہیں اور ایک ایسی مشین کی مانند ہیں جس کا ہر پرزہ اللہ تعالیٰ سے اپنی لازوال اور ابدی فرمانبرداری کے سبب ہر قسم کے نقص سے پاک ہے اور بالکل فٹ ہے اور اللہ کے حکم کے مطابق کام کرتا ہے۔ ایمان کا کم سے کم درجہ یہ ہے کہ انسان کے شعور اور فطرت میں اللہ کی فرمانبرداری کو کم از کم رائی کے دانے کے برابر اس کی ہر ہر چیز پر اہمیت، غلبہ اور ترجیح حاصل ہو اور یہ ایمان کی پہلی کسوٹی یا پیمانہ ہے کہ ''اے اللہ ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں۔ اور آپ ہی پر بھروسہ کرتے ہیں۔ اور آپ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔'' اس کے علاوہ ہر چیز کفر، شرک اور گمراہی کی طرف لے جانے والی ہے اور یہی پیارے نبیؐ کی سنت ہے اور یہی پیارے نبیؐ کے نقش قدم ہیں۔ اور اسی راہ پر چل کر اللہ والوں نے اپنے اللہ کی معرفت حاصل کی اور قیامت کے بعد جنت میں جو نیا نظام قائم ہوگا اس میں انسانوں کو اللہ تعالیٰ سے ان کی ابدی لازوال فرمانبرداری کی بنیاد پر اور ان کی فرمانبرداری کے بقدر درجات ملیں گے۔ اللہ تعالیٰ کو کسی نافرمان کی ضرورت نہیں جو امن اور سلامتی کے نظام میں خرابی پیدا کرے۔ ہاں اللہ تو توبہ کو بہت

ہی قبول کرنے والے ہیں۔

انسان جیسے ہی شرک کرتا ہے وہ اللہ کی ذات اور صفات پر اپنی ذاتی پسند کو اور اس کو جس کو وہ اللہ کا شریک ٹھہراتا ہے، برتری دیتا ہے۔ اس طرح اللہ پر ایمان کی فیڈنگ ختم ہو جاتی ہے اور ایمان کے ختم ہوتے ہی اس کے سارے عمل بے کار ہو جاتے ہیں۔ عقیدت نام ہے عقیدے کو قول اور عمل کے ساتھ اپنانے کا۔ جو شخص پیارے نبیؐ سے سچی محبت کا یا عقیدت کا یا وابستگی کا دعویدار ہے اگر وہ سچا ہے، تو ضرور پیارے نبیؐ کے عقیدے کو اور قول اور عمل کو، ذات اور صفات کو اپنائے گا اور اس طرح پیارے نبیؐ کے نقش قدم پر چل کر عقیدۂ توحید پر عمل کرے گا اور اللہ ہی کو اپنا سب کچھ قرار دے گا۔ مشرک کبھی عقیدۂ توحید پر عمل نہیں کرتا اور ہمیشہ بندگی کرنے سے اور عبادتوں سے دور بھاگتا ہے اور مشرک ہمیشہ اپنے قلب اور شعور میں اللہ کو جگہ دینے کے بجائے اسے جگہ دیتا ہے جسے وہ اللہ کا شریک ٹھہراتا ہے۔ مومن کا قلب تو اللہ کا گھر ہے۔

اسلام

اے جاہل اور نادان غور کر اسلام کیا ہے تو تجھے معلوم ہو جائے گا کہ اسلام سلامتی ہے۔ یہ سلامتی تجھے اس وقت تک نہیں مل سکتی جب تک تو سلامتی کے اس نظام میں مکمل طور پر داخل نہ ہو جائے اور تو اس وقت تک اس نظام میں داخل نہیں ہو سکتا جب تک کہ تو اس خیر اور فلاح کے، امن اور بے خوفی کے، سلامتی کے، اس نظام پر دل کی تصدیق کے ساتھ ایمان نہ لائے۔ ایمان لانا، قبول کرنا ہے، قبول کرنا تسلیم کرنا ہے، تسلیم کرنا دراصل اپنے اوپر لازم قرار دینا ہے جو اس سلامتی کے نظام کا حصہ ہے، پھر اس نظام کی اہلیت حاصل کرنا اور تربیت حاصل کرنا بھی ضروری ہے، تو یہ بات اچھی طرح جان لے کہ تو جتنا اس سلامتی کے نظام کی اہلیت حاصل کرے گا، اتنا ہی اس سلامتی کے نظام میں داخل ہوگا اور اتنا ہی سلامتی پائے گا، امن اور بے خوفی پائے گا، چین اور سکون پائے گا۔

Marfat.com

ایمان

اے اللہ میں دل کی تمام تر سچائی کے ساتھ اقرار کرتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں- اے اللہ میں اقرار کرتا ہوں کہ آپ پاک ہیں بے عیب ہیں، وحدہٗ لاشریک ہیں، ہر شے کے مالک ومختار ہیں اور ہر شے پر قادر ہیں- ہر پوشیدہ اور ظاہر کے جاننے والے ہیں، کوئی شے آپ کے قبضہ وقدرت سے باہر نہیں ہوسکتی اور نہ کوئی شے آپ کی نظروں سے اوجھل رہ سکتی ہے- ہم سب بلاشرکت غیرے آپ کی ملکیت ہیں، آپ کی مخلوق ہیں، آپ کے پروردہ ہیں، آپ کی رعایا ہیں اور آپ کے ذلیل اور حقیر بندے ہیں- بے شک ملکیت کا مالک کے سوا کوئی نہیں ہوتا، مخلوق کا خالق کے سوا کوئی نہیں ہوتا، پروردہ کا پالنے والے کے سوا کوئی نہیں ہوتا، رعایا کا بادشاہ کے سوا کوئی نہیں ہوتا اور بندے کا اپنے معبود کے سوا کوئی نہیں ہوتا- اے اللہ میں نے جان لیا ہے کہ اللہ کے سوا ہر شے کی طلب ہوس ہے- اللہ بس اور باقی سب ہوس ہے- اس لئے میں خود اپنی ذات پر اور کائنات کی ہر ہر شے پر آپ کے قبضہ و قدرت کو تسلیم کرتے ہوئے اپنے ذاتی اختیار، ارادے اور خواہشات سے مکمل طور پر دستبردار ہوتا ہوں اور آپ کے عالیشان، عظیم الشان اختیار سے اپنے لئے اختیار چاہتا ہوں، گویا میں اپنے ذاتی اختیار کو آپ کے اختیار کے تابع کرتا ہوں اور اپنے ارادے کو آپ کے ارادے کے تابع کرتا ہوں اور اپنی خواہشات کو آپ کی خواہشات کے تابع کرتا ہوں- اے اللہ یہ میری سچی خواہش ہے اور اے اللہ ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں اور آپ ہی سے مدد چاہتے ہیں اور آپ ہی پر بھروسہ کرتے ہیں- ہم میں نہ طاقت ہے بندگی کی، نہ طاقت ہے گناہ سے بچنے کی اور نہ طاقت ہے نیک کام کرنے کی اور نہ طاقت ہے شیطان کا مقابلہ کرنے کی اور اس کے شر سے بچنے کی- مگر آپ کی توفیق اور مدد سے- اور اے اللہ آپ کے سوا کوئی ہم کو کچھ دے نہیں سکتا، اور نہ آپ کے سوا کوئی ہماری مدد کرنے والا ہے، نہ ہم کو سہارا دینے والا ہے اور نہ ہم کو پناہ دینے والا ہے اور اے اللہ اس کائنات میں آپ کے سوا کچھ بھی نہیں ہے- بس آپ ہی آپ ہیں اور جو کچھ نظر آتا ہے وہ بھی، اور جو غائب ہے وہ بھی سب آپ کا ہے- اور آپ ہی کے حکم سے ہے- اور اس وقت تک ہے

Marfat.com

جب تک آپ کا حکم ہے- بے شک آپ ہی اول ہیں اور آپ ہی آخر ہیں- ہمیشہ سے ہیں اور ہمیشہ رہیں گے- نہ آپ کو موت ہے اور نہ آپ کو اونگھ آتی ہے- اور اے اللہ میں ایمان لایا غیب پر، اپنے پاک، بے عیب، وحدہ لاشریک، تمام تعریفوں والے، بزرگی والے، بڑائی والے، عزت والے اللہ پر اور اللہ کے فرشتوں اور ملائک پر، اور اللہ کی کتابوں پر اور اللہ کے رسولوں پر، اور میں نے چن لیا قرآن مجید کو اپنی رہنمائی کے لئے اور یہ کہ قرآن حکیم کے ہوتے ہوئے مجھے کسی اور شے کی ضرورت نہیں اور یہ کہ اس کے ذریعے سے تمام پچھلے حکم منسوخ ہو گئے اور آپ کے پیارے رسول حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین قرار دیتے ہوئے، میں ان ہی کو اپنا رہنما اور خود کو ان کا غلام قرار دیتا ہوں- میں اور میرے ماں باپ، میری آل، میرا مال و متاع سب میرے پیارے آقا پر قربان ہوں- اے اللہ میں آپ کے کرم سے اپنے پیارے آقا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہونے پر اور ان کی غلامی پر فخر کرتا ہوں اور اے اللہ میں ایمان لاتا ہوں روز قیامت پر، موت پر اور موت کے بعد کی زندگی پر اور بے شک ایمان وہ یقین ہے جس میں شک نہ ہو اور یقین وہ عمل ہے جو کبھی ختم نہ ہو اور عمل کی خوبی اس کا اخلاص ہے-

نہ آپ کسی سے پیدا ہوئے اور نہ کوئی آپ سے پیدا ہوا- نہ آپ کسی کے باپ ہیں اور نہ کوئی آپ کا بیٹا ہے اور نہ کوئی آپ کی بیٹی ہے- آپ کی ذات ازلی اور ابدی ہے- آپ کی صفات ازلی اور ابدی ہیں- آپ کل ہیں- ہر شے کے خالق ہیں، مالک ہیں، وارث ہیں، آپ زمینوں اور آسمانوں کے نور ہیں- ہر جگہ موجود ہیں- ہر شے آپ ہی کے حکم سے قائم ہے اور اس وقت تک قائم ہے جب تک آپ کا حکم ہے اور آپ ہی سب سے بڑے ہیں- آپ کی عزت کے مقابل ہر شے ذلیل ہے، کمتر ہے- آپ کی سلطنت کے آگے ہر شے فرمانبردار ہے اور آپ کی قدرت کے آگے ہر شے عاجز ہے- اے شخص تو اللہ کی نشانیوں پر غور کر کہ جب تو پیدا ہوا تو عاجز تھا، مجبور تھا، بے بس تھا، کمزور اور ناتواں تھا- نادان، جاہل اور ناسمجھ تھا- ذلیل اور حقیر تھا- نہ تو خود سے کھا سکتا تھا اور نہ ہی اپنی ناپاکیوں کو خود سے دور کر سکتا تھا اور جب بڑھاپے کی انتہا کو پہنچے گا تو یہی سب کچھ ہوگا- پھر موت ہے جو لاچاری اور بے بسی کی انتہا ہے- پھر تجھے بتدریج عقل، اختیار، ارادہ اور

Marfat.com

خواہشات دی گئیں- پھر بڑھاپے تک بتدریج اسے واپس لے لیا گیا- پھر تو یہ کیوں نہیں سوچتا کہ جو چیز واپس لے لی جائے وہ عارضی ہوئی اور ایسی چیز جو عارضی ہو اور کسی بھی وقت واپس لی جا سکتی ہو، نا قابل بھروسہ ہوئی- پھر جو چیز واپس لے لی جائے وہ چیز تو اس کی ہوئی، اور اسی کے لئے ہوئی جس نے واپس لے لی- اور اللہ کے باشعور بندے تو پہلے ہی سے اپنے اختیار، ارادے اور خواہشات کو بجائے اپنی ذات کے لئے استعمال کرنے کے اسے اپنے اللہ کے اختیار، ارادے اور خواہشات کے تحت اور اسے اللہ کے لئے اور اللہ کی رضا کے مطابق استعمال کرتے ہیں- اور بے شک تمام حمد وثناء اللہ کے لئے ہے-

اور کائنات کی ہر شے اس بات سے عاجز ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کر سکے اور اس کی نعمتوں کا شمار کر سکے اور اس کی حقیقتوں کا ادراک کر سکے اور آپ ہی بے پناہوں کی پہلی اور آخری پناہ گاہ ہیں- اور بے سہاروں کا پہلا اور آخری سہارا ہیں- اور آپ ہی کمزوروں کی قوت ہیں- آپ ہر شے کے ساتھ ہیں مگر بطور ہمسر نہیں- اور آپ ہر شے سے الگ ہیں مگر اس سے کنارہ کش نہیں- اور دین کی پہلی بنیاد اللہ تعالیٰ کی معرفت ہے- اور معرفت کا کمال اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کی تصدیق ہے- یہی توحید ہے اور توحید کا کمال یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کو ہر چیز سے برتر مانے اور اپنے قول اور عمل سے اسے برتر ثابت کرے اور جس کو اللہ کافی ہو وہ کبھی بھی پراگندہ اور منتشر نہیں ہو سکتا- اور بے شک شکر گزاری بندگی کا سرمایہ ہے- اور شکر گزار کا پلڑہ ہمیشہ بھاری ہے- اور اے اللہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں- اور یہ گواہی تو اس کے لئے ہے جس کی اللہ تعالیٰ سے فرمانبرداری کو، وفا کو اور اخلاص کو پرکھ لیا گیا ہو اور جس کا اعتقاد شرک سے پاک ہو- یہ شہادت ایمان کی قوت اور احسان الٰہی کا آغاز، رضائے الٰہی کے حصول کا ذریعہ اور شیطان کو فرار پر مجبور کر دینے والی چیز ہے- اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور اللہ کے پیغام کے امانت دار اور حق وصداقت کے امین ہیں اور دین کے رہنما ہیں- اور اے اللہ آپ کے بندے آپ کے قہر وعذاب کے باوجود آپ کی اطاعت کے امیدوار ہیں اور آپ کی نعمت اور بخشش کے باوجود آپ کے خوف میں مبتلا رہتے ہیں-

66990

اللہ تعالیٰ کی راہ میں کئے جانے والے نیک عمل اور پاکیزہ کلام کی اہمیت

الیه یصعد کلم الطیب و العمل الصالح یرفعه-

ترجمہ:-''پاکیزہ کلام عمل صالح کے پر لگا کر اللہ کی طرف اڑتا ہے-'' (۱۰:۳۵)

ان الذین آمنو او عملوا الصالحات یھدیھم ربھم بایمانھم-

ترجمہ:-''جولوگ ایمان لانے کے بعد نیک عمل کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے ایمان کی وجہ سے انہیں سیدھی راہیں بجھاتا ہے-'' (۹:۱۰)

ومن یومن باللہ یھد قلبه-

ترجمہ:-''جو شخص اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتا ہے، اللہ اس کے دل کو سیدھی راہ پر ڈال دیتا ہے-'' (۱۱:۶۴)

ان ناشئة الیل ھی اشد و طأ واقوم قیلا-

ترجمہ:-''عبادت کے لئے شب بیداری کردار کو مضبوط اور گفتار کو باوزن بنا دیتی ہے-'' (مزمل:۶)

مال جمع کرنے والے کے لئے اللہ تعالیٰ کا حکم

ویل الکل ھمزة لمزة.......... تطلع علی الافئدة-

ترجمہ:-''اس عیب جو بدگو کے لئے تباہی مقدر ہو چکی ہے جو دولت جمع کرتا اور اسے گن گن کر رکھتا ہے- اس کا خیال ہے کہ وہ دولت کے بل پر ہمیشہ زندہ رہے گا- ہرگز نہیں، ہم اسے اٹھا کر جہنم میں پھینک دیں گے- جانتے ہو کہ جہنم کیا ہے؟ وہ اللہ کی بھڑکائی ہوئی آگ ہے، جو دلوں پر چڑھ جاتی ہے-'' (الھمزہ ۵)

Marfat.com

تعوذ

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

(میں اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں شیطان مردود سے)

شیطان دور ہے اللہ سے اور اللہ کی بندگی سے اور اللہ کے خوف سے اور تمام عبادتوں سے اور عجز سے اور تمام نیکیوں سے اور جنت سے، اور قریب ہے دوزخ کے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے والا متکبر ہے اور اللہ کا دشمن ہے اور لعنت کیا گیا مردود ہے اور رحمٰن سے بہت دور ہے۔ اللہ تعالیٰ جب اپنے خاص بندے کو ابدی زندگی کا مقام عطا فرماتے ہیں تو پھر شیطان ظاہر اور باطن دونوں حالتوں میں اس کے پاس نہیں آسکتا۔ اور اگر پہنچ جاتا ہے تو فوراً ہلاک ہو جاتا ہے۔ انسان کے لئے لازم ہے کہ صبح و شام تعوذ پڑھ لیا کرے اور اپنے باطن پر گہری نظر رکھے اور جب شیطان دل میں کوئی وسوسہ پیدا کرے تو کہے کہ قرآن و سنت حق ہیں۔

شیطان انسان کو تکبر کی اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی راہ دکھاتا ہے اور برائی اور بے حیائی کی راہ دکھاتا ہے اور انسان کو خود پسندی، شخصیت پرستی، خود فریبی میں مبتلا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے بے خوف بنا کر، ایمان کی راہ سے گمراہ کر کے، کفر کی طرف لے جاتا ہے۔ اور انسان میں اس کی ذاتی بڑائی کو غلبہ دے کر، اور اللہ تعالیٰ کی بڑائی اور خوف کے غلبے اور ترجیح کو ختم کر کے، ایمان کا خاتمہ کر دیتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی بندگی سے انسان کو دور کر دیتا ہے اور شیطان اور قوم شیاطین اس طرح کے وسوسے پیدا کرتے ہیں کہ دیکھو کافر کو کافر نہ کہو اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے والا اور گناہ کبیرہ کرنے والا نہ تو کافر ہوتا ہے اور نہ مومن رہتا ہے۔ اور صرف ایمان لانا ہی عبادت ہے۔ اس کے علاوہ کوئی چیز عبادت نہیں ہے اور ایمان کے لئے عمل ایمان میں داخل نہیں ہے اور اگر کوئی شخص زندگی میں ایک بار صرف زبان سے کلمہ پڑھ لے، خواہ دل سے اس کی تصدیق کرے یا نہ کرے اور اس کے بعد ساری عمر گناہ کرتا رہے تب بھی وہ دوزخ میں نہیں جائے گا۔ اور انسان کا مرنا ایسا

Marfat.com

ہی ہے جیسے کیڑے مکوڑے یا گھاس اور پودوں کا مر جانا- اور نہ موت کوئی چیز ہے اور نہ عذاب قبر کوئی چیز ہے اور نہ قبر میں کسی سے کوئی سوال و جواب ہوگا- اور نہ اللہ تعالیٰ کا کوئی تخت ہے، نعوذ باللہ، نہ کوئی عرش ہے اور نہ روز قیامت ہے- اور نہ میزان ہے اور نہ پل صراط ہے- اور اللہ تعالیٰ حادث ہیں یعنی اچانک کسی حادثے سے پیدا ہو گئے ہیں- اور ہر شخص جنت میں جائے گا اور اللہ تعالیٰ کی بہت سی صفات جو قرآن میں ہیں غلط ہیں اور بندوں پر اللہ تعالیٰ کا کوئی اختیار نہیں چلتا اور سب عبادتیں بے کار ہیں- اور جنت میں جانے کا آسان راستہ یہ ہے کہ تم صرف اللہ والوں سے عقیدت رکھو کیونکہ انسان جس سے عقیدت رکھتا ہے، اس کا انجام بھی اسی کے ساتھ ہوتا ہے اور جو جس پیر کا مرید ہے وہ اسی کے ساتھ اٹھے گا- اس لئے اپنے پیروں کی پرستش کرو- اور وہ ہر وقت تمہارے حال سے واقف ہیں اور وہ تمہاری مدد کریں گے- اور نماز کی ضرورت نہیں-

ان شیطانی وسوسوں میں شیطان نے اسلام کے ان تمام بنیادی عقائد کو جھٹلایا ہے جن پر عمل کے بغیر کوئی شخص مسلمان ہو ہی نہیں سکتا- اس میں شیطان نے بندگی کے لئے ضروری تمام فرض عبادات سے انکار کیا ہے جبکہ مسلمان ہونے کے لئے ان تمام فرض عبادات کو تسلیم کرنا ضروری ہے- اس میں شیطان نے خوف الٰہی سے، جو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی طرف لے جانے والی چیز ہے اور ایمان کا اہم حصہ ہے اور شیطان سے بچاؤ کا ہتھیار ہے، انسان کو دور کرنے کی کوشش کی ہے- قرآن مجید کو، جو اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، جھٹلایا ہے اور اللہ تعالیٰ کی پرستش کی جگہ شخصی پرستش کو جگہ دی ہے- اور اللہ تعالیٰ کے عالم الغیب ہونے کو جھٹلایا ہے-

اے اللہ میں اپنے نہ تو نقصان کا مالک ہوں اور نہ نفع کا، اور نہ موت اور نہ زندگی کا اور نہ دوبارہ اٹھائے جانے کا اور نہ میرے اندر طاقت ہے کہ میں کوئی چیز لے سکوں مگر جو آپ عطا فرما دیں- اور نہ میں کسی چیز سے بچ سکتا ہوں سوائے اس کے کہ آپ بچا دیں- اے اللہ مجھے اس چیز کی توفیق بخش دے جسے آپ پسند کرتے ہوں اور مجھے وہ قول اور عمل عطا فرما دیجئے جس سے آپ راضی رہیں-

شیطان اور قوم شیاطین جنہوں نے اپنے تکبر کے باعث اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور اللہ تعالیٰ

Marfat.com

سے بغاوت کی اور اللہ تعالیٰ کی بندگی کے دائرے سے باہر نکل گئے وہ نہیں چاہتے کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی بندگی کرے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور اپنے ہر قول اور عمل پر اللہ تعالیٰ کے خوف کو، بزرگی اور بڑائی کو، فرمانبرداری کو، رضائے الٰہی کو، احسان مندی کو اور عجز کو غلبہ دے اور ترجیح دے اور اپنی اس ترجیح اور غلبہ کے بقدر ایمان حاصل کرے اور ایمان کی لذت حاصل کرے۔

شیاطین نہیں چاہتے کہ کوئی شخص اللہ کے حضور میں حالت نماز میں اپنے تمام اعضاء، اپنے تمام حواس اور تمام قوتوں کی بندش کر کے ایک بے اختیار محتاج، ذلیل، فرمانبردار اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے بندے کی حیثیت سے سر جھکا کر کھڑا ہو اور اللہ تعالیٰ کے قدموں میں اپنا سر رکھے کیونکہ نماز عمل بندگی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حضور سر جھکا کر اور نظروں کو نیچا رکھ کر اور ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونا، پھر اسی طرح رکوع میں دونوں ہاتھوں سے اپنے پاؤں کو باندھ کر خود کو ایسی حالت میں پیش کرنا کہ اے اللہ اس وجود پر صرف آپ کا اختیار ہے، جو چاہے سو کیجئے۔ پھر حالت سجدہ، پھر قعدہ، یہ سب بے اختیاری اور محتاجی کی صورتیں ہیں کیونکہ جس کے اعضاء بندھے ہوں وہ مجبور اور بے اختیار ہوتا ہے اور بندہ حالت نماز میں اللہ تعالیٰ سے اپنی لازوال فرمانبرداری کا عملی ثبوت پیش کرتا ہے اور اللہ کے لئے اور اللہ کی فرمانبرداری میں اپنے مکمل وجود کو اللہ کا محتاج اور بے اختیار بنا کر اللہ کے سپرد کر دیتا ہے۔

اللہ اور اللہ کے رسول ؐ اور قرآن، انسان کو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کا اور بندگی یا عبدیت اختیار کرنے کا اور عبادتوں کا اور عملی بندگی یعنی نماز کے قائم کرنے کا حکم دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے منع کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے غضب سے اور سزا سے، موت کی بعد کی زندگی سے، حشر کے اور دوزخ کے عذاب سے اور روز قیامت سے ڈراتے ہیں اور دنیا اور آخرت کے نقصان سے ڈراتے ہیں اور کافروں کے لئے دردناک عذاب کی خبر دیتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ کی رحمتوں سے مایوسی کو کفر قرار دیتے ہیں۔ انسان کو چاہئے کہ وہ قرآن و سنت پر اپنے یقین کو مستحکم کر کے شیطانی وسوسوں کو زائل کر دے اور اللہ کے لئے شیطان سے جنگ کرے۔

اے ایمان والو غور کرو ایک طرف اللہ ہے اور قرآن مجید ہے اور پیارے نبیؐ کا قول اور سنت ہے، دوسری طرف شیطان کے پیدا کئے ہوئے وسوسے ہیں جو اللہ کو جھٹلاتے ہیں اور قرآن مجید کو جھٹلاتے ہیں اور پیارے نبیؐ کے قول اور سنت کو جھٹلاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ حق ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات حق ہیں۔ قرآن مجید اور اس کا ایک ایک لفظ حق ہے۔ تمام شیطانی وسوسوں میں ایک چیز مشترک ہے وہ یہ کہ اس میں پوشیدہ طور پر عقیدۂ توحید اور اللہ تعالیٰ کے وجود کے بارے میں شک پیدا کیا گیا ہے اور اسی طرح قرآن مجید اور پیارے نبیؐ کی رسالت کے بارے میں شک پیدا کیا گیا ہے۔ اب جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں وہ تو اللہ پر اور قرآن مجید پر اور پیارے نبیؐ کے قول اور سنت پر یقین لاتے ہیں اور جو گمراہ ہیں اور متکبر اور نافرمان ہیں وہ شیطانی وسوسوں پر یقین کرتے ہیں۔

اللہ سے ڈرنے والا صاحب ایمان کبھی بھی ان وسوسوں کا شکار نہیں ہوتا، وہ جانتا ہے ''الٓمٓ ذالک الکتاب لاریب فیہ''۔ ''الف لام میم۔ یہ کتاب (الٰہی ہے) اس میں کوئی شک نہیں۔'' اس کا ایک ایک لفظ حق ہے۔ یہ کتاب تصدیق کرتی ہے روز قیامت کی، موت کی اور موت کے بعد کی زندگی کی اور جنت اور دوزخ کی اور نیکی اور بدی کی اور تمام فرض عبادتوں کی اور کافروں کے لئے عذاب کی اور سزا اور جزا کی اور عقیدۂ توحید اور ایمان لانے کی اور نماز قائم کرنے کی اور بندگی اختیار کرنے کی اور اس بات کی کہ تمام پاک نام اور تمام پاک اور تعریفوں والے اوصاف اللہ ہی کے ہیں اور اس بات کی کہ اللہ تعالیٰ ہی اول ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی آخر ہیں اور ہمیشہ سے ہیں اور ہمیشہ رہیں گے۔

صاحب ایمان اس بات سے واقف ہے کہ اللہ کا دشمن شیطان ہی قرآن کو جھٹلا سکتا ہے۔ وہ اس حقیقت کو سمجھتے ہیں کہ قرآن کے ایک لفظ کو بھی جھٹلانے کا مطلب پورے قرآن کو جھٹلانا ہے اور پورے قرآن میں شک پیدا کرنا ہے اور پورے قرآن کو ناقابل اعتبار قرار دینا ہے اور اللہ کے کلام کو جھٹلانے والا دراصل اللہ تعالیٰ کو جھٹلاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات میں شک پیدا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو ناقابل اعتبار قرار دیتا ہے۔ قرآن کو جھٹلانے والا دراصل پیارے نبیؐ کو اور

Marfat.com

پیارے نبیؐ کی رسالت کو اور پیارے نبیؐ کی امانت داری کو، اور پیارے نبیؐ کی معصومیت کو جھٹلاتا ہے اور اس میں شک پیدا کرتا ہے اور اسے ناقابل اعتبار قرار دیتا ہے اور کسی چیز کو جھٹلانے والا یا کسی چیز میں کوئی خامی بتانے والا، دراصل خود کو اس چیز کے بنانے والے سے برتر ثابت کرتا ہے اور جو خود کو اللہ تعالیٰ سے برتر بتائے وہ شیطان ہی ہو سکتا ہے۔ قرآن اللہ کا کلام ہے، قرآن حق ہے، قرآن اللہ کا حکم ہے، قرآن اسلام کا نظام ہے۔ جو اللہ کے کلام کے کسی حصے کو جھٹلائے یا اللہ کے کسی حکم کو غلط کہے یا قرآنی نظام جو اسلام کا نظام ہے، اس کے کسی حصے سے بغاوت کرے وہ اللہ کا باغی اور دشمن ہے کیونکہ کسی نظام کے ایک حصے سے بغاوت دراصل پورے نظام سے بغاوت ہے اور اس نظام کے نافذ کرنے والے سے اور بنانے والے سے بغاوت ہے اور دشمنی ہے۔

جو دنیا کا ظاہر ہے اس کا بالکل حقیقی عکس غیب ہے۔ دنیا میں بے شمار سلطنتیں ہیں اور بہت سے حاکم ہیں۔ ہر ایک حاکم کی ایک انتظامیہ ہے اور رعایا ہے۔ غیب کی دنیا سب جہانوں میں پھیلی ہوئی ہے اور اللہ وحدہ لاشریک سب جہانوں کے حقیقی بادشاہ ہیں۔ خالق ہیں، مالک ہیں، پالنے والے ہیں، وارث ہیں اور معبود ہیں۔ دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ کی اس عالیشان اور عظیم الشان سلطنت کی ایک انتظامیہ ہے جو فرشتے اور ملائک ہیں۔ ان کے بھی مختلف شعبے ہیں، ان کے بھی مختلف درجات ہیں۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی فرمانبردار اور شکر گزار اور امانت دار مخلوق ہیں۔ اس کے علاوہ بھی اللہ تعالیٰ کے بے شمار لشکر ہیں جن کا علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔ اور تیسرا طبقہ رعایا ہے۔

رعایا میں ایک تو خاکی انسان ہے اور دوسرے بے شمار خاکی مخلوقات ہیں۔ تیسرے، ان سب کی وہ روحیں ہیں جو موت کے بعد اپنا خاکی جسم چھوڑ چکی ہیں۔ رعایا کی دوسری قسم شیاطین اور قوم شیاطین ہیں اور قوم جنات ہے، جو آگ سے پیدا کی گئی ہے اور اس کے علاوہ بھی بے شمار مخلوقات ہیں جو آگ سے پیدا کی گئی ہیں۔ ان میں وہ بھی ہیں جو زندہ ہیں اور وہ بھی ہیں جو موت کی منزل سے گزر چکے ہیں۔ اسی طرح آبی اور نوری مخلوقات بھی ہیں اور اللہ تعالیٰ کو ہر شے کا صحیح علم ہے۔

تمام کائنات کو خالق کائنات نے دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے یا دو مختلف نظاموں میں تقسیم

Marfat.com

کر دیا ہے- ایک نظام خیر کا نظام ہے اور دوسرا نظام شر کا نظام ہے- خیر کا نظام اللہ تعالیٰ کے فرمانبرداروں، شکرگزاروں اور امانت داروں کے لئے ہے جو عاجزی رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں، دوسرا نظام شر کا نظام یا شیطان کا نظام ہے- چونکہ شیطان نے اپنے تکبر کے باعث اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اس لئے ہر متکبر نافرمان اس نظام کا حصہ ہے- شیطان اور قوم شیطان کی قوتیں بہت محدود ہیں- ان کا شکار صرف وہ لوگ ہیں جو اپنے تکبر کے سبب اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر کے اللہ تعالیٰ سے بچھڑ جاتے ہیں اور بے سہارا اور کمزور ہو جاتے ہیں-

انسان اور جنات دونوں عقل اور شعور رکھتے ہیں اور دنیا دونوں کے لئے امتحان گاہ ہے- دونوں کی فطرت میں ناپاکی کی صورت میں شر موجود ہے اور شر ہمیشہ شر کو پسند کرتا ہے اور شر ہمیشہ شر کو اختیار کرتا ہے- اب ان دونوں کا امتحان یہ ہے کہ خیر کو تلاش کریں اور سب سے پہلے پاک و بے عیب تمام تعریفوں والے خیر کے مالک وحدہ لاشریک اللہ پر ایمان لائیں اور پھر خیر کے نصاب یعنی قرآن وسنت پر عمل کر کے اپنی فطرت کی ناپاکیوں کو دور کریں اور خیر حاصل کریں-

جب انسانی روح موت کے بعد غیب کی دنیا میں داخل ہوتی ہے تو قبر اس کے لئے آخرت کی منزلوں میں سے پہلی منزل ثابت ہوتی ہے- اگر یہ منزل آسان ہوگئی تو دوسری منزلیں بھی آسان ہوتی چلی جاتی ہیں- قبر میں سیاہ رنگ اور نیلی چمکدار آنکھوں والے دو فرشتے، جن کی آواز میں بادلوں جیسی گرج ہے، مردے سے ابتدائی تفتیش کرتے ہیں- ان دونوں فرشتوں کا نام منکر نکیر ہے- یہ فرشتے روح کو مردے کے جسم کے اندر داخل نہیں کرتے بلکہ روح کو مردے کے جسم پر عارضی تصرف دیتے ہیں- پھر اس کے ایمان کی بابت مختصر سوال و جواب کرتے ہیں- اگر وہ اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار ہوتا ہے تو اسے جنت کی خوشخبری دیتے ہیں اور جنت میں اسے اس کا ٹھکانا دکھایا جاتا ہے- پھر اس روح کو فرمانبرداروں کے لئے بنائی گئی اللہ تعالیٰ کی جنتوں میں داخل کر دیا جاتا ہے- اور اگر مرنے والا نافرمان ثابت ہوا تو اس کی نافرمانیوں کے بقدر اس کے جسم اور روح دونوں پر عذاب مسلط کیا جاتا ہے- اس روح کے جسم کو قبر بھی تنگ ہو کر جکڑتی ہے- دوزخ کے فرشتے بھی اس جسم کو عذاب دیتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ ویسا ہی عذاب اس کی روح کو دیا جاتا

Marfat.com

ہے- پھر عذاب کی مخلوقات یعنی کیڑے مکوڑے، سانپ اور بچھو اس جسم پر مسلط کر دیئے جاتے ہیں- یہ عام دنیا کے مکوڑے اور بچھو نہیں ہوتے بلکہ خاص عذاب کے لئے ہوتے ہیں- یہ عذاب قبر مختصر بھی ہوتا ہے اور طویل بھی ہوتا ہے اور اس عذاب میں اولادوں کے نیک عمل کی وجہ سے بھی کمی ہوتی ہے اور اولادوں کی عاجزانہ دعاؤں کے سبب بھی اللہ تعالیٰ عذاب قبر میں کمی فرماتے ہیں- اور ہر شے کا صحیح علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے- چونکہ دنیا میں جسم بھی روح کا شریک تھا اس لئے سوال و جواب اور سزا دونوں میں روح کے ساتھ ساتھ جسم کا بھی حصہ ہے- نافرمان کی روح کو بھی روزانہ دوزخ میں اس کا ٹھکانہ دکھایا جاتا ہے، یہ ایسا عذاب ہے جس کے اثرات ظاہری سے کہیں زیادہ باطنی ہوتے ہیں-

انسان میں روح دو طرح کی ہوتی ہے- ایک حیوانی روح ہوتی ہے اور دوسری اصل روح ہوتی ہے- تمام پودوں میں صرف ایک ہی روح یعنی حیوانی روح پائی جاتی ہے- یہ حیوانی روح انسانی جسم کے ایک ایک جوہر میں موجود ہوتی ہے اور ہمیشہ موجود رہتی ہے خواہ جسم کو جلا کر راکھ ہی کیوں نہ کر دیا جائے- صرف جسم سے دو عنصر یعنی پانی اور ہوا کم ہو جاتے ہیں اور یہ حیوانی روح اپنے جوہروں میں موجود رہتے ہوئے قیامت تک اپنی انفرادیت کو قائم رکھتی ہے-

انسان کی اصل روح اس حیوانی روح پر غالب ہوتی ہے اور انسانی جسم کے ہر ہر جوہر میں حیوانی روح کے ساتھ ہوتی ہے- اس حیوانی روح کا تعلق انسان کی بنیادی فطرت سے ہے اور اس کا مرکز قلب ہے جبکہ اصل روح کا تعلق انسانی شعور سے اور اس کے اختیار اور ارادے کی قوت سے ہے- اس کا اصل ٹھکانہ انسانی شعور ہے اور دوسرا اہم ٹھکانہ انسانی قلب ہے- یہ اصل روح اپنے جسم میں پائی جانے والی حیوانی روح اور اس کے تمام جوہروں سے تعلق رکھتی ہے اور واقف ہوتی ہے اور ان پر غالب ہوتی ہے- جب قیامت میں روحوں کو حکم ہوگا تو یہ روحیں اپنے وجود کے تمام جوہروں کو ان کی حیوانی روحوں کے ساتھ جمع کر لیں گی- نافرمانوں کی روح بہت تکلیف کے ساتھ نکالی جاتی ہے- جب تک کہ اصل روح اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لاتی، وہ اپنی حیوانی روح اور اس کی فطرت اور اس کی ضرورتوں ہی کو اپنا اصل مقصد سمجھتی ہے اور انہیں پورا کرنے کے لئے اپنے

اختیار کو استعمال کرتی ہے۔ ایمان لانے کے بعد اس کا عمل اللہ کے لئے ہو جاتا ہے۔

دنیا میں خیر اور شر ساتھ ساتھ ہیں لیکن اس دنیا میں اپنی امتحانی مدت کو پورا کر کے موت کے بعد واپس لوٹنے والی روحوں کے لئے الگ الگ ٹھکانے ہیں۔ خیر کی اہلیت حاصل کرنے والے کامیاب اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار، شکر گزار، امانت دار اور عاجزی رکھنے والے بندوں کا ٹھکانہ اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی جنتیں ہیں، جہاں وہ یوم حساب کے بعد اصل جنت میں جانے سے پہلے تک رہیں گے۔ اس کے نگراں فرشتے اور ملائک ہیں۔ یہ روحیں ہر وقت اللہ کی پناہ میں رہتی ہیں۔ دنیا کا بڑے سے بڑا عامل بھی ان روحوں کو نہ تو اپنا غلام بن سکتا ہے اور نہ انہیں اپنی مرضی سے بلا سکتا ہے۔

دوسرا ٹھکانہ واپس لوٹنے والی ان روحوں کے لئے ہے جنہوں نے تکبر کے باعث اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور شیطان اور قوم شیطان کا شکار بن کر شیطان کی فرمانبرداری میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔ شیطانی قوتیں تمام مذاہب کے عالموں میں ایسے لوگوں کو تلاش کرتی ہیں جن کی شہرت اچھی ہو، پھر عوام کو اور امراء کو ان کی طرف متوجہ کرتی ہیں اور پھر لوگوں سے ان عالموں کا ایسا لاجواب ادب اور احترام کرواتی ہیں جو ان عالموں کو فرعونوں کی صف میں لا کھڑا کرتے ہیں، اس طرح ان کا تکبر انہیں اللہ تعالیٰ کا نافرمان بنا کر اللہ تعالیٰ سے دور کر دیتا ہے اور خود پسندی، خود فریبی، خواہشات، شہرت، قوت، اختیار اور خواہشات کے بھنور میں پھنسا کر گمراہی کی راہ پر لگا دیتا ہے۔ پھر ان گمراہ عالموں کو دوسری بے شمار چھوٹی چھوٹی مچھلیوں کا شکار کرنے کے لئے مضبوط چارہ لگے ہوئے کانٹے کے طور پر شیطانی قوتیں استعمال کرتی ہیں اور اس تمام عرصے میں شیطان اور قوم شیطان خیر کی قوتوں کا روپ دھار کر ان عالموں کو روحانی قوت دیتے ہیں اور ان کی روحانی قوت کا پرچار کرتے ہیں اور دین میں فتنہ پیدا کرتے ہیں اور عقیدۂ توحید کو نقصان پہنچاتے ہیں اور سب سے پہلے ان عالموں کو بندگی کی راہ سے یعنی عبادتوں سے دور کر دیتے ہیں پھر ان کی اس نافرمانی کا جواز پیش کروانے کے لئے ان سے گمراہ کن باتیں کہلواتے ہیں۔

اس حربے سے اور ایسے ہی لوگوں سے کام لے کر شیطان اور قوم شیاطین نے تمام مذاہب

Marfat.com

میں عقیدۂ توحید کو نا قابل تلافی نقصان پہنچایا۔ لیکن اسلام اور اس کے بنیادی عقائد کو نقصان پہنچانا اس لئے ممکن نہ ہوا کہ قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ کے لئے محفوظ فرما دیا ہے۔ البتہ شیطان اور قوم شیاطین نے فتنے اور وسوسے پیدا کر کے اپنے کارندوں کے ذریعہ اسلام کے بنیادی عقائد کو نقصان پہنچانے کی کوشش میں کوئی کسر نہیں چھوڑی اور بے شک عمل کی درستگی عقیدے کی درستگی سے ہے۔

شیطان کے فتنے کچھ اس طرح کے ہیں کہ دیکھو موت میں کوئی تکلیف نہیں ہوتی، دیکھو عذاب قبر کوئی چیز نہیں ہے اور قبر میں کوئی سوال و جواب نہیں ہوتا، فرض نماز اور روزوں کی کوئی اہمیت نہیں اور روز قیامت کچھ نہیں ہوگا اور موت تو صرف فنا ہو جانے کا نام ہے۔ صرف اہل اللہ سے پرستش کی حد تک محبت کرو اور ان سے چمٹ جاؤ یہی لوگ تمہیں جنت میں لے جائیں گے حالانکہ اہل اللہ خود عقیدۂ توحید کے سب سے زیادہ عامل ہوتے ہیں اور ایک دین کے رہنما کی حیثیت سے لوگوں کو عقیدۂ توحید پر عمل کرنے کی سختی سے تاکید کرتے ہیں۔

جب ایک انسان کسی دوسرے ملک کی سرحدوں میں یا کسی ایک نظام سے دوسرے نظام میں داخل ہوتا ہے تو اس نظام کے نگراں اس کی تفتیش کرتے ہیں اور اگر وہ مجرم ثابت ہوتا ہے تو اسے فیصلہ ہونے تک اس کے جرائم کے لحاظ سے سخت تکلیف دہ ماحول میں الگ تھلگ دوسرے مجرموں کے ساتھ رکھا جاتا ہے۔

عذاب قبر جسم اور روح دونوں کے لئے ہے۔ موت صرف جسم پر سے روح کے تصرف کو ختم کرتی ہے مگر اس کے تعلق کو ختم نہیں کرتی۔ عذاب قبر ظاہری عذاب سے زیادہ باطنی عذاب ہے اور یہ تکلیف اور اذیت باطنی طور پر جسم سے روح کو اور روح سے جسم کو منتقل ہوتی ہے۔ حیوانی روح پر ہونے والا عذاب بھی روح کا عذاب ہے اور اس سے روح متاثر ہوتی ہے اور روح پر ہونے والے عذاب سے بھی انسانی جسم اور روح متاثر ہوتے ہیں۔

عذاب قبر کی تشریح خود اس لفظ میں موجود ہے یعنی وہ عذاب جو قبر کے اندر صاحب قبر کے لئے ہے۔ جب قبر ہے تو قبر میں مرنے والے کا جسم بھی ہے اور جس مرنے والے کا جسم ضائع ہو گیا

Marfat.com

یا کسی حادثہ کے سبب منتشر ہو گیا تو کیا ہوا اس کی روح تو موجود ہے اور ہر شے کا صحیح علم تو عالم الغیب اللہ ہی کو ہے۔

جس طرح جنت فرمانبرداروں کے لئے اطمینان اور راحت کی جگہ ہے اسی طرح نافرمانوں کی روحوں کو جن جگہوں پر رکھا جاتا ہے، وہ عذاب کی اور تکلیف کی جگہیں ہیں۔ ان کے بھی تین طبقے ہیں، انتہائی تکلیف دہ، نسبتاً کم تکلیف دہ اور کم تکلیف دہ۔ ان نافرمانوں کو تین طرح کے عذاب ہیں، ایک تو وہ عذاب ہے جو فرشتے اللہ تعالیٰ کے حکم سے دیتے ہیں اور اس وقت تک دیتے ہیں جب تک اللہ تعالیٰ کا حکم ہوتا ہے، دوسرا عذاب سخت تکلیف دہ جگہ پر اور تکلیف دہ حالات میں رہنے کا عذاب ہے، تیسرا اپنی فطرت کے لئے کمائے ہوئے شر کا عذاب ہے۔

تمام زہریلے جانور اپنی فطرت کے مطابق اپنی پسندیدہ جگہ پر اور اپنے پسندیدہ ماحول میں رہتے ہیں اور اپنی پسندیدہ خوراک حاصل کرتے ہیں اور اپنی زہریلی فطرت کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ جس عذاب کی جگہ پر یہ روحیں رہتی ہیں وہیں پر عذاب کی یہ زہریلی مخلوقات بھی پائی جاتی ہیں اور جس طرح شر شر کو پسند کرتا ہے اور شر اپنے پسندیدہ شر سے چمٹ جاتا ہے، یہ مخلوقات بھی ان نافرمانوں سے چمٹ جاتی ہیں۔ ان میں زندہ غیبی مخلوقات بھی ہوتی ہیں۔ مخلوقات کی ارواح بھی ہوتی ہیں، زندہ بچھو سے زیادہ زہر بچھو کی روح کے ڈنک میں ہوتا ہے۔

ان نافرمان روحوں کے لئے خود ان کے کمائے ہوئے شر کی فطرت کا عذاب بھی کچھ کم نہیں ہوتا کیونکہ زندگی بھر وہ اپنی فطرت کو ناپاکیاں دیتے ہیں۔ تکبر اور حسد اور نفرت کی صورت میں اپنی فطرت کو سختی کی تاثیر، اذیت پسندی کی تاثیر اور جلنے کی تاثیر اور آگ کی تاثیر اور تلخیوں کی تاثیر دیتے ہیں اور لالچ اور ہوس کی صورت میں کبھی نہ ختم ہونے والی بھوک اور پیاس دیتے ہیں اور نافرمانیوں کا زہر دیتے ہیں۔ مرنے کے بعد اختیار ختم ہوتے ہی ان کی یہ صفات فطری اور ابدی ہو گئیں۔ اب اس نافرمان روح کو اپنی مرضی کے خلاف اپنی اسی فطرت کے مطابق زندگی گزارنی ہے اور قیامت کا انتظار کرنا ہے اور دوزخ میں بھی ان کو ان کے کمائے ہوئے شر کے مطابق مختلف درجوں کا عذاب دیا جائے گا اور مختلف درجوں میں رکھا جائے گا۔

Marfat.com

دنیا قدرت کی ایک نشانی ہے- دنیا شر کی صورت میں ایک چھوٹا سا جہنم ہے- دوسرا جہنم ناپا کیوں، شر اور خواہشات نفسانی کی صورت میں خود انسان کے وجود میں موجود ہے- اور ایک ہی پناہ گاہ ہے، وہ ہے اللہ کی رحمت- اب انسان کے لئے ایک ہی راہ ہے کہ انسان اللہ کی فرمانبرداری کو غلبہ دے کر اور قرآن وسنت یعنی خیر اور فلاح کی راہ پر چل کر اپنے اندر کے اس جہنم سے نجات حاصل کرے اور بجائے خود دنیا کے لئے استعمال ہونے کے دنیا کو اللہ کی رضا میں خیر اور فلاح کی راہ میں استعمال کرے- میدان حشر میں بھی ایک پناہ گاہ ہوگی اور وہ عرش کا سایہ ہے-

جب انسان کسی سے سچی محبت کرتا ہے تو وہ اپنی محبوب چیز کی خرابیوں کے لئے عذر تلاش کرتا ہے- اللہ تعالیٰ کا صاحب ایمان بندہ اپنے ایمان کی، قرآن کی اور اپنے پیارے نبیؐ کے قول اور عمل کی سچائی کو ثابت کرتا ہے- اور متکبر، نافرمان، شیطان سے محبت کرنے والا، شیطان اور اس کے پیدا کئے ہوئے وسوسوں کا شکار ہوتا ہے اور چونکہ اس کی فطرت میں شک ہوتا ہے اس لئے وہ حق کو مشتبہ کر کے فتنہ پیدا کرتا ہے اور اپنے شیطانی وسوسوں کو صحیح ثابت کرنے کے لئے حجت کرتا ہے اور ان کے لئے عذر تلاش کرتا ہے-

یا تو انسان اللہ پر اور قرآن پر یقین کرے اور پیارے نبیؐ کے قول اور سنت پر یقین کرے اور سبحان اللہ (پاک و بے عیب ہیں اللہ) پر یقین کرے اور الحمدللہ (تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں) پر یقین کرے اور اللہ اکبر (اللہ سب سے بڑے ہیں) پر یقین کرے اور ان سب باتوں پر تو صاحب ایمان اللہ سے ڈرنے والا ہی یقین کرتا ہے اور رہا ان تمام چیزوں کو جھٹلانے والے شیطانی وسوسوں کا معاملہ تو ان وسوسوں پر سوائے متکبر گمراہوں کے اور کوئی یقین کر ہی نہیں سکتا-

صاحب ایمان ہمیشہ اللہ کے لئے اللہ تعالیٰ کے دوستوں سے محبت کرتا ہے- عقیدت دراصل عقیدے سے ہے- انسان کی کسی اللہ کے دوست سے سچی محبت اور سچی عقیدت کا یہ تقاضا ہے کہ انسان اس اللہ کے دوست کے عقیدے پر چل کر اس کی راہ اختیار کرے اور اس کے رنگ میں بقدر اپنی عقیدت کے رنگ جائے- ہاں یہ ضرور خیال رکھے کہ اللہ کا دوست صرف وہی ہے جس کی راہ قرآن وسنت کی راہ ہے- انسان یہ بھی نہیں سوچتا کہ ایک شاخ سے چمٹنے والا دراصل

Marfat.com

پورے درخت سے چمٹ جاتا ہے۔ تو دل کی سچائی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی کسی ایک بھی صفت سے چمٹ جانے والا مجبور ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اختیار کرے۔ نیکی چاہے جیسے بھی اختیار کی جائے، اگر وہ نیکی ہے تو وہ انسان کو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی راہ پر لے آتی ہے۔ جس کو جو کچھ ملا وہ عقیدۂ توحید پر عمل کرنے سے ملا۔

انسان کو اللہ تعالیٰ سے دور کرنے والا سوائے شیطان کے کوئی اور نہیں ہو سکتا، انسان کو اللہ تعالیٰ کی بندگی کرنے سے اور عبادت سے روکنے والا سوائے شیطان کے کوئی اور نہیں ہو سکتا، انسان کو نافرمانی کی راہ پر ڈالنے والا سوائے شیطان کے کوئی اور نہیں ہو سکتا، انسان کو قرآن اور سنت سے دور کرنے والا سوائے شیطان کے کوئی اور نہیں ہو سکتا، اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر شخصیتوں کی پرستش کروانے والا سوائے شیطان کے کوئی اور نہیں ہو سکتا۔ سزا اور جزا کا، کفر اور شرک کا، نیکی اور بدی کا، خیر اور شر کا، ایمان اور کفر کا فرق مٹانے والا سوائے شیطان کے کوئی اور نہیں ہو سکتا۔ انسان کو بے عملی کی ترغیب دینے والا سوائے شیطان کے کوئی اور نہیں ہو سکتا اور انسان کو عقیدۂ توحید سے دور کرنے والا سوائے شیطان کے کوئی اور نہیں ہو سکتا۔ بغیر امتحان دیئے امتحان میں کامیابی کا دھوکہ دینے والا سوائے شیطان کے کوئی اور نہیں ہو سکتا۔ یاد رکھو نماز نہ پڑھنا الگ چیز ہے لیکن کوئی شخص اس خیال سے نماز نہیں پڑھتا کہ نماز فرض نہیں اور نماز ایمان کے لئے غیر ضروری چیز ہے تو ہمارے عقیدے کے مطابق وہ مرتد، ملحد اور زندیق ہو جاتا ہے۔

تعوذ کے فوائد

اس کے پانچ فائدے ہیں۔ انسان دین پر ثابت قدم رہتا ہے۔ شیطان کے شر اور تکلیف سے سلامت رہتا ہے۔ مضبوط قلعے میں داخل ہوتا ہے اور اللہ کا قرب حاصل کرتا ہے۔ ایسے مقام پر پہنچتا ہے جہاں ہمیشہ امن رہتا ہے اور جہاں پیغمبروں، صدیقوں، شہیدوں اور نیکوکاروں کی صحبت حاصل ہوتی ہے۔ زمین اور آسمان کے پروردگار کی مدد حاصل ہوتی ہے۔

جب شیطان لعین نے اللہ تعالیٰ سے کہا کہ میں تیرے بندوں کو آگے اور پیچھے سے، دائیں اور بائیں سے آکر بہکاؤں گا تو اللہ تعالیٰ نے اسے جواب دیا کہ میں اپنے بندوں کو تعوذ پڑھنے کا

Marfat.com

حکم دوں گا اور جب وہ تعوذ پڑھیں گے تو ہر طرف سے ان کی نگہبانی کروں گا۔ جس چیز سے شیطان بہت ہی ڈرتا اور خوف کھاتا ہے وہ تعوذ ہے۔ اور دوسرا شیطان جس چیز سے بہت ہی خوفزدہ رہتا ہے وہ عارفوں کے دلوں کی معرفت ہے اور ان کے دل سے نکلنے والی شعاع نور ہے۔ جس سے شیاطین ہلاک ہو جاتے ہیں۔

شیطان جب کسی صاحب ایمان کی طرف سے مایوس ہو جاتا ہے تو اسے چھوڑ کر دوسری طرف توجہ کرتا ہے مگر اسے نظروں میں رکھتا ہے کہ جیسے ہی کبھی غافل ہو تو جا کر پکڑ لوں۔ کلمہ طیبہ شیطان کے خلاف بہت ہی موثر ہتھیار ہے۔ جو کلمہ طیبہ پڑھ لیتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے قلعہ میں داخل ہو جاتا ہے اور بسم اللہ پڑھنے سے شیطان چیونٹی کی طرح چھوٹا ہو جاتا ہے۔

آپ ایک فیکٹری کے مالک ہیں، اس میں کچھ ملازم ہیں، چند سپروائزر اور ایک منیجر ہے۔ سپروائزر اور منیجر اپنے مالک کے بے حد وفادار ہیں۔ وہ مالک کے دشمن کو اپنا دشمن اور مالک کے نقصان کو اپنا نقصان سمجھتے ہیں۔ مالک انتہائی با اصول شخص ہے۔ وہ کسی بھی غفلت کو، لاپرواہی کو اور نافرمانی کو پسند نہیں کرتا اور ساتھ ہی وفاداروں کا، فرمانبرداروں کا اور ذمہ داری سے کام کرنے والوں کا بہت ہی قدردان ہے۔ مالک اور اس کا منیجر اور تمام سپروائزر دوسرے تمام ملازموں کو سمجھاتے ہیں کہ دیکھو یہاں پر مالک کا ایک باغی، نافرمان اور دشمن آتا ہے جسے مالک اپنی ملازمت سے نکال چکا ہے، وہ تم سب کا دشمن ہے اور تم سب کو بہکائے گا، اس سے دور رہنا۔

اب وہ نافرمان باغی کسی طرح ان فیکٹری کے ملازموں تک پہنچتا ہے اور کہتا ہے دیکھو میں تمہارے مالک کے بہت سے رازوں سے واقف ہوں۔ بس اسے حادثات نے اچانک فیکٹری کا مالک بنا دیا ہے۔ تمہارے لئے بس اتنا ہی کافی ہے کہ تم نے زندگی میں ایک بار اسے فیکٹری کا مالک قرار دے دیا۔ اب تم جتنی چاہے نافرمانی کرو، کام کرو یا نہ کرو، تم فیکٹری کے ملازم رہو گے اور تمہیں تنخواہ ملتی رہے گی۔ تم کو مالک سے ڈرنے کی ضرورت نہیں۔ یہ سب جھوٹ ہے کہ تمہیں سزا ملے گی یا تمہیں ملازمت سے نکال دیا جائے گا۔ بس تم یہ کرو کہ یہ جو سپروائزر اور منیجر ہیں، ان کے ہاتھ پاؤں چومتے رہو اور ان کی تصویروں کو ہر وقت سینے سے لگائے رکھو، کوئی بھی تمہارا کچھ

Marfat.com

نہیں بگاڑے گا اور تمہارا مالک اور سپروائزر اور منیجر بہت سی باتیں غلط کہتے ہیں۔

اب جو ملازم عقل مند ہیں اور مالک کی نافرمانی سے ڈرتے ہیں وہ کہتے ہیں یہ تو وہی مالک کا باغی، دشمن اور نافرمان ہے۔ یہ ضرور ہم کو ملازمت سے نکلوائے گا۔ یہ تو انتہائی عیاری، مکاری، فریب اور جھوٹ کے ساتھ ہم سب کو فیکٹری کے مالک کا بھی دشمن بنا رہا ہے اور سپروائزر اور منیجر کا بھی دشمن بنا رہا ہے کیونکہ جب ہم فیکٹری کے مالک سے دشمنی کریں گے تو اس کے وفادار منیجر اور سپروائزر کیسے ہمارے دوست ہو سکتے ہیں۔ جو مالک کا نافرمان اور دشمن ہے، وہ مالک کے تمام وفاداروں کا نافرمان اور دشمن ہے۔ یہ تو بڑی چالاکی سے ہم سب کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے فیکٹری سے نکلوا رہا ہے اور کہتا ہے کہ نافرمان کو نافرمان نہ کہو، کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ نافرمانی کو برا سمجھ کر فرمانبرداری اختیار کر لیں یا پھر اس لئے کہ وہ خود نافرمان ہے۔

صاحب ایمان اپنے ہر عمل میں اللہ کو ترجیح دیتا ہے

دیکھ، تو جو ایمان لانے کا دعویٰ کرتا ہے ذرا اپنے ایمان کو پرکھ کر تو دیکھ کیونکہ بڑی بڑی صاحب علم ہستیاں ساری عمر یہ دعا کرتی رہی ہیں کہ اے اللہ تو ہمارا خاتمہ ایمان کی سلامتی کے ساتھ فرما۔ ذرا تو اس ترازو کی طرف دیکھ، اس کے دو پلڑے ہیں۔ جس پلڑے کا وزن بڑھ جائے وہ نیچے جھک جاتا ہے۔ خواہ یہ اضافہ رائی کے دانے کے برابر ہی کیوں نہ ہو۔ جب تو اپنے اللہ پر ایمان لاتا ہے تو اپنے اللہ کو اپنا سب کچھ قرار دیتا ہے اور اللہ کو سب سے بڑا قرار دیتا ہے۔ اگر تو دل کی سچائی کے ساتھ اللہ کو سب سے بڑا قرار دیتا ہے تو پھر ضرور اپنے ہر ہر عمل میں اپنے اللہ کے حکم کو، اپنے اللہ کی رضا اور خوشی کو اہمیت دے گا اور ترجیح دے گا۔ اس طرح جس پلڑے میں ایمان ہو، خواہ یہ ایمان رائی کے دانے کے برابر ہی کیوں نہ ہو، وہ پلڑا ہمیشہ جھکا رہے گا۔ اب تجھ پر لازم ہے کہ تو اس ترجیح کو بڑھاتا رہ اور اپنے ایمان کا وزن بڑھاتا رہ تاکہ اگر کسی سبب سے کچھ وزن کم بھی ہو جائے تب بھی ایمان کا پلڑا جھکا رہے اور تیرے ہر ہر عمل میں اللہ کے کاموں کو ترجیح حاصل رہے۔ یہ ایک اصول ہے کہ جو جتنا بڑا ہے وہ اتنا ہی اہم ہے۔ اس کے کاموں کو انسان اتنی ہی زیادہ اہمیت دیتا ہے اور اتنی ہی ترجیح دیتا ہے کیونکہ وہ اس کی قوت، اس کی طاقت اس کے اختیار،

Marfat.com

اس کے قبضہ وقدرت، اس کے نفع یا نقصان پہنچانے کی صلاحیت پر اتنا ہی ایمان رکھتا ہے اور اتنا ہی یقین رکھتا ہے- اب تو اپنے ایمان کو پرکھ کہ تیرا ایمان اللہ پر ہے یا دنیا پر، ترجیح اللہ کو اور اللہ کے کاموں کو حاصل ہے یا دنیا کو اور دنیا کے کاموں کو- اہمیت دنیا کو حاصل ہے یا اللہ کو- تو دنیا کے قبضہ وقدرت پر زیادہ یقین رکھتا ہے یا اللہ پر اور اللہ کے قبضہ وقدرت پر- تو دنیا کی عطا و بخشش پر زیادہ ایمان رکھتا ہے یا اللہ کی عطا و بخشش پر- حالانکہ دین تو دنیا ہی سے ہو کر گزرتا ہے اور تجھے تو بس اتنا ہی کرنا ہے کہ اپنے ہر ہر قول میں اور ہر عمل میں اللہ کو ترجیح دیتے ہوئے دنیا کو اللہ کی رضا اور خوشی کے لئے اور اللہ کی مرضی کے مطابق استعمال کرے- تو دنیا میں آخرت کے لئے تجارت کر- دنیا کے لئے آخرت کو نہ بیچ- تو دین کے لئے دنیا کو استعمال کر اور دنیا کے لئے دین کو استعمال نہ کر- یاد رکھ دنیا تیرے لئے ہے تو دنیا کے لئے نہیں ہے-

الذین آمنوا وکانوا یتقون- لھم البشریٰ فی الحیٰوۃ الدنیا وفی الآخرۃ، لا تبدیل لکلمات اللّٰہ، ذالک ھو الفوز العظیم-

ترجمہ:-"جو لوگ ایمان وتقویٰ کے مالک ہیں، انہیں دنیا وآخرت میں ایک شاندار زندگی کی بشارت دے دو- یہ ایک عظیم کامیابی ہے- یاد رکھو کہ اللہ کی باتیں پوری ہو کر رہتی ہیں-" (۴:۱۰)

اِس زندگی کا انجام موت ہے اور وہ زندگی ابدی ولافانی ہے، کیا یہ نادانی نہیں کہ ہم چندروزہ لذت پر دائمی زندگی کو قربان کر دیں؟

انما ھذہ الحیٰوۃ الدنیا متاع و ان الآخرۃ ھی دارالقرار-

ترجمہ:-"یہ زندگی متاع ناپائیدار ہے اور آخرت تمہاری مستقل قیام گاہ ہے-" (۳۹:۴۰)

وان الدار الآخرۃ لھی الحیوان-

ترجمہ:-"اگلی زندگی ہی حقیقی زندگی ہے-" (۶۴:۲۹)

بل الذین لا یومنون بالآخرۃ فی العذاب و الضلال البعید-

ترجمہ:-"اس زندگی کا یقین نہ کرنے والے ذہنی عذاب میں مبتلا ہیں اور شاہراہ حیات سے

Marfat.com

بہت دور وادیوں میں بھٹک رہے ہیں۔'' (۸:۳۴)

جس دل میں اللہ کا خوف نہیں
اس دل میں ایمان نہیں

اے شخص یہ تیرے ایمان کی دوسری کسوٹی ہے۔ ذرا غور تو کر تو کس سے ڈرتا ہے تو تجھے معلوم ہو جائے گا کہ تو ہر اس چیز سے ڈرتا ہے جس کے مقابل تو خود کو بے بس، عاجز، مجبور، کمزور اور بے اختیار پاتا ہے اور تجھے اس بات کا یقین ہوتا ہے کہ یہ تجھے نقصان پہنچانے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ گویا تو اس چیز کے بڑے ہونے پر، بااختیار اور طاقتور ہونے پر ایمان لاتا ہے اور تو کبھی کسی ایسی چیز سے نہیں ڈرتا جو تیرے مقابل کمزور ہو، بے بس ہو، مجبور ہو، بے اختیار ہو اور جسے تو خود ہی نقصان پہنچانے کی صلاحیت رکھتا ہو یا پھر وہ چیز غیر اہم اور بے قدر و قیمت ہو یا پھر تو ایسی شے سے نہیں ڈرتا جس کے ہونے پر یقین ہی نہ رکھتا ہو یا جسے تو صرف سنی سنائی سمجھتا ہو اور صرف سماجی، معاشرتی اور مذہبی روایات کی پاسداری میں کرتا ہو۔ اب ذرا پھر غور کر ایک طرف اللہ ہے، دوسری طرف تیری اپنی ذات ہے، دنیا ہے اور اہل دنیا ہیں اور اب دیکھ یہ بتا تو کس سے ڈرتا ہے۔ یاد رکھ جس طرح ایک نیام میں دو تلواریں نہیں رہ سکتیں اسی طرح دنیا کا خوف اور اللہ کا خوف ایک دل میں نہیں رہ سکتے۔ دنیا کا خوف ختم ہو گا تو اللہ کا خوف جگہ پائے گا اور اللہ کا خوف اگر رتی برابر ہو گا تو گویا تیرا ایمان بھی رتی برابر ہو گا اور تیرے ہر عمل میں اللہ کو رتی برابر ترجیح حاصل رہے گی۔ گویا تو اپنے اختیار پر اللہ کے اختیار کو رتی برابر ترجیح دے گا اور تو اللہ تعالیٰ کو اپنی ذات سے یا دنیا اور اہل دنیا سے رتی برابر بڑا قرار دے گا، اہم قرار دے گا اور جتنا اللہ کا خوف تیرے دل میں بڑھے گا، اتنا ہی تیرے دل پر اللہ کی بڑائی غالب ہو گی، اتنا ہی تجھے دنیا سے بے خوفی عطا ہو گی، اتنا ہی تیرا ایمان بڑھے گا اور اتنا ہی اللہ کے اختیار کو تیرے اختیار پر غلبہ حاصل ہو گا، اتنا ہی تو اللہ کے اختیار کے مقابل خود کو بے اختیار قرار دے گا یہاں تک کہ تو بے اختیار ہو کر اللہ کے اختیار میں ضم ہو جائے گا اور تو غیب کا حصہ بن جائے گا۔ دیکھ تو اپنے اللہ سے اس لئے نہیں ڈرتا کہ اللہ نظر نہیں

Marfat.com

آتے، حالانکہ تو اپنی ذات کے لئے موت سے ڈرتا ہے اور اللہ کے لئے اللہ سے نہیں ڈرتا- دیکھ وہ بھی اللہ سے ڈرتا ہے جو اللہ کے وجود ہی کا منکر ہے، اگر وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آئے تو صاحب ایمان کہلائے- دیکھ یہ سب کچھ کیسے ہوتا ہے، ایک شخص طاقت کے نشے میں بدمست بے پرواہ رہتا ہے لیکن جیسے ہی اپنی زندگی کو خطرے میں دیکھتا ہے، خوف میں مبتلا ہو جاتا ہے اور جب بچاؤ کی کوئی صورت نظر نہیں آتی تو وہ بے اختیار ہو کر مدد کے لئے ایسی قوت کی طرف دیکھتا ہے جو اسے نظر نہیں آتی اور جب خطرہ ٹل جاتا ہے اور اس کی بے اختیاری، بے بسی، مجبوری ٹل جاتی ہے تو پھر اللہ کے وجود کا انکار کرنے لگتا ہے- اگر وہ اس لمحے پر نظر ڈالے تو شاید وہ غیب پر ایمان لے آئے- اور ذرا سوچ کیا تجھے بجلی نظر آتی ہے؟ نہیں، لیکن اس کا استعمال نظر آتا ہے، ہر شے کا ظاہر نظر آتا ہے، باطن نظر نہیں آتا حالانکہ انسان ظاہر سے ہو کر ہی باطن تک پہنچتا ہے- ضرورت صرف باطن پر غور و فکر کی ہے اور ظاہر سے قطع تعلق کی ہے- اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ تو دنیا کو چھوڑ دے بلکہ تو اپنے ظاہر اور باطن کے درمیان غیر محسوس فاصلہ پیدا کر لے اور اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنے باطن میں جھانکنے اور اس کی نگرانی کی ترغیب دی ہے- کوئی شخص اپنے باطن میں جھانکے بغیر اپنی معرفت حاصل نہیں کر سکتا- بغیر زمین کو صاف کئے ہوئے نئی فصل نہیں لگا سکتا- پودا تو خالی جگہ پر ہی لگایا جا سکتا ہے-

وفی انفسکم افلا تبصرون

ترجمہ:- ''کیا تم اپنے باطن میں نہیں جھانکتے؟''

سنریھم آیاتنا فی الآفاق وفی انفسھم-

ترجمہ:- ''ہم انہیں عنقریب ان آیات و اسرار سے آگاہ کرنے والے ہیں جو اس کائنات عیاں یعنی آفاق اور کائنات نہاں یعنی انفس (روح، نفس، دل) میں موجود ہیں-''

اللہ کی پناہ حاصل کرنے کے لئے دل کی سچائی کے ساتھ معافی مانگنا ضروری ہے

و ان استغفروا ربکم ثم توبوآ الیه یمتعکم متاعاً حسناً الی اجل مسمیٰ ویوت کل ذی فضل فضله، وان تولوا فانی اخاف علیکم عذاب یوم کبیر- الی الله مرجعکم، وھو علی کل شئ قدیر-

ترجمہ:-''تم اللہ سے معافی مانگو اور اس کی پناہ میں آ جاؤ، وہ تمہیں اس زندگی میں بڑے ساز و سامان سے بسائے گا اور ہر صاحب فضیلت کو اس کی مساعی کا اجر دے گا- اگر تم نے اللہ سے منہ موڑ لیا تو مجھے ڈر ہے کہ تم بڑے دن کے عذاب کا شکار ہو جاؤ گے، تم سب اللہ کی طرف آ رہے ہو، اور اللہ ہر بات پر قادر ہے-'' (۱۱:۳،۴)

اعمال صالح کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ انسان کے تمام دکھ دور فرما دیتے ہیں

والذین آمنوا وعملوا الصاحات لنکفرن عنھم سیّاتھم

ترجمہ:-''جو لوگ ایمان لانے کے بعد پاکیزہ اعمال بن جاتے ہیں، ہم ان کے تمام دکھ دور کر دیتے ہیں-'' (۲۹:۷)

جس دل میں تکبر ہو اس میں ایمان کی شمع روشن نہیں ہو سکتی

ایک دل ہے اور اس میں ایک ہی جگہ ہے- اس میں جب ابتداء میں ایمان ایک باریک نقطے کے مانند روشن ہوتا ہے تو باوجود بہت چھوٹا ہونے کے تمام تاریکیوں پر غالب آ جاتا ہے اور پھر جوں جوں ایمان بڑھتا چلا جاتا ہے یہ نقطہ زیادہ روشن اور زیادہ بڑا ہوتا چلا جاتا ہے اور یہ ایمان تو اللہ کے لئے ہے جبکہ تکبر انسان کی اپنی ذات کے لئے ہے- جس دل میں رائی کے دانے کے

Marfat.com

برابر بھی تکبر موجود ہو، اس دل میں انسان، خود اپنی ذات کو بقدر رائی کے دانے کے، اللہ کے مقابل ترجیح دیتا ہے- اللہ کی بڑائی کے مقابل اپنی بڑائی کو ترجیح دیتا ہے- اللہ کے اختیار کے مقابل اپنے اختیار کو ترجیح دیتا ہے- تکبر کے معنی ہی بڑائی کے ہیں- اور ذرا دیکھ جب تو خود اپنی ذات کو اللہ کے مقابل بڑا قرار دے گا تو تو صاحب ایمان کیسے ہو سکتا ہے اور جس جگہ پر تیری بڑائی کا پودا لگا ہو وہاں تو اللہ پر ایمان کا پودا کس طرح لگ سکتا ہے، تو اللہ کے خوف کو اس دل میں کس طرح جگہ دے سکتا ہے، پھر اس دل میں عاجزی کس طرح گھر کر سکتی ہے، اسی لئے تو اللہ کے پیارے رسولؐ نے فرمایا کہ ''داخل نہ ہوگا دوزخ میں کوئی جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہے اور جنت میں داخل نہ ہوگا کوئی جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی تکبر ہے-'' اور تکبر ہی کا نام تو شیطان ہے- تو لاکھ کہتا رہے کہ میں صاحب ایمان ہوں تو اس وقت تک صاحب ایمان نہیں ہو سکتا جب تک تیرے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی تکبر ہے یعنی بڑائی ہے اور دل میں تو ایک ہی جگہ ہے اور اس میں ایک وقت میں کوئی ایک ہی چیز لگائی جا سکتی ہے یا رکھی جا سکتی ہے-

ذرا سوچ ایک دل میں دو بڑائیاں تو نہیں رہ سکتیں- اگر تو سچ مچ اللہ کو بڑا قرار دیتا ہے تو تیری بڑائی خود بخود ختم ہو گئی- تو خود بخود چھوٹا ہو گیا اور بڑے کے مقابل چھوٹے کا اختیار خود بخود ختم ہو جاتا ہے اور اگر تو خود بڑا ہے تو اللہ کو بڑا تسلیم ہی نہیں کر سکتا- اچھا تو چل تیرے قول کو تیرے عمل کی کسوٹی پر پرکھتے ہیں کیونکہ زبان سے تو تو جھوٹ بول سکتا ہے لیکن تیرا عمل وہی بتائے گا جو تو ہے- کوئی چھوٹا اپنے بڑے کی خواہش کو، اس کے حکم کو، اس کی نصیحتوں کو ٹال ہی نہیں سکتا اور اس کی نافرمانی کر ہی نہیں سکتا- انسان صرف اسی چیز کے لئے غفلت برتتا ہے، لاپرواہی کرتا ہے، حکم عدولی کرتا ہے جہاں وہ اپنی ذات کو اہم اور برتر سمجھتا ہے- اب ذرا پھر غور کر کیا تو اللہ سے ڈرتا ہے؟ اگر نہیں ڈرتا تو پھر جان لے کہ تو خود کو اللہ سے بڑا قرار دیتا ہے یا پھر تو اللہ کو جانتا ہی نہیں ہے- دونوں صورتوں میں تو کیسے خود کو صاحب ایمان کہہ سکتا ہے- ضرورت اس بات کی ہے کہ تو اپنی اصلاح کر کیونکہ تو ایمان کی راہ کا مسافر ہے اور اللہ پر ایمان ہی تیری منزل ہے اور انسان تو ایک چلتی پھرتی کتاب ہے- دیکھ اگر تجھ میں تکبر کی کوئی علامت نظر آئے تو اسے ختم کر دے جیسے

Marfat.com

کولہے پر ہاتھ رکھ کر کھڑے ہونا کہ یہ فخر کی علامت ہے اور فخر تکبر ہے۔ یا اس بات کو پسند کرنا کہ لوگ تیرے احترام میں کھڑے ہوں یا تجھے سلام میں پہل کریں یا پاؤں پر پاؤں چڑھا کر بیٹھنا یا سینہ باہر نکال کر گردن اکڑا اکر چلنا، اسی طرح گفتگو میں سے بھی ہر ایسے جملے کو نکال دے جس سے تیری ذات کی بڑائی یا میں ثابت ہوتی ہے- یادرکھ کہ غصہ بھی تکبر ہی کی ایک شکل ہے جبکہ وہ تیری اپنی ذات کے لئے ہو یا ذات سے متعلق بات پر ہو یا معاملے پر ہو-

اور غصہ انسان کو ہمیشہ اس پر آتا ہے جسے وہ کسی بھی اعتبار سے اپنے سے کمتر سمجھتا ہے جبکہ عاجز اور مجبور کو نہ تو غصہ آسکتا ہے اور نہ ہی وہ کسی بات میں اپنے لئے انا اور توہین محسوس کرسکتا ہے اور توہین تو ہمیشہ بڑے کی ہوتی ہے یا پھر اس کی ہوتی ہے جو خود کو بڑا سمجھتا ہے اور جو صاحب ایمان ہے تو وہ ضرور اللہ سے ڈرتا ہے، تکبر سے بچتا ہے، عاجزی اختیار کرتا ہے، اپنے ہر ہر عمل میں اللہ کو ترجیح دیتا ہے اور ہمیشہ ترجیح دیتا ہے اور اگر کوئی اللہ پر یقین رکھتا ہے تو اس کا یہ یقین ہمیشہ کے لئے ہے۔ جس دل میں ایمان کی شمع روشن ہے تو وہ ہمیشہ کے لئے ہے، ایمان کبھی وقتی یا عارضی نہیں ہوتا۔ اسی طرح خوف خدا کبھی وقتی یا عارضی نہیں ہوتا۔ جو چیز وقتی یا عارضی ہوتی ہے، وہ یا تو عارضی ضرورت کے لئے ہوتی ہے یا پھر دکھاوا ہوتی ہے اور حقیقت تو ہمیشہ قائم رہنے والی چیز ہے- تو یہ کبھی نہ کر کہ مہینے دو مہینے اللہ سے ڈرنے لگے یعنی اللہ کو بڑا اقرار دے دیا اور صاحب ایمان ہو گئے- پھر جب چاہا اللہ سے نڈر اور بے خوف ہو گئے- لا پرواہ اور بے پرواہ ہو گئے- خود کو اہم اور اللہ کو غیر اہم قرار دینے لگے- یادرکھ کوئی شخص اس وقت تک صاحب ایمان نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اللہ سے نہ ڈرتا رہے اور یہ بھی اچھی طرح سمجھ لے کہ کوئی شخص صرف اس لئے صاحب ایمان نہیں ہوسکتا کہ وہ مسلمان گھرانے میں پیدا ہوا- جب تک کہ وہ دل کی سچائی کے ساتھ زبان سے ایمان نہ لائے اور ایمان کو اپنے دل میں قائم نہ کرے اور اس کے لئے عمل نہ کرے۔ جان لے کہ یہ شخص اپنی مرضی، اپنے ارادے اور اپنی خواہش کا اور اپنے اختیار کا مالک ہے یعنی جو جی چاہتا ہے کرتا ہے اور جب جی چاہتا ہے کرتا ہے۔ وہ خود ہی اپنا مالک ہے، وہ خود ہی اپنا حاکم ہے- اگر وہ خود کو اللہ کا بندہ قرار دیتا تو پھر وہ اللہ کا اطاعت گزار، فرمانبردار، شکر گزار،

Marfat.com

امانت دار اور احسان مند بندہ ہوتا، ملکیت ہوتا، مخلوق ہوتا، وراثت ہوتا، پروردہ ہوتا، رعایا ہوتا- جان لے کہ عبادت ہی بندگی ہے- بندگی کے معنی ہی سر جھکانے کے ہیں اور ایمان لانا پڑتا ہے، اسے حاصل کرنا پڑتا ہے اور پھر اس حاصل کی ہوئی دولت کی نماز کے ذریعے سے حفاظت کرنا پڑتی ہے-

انا للّٰہ و انا الیہ راجعون-

ترجمہ:-"ہم اللہ ہی کی ملکیت ہیں اور اسی کی طرف لوٹ جائیں گے-"

دراصل اہل دانش وہ ہیں جو اللہ کو کھڑے، بیٹھے اور لیٹے یاد کرتے ہیں-

وللّٰہ الاسماء الحسنیٰ فادعوہ بھا-

ترجمہ:-"اللہ کے نام بڑے خوبصورت ہیں- اسے انہی ناموں سے پکارو-" (۷:۱۸۰)

فامامن تاب و آمن و عمل صالحاً فعسیٰ ان یکون من المفلحین-

ترجمہ:-"ایک تائب ایماندار اور صالح العمل انسان کامیاب رہے گا-" (۲۸:۶۷)

...... لآیات لا ولی الالباب، الذین یذکرون اللّٰہ قیاماً و قعوداً وعلی جنوبھم......

ترجمہ:-"اس میں اہل دانش کے لئے آیات ہیں اور اہل دانش وہ ہیں جو اللہ کو کھڑے، بیٹھے اور لیٹے یاد کرتے ہیں-" (۳:۱۹۰،۱۹۱)

عقیدۂ توحید پر ایمان لائے بغیر کوئی شخص صاحب ایمان نہیں ہوسکتا اور جس کے دل میں ایمان ہے تو وہ اپنی ایمانداری کو خرچ بھی ضرور کرے گا یعنی ایمان ہوگا تو صاحب ایمان اسے اپنے عمل سے ضرور خرچ کرے گا- تو جان لو کہ نماز عقیدۂ توحید پر ایمان کا عملی اظہار ہے اور ہر قول کی سچائی کا اظہار اس کا عمل ہے- اگر قول کی سچائی میں عمل نہیں ہے تو قول میں سچائی بھی نہیں ہے- جو شخص مست و بے خود ہے وہ نماز کی پابندی سے آزاد ہے- لیکن اگر کوئی شخص مکمل ہوش و حواس میں ہے اور اپنے صاحب ایمان ہونے پر بضد ہے اور نماز نہیں پڑھتا، تو ایسے شخص کی اصلاح کے لئے

Marfat.com

اتنا ہی کہہ دینا کافی ہے کہ یا تو انسان اپنے نفس کی پیروی میں شیطان کی اطاعت کرے گا اور شر کی راہ اختیار کرے گا یا پھر اپنے نفس سے دستبردار ہو کر اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے گا اور خیر کی راہ اختیار کرے گا۔ انسان کے پاس ان دو کے علاوہ کوئی تیسری راہ نہیں ہے۔ نماز بندگی کا عملی اظہار ہے اور نماز بندگی کی صفات کی عملی تصویر ہے۔ بے نماز اپنے عمل سے اللہ تعالیٰ کی بندگی کرنے سے انکار کرتا ہے اور نماز بندگی کی راہ ہے اور راہ کے بغیر انسان گمراہ ہے اور جو گمراہ ہے اس کا ہاتھ شیطان پکڑ لیتا ہے اور ایک عام انسان دلائل میں شیطان سے نہیں جیت سکتا۔ اس لئے ہم تو اللہ کی فرمانبرداری میں قرآن کے ہر حکم پر بغیر کسی دلیل کے عمل کرتے ہیں اور اللہ کے علم اور حکمت پر بھروسہ کرتے ہیں۔

اللہ کے ذکر، حمد اور تسبیح کے سوا کوئی چیز انسان کو سکون عطا نہیں کرسکتی

الابذکر اللّٰہ تطمئن القلوب

ترجمہ:۔ ’’یاد رکھو! اللہ کے ذکر ہی سے دلوں کو سکون حاصل ہوتا ہے۔‘‘

فسبح بحمد ربک وکن من الساجدین۔ فاعبد ربک حتیٰ یاتیک الیقین۔

ترجمہ:۔ ’’حمد خدائی کے گیت گاؤ، سجدے میں گرو اور عبادت کرو تاکہ تمہیں نعمت یقین حاصل ہو۔‘‘ (۱۵:۹۹)

وسبح بحمد ربک قبل طلوع الشمس و قبل غروبها ومن آناء الیل فسبح و اطراف النهار لعلک ترضیٰ۔

ترجمہ:۔ ’’طلوع وغروب آفتاب سے پہلے، دوران شب اور دن کے کناروں پر اللہ کی حمد و ثنا کیا کرو، تاکہ تمہیں مسرت وشادمانی نصیب ہو۔‘‘ (طہٰ:۱۳۰)

Marfat.com

عبادت سے دکھ درد دور ہوتے ہیں اور عبادت برے اعمال اور اس کے برے نتائج سے نجات دلاتی ہے

ان الصلوٰۃ تنھیٰ عن الفحشاء و المنکر و لذکر اللّٰہ اکبر-

ترجمہ:-''عبادت (نماز) برے اعمال اور برے نتائج سے نجات دلاتی ہے اور یاد خدا بڑی چیز ہے-''(۲۹:۴۵)

وللّٰہ الاسماء الحسنیٰ فادعوہ بھا-

ترجمہ:-''اللہ کے نام بڑے پیارے ہیں اسے انہی ناموں سے بلایا کرو-''

تتجا فی جنوبھم عن المضاجع یدعون ربھم خوفاً و طمعاً-

ترجمہ:-''رات کو ان کے پہلو بستر سے الگ رہتے ہیں- وہ بیم و رجا کی حالت میں اللہ کو پکارتے ہیں......''(۳۲:۱٦)

والذین یبیتون لربھم سجداً و قیاماً-

ترجمہ:-''یہ لوگ اپنی راتیں قیام و سجدہ میں گزار دیتے ہیں-''

یا ایھا الذین آمنوا ارکعوا واسجدوا واعبدوا ربکم وافعلوا الخیر لعلکم تفلحون-

ترجمہ:-''ایمان والو، اللہ کے سامنے جھک جاؤ، سجدے کرو، صرف اسی کی عبادت کرو اور نیکی کی شاہراہ پر بڑھے چلو، تاکہ تمہیں کامیابی نصیب ہو-''(۲۲:۷۷)

اے اللہ ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں

بھائی چل اپنے ایمان کو قول اور فعل کی کسوٹی پر پرکھتے ہیں کہ تیرا عمل تیرے قول کو کس حد تک سچا ثابت کرتا ہے- تیرے قول پر جھوٹ کا غلبہ ہے یا سچائی کا غلبہ ہے کیونکہ جو رنگ غالب ہوگا اور جس حد تک غالب ہوگا وہ بہر حال نظر آئے گا- پھر یہ سوچ کہ جب تو ایمان لاتا ہے تو اپنے اللہ

کو بطور کل اپنا سب کچھ قرار دیتا ہے اور کائنات کے کل کے طور پر قبول کرتا ہے اور خود کو اور اپنی ہر ہر چیز کو اپنے اللہ کے سپرد کرتا ہے اور بندگی اختیار کرتا ہے۔ اس بات کو اچھی طرح سمجھ لے کہ جب تو کسی کو قبول کرتا ہے تو برضا ورغبت اپنی مرضی اور پسند سے قبول کرتا ہے اور جس چیز کو قبول کرتا ہے اسے اختیار کرتا ہے، اس سے قربت رکھتا ہے، اس کی حفاظت کرتا ہے، اپنے عمل اور قول سے اس کی قبولیت کا اظہار کرتا ہے اور جب قبولیت ختم ہو جاتی ہے تو قربت بھی ختم ہو جاتی ہے، پسند ناپسند میں بدل جاتی ہے، قربت دوری میں بدل جاتی ہے اور اقرار انکار میں بدل جاتا ہے، انسیت، بے رخی میں بدل جاتی ہے، حسن ظن، بدظنی میں بدل جاتا ہے اور عمل بے عملی میں بدل جاتا ہے، یقین بے یقینی میں بدل جاتا ہے۔ ذرا اب تو یہ دیکھ کہ اللہ سے دوری اختیار کر کے کہیں تو اپنے اللہ پر ایمان لانے کا اپنے عمل سے انکار تو نہیں کر رہا ہے اور اپنی اس قبولیت کے اقرار سے انکار تو نہیں کر رہا ہے کیونکہ قبولیت قربت ہے اور انکار دوری ہے اور قبولیت میں انسان اپنے قول اور عمل کا خیال رکھتا ہے اور انکار میں بے پرواہی کرتا ہے اور عدم توجہی کرتا ہے، غفلت برتتا ہے۔ قبولیت میں اہمیت دیتا ہے اور انکار کی صورت میں اس چیز کو غیر اہم قرار دیتا ہے۔

اور تو اللہ سے ہر وقت یہ کہتا رہتا ہے کہ ایاك نعبدُ وَ ایاك نستعین۔ ''اے اللہ ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں اور آپ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔'' کیا تو اپنے اقرار میں سچا ہے یا تو اللہ سے جھوٹ بولتا ہے۔ کیونکہ جھوٹ انسان یا تو لالچ کے سبب بولتا ہے یا خوف کے سبب بولتا ہے یا عادتاً بولتا ہے یا روایات کا بھرم رکھنے کے لئے، روایات کی پاسداری میں بولتا ہے، یا دھوکہ دینے کے لئے بولتا ہے یا دوسرے کا دل رکھنے کے لئے یا ان کو دل آزاری سے بچانے کے لئے بولتا ہے یا پھر اس لئے بولتا ہے کہ شاید جھوٹ بولنے سے کچھ مقصد حاصل ہو جائے یا کچھ نفع حاصل ہو جائے۔ دیکھ یہ کسوٹی ہے تیرے ایمان کی، تیرے قول کی، تیرے اقرار کی کہ کیا تو واقعی سچا ہے، کیا تو واقعی صاحب ایمان ہے۔ کیا تیرے کفر پر ایمان کا تھوڑا سا بھی غلبہ ہے۔ کیا تیرے جھوٹ پر سچائی تھوڑی سی بھی غالب ہے اور سچائی کا رنگ غالب ہے۔ پھر کیا تو واقعی اللہ کی عبادت کرتا ہے، کیا تو واقعی صرف اور صرف اپنے اللہ ہی سے مدد مانگتا ہے اور کیا تو صرف اور صرف اپنے اللہ ہی پر

Marfat.com

بھروسہ کرتا ہے، کیا تیرے ہر ہر قول اور ہر ہر عمل میں اپنے اللہ کو اور اپنے اللہ کے احکامات کو ذرہ برابر بھی غلبہ حاصل ہے، ترجیح حاصل ہے، اہمیت حاصل ہے، اولیت حاصل ہے، قبولیت حاصل ہے، کیا تیرے دل پر اللہ کا خوف غالب ہے، خواہ وہ ذرہ برابر ہی کیوں نہ ہو۔ تو پھر اس بات کو اچھی طرح سمجھ لے کہ جس کے دل پر اپنے اللہ کا خوف ذرہ برابر بھی غالب ہے، تو دنیا کا خوف مکمل مغلوب ہے۔ ذرا سا غلبہ بھی مکمل غلبہ ہوتا ہے۔ کیا تو یہ نہیں دیکھتا کہ جو تھوڑا سا بھی طاقتور ہوتا ہے وہ دوسرے کو مغلوب کر لیتا ہے اور اپنے قابو میں کر لیتا ہے، اپنے زیر اثر رکھتا ہے اور اس پر حاوی رہتا ہے۔

اب دیکھ کہ تجھ پر اللہ کا خوف غالب ہے یا دنیا کا، اپنے اللہ تعالیٰ کی اہمیت کا غلبہ ہے یا دنیا کی اہمیت کا، اللہ کی قبولیت کا غلبہ ہے یا دنیا کی قبولیت کا، اپنے اللہ کی پسند اور ناپسند کا غلبہ ہے یا دنیا کی پسند اور ناپسند کا، اللہ پر ایمان کا غلبہ ہے یا دنیا پر ایمان کا غلبہ ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ ایک غالب ہے تو دوسرا مغلوب ہے، جو غالب ہے وہ حاکم ہے، جو مغلوب ہے وہ محکوم ہے، جو غالب ہے وہ بادشاہ ہے، جو مغلوب ہے وہ رعایا ہے، جو غالب ہے وہ مالک ہے جو مغلوب ہے وہ ملکیت ہے، جو غالب ہے وہ وارث ہے، جو مغلوب ہے وہ وراثت ہے، جو غالب ہے وہ پالنے والا ہے اور جو مغلوب ہے وہ پلنے والا ہے کیونکہ مغلوب کی ضرورتیں غالب کی مرضی سے پوری ہوتی ہیں۔ اب اس کسوٹی پر اپنے سچ اور جھوٹ کا فیصلہ کر لے۔ اگر تو اپنے اللہ کا مغلوب ہے تو اللہ کا بندہ ہے اور تیرے اقرار پر سچائی غالب ہے، خواہ یہ سچائی ذرا سی ہی کیوں نہ ہو، تو واقعی تو، خود کو اللہ کا بندہ، اللہ کی مخلوق، اللہ کی ملکیت، اللہ کی وراثت، اللہ کا پروردہ، اللہ کی رعایا قرار دیتا ہے۔ اگر تجھ پر دنیا کا غلبہ ہے، خواہ یہ غلبہ ذرا سا ہی کیوں نہ ہو، تو پھر تو خود کو دنیا کی مخلوق، دنیا کا پروردہ، دنیا کی وراثت، دنیا کی ملکیت، دنیا کی رعایا قرار دیتا ہے۔ اس صورت میں تو گھاٹے کا سودا کرتا ہے۔ دیکھ دنیا بھی اللہ کی ہے اور آخرت بھی اللہ کی ہے۔ تمام اسباب اور وسائل بھی اللہ ہی کے ہیں اور اللہ ہر شے پر قادر ہیں۔ تو خود کو اپنے اللہ سے وابستہ کر لے، اسی اللہ سے جو کائنات کی کل ہے۔ جو سب کچھ ہے اور جس کا سب کچھ ہے۔ اگر تو عقلمند ہے تو اس حقیقت کو پہلے ہی تسلیم کر لے جس کے تسلیم نہ کرنے

میں دنیا اور آخرت دونوں کا نقصان ہے۔ تو ایک اللہ کا ہو جا اور ساری کائنات کو اپنا بنا لے، تو ایک اللہ کے آگے سر جھکا اور ساری دنیا کے آگے سر جھکانے سے بچ جا، تو ایک اللہ سے مانگ اور ساری دنیا کے آگے ہاتھ پھیلانے سے بچ جا، تو اپنے دل پر اللہ کے خوف کو غلبہ دے اور ساری دنیا کے خوف سے نجات پا جا، تو اللہ کا مغلوب ہو کر ساری دنیا پر غلبہ پا لے، اپنے اللہ کے حضور ذلت اختیار کر اور دنیا کے لئے معزز اور محترم ہو جا، بڑے فائدے کے لئے چھوٹے فائدے کو ترک کر دے اور بڑے نقصان سے بچنے کے لئے دنیا کے اس چھوٹے سے نقصان کو جو درحقیقت نقصان نہیں ہے، قبول کر لے اور اپنے کسی بھی عمل پر یہاں تک کہ اپنے کسی ایک لمحے پر بھی بھروسہ نہ کرتے ہوئے صرف اور صرف اللہ کی رحمت پر نظر رکھ اور رحمت کو تلاش کرتا رہ اور رحمت کو طلب کرتا رہ، ایمان کے حصول کی کوششوں میں لگا رہ اور اپنے ہر ہر قول میں اور عمل میں اللہ کے خوف کو، اللہ کی ترجیح کو، اللہ کی پسند کو ~~مفاد پسند~~ کو غالب کر، اللہ کے احکام کی تعمیل کو نامکمل سمجھ کر اس کی تکمیل میں لگا رہ اور توبہ اور استغفار کرتا رہ۔ جس دن یا جس گھڑی تو نے یہ سمجھ لیا کہ تیرا ایمان مکمل ہو گیا اور تو صاحب ایمان ہو گیا بس وہیں سے خرابی شروع ہو جائے گی۔ اصلاح کا عمل ختم ہو جائے گا، سفر رک جائے گا اور تو گمراہ ہو جائے گا۔ دیکھ ملکیت مالک کے مقابل، تخلیق خالق کے مقابل، رعایا بادشاہ کے مقابل، وراثت وارث کے مقابل، بندہ معبود کے مقابل، کمزور طاقتور کے مقابل، چھوٹا بڑے کے مقابل ہمیشہ بے اختیار ہوتا ہے۔ چھوٹا جب بھی کوئی چیز طلب کرے گا تو بطور اپنے حق کے نہیں بلکہ بطور رعایت کے طلب کرے گا، بطور احسان کے طلب کرے گا اور ہمیشہ درخواست کرے گا یا التجا کرے گا۔

اور ذرا سوچ جب تو نے اللہ کو وحدہ لاشریک، پاک و بے عیب، تمام تعریفوں والا، اپنا معبود تسلیم کر لیا تو گویا تو نے اللہ ہی کو اپنا سب کچھ قرار دے دیا اور اپنی ذات پر اور اپنی ہر ہر چیز پر اللہ کے مکمل قبضہ و قدرت کو، اختیار کو اور حق کو تسلیم کر لیا اور غالب کر لیا اور اس طرح خود کو خیر اور فلاح کے، حق اور سچائی کے اس نظام کا ایک رکن بنا دیا۔ اس نظام کی تربیت کے لئے اسکول میں داخلہ لے لیا۔ اب تجھے پڑھنا بھی ہے، سیکھنا بھی ہے، تربیت بھی حاصل کرنی ہے، امتحان کی تیاری بھی

کرنی ہے اور امتحان بھی دینا ہے- اسکول نہیں جائے گا تو نام کٹ جائے گا، محنت نہیں کرے گا تو
فیل ہو جائے گا، امتحان میں بیٹھے گا تو امتحان دے گا اور امتحان نہیں دے گا تو رہ جائے گا- محنت
کرے گا اور صحیح پرچہ حل کرے گا تب امتحان میں پاس ہوگا- خیر اور فلاح کی تربیت حاصل کرے
گا تو خیر اور فلاح کے اس نظام میں داخل ہوگا- اپنے قول اور فعل میں، فکر و شعور میں، اپنی فطرت
میں جتنی پاکی حاصل کرے گا اتنا ہی پاک و بے عیب، وحدہٗ لاشریک، تمام تعریفوں والے اللہ سے
قریب ہوگا اور پاکی اس وقت تک نہیں مل سکتی جب تک اپنی فطرت سے تمام ناپاکیوں کو خارج نہ
کرتا رہے اور مزید ناپاکیوں کو اپنے شعور میں داخل ہونے سے نہ روکے اور پاکیوں کو اپنے شعور
میں جگہ نہ دے اور یہ سب کچھ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک تو پاکیوں اور ناپاکیوں میں تمیز نہ
کرے، فرق نہ کرے اور ان کو نہ سمجھے- دیکھ اور ڈرتا رہ اس بات سے کہ تو نے ایمان کو تو قبول کیا
ہے، اب اگر تو اپنے قول یا عمل سے اپنی قبولیت کا انکار کرتا ہے تو تو باغی، نافرمان اور دشمن قرار پاتا
ہے، خود کو قابل بھروسہ قرار دیتا ہے، تیری واپسی دشوار ہوتی ہے جبکہ قبول نہ کرنے والے کے لئے
قبولیت کا راستہ ہمیشہ کھلا رہتا ہے-

Marfat.com

باب دوم

ایمان بالملائکہ

ذرا اب غیب کی طرف چل، تو اس وقت تک صاحب ایمان نہیں ہوسکتا جب تک تو غیب پر ایمان نہ لائے۔ هدى اللمتقين الذين يؤمنون بالغيب. یہ ہدایت ہے ان پرہیزگاروں کے لیے جو غیب پر ایمان لاتے ہیں۔ دیکھ، اللہ غیب ہیں۔ ملائک اور فرشتے غیب ہیں۔ منصبِ رسالت غیب ہے۔ موت غیب ہے۔ روح غیب ہے اور موت کے بعد کی زندگی غیب ہے۔ روزِ قیامت غیب ہے۔ سزا اور جزا غیب ہیں۔ جنت اور دوزخ غیب ہیں۔ خیر اور شر غیب ہیں۔ نیکی اور بدی غیب ہیں۔ تمام احساسات اور محسوسات غیب ہیں۔ عقل و شعور غیب ہے۔ ہر شے کا باطن غیب ہے جو ظاہر کو متحرک کرتا ہے۔ ہر حرکت ہر عمل، ایک پوشیدہ احساس یا ایک پوشیدہ فطرت کے زیر اثر ہوتا ہے اور یہی اس احساس کا باطن ہوتا ہے۔ پھر اس حرکت سے حاصل ہونے والا احساس ہم دوبارہ اسی باطن کو یا اپنی فطرت یا شعور کو منتقل کر دیتے ہیں۔ معلوم یہ ہوا کہ غیب ہی سب کچھ ہے جو ظاہر کو متحرک رکھتا ہے۔ دراصل غیب پر ایمان لانے والا ہر شے کی اصل حقیقت یعنی اس کے باطن کو قبول کرتا ہے۔ باطن سے وابستہ ہوتا ہے۔ باطن پہ نظر رکھتا ہے اور باطن کی حقیقتیں تلاش کرتا ہے۔ اور اس طرح نکتہ رسی، عمیق مشاہدہ اور فکر کی گہرائی حاصل کرتا ہے۔

ملائک اور فرشتے غیب ہیں اور کائنات کے باطنی نظام کا حصہ ہیں۔ کائنات کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جہاں فرشتے سجدے میں پڑے اللہ کی حمد و تسبیح نہ کرتے ہوں۔ جن فرشتوں سے ہم واقف ہیں، ان میں ایک تو جبریلِ امین ہیں جو اللہ کے پیغام کو امانت داری کے ساتھ اس کی اصل حالت میں پیغمبروں تک پہنچاتے ہیں۔ دوسرے حضرت میکائیل ہیں جو مینہ برساتے ہیں۔ رزق کی تقسیم کا کام بھی ان ہی کے سپرد ہے۔ تیسرے داروغۂ جہنم ہیں۔ دو اور فرشتے ہیں جن کا قرآن میں ذکر ہے مگر نام نہیں ہے۔ ایک حضرت عزرائیل ہیں جن کی ماتحتی میں فرشتوں کا ایک بہت بڑا گروہ

Marfat.com

ہے، یہ روح قبض کرتے ہیں۔ پھر ان ماتحت فرشتوں کے بھی درجات ہیں۔ جو انسان دین، تقویٰ اور ہدایت کے لحاظ سے جتنے بلند درجے کا ہوتا ہے، اس کی روح ویسے ہی بلند درجہ فرشتے قبض کرتے ہیں۔ پھر حضرت اسرافیل ہیں جو قیامت کے دن صور پھونکیں گے۔ اس کے علاوہ دو فرشتے معزز لکھنے والے ہیں جو ہر انسان کے ساتھ ہیں۔ ان میں سے ایک اعمالِ صالح لکھتے ہیں اور دوسرے اعمالِ بد لکھتے ہیں۔ پھر ہر شخص کے ساتھ کچھ محافظ فرشتے بھی ہوتے ہیں۔ قرآن میں ان آٹھ فرشتوں کا بھی ذکر ہے جو قیامت کے دن عرشِ الٰہی اٹھائے ہوں گے۔ اس کے علاوہ انیس فرشتے دوزخ کے ہیں

فرشتوں کی تمام خصوصیات فطری ہیں۔ اس بات کو اس طرح سمجھیں کہ ایک کمپیوٹر ہے۔ اس کو ہم جو پروگرام دیتے ہیں یا فیڈنگ کرتے ہیں، ویسے ہی نتائج ہمیں حاصل ہوتے ہیں۔ فرشتوں میں ان کی تمام صفات فیڈ ڈ ہیں۔ جب کہ انسان کو ان ہی تمام صفات کی اپنے شعور کو فیڈنگ کرنا ہے۔ پروگرام قرآن وسنت کی شکل میں، ذکر وفکر، حمد وتسبیح، توبہ واستغفار، درود اور نماز اور دیگر عبادات کی صورت میں موجود ہے۔ اور سب کچھ اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات میں موجود ہے۔ اور یہ ایک فطری طریقہ ہے کہ پہلے اللہ تعالیٰ کی بڑائی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کی اپنے شعور کو فیڈنگ کی۔ پھر اللہ تعالیٰ کی بڑائی کے احساس کے تحت تمام تعریفوں والے اللہ کی فرمانبرداری اختیار کی۔ اور اس بے لوث اور غیر متزلزل اور ابدی فرمانبرداری میں اللہ تعالیٰ کی ان صفات کا اثر قبول کیا۔ مرنے کے بعد انسان کا اختیار ختم ہوتے ہی، وہی فیڈنگ اس کی فطری صفات میں ڈھل گئی۔ یعنی اس فیڈنگ نے اس کی روح کی فطری بھلائیوں کی شکل اختیار کرلی۔ اسی طرح جس نے برائیوں کی فیڈنگ کی تو یہی برائیاں ہمیشہ کے لیے اس کی فطری برائیاں بن گئیں۔

فرشتوں کی خصوصیات

۱) فرشتے اللہ تعالیٰ کی اطاعت گزار، فرمانبردار، وفادار، شکرگزار، امانت دار، اور احسان مند مخلوق ہیں۔ ان کی یہ صفات لازوال، غیر متزلزل اور ابدی ہیں ۲) فرشتے اپنے اللہ کی ایسی قابلِ

Marfat.com

فخر مخلوق ہیں، ملکیت ہیں، رعایا ہیں، وراثت ہیں جو اللہ کے مقابل بے اختیار ہیں۔ یہ اپنی کوئی ذاتی خواہش نہیں رکھتے۔ صرف اور صرف اپنے اللہ کے اختیار سے، اپنے اللہ کی مرضی، خواہش اور ارادے کے تحت کام کرتے ہیں۔ ہر کام احساسِ ذمہ داری اور احساسِ فرض کے تحت اپنے وقت پر انجام دیتے ہیں۔ ہر وقت اپنے بزرگی والے اللہ کی حمد اور تسبیح میں، ذکر اور فکر میں، شکرگزاری اور امانت داری میں مشغول رہتے ہیں۔ اور بے شک وہی پرورده، وہی وراثت، وہی مخلوق، وہی ملکیت اور وہی رعایا قابلِ فخر ہے جو اپنے پروردگار کے، اپنے مالک کے، اپنے خالق کے، اپنے وارث کے قبضہ وقدرت کو، اس کے اختیار کو، اس کے ارادے کو، اس کی خواہشات کو، اس کی مرضی کو اور اس کے حق کو تسلیم کرتے ہوئے اور اسے اپنے اوپر لازم قرار دیتے ہوئے، خود کو اپنے اللہ کے سپرد کردے۔ یہی مخلوق کا شرف ہے۔ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ فرشتے نورانی مخلوق ہیں۔ ان میں مذکر اور مؤنث کی کوئی خصوصیت نہیں ہے۔ یہ اللہ کے حکم سے جو شکل چاہیں اختیار کر سکتے ہیں۔ یہ بے حد طاقتور ہیں۔ ان پر کوئی مخلوق غلبہ نہیں پا سکتی۔ ان کی معصومیت فطری ہے۔ یہ پاکیزہ اخلاق رکھتے ہیں اور اپنی ہر چیز میں پاکی کو پسند کرتے ہیں۔ فرشتوں کی ان خصوصیات کو سامنے رکھتے ہوئے جب ہم اللہ بزرگ و برتر کے قائم کردہ فلاحی نظام کی، سلامتی کے نظام کی، امن اور بے خوفی کے نظام کی خصوصیات کا مطالعہ کرتے ہیں، اور تمام عبادات اور احکامات کا مقصد جاننے کی کوشش کرتے ہیں، تو معلوم ہوتا ہے کہ انسان کو فرشتوں کی مانند اعلیٰ اوصاف عطا کرنا، خیر وفلاح کے نظام کی اہلیت عطا کرنا اور اسے اس نظام کا ایک اچھا کارکن بنانا ہی اصل مقصد ہے۔

فرشتوں پر ایمان لانا کیوں ضروری ہے

دیکھیے، فرشتوں اور ملائک پر ایمان لا کر درحقیقت تو اللہ وحدہ لاشریک لہٗ کی حاکمیت پر، قبضہ و قدرت پر، اختیار پر ایمان لاتا ہے۔ تو اس کی عالیشان حکومت پر ایمان لاتا ہے۔ اور اس بات پر ایمان لاتا ہے کہ کوئی شے اللہ کے قبضہ وقدرت سے باہر نہیں ہوسکتی۔ نہ اس کی حکومت میں کوئی سازش ہوسکتی ہے، نہ بغاوت ہوسکتی ہے۔ نہ اس کے استحکام کو کوئی خطرہ لاحق ہوسکتا ہے۔ نہ کوئی شے اس کی نظروں سے اوجھل رہ سکتی ہے۔ اور کسی کے لیے بھی فرار کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ اور یہ کہ

گناہ چھپ کر بھی نہیں کیا جا سکتا۔ ہر عمل کو دیکھنے والے اور لکھنے والے فرشتے موجود ہیں۔ اللہ بھی دیکھ رہا ہے اور فرشتے بھی دیکھ رہے ہیں۔ نہ کوئی سرکشی کر سکتا ہے، نہ ان فرشتوں پر قابو پایا جا سکتا ہے۔ اور فرشتے بندگی کی اعلیٰ ترین مثال ہیں۔ ان کے اوصاف بندگی کے اعلیٰ ترین اوصاف ہیں۔ اور ان کا ہر عمل اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے یعنی بندگی ہے، کیونکہ عبادت ہی بندگی ہے۔

فرشتوں پر ایمان لا کر تو خیر کے، فلاح کے، سلامتی کے، امن اور بے خوفی کے اس نظام پر اور اس کی ضرورتوں پر بھی ایمان لاتا ہے۔ دیکھ، پاک بے عیب تعریفوں والے اخلاقی اوصاف کے ساتھ اور شک و شبہ سے پاک، اطاعت گزاری، فرمانبرداری، شکرگزاری، امانت داری اور احسان مندی ہی، ہر اچھے اور کامیاب فلاحی نظام کی حقیقی ضرورت ہے۔ یہی ہر مالک اپنی ملکیت سے چاہتا ہے۔ ہر آقا اپنے غلام سے چاہتا ہے۔ ہر پالنے والا اپنے پلنے والے سے چاہتا ہے۔ تمام ماں باپ اپنی اولاد سے یہی چاہتے ہیں۔ ہر بادشاہ اپنی رعایا سے یہی چاہتا ہے۔ ہر حاکم اپنے محکوم سے یہی چاہتا ہے۔ ہر مالک اپنے ملازم سے یہی چاہتا ہے۔ ہر غالب اپنے مغلوب سے یہی چاہتا ہے۔ ہر وارث اپنی وراثت سے یہی چاہتا ہے۔ اور خالق اپنی مخلوق سے یہی چاہتا ہے۔

Marfat.com

باب سوم

ایمان بالکتب

تیسری چیز جس پر ایمان لانے کا حکم ہے، وہ کتابیں ہیں جو اللہ نے اپنے پیغمبروں پر نازل فرمائیں۔ ان میں سے بڑی کو کتاب اور چھوٹی کو صحیفہ کہتے ہیں۔ کتنے پیغمبر اس دنیا میں آئے، اس کا علم تو اللہ ہی کو ہے۔ ہم تو بس اتنا ہی جانتے ہیں جتنا ہمارے اللہ نے ہمیں بتلا دیا اور سکھلا دیا ہے۔ ہم کو تمام پیغمبروں کے بارے میں، ان کی کتابوں کے بارے میں، ان کے صحیفوں کے بارے میں کچھ علم نہیں، اور نہ وہ دنیا میں کہیں موجود ہیں۔ سوائے چار کتابوں کے، جن میں سے ایک زبور ہے جو حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل ہوئی۔ دوسری کتاب تورات ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی۔ تیسری انجیل ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی، اور آخری کتاب قرآن مجید ہے جو نبی آخر الزماں، خاتم النبیین حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔ ان میں سے پہلی تین کتابوں میں بڑی تحریف ہو چکی ہے اور اپنی اصل شکل میں صرف ایک ہی آسمانی کتاب موجود ہے اور وہ قرآن مجید ہے۔ ایمانِ مفصل کی ترتیب پر غور کریں تو اس راز کا پتہ چلتا ہے کہ سب سے پہلے اللہ پر ایمان لانے کا حکم ہے۔ پھر ملائک اور فرشتوں پر یعنی اللہ تعالیٰ کی حاکمیت پر اور حاکمیت کے عالیشان، پاک، بے عیب، غیر متزلزل، مستحکم نظام پر، اور اللہ کے قبضہ و قدرت اور گرفت پر اور اس کے بعد کتابوں پر ایمان لانے کا حکم ہے، کیونکہ یہ کتاب اللہ کا حکم ہے اور پیغام ہے جس کے ذریعے سے اللہ نے اپنے رسول کی رسالت کو ثابت کیا۔ پھر حکم دیا کہ میری اطاعت کرو اور میرے رسول کی اطاعت کرو۔ یعنی میری اطاعت گزاری میں میرے رسول کی اطاعت کرو۔ پھر روزِ قیامت پر یعنی سزا اور جزا پر، پھر خیر اور شر پر کہ دونوں اللہ کی طرف سے ہیں، پھر موت پر اور موت کے بعد کی زندگی پر ایمان لانا ضروری ہے۔

ایمان بالکتب کا حکم قرآن میں ایک جگہ یوں ملتا ہے...... ترجمہ: " (مسلمانوں تم یہود و نصاریٰ کو یہ) جواب دو کہ ہم تو اللہ پر ایمان لائے ہیں، اور (قرآن) جو ہم پر اترا (اس پر) اور (

Marfat.com

صحیفے) جو ابراہیم اور اسمٰعیل پر، یعقوب اور اولادِ یعقوب پر اترے (ان پر) اور موسیٰ اور عیسیٰ کو جو کچھ ملا (اس پر) اور جو دوسرے پیغمبروں کو ان کے پروردگار کی طرف سے ملا (اس پر)۔ ہم ان پیغمبروں میں سے کسی میں بھی کوئی فرق نہیں کرتے۔ اور ہم تو اسی ایک اللہ کے فرمانبردار ہیں۔ (البقرہ:۱۳۵)

شریعت نے اہل کتاب کو کچھ رعایتیں دی ہیں۔ مثال کے طور پر اہل کتاب کے ذبیحہ کیے ہوئے وہ حلال جانور جن پر اللہ کا نام لیا گیا ہو، کھائے جاسکتے ہیں۔ اس سے مراد وہ اہل کتاب ہیں جو عقیدۂ توحید پر عمل کرتے ہیں۔ عقیدۂ توحید ہر الہامی مذہب کا لازمی حصہ رہا ہے اور ہر نبی نے خود بھی عقیدۂ توحید پر عمل کیا اور اپنی پیروی کرنے والوں کو بھی عقیدۂ توحید پر سختی سے کاربند رہنے کی تاکید کی ہے۔ کافر اپنے تکبر کے سبب زبان سے بھی اللہ کا انکار کرتا ہے، جبکہ تمام مشرک اپنے فطری تکبر کے باعث اپنے عمل سے اللہ کا انکار کرتے ہیں، اور ان کا یہ اقرار کہ ہم اللہ کو مانتے ہیں سوائے جھوٹ کے کچھ نہیں ہوتا۔ کیونکہ اگر وہ اللہ کو مانتے تو اس کی ذات اور صفات کو بھی مانتے اللہ کو وحدہ لاشریک جانتے اور عقیدۂ توحید پر کاربند ہوتے۔ مشرک تو اپنے تکبر کے باعث اللہ کی بندگی کو، اللہ کی فرمانبرداری کو اور اللہ کے آگے سر جھکانے کو سخت ناپسند کرتا ہے۔ اور مشرک ہمیشہ جن کو اللہ کا شریک ٹھہراتا ہے، صرف ان کے نام کو اور ان کی ذات کو، بطور عام انسان کے استعمال کرتا ہے۔ اگر وہ ان کی دینی حیثیت اور مرتبے کو قبول کرتا، تو ان کی تعلیمات کو، قول و عمل کو، اور عقیدۂ توحید کو بھی ضرور قبول کرتا۔ اگر وہ ان سے عقیدت، محبت، وابستگی رکھتا اور ان کی دینی حیثیت کا کوئی احترام اس کی نگاہ میں ہوتا تو کبھی ان کی تعلیمات سے، قول و عمل سے اور دینی حیثیت سے انکار نہ کرتا۔ اور ان کی پسند اور ان کی تعلیمات کے خلاف ان کے نام کو استعمال کر کے ان سے دشمنی نہ کرتا۔ اگر وہ اللہ کو تسلیم کرتا تو اللہ کی بزرگی اور بڑائی کو بھی تسلیم کرتا، اور بڑے کے مقابل خود کو چھوٹا قرار دیتا، اور اللہ کی بڑائی کو غلبہ دیتا، اور اللہ کی فرمانبرداری کرتا اور کبھی بھی شرک نہ کرتا۔

Marfat.com

مسلمان قرآن مجید کو تسلیم کرتے ہیں

ہم مسلمان تمام پیغمبروں کو مانتے ہیں کہ وہ سب اللہ کے پیغمبر تھے۔ اور ہم مسلمان تمام کتابوں کو مانتے ہیں کہ وہ سب اللہ کی کتابیں ہیں، لیکن رہنمائی کے لیے اپنے اللہ کی آخری کتاب قرآن مجید کو تسلیم کرتے ہیں، اور نبی آخرالزماں خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا رہنما تسلیم کرتے ہیں۔

اب ایک مثال لے، دیکھ ایک بادشاہ ہے، وہ اپنا ایک جنرل اپنے ایک پیغام کے ذریعے اور اپنے ایک حکم کے ذریعے اپنی فوج میں مقرر کرتا ہے۔ فوج کے ہر فرد پر یہ لازم ہوتا ہے کہ وہ اپنے بادشاہ کے حکم کو تسلیم کرتے ہوئے، اور اپنے بادشاہ کی فرمانبرداری میں اس جنرل کو تسلیم کرے۔ اور اپنے بادشاہ کی اطاعت گزاری میں، وفاداری میں، فرمانبرداری میں، اس جنرل کی فرمانبرداری کرے۔ اور بادشاہ کا ہر پیغام اور ہر حکم جو جنرل کے ذریعے اس تک پہنچے، اس کی تعمیل کرے۔ تو غور کر تو اس میں تین باتیں تجھے نظر آئیں گی۔ پہلی چیز ہے بادشاہ اور بادشاہ کا اختیار۔ اور ساتھ ہی سپاہیوں کی اپنے بادشاہ سے محبت، اپنے بادشاہ کی اہمیت، اور اپنے بادشاہ کی فرمانبرداری۔ دوسری چیز وہ حکم جس کے ذریعے سے جنرل نامزد کیا گیا۔ حکم کے ساتھ بادشاہ کا اختیار وابستہ ہے۔ تیسری چیز خود جنرل ہے۔ وہ جنرل اس لیے ہے کہ اسے بادشاہ نے اپنے اختیار سے اختیار دے کر جنرل بنایا ہے۔ اس میں اہم نکتہ یہ ہے کہ یہ سپاہی وہ سپاہی ہیں جو بادشاہ کو تسلیم کرتے ہیں اور بادشاہ سے اطاعت گزاری کا عہد کرتے ہیں۔ اور جو بادشاہ کو اور اس کی بادشاہی کو تسلیم ہی نہیں کرتے، وہ پہلے ہی بادشاہ کے منکر، بادشاہ کے دشمن، بادشاہ کے باغی، بادشاہ کے نافرمان قرار دے دیے گئے۔

اب کچھ عرصے بعد اس جنرل کو واپس بلا لیا جاتا ہے۔ پھر اسی طرح دوسرے جنرل کو مقرر کیا جاتا ہے۔ پھر اسے بھی واپس بلا لیا جاتا ہے اور تیسرے جنرل کو مقرر کیا جاتا ہے۔ جب بادشاہ نے اپنے حکم کے ذریعے پہلا جنرل نامزد کیا اور اس کے ذریعے سے اپنے احکامات نافذ کیے، اس وقت جتنے سپاہیوں نے اپنے بادشاہ کے پیغام کو تسلیم کیا، اپنے بادشاہ کے نامزد جنرل کو تسلیم کیا اور

بادشاہ کے اپنے جنرل کے ذریعے نافذ کیے گئے تمام احکامات کو تسلیم کیا، وہ تو بادشاہ کے وفادار قرار پائے، اور جنہوں نے انکار کیا وہ بادشاہ کے منکر، باغی اور دشمن ٹھہرے۔

اب اس جنرل کی واپسی کے بعد اور نئے جنرل کے آنے تک وہی پہلے والے احکام نافذ العمل رہے۔ جیسے ہی دوسرا جنرل آیا تمام سپاہیوں پر لازم ہوگیا کہ وہ بادشاہ کی طرف سے دیے گئے اس پیغام کو تسلیم کریں جس کے ذریعے بادشاہ نے دوسرا جنرل نامزد کیا۔ اور اس دوسرے جنرل کو تسلیم کریں۔ اور بادشاہ کے ان تمام احکامات کو جو بادشاہ نے اپنے اس دوسرے جنرل کے ذریعے نافذ کیے ہیں، تسلیم کریں۔ تو جن سپاہیوں نے بلا حیل و حجت سب کچھ تسلیم کیا، وہ تو بادشاہ کے وفادار قرار پائے۔ بادشاہ کی سلطنت میں اس کی انتظامیہ کا حصہ رہے اور بادشاہ کے کارکن رہے، لیکن جنہوں نے بادشاہ کے پیغام کا، اس کے دوسرے جنرل کا اور احکامات کا انکار کیا، وہ لاکھ بادشاہ کے ان پہلے والے احکام پر عمل کرتے رہیں، اور یہ کہتے رہیں کہ ہم تو پہلے والے ہی جنرل کو مانتے ہیں، وہ بہرحال بادشاہ کے باغی، دشمن اور نافرمان قرار پائیں گے۔ اور بادشاہ کے نظام سے، اس کی انتظامیہ سے اور اس کی فرمانبردار رعیت سے خارج کردیے جائیں گے۔ ہاں اگر وہ سیدھے راستے پر آجائیں اور اپنے بادشاہ سے معافی مانگیں اور بادشاہ انہیں معاف کردے تو الگ بات ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حکم عدولی کرنے والا حکم دینے والے سے اپنا تعلق توڑ لیتا ہے، اور حکم ماننے سے انکار کرکے حاکم سے بغاوت کرتا ہے اور یوں حاکم کے لیے اور اس کے نظام کے لیے ناقابلِ قبول قرار پاتا ہے۔

اب دوسرے جنرل کی واپسی کے بعد اور تیسرے جنرل کی آمد سے پہلے کے وقفے میں، بادشاہ کے وہی احکامات نافذ العمل رہیں گے جو دوسرے جنرل کے ذریعے نافذ کیے گئے تھے۔ اب جیسے ہی تیسرا جنرل بادشاہ کے نئے احکامات اور پیغامات کے ساتھ آئے گا، بادشاہ کے تمام سپاہیوں پر یہ لازم ہوجائے گا کہ وہ بادشاہ کی فرمانبرداری میں بادشاہ کے نئے پیغام کو تسلیم کریں اور بادشاہ کے نئے نامزد کردہ جنرل کو تسلیم کریں۔ اور اس جنرل کے ذریعے نافذ کردہ بادشاہ کے تمام احکامات کو تسلیم کریں۔ تو جو سپاہی یہ کہیں گے کہ ہم تو بادشاہ کے اس فرمان کو نہیں

Marfat.com

مانتے ،اس جنرل کونہیں مانتے ،اور بادشاہ کے ان احکامات کونہیں مانتے اور ہم تو بس پہلے والے جنرل اور سابقہ احکامات ہی کو مانتے رہیں گے،تو وہ باغی قرار پائیں گے۔ کیونکہ یہ تو کوئی بات ہی نہ ہوئی کہ ہم سابقہ احکامات کو مانتے ہیں اور موجودہ کونہیں مانتے ۔بس تو وہ سب بادشاہ کے باغی، بادشاہ کے نافرمان، بادشاہ کے دشمن قرار دے کر بادشاہ کی فوج سے، انتظامیہ سے، بادشاہ کی سرپرستی سے، اور بادشاہ کے وفاداروں کے نظام سے خارج کر دیے جائیں گے۔اب اس تیسرے جنرل کی واپسی کے بعد بھی بادشاہ کے یہ احکامات، نئے جنرل کے آنے تک موجودہ احکامات کہلائیں گے،اور بادشاہ کی طرف سے جیسے ہی کوئی نیا جنرل، نئے پیغامات کے ساتھ آئے گا، یہ سابقہ احکامات کالعدم ہو جائیں گے، اور کوئی نیا جنرل نہیں آیا تو یہی احکامات موجودہ احکامات کی صورت میں نافذ العمل رہیں گے۔ ہمیشہ موجودہ احکامات ہی قابلِ عمل ہوتے ہیں۔ اور ہمیشہ موجودہ نصاب ہی سے امتحان ہوتا ہے۔موجودہ احکامات پرعمل نہ کرنے والا باغی ہے، اور موجودہ نصاب کا منکر امتحان سے باہر ہے۔موجودہ احکامات کے ہوتے ہوئے سابقہ کوقبول کرنے والا دراصل بادشاہ ہی کا منکر ہے۔

اب اللہ کی نشانیوں پرغور کر۔دیکھ یہ ایک برتن ہے۔اس میں پانی ہے۔ یہ پانی جم کر برف بن گیا ہے۔ برف کا درجۂ حرارت منفی ۵ ادرجہ سنٹی گریڈ ہے۔ ماحول کا درجہ حرارت صفر درجہ سنٹی گریڈ ہے۔اب تو برف کے برابر گرم پانی لیتا ہے۔اس گرم پانی کا درجۂ حرارت ۱۰ درجہ سنٹی گریڈ ہے۔ یہ گرم پانی تو اس برف والے برتن میں ڈال دیتا ہے۔اب برف کا درجۂ حرارت منفی ۵ درجہ سنٹی گریڈ ہے۔ گویا اب بھی پانی ٹھنڈا ہے۔اس میں ٹھنڈک غالب اور حاوی ہے،اس لیے یہ پانی اب بھی ٹھنڈا ہی کہلائے گا۔

بادشاہ کے جن سپاہیوں نے بادشاہ کے موجودہ پیغام سے،اس جنرل سے،اس جنرل کے ذریعے نافذ العمل بادشاہ کے موجودہ احکام سے انکار کیا اور یہ کہا کہ ہم تو پہلے والے جنرل کو یعنی سابقہ جنرل کواور سابقہ احکامات ہی کو مانتے ہیں اور مانتے رہیں گے،انہوں نے دراصل اپنی ذاتی پسند اور ناپسند کو،اپنی ذات کو،اپنے اختیار کو،اپنے ارادے کواور اپنی خواہشات کوترجیح دی، بڑائی

Marfat.com

دی، اہمیت دی، اور کس پر دی؟ اپنے بادشاہ پر، اس کے حکم پر اور اس کے اختیار پر۔ اب ان کے لیے نہ بادشاہ رہا، نہ اس کا حکم رہا، نہ اس کا اختیار رہا۔ اب نہ وہ بادشاہ کے رہے اور نہ بادشاہ ان کے لیے رہا۔ کیونکہ اطاعت گزاری، فرمانبرداری اور وفاداری میں صرف احکامات کی تعمیل ہوتی ہے۔ اس میں تعمیل کرنے والے کے ذاتی ارادے، خواہشات، اختیار اور پسند و ناپسند کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔ فرمانبردار وہی ہے جو فرمان کی تعمیل کرتا ہے۔ اور جو فرمانبردار نہیں تو وہ نافرمان ہے۔ باغی ہے۔ اور جو باغی ہے وہ دشمن ہے۔ جو دشمن ہے وہ بادشاہ کا، اس کی بادشاہت کا، بادشاہ کے اختیار کا انکار کرتا ہے۔ یہی حقیقت ہے۔ اگر پھر بھی وہ کہتا پھرتا ہے کہ میں تو بادشاہ کا وفادار ہوں اور بادشاہ کے ایک سابق جنرل کو تسلیم اور اس کے ذریعے ملنے والے بادشاہ کے احکامات پر عمل کرتا ہوں، تو اس کے کئی اسباب ہو سکتے ہیں۔ ۱) وہ اپنی ذاتی پسند اور ناپسند اور ذاتی فیصلے کو ہر قیمت پر درست ثابت کرنا چاہتا ہو' ۲) اس میں اپنی غلطی کو تسلیم کرنے کی جرأت نہ ہو' ۳) وہ اپنی ذات اور اپنے فیصلے کو اور اس کی اہمیت کو قائم رکھنا چاہتا ہو' ۴) وہ بادشاہ کے جنرل کو ذاتی طور پر بادشاہ سے زیادہ اہمیت دیتا ہو' ۵) اپنی خاندانی اور گروہی روایات سے بغاوت کا حوصلہ نہ رکھتا ہو' ۶) اس نے صحیح اور غلط کو سمجھنے کی کوشش ہی نہ کی ہو' ۷) ایک خاص ماحول میں رہنے کے سبب وہ سچائی سے واقف ہی نہ ہو' ۸) ممکن ہے کہ اس کے انکار کا سبب اس کی ذاتی پسند یا ناپسند کا غلبہ ہو۔ یا ذاتی نفع یا نقصان ہو۔ یا اپنی ذاتی' گروہی اور طبقاتی ترجیح اور غلبے کے کھو جانے کا ڈر ہو۔ یا وہ اسے اپنی عزتِ نفس کا مسئلہ سمجھتا ہو۔ یا اس کی فطرت میں سچائی سے نفرت ہو اور وہ حق کی طرف دیکھنا ہی نہ چاہتا ہو۔ یا ہوسکتا ہے کہ وہ سچائی کا دشمن ہو اور اس کے دل میں بادشاہ کا خوف ہی نہ ہو اور وہ فطرتاً متکبر ہو۔ اور اس کی فطرت میں جھوٹ' دھوکا' خود فریبی اور انکار کا مادہ ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس نے بادشاہ کے اصل احکامات کو تبدیل کر دیا ہو اور اپنے جرم پر پردہ ڈالنے کے لیے یا خود کو احساسِ جرم سے بچانے کے لیے انکار کا اور حیلوں اور بہانوں کا گمراہ کن سہارا لیتا ہو۔

ہم مسلمان قرآن مجید کو تسلیم کرتے ہیں اور اللہ کے حکم کے مطابق اللہ کی تمام کتابوں پر ایمان لاتے ہیں کہ وہ سب اللہ کی کتابیں ہیں۔ ہمارا ان تمام دوسری کتابوں پر ایمان دراصل

اجمالی ایمان ہے۔ یعنی یہ کتابیں بھی ویسی ہی الہامی کتابیں ہیں جیسا کہ قرآن مجید ہے۔ ہم مسلمان قرآن مجید کو مکمل ضابطہ حیات سمجھتے ہیں اور اپنی تمام دینی اور دنیاوی ضرورتوں کے لیے اسے کافی سمجھتے ہیں۔ ہم قرآن مجید کو دوسری تمام کتابوں کا ناسخ مانتے ہیں کیونکہ یہ اللہ کا حاضر اور موجودہ حکم ہے۔ جب کہ دوسرے تمام پیغامات سابقہ ہیں۔ پھر اللہ نے ہمیں قرآن مجید کے ہر حکم پر عمل کرنے کا حکم دے کر دوسرے تمام پیغامات کو منسوخ کر دیا ہے۔ اس لیے قرآن مجید کے ہوتے ہوئے ہمیں دوسری کسی کتاب پر عمل کرنے کی ضرورت نہیں۔ پھر ان کتابوں میں تحریف بھی پائی گئی ہے۔ مثال کے طور پر حضرت محمد رسول اللہ پیغمبر آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے کی پیشین گوئیاں عداوت کے سبب نکال دی گئی ہیں۔ پھر عقیدۂ توحید کو بھی ان کتابوں میں بدل ڈالا گیا ہے۔ قرآن مجید میں جہاں کہیں اہل کتاب کا ذکر کیا گیا ہے، اس سے مراد یہود اور نصاریٰ ہیں۔ ان میں پہلا دین یہودیوں کا ہے۔ دوسرا دین نصاریٰ کا ہے۔ یہودیوں نے نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مانا نہ ان کی کتاب انجیل کو مانا۔ پھر یہود اور نصاریٰ دونوں نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور قرآن مجید کو ماننے سے انکار کیا۔

اے ہمارے بزرگی والے، بڑائی والے، عزت والے، ہمارے پالنے والے، ہمارے اللہ رحمٰن الرحیم، میں آپ کا عاجز اور ذلیل بندہ ہوں، اور آپ کے پیارے حبیب کا امتی ہوں۔ نادان ہوں، جاہل ہوں، کمزور ہوں اور ناتواں ہوں۔ اے اللہ اپنی رحمت سے، کرم سے اور احسان سے، مجھے اپنے پاس لوحِ محفوظ میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اپنا صاحبِ ایمان، ہدایت یافتہ، ہدایت کرنے والا، اور نہ گم راہ ہونے والا اور نہ گم راہ کرنے والا بندہ لکھ لیجیے۔ اور اپنا انعام یافتہ، مقرب، برگزیدہ، منتخب، نیک اور صالح، باسعادت، بلند نصیب، نیک بخت، پرہیز گار، پرہیز گاروں کا پیشوا، وارثِ انبیاء، اپنا ذلیل، اپنا محتاج، اطاعت گزار، فرمانبردار، شکر گزار اور امانت دار بندہ لکھ لیجیے۔ اور آپ سے ڈرنے والا اور آپ کے حکم پر چلنے والا، اور آپ کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر چلنے والا، اور آپ سے اور آپ کے پیارے حبیب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے بڑھ کر محبت کرنے والا اپنا بندہ لکھ لیجیے۔

قرآن مجید

بحیثیت مسلمان کے تو ایمان لاتا ہے اللہ تعالیٰ پر اور اپنے پیارے نبی خاتم الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر، اور اس بات پر کہ قرآن مجید اللہ بزرگ و برتر کی کتاب ہے، جس میں اللہ نے اپنے دین کو مکمل فرمادیا۔ تو اس کے ہر ہر لفظ پر ایمان لاتا ہے کہ یہ حق ہے اور ہمارے پروردگار کی طرف سے ہے۔ قرآن مبین کو اللہ صاحب جلال وعظمت نے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے محفوظ فرمادیا۔ اس آخری حکم کے ذریعے دوسرے تمام حکم منسوخ فرمادیے۔ اس آخری اور مکمل شریعت کے ذریعے دوسری تمام شریعتیں منسوخ فرمادیں۔ ہمارا کام تو صرف اللہ کے حکم کی اطاعت کرنا ہے۔ اسلام کے سوا ہمیں کوئی دین قبول نہیں۔ بے شک تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں۔ جو پاک ہے اور بے عیب ہے۔ وحدہٗ لاشریک ہے۔ اور اللہ کا ہر حکم بے عیب ہے۔ سلامتی عطا کرنے والا ہے۔ خیر اور فلاح عطا کرنے والا ہے۔ پاکی عطا کرنے والا ہے اور شفا عطا کرنے والا ہے۔ قرآن مکمل ضابطہ حیات ہے۔ یہ قول اور فعل کو، فکر اور شعور کو، ظاہر اور باطن کو، پاکی کے ساتھ پاکیزہ اوصاف عطا کرتا ہے۔ ایسا نصیحت کرنے والا ہے جو کبھی خیانت نہیں کرتا۔ انسان کی فلاح کا واحد ذریعہ ہے۔ ہر قسم کی ناپاکیوں سے، غفلتوں سے، خطاؤں سے، غلطیوں سے، لغزشوں سے، گناہوں سے، گمراہیوں سے، نافرمانیوں سے، ناشکرگزاریوں سے، احسان فراموشیوں سے، امانتوں میں خیانتوں سے بچانے والا رہنما ہے۔ اس کی قربت عزت اور افتخار عطا کرتی ہے۔ ایسی عزت عطا کرتی ہے جس کے بعد کوئی ذلت نہ ہو۔ ایسی روشنی عطا کرتی ہے جس کے بعد کوئی تاریکی نہ ہو۔ اس میں ظاہری اور باطنی ناپاکیوں کو دور کرنے کے لیے ہدایات ہیں۔ اپنے ظاہری اور باطنی وجود کو پاکیزہ اخلاقی اوصاف سے آراستہ کرنے کے احکامات بھی ہیں اور خود کو ناپاکیوں سے دور رکھنے کے طریقے بھی ہیں۔ اس میں وہ سب کچھ ہے جسے بندہ اپنے معبود کی، ملکیت اپنے حقیقی مالک کی، مخلوق اپنے خالق کی، وراثت اپنے وارث کی، رعایا اپنے بادشاہ کی، قابلِ فخر، اطاعت گزار، فرماں بردار، وفادار، شکرگزار، امانت دار، احسان مند اور پاکیزہ اخلاق کی حامل شے بن جائے۔ تو جس نے قرآن کا علم حاصل کیا، اس کے لیے کوئی محتاجی نہیں۔ قرآن حق اور باطل میں

Marfat.com

فرق کرتا ہے۔ خیر اور شر کو الگ الگ کر کے دکھاتا ہے۔ بندوں کو احکام الٰہی یاد دلاتا ہے۔ اس میں حکمت بھی ہے اور شفا بھی ہے۔ دنیا کی فلاح بھی ہے اور آخرت کی فلاح بھی ہے۔ اس کا ظاہر بے حد خوب صورت اور باطن بہت ہی گہرا ہے۔ یہ عقلمندوں کی بینائی ہے۔ یہ خواہشات کے کفن میں لپٹے ہوئے مُردوں کے لیے حیاتِ نو ہے۔ اہلِ علم کے لیے علم وحکمت کا نہ ختم ہونے والا خزانہ ہے۔ اس میں ابدی زندگی کے اسرار بھی ہیں۔ اس میں حکم بھی ہے، ممنوعات بھی ہیں۔ حلال وحرام کے احکامات بھی ہیں۔ اس میں نصیحتیں بھی ہیں اور عبرتیں بھی ہیں۔ اس میں واضح حکم بھی ہیں اور تنبیہ بھی ہے۔ اس میں پرہیزگاروں کے لیے اجر اور گنہ گاروں کے لیے عذاب کا ذکر بھی ہے۔ اس میں فنا اور بقا کا علم بھی ہے۔ اور اس کا علم تو وہی حاصل کرتا ہے جو آخرت اور آخرت کے نفع پر یقین رکھتا ہے۔ جو دنیا اور آخرت دونوں کو سنوارنا چاہتا ہے وہ دنیا اور دین دونوں کا علم حاصل کرتا ہے، اور جو صرف دنیا پر ایمان رکھتا ہے وہ صرف دنیاوی علوم حاصل کرتا ہے۔

قرآن کو جن پاکیزہ ناموں سے یاد کیا گیا ہے

دراصل قرآن کو کتاب کا نام دینے کی وجہ یہ ہے کہ اس نے بے شمار قسم کے علوم، قصلی اللہ علیہ وسلم اور اخبار سب کو اپنے اندر جمع کر لیا ہے۔ اس کا نام مبین اس لیے ہے کہ یہ حق کو باطل سے الگ کرتی ہے۔ اسے قرآن اس لیے کہا گیا ہے کہ قرآن کتاب کا اسم ہے۔ کلام اس لیے کہا گیا ہے کہ کلام لفظ کلم سے ہے جس کے معنی اثر ڈالنے کے ہیں، اور کلام اللہ انسانوں کے دلوں کو متاثر کرتا ہے۔ اسے نور اس لیے کہا گیا ہے کہ اس کے ذریعے سے حلال وحرام کا، خیر اور شر کا، دنیا اور آخرت کا فرق معلوم ہوا۔ اور ھدیٰ اس لیے کہا گیا کہ یہ سیدھی راہ دکھاتا ہے۔ فرقان اس لیے کہا گیا کہ یہ حق اور باطل میں فرق کرتا ہے۔ اس کتاب کو شفا اس لیے کہا گیا کہ اس میں تمام روحانی اور جسمانی امراض سے شفا ہے۔ ذکر اس لیے کہا گیا کہ اس میں نصیحتیں اور گزشتہ قوموں کے حالات بیان کیے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ ذکر عزت کو بھی کہتے ہیں، اور اس میں عظمتِ الٰہی کا بیان ہے۔ حکمت اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں ہر شے مناسب موقع کے ساتھ، ترتیب اور قرینے کے ساتھ، انتہائی معتبر قانون کے ساتھ نازل ہوئی ہے۔ حکیم اس لیے کہتے ہیں کہ قرآن مجسم اسرار

Marfat.com

ورموز ہے۔اوراس کی آیتیں عجیب خوبی اورترتیب کے ساتھ اورنادر معنی کے ساتھ،اس طرح سے محکم بنائی گئی ہیں کہ اس میں کسی قسم کی تحریف،تبدیلی اوراختلاف ممکن ہی نہیں۔ مھیمن کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ تمام سابقہ قوموں اور کتابوں پر شاہد ہے۔حَبل کہے جانے کی وجہ یہ ہے کہ جو شخص بھی قرآن کو مضبوطی سے پکڑ لے وہ جنت یا راہِ ہدایت تک پہنچ جائے گا۔اور صراطِ مستقیم اس لیے کہا گیا ہے کہ یہ کتاب سیدھی جنت تک پہنچانے کی راہ بتاتی ہے،جو خیر اور فلاح کی،امن اور بے خوفی کی اور سلامتی کی دنیا ہے۔مثانی اس لیے کہا گیا ہے کہ اس میں گزشتہ قوموں کے قصوں کا بیان ہے اور ان کے مواعظ کی تکرار ہے۔روح اس لیے کہا گیا ہے کہ اس کے ذریعے سے روح اور جسم کو حیات ملتی ہے۔قوت،توانائی اور تازگی ملتی ہے۔متشابہ اس لیے کہا گیا ہے کہ قرآن کا ہر حصہ دوسرے حصے کے ساتھ بڑی خوبی اور صداقت کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے۔اور مجید کہے جانے کا سبب دراصل قرآن کا شرف ہے،قرآن کی بزرگی ہے۔عزیز اس لیے کہا گیا ہے کہ جو اس کے ساتھ حجت کرتا ہے،اس پر یہ بہت دشوار گزرتا ہے۔اور بلاغ اس لیے کہا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن ہی کے ذریعے احکامِ الٰہی کی تبلیغ فرمائی۔

Marfat.com

بابِ چہارم

ایمان بالانبیاء

اے اللہ، میں نے پکارنے والے کی پکار کو سنا اور میں ایمان لایا اپنے اللہ پر، اور اپنے اللہ کی حاکمیت پر، اور اپنے اللہ کی عظیم الشان سلطنت پر، اور اس کے مستحکم نظام پر، اور اس نظام کا حصہ فرشتوں اور ملائک پر، اور آپ کی کتاب قرآن مجید کے ایک ایک لفظ پر، اور اس پر کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے بندے اور آپ کے رسول ہیں۔ خاتم الانبیاء ہیں۔ نبی آخرالزماں ہیں۔ اور سارے جہانوں کے لیے اللہ کی رحمت ہیں۔ اور میں ایمان لایا ان تمام پیغمبروں پر جن کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے۔ اور ان پر بھی جن کا ذکر قرآن میں موجود نہیں ہے۔ اور جن کی اصل تعداد کا اور مدارج کا علم اللہ ہی کو ہے۔ اور میں ایمان لایا اس بات پر کہ تمام پیغمبر اللہ کے منتخب، مقرب اور مقبول بندے ہیں۔ اور معصوم ہیں۔ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات اور اختیارات میں ان کا کوئی دخل نہیں۔ یہاں تک کہ ان کا اپنا کوئی ذاتی ارادہ، اختیارات اور خواہشات نہیں ہیں۔ نہ ان کا ذاتی نفع اور نقصان ان کے اپنے اختیار میں ہے۔ نہ وہ اپنے ذاتی اختیار سے معجزہ دکھا سکتے ہیں۔ نہ وحی اتار سکتے ہیں۔ اور یہ کہ حضرت آدم علیہ السلام پہلے پیغمبر تھے، اور ہمارے پیارے نبی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخری پیغمبر اور خاتم الانبیاء ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کسی کو منصبِ رسالت وراثت میں نہیں دیا بلکہ صاحبِ علم وحکمت اور عالم الغیب اللہ نے جس کو چاہا اس امانت کے لیے منتخب فرمایا۔ تمام پیغمبر اللہ کے بندے اور بشر ہیں اور ان میں تمام بشری خواص موجود ہیں۔ ایک لحاظ سے وہ فرشتوں سے برتر ہیں کیونکہ فرشتوں کو اللہ تعالیٰ نے معصوم پیدا کیا، اور فرشتوں کی معصومیت فطری اور اضطراری ہے، جب کہ پیغمبروں کی معصومیت بہ حیثیت بشر کے اختیاری ہے۔ اور روزِ قیامت تمام پیغمبر اپنی اپنی امتوں کی بخشش اور معافی کے لیے اللہ سے درخواست کریں گے۔ اور ہمارے پیارے نبیؐ وہ پہلے پیغمبر ہوں گے جو اپنی امت کے لیے بخشش کی درخواست کریں گے، اور اللہ تعالیٰ تو اپنے پیارے نبی کی امت پر اس قدر مہربان ہے کہ زمین

Marfat.com

کے ہر ہر گوشے کو اپنے محبوب کی امت کے لیے سجدہ گاہ قرار دے دیا۔ پھر چار شادیوں کی اجازت دے کر لشکر اسلامی میں بے پناہ اضافے کا سامان کیا۔ پھر اپنے محبوب سے ان کی امت کی شفاعت کا وعدہ فرمایا۔ کتاب اللہ کو قیامت تک کے لیے اس طرح محفوظ کر دیا کہ اس میں کوئی تحریف ممکن ہی نہیں، اور اس کے ذریعے سے اپنے دین کو مکمل کر دیا۔ اپنے محبوب نبیؐ کو معراج عطا فرمائی۔ آپ کو اپنے قرب کی سعادت عنایت کی۔ مقامِ محمود پر فائز کرنے کا وعدہ فرمایا۔ کوئی قوم ایسی نہیں جس میں نبی نہ بھیجے گئے ہوں، اور کوئی رسول ایسا نہیں جس نے پیغمبر آخر الزماں کے آنے کی تصدیق نہ کی ہو۔ پیارے نبیؐ کی اپنی امت سے محبت کا یہ عالم ہے کہ انہوں نے دنیا میں اپنی دعا کا حق استعمال نہیں کیا اور اسے قیامت میں اپنی امت کے لیے رکھ چھوڑا۔ جب کہ ہر نبی کو ایک دعا کا حق تھا۔ ہر نبی کو صرف ایک قوم میں بھیجا گیا مگر پیارے نبیؐ کو ساری دنیا کے لیے نبی بنا کر بھیجا گیا۔

رسالت

منصبِ رسالت وہ منصب ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے حکم کے ذریعے اپنے منتخب بندوں کو عطا فرماتے ہیں۔ اس میں اس بزرگ و برتر کے اسرار ہیں۔ رسول سے پہلے جو چیز ہمارے سامنے آتی ہے، وہ اللہ کا حکم ہے۔ اس حکم کے ذریعے سے پہلے بندہ اللہ کی ذات اور صفات پر ایمان لاتا ہے۔ پھر فرشتوں اور ملائک پر ایمان لا کر دراصل اس بات پر ایمان لاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو پاک بے عیب اوصاف پسند ہیں۔ معصومیت پسند ہے۔ لازوال اطاعت گزاری، فرمانبرداری، وفاداری، شکر گزاری اور امانت داری پسند ہیں۔ یہی اس سلامتی کے، امن اور بے خوفی کے، خیر اور فلاح کے نظام کی خوبیاں اور ضرورتیں ہیں اور ان ہی کی تربیت مقصود ہے۔ گویا اللہ کے حکم کو تسلیم کرتے ہوئے اللہ کو تسلیم کیا، اللہ کے نظام کو تسلیم کیا، اور یہ تسلیم کیا کہ یہ منصب رسالت اللہ کی طرف سے حق ہے۔ اور پھر یہ تسلیم کیا کہ آپؐ اللہ کی طرف سے بھیجے گئے ہیں۔ نبی برحق ہیں۔ ایمانِ مفصل کی ترتیب میں یہی مصالح ہیں۔

اس کا دوسرا اسرار یہ ہے کہ ہر اچھا بادشاہ اپنی رعایا کی فلاح چاہتا ہے۔ اور ہر خالق اپنی

Marfat.com

تخلیق کی اصلاح چاہتا ہے۔ ہر مالک اپنی ملکیت سے اعلیٰ کارکردگی چاہتا ہے۔ اور ہر پالنے والا اپنے پروردہ سے محبت کرتا ہے۔ اور ربوبیت کے تقاضے کے تحت اس کی بہتری، اس کی فلاح، اس کی خیر چاہتا ہے۔ اسے ہر بری اور نقصان دہ چیز سے بچانا چاہتا ہے۔

تیسرا اسرار یہ ہے کہ رسول اپنی امت پر اللہ کی طرف سے حجت ہیں۔ کسی پر جرم ثابت ہوئے بغیر سزا نافذ نہیں کی جاتی۔ اور فرمان ہے تو فرمانبرداری ہے یا نافرمانی ہے۔ فرمانبرداری ہے تو جزا ہے اور نافرمانی ہے تو سزا ہے۔ اور جو نافرمانی کو ترک کر دے اور معافی مانگے، پھر اللہ کی فرمانبرداری اختیار کرے تو اللہ سے بڑھ کر کوئی معاف کرنے والا نہیں ہے۔

چوتھا اسرار یہ ہے کہ اللہ ہیں، اللہ کے رسولؐ ہیں، اللہ کا بھیجا ہوا نصاب ہے۔ اس میں جس کا حکم دیا گیا ہے وہ خیر ہے۔ جس سے منع کیا گیا ہے وہ شر ہے۔ اب ہر ایک کی مرضی ہے، جتنی چاہے محنت کرے، کرے یا نہ کرے۔ جو بوئے گا وہ کاٹے گا۔ جو حاصل کرے گا وہ خرچ کرے گا۔ اپنی اہلیت کا، قدر و قیمت کا تعین خود ہی کرے گا۔ اب نہ وہ جزا کے بارے میں کچھ کہہ سکتا ہے نہ سزا کے بارے میں کچھ کہہ سکتا ہے۔

جو پیغام کو تسلیم کرتا ہے وہ پیغام بھیجنے والے کو تسلیم کرتا ہے اور پھر پیغام لانے والے کو تسلیم کرتا ہے۔ اللہ کے رسول سے زیادہ اللہ سے کوئی واقف نہیں ہوتا۔ وہ پیغام سے واقف ہوتے ہیں۔ پیغام کے اسرار اور اس کی مصلحتوں سے واقف ہوتے ہیں۔ وہ پیغام کے مقصد اور اس پر عمل درآمد کے طریقوں سے واقف ہوتے ہیں۔ وہ اللہ کے پیغام کی اپنے قول اور عمل سے وضاحت کرتے ہیں۔ وہ اللہ کے پیغام کے امانت دار ہوتے ہیں۔ اپنے اللہ سے ان کی اطاعت گزاری، فرمانبرداری، وفاداری، شکر گزاری، امانت داری، اور احسان مندی ابدی ہوتی ہے۔ وہ اپنی طرف سے نہ ذرہ برابر کمی کرتے ہیں اور نہ زیادتی کرتے ہیں۔ اللہ کے پیغام کی امانت کو اللہ کے بندوں تک پہنچاتے ہیں۔ اللہ کے جس بندے نے اس امانت کی حفاظت کی وہ رسول کا وارث قرار پاتا ہے۔ اور جس نے اس امانت میں خیانت کی یعنی اللہ کے پیغام میں اور رسولؐ کے قول و فعل میں اپنی جانب سے کمی بیشی کی، اور اس میں کوئی نئی بات پیدا کی، یا اس نے حدِ رسالت سے تجاوز کیا یا

Marfat.com

اس میں کمی کی تو وہ گم راہ ہوا۔اس نے اللہ اور اللہ کے رسول سے دشمنی کی۔اس نے اپنی ذات کو، اپنی پسند اور ناپسند کو ترجیح دی۔اور اللہ اور اللہ کے رسول کی برابری کی۔کیوں کہ اللہ اور رسول کی ہدایات میں نقص تلاش کرنے والا، اس میں اپنی طرف سے اپنی دانست میں اصلاح اور ترمیم کرنے والا، اور اسے اپنے خیال میں پہلے سے بہتر بنانے والا دراصل نعوذ باللہ خود کو اللہ اور اللہ کے رسولؐ سے برتر تصور کرتا ہے۔

وحی

وحی کے تین طریقے تھے۔پہلا یہ کہ حضرت جبریلِ امین اللہ کا حکم پیغمبروں تک پہنچادیتے۔ کبھی انسانی شکل میں اور کبھی کسی اور صورت میں ظاہر ہوکر وہ یہ فریضہ انجام دیتے تھے۔دوسرا طریقہ یہ تھا کہ غیب سے آواز آتی اور بولنے والی ہستی دکھائی نہ دیتی۔اور تیسرا طریقہ یہ تھا کہ وحی کا القا پیغمبر کے قلب پر ہوتا، اور اللہ تعالیٰ اپنے نبی کے دل میں جو بات چاہتے ڈال دیتے۔وحی اللہ کا راز ہے اور انسانی فہم سے بالاتر ہے۔

حدِ رسالت

نہیں ہے کوئی معبود ہمارا سوائے اللہ کے اور محمدؐ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔اے اللہ سلامتی نازل فرمایئے اپنے نبی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر، اور بے شک آپ ہی پیارے نبیؐ کے مقام اور مرتبے سے واقف ہیں۔اور بے شک پیارے نبیؐ کا مقام ہمارے فہم اور شعور سے بہت بلند ہے۔اور جو چیز ہمارے فہم اور شعور سے باہر ہے اس پر گفتگو ممکن ہی نہیں۔اور یہ کہ پیارے نبیؐ بندگی اور نبوت کے اعلیٰ ترین مرتبے پر فائز ہیں۔پیارے نبیؐ سے محبت دراصل اپنی منزل سے محبت ہے، اور اے اللہ یہ منزل آپ ہیں۔پیارے نبیؐ نے جب بھی ہمیں محبت کرنے کا حکم دیا، یہی فرمایا کہ کوئی شخص اس وقت تک ایمان کا مزہ نہیں پاسکتا جب تک کہ وہ اللہ اور اللہ کے رسول کو اپنی ہر چیز سے زیادہ نہ چاہے۔اور بے شک ہمارے نزدیک اگر اللہ کے بعد کوئی بزرگ ہے تو وہ پیارے نبیؐ ہیں۔اور اس بات میں بھی کوئی شک نہیں کہ کوئی شخص اس وقت تک صاحبِ ایمان نہیں ہوسکتا جب تک کہ اپنی ہر ہر چیز پر اللہ کے خوف کو، اللہ کے اختیار کو، اللہ کے

Marfat.com

قبضہ وقدرت کو ترجیح نہ دے۔ اور اپنی اس ترجیح اور غلبے کو ہمیشہ قائم نہ رکھے۔ دوسری ترجیح پیارے نبیؐ کو حاصل ہے۔ اب ان دونوں ترجیحات کے درمیان فرق قائم رکھنا اور بحیثیت اللہ کی ملکیت کے بلا شرکت غیرے اللہ کے غلبے کو، اختیار کو اور قبضہ وقدرت کو قائم کرنا اور قائم رکھنا ضروری ہے۔ اور ملکیت کو جب بھی ملے گا مالک سے ملے گا۔ اور ملکیت جب بھی طلب کرے گی اپنے مالک سے کرے گی۔ اور ملکیت جب بھی لوٹے گی اپنے مالک کی طرف لوٹے گی۔ یہی سب کچھ مخلوق اور خالق کے درمیان ہے۔ پالنے والے اور پروردہ کے درمیان ہے۔ وراثت اور وارث کے درمیان ہے۔ رعایا اور بادشاہ کے درمیان ہے۔ بندے اور معبود کے درمیان ہے۔ اور اے اللہ ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں۔ اور آپ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔ اور آپ ہی پر بھروسہ کرتے ہیں۔ اور بے شک آپ کے اختیار، آپ کے قبضہ وقدرت، آپ کی بزرگی، آپ کی بڑائی اور آپ کی ذات وصفات میں کوئی شریک نہیں، نہ شریک ہوسکتا ہے، نہ شریک کیا جاسکتا ہے۔ اور جو بھی ایسا کرے گا وہ آپ کا معتوب قرار پائے گا، اور پیارے نبیؐ کے نزدیک ناپسندیدہ اور قابلِ نفرت قرار پائے گا۔ اور بے شک پیارے نبیؐ کا مقصود اللہ ہیں، اور بندگی کا مقصود اللہ ہیں۔ عبادتوں کا مقصود اللہ ہیں۔ پیارے نبیؐ کے ہم سفروں کی منزل اللہ ہیں۔ اور ہر انسان کی آخری منزل اللہ ہیں۔

اب دیکھ کہ جب تو پیارے نبیؐ سے محبت کا دعویٰ کرتا ہے تو کہیں تیرے قول وفعل میں تضاد تو نہیں۔ اور تیرا عمل تیرے قول کی سچائی کو بقدر تیرے دعوے کے سچا ثابت کرتا ہے یا نہیں۔ اب غور کر کہ جب تو پیارے نبیؐ کی محبت کا دعویٰ کرتا ہے تو اپنے پیارے نبیؐ اور پیارے نبیؐ کی نبوت کے تمام اوصاف سے محبت کا دعویٰ کرتا ہے۔ اور پیارے نبی کے قول اور فعل سے محبت کا دعویٰ کرتا ہے۔ محبت کی سچائی کا تقاضا ہے کہ تو اس رنگ کو ضرور اختیار کرے گا، اس راستے پر ضرور چلے گا، اور اس رنگ میں بقدر اپنی محبت اور وابستگی کے رنگ جائے گا۔ اور اگر صرف دعویٰ ہی دعویٰ ہے اور رنگ نہیں ہے اور قرآن وسنت پر عمل نہیں ہے۔ پیارے نبیؐ کی پسند اور ناپسند کا خیال نہیں ہے، تو پھر تو جھوٹا ہے اور دکھاوا کرتا ہے۔ خود کو اور دوسروں کو دھوکا دیتا ہے۔ تو خود کو وہ ظاہر کرتا ہے جو تو

Marfat.com

نہیں ہے۔ اور یاد رکھ پیارے نبی کا قول اور عمل قرآن کی عملی تشریح ہے۔ اور پیارے آقا اگر بندگی کے اعلیٰ ترین مرتبے پر فائز ہیں تو غلام کو بھی تو کچھ نہ کچھ ہونا چاہیے۔ اور تو جو ہے وہ تو اپنے عمل سے نظر آئے گا۔

مقامِ محمود

اذان سنتے ہی مسلمان دعا کرتا ہے: ''اے اللہ تو مالک ہے اس دعوت کامل کا اور پڑھی جانے والی نماز کا، عنایت فرما صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ اور فضیلت، اور متمکن فرما ان کو مقامِ محمود پر، جس کا آپ نے ان سے وعدہ فرمایا ہے۔ بے شک آپ اپنا وعدہ پورا فرماتے ہیں۔''

غور کر، اس دعا میں اللہ تعالیٰ سے درخواست ہے۔ مقامِ محمود ہے۔ پیارے نبی کی ذات ہے۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے اور اللہ تعالیٰ پر یقین کا اظہار ہے۔ اور شفاعت کی طلب ہے۔ مقامِ محمود اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور سلامتی کا بلند ترین درجہ ہے۔ بلند ترین مقام ہے۔ اعلیٰ ترین انعام ہے۔ اس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبیؐ سے فرمالیا ہے۔ اور ہمارے پیارے نبی کو سب سے زیادہ عزت کا مقام دینے کا وعدہ فرما کر سب سے زیادہ عزت عطا فرمائی۔ اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ فرمالینا عطا کر دینے کے برابر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے صرف وعدہ کیوں فرمایا، اس میں بھی اس علیم و حکیم کی حکمتیں ہیں۔ شاید اس لیے کہ پیارے نبیؐ کے سارے امتی اپنے پیارے نبیؐ کے لیے مقامِ محمود کی تمنا کرتے رہیں اور دعا کرتے رہیں۔ یا پھر شاید اس لیے کہ مقامِ محمود جزا ہے جو روزِ قیامت عطا کی جائے گی۔ یا پھر روزِ قیامت شفاعت کا اور مقامِ محمود کا کوئی گہرا تعلق ہے جس سے پیارے نبی کی امت کو فائدہ پہنچانا مقصود ہے۔

اے اللہ تو مالک ہے اس دعوتِ کامل کا

غور کر اذان دعوت کامل ہے۔ اور اس دعوت کا مالک اللہ ہے۔ وہ اس دعوت میں دنیا اور آخرت کی فلاح اور خیر سے اپنے بندوں کی ضیافت کرتا ہے۔ جو دعوت دیتا ہے، وہ عزت دیتا ہے، اور جو دعوت کو ٹھکراتا ہے، وہ دعوت دینے والے کو ٹھکراتا ہے۔ اور اس عزت کو اور اس کی

Marfat.com

اہمیت کو ٹھکراتا ہے جو دعوت دینے والے نے اسے دی۔ اور دعوت دینے والے کو ٹھکراتا ہے، وہ دعوت دینے والے کی ذات اور صفات دونوں کو ٹھکراتا ہے۔ پھر دعوت کے الفاظ پر غور کر: اللہ اکبر ..... یہ دعوت اس کی طرف سے ہے جو سب سے بڑا ہے۔ پھر تجھے بلانے لیے یہ یاد دلایا گیا کہ'' میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اللہ کے رسول ہیں۔'' ..... اے شخص اگر تو اپنی گواہی میں ذرا بھی سچا ہے تو اس دعوت کو قبول کر لے۔ پھر تیرے ایمان کے حوالے سے نماز کی فرضیت کو یاد دلایا گیا ہے۔ پھر تجھے یہ بھی بتلا دیا گیا کہ یہ دعوت اللہ کی فلاح اور خیر کی دعوت ہے، اور ہر بات کو دو دو بار یاد دلا کر دو دو بار دعوت دی گئی ہے۔ اب اس دعوت کو جو دو بار ہے اور اللہ کی طرف سے ہے قبول نہ کرنے والا اور اس سے انکار کرنے والا، اور اس سے لاپرواہی برتنے والا، اور اس دعوت کو اور جس کی طرف سے یہ دعوت ہے اس کو اہمیت نہ دینے والا، متکبر ہے۔ وہ اللہ کی بڑائی کا اپنے عمل سے انکار کرتا ہے۔ اور اللہ اور اللہ کے رسولؐ کے لیے دی گئی اپنی گواہی سے انکار کرتا ہے۔ اور نماز کی فرضیت سے انکار کرتا ہے۔ اور اس بات سے انکار کرتا ہے کہ کل فلاح اور خیر اللہ کی طرف سے ہے۔ انسان تو تھوڑے سے نفع کے حصول کے لیے سر دھڑ کی بازی لگا دیتا ہے۔ اور اگر اس کو اللہ سے ذرا سا نفع پہنچنے کا یقین ہوتا تو وہ کبھی اللہ کے در کو نہ چھوڑتا بلکہ اس در سے چمٹا رہتا۔ دراصل اذان صاحبِ ایمان کے لیے حجت اور اس کے ایمان کی سچائی کی آزمائش ہے۔ اور اس دعوتِ کامل کو قبول نہ کرنے والا شفاعت پانے کی اہمیت کھو دیتا ہے۔ اس دعا میں یہ راز پوشیدہ ہے کہ نماز پڑھنے والا ہی راہِ ہدایت میں پیارے نبیؐ کا ہم سفر ہے۔

اور جو اس دعوت کو قبول کرتا ہے، پھر اس دعوت میں حاضر ہوتا ہے اور نماز پڑھتا ہے، وہ یہ ثابت کرتا ہے کہ وہ اللہ کا بندہ ہے اور پیارے نبیؐ کا اُمتی ہے، اور راہِ ہدایت میں پیارے نبیؐ کا ہم سفر ہے۔ اور اپنے لیے پیارے نبیؐ کا ذمہ چاہتا ہے۔ اور پیارے نبیؐ کے لیے اللہ کی فضیلت اور مقامِ محمود کا طلب گار ہے۔ اور بندگی کے بغیر بندہ نہیں اور جو بندہ نہیں اس کے لیے اللہ تعالیٰ معبود نہیں۔

Marfat.com

عنایت فرما محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ اور فضیلت

اس دعا میں بندہ یہ تسلیم کرتا ہے کہ اللہ ہی تمام جہانوں کے مالک ہیں۔ تمام طاقت اور قوت کا سرچشمہ ہیں۔ ہر شے کے مالک و مختار ہیں۔ ہر شے پر قادر ہیں۔ کل فلاح اور خیر اللہ ہی کے قبضہ وقدرت میں ہے۔ اور اللہ ہی کی حکومت زمینوں اور آسمانوں میں ہے۔ تمام عطا اور بخشش اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ اور کوئی بھی اللہ کی مرضی کے بغیر کسی کی سفارش نہیں کر سکتا۔ بس تو ہمیشہ یہ خیال رکھ کہ تو اپنے اللہ سے کیا کہتا ہے اور اپنے قول وفعل سے کیا ثابت کرتا ہے۔

متمکن فرما اُن کو مقامِ محمود پر

پیارے نبی کے لیے اپنے اللہ کے حضور مقامِ محمود کی تمنا کر کے، دراصل امتی پیارے نبی سے اپنی والہانہ محبت اور عقیدت کا اظہار کرتا ہے۔ اپنی گہری وابستگی کا ثبوت پیش کرتا ہے۔ اپنی نظروں میں اپنے پیارے نبی کی قدر ومنزلت کو ثابت کرتے ہوئے، اللہ سے ان کے لیے مقامِ محمود چاہتا ہے۔ اس طرح وہ پوری امتِ مسلمہ کے لیے، اسلام کے لیے، اس کی سربلندی اور سرفرازی کی اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے۔ مسلمان تو اسلام کا نمائندہ ہے اور اسلام کی تشہیر کرنے والا ہے۔ اور دیکھنے والے تو اسلام سے پہلے مسلمان کو دیکھتے ہیں۔ اور دل کی سچائیوں کے ساتھ اسلام کی سربلندی اور سرفرازی چاہنے والا کبھی بھی اسلام کے لیے رسوائی کا باعث نہیں بن سکتا۔

شفاعت

"اور اے پیغمبر، جب ان لوگوں نے (تمہاری نافرمانی کر کے) اپنے اوپر ظلم کیا تھا، اگر اس وقت یہ لوگ تمہارے پاس آتے اور اللہ سے معافی مانگتے اور رسول (تم بھی) ان کے لیے معافی چاہتے تو (یہ لوگ) دیکھ لیتے کہ اللہ بڑا ہی توبہ قبول کرنے والا، بڑا مہربان ہے۔"

روزِ قیامت تمام پیغمبر اپنی اپنی امت کے گنہ گاروں کے لیے اللہ سے سفارش کریں گے۔ اور اللہ سے درخواست کریں گے اور ان کے گناہ بخشوائیں گے۔ شفاعت کے معنی سفارش کے

Marfat.com

ہیں۔ اور سفارش در حقیقت اللہ سے دعا کرنا ہے۔ اور اپنے لوگوں کے لیے اللہ بزرگ و برتر سے مغفرت طلب کرنا ہے۔ اور اللہ کی مرضی کے بغیر کوئی اس کے حضور کسی کی سفارش نہیں کرسکتا۔ ہر نبی کو ایک دعا کا اختیار اللہ تعالیٰ نے دیا تھا۔ ہمارے پیارے نبی کی اپنی امت سے محبت کا یہ عالم ہے کہ آپ نے اپنی دعا اپنی امت کی بخشش کے لیے رکھ چھوڑی ہے۔ اور قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ سخت جلدی میں ہوں گے۔ ہر شے لرزاں ہوگی اور کسی کو کچھ کہنے کا حوصلہ نہ ہوگا اور سارے نبی اللہ کے حضور زبان کھولنے سے انکار کردیں گے، تو ہمارے پیارے نبی پہل فرمائیں گے اور اپنی امت کے گنہ گاروں کے لیے بخشش کی سفارش فرمائیں گے۔

شفاعت کی طلب

جو اپنے اللہ سے اپنے پیارے نبیؐ کے لیے مقامِ محمود کا طلب گار ہے، وہی پیارے نبیؐ کی شفاعت کا بھی طلب گار ہے۔ اور وہی اللہ سے اپنے لیے مغفرت کا طلب گار ہے۔ اور وہی اللہ کے غضب سے ڈرنے والا ہے۔ گم راہی سے، گناہوں سے اور ناپاکیوں سے نفرت کرنے والا ہے۔ جہنم کے عذاب سے ڈرتا ہے۔ روزِ قیامت اللہ کی سزا اور جزا پر یقین رکھتا ہے، اور شفاعت کی قدر و قیمت اور اہمیت کو سمجھتا ہے۔ اس میں محبت بھی ہے۔ دیکھو پیارے نبیؐ کی امت ان سے کس قدر محبت کرتی ہے۔ اپنے پیارے نبیؐ کے لیے دل کی سچائی کے ساتھ مقامِ محمود کی تمنا کرتی ہے اور دعا کرتی رہتی ہے اور اللہ تعالیٰ تو کبھی بھی کسی کو اپنی رحمت سے مایوس نہیں کرتے۔ دعوتِ کامل یعنی اذان میں اللہ تعالیٰ کے معبود ہونے اور پیارے نبیؐ کی رسالت کی اپنی گواہی کو جھٹلانے والا، اگر پیارے نبیؐ سے محبت کا دعویٰ کرے تو جان لو کہ ایسا شخص دکھاوا تو کرسکتا ہے مگر پیارے نبیؐ سے محبت کرنے والا نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ اپنی گواہی کو سچا نہ ثابت کردے اور دعوتِ کامل یعنی نماز پر لبیک نہ کہے اور اللہ سے معافی نہ مانگے۔

Marfat.com

ذمہ کیا ہے؟

پیارے نبیؐ ہمارے رہنما ہیں، اور رہنما اپنے ہم سفر قافلے کے اُن لوگوں کو، جو رہنما کی ہدایات پر عمل کرتے ہیں اور اُس کے نقشِ قدم پر چلتے ہیں، اُن کی منزل تک بحفاظت پہنچانے کی ذمہ داری لیتا ہے۔ یہ مسافر کون ہیں؟ یہ مسافر وہ ہیں جو اپنے اقرار میں سچے ہیں اور جو اللہ ہی کی عبادت یا بندگی کرتے ہیں۔ اور اللہ ہی پر بھروسہ کرتے ہیں اور اللہ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔ اس سفر کی ضرورت کیا ہے؟ اس سفر کا زادِ راہ کیا ہے؟ یہ ہے اللہ کی اطاعت اور اللہ کی اطاعت میں پیارے نبیؐ کی اطاعت۔ اب تیرے لیے ضروری ہو گیا ہے کہ تو اپنی خاندانی روایات سے باہر نکل کر، قرآن وسنت کو سامنے رکھ اور پیارے نبیؐ کے نقشِ قدم کو تلاش کر اور پھر پیارے نبیؐ کے نقشِ قدم پر چل۔ ایسا نہ ہو کہ مرنے کے بعد معلوم ہو کہ تو راہِ ہدایت کا مسافر ہی نہ تھا، کیونکہ ذرا سی غفلت سے اگر راہ گم ہو گئی تو پھر منزل بھی گم ہو گئی اور پیارے نبی کا ذمہ بھی جاتا رہا۔

سفارش پانے کی اہلیت

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: داخل نہ ہوگا دوزخ میں کوئی جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہوگا، اور جنت میں داخل نہ ہوگا کوئی جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی تکبر ہوگا۔ (مسلم)

ہر وہ قول اور ہر وہ عمل جو عجز کی نفی کرتا ہے، تکبر ہے۔ ہر وہ قول اور عمل جس کے ذریعے سے انسان اپنی ذاتی برتری کو ثابت کرے، تکبر ہے۔ بطور فخر کے کولہے پر ہاتھ رکھ کر کھڑے ہونا تکبر ہے۔ اکڑ کر اور سینہ باہر نکال کر چلنا تکبر ہے۔ پاؤں کے اوپر پاؤں رکھ کر بیٹھنا تکبر ہے۔ ہر وہ عمل جو نفس کی پیروی میں کیا جائے، تکبر ہے۔ خود کو قابلِ احترام اور معزز جانتے ہوئے دوسروں سے اپنے لیے احترام کا مطالبہ کرنا، تکبر ہے۔ نشست و برخواست کا ہر وہ انداز جس میں شخصیت کو نمایاں کرنا یا اپنی حیثیت اور انفرادیت کو ثابت کرنا مقصود ہو، تکبر ہے۔ ہر وہ عمل جو عدل اور مساوات کے خلاف ہو، تکبر ہے۔ ہر وہ عمل جس سے دوسروں کی توہین اور تذلیل ہو، تکبر ہے۔ لاپرواہی برتنا

Marfat.com

تکبر ہے۔ دانستہ غفلت برتنا تکبر ہے۔ گفتگو میں دانستہ غیر فطری اور بناوٹی انداز برتنا تکبر ہے۔ لب و لہجے کی تلخی تکبر ہے۔ جھوٹ بولنے والا متکبر ہے کیونکہ وہ سچائی کو جھٹلاتا ہے۔ فریب کرنے والا، منافقت کرنے والا، دھوکا دینے والا متکبر ہے۔ طنز کرنے والا، طنزیہ گفتگو کرنے والا، ذو معنی بات کہنے والا اور چوٹ کرنے والا متکبر ہے۔ جو شخص اپنی فطرت میں جھوٹ رکھتا ہے، وہ اللہ سے کیے گئے اپنے اقرار، عہد، تسلیم، گواہی میں بھی جھوٹ بول سکتا ہے۔ وعدہ خلافی کرنے والا ہمیشہ متکبر اور ناقابلِ بھروسہ ہوتا ہے۔ وہ خود کو عقل مند، برتر اور لاپرواہ ثابت کرتا ہے۔ چغل خوری کرنے والا اور اسے قبول کرنے والا دونوں متکبر ہیں کیونکہ چغل خور دوسرے کو ذلیل ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے اور اسے قبول کرنے والا فطرتاً خوشامد پسند ہوتا ہے۔ دوسروں کی ٹوہ میں رہنے والا اور دوسروں کی خرابیوں کو تلاش کرنے والا متکبر ہے۔ حاسد متکبر ہوتا ہے کیونکہ اپنی برتری کے مقابل دوسرے کی برتری قبول نہیں کرتا۔ غصہ خوئے تکبر کی ایک شکل ہے۔ دنیا میں دنیاداروں کی برابری کرنے والا متکبر ہے کیونکہ وہ اپنی برتری کو قائم رکھنے کے لیے تکبر کرتا ہے۔ لالچی انسان متکبر ہے، اس کی لالچ کا سبب ہی اپنی برتری کو ثابت کرنا ہے۔ ہر وہ قول اور عمل جس میں خود پسندی ہو، تکبر ہے۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ جس میں جو چیز ہوتی ہے، وہی خرچ کرتا ہے۔ اگر کسی میں تکبر موجود ہے تو جہاں وہ تکبر کو دنیاداری میں استعمال کرے گا، وہیں وہ شعوری یا لاشعوری طور پر یہی تکبر اللہ کے مقابلے میں بھی استعمال کرے گا اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے گا۔

متکبر انسان سفارش حاصل کرنے کی اہلیت کھو دیتا ہے۔ عقیدۂ توحید کا اپنے قول وعمل یا صرف عمل سے انکار کرنے والا سفارش پانے کی اہلیت کھو دیتا ہے۔ اپنے قول یا عمل سے روزِ قیامت کا انکار کرنے والا سفارش پانے کی اہلیت کھو دیتا ہے۔ دین کی مخالفت میں دین کے دشمنوں کا ساتھ دینے والا سفارش پانے کی اہلیت کھو دیتا ہے۔ دین کے خلاف سازشوں میں آلۂ کار بننے والا سفارش پانے کی اہلیت کھو دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بندگی نہ کرنے اور خود کو بندہ ثابت نہ کرنے والا سفارش پانے کی اہلیت کھو دیتا ہے۔ حدِ رسالت میں کمی کرنے والا یا اس سے تجاوز کرنے والا دونوں سفارش پانے کی اہلیت کھو دیتے ہیں۔ اپنے قول یا عمل سے پیارے نبی ﷺ کی

رسالت سے انکار کرنے والا سفارش پانے کی اہلیت کھو دیتا ہے۔ پیارے نبیؐ کی معصومیت میں شک پیدا کرنے والا یا اسے نقصان پہنچانے والا سفارش حاصل کرنے کی اہلیت کھو دیتا ہے۔ پیارے نبیؐ کی معصومیت یہ ہے کہ پیارے نبی کا ہر قول اور عمل اللہ تعالیٰ کے اختیار اور ارادے سے ہے، اور پیارے نبیؐ اپنی ذات کے لیے اپنا کوئی ذاتی اختیار اور ارادہ نہیں رکھتے۔ قرآن وسنت میں ترمیم کرنے والا یا اس میں کوئی نئی بات پیدا کرنے والا یا دین میں کوئی فتنہ پیدا کرنے والا اور اس فتنے میں اس کا ساتھ دینے والا سفارش حاصل کرنے کی اہلیت کھو دیتا ہے۔ ہاں اگر وہ دل سے توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کوئی رحم کرنے والا نہیں ہے۔

ایمان اور تکبّر

تکبر ہی شیطان ہے۔ متکبر یا تو شیطان ہوتا ہے یا شیطان کا دوست ہوتا ہے یا شیطان کا پجاری ہوتا ہے۔ ایک جانب اللہ ہیں جو سب سے بڑے ہیں۔ دوسری جانب بندہ ہے جسے اللہ کے مقابل عاجز اور بے اختیار ہونا چاہیے۔ بندہ زبان سے چاہے کیسے ہی دعوے کرتا رہے لیکن اپنے عمل سے اللہ کی بڑائی اور بزرگی کا انکار کرے اور اللہ کے مقابل خود کو بڑا اور برتر ثابت کرے تو ایسے ہی شخص کے لیے اللہ بزرگ و برتر کے پیارے نبیؐ نے فرمایا کہ جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی تکبر ہے وہ جنت میں داخل نہ ہوگا۔ بندگی سے بندہ ہے، اور جو اللہ کا بندہ ہے اس کا اللہ پر ایمان ہے۔ اور بندگی عبادت ہے، فرماں برداری ہے محتاجی ہے، عجز ہے، اللہ سے ڈرنا ہے اور اپنے ذاتی اختیار اور ارادے سے دست برداری ہے۔

رائی کے دانے کے برابر ایمان کا مطلب یہ ہے کہ بندے کے دل میں، اس کے قول اور عمل میں اور ہر ہر چیز میں اللہ کے خوف کو، اللہ کی بزرگی اور بڑائی کو، اللہ کے اختیار کو، اللہ کے قبضہ و قدرت کو، اللہ کے احکامات کو، اللہ کی اہمیت کو اور ایمان کو، اس کی تمام چیزوں پر رائی کے دانے کے برابر غلبہ حاصل ہے۔ ترجیح حاصل ہے۔ اہمیت حاصل ہے۔ جھکاؤ حاصل ہے۔ اور اس طرح اس کے ہر ہر قول اور عمل میں اللہ کے لیے اطاعت گزاری، فرماں برداری، وفاداری، شکر گزاری، امانت داری اور احسان مندی کو رائی کے دانے کے برابر تمام چیزوں پر ترجیح حاصل ہے، غلبہ

Marfat.com

حاصل ہے اور اہمیت حاصل ہے۔ وہ اللہ کی فرماں برداری میں مستعد ہے۔ جب تک یہ ترجیح باقی ہے، اس کا ایمان باقی ہے۔ جب یہ ترجیح اور غلبہ ختم ہوگیا تو اس پر اس کا ذاتی تکبر غالب آ گیا۔ ذاتی بڑائی غالب آ گئی۔ خود پسندی، غفلت اور لاپرواہی غالب آ گئی۔ بے یقینی غالب آ گئی۔ سستی اور کاہلی غالب آ گئی۔ اللہ سے بے خوفی غالب آ گئی۔ اس کی ذات، اس کا ذاتی اختیار، اس کی ذاتی خواہشات غالب آ گئیں۔ اب اس کی ذات کو، اس کی ذاتی پسند اور ناپسند کو غلبہ حاصل ہو گیا۔ ترجیح حاصل ہوگئی، اہمیت حاصل ہوگئی۔ اس طرح وہ بندگی کے دائرے سے باہر نکل گیا۔ ملازمت چھوڑنے والا ملازمت سے باہر ہو جاتا ہے۔ اور بندگی چھوڑنے والا بندگی سے باہر نکل جاتا ہے۔

شفاعت کے لیے راہِ ہدایت کا سفر

اے شخص تو جان لے کہ ہر مسافر کی ایک منزل ہوتی ہے۔ ہر منزل کی ایک راہ ہوتی ہے۔ اور ہر سفر کا ایک مقصد ہوتا ہے۔ بغیر سفر کے منزل نہیں اور بغیر منزل کے سفر نہیں۔ راہ مسافر کی، منزل کی نشان دہی کرتی ہے۔ راستہ بدل جائے تو منزل بھی بدل جاتی ہے۔ سفر کا مقصد بھی بدل جاتا ہے۔ اور اگر راہ گم ہو جائے تو منزل بھی گم ہو جاتی ہے۔ جو صرف سفر کی بات کرتا ہو، وہ مسافر ہرگز نہیں جب تک کہ وہ عمل نہ کرے اور راہِ ہدایت کے سفر کے لیے اس راہ میں پہلا قدم نہ رکھ دے۔ جو اس سفر میں چلتے چلتے رک جائے اور اس کا قیام بڑھ جائے، وہ مسافر نہیں رہے گا بلکہ مقیم ہو جائے گا۔ اور جو واپسی کا سفر شروع کر دے وہ بھی راہِ ہدایت کا مسافر نہیں کہلائے گا۔ سفر شروع کیے بغیر منزل کی تمنا کرنا، درخت لگائے بغیر پھل کی آس کرنا، کانٹے بو کر گندم کی امید کرنا، امتحان دیے بغیر کامیابی کا نتیجہ چاہنا، برائی خرچ کر کے بھلائی کی امید رکھنا...... دراصل پاگل پن ہے اور خود کو دھوکا دینا ہے۔ انسان بھی عجیب چیز ہے کہ کام سارے نافرمانوں کے کرتا ہے اور صلہ وہ چاہتا ہے جو فرماں برداروں کے لیے ہے۔

شفاعت اس کے لیے ہے جو اللہ اور اللہ کے رسولؐ پر دل کی سچائی کے ساتھ ایمان لاتا ہے۔ اور ایمان لانا منزل کو قبول کرنا ہے۔ سفر کو قبول کرنا ہے اور منزل کا اقرار کرنا ہے۔ پیارے نبیؐ کو اپنا رہنما قرار دینا اور سفر شروع کرنا ہے۔ اور ایمان کے لیے عمل شروع کرنا ہے۔ جو حالتِ سفر میں

Marfat.com

ہے وہ راہِ ہدایت کا مسافر ہے۔ اور اس سفر میں پیارے نبیؐ کی رہنمائی میں، پیارے نبیؐ کے نقشِ قدم پر چلنے والا، پیارے نبیؐ کا ہم سفر ہے۔ اور قرآن وسنت اس کے رہنما ہیں۔ یہ ممکن ہی نہیں کہ پیارے نبیؐ کی رہنمائی میں پیارے نبیؐ کے پیچھے چلے اور نماز نہ پڑھے۔ نماز قائم نہ کرے۔ بندگی نہ کرے۔ پیارے نبیؐ کو رہنما تسلیم کرے مگر پیارے نبیؐ کی رہنمائی تسلیم نہ کرے۔ آخر بے نمازی کس کو دھوکہ دیتا ہے۔

مومن کی منزل رضائے الٰہی ہے۔ اس کا مقصد ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ابدی راحتیں حاصل کرنا ہے۔ اس کا مقصد خیر وفلاح کی، امن اور سلامتی کی اور بے خوفی کی دنیا یعنی جنت کا حصول ہے۔ جب سفر نہیں تو نہ مسافر ہے نہ منزل۔ اور منزل نہیں تو مقصد نہیں۔ اور طلب تو وہی چیز کی جاتی ہے جس کی ضرورت ہو، جو کسی کے پاس نہ ہو یا ضرورت سے کم ہو۔ جو اہم ہو اور قیمتی ہو اور جس کا کوئی متبادل نہ ہو۔ سو جتنی ضرورت ہے، اتنی طلب ہے اور جتنی طلب ہے، اتنی اس کے لیے جدوجہد ہے اور اتنا ہی عمل ہے اور جتنا عمل ہے، اتنا ہی اس کا حاصل ہے۔ ضرورت نہیں تو طلب نہیں، اور نہیں طلب نہیں تو جدوجہد نہیں، اور جدوجہد نہیں تو عمل نہیں۔ یہ تو ہر شخص جان سکتا ہے کہ اس کی طلب کیا ہے۔ اس کی جدوجہد کن چیزوں کے لیے ہے، اور اس کا عمل کن چیزوں کے لیے ہے۔ کن چیزوں کو ترجیح حاصل ہے، غلبہ حاصل ہے اور اہمیت حاصل ہے۔ اور اس کا سفر کن چیزوں کے لیے ہے اور اس کی منزل کیا ہے۔ بس خاموشی سے ایک بڑے راز کو سمجھ لے۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ تو ہر حال میں مسافر ہے۔ کیونکہ تو وقت کے گھوڑے پر سوار ہے جو کبھی نہیں رکتا۔ اور تیری منزل ہر حال میں اللہ ہی ہیں کیونکہ تجھے اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ تو تو صرف اتنا کر کہ شر کی طرف پیٹھ کر لے اور خیر کی طرف منہ کر لے اور شر کی طرف کبھی پلٹ کر نہ دیکھ۔ اور اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہونے کے لیے تیاری کر، کیونکہ اس سے فرار ممکن نہیں۔ اور یہ سب باتیں تو ان کے لیے ہیں جو عقل اور شعور رکھتے ہیں۔ اور نفع اور نقصان کو سمجھتے ہیں، اور ہوش میں ہیں۔ اور چونکہ محتاجی کبھی ختم نہ ہونے والی چیز ہے، لہٰذا مدہوش دنیادار کی طلب مال وزر ہے، جسے وہ چھوڑ کر جانے کے لیے جمع کرتا ہے۔ اور صاحب ایمان، صالح اور نیک عمل کو اپنے ساتھ لے جانے کے لیے جمع کرتا ہے۔

شفاعت کے کچھ مسائل

رسول اور پیغمبر ہمیشہ معصوم ہوتے ہیں اور ان کا اپنا کوئی ذاتی اختیار، ارادہ اور خواہشات نہیں ہوتیں۔ نہ ان کا ذاتی نفع نقصان ہی ان کے اختیار میں ہوتا ہے۔ نبی کی معصومیت، ان کا امتیاز، ان کا حسن، ان کی شناخت، ان کا اعزاز اور ان کی حرمت ہے۔ اور ان کی امانت داری کا ناقابلِ تردید ثبوت ہے۔ اپنے قول اور عمل سے پیارے نبی کی معصومیت کے بارے میں شک پیدا کرنے والا یا معصومیت کو نقصان پہنچانے والا، کیا پیارے نبی کا دوست ہوسکتا ہے؟ ہم بہت ہی چھوٹے بچوں کو صرف اس لیے اور اس وقت تک معصوم کہہ سکتے ہیں، جب تک وہ مکمل محتاج ہیں۔ بے اختیار ہیں اور اپنی کوئی ذاتی خواہش نہیں رکھتے۔ اللہ کے نزدیک پیارے رسولؐ سے بڑھ کر کوئی محبوب نہیں اور اللہ کے رسولؐ کے نزدیک اللہ ہی سب کچھ ہیں۔ جو اللہ کا دشمن یا اللہ کے رسولؐ کا دشمن ہے، وہ اللہ اور رسولؐ دونوں کے نزدیک معتوب ہے۔ ہاں اگر وہ دشمنی ترک کردے اور اللہ سے معافی چاہے اور اللہ تعالیٰ معاف فرمادیں تو اور بات ہے۔ ہاں یاد رکھ کہ اللہ تعالیٰ کو پیارے نبیؐ اور پیارے نبی کی معصومیت سے بڑھ کر کوئی شے عزیز نہیں۔

متکبر ہر حال میں اللہ کا دشمن ہے، اللہ کے رسولؐ کا دشمن ہے اور اللہ کے دین کا دشمن ہے۔ کھلا دشمن ہے یا دوست نما دشمن ہے۔ اور اللہ ہی ہر پوشیدہ اور ظاہر کے جاننے والے ہیں۔ حدِ رسالت سے تجاوز کرنے والے یعنی پیارے نبیؐ کو اللہ کی ذات اور صفات میں شریک کرنے والے، اللہ کے اختیار اور قبضہ وقدرت میں شریک کرنے والے، اللہ کا شریک ٹھہرانے والے بھی، اللہ اور اللہ کے رسولؐ...... دونوں کے دشمن ہیں۔ اللہ اور اللہ کے رسول سے کوئی جھوٹی بات منسوب کرنے والے، یا جھوٹی بات کہنے والے، یا اللہ کے دین میں کوئی نئی بات پیدا کرنے والے، یا پیارے نبیؐ کی کسی سنت میں اصلاح کے خیال سے ترمیم کرنے والے...... اللہ اور اللہ کے رسولؐ، دونوں کے دشمن ہیں۔ وہ تمام لوگ جو دوست بن کر دشمنی کرتے ہیں اور اللہ کے دین کو نقصان پہنچاتے ہیں، دراصل دشمنِ دین ہیں۔ ہم سب کو یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ بندگی ہے تو بندہ ہے اور بندہ ہے تو اس کا اللہ تعالیٰ کے معبود ہونے پر ایمان ہے۔ اور ایمان ہے تو اس کا اللہ تعالیٰ پر

Marfat.com

یقین ہے اور یقین ہے تو عمل ہے۔ اور مسلمان اسلام سے ہے اور اسلام ایمان سے ہے، اور اللہ تعالیٰ کے خوف اور روزِ جزا یعنی قیامت پر یقین سے ہے۔ اور یقین عمل سے وابستہ ہے اور جس کا جتنا زیادہ قیامت پر یقین ہے، اتنا ہی زیادہ وہ اللہ سے ڈرتا ہے۔ اور قیامت کے دن کی تیاری کے لیے عمل کرتا ہے۔ اور جتنا عمل کرتا ہے، اتنا ہی اس کا قیامت پر ایمان ہے۔ اور صاحبِ ایمان ہی سفارش پانے کی اہلیت رکھتا ہے۔ ہم سب کے لیے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہیں اور توبہ واستغفار کرتے رہیں۔ اور اللہ تعالیٰ پر اپنے ایمان کو مستحکم کرتے رہیں۔

بغاوت کیا ہے؟

وفادار ہی بغاوت کرتا ہے۔ باغی وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کو تسلیم کرتا ہو۔ اللہ سے وفاداری کا اقرار کرتا ہو۔ اور خود کو اللہ کا اطاعت گزار اور فرماں بردار قرار دینے کے بعد یعنی ایمان لانے کے بعد اپنے قول وعمل دونوں سے یا صرف عمل سے اپنے اقرار کے برعکس نافرمانی کرے، ناشکر گزاری کرے، احسان فراموشی کرے، امانت میں خیانت کرے، اللہ کے دوستوں کو چھوڑ دے اور دشمنوں سے جا ملے، اللہ کے دین کو نفع کے بجائے نقصان پہنچائے، نیک نامی کے بجائے رسوائی کا باعث بنے، دین کی راہ سے رکاوٹیں دور کرنے کے بجائے دین کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کرے، اور دین کی راہ پر چلنے کے بجائے گم راہی کی راہ پر چلے...... یہ سب بغاوت ہے۔ حکم کی تعمیل سے واضح انکار کر دینا بھی انکار ہے، بغاوت ہے، اور فرمان کی تعمیل کرنے کے بجائے اس کے برخلاف کام کرنا بھی بغاوت ہے۔ باغی ہمیشہ حکم دینے والے کو اور حکم دینے والے کی حیثیت اور مقام کو، اس کے اختیار اور اقتدار کو، اور اس کے قبضہ وقدرت کو چیلنج کرتا ہے۔ بغاوت ہمیشہ بڑے کے خلاف اور صاحبِ حکم کے خلاف ہوتی ہے۔ باغی بھی دشمن ہے اور کھلا متکبر ہے۔ دراصل وفادار کی بے وفائی ہی بغاوت ہے۔ خواہ یہ بے وفائی اور بغاوت علانیہ ہو یا وفاداری کا نقاب اوڑھ کر کی جائے۔ بغاوت کرنے والے کا عمل ہمیشہ صاحبِ حکم کے احکامات کے اور مفادات کے بالکل برعکس ہوتا ہے۔ بغاوت کو سمجھنا ہو تو سب سے بڑے باغی شیطان کو دیکھ لو۔ شیطان کے سارے عمل بغاوت کے عمل ہیں۔ شر اور شر کی راہ، نافرمانی کی راہ، تکبر کی راہ، ظلم اور نا

Marfat.com

انصافی کی راہ، سازش کی راہ اور تمام اخلاقی خرابیاں دراصل بغاوت ہی کی علامتیں ہیں۔ شیطان بے عملی کی، مکر اور فریب کی اور دھوکے کی صفات رکھتا ہے اور جھوٹوں کا بادشاہ ہے۔

دشمنی کیا ہے؟

ایک تو دشمن ہے۔ دوسرا دشمن کا دوست ہے، وہ بھی دشمن ہے۔ تیسرا جو ہمارے دوست کا دشمن ہے، وہ بھی ہمارا دشمن ہے۔ دشمنی خواہ علانیہ ہو یا درپردہ ہو یا دوستی کے پردے میں ہو، دشمن ہر حال میں اپنے مقابل کو یعنی اپنے دشمن کو تسلیم کرتا ہے۔ دراصل دوستی کو ترک کرتے ہوئے دوست کے خلاف وہ عمل کرنا جو دوستی کے تقاضے کے بالکل برعکس ہو، دشمنی ہے۔ مفادات کو نقصان پہنچانا دشمنی ہے۔ مقاصد کو نقصان پہنچانا دشمنی ہے۔ دھوکا دینا دشمنی ہے۔ ذات اور صفات کو نقصان پہنچانا دشمنی ہے۔ عزت اور شہرت کو، ساکھ اور برتری کو نقصان پہنچانا دشمنی ہے۔ دشمنی دوستی کے برخلاف اور متضاد عمل ہے۔ ہر وہ شخص جو اللہ کے دین کی عزت کو، شہرت کو، ساکھ کو، برتری کو نقصان پہنچاتا ہے، وہ اللہ اور اللہ کے رسولؐ سے دشمنی کرتا ہے۔ جو اللہ سے جھوٹ بولتا ہے یا اپنے قول اور عمل دونوں سے یا صرف اپنے عمل سے اپنے جھوٹ اور دھوکے کو ثابت کرتا ہے، وہ اللہ اور اللہ کے رسولؐ کا دشمن ہے۔ اگر ایک مسلمان اپنے قول اور عمل سے خود کو مسلمان ثابت نہیں کرتا یا اپنے قول اور عمل سے دین اسلام کی رسوائی کا سبب بنتا ہے، تو وہ اللہ اور اللہ کے رسولؐ دونوں کا دشمن ہے۔ اس لیے کہ وہ دین سے دشمنی کرتا ہے۔ کیونکہ دیکھنے والا مسلمان کو دیکھ کر ہی اسلام کے بارے میں کوئی رائے قائم کرتا ہے۔ درود پڑھنے والا یعنی پیارے نبیؐ کے لیے سلامتی چاہنے والا اگر اپنے قول میں سچا ہے تو وہ کوئی ایسا عمل نہیں کرسکتا جو سلامتی کے خلاف ہو یا اسلام کے خلاف ہو، یا مسلمانوں کے خلاف ہو۔ وہ کبھی بھی اللہ کے دین کے لیے رسوائی کا سبب نہیں بن سکتا۔

غلطی کیا ہے؟

ہر وہ کام جس سے خرابی یا برائی یا نقصان کی صورت پیدا ہو، غلطی ہے۔ غلطی ہمیشہ غفلت کے سبب، جہالت اور لاعلمی کے سبب، نادانستگی میں سرزد ہوتی ہے۔ جو خرابی یا برائی یا نقصان جان

Marfat.com

بوجھ کر دانستہ کیا جائے، وہ غلطی نہیں ہے بلکہ جرم ہے۔

غلطی کرنے والے تین طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک وہ ہیں جو غلطی کرتے ہیں، پھر اسے تسلیم کرتے ہیں اور پھر اس پر نادم ہوتے ہیں۔ ایسا شخص معافی کا مستحق ہے۔ دوسرا شخص وہ ہے جو غلطی کرتا ہے اور اپنی غلطی کو تسلیم بھی کرتا ہے مگر اس پر نادم نہیں ہوتا۔ ایسا شخص معافی کا اس وقت تک مستحق نہیں جب تک کہ وہ اپنی غلطی پر نادم نہ ہو۔ تیسرا وہ شخص ہے جو غلطی کرتا ہے مگر اسے تسلیم نہیں کرتا، لہٰذا اس پر نادم ہونے کا کوئی سوال ہی نہیں اٹھتا۔ ایسا شخص مجسم شر ہے اور معافی کا مستحق نہیں۔ غلطی ثابت ہو جانے پر ایسا شخص مجرم قرار پائے گا۔ معافی کی پہلی شرط غلطی کو سچائی کے ساتھ تسلیم کرنا ہے۔ دوسری شرط اس پر نادم ہونا ہے۔ تیسری شرط آئندہ غلطی نہ کرنے کا عہد کرنا ہے۔ متکبر کبھی اپنی غلطی کو تسلیم نہیں کرتا اور کبھی اپنی غلطی پر نادم نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ تو اپنی غلطی کو غلطی ہی نہیں سمجھتا۔ اور تو اور، وہ تو صحیح کو ہمیشہ غلط ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس لیے اس کے معافی چاہنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ سفر سے پہلے سفر کی راہ کے بارے میں مکمل تحقیق نہ کرنا اور گم راہ ہو جانا، غلطی نہیں بلکہ غفلت ہے۔ ایسی غفلت جس میں تکبر شامل ہے۔ کیونکہ جو اپنی راہ سے بالکل ہی واقف نہ ہو، اسے گم راہ کرنا بہت ہی آسان ہے۔

غفلت کیا ہے؟

کسی بھی سبب سے کسی چیز کا یا حقیقت کا نظروں سے یا فکر کی رسائی سے اوجھل رہنا، غفلت ہے۔ غفلت کے کئی سبب ہیں۔ موت جو ابدی نیند ہے، ابدی غفلت ہے۔ نیند جو انسانی ضرورت ہے، عارضی غفلت ہے۔ جہالت تاریکی ہے، اس لیے غفلت یا لاعلمی کا سبب ہے۔ عقل اور شعور کی کمی غفلت کا فطری سبب ہے۔ ایک ذمہ دار شخص اگر بہت سی ذمہ داریوں کو پورا کرتے ہوئے، اپنی مصروفیت کے باعث، یا کام کی زیادتی کے باعث، یا تھکن کے باعث، کسی چیز کی طرف سے غافل ہو جائے اور اس غفلت کی وجہ سے اس سے غلطی ہو جائے تو وہ قابلِ معافی ہے۔ اس میں عذر موجود ہے اور یہ اتفاقی غفلت ہے۔

غفلت کے معنی ہیں، غافل ہونا۔ غفلت کی ایک قسم جو انتہائی خطرناک ہے، وہ ہے نشہ کا

Marfat.com

غلبہ۔ شراب یا کسی بھی نشہ آور چیز کا نشہ ایک خاص وقفے کے بعد اتر جاتا ہے۔ لیکن ایک نشہ ایسا ہے جس کا غلبہ عام طور سے کبھی ختم نہیں ہوتا۔ اس نشہ سے انسان کو ہوش اس وقت آتا ہے جب پاؤں کے نیچے سے زمین نکل چکی ہوتی ہے، یا وقت گزر چکا ہوتا ہے۔ یہ نشہ ہے اختیار کا، اقتدار کا، دولت کا، قوت کا، تکبر کا یا برائی کا۔ بقدر اس نشہ کے غلبے کے اسے ہر چیز کم تر، حقیر، بے اختیار، کم زور نظر آتی ہے، اور انسان کو اس کی اپنی ذات کے سوا ہر چیز سے غافل کر دیتی ہے۔ ایسے شخص کی اطاعت گزاری دھوکا ہے۔ یا تو ضرورت کے سبب ہے یا مجبوری کے سبب ہے، اور عارضی ہے۔ قول اور عمل کے تضاد کا سبب بھی تکبر ہے۔ ایسے ہی لوگ گم راہی اور فتنے کا سبب ہوتے ہیں۔ جو دبے پاؤں داخل ہوتا ہے اور حق کو مشتبہ کر دیتا ہے۔ اور جب منہ موڑتا ہے تو پہچانا جاتا ہے۔ متکبر ہمیشہ ہر چیز پر اپنا حق سمجھتا ہے اور ہر چیز کو اپنے لیے سمجھتا ہے اور ہر چیز کو حاصل کر لینا چاہتا ہے۔

Marfat.com

باب پنجم

روزِ قیامت

دنیا کی زندگی تو بہت مختصر ہے اور عارضی ہے۔ یہ تو محض امتحان گاہ ہے اور آخرت کی تیاری کی جگہ ہے۔ اور قیامت نتیجے کا دن ہے۔ اور اسی نتیجے کی بنیاد پر ابدی زندگی ہے۔ اللہ تعالیٰ پر یقین رکھنے والا اس دنیا میں اپنی آخرت کی زندگی کے لیے تجارت کرتا ہے۔ اور ایک تیر سے دو شکار کرتا ہے۔ دنیا کا نفع بھی اٹھاتا ہے اور آخرت کی سرخروئی بھی حاصل کرتا ہے۔ وہ تو اپنی ہر سانس کو اللہ کے ذکر سے آباد کرتا ہے اور اپنے ہر عمل میں اللہ کی رضا کو تلاش کرتا ہے۔ اس کا غم، غمِ آخرت ہوتا ہے۔ ایک بڑا غم تمام چھوٹے غموں کو اپنے اندر سمیٹ لیتا ہے۔ اس کی فکر آخرت کی فکر ہوتی ہے اور ایک بڑی فکر تمام چھوٹی فکروں کو اپنے اندر سمیٹ لیتی ہے۔

جس انسان کو یقین ہو کہ آگ جلاتی ہے، وہ آگ میں ہاتھ نہیں ڈالتا۔ جس شخص کو سزا کا یقین ہوتا ہے، وہ جرم نہیں کرتا۔ جس کام میں نقصان کا یقین ہوتا ہے وہ کام نہیں کرتا۔ جس شخص کو سزا دینے والے پر اور اس کے اختیار پر یقین ہوتا ہے، وہ کبھی بھی اس کی نافرمانی نہیں کرتا۔ جہاں انسان کو تھوڑے سے بھی نفع کا یقین ہوتا ہے تو وہ اسے ضائع نہیں کرتا۔ اور نفع حاصل کرنے کے لیے ہر قسم کی دشواری، ہر قسم کی تکلیف، ہر قسم کی پریشانی اور ہر طرح کی مصیبت کو برداشت کرتا ہے۔ نہ تو کوئی سستی کرتا ہے، نہ غفلت برتتا ہے، نہ کوئی لاپرواہی کرتا ہے، نہ کوئی غلطی کرتا ہے بلکہ سب کام بغیر وقت ضائع کیے، بڑی پھرتی، ذہانت اور مستعدی سے انجام دیتا ہے۔ اور اگر وہ اپنے اللہ کی فرمانبرداری نہیں کرتا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ آخرت کے نفع اور جہنم کے عذاب پر یقین نہیں رکھتا۔ دراصل بات یقین کی ہے۔ جب یقین ہوتا ہے تو کرتا ہے اور یقین نہیں ہوتا تو نہیں کرتا۔ اور جسے روزِ قیامت پر یقین ہوتا ہے تو وہ ضرور اس دن کے لیے عمل بھی کرتا ہے۔ اور جس کو روزِ قیامت پر یقین ہی نہیں تو اس کو اس دن کے لیے عمل کرنے کی ضرورت بھی نہیں۔ اور جس کا قیامت پر یقین نہیں تو اس کا خیر اور شر پر بھی یقین نہیں۔ اور جب خیر اور شر پر یقین نہیں تو

Marfat.com

اللہ تعالیٰ پر بھی یقین نہیں۔ اور بے شک اللہ ہی روزِ قیامت کے مالک ہیں۔ اس دن کوئی کسی کے کچھ کام نہ آسکے گا۔ ہر ایک کو اپنے اعمال کا حساب دینا ہوگا۔ تو جس نے ذرہ بھر نیکی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا، اور جس نے ذرہ بھر برائی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا۔ برے اعمال پر سزا اور نیک اعمال پر جزا دی جائے گی۔ انسان بھی کس قدر نادان اور جاہل ہے کہ صبح سے شام تک بے شمار چھوٹی چھوٹی قیامتوں کو خود دیکھتا ہے لیکن کوئی سبق نہیں لیتا۔ اور موت تو خود مرنے والے کے لیے قیامت کی ابتدا ہے۔ آخر ملکیت کبھی تو اپنے مالک کی طرف لوٹے گی، اور مالک ملکیت سے حساب بھی لے گا۔ اگر انسان اپنے قول کو عمل کی کسوٹی پر پرکھے تو وہ جان لے گا کہ وہ روزِ قیامت پر یقین رکھتا ہے یا نہیں رکھتا۔ وہ اللہ کی پکڑ سے ڈرتا ہے یا نہیں ڈرتا اور سزا سے بچنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کرتا ہے یا نہیں کرتا، اور جزا پانے کے لیے عمل کرتا ہے یا نہیں کرتا۔ اور اس پر اللہ کا خوف غالب ہے یا نہیں۔ کیونکہ جو قیامت پر یقین نہیں رکھتا وہ اللہ تعالیٰ کے معبود ہونے پر بھی یقین نہیں رکھتا یعنی ایمان نہیں رکھتا۔ اور مغفرت کی پہلی شرط بھی ایمان ہے اور شفاعت پانے کے لیے بھی پہلی شرط صاحب ایمان ہونا ہے۔

....

جو انسانی جسم ہے وہی روح کا جسم ہے۔ جو جسم کی صلاحیتیں ہیں، وہی روح کی صلاحیتیں ہیں۔ جو جسم کے اعضاء ہیں، وہی روح کے اعضاء ہیں۔ جسم نظر آنے والے اور محسوس کیے جانے والے مادے پر مشتمل ہے جب کہ روح غیر مرئی یعنی نظر نہ آنے والے عنصر پر مشتمل ہے۔ جسم اپنی ضرورتیں غذا کو جذب کر کے پوری کرتا ہے جب کہ روح اخذ کرتی ہے۔ جسم نظامِ اخراج کے ذریعے اپنی ناپاکیوں کا اخراج کرتا ہے جب کہ روح اپنی فکر کی لہروں سے، اپنی آنکھوں سے خارج ہونے والی لہروں سے، اور انسانی جسم سے خارج ہونے والی لہروں سے اپنے اندر موجود ناپاکیوں کو فضا میں منتشر کرتی ہے یا تحلیل کرتی ہے۔ انسانی فطرت روح کی فطرت ہے، انسانی فکر روح کی فکر ہے، اور انسانی شعور روح کا شعور ہے۔ جو کام انسانی دل انسان کے لیے انجام دیتا ہے، وہی کام روح کا دل روح کے لیے انجام دیتا ہے۔ انسانی جسم اپنی روح کی فطرت کو اپنے قول اور عمل

Marfat.com

سے ظاہر کرتا ہے۔ روح اسی قول اور عمل کی مطابقت سے اپنی لہروں کو فکر کے ذریعے اور آنکھوں کے ذریعے منتشر کرتی ہے۔ جسم اپنی فطرت، اپنی پسند اور اپنی فطری ضروریات کے مطابق غذا سے، فضاء سے اور روشنی سے مادّے حاصل کرتا ہے اور روح ایسے ہی مادّوں کو اخذ کرتی ہے۔ پاکیزہ فطرت رکھنے والا جسم پاکیزہ اوصاف رکھنے والے مادّوں کو جذب کرتا ہے اور اس کی روح پاکیزہ مادّوں کو اخذ کرتی ہے۔ بُری فطرت رکھنے والا جسم اپنی فطرت کے مطابق بُرے مادّوں کو جذب کرتا ہے اور اس کی روح ایسے ہی بُرے مادّوں کو اخذ کرتی ہے۔ یا یوں کہہ لیں کہ انسانی فطرت کے مطابق ہی اس کے جسم اور روح میں مادّے پائے جاتے ہیں۔ چونکہ مختلف فطرتوں کی ضروریات بھی مختلف ہوتی ہیں اور نظام بھی مختلف ہوتا ہے، اس لیے انسانی جسم اور روح اپنی فطرت کے مطابق تبدیلیاں اختیار کرتے ہیں۔

کراماً کاتبین دو فرشتے ہیں۔ یہ غیب کی مخلوق ہیں۔ ان کے پاس جو اعمال لکھنے کا رجسٹر ہے، وہ بھی غیر مرئی اور نظر نہ آنے والے اجزاء پر مشتمل ہے۔ جب کمپیوٹر چپس پر لہروں کو ریکارڈ کیا جاسکتا ہے تو سب سے لطیف مادّے جن سے انسان واقف ہے، یعنی الیکٹرون، نیوٹرون اور پروٹون کو اس کام کے لیے کیوں استعمال نہیں کیا جاسکتا۔ ان کو مادّے کی طرح کیوں یکجا نہیں رکھا جاسکتا۔ ہر جوہر کا ایک مرکز ہے اور اس کے گرد یہ الیکٹرون، نیوٹرون اور پروٹون گردش کرتے ہیں۔ اسی طرح ان الیکٹرون، نیوٹرون اور پروٹون کے بھی مرکز ہیں۔ ان کا بھی ایک نظام ہے اور انہیں بھی مادّے کی طرح یکجا کیا جاسکتا ہے اور یکجا رکھا جاسکتا ہے۔ ان پر بھی پروگرام ریکارڈ کیا جاسکتا ہے اور مناظر نقش کیے جاسکتے ہیں۔ اور ہوسکتا ہے کہ اس سے بھی لطیف کوئی مادّہ ہو۔ اور ہر شے کا صحیح علم تو اللہ ہی کو ہے۔

انسان دنیا کو تو دھوکا دے سکتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کو دھوکا نہیں دے سکتا۔ اگر انسان کی فطرت میں سچائی ہے تو اس کی نیت میں بھی سچائی ہوگی کیونکہ نیت فطرت ہی سے ابھرتی ہے۔ انسان خواہ سو رہا ہو یا جاگ رہا ہو، اس کی فکر سے نکلنے والی لہریں اپنی قوت اور اثر کے لحاظ سے ان رجسٹروں ہی میں ریکارڈ ہوتی ہیں۔ جن لہروں میں ناپاکی، تلخی، سختی اور جلانے والا زہریلا اثر ہوتا ہے، وہ بدی

Marfat.com

کے رجسٹر میں درج کی جاتی ہیں، اور جن لہروں میں پاکی، ٹھنڈک، مٹھاس اور شفا کا اثر ہوتا ہے، وہ نیکی کے رجسٹر میں درج کی جاتی ہیں۔ جس طرح انسان کی زبان ہوتی ہے، اسی طرح فکری لہروں کی زبان ہوتی ہے، اور یہ لہریں اسی زبان میں درج کی جاتی ہیں۔ اور یہ قابلِ احترام فرشتے انسان کے ایک ایک لمحے کو ریکارڈ کرتے ہیں۔ ساری مخلوقات کی فکری لہروں کی زبان ایک ہی ہوتی ہے کیونکہ سب میں احساسات اور محسوسات ایک ہی ہوتے ہیں۔

انسان جو کچھ دیکھتا ہے، سنتا ہے، سوچتا ہے اور نیت کرتا ہے ...... وہ سب اپنے شعور میں ایک فلم کی طرح محفوظ کر لیتا ہے۔ یعنی اس کی زندگی کا ایک ایک لمحہ اپنی تمام تر سچائی کے ساتھ ریکارڈ ہو جاتا ہے۔ یہ شعور تو روح کا شعور ہے۔ جسم سے الگ ہو جانے کے بعد بھی روح کے شعور میں یہ سب ریکارڈ ہمیشہ کے لیے محفوظ رہتا ہے۔ بس بٹن دبانے کی دیر ہے، انسان خود اپنے اعمال کی گواہی دے گا۔ قیامت میں انسان کے جسم کا ایک ایک عضو گواہی دے گا کیونکہ جب قیامت کے روز انسان کو دوبارہ جلایا جائے گا تو اس وقت روح غالب اور جسم مغلوب ہوگا یعنی جسم روح کے تصرف میں ہوگا۔ جب کہ دنیا کی زندگی میں روح جسم کے تصرف میں ہوتی ہے۔ قیامت میں روح اپنے جسم سے وابستہ ہوگی مگر جسم میں مقید نہیں ہوگی بلکہ انسانی جسم کے ساتھ ہوگی اور ہر قسم کی جواب دہی کی خود ذمہ دار ہوگی۔ اور جیسے ہی روح کے شعور کو حکم دیا جائے گا، وہ بے اختیار ہو کر اپنے اعضاء کے ساتھ ہر بات کی گواہی دے گا۔

روح کی اصل قوتیں ...... قوتِ یقین، قوتِ توجہ، قوتِ ارادی، قوتِ صبر و تحمل اور قوتِ برداشت ہیں۔ اللہ کے دوست یعنی ولی اللہ کی روح بھی اپنے جسم پر غالب ہوتی ہے، یعنی جسم میں رہتے ہوئے تمام جسمانی حواس اور قوتوں پر غلبہ پا لیتی ہے اور جسم پر مکمل غلبہ اور تسلط حاصل کر لیتی ہے۔ جب کہ موت جسم کی روح سے مکمل علیحدگی ہے۔ یعنی موت کی حالت میں جسم پر سے روح کا تصرف ختم ہو جاتا ہے۔ اس سے آگے ابدی زندگی ایک راز ہے۔ ہاں اگر کوئی صاحبِ ایمان یہ چاہے کہ اس کی روح اس کے جسم پر غالب آ جائے تو سب سے پہلے اللہ تعالیٰ سے ہر وقت مدد طلب کرتا رہے۔ اپنی ہر سانس کو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے آباد کرے اور اپنے ہر عمل میں اللہ تعالیٰ کی

رضا اور پسند کو تلاش کرے۔ درود کثرت سے پڑھے۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت گزاری کے لیے اپنے وجود کی تسخیر کرے۔ چونکہ روح جسمانی کثافتوں میں مقید ہونے کے سبب سے نابینا ہے، اور دیکھنے، سننے اور سمجھنے کے لیے اپنے خاکی وجود کی محتاج ہے اس لیے روح کو اللہ تعالیٰ کی پسند اور ناپسند سے واقف کرانا اور اللہ تعالیٰ پر ایمان حاصل کرنا ضروری ہے۔ اب جیسے جیسے روح اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں اپنے خاکی وجود کی تسخیر کرے گی، ویسے ویسے وہ اللہ تعالیٰ کے مقابل اپنے ذاتی اختیار اور خواہشات سے دستبردار ہوتی چلی جائے گی۔ جتنا دستبردار ہوگی، اتنا ہی اس کے ظاہر اور باطن میں فاصلہ پیدا ہوگا۔ دنیا اور اس کے درمیان فاصلہ پیدا ہوگا۔ وہ بظاہر دنیا سے ملا جلا دکھائی دے گا مگر باطن میں دنیا سے الگ رہے گا۔ کچھ لوگ چھوٹے پیالے کی شکل اختیار کرتے ہیں جو ذرا سے پانی سے چھلک جاتا ہے، کچھ چھوٹے گڑھے ہوتے ہیں، کچھ جھیل اور دریا کی طرح ہوتے ہیں جو ناپاکیوں کو پی لیتا ہے اور جس سے ناپاک جانور بھی اپنی پیاس بجھاتے ہیں۔

قول اور فعل کا تضاد

جب تو قول اور فعل کی حقیقت پر غور کرے گا تو تجھے معلوم ہو جائے گا کہ تیرا قول اور فعل دونوں تیرے شعور، تیرے باطن اور تیری فطرت کا عکس ہیں، کیوں کہ تیرا باطن ہی تیرے ظاہر کو متحرک کرتا ہے۔ تیرے قول اور فعل دونوں کا تعلق تیرے اردے، تیری خواہشات اور تیرے اختیار سے ہے۔ جو کچھ تو دیکھتا ہے، سنتا ہے اور محسوس کرتا ہے، اس کا مجموعی تاثر تو اپنی فطرت کو منتقل کر دیتا ہے اور اس طرح اپنی فطرت کی تشکیل کرتا ہے اور اپنی فطری ضرورتوں کا تعین کرتا ہے۔ پھر اسی فطرت کا یا فطرت کی ضرورتوں کا اظہار تو اپنے قول اور فعل سے کرتا ہے۔ پھر اس سے حاصل ہونے والے اثرات کو تو اپنی فطرت میں منتقل کر دیتا ہے۔ اور یہ سلسلہ زندگی بھر چلتا رہتا ہے۔ انسان اپنی بھلی یا بری فطرت کو اپنے قول اور عمل کے ذریعے خرچ کرتا ہے۔ پھر اس سے حاصل ہونے والے اثرات کو اور ماحول سے حاصل ہونے والے اثرات کو اپنی فطرت میں داخل کر دیتا ہے۔ کیوں کہ انسان جو کچھ اپنے ماحول میں دیکھتا ہے، سنتا ہے اور محسوس کرتا ہے، اس کا بھی اثر لیتا ہے۔ اور انسان تو جو کچھ اس کے پاس ہے وہی خرچ کرتا ہے، اور جو خرچ کرتا ہے وہی

اپنے لیے دوبارہ حاصل کرتا ہے۔

قول اور فعل کا تضاد انسانی فطرت میں موجود جھوٹ، دھوکے، مکر و فریب، ہوس، خود فریبی، بے اعتباری، ارادے کی کمزوری، خوف، دہری شخصیت، تکبر، دکھاوے یا ریاکاری کو ظاہر کرتا ہے۔ انسان ایک کھلی کتاب ہے۔ طنزیہ یا ذومعنی گفتگو کرنے والا اپنے اندر تکبر رکھتا ہے۔ جس طرح اجابت کی ضرورت انسان کو بے حد بے قرار اور بے چین کرتی ہے اور پھر اخراج کے ذریعے اس ضرورت کی تکمیل انسان کو سکون پہنچاتی ہے، یا جس طرح بھوک ستاتی ہے تو انسان اپنا پیٹ بھر کر سکون پاتا ہے، اسی طرح انسان اپنی فطرت کو خرچ کرتا یعنی اسے خارج کرتا ہے۔ اور پھر جن حواس اور قول و عمل کے ذریعے اسے خارج کرتا ہے انہیں حواس خمسہ اور قول و عمل کے ذریعے اپنی فطرت کے مطابق اپنی فطرت کا پیٹ بھرتا ہے۔ ناپاک فطرت ناپاکیاں خرچ کرتی اور ناپاکیاں حاصل کرتی ہے۔ پاک فطرت پاکی خرچ کرتی اور پاکیاں حاصل کرتی ہے۔ پاکی میں لطافت ہے۔ شفا ہے۔ ٹھنڈک ہے۔ اطمینان ہے۔ جب کہ ناپاکی میں کثافت ہے۔ امراض ہیں۔ بے چینی ہے۔ اضطراب ہے۔ تلخی ہے۔ آگ ہے۔ کبھی نہ ختم ہونے والی بھوک اور پیاس ہے۔

انسان اپنی جزا اور سزا کا تعین خود کرتا ہے

دنیا کی دو قسمیں ہیں۔ ایک دنیا خیر کی، فلاح کی، نیکی کی، اخلاقی خوبیوں کی، سلامتی کی، نور کی، شفا کی، پاکی کی، روشنی کی، امن اور بے خوفی کی، راحت اور اطمینان کی، چین اور سکون کی ہے۔ دوسری دنیا شر کی، شیطان کی، بدی کی، تاریکی کی، خوف اور دہشت کی، سختی اور تکلیف کی، گناہوں اور ناپاکیوں کی، بیماریوں کی، بے چینی اور اضطراب کی، اور ذلت و رسوائی کی ہے۔ دونوں دنیاؤں میں نظام الگ الگ ہیں۔ ان کی اہلیت، ان کے درجات اور ان کے کام سب مختلف ہیں۔ ان کی ضرورتیں مختلف ہیں۔ ان کے اثرات مختلف ہیں۔ ان کی خصوصیات مختلف ہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنے عدل کے ساتھ قائم ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی نظروں میں سب انسان برابر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس کے اختیار، ارادے اور خواہشات کے سپرد کر دیا۔ دنیا کو امتحان گاہ قرار

Marfat.com

دیا۔ پھر ایک نصاب عطا فرمایا، جس میں خیر اور شر دونوں کی وضاحت فرمائی۔ پھر یہ بتلا دیا کہ دیکھو تمہیں خیر کو تلاش کرنا ہے، اور تمہیں پاکی کو تلاش کرنا ہے، اور میرے بتائے ہوئے طریقے سے اپنی فکر کو، اپنی روح کو، اپنے باطن کو، اپنی فطرت کو اور اپنے قول اور فعل کو، خیر اور فلاح سے اور پاکیوں سے آراستہ کرنا ہے۔ اب جس کا جی چاہے اللہ تعالیٰ پر اور اللہ کی باتوں پر یقین کرے۔ یقین کرے گا تو توجہ کرے گا اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے گا۔ اور خود کو سلامتی کے حصول کے لیے وقف کر دے گا۔ اور اس کے لیے اہلیت حاصل کرے گا۔ اور جس کا جی چاہے یقین نہ کرے۔ اب قیامت کے دن کوئی بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ ہمارے ساتھ زیادتی ہوئی ہے کیوں کہ جس نے جو چاہا، اور جس دنیا کے لیے چاہا، اور جس درجے کے لیے چاہا، جنت کے لیے چاہا یا دوزخ کے لیے چاہا، وہ حاصل کر لیا۔ اور اپنی حیثیت کا، اپنی ضرورت کا، اپنے درجات کا، اپنی اہلیت کا، اپنے لیے جزا یا سزا کا، خود تعین کر لیا۔ اور جس نے دنیا میں جو کمایا وہ اپنے لیے کمایا اور آخرت کے لیے کمایا۔ اور اللہ تعالیٰ نے تو فرما دیا ''بے شک ہر مشکل میں آسانی ہے، اور بے شک ہر مشکل کے بعد آسانی ہے۔ تو جب تم فارغ ہوا کرو تو عبادت میں محنت کیا کرو۔'' اور اللہ تعالیٰ کسی کی کوشش اور اجر کو کبھی ضائع نہیں کرتے۔ جس متکبر نے اپنی ذات پر بھروسہ کیا، اور کسی کام کی کوشش کی، اسے بھی اللہ تعالیٰ ہی عطا فرماتے ہیں۔ اور کوشش کرنے والا اپنے بھلے برے کا خود ہی ذمہ دار ہوتا ہے۔ اور جو اللہ تعالیٰ کے آگے روتا ہے، گڑگڑاتا ہے، طلب کرتا ہے اور پھر کوشش کرتا ہے، تو اسے بھی اللہ تعالیٰ ہی عطا فرماتے ہیں۔ اور خیر و فلاح کے ساتھ عطا فرماتے ہیں۔ اور اگر اس کی طلب اس کے لیے نقصان دہ ہے تو اس سے بہتر چیز عطا فرماتے ہیں۔ اور مناسب وقت پر عطا فرماتے ہیں۔ یا پھر بے شمار خالص نیکیاں اس کے نامۂ اعمال میں لکھ دی جاتی ہیں۔ غرض سب سخیوں سے بڑھ کر سخی سے مانگنے والا فائدے ہی فائدے میں رہتا ہے۔

بہت سے لوگ یہ کہتے ہیں کہ دیکھو مسلمان ساری دنیا میں کس قدر دکھ میں، تکلیف میں، غربت میں اور رسوائی میں مبتلا ہیں۔ ان کا جواب یہ ہے کہ مسلمان وہ ہے جو صاحبِ ایمان ہے۔ اور جس کے پاس ایمان کی دولت ہے اس کے پاس سلامتی ہے، امن اور بے خوفی ہے، عزت

ہے، حرمت ہے، چین اور سکون ہے اور شکر گزاری ہے۔ اور ایمان کی قوت ایک ناقابلِ تسخیر قوت ہے۔ دوسرے یہ کہ مسلمان وہ ہے کہ جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان کو کبھی تکلیف نہ پہنچے۔ تیسرے یہ کہ صاحب ایمان کبھی بھی مادّیت پرست نہیں ہوسکتا۔ وہ تو غیب پر ایمان لاتا ہے اور روحانیت کی دولت اور قوت حاصل کرتا ہے۔ اب ایک دنیا دار جن دنیا داروں کی بات کرتا ہے، ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمادیا کہ ''جو شخص اس دنیا کی لذتیں چاہتا ہے، ہم اس کے اعمال کا بدلہ یہیں چکا دیتے ہیں اور کوئی کمی نہیں کرتے۔'' دراصل دنیا دار فریب نظر میں مبتلا ہے، وہ صرف ظاہر کو دیکھتا ہے۔ جسے وہ عزت سمجھتا ہے، وہ عزت نہیں ہے۔ جسے وہ چین اور سکون سمجھتا ہے، وہ چین اور سکون نہیں بلکہ بے چینی، اضطراب اور خوف ہے۔ جسے وہ دولت سمجھتا ہے، اس میں اس کا حصہ صرف اتنا ہے جو کھالیا یا جو پہن کر پھاڑ دیا۔

قیامت اور ایک پڑھے لکھے عام انسان کی سوچ

کوئی نہیں جانتا کہ اس زمین پر زندگی کے کتنے دور آئے۔ یہ زمین کب سے قائم ہے۔ اس پر اللہ بزرگ و برتر نے کون کون سی مخلوقات پیدا کیں۔ اور زمین پر کتنی قیامتیں گزریں۔ اور یہ کہ کیا قیامت کے بعد اللہ بزرگ و برتر اس زمین کو پھر آباد فرمائیں گے۔ اور یہ کہ اگر آباد کریں گے تو اس پر کون سی مخلوق پیدا کریں گے۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کے اسرار ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی کو ہر شے کا علم ہے۔

ایک عام پڑھے لکھے انسان کے ذہن میں قیامت کا بڑا ہی عجیب نقشہ بنتا ہے۔ شاید یہ چاند ہی زمین کے مدار پر جھکتے جھکتے زمین کی کشش کے دائرے میں داخل ہو جائے اور زمین سے ٹکرا جائے۔ یا کوئی اور سیارہ زمین کے مدار میں داخل ہو کر زمین سے ٹکرا جائے۔ دونوں صورتوں میں جوں جوں سیارہ زمین کے مدار میں داخل ہوگا اور زمین سے قریب آتا جائے گا، اس کی گردش تیز سے تیز تر ہوتی جائے گی اور ہواؤں کی رفتار بھی تیز سے تیز تر ہوتی چلی جائے گی۔ اور اس گردش سے پیدا ہونے والی گونج بھی تیز سے تیز تر ہوتی چلی جائے گی۔ سمندروں میں زبردست طوفان اور جوار بھاٹے پیدا ہوں گے۔ اور جب وہ سیارہ اپنی تیز گردش کے ساتھ زمین سے ٹکرائے گا اور ٹکرا کر زمین کے گرد لٹو کی طرح چکر لگائے گا تو بڑے بڑے پہاڑ روئی کے گالوں کی طرح اُڑ

جائیں گے۔ زمین کی بلندیاں اور پستیاں سب برابر ہو جائیں گی۔ زمین کے اطراف میلوں کی بلندی تک گردوغبار کے بادل چھا جائیں گے۔ تمام گیسیں ایک دوسرے میں مدغم ہو جائیں گی۔ گردوغبار کے سبب سورج کی روشنی رک جائے گی اور درجۂ حرارت بڑھ جائے گا۔ پھر سیارے کے ٹکراؤ سے جو گرمی پیدا ہو گی وہ بھی زمین پر رہ جائے گی۔ یہ گرمی اتنی شدید ہو گی کہ زمین پر موجود ہر چیز پگھلنے لگے گی۔ پانی بھاپ بن کر اڑ جائے گا اور سمندروں میں موجود نمکیات اور دھاتیں تیزی سے کم ہوتے ہوتے پانی کے ساتھ گاڑھی ہو کر نشیبوں میں سمٹتی چلی جائیں گی۔ یہاں تک کہ خشک ڈھیر بن کر نشیبوں کو پاٹ دیں گی۔ زمین اور زمین سے ٹکرانے والے سیارے کے بڑے بڑے جسیم تودے اچھل کر زمین کے مدار میں پہنچ جائیں گے۔ زمین کی گردش اس ٹکراؤ سے بہت تیز ہو جائے گی۔ دن اور رات کی تمیز ختم ہو جائے گی۔ زمین ایک جلتے ہوئے انگارے کی مانند ہو جائے گی۔ جنگلات کے درخت اُکھڑ کر گرم اور انتہائی تیز طوفانی ہواؤں میں اُڑتے ہوئے نشیبوں میں اٹک کر جمع ہو جائیں گے۔ اور گرمی کی شدّت سے خشک ہو کر سلگنے لگیں گے۔ جیسے جیسے تصادم کے اثرات کم ہوتے جائیں گے، زمین کی گردش کم ہوتی جائے گی اور گرم ہواؤں کے طوفان بھی بتدریج تھمتے چلے جائیں گے۔ زمین کا اندرونی اور بیرونی درجۂ حرارت بڑھ جائے گا۔ گردوغبار دوبارہ زمین پر بیٹھنا شروع ہو جائے گا۔ ممکن ہے دھول کی یہ تہہ سینکڑوں فٹ ہو یا ہزاروں فٹ ہو۔ اور کسے معلوم کہ اسے بیٹھنے میں کتنا عرصہ لگے۔ پھر فضا میں موجود بڑے بڑے چٹانی ٹکڑے بھی زمین پر گریں گے۔ پھر اس دور کے بعد ممکن ہے برفانی دور شروع ہو جائے۔ فضا میں موجود پانی زمین پر برف کی صورت میں جم جائے۔ پھر کون جانے یہ برفانی دور کب ختم ہو۔ اور اللہ بزرگ و برتر دوبارہ اس زمین پر کس مخلوق کو پیدا کر دیں۔ اللہ تعالیٰ تو ہر شے پر قادر ہیں۔ نئے نشیب و فراز ہوں گے۔ نئی خشکی ہو گی۔ نئی تری ہو گی۔ اور اگر نئی مخلوق ہوئی تو ہو سکتا ہے کہ وہ زمین کو کھود کر زمین میں دفن لاہوری نمک حاصل کرے۔ مختلف دھاتیں حاصل کرے اور مختلف دھاتوں کو ملا کر انسان نے جو نئی دھاتیں تیار کی ہیں ان کو دریافت کرے اور ان کو کوئی نیا نام دے۔ واللہ اعلم۔ کاش وہ ان تمام باتوں کے ساتھ یہ بھی سوچ لے کہ جب کائنات کی کلوزنگ

Marfat.com

ہوگی تو پھر ہر ایک چیز کا حساب کتاب ضرور ہوگا، اور ہر ایک سے اس کی کارکردگی کا حساب لیا جائے گا، اور ہر ایک کی اس کے معیار کے مطابق درجہ بندی بھی ہوگی۔ نافرمانوں کے لیے سزا ہوگی اور فرماں برداروں کے کے لیے جزا ہوگی۔ اور جو کچھ قیامت کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اور اللہ کے پیارے رسولؐ نے فرمادیا، وہ سب حق ہے اور یہی ہمارا ایمان ہے۔

Marfat.com

روزِ قیامت کے ناموں کا ذکر

روزِ قیامت کے ناموں کا ذکر اس لئے ضروری ہے کہ اس میں عقل اور شعور رکھنے والوں کے لئے سبق ہے۔ عبرت ہے اور نصیحت ہے: (۱) روزِ قیامت (۲) روزِ حسرت (۳) روزِ ندامت (۴) روزِ حساب (۵) روزِ محاسبہ (۶) روزِ سوال (۷) روزِ سبقت (۸) جھگڑے کا دن (۹) رعب کا دن (۱۰) زلزلے کا دن (۱۱) الٹ دینے کا دن (۱۲) کڑک کا دن (۱۳) روزِ واقعہ (۱۴) روزِ قارعہ (۱۵) روزِ راجفہ (۱۶) روزِ رادفہ (۱۷) روزِ غاشیہ (۱۸) روزِ مصیبت (۱۹) روزِ حاقہ (۲۰) روزِ طامہ [ملانے والا] (۲۱) روزِ صاخہ (۲۲) روزِ طلاق (۲۳) روزِ فراق (۲۴) روزِ مساق (۲۵) روزِ قصاص (۲۶) روزِ تناد (۲۷) روزِ ماب [رُلانے والا] (۲۸) روزِ عذاب (۲۹) روزِ گریز (۳۰) روزِ قرار (۳۱) روزِ لقا (۳۲) روزِ بقا (۳۳) روزِ قضا (۳۴) روزِ جزا (۳۵) روزِ بلا (۳۶) روزِ گریہ (۳۷) روزِ حشر (۳۸) روزِ وعید (۳۹) روزِ پیشی (۴۰) روزِ وزن (۴۱) روزِ حق (۴۲) روزِ حکم (۴۳) روزِ فصل (۴۴) روزِ جمع (۴۵) روزِ بعث (۴۶) روزِ فتح (۴۷) روزِ رسوائی (۴۸) روزِ عظیم (۴۹) روزِ عقیم (۵۰) روزِ عسیر (۵۱) روزِ دین [یوم الدین] (۵۲) روزِ یقین (۵۳) روزِ نشور (۵۴) روزِ مصیر (۵۵) روزِ نفخہ (۵۶) روزِ صیحہ (۵۷) روزِ جفر (۵۸) روزِ جنبش (۵۹) روزِ توبیخ (۶۰) روزِ نشر (۶۱) روزِ خوف (۶۲) روزِ اضطراب (۶۳) روزِ منتہی (۶۴) روزِ مادی (۶۵) روزِ میقات (۶۶) روزِ میعاد (۶۷) روزِ مصاد (۶۸) روزِ قلق (۶۹) روزِ عرق (۷۰) روزِ انتقاد (۷۱) روزِ انکدار (۷۲) روزِ انتشار (۷۳) روزِ انشقاق (۷۴) روزِ وقوف (۷۵) روزِ خروج (۷۶) روزِ خلود (۷۷) روزِ تغابن (۷۸) روزِ عبوس (۷۹) روزِ معلوم (۸۰) روزِ موعود (۸۱) روزِ مشہود (۸۲) وہ روز جس میں کوئی شک نہیں (۸۳) وہ روز جس میں دلوں کے بھید کھولے جائیں گے (۸۴) وہ روز جس میں کوئی کسی کے کچھ کام نہ آ سکے گا (۸۵) وہ روز جس میں آنکھیں آسمان کی طرف لگی ہوں گی (۸۶) وہ روز جس میں کوئی دوست کسی دوست کے کچھ کام نہ آ سکے گا (۸۷) وہ روز جس میں کوئی کسی کا کچھ بھلا نہ کر سکے گا (۸۸) وہ روز جس میں لوگ دوزخ کی طرف دھکیلے جائیں گے (۸۹) وہ روز جس میں

Marfat.com

لوگ آگ میں منہ کے بل گھسیٹے جائیں گے (۹۰) وہ روز جس میں باپ بیٹے کے کچھ کام نہ آسکے گا (۹۱) وہ روز جس میں انسان اپنے بھائی اور ماں باپ سے دور بھاگے گا (۹۲) جس روز نہ لوگوں کو بولنے کی اجازت ہوگی نہ وہ کوئی عذر کر سکیں گے (۹۳) وہ دن جس میں کوئی شخص عذابِ الٰہی سے روکنے والا نہ ہوگا (۹۴) وہ روز جس میں لوگ نکل کھڑے ہوں گے (۹۵) وہ روز جس میں لوگوں کو آگ میں عذاب دیا جائے گا (۹۶) جس روز مال اور اولاد سے کوئی فائدہ نہ پہنچ سکے گا (۹۷) جس روز ظالموں کا عذر ان کے کچھ بھی کام نہ آسکے گا (۹۸) ظالموں کو لعنت اور خراب ٹھکانہ ملے گا (۹۹) جس روز عذر منظور نہیں کئے جائیں گے، دلوں کے بھید کھولے جائیں گے، دلوں کی ہر پوشیدہ بات ظاہر ہو جائے گی اور پردے کھل جائیں گے (۱۰۰) جس روز آنکھیں نیچی ہوں گی، ہر ایک خاموش ہوگا، ایک دوسرے کی طرف کم دیکھتا ہوگا اور ہر پوشیدہ بات ظاہر ہو جائے گی، ہر خطا سامنے آجائے گی، جس دن ترازو قائم ہوگی، دفترِ اعمال کھولے جائیں گے، دوزخ ظاہر کی جائے گی، پانی کو جوش دیا جائے گا، آگ بھڑکائی جائے گی، کافر ناامید ہوں گے، رنگ متغیر ہوں گے، زبانیں گونگی ہوں گی اور ہاتھ پاؤں کانپتے ہوں گے۔ اے انسان، تجھے کس چیز نے دھوکے میں رکھا کہ تو نے بند دروازوں اور پردوں کے پیچھے لوگوں سے چھپ کر گناہ کئے۔ اب بتا کیا کرے گا جب تیرے اعضاء ہی تجھ پر گواہی دیں گے۔

اے شخص، تو اس دن کی تیاری کر جس کی بڑی شان ہے۔ جس دن صرف اور صرف اس زبردست بادشاہ کا حکم چلے گا، اور اس کا زمانہ (دورانیہ) لمبا ہوگا۔ اور اس دن کا واقع ہونا لازمی ہے۔ اس دن بڑے بڑے واقعات ہوں گے۔ آسمان پھٹ جائے گا اور ستارے اس کی ہیبت سے گر پڑیں گے۔ بے نور ہو جائیں گے۔ آفتاب کی روشنی ماند پڑ جائے گی اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے۔ دریا ابل پڑیں گے اور پہاڑ ایسے ہو جائیں گے جیسے دھنکی ہوئی رنگ برنگی اون۔ زمین پھیلا دی جائے گی اور بھونچال سے ہلا دی جائے گی۔ پھر وہ اپنے تمام بوجھ نکال پھینکے گی۔ اس دن آدمی قسم قسم کے ہو جائیں گے اور اپنے اعمال کو دیکھیں گے۔ زمین اور پہاڑ کوٹ کوٹ کر ریزہ ریزہ کر دیے جائیں گے۔ دوزخ دہکائی جائے گی اور جنت قریب لائی جائے

گی۔ اور ہونے والی چیز ہو جائے گی۔ آسمان پھٹ پڑے گا اور فرشتے اس کے کناروں پر ہوں گے اور آسمان پھٹ کر گلابی لال چمڑے کی طرح ہو جائے گا۔

جب صور پھونکا جائے گا

اور جب صور پھونکا جائے گا تو تارے جھڑ جائیں گے۔ دریا خشک ہو جائیں گے۔ پہاڑ ایسے ہو جائیں گے جیسے دھنکی ہوئی رنگ برنگی اون۔ قبریں اکھیڑ دی جائیں گی۔ صور ایک ایسی زبردست آواز ہوگی، چیخ ہوگی جس سے تمام ذی روح ختم ہو جائیں گے۔ قبروں سے مُردے نکل پڑیں گے۔ تمام مخلوق اپنی اپنی قبروں سے ایک ساتھ اس طرح نکل پڑے گی جیسے بکھرے ہوئے پتنگے، ان کے چہرے پریشان ہوں گے اور بدن سر سے پاؤں تک آلودہ، یہ سب لوگ ننگے پاؤں، ننگے بدن، بغیر ختنے کے ہوں گے۔ کسی کو کسی کا ہوش نہ ہوگا۔ حیران اور پریشان میدانِ حشر میں پہنچیں گے۔ میدانِ حشر کی زمین نرم، ہموار اور سفید رنگ کی ہوگی۔ اس میں کوئی اونچ نیچ یا گڑھا نہیں ہوگا۔ سورج بے نور ہو جائے گا۔ چاند کی روشنی ختم ہو جائے گی۔ ہر طرف اندھیرا ہوگا۔ ایسے میں اچانک آسمان پھٹ جائے گا۔ اور پھٹے ہوئے آسمان کے اطراف کناروں پر فرشتے کھڑے ہوں گے۔ روزِ قیامت لوگ اپنی اُپنی قبروں سے نکل کر تین حالتوں میں میدانِ حشر میں پہنچیں گے۔ کچھ لوگ پیدل چل رہے ہوں گے۔ کچھ پیٹ کے بل گھسٹ رہے ہوں گے۔ اور کچھ سر کے بل دونوں ہاتھوں سے چل رہے ہوں گے۔ سارے لوگ انتہائی خوف زدہ اور بدحواس ہوں گے۔ قبروں سے اٹھ کر میدانِ حشر تک پہنچنے میں ایک طویل وقت لگ جائے گا۔

میدانِ حشر کی کیفیت

کائنات کی تمام مخلوقات یہاں تک کہ تمام چرند اور پرند میدانِ حشر میں کھڑے ہوں گے۔ تمام مخلوقات کا ایک اژدھام یا جم گھٹا ہوگا۔ کندھے سے کندھا چھلتا ہوگا۔ پھر تاریکی بتدریج ختم ہو جائے گی اور سورج نہایت شدت کے ساتھ چمکے گا۔ ایک تو مجمع کی گرمی، دوسرے خوف اور دہشت، تیسرے سورج کی گرمی، اس لئے بے پناہ پسینہ بہے گا۔ اس دن عرش کے سائے کے سوا

Marfat.com

کوئی سایہ نہ ہوگا۔ اور اس سائے میں اللہ بزرگ و برتر کے نیک، مقرب اور برگزیدہ بندے ہوں گے۔ تمام مخلوق ہوش وحواس سے بے گانہ آسمان کی طرف نظر لگائے کھڑی ہوگی۔ نہ کسی کو کھانے کا ہوش ہوگا نہ پینے کا۔ نہ ایک دوسرے سے بات چیت کا۔ اللہ تعالیٰ سخت غصے میں ہوں گے اور کسی کی طرف نظر نہیں کریں گے۔ انتظار کی یہ مدت ہزاروں سال ہوگی۔ ابھی لوگ قیامت کی سختی، گرمی اور پسینے کی بلا یعنی پسینے میں ڈوبے ہوئے خوف اور دہشت سے لرزتے اور کانپتے ہوں گے کہ یکا یک آسمان کے کناروں سے بہت بڑے ڈیل ڈول کے، نہایت موٹے، تندخو اور سخت گیر فرشتے اتریں گے۔ ان کو حکم ہوگا کہ وہ گنہ گاروں کو ان کے ماتھوں کے بالوں سے پکڑ کر اس مقام پر لائیں، جہاں انہیں عالیشان، عظیم الشان، زبردست بادشاہ کے سامنے پیش کیا جانا ہوگا۔ اس وقت بعض لوگ فرشتوں کے رعب اور ہیبت سے متاثر ہوکر ڈرتے ڈرتے پوچھیں گے کہ کیا ہمارا پروردگار تمہیں میں موجود ہے۔ فرشتے اللہ کے خوف سے لرز اٹھیں گے اور کہیں گے کہ پاک ہے ہمارا پالنے والا۔ وہ بڑی عزت والا اور بزرگی والا ہے۔ بڑائی والا ہے۔ عالی شان ہے۔ عظیم الشان ہے۔ وہ ہم میں نہیں مگر بعد میں ظاہر ہوں گے۔

دوزخ کا بیان

جب عرش کا نور ظاہر ہوگا اور میدانِ حشر اس نور سے چمکنے لگے گا، اس وقت حضرت جبریل علیہ السلام کو اللہ بزرگ و برتر کا حکم ہوگا کہ دوزخ کو میرے پاس لے آؤ۔ جب دوزخ آئے گی تو بہت جوش میں ہوگی اور ساری خلقت اس کی بھڑکتی ہوئی آگ کی لپٹوں کا شور سنے گی۔ اس وقت دوزخ ایک چیخ مارے گی۔ لوگ مارے ہیبت کے منہ کے بل گر پڑیں گے۔ کچھ زانو کے بل اور کچھ پلٹ کر بھاگیں گے۔ پھر دوزخ دوسری اور تیسری چیخ مارے گی تو لوگ منہ کے بل گر جائیں گے۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ اگر مسجد میں لاکھ آدمی یا اس سے زیادہ ہوں اور ایک آدمی دوزخیوں میں سے آکر ان میں سانس لے تو سب کے سب مرجائیں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”جس چیز کی رغبت اللہ تعالیٰ نے دلائی ہے اس سے رغبت کرو اور جس چیز سے

Marfat.com

خوف دلایا ہے اس سے ڈرو، یعنی اس کے عذاب اور سزا سے ڈرو۔'' دوزخ والوں پر بھوک کا عذاب ڈالا جائے گا۔ جب وہ کھانے کے لئے فریاد کریں گے تو ان کو کانٹوں کی غذا دی جائے گی۔ پھر پانی کے لئے فریاد کریں گے تو کھولتا ہوا پانی دیا جائے گا۔ اس سے ان کے منہ اور پیٹ کے اندر کے اعضا ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے۔ حضرت حسنؒ فرماتے ہیں کہ آگ دوزخیوں کو ایک دن میں ستر ہزر بار کھائے گی اور ہر بار ان کو نیا جسم دیا جائے گا۔ غرض دوزخ کا عذاب ایک ناقابل بیان عذاب ہے۔ اے ہمارے پروردگار ہم سب کو دوزخ کے عذاب سے بچا لیجئے۔

میدانِ حشر اور انبیاء کا احوال

فرشتے اللہ صاحب جلال وعظمت کی بزرگی اور ہیبت سے لرزتے ساری مخلوق کو میدانِ حشر میں چاروں طرف سے گھیرے کھڑے ہوں گے۔ سب سے پہلے عرش کا نور ظاہر ہوگا اور میدانِ حشر اس نور سے چمکنے لگے گا۔ اس وقت ہر شخص یہی سمجھے گا کہ اللہ تعالیٰ صرف اور صرف میری طرف متوجہ ہیں اور اب مجھے ہی پکڑا جائے گا اور پوچھ گچھ کی جائے گی۔ سب سے پہلے انبیاء سے پوچھا جائے گا۔ اس وقت عظمتِ الٰہی کی ہیبت سے انبیاء بھی سخت پریشان ہوں گے۔ اس لئے جب ان سے پوچھا جائے گا کہ ہم نے تمہیں اپنی مخلوق کی طرف اپنے پیغام کے ساتھ بھیجا تھا، کیا تم نے ہمارا یہ پیغام پہنچایا تو وہ صرف اتنا کہہ سکیں گے کہ اے اللہ آپ بہتر جانتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ ان کو قوت عطا فرمائیں گے۔ سب سے پہلے حضرت نوحؑ کو بلایا جائے گا اور پوچھا جائے گا کہ تم نے اللہ کا پیغام پہنچایا تو وہ عرض کریں گے کہ ہاں میں نے آپ کا پیغام ان تک پہنچا دیا تھا۔ پھر ان کی امت سے پوچھا جائے گا تو وہ کہیں گے کہ ہمارے پاس تو کوئی ڈرانے والا نہیں آیا۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بلایا جائے گا اور وہ اپنی امت سے خطاب کریں گے۔ اور اپنی امت سے پوچھیں گے کہ کیا میں نے تم لوگوں سے یہ کہا تھا کہ مجھ کو اور میری ماں کو خدا بناؤ اور اللہ عزوجل کا شریک ٹھہراؤ۔

انبیاء علیہم السلام سے سوال جواب کے خاتمے کے بعد فرشتے آئیں گے اور ایک ایک کو پکاریں گے۔ اے فلاں نام کے انسان، پیشی کے مقام پر حاضر ہو۔ اس آواز کو سنتے ہی خوف اور دہشت سے اس کا رواں رواں تھرا اُٹھے گا۔ خوف کی وجہ سے عقل گم ہو جائے گی۔ اس وقت فرشتے

اسے پکڑ کر عرش کے سامنے لے جا کر ڈال دیں گے۔ اس کا نامۂ اعمال اس کے ہاتھوں میں ہوگا اور وہ کوئی حجت نہ کر سکے گا۔ ہر ایک اپنا اپنا بدلہ پا لے گا۔ نیک لوگوں کو ان کا نامۂ اعمال ان کے سامنے سے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا۔ جب کہ برے لوگوں کو ان کا اعمالنامہ پیٹھ کے پیچھے سے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔ اب ان لوگوں کو تین گروہوں میں تقسیم کر دیا جائے گا۔ ایک گروہ میں تو وہ لوگ ہوں گے جن کے پاس ایک بھی نیکی نہ ہوگی۔ ان کے لئے ایک بھیانک سیاہ جانور کی گردن دوزخ سے باہر آئے گی اور جس طرح پرندہ دانا چگتا ہے، وہ ان سب کو اٹھا کر دوزخ میں ڈال دے گی۔ اور دوزخ ان سب کو نگل جائے گی۔ اور ان کے لئے صدا لگائی جائے گی کہ یہ لوگ ایسے بد بخت ہیں جن کو کبھی کوئی سعادت نصیب نہ ہوگی۔ دوسرا گروہ ان لوگوں کا ہوگا جن کے پاس کوئی بدی نہ ہوگی۔ ان میں تمام مذاہب کے صاحبِ ایمان لوگ ہوں گے۔ پھر ایک پکارنے والا پکارے گا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو ہر حال میں اللہ بزرگ و برتر کی تسبیح کرتے تھے۔ ان کو دنیا نے اللہ کی یاد سے نہ روکا۔ یہ اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار بندے ہیں۔ ان کے لئے ایسی سعادت ہے جس کے بعد کوئی بد بختی نہیں۔ یہ لوگ سیدھے جنت میں چلے جائیں۔ اب رہ گیا تیسرا گروہ۔ ان کے کھاتے میں نیکیاں اور بدیاں دونوں ہوں گی۔ یہ میزان پر لے جائے جائیں گے۔

میزان کا ذکر

پہلا گروہ تو وہ تھا جس کے پاس ایمان ہی نہ تھا۔ اس میں وہ بھی تھے جو سرے سے اللہ کے منکر تھے۔ اور ایسے بھی تھے جو خود کو صاحبِ ایمان کہتے تھے مگر حقیقت میں ایمان سے خالی تھے۔ ان میں سارے ہی مذاہب کے لوگ شامل تھے۔ ان لوگوں کے پاس کوئی نیکی نہ تھی اس لئے کہ نیکی وہ عمل ہے یا وہ بھلائی ہے جس میں اللہ کے خوف اور اللہ کی رضا کو ترجیح حاصل ہو۔ یہ سارے لوگ دوزخ میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے چلے گئے۔ صاحبِ ایمان کے لئے یعنی اللہ کے شکر گزار بندے کے لئے دنیا اور آخرت دونوں جگہ چین اور سکون ہے۔ جب کہ دنیا دار متکبر کا حساب کتاب دنیا ہی میں چکا دیا جاتا ہے۔ یعنی اسے اس کی کوششوں کے بقدر دنیا میں دنیا دے دی جاتی ہے۔

دوسرا گروہ وہ تھا جن کے پاس کوئی بدی نہ تھی۔ یہ لوگ سیدھے جنت میں چلے گئے۔ اگر ان

Marfat.com

لوگوں سے غلطیاں بھی سرزد ہوئی ہوں گی تو ان کی حمد اور تسبیح، توبہ اور استغفار، عبادات اور خوف الٰہی کے دلوں پر غلبے کے سبب ان کی برائیاں ڈھل گئی ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کوئی اپنے بندوں پر رحم کرنے والا اور ان کے گناہوں کو معاف کرنے والا نہیں۔

نیکی کی وضاحت یہ ہے کہ صرف انسان کا وہ عمل جو خالص، پاک و بے عیب اللہ کی رضا کے لئے کیا جائے گا، وہ نیکی ہوگا۔ اور ہر وہ عمل جو انسان اپنی ذات کے لئے کرے گا، اس میں اس کی فطری جبلتیں یعنی محتاجی، ذلت، خوف اور ناپاکی ضرور شامل ہوگی۔ اور ناپاکی شر ہے اور کوئی شخص اس بات پر قادر نہیں کہ ان فطری جبلتوں سے نجات پالے۔ اس کے پاس صرف ایک ہی راستہ ہے کہ وہ اللہ کی فرمانبرداری میں خود کو اللہ کا محتاج، ذلیل اور ڈرنے والا بندہ قرار دے کر ان تینوں جبلتوں کے احساس کو اپنی ذات سے الگ کردے۔ اور اللہ کی پسند کو اختیار کر کے اور ناپسند سے خود کو دور رکھ کر ناپاکیوں سے نجات حاصل کر لے، کیونکہ جب عمل اپنے لئے نہیں بلکہ خالص رضائے الٰہی کے لئے ہوگا تو اس میں اس کی فطری ناپاکیاں شامل نہیں ہوں گی۔ ایک اصول کی بات ہے، جب کوئی آپ کے لئے محنت کرے گا تو آپ اسے معاوضہ دیں گے۔ جب کوئی شخص آپ کو اپنا مال دے گا جب ہی تو آپ اس کو اس کی قیمت دیں گے۔ اس لئے جب عمل خالص اللہ کے لئے ہوگا تب ہی اللہ اس کا اجر دیں گے۔ اور اللہ کے لئے عمل وہی کرے گا جس کا اللہ پر ایمان ہے۔

اس تیسرے گروہ میں صرف وہ لوگ ہیں جن کے نامۂ اعمال میں نیکیاں بھی ہیں اور برائیاں بھی ہیں۔ اب میزان کو کھڑا کیا جائے گا۔ میزان کے درمیان میں اس شخص کو کھڑا کیا جائے گا۔ پھر نیکیاں اور بدیاں تولی جائیں گی۔ اگر نیکیاں زیادہ ہوئیں تو فرشتہ پکارے گا۔ فلاں ابن فلاں کامیاب ہوا، اور اس نے ایسی سعادت پائی جس کے بعد کوئی شقاوت نہیں۔ اور جس شخص کی بدیاں زیادہ نکلیں گی تو فرشتہ آواز لگائے گا کہ فلاں شخص ایسا بدبخت ہوا جس کے بعد وہ کبھی سعید نہ ہوگا۔ اس تیسرے گروہ میں ساری ہی امتوں کے لوگ ہوں گے۔

پل صراط

نامۂ اعمال تولے جانے کے بعد تمام لوگوں کو پل صراط پر لایا جائے گا۔ یہ دوزخ کے اوپر

Marfat.com

بال سے باریک بنا ہوا ایک پل ہے جو جنت تک جاتا ہے۔ جو شخص ہلکا ہوگا وہ پل صراط پر سے گزر جائے گا۔ اور جس کی پشت گناہوں کے بوجھ سے بھاری ہوگی، وہ اپنے بوجھ اور نیچے بھڑکتی ہوئی سیاہ دوزخ کی آگ کو دیکھ کر ڈگمگاتے قدموں کے ساتھ پل صراط پر چلے گا اور لوگوں کو پھسل پھسل کر دوزخ میں گرتے دیکھے گا، پھر خود بھی دوزخ میں گر کر ہلاک ہو جائے گا۔

اللہ تعالیٰ اگلے اور پچھلے سب کو قیامت کے دن جمع کرے گا پھر ان کو ان کے اعمال کے مطابق نور ملے گا۔ بعض کو بڑے پہاڑ کے برابر اور بعض کو حسب اعمال اس سے کم۔ سب اپنے نور کے موافق پل پر سے گزریں گے۔ بعض پلک جھپکتے گزر جائیں گے، بعض بجلی کی طرح، بعض بادل کی طرح، بعض ستاروں کے ٹوٹنے کی طرح، بعض ہوا کی مانند، بعض دوڑتے گھوڑے کی رفتار سے، بعض انسان کے بھاگنے کی مانند، بعض چلتے ہوئے، بعض گھٹنوں کے بل اور بعض کولہوں پر گھسٹتے ہوئے۔ اس پل پر کانٹے اور آنکڑے ہوں گے جو لوگوں کو داہنے اور بائیں سے لپٹیں گے۔ پل صراط قدرت کی ایک نشانی ہے۔ ایک سبق ہے کہ کوئی بھی شخص بغیر محنت کئے اور بغیر مشقت کئے اور بغیر تکلیف اٹھائے راحت و اطمینان نہیں پا سکتا۔ خود دنیا ایک پل صراط ہے، اور اللہ سے مدد، نور اور ہدایت حاصل کئے بغیر کوئی اس پل صراط سے نہیں گزر سکتا۔

روزِ قیامت حقوق دلانے کا معاملہ

نامۂ اعمال کے میزان میں تولے جانے سے پہلے حق دار اس کو آگھیریں گے۔ کوئی ہاتھ پکڑے گا، کوئی ماتھے کے بال اور کوئی گریبان پکڑے گا۔ کوئی کہے گا تو نے مجھ پر ظلم کیا تھا۔ کوئی کہے گا تو نے مجھے گالی دی تھی۔ کوئی کہے گا تو نے مجھے فلاں چیز کم تول کر دی تھی۔ کوئی کہے گا تو نے مجھے فلاں تکلیف دی تھی۔ کوئی کہے گا تو نے میرا قرض واپس نہیں کیا تھا۔ کوئی کہے گا تو نے فلاں وقت میری غیبت کی تھی۔ غرض معلوم ہوگا کہ ساری عمر کی نیکیاں جو بڑی محنت سے کمائی گئی تھیں، سب حق داروں میں بٹ گئیں اور نامۂ اعمال نیکیوں سے خالی ہو گیا۔ اس لئے انسان کو چاہئے کہ دنیا ہی میں اپنے نفس کا حساب کر لے، اور دنیا ہی میں ہر ایک کا حق ادا کر دے۔ کیونکہ اگر ساری نیکیاں حق داروں میں بانٹنے کے بعد بھی حق دار بچ گئے تو پھر ان کی برائیاں ان کے نامۂ اعمال

Marfat.com

سے نکال کر تمہارے نامہ اعمال میں شامل کر دی جائیں گی۔

قیامت کے دن شفاعت

جب کچھ جماعتوں کے صاحبِ ایمان لوگ دوزخ کے عذاب میں مبتلا ہوں گے تو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت، اپنے کرم اور اپنے فضل سے، ان کے سلسلے میں انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کی اور ایسے لوگوں کی جو اللہ کے نزدیک بلند مرتبہ یا حسن معاملہ رکھتے ہیں، شفاعت قبول فرمائے گا۔ پس یہ لوگ اپنے رشتہ داروں، قرابت والوں اور دوستوں کے لئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی سفارش کریں گے۔ انسان کسی کو حقیر نہ جانے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ولایت کو اپنے بندوں میں پوشیدہ رکھا ہے۔

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "مجھ کو پانچ چیزیں عطا ہوئی ہیں۔ ایک تو رعب اور ایک ماہ کے روزے، دوسرے مال غنیمت، تیسرے یہ کہ ساری زمین کو میری امت کے لئے پاک اور سجدہ گاہ قرار دیا گیا۔ چوتھے مجھ کو شفاعت ملی۔ اور پانچویں بات یہ کہ ہر نبی صرف کسی خاص قوم کے لئے بھیجا گیا جب کہ مجھے قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کے لئے بھیجا گیا ہے۔" اس کے علاوہ پیارے نبیؐ کی امت کو چار شادیوں کی اجازت بھی ملی۔ اور دن میں پانچ مرتبہ رب العزت کے حضور حاضری کی نعمت بھی۔ پھر پیارے نبیؐ کی صورت میں امت کو ایک ایسا رہنما ملا جس نے اپنی دعا اپنی امت کی شفاعت کے لئے رکھ چھوڑی ہے۔ جب ایک زبردست بادشاہ کسی کو اپنے حضور پانچ مرتبہ حاضری دینے کا پابند کرتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ دربار شاہی میں اسے خاص اہمیت دی گئی ہے۔ خاص عزت دی گئی ہے۔ اس پر خاص توجہ اور نظر کرم ہے اور بادشاہ اسے خاص اپنے لئے دیکھنا چاہتا ہے۔

شفاعت کے لئے پہلی ضرورت ہے، ایمان۔ شفاعت اس کے لئے ہے جو صاحبِ ایمان ہو۔ یعنی کم از کم اس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر ایمان ہو۔ اس کی وضاحت یہ ہے کہ ایمان کی دو شرطیں ہیں۔ ان دو شرطوں کو پورا کئے بغیر کوئی شخص صاحبِ ایمان نہیں ہوسکتا۔ ایک یہ کہ دل کی تمام تر سچائی کے ساتھ اللہ بزرگ و برتر کو اپنا معبود قرار دینا۔ اسے بلا شرکتِ غیرے اپنا

Marfat.com

مالک، اپنا خالق، اپنا پالنے والا، اپنا وارث اور اپنا معبود ماننا اور پیارے نبی خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا بندہ اور اللہ کا رسول تسلیم کرنا۔ دل کی سچائی کے بغیر اقرار کی کوئی حیثیت نہیں۔ اور اللہ تو دلوں کے بھید جانتے ہیں۔ اگر کسی شخص کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس شخص کے ہر ہر عمل میں اور قول میں، اس کے اقرار کی سچائی کو، اللہ کے خوف کو، عجز کو، اللہ کے حکم کو، پیارے نبی کی سنت کو، رائی کے دانے کے برابر غلبہ حاصل ہے۔ ترجیح حاصل ہے۔ اہمیت حاصل ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی بندگی اور پیارے نبی کے امتی ہونے کو ترجیح حاصل ہے۔ ایمان اور تکبر ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے کیونکہ بندگی عجز ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بزرگی، بڑائی اور عزت کے مقابلے میں ذلت اختیار کرنا ہے۔ اور بے شک ہر شے اللہ کی عزت کے مقابلے میں ذلیل ہے۔ اسی لئے پیارے نبی نے فرمایا ''نہ داخل ہوگا وہ جنت میں جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی تکبر ہے۔''

جب تمام اگلے اور پچھلے ایک میدان میں جمع ہوں گے، پریشانی اور غم و کرب میں باؤلے ہوں گے۔ ان کی برداشت ختم ہو چکی ہوگی۔ وہ سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے۔ اور سفارش کرنے کے لئے کہیں گے۔ تو حضرت آدم علیہ السلام فرمائیں گے۔

''آج میرا پروردگار بہت غصے میں ہے اور مجھ سے ایک غلطی سرزد ہوئی تھی کہ میں نے ایک ایسے درخت کا پھل کھا لیا تھا جسے کھانے سے میرے پروردگار نے مجھے منع فرمایا تھا۔'' پھر وہ سب حضرت نوح علیہ السلام کے پاس آئیں گے۔ حضرت نوح علیہ السلام فرمائیں گے کہ ''آج میرا پروردگار بہت غصے میں ہے، اور میں نے زندگی میں تین بار جھوٹ بولا تھا۔'' پھر لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے۔ آپ فرمائیں گے کہ ''آج میرا پروردگار بہت غصے میں ہے، اور میں نے ایک شخص کو مار ڈالا تھا جسے مارنے کا مجھے حکم نہیں تھا۔'' پھر لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے۔ آپ فرمائیں گے کہ آج میرا پروردگار بہت غصے میں ہے اور مجھے اپنی فکر ہے۔ تم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ۔'' پھر لوگ آپ کے پاس آئیں گے اور اللہ تعالیٰ سے سفارش کے لئے کہیں گے۔ آپ عرش کے نیچے پہنچ کر سجدے میں گر جائیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ

Marfat.com

فرمائیں گے ''اے محمدؐ، اپنا سر اٹھا اور جو مانگنا ہے مانگ۔'' تو آپ اپنا سر اٹھائیں گے اور کہیں گے ''الٰہی میری امت کو بخش دیجئے۔'' جب آپ اپنی امت کے گناہوں کی معافی کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور سفارش کر چکے ہوں گے تو پھر سارے نبی باری باری اپنی اپنی امتوں کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور سفارش کریں گے۔ اور یہ شفاعت اس کے لئے ہے جس نے اپنے ہر ہر قول اور عمل سے دل کی سچائی کے ساتھ کم از کم رائی کے دانے کے برابر اللہ پر اپنے ایمان کے غلبے کو، اہمیت کو، ترجیح کو ثابت کیا۔ یعنی اپنے ہر ہر قول اور عمل پر، فکر اور شعور میں اللہ کی فرمانبرداری کو، بزرگی اور بڑائی کو اور اللہ کے خوف کو رائی کے دانے کے برابر غلبہ دیا۔ اور پیارے نبیؐ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اللہ کی طرف اپنا سفر جاری رکھا۔ اور جس نے اپنے قول اور عمل سے یا صرف عمل سے، اللہ پر اپنے ایمان کا، اور اللہ اور اللہ کے رسولؐ کے لئے اپنی گواہی کا، اور اللہ سے کئے گئے اپنے اقرار کا، عہد کا اور تسلیم کا انکار کرنے کی روش قائم رکھی اور جو اللہ کی نافرمانی پر کمر بستہ رہا، وہ نقصان میں رہا۔ اور صاحبِ ایمان وہ کہلایا جس کے دل میں مرتے وقت اللہ پر ایمان کی فیڈنگ کو کم از کم رائی کے دانے کے برابر غلبہ حاصل رہا۔

Marfat.com

باب ششم

خیر

خیر اور شر دونوں اللہ تعالیٰ کی قدرت اور علم سے ہیں

اے شخص اب تیرے لئے وہ موضوع آیا ہے جس پر تو غور و فکر کر سکے۔ دیکھ اللہ صاحبِ علم و حکمت نے ہر شے کی ضد پیدا فرمائی۔ رات آرام کے لئے ہے تو دن کام کے لئے ہے۔ جہالت تاریکی ہے تو علم روشنی ہے۔ خیر اگر بھلائی ہے تو شر برائی ہے اور شر ہے تو خیر کے لئے جدوجہد ہے، خیر کی قدر و قیمت ہے۔ شر ہے تو خیر کا امتحان ہے۔ ناپاکی ہے تو پاکی کے لئے عمل ہے اور پاکی کے لئے جدوجہد ہے۔ ذلت ہے تو عزت کے حصول کے لئے کوشش ہے۔ محتاجی ہے تو محتاجی دور کرنے کے لئے عمل ہے۔ اور محتاجی ہے تو فرمانبرداری ہے اور خوف ہے تو اطاعت گزاری ہے۔

خیر کے ظاہری اور باطنی اثرات

جو جسم ہے وہی روح ہے۔ جو جسمانی نظام ہے وہی روح کا نظام ہے۔ جو جسمانی اعضاء ہیں وہی روح کے اعضاء ہیں۔ جسم نظر آنے والے مادّوں پر مشتمل ہے تو روح غیر مرئی یعنی نظر نہ آنے والے مادّوں پر مشتمل ہے۔ جسم اپنے شعور کی فطرت کو اپنے عمل کے ذریعے خرچ کرتا ہے، اس کا اخراج کرتا ہے یا اپنے عمل کے ذریعے اپنی فطرت کو ظاہر کرتا ہے، تو روح اپنے اس ظاہری عمل کے ساتھ ساتھ اپنی فطرت کا اخراج فکر کی لہروں اور آنکھوں سے نکلنے والی لہروں سے خارج کرتی ہے۔ جسم اپنی فطرت کے مطابق یا اپنی پسند کے مطابق مادّوں کو جمع کرتا ہے تو روح اپنی فطرت اور اپنی پسند کے مطابق غیر مرئی یعنی نظر نہ آنے والے مادّوں کو جمع کرتی ہے۔ جسم اگر ظاہر کو متاثر کرتا ہے تو روح ظاہر اور باطن دونوں کو متاثر کرتی ہے۔ دنیا میں پائے جانے والے تمام مادّی عناصر کے جوہر ترکیب کے اعتبار سے ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں۔ اور ان کی مختلف خصوصیات، خوبیاں، خامیاں، اثر پذیری، قوت اور کردار مختلف ہوتے ہیں۔ خواہ وہ مادّے نظر

Marfat.com

آنے والے ہوں یا غیر مرئی یعنی نظر نہ آنے والے ہوں۔ یہی مادّے انسان غذا سے اور دوسرے ذرائع سے اپنی پسند اور فطرت کے مطابق اپنے جسم کے لئے اور اس کی نشو ونما کے لئے جمع کرتا ہے تو دوسری طرف روح اپنی نشو ونما کے لئے بھی ویسے ہی غیر مرئی مادّے جمع کرتی ہے۔اور جو کچھ جمع کرتی ہے وہی خرچ کرتی ہے۔

خیر بھلائی ہے اور خیر کی فطرت رکھنے والا اپنے عمل سے خیر کو خرچ کرتا ہے۔خیر کے عمل میں شفا ہے۔ راحت و اطمینان ہے۔ اس سے خود اس کی اپنی ذات کو اور دوسروں کو فائدہ پہنچتا ہے۔اسی طرح خیر کی فطرت رکھنے والی روح اپنی آنکھوں سے نکلنے والی لہروں سے خیر کو خرچ کرتی ہے۔اس کی لہریں ایسے غیر مرئی مادّوں اور جوہروں پر مشتمل ہوتی ہیں جن میں خیر اور فلاح کی اور شفا کی تاثیر ہوتی ہے۔ایسے ہی لوگوں کی ایک قسم ارمغان یعنی تحفہ کہلاتی ہے۔ یہ لوگ چلتے پھرتے ہر ایک کے لئے خیر اور بھلائی چاہتے ہیں اور ہر ایک پر خیر کی نظر ڈالتے ہیں۔اور ہر ایک کے لئے اللہ تعالٰی سے دعا کرتے رہتے ہیں۔اور رحمٰن کے بندوں کی بھی یہی صفات ہوتی ہیں۔

خیر کی فطرت میں یہ صفات پائی جاتی ہیں:

اطاعت گزاری،فرماں برداری، وفاداری،شکر گزاری،امانت داری، ذکر اور فکر،حمد اور تسبیح، توبہ اور استغفار۔

خیر کی صفات میں یہ خصوصیات پائی جاتی ہیں:

صلہ رحمی، پاکی،حلم اور بردباری، عدل،سچائی،ایفائے عہد، عفت،شجاعت، عجز،شرم وحیا، تحمل،صبر،علم وحکمت، دوراندیشی، باریک بینی، عمیق مشاہدہ،سخاوت،عفوودرگزر، بے خوفی، پرہیز گاری ،حسنِ سلوک، جہاد۔خیر کی قوتیں یہ ہیں: قوت یقین، قوت ارادی، قوت توجہ، قوت برداشت،قوت صبر وتحمل ۔اوران سب کے حصول کا مقصد رضائے الٰہی ہے۔ مرکزیت ذات الٰہی کو حاصل ہے،اوران سب کا مقصود اللہ تعالٰی ہیں۔

خیر کے حصول کا طریقہ

انسان جو کچھ بھی حاصل کرنا چاہے اس کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے عظمت الٰہی کو تسلیم کرے اور پھر اسی کے بقدر اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کی بڑائی اور عظمت کے حوالے سے بالواسطہ اپنے لئے اعلیٰ اوصاف حاصل کرے۔ ۱) توبہ اور استغفار سے اپنے گناہوں کو دھونا یعنی ناپاکیوں کا اخراج کرنا۔ ۲) پرہیزگاری کے ذریعے خود کو گناہوں یعنی ناپاکیوں سے دور رکھنا۔ ۳) اطاعت گزاری، فرمانبرداری، وفاداری، شکرگزاری، امانت داری اور احسان مندی کے ذریعے خود کو پاک و بے عیب تمام تعریفوں والے اللہ سے وابستہ کرنا یعنی پاکی حاصل کرنا۔ ۴) اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا ہی ذلیل ومحتاج، خوف میں مبتلا رہنے والا اور ناپاک کیا ہے گویا اس فطرت میں ذلت محتاجی، خوف اور ناپاکی رکھی ہے۔ اب لازمی بات ہے کہ جو چیز ہے وہی خرچ ہوگی اور وہی استعمال ہوگی۔ اسی کا انسان ذخیرہ کرے گا۔ اسی کی خواہش کرے گا اور اسی کے لئے ارادہ کرے گا اور اسی کو حاصل کرنے کے لئے اپنے اختیار کو استعمال کرے گا۔ اب اللہ حکیم وعلیم نے اس کی ترکیب یہ رکھی ہے کہ انسان خود کو اللہ کی عزت کے مقابلے میں مکمل ذلیل قرار دے اور اپنی ذات کے لئے احساسِ ذلت سے مکمل نجات حاصل کرلے۔ خود کو اللہ تعالیٰ کا مکمل محتاج قرار دے دے اور محتاجی کے احساس سے مکمل نجات پاجائے۔ چونکہ محتاج کے پاس اس کی اپنی ذات کے لئے کوئی اختیار، کوئی ارادہ اور کوئی خواہش باقی نہیں رہتی۔ اس طرح وہ اللہ تعالیٰ کے اختیار کے مقابل اپنے اختیار سے، اللہ تعالیٰ کے ارادے کے مقابل اپنے ارادے سے اور اللہ تعالیٰ کی خواہشات کے مقابل اپنی خواہشات سے مکمل طور پر دست بردار ہوجاتا ہے۔ اس کی تمام تر کوشش رضائے الٰہی کے حصول کے لئے ہوتی ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے خوف کو دل میں جگہ دے کر دنیا کے خوف سے نجات پاجاتا ہے۔ اطاعت گزاری، فرمانبرداری، وفاداری، امانت داری کے دو بنیادی سبب ہیں۔ پہلا سبب خوف ہے۔ انسان ہمیشہ بڑے سے، طاقت ور سے، صاحب اختیار سے خوف کھاتا ہے۔ اسی کی اطاعت گزاری کرتا ہے۔ وہ یہ سب کچھ سزا کے خوف سے، ذلت کے خوف سے، اپنی محتاجی کے خوف سے کرتا ہے تاکہ اس خوف سے نجات پاجائے۔ دوسری چیز انعام ہے

یعنی آدمی اپنے بڑے کی نظر کرم کے لئے، اس کی عطا اور بخشش کے لئے، عزت کے پلنے یا اپنی محتاجی دور کرنے کے لئے اور انعام واکرام کے لالچ میں یا اپنے تحفظ کے لئے کسی کی اطاعت کرتا ہے۔ اللہ بزرگ و برتر اور صاحب اختیار سے وابستگی کے سبب انسان دنیا کے خوف سے نجات پا جاتا ہے۔ اسی طرح وہ اللہ بزرگ و برتر کو بے عیب اور تمام تعریفوں والا قرار دے کر خود کو مکمل طور پر ناپاک اور باعیب قرار دیتا ہے۔ اور بندگی کے لئے پاک و بے عیب تمام تعریفوں والے اوصاف کو اللہ تعالیٰ کی پسند اور اللہ بزرگ و برتر کی قربت کے حصول کا ذریعہ سمجھ کر، ان کے حصول کی کوشش میں تن من دھن سے لگ جاتا ہے۔ اور اپنے ظاہر اور باطن کو توبہ اور استغفار کے ذریعے خوب مانجھتا ہے اور دھوتا ہے اور خوف خدا سے مزید ناپاکیوں کو باطن میں داخل ہونے سے روکتا ہے۔ اور بندگی کے لئے اللہ تعالیٰ کے تمام پسندیدہ اوصاف سے اپنے ظاہر و باطن کو آراستہ کرتا ہے۔ اور وہ اس وقت تک پاک نہیں ہوسکتا جب تک اپنی ناپاکیوں کو دور نہ کرے اور مزید ناپاکیوں سے دور رہتے ہوئے خود کو پاکیوں سے آراستہ نہ کرے۔ انسان میں شر موجود ہے اور وہ اس وقت تک شر سے نجات نہیں پا سکتا جب تک کہ اپنے وجود میں موجود شر کو دور نہ کرے۔ خود کو شر سے دور نہ رکھے اور خیر کو تلاش نہ کرے۔ اور خیر سے اپنے ظاہر و باطن کو آراستہ نہ کرے۔ خیر کو تلاش کرنا پڑتا ہے اور خیر کو حاصل کرنا پڑتا ہے۔

کیسمک ورلڈ یا غیب کی دنیا

اسے ایتھر یا اثیر بھی کہتے ہیں۔ یہ غیب کی دنیا ہے۔ اس میں شر کی قوتیں بھی ہیں اور خیر کی قوتیں بھی ہیں۔ ملائکہ اور فرشتے بھی ہیں، روحیں بھی ہیں اور جنات بھی ہیں۔ اور سب اللہ بزرگ و برتر وحدہٗ لاشریک کی مخلوق ہیں۔ سب اللہ تعالیٰ کے قبضہ وقدرت میں ہیں۔ کوئی اللہ تعالیٰ کو تسلیم کرے یا نہ کرے اور بظاہر اللہ تعالیٰ سے طلب کرے یا نہ کرے، وہ اپنی خواہشات کو اور احساس کو، آواز کی اور فکر کی لہروں کی صورت میں اپنے حقیقی خالق ہی کی طرف بھیجتا ہے اور اسی سے طلب کرتا ہے۔ نیکی اور مطمئن زندگی لازم وملزوم ہیں۔ یہ بشارت ہے اللہ تعالیٰ کی ہر صاحب ایمان کے لئے۔ اس سلسلے میں قرآن کے چند مقامات کے ترجمے ملاحظہ فرمائیے:

Marfat.com

۱) ''پاکیزہ اعمال ایمان داروں کو ہم آسودہ زندگی اور عمدہ انجام کی بشارت دیتے ہیں۔'' (۲۴:۱۳)

۲) ''جو لوگ اللہ کو رب تسلیم کرنے کے بعد سیدھی راہ پر جم جاتے ہیں، وہ ہر قسم کے خوف اور ملال سے بچے رہتے ہیں۔'' (۱۳:۴۶)

۳) ''جو ایمان دار مرد یا عورت نیک کام کرے، ہم اسے ایک عمدہ زندگی بسر کرنے کے لئے آسانیاں فراہم کریں گے اور اس کے اچھے اعمال کا بہترین اجر دیں گے۔'' (۱۶:۹۷)

۴) ''اے ایمان والو، اللہ کے آگے جھکو، سجدے میں گرو، اس کی عبادت کرو، اور نیکی کو اپنا شعار بنالو تاکہ تمہیں فلاح و کامرانی حاصل ہو۔'' (۲۲:۷۷)

دماغ جو فکر کا مرکز ہے اور فکر جو روحِ انسانی ہے، صرف صحت اور مرض اور مسرت اور رنج ہی کی خالق نہیں بلکہ اس کائنات میں موجود تمام انسانی علوم و فنون اور ان کے شاہکار دراصل انسانی فکر کی لہریں ہیں جو پہلے انسانی دماغ میں ابھریں پھر مختلف شکلوں جیسے ادب، عمارات، ایجادات وغیرہ کے روپ میں ظاہر ہوئیں۔ دراصل اہم چیز روح ہے، جسم نہیں۔ فکر ہے، مادّی اشیاء نہیں۔ حقیقت میں یہ مادّی اشیاء انسانی فکر ہی کا روپ ہیں۔ اور سب حقیقتوں کی چوٹی کو اللہ خالقِ کائنات تھامے ہوئے ہیں۔ یہ کائنات بھی تخیل کی ایک لہر ہے۔ یہ وہ تخیل ہے جو خالقِ کائنات کے ذہن میں پیدا ہوا۔ پھر خالقِ کائنات نے کہا ''ہو جا'' اور کائنات تیار ہوگئی۔

اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے والا خود کو اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات سے وابستہ کرتا ہے۔ اور تمام خیر اور فلاح کی قوتوں سے وابستہ کرتا ہے۔ اور بغیر رجوع کے وابستگی نہیں۔ اور بغیر عمل کے رجوع نہیں۔ اور بغیر رجوع کے تسلیم نہیں۔ اور بغیر تسلیم کے ایمان نہیں۔ اور ایمان نہیں تو ایمان کا نور نہیں اور اجر نہیں۔

ذکر اور اس کی اہمیت

اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والا دراصل اللہ تعالیٰ کی بزرگی، بڑائی اور عظمت کا ذکر کرتا ہے۔ اور جتنا دل کی سچائی اور گہرائی سے کرتا ہے اتنا ہی اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات سے اور اللہ تعالیٰ کی

Marfat.com

بزرگی، بڑائی اور عظمت سے وابستہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے وابستہ تمام قوتوں سے وابستہ ہوتا ہے۔ اور اپنی اس وابستگی کے بقدر اتنا ہی اللہ تعالیٰ کی اطاعت گزاری، فرمانبرداری، شکرگزاری، اور امانت داری کرتا ہے۔ اتنا ہی اپنے اختیار، ارادے اور خواہشات سے دست بردار ہوتا چلا جاتا ہے اور اتنا ہی غیب کی ان قوتوں کا حصہ بنتا چلا جاتا ہے۔ اپنی روح کو، روح کی فطرت کو، فکر کو، قوت یقین، قوت توجہ، قوت ارادی، قوت صبر وتحمل، قوت برداشت اور اللہ تعالیٰ کے اختیار اور کرم سے عطا کی جانے والی بزرگی، بڑائی اور عظمت کی صفات سے آراستہ کرتا ہے۔ ایسے شخص کی فکر کی لہروں میں اور نگاہوں میں بے پناہ قوت، اثر، تیزی اور شفا کی تاثیر ہوتی ہے۔ یہ تاثیر اللہ تعالیٰ کی رحمت سے اسے عطا ہوتی ہے۔ ذکر کرنے والا ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی پناہ میں رہتا ہے۔ انسان ذکر کے ذریعے روح کے شعور کو اللہ تعالیٰ کی بزرگی اور بڑائی کے احساس کی فیڈنگ کرتا ہے۔

حمد:

''سبحان اللہ'' اگر پاکی عطا کرتا ہے اور بندگی کے پاک اور بے عیب اوصاف کی قبولیت کو بڑھا کر شفا کی تاثیر عطا کرتا ہے تو ''الحمد للہ'' کہنے والا جب دل کی سچائی سے یہ اقرار کرتا ہے کہ اے اللہ تمام تعریفیں آپ ہی کے لئے ہیں تو وہ خود کو اپنے اللہ تعالیٰ کی تمام تعریفوں والی ذات اور صفات سے اور ان تمام قوتوں سے وابستہ کرتا ہے جو تمام تعریفوں والی ذات اللہ تعالیٰ سے وابستہ ہیں۔ اور وہ اپنے اقرار کی سچائی اور جذبے کی گہرائی کے بقدر، اپنی روح کو، اس کی فکر کو، فطرت کو اور فکر کی لہروں کو، اور آنکھوں سے نکلنے والی لہروں کو، شفا کی، پاکی کی، بےخوفی کی، تسخیر کی قوتوں سے آراستہ کرتا ہے۔ اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ سے اور اللہ تعالیٰ کی توفیق اور مدد سے حاصل کرتا ہے۔ زندگی کا سفر اللہ تعالیٰ ہی سے شروع ہوتا اور اسی پر ختم ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی انسان کی پہلی اور آخری منزل ہیں۔ وَاِنَّ رَبِّکَ الْمُنْتَھٰی۔ (تمہاری آخری منزل اللہ ہی ہے۔)

تسبیح:

سبحان اللہ یعنی پاک ہیں اللہ کہنے والا اپنے دل کی جس سچائی اور گہرائی سے تسبیح کرتا ہے

اسی سچائی اور گہرائی کے ساتھ وہ خود کو پاک و بے عیب اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات سے اور خیر کی ان تمام قوتوں سے وابستہ کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ سے وابستہ ہیں۔ اور سب سے پہلے عظمت الٰہی کی قبولیت اپنی فکر اور روح کو دیتا ہے۔ پھر اسی حوالے سے روح کی فکر اور فطرت کو، پاکی کی قبولیت دیتا ہے۔ یا فیڈنگ کرتا ہے۔ پھر اپنی فطرت کو بندگی سے وابستہ تمام پاک و بے عیب صفات کی قبولیت کو، قبولیت کے رجحان کو اور اس کی اہمیت کو بڑھاتا ہے۔ پھر اس طرح اپنے خاکی وجود میں پاک و بے عیب مادّے جمع کرتا ہے۔ اور روح کی فطرت اور شعور کو اور اپنی فکر کی لہروں کو شفا کی تاثیر سے اور قوت سے آراستہ کرتا ہے۔ اور اس کی قوت اور لطافت کو بڑھاتا ہے۔ اور اپنی روح کو پاکی کا حسن دیتا ہے۔ ناپاکیوں کو دور کرتا ہے اور پاکی کو جگہ دیتا ہے۔ اور مزید ناپاکیوں کو داخل ہونے سے روکتا ہے۔ ایسا شخص جب کسی پر نظر ڈالتا ہے تو اس کی فکر اور اس کی آنکھوں سے نکلنے والی لہریں جسمانی اور روحانی امراض کے لئے شفا ثابت ہوتی ہیں۔ مگر اسی حد تک جس حد تک اس میں شفا کی تاثیر ہے۔ یہ لہریں جس طرح ناپاکیوں کو رد کرتی ہیں، اسی طرح طرح ناپاکی کا اثر رکھنے والی لہریں بھی انہیں ناپسند کرتی ہیں اور رد کرتی ہیں۔ حمد اور تسبیح کے ذریعے انسان اپنی روح کے شعور کو، پاک و بے عیب تمام تعریفوں والی اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کی فیڈنگ کرتا ہے۔

تمام الہامی الفاظ اور اللہ تعالیٰ کے پاک ناموں میں بے پناہ قوت اور باطنی اثر موجود ہے۔ اور ان الفاظ اور ناموں کے محافظ فرشتے ہیں۔ سبحان اللہ بندۂ عاجز کو بندگی کے لئے تمام پاک و بے عیب اخلاقی صفات عطا کرتا ہے۔ وہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی توفیق اور مدد سے حاصل کرتا ہے۔ اور اسے جو کچھ ملتا ہے وہ اللہ کی عطا اور بخشش ہوتا ہے۔ حمد کرنے والا ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی پناہ میں رہتا ہے۔ اور تسبیح کرنے والا اور حمد کرنے والا ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کے سائے میں رہتا ہے۔

نماز:

نماز زبردست بادشاہ کے حضور، جو کائنات کی کل حقیقت ہے اور سب کچھ ہے، حاضری کے آداب، تعظیم کے چار طریقے، اقامت، رکوع، سجدہ اور قعدہ سکھاتی ہے۔ پھر بندۂ عاجز نماز کی حالت میں اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی بندگی کا بار بار اقرار کرتا ہے۔ اور اپنے اقرار پر ثابت قدم رہنے

Marfat.com

کا عہد کرتا ہے۔ وہ اقرار کرتا ہے کہ اے اللہ ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں۔ آپ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔ آپ ہی پر بھروسہ کرتے ہیں۔ آپ ہی ہمارا سب کچھ ہیں۔ آپ ہی ہمارے پالنے والے ہیں، مالک ہیں، خالق ہیں، وارث ہیں، بادشاہ ہیں اور معبود ہیں۔ اور ہم خود پر، آپ کے اختیار کو، قبضہ وقدرت کو اور آپ کے حق کو قائم کرتے ہیں۔ آپ پاک ہیں، بے عیب ہیں، تمام تعریفیں آپ ہی کے لئے ہیں۔ آپ سب سے بڑے ہیں اور ہم آپ کے فرمانبردار ہیں۔ اس طرح وہ اپنے ایمان کے بار بار اعادے کے ذریعے، اپنے اقرار اور عہد کے ذریعے، ذکر وحمد اور تسبیح کے ذریعے، اپنی قوت ارادی کو، قوت یقین کو، قوت برداشت کو اور قوت توجہ کو حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ، نظم وضبط اور خشیت الٰہی کو حاصل کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے اپنے تعلق اور وابستگی کو مضبوط سے مضبوط کرتا ہے۔ بندگی کی تمام پاک و بے عیب صفات بقدر اپنے جذبے کی سچائی کے اللہ تعالیٰ سے حاصل کرتا ہے۔ اپنی روح کے لئے، اس کی فکر کے لئے، اور اپنے خاکی وجود کے لئے اللہ تعالیٰ سے شفا، امن، بے خوفی، چین، سکون اور اطمینان قلب حاصل کرتا ہے۔ اور خوف الٰہی اور توبہ کے آنسوؤں سے، اپنے قلب اور شعور سے تمام ناپاکیوں اور گناہوں کے احساس کو دھوتا ہے۔ اور اپنے شعور کو رحمت الٰہی کا شعور دیتا ہے۔ فرمان الٰہی ہے: (ترجمہ) ''رات کے ایک حصے میں جاگ کر نماز پڑھا کرو۔ ہم (بطور صلہ) عنقریب تمہیں ایک ایسے مقام پر پہنچا دیں گے کہ ایک دنیا اس کی تعریف کرے گی۔''

میدان حشر میں انسانوں کو تین گروہوں میں تقسیم کر دیا جائے گا، ایک مقام پر ان تین گروہوں کا ذکر یوں ہوا ہے: (ترجمہ) ''جب زمین کو زبردست جھٹکا دیا جائے گا۔ جب پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے۔ یہاں تک کہ غبار پریشان بن جائیں گے۔ اس وقت تم تین گروہوں میں بٹ جاؤ گے۔ اول: دائیں طرف والے، جانتے ہو یہ لوگ کیا ہیں؟ دوم: بائیں طرف والے، جانتے ہو کہ یہ لوگ کون ہیں؟ سوم: نیکی اور تقویٰ میں سب سے آگے، جو وہاں بھی آگے رہیں گے، انہیں ہمارا قرب حاصل ہو گا۔''

عالمِ مثال یا دنیائے اثیر

(آسٹرل ورلڈ)

انسانی آواز ہمیشہ باقی رہتی ہے۔انسانی عمل کی تصویر ہمیشہ باقی رہتی ہے۔اس کی مثال اس طرح ہے کہ اگر ہم اتنی بلندی پر جا کر بیٹھ جائیں جہاں زمین سے منعکس ہونے والی روشنی کی لہریں ایک ہزار سال بعد پہنچیں تو ہم ایک ہزار سال پہلے زمین پر رونما ہونے والے واقعات کو اس طرح دیکھ سکتے ہیں جیسے ہم پکچر دیکھتے ہیں۔یعنی ہمارا عمل کہیں نہ کہیں تصویر کی شکل میں ہر وقت باقی رہتا ہے۔ایسا کاسمک وائبریشن یعنی امواج اثیر کی وجہ سے ہوتا ہے جنہیں فکر کی لہریں بھی کہہ سکتے ہیں۔قرآن کی چند آیات کا ترجمہ:

''اے مطمئن روح اب تو ہماری طرف لوٹ آ۔ ہم تجھ سے خوش ہیں اور تو ہم سے۔ ہمارے پیارے بندوں میں شامل اور جنت میں داخل ہوجا۔'' (الفجر: ۷..۳۰)

قرآن اسی نور کی طرف بلاتا ہے: ''اے رسول ہم نے یہ کتاب تم پر اس لئے نازل کی ہے کہ تم لوگوں کو اندھیروں سے نور کی طرف لے جاؤ۔'' (ابراہیم: ۱) ''اللہ اہل ایمان کا دوست ہے، انہیں تاریکیوں سے روشنی کی طرف لے جاتا ہے۔'' (بقرۃ: ۲۵۷)

اصل شے انسان کا جسم نہیں بلکہ روح ہے۔جسم تو صرف ایک آلہ ہے جسے روح استعمال کرتی ہے۔روح نظر نہ آنے والے غیر مرئی مادّے پر مشتمل ہے۔یہ اللہ کا اسرار ہے۔کوئی بھی آج تک روح کی حقیقت کو نہیں پا سکا، نہ پا سکتا ہے۔روح تو امرِ ربی ہے۔روح غیب ہے۔روح کی اصل قوت روح کی فطرت یا اس کا باطن ہے۔الفاظ روح کے باطن کا عکس ہیں۔اس کے خیالات کی تصویر ہیں۔اور خیالات وہ لہریں ہیں جو انسان کے دماغ اور آنکھوں سے نکلتی ہیں۔دراصل یہ لہریں انسان میں پوشیدہ باطنی فطرت کے احساس کو منتقل کرتی ہیں۔ہر فرد میں فکر یا احساس یکساں ہوتا ہے۔مثال کے طور پر ایک شخص کہتا ہے ''میں جاتا ہوں'' دوسرا کہتا ہے "I go" دونوں کے الفاظ الگ الگ ہیں مگر 'جاتا ہوں' کا احساس ایک ہی ہے۔اس لئے جو قوت ان لہروں کو الفاظ کی

Marfat.com

شکل دے گی وہ اس کی اپنی زبان میں ہوگا۔ اور ان لہروں کو وصول کرنے والا اسے اپنی زبان میں وصول کرے گا۔ تمام انسانی تعلیمات کا مقصد روح انسانی کو اللہ کے لئے حکم دینے والا، اللہ کا اطاعت گزار، شکر گزار، فرمانبردار، امانت دار، احسان مند بنانا اور اسے پاک و بے عیب تمام تعریفوں والے اخلاقی اوصاف عطا کرنا اور اس کی روح کو بے پناہ یقین کی، توجہ کی، ارادے کی اور برداشت کی قوت عطا کرنا ہے۔ قیامت میں جب انسان کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا تو صرف روح کو اس کے استعمال کے لئے ایک آلہ فراہم کیا جائے گا۔ اہمیت روح ہی کی ہے۔ دنیا کی زندگی میں روح جسم میں مقید اور مغلوب ہوتی ہے۔ قیامت میں جب انسان کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا، اس وقت جسم مغلوب اور روح غالب ہوگی۔ جب اللہ کے برگزیدہ بندے اللہ کی اطاعت گزاری کے لئے اپنے وجود کی تسخیر کرتے ہیں یعنی اپنے وجود کو اللہ کی فرمانبرداری پر مجبور کرتے ہیں، تو وہ اپنے جسم پر اپنی روح کو غلبہ دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ روح غالب اور جسم مغلوب ہو جاتا ہے۔ شاید اسی چیز کو ابدی زندگی کہا گیا ہے۔ اور جان لو کہ اللہ والوں سے زیادہ بے اختیار، محتاج اور مجبور اللہ کا کوئی اور بندہ نہیں ہوتا۔

فکر کی ان لہروں کی قوت اور گہرائی کا تعلق فکر کی، توجہ کی، ارادے کی اور یقین کی گہرائی سے ہے۔ ایک درد اور کرب میں ڈوبی ہوئی دل کی گہرائی سے نکلنے والی بے ساختہ مظلوم کی فریاد کے ساتھ جو فکر کی لہریں نکلتی ہیں، ان میں بڑی قوت، تیزی اور گہرائی ہوتی ہے اور ان کا رخ مالکِ حقیقی کی طرف ہوتا ہے۔ نیک آدمی کی ہر جائز دعا قبول ہوتی ہے۔ ترجمہ:

۱) ''اللہ ایمان داروں کی دعائیں سنتا اور ان پر زیادہ توجہ کرتا ہے۔'' (۴۲:۲۶)

۲) ''کافروں کی دعا اور پکار اِدھر اُدھر بھٹکتی رہتی ہے۔'' (۴۰:۵۰)

۳) ''میں (نوح) نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ سے معافی مانگو کہ وہ بخشنے والا ہے۔ اس کے بعد وہ تمہاری کھیتیوں پر چھما چھم بارش برسائے گا، مال اور اولاد سے تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں باغات اور انہار کا مالک بنا دے گا۔'' (۷۱:۱۰...۱۲)

۴) ''(ہمارے سوا) وہ کون ہے جو بے قرار کی پکار کا جواب دے۔'' (نمل:۶۲)

جب کوئی شخص بے قراری کے عالم میں آہ وزاری کے ساتھ اپنے اللہ سے دعا کرتا ہے تو اس کا اخلاص، جذبات کی قوت، اس کی توجہ کی قوت، اس کے یقین کی قوت کے ساتھ مل کر اس کی فکر کی لہروں کو (ایموشنل انرجی) زائد قوت عطا کرتی ہیں۔ یہ قوت کاسمک ورلڈ میں زبردست لہریں پیدا کرتی ہے۔ اور جب یہ لہریں خیر کی قوتوں سے ٹکراتی ہیں تو انہیں بے چین اور بے قرار کر دیتی ہیں، اور وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے یا تو خود ہی ہماری مدد کو دوڑ پڑتی ہیں یا وہیں سے فکر کی ایسی لہریں روانہ کر دیتی ہیں جو ہمارے ذہن میں پہنچ کر ایک خیال یا ایک تجویز کی شکل اختیار کر لیتی ہیں جس پر عمل کرنے سے ہماری تکلیف یا درد دور ہو جاتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے (ترجمہ):

۱) ''اللہ نیک لوگوں کو ہر الجھن سے کامیاب بنا کر نکالتا ہے اور انہیں کوئی دکھ ستا سکتا ہے نہ پریشانی۔'' (۳۹:۶۱)

۲) ''ہم نیک اور ایمان دار لوگوں کے دکھ درد یقیناً دور کر دیں گے۔'' (۲۹:۷)

یہ بھی ہوتا ہے کہ خیر کی قوتیں کسی اور کو ہماری طرف متوجہ کر دیتی ہیں جس سے ہماری تکلیف دور ہونے میں مدد ملتی ہے۔ یہ لہریں جب شر کی قوتوں سے ٹکراتی ہیں تو ان کو فکر مند کر دیتی ہیں اور وہ وہاں سے ایسی لہریں چھوڑتی ہیں جو دل میں وسوسے پیدا کر کے گمراہ کرتی ہیں، اور اگر اس میں ناکام ہو جاتی ہیں تو پھر فکر کی شیطانی لہروں کی ذریعے ہمارے کمزور پہلو ماں باپ، بھائی بہن، آل اولاد، دوست احباب کے دل میں اچانک وسوسے پیدا کر کے ایسے مسائل پیدا کرنے کی کوشش کرتی ہیں جن سے اس کا کام بگڑ جائے۔ خیر کی قوتیں اپنی لہروں کی ذریعے تجویز روانہ کرتی ہیں اور اسے شر کی قوتوں سے بچاتی ہیں۔ بعض حالات میں خیر کی قوتیں اللہ کے حکم سے براہ راست مدد کرتی ہیں۔ کوئی شخص اپنی نیت کو چھپا نہیں سکتا خواہ وہ قوم شیاطین ہی سے کیوں نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ ہر پوشیدہ اور ظاہر کو جانتے ہیں۔ ترجمہ: ''ان لوگوں کے اعمال کتابوں میں محفوظ ہیں اور ان میں ہر چھوٹی بڑی چیز درج ہے۔'' (قمر: ۵۲،۵۳)

کوئی شخص کتنا ہی چاہے وہ اپنی فکر کی لہروں میں شامل اپنی فطرت اور اپنی نیت چھپا نہیں سکتا۔ وہ پہلے تو خود روح کے شعور میں بولنے والی فلم کی طرح اپنی قوت، گہرائی اور اثر کے لحاظ سے

Marfat.com

ریکارڈ ہو جاتی ہے، پھر اسی طرح کراماً کاتبین کے پاس موجود اعمال کی کتابوں میں محفوظ کر دی جاتی ہے۔ پھر اس شخص کی فکر کا مرکز کوئی بھی کیوں نہ ہو فکر کی لہروں کا سفر جاری رہتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ کاسمک ورلڈ سے گزر کر خالقِ کائنات کے دفتر میں ریکارڈ ہو جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ تو ہر پوشیدہ اور ظاہر کے جاننے والے ہیں جبکہ کائنات میں موجود ہر مخلوق کی قوتیں محدود ہیں، خواہ وہ انسان ہوں یا جنات، شیاطین کی قوم ہو، ارواح ہوں یا کوئی اور مخلوق۔ کوئی چاہے کہ اللہ کے قبضہ و قدرت سے باہر نکل جائے تو اس کے لئے یہ کسی بھی صورت ممکن نہیں۔ بے شک ہر جاندار کی چوٹی کو اللہ تھامے ہوئے ہے۔

نظرِ بد

مَا مِن دَابَّةٍ اِلَّا هُوَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا

''کوئی جاندار ایسا نہیں جس کی چوٹی اس کے ہاتھ میں نہ ہو۔'' (۱۱:۵۶)

ایک تو فکر کی لہریں ہیں جس میں اس کا باطن اور باطنی فطرت اور نیت اور اس کی قوت اور اس کی اثر پذیری شامل ہوتی ہے۔ اسے فرشتے بھی لکھتے ہیں یعنی انسان کی زندگی کا ایک ایک لمحہ ریکارڈ ہوتا ہے۔ پھر مکمل فلم کی صورت میں یہ سب کچھ روح کے ذہن میں ریکارڈ ہوتا ہے۔ آسمانوں پر ریکارڈ ہوتا ہے۔ پھر آواز بھی کاسمک ورلڈ سے گزرتی ہے۔ اس کا سفر بھی قیامت تک جاری رہتا ہے۔ اور فکر روشنی کی رفتار سے کہیں زیادہ تیز رفتاری کے ساتھ کاسمک ورلڈ سے گزر کر خالقِ کائنات تک پہنچتی ہے۔ اس کے علاوہ انسان کی آنکھوں سے نکلنے والی لہریں ہوتی ہیں، جو انسان کے باطن کا، نیت کا، فطرت کا اظہار ہوتی ہیں۔ ان آنکھوں سے نکلنے والی لہروں کی قوت، کشش، تیزی، اثر پذیری اور تاثیر کا تعلق، انسان کی باطنی فطرت، اس فطرت میں پوشیدہ جذبات کی قوت، ارادے کی قوت، توجہ کی قوت، اور ان سب کے اثر سے پیدا ہونے والی تاثیر کی قوت سے ہوتا ہے۔ یہ قوتیں اچھی اور بری دونوں طرح کی ہوتی ہیں۔

ترجمہ: ''وہ ایمان دار جو اپنے ایمان میں گناہ کو داخل نہیں ہونے دیتے، وہ امن و سکون اور ہدایت کی نعمت سے بہرہ ور ہوں گے۔'' (الانعام:۸۳)

Marfat.com

ایک ایسا شخص جو اپنی خواہشات کا اسیر اور بدنیت ہو، جب ہوس اور بے حیائی سے کسی عورت کی طرف دیکھتا ہے، اس وقت اس کی آنکھوں سے نکلنے والی لہروں میں ناپاکیوں کا زہر ہوتا ہے۔ اس سے وہ اس عورت کی روح کو متاثر کرتا ہے۔ پھر یہ زہر عورت کی روح سے جسم کو منتقل ہو جاتا ہے۔ اسی طرح نفرت کی نگاہوں میں زہر ہوتا ہے۔ انتقام کی نگاہوں میں زہر ہوتا ہے۔ حاسد کی نگاہوں میں آگ بھی ہوتی ہے اور نفرت و انتقام کا زہر بھی ہوتا ہے۔ سب سے خطرناک نظر ایسے شخص کی ہوتی ہے جو اپنی خواہشات کا اسیر ہو۔ اور کسی وجہ سے اپنی خواہشات کو پورا کرنے پر قادر نہ ہو۔ ایسے شخص میں احساسِ محرومی، تشنہ یا نا تمام خواہشات، حسرتیں، نفرتیں اور بدنیتی، اس کی روح کو یا جسمِ لطیف کو بیمار کر دیتی ہیں اور اس کی روح میں، روح کی فطرت میں نفرتوں کا اور محرومیوں کا زہر اور ناپاکیاں بھر دیتی ہیں۔ ایسا شخص جب اپنی بدنیتی کی، حسرت کی، نفرت کی اور محرومی کی نگاہ کسی شے پر ڈالتا ہے تو اس کی نگاہ اور ذہن سے نکلنے والی فکری لہروں کا زہر مقابل کے جسمِ لطیف یعنی روح میں اتر جاتا ہے۔ پھر جسمِ لطیف سے یہ زہر جسمِ خاکی کو متاثر کرتا ہے۔ کون ان لہروں سے کتنا متاثر ہوتا ہے، اس کا انحصار کئی باتوں پر ہے: ۱) دیکھنے والے کے جذبات کی شدت کیا ہے۔ ۲) مقابل کے جسمِ لطیف اور اس کی دفاعی حصار کی قوت اور مضبوطی کیا ہے۔ ۳) مقابل کی فطرت میں صبر و تحمل اور برداشت کی کتنی قوت ہے۔ ۴) مقابل کو کس حد تک خیر کی قوتوں کا تعاون حاصل ہے۔ ۵) ہر انسان پر ایک نگراں مقرر ہے، اس نگراں سے کتنا گہرا تعلق ہے۔ دراصل اس نگراں قوت سے تعلقات اور تعاون کا انحصار پاکی، تقویٰ اور پرہیز گاری پر ہے۔ یہ بھی خیر کی قوت ہے جو بدی کے مقابلے پر نیک انسان سے تعاون کرتی ہے۔ نظر بد سے زیادہ تر بچے اور جانور متاثر ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ ایسی چیزیں بھی متاثر ہوتی ہیں جو روح نہیں رکھتیں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ بدنیت مرد اپنی نگاہوں سے عورت کو گدگداتا ہے اور بدنیت عورت اپنی نگاہوں سے مرد کے وجود کو گدگداتی ہے۔

Marfat.com

اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنا

چند ارشادتِ ربانی کا ترجمہ:

۱) ''خیرات اللہ کے ان فقیروں کو دو.......... انہیں چہروں ہی سے پہچان لو گے۔'' (بقرہ: ۲۷۳)

۲) ''اتنی سی بات سمجھ لو کہ دُنیوی زندگی کھیل کود، آرائش، باہمی تفاخر، اور مال و اولاد کی کثرت کا نام ہے۔ اس کی مثال وہ بارش ہے جس سے کسانوں کی کھیتیاں لہلہا اٹھیں۔ کچھ دیر کے بعد یہ کھیتیاں سوکھنے لگیں۔ رنگ پیلا پڑ جائے اور بالآخر چورا بن جائیں۔ موت کے بعد دو ہی چیزیں ہیں۔ یا تو المناک عذاب یا رحمتِ بے حساب۔ یاد رکھو کہ یہ زندگی متاع فریب ہے۔ (۵۷:۲)

۳) ''جو لوگ سیم و زر کو جمع کرتے ہیں اور اللہ کی راہ میں صرف نہیں کرتے، انہیں خوفناک عذاب کا مژدہ سنادو۔ قیامت کے دن نارِ جہنم میں اس سیم و زر کو تاپ کر ان کی پیشانی، پشت اور پہلوؤں کو داغا جائے گا۔ اور کہا جائے گا کہ یہ ہے تمہاری دولت، آج تم اس دولت کا مزہ چکھو۔'' (۹:۳۴، ۳۵)

۴) ''کھڑ کھڑاہٹ پیدا کرنے والے حادثے یا تو بدکاروں کو ہمیشہ براہِ راست نشانہ بنائیں گے یا خوف پیدا کرنے کے لیے ان کے گھروں کے قریب نازل ہوں گے۔'' (۱۳:۳۱)

۵) ''ان نافرمان اربابِ نعمت کو میرے حوالے کرو اور قدرے انتظار کرو، ان کے لیے بیڑیاں، جہنم، بدذائقہ غذا اور ہولناک عذاب تیار ہے۔'' (۷۳:۱۱...۱۳)

۶) ''جب اللہ کسی کو ابتلاء میں ڈال کر اس کا رزق کم کر دیتا ہے تو وہ پکار اٹھتا ہے: 'اللہ نے مجھے ذلیل کر دیا'۔ حالانکہ بات یوں نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ تم یتیم کی خاطر داری نہیں کرتے اور مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں دیتے۔'' (۸۹:۱۶...۱۸)

Marfat.com

خیر کے خلاف شر کی مزاحمت

'' شیطان اور اس کا قبیلہ تمہیں ایک ایسے مقام سے دیکھ رہا ہے کہ تم اسے نہیں دیکھ سکتے۔'' (الاعراف: ۲۷)

جیسے ہی کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہوتا ہے، ویسے ہی تمام شیطانی طاقتیں اس کی طرف متوجہ ہو جاتی ہیں۔ اسے دنیا کی ترغیبات میں الجھاتی ہیں۔ اس کی دنیاوی مصروفیات کو بڑھاتی ہیں۔ اسے اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے روکتی ہیں۔ اسے سستی اور غفلت میں مبتلا کرتی ہیں۔ جب وہ دیکھتی ہیں کہ یہ شخص تو فوراً اپنے اللہ کی طرف رجوع ہو جاتا ہے، اور اس سے رو رو کر اور گڑگڑا کر اپنے گناہوں کی معافی مانگتا ہے اور مدد طلب کرتا ہے، تو مایوس ہو کر شیطان اس کے کمزور پہلوؤں کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اور اہل قرابت کے ذریعے ایسے ایسے مسائل پیدا کرتا ہے اور ایسے ایسے فتنے کھڑے کرتا ہے کہ اس شخص کا ذہنی چین اور سکون ختم ہو جائے۔ اور وہ اتنا الجھ جائے کہ اللہ سے غافل ہو جائے۔ مگر جب وہ یہ دیکھتا ہے کہ یہ شخص مستقل مزاجی سے اپنے قدموں پر جما ہوا ہے، اور نہ صرف اپنے لیے اور اپنے اہل قرابت کے لیے بلکہ اپنے دوستوں اور دشمنوں کے لیے بھی اللہ تعالیٰ سے نیک توفیق اور ہدایت کا طالب ہے تو وہ مایوس ہو کر اسے تنہا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ جہاں شر کی قوتیں اس کے ذہن پر اثر انداز ہو کر اسے گمراہ کرنے کی کوشش کرتی ہیں وہیں خیر کی قوتیں ان اثرات کو زائل کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔ اب اگر وہ شخص مستقل مزاجی سے خیر کے لیے کوشش جاری رکھے اور اپنا جھکاؤ خیر کی طرف رکھے تو خیر غالب آ جاتا ہے۔ ورنہ شر کی قوتیں اسے گمراہ کرنے میں کامیاب ہو جاتی ہیں۔ خیر کی قوتیں اس وقت تک اس سے تعاون کرتی ہیں جب تک اس پر اس کی فطرت میں موجود ذاتی ناپاکی غالب نہیں آتی، یا ذاتی بڑائی یا تکبر غالب نہیں آتا۔ کیونکہ جیسے ہی تکبر غالب آتا ہے ویسے ہی وہ خود اپنا مالک بن جاتا ہے اور اللہ سے اپنا تعلق توڑ لیتا ہے۔

Marfat.com

خیر کا نظام

ایک مالک اپنے ملازم کو اپنا اطاعت گزار، دیانت دار، امانت دار، وفادار، شکر گزار اور احسان مند دیکھنا چاہتا ہے۔ وہ اپنے ملازم کو اپنی عزت آبرو کا، مفادات کا خیال رکھنے والا مزاج شناس انسان دیکھنا چاہتا ہے۔ مالک اپنے ملازم سے یہ بھی چاہتا ہے کہ وہ مالک کے بارے میں ہمیشہ اچھا خیال رکھے اور اچھی بات کہے۔ یہ سب قدرت کی نشانیاں ہیں۔

ایک بادشاہ اپنی رعایا کو اپنا غیر متزلزل وفادار، بے لوث اطاعت گزار، فرمانبردار اور احسان مند دیکھنا چاہتا ہے۔ وہ یہ چاہتا ہے کہ رعایا اس کی قدر کرے۔ عزت کرے، محبت کرے، اس کے بارے میں حُسنِ ظن رکھے۔ ہمیشہ اچھی بات کہے، اس کے دشمنوں کو اپنا دشمن سمجھے۔ اس کے دوستوں کو اپنا بھی دوست رکھے۔ تمام ماں باپ اپنی اولاد سے یہی کچھ چاہتے ہیں۔

یہ دنیا عارضی قیام گاہ ہے اور محض آخرت کی تیاری کی جگہ ہے۔ اصل نظام قیامت کے بعد قائم ہوگا۔ جہاں مخلوق کو ان کی آزمائش کے بعد ان کی اطاعت گزاری، ان کی فرمانبرداری، ان کی وفاداری، ان کی شکر گزاری، ان کی امانت داری، ان کی محبت، ان کے خلوص، ان کی جاں نثاری، اللہ کے بارے میں ان کے حسن ظن، ان کی پاکی، ان کے قول اور فعل کی صداقت کی بنیاد پر، ان کی کارکردگی کے لحاظ سے مرتبے اور ذمہ داریاں دی جائیں گی۔ وہاں بھی وہ درجہ بدرجہ مدارجِ اعلیٰ کو پہنچیں گے۔

اللہ بزرگ و برتر کائنات کے خالق ہیں، مالک ہیں، وارث ہیں، پروردگار ہیں، بادشاہ ہیں، ان کا کوئی شریک نہیں، وہ وحدہٗ لاشریک ہیں، اپنی ذات وصفات میں پاک ہیں، مقدس ہیں، پاکی کو پسند فرماتے ہیں۔ ہر قسم کی ناپاکیوں سے، گناہوں سے، گمراہیوں سے نفرت فرماتے ہیں، بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں۔ وہ اپنی مخلوق کو، اپنی رعایا کو، اپنی ملکیت کو، اپنی پروردہ تخلیق کو، اپنا اطاعت گزار، وفادار، فرمانبردار، شکر گزار، امانت دار، اپنے مالک پر مکمل بھروسہ کرنے والا، مالک کی عزت، عظمت، بزرگی، بڑائی، علم، حکمت، طاقت، قدرت، اختیار، دبدبے اور اپنے پروردگار کے احسان کو تسلیم کرنے والا دیکھنا چاہتے ہیں۔ اور اللہ تو اپنے شکر گزار بندوں

Marfat.com

کے بڑے قدر دان ہیں، اور کسی متکبر، ناپاک، سرکش، باغی، دشمن اور نافرمان کا وہاں گزر نہیں۔ انسان کا نفاق یہ ہے کہ توحید قلب کے باہر ہو اور شرک قلب کے اندر ہو۔ انسان اپنی ہر چیز پر صرف اور صرف اپنا حق دیکھنا چاہتا ہے۔ اور اسے اپنے اختیار اور قبضہ وقدرت میں دیکھنا چاہتا ہے۔ اور اسے اپنا وفادار، فرمانبردار، قابل بھروسہ اور نفع بخش دیکھنا چاہتا ہے۔ پھر وہ اللہ کی ملکیت ہو کر اپنے اللہ کے لیے یہی سب کچھ کیوں نہیں چاہتا۔ انسان بھی عجیب چیز ہے، ہر ایک کو اپنے نقصان میں شامل کرنا چاہتا ہے، نفع میں کسی کو شریک نہیں کرنا چاہتا۔ دوسروں سے اپنے لیے بھلائی چاہتا ہے اور خود دوسروں کے لیے بھلائی کرنے میں سخت بخل سے کام لیتا ہے۔ دوسروں کے آنکھ کے تنکے کو شہتیر بتاتا ہے اور اپنی آنکھ کے شہتیر کو تنکا۔ اپنی چھوٹی سی تکلیف کو پہاڑ بنا دیتا ہے جب کہ دوسروں کی بڑی سے بڑی تکلیف بھی اسے دکھائی نہیں دیتی۔ انسان اگر غور کرے تو اسے معلوم ہوگا کہ اس کا تکبر ہی ساری خرابیوں کی جڑ ہے۔ اور جب تک کسی انسان میں اپنی ذاتی بڑائی کو، اختیار کو، ارادے کو، اور نفسانی خواہشات کو غلبہ حاصل ہے، نہ تو وہ اللہ پر ایمان لا سکتا ہے، نہ اللہ کی بزرگی اور بڑائی کو قبول کر سکتا ہے۔ نہ اللہ سے ڈر سکتا ہے، نہ اللہ کی فرمانبرداری کر سکتا ہے، نہ نیکی کر سکتا ہے کیونکہ اس کا ہر عمل اس کی اپنی ذات کے لیے ہوگا نہ کہ اللہ کے لیے۔

خیر کے عمل کو جاری رکھنے میں بے شمار رکاوٹیں ہیں۔ ۱) اللہ تعالیٰ پر یقین لانا پڑتا ہے، جبکہ دنیا جو ظاہر ہے اور نظر آتی ہے، اُس پر یقین ہوتا ہے۔ اب دنیا پر مستحکم یقین اللہ تعالیٰ پر لائے گئے یقین کو متزلزل کرتا ہے۔ اس لیے دنیا کی محبت، دنیا سے امیدوں اور توقعات کی وابستگی اور نفس کی خوہشات ایمان کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہوتے ہیں۔ ۲) انسان کے اپنے اندر موجود منفی فکر اور رجحانات اس یقین کو متزلزل کرتے ہیں۔ انسان جس قدر شدت سے اللہ تعالیٰ پر اپنے یقین کو مستحکم کرنا چاہتا ہے، اتنا ہی منفی فکر اس کی مزاحمت کرتی ہے۔ جیسے انسان پانی کے بہاؤ کے خلاف جتنا تیز تیرتا ہے، اتنا ہی اسے پانی کی مزاحمت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ۳) انسان اپنی خواہشات اور اپنی برتری کے احساس سے دستبرداری کو آسانی سے گوارا نہیں کرتا۔ ۴) انسان فطرتاً لاپرواہ، کاہل اور سست ہے، اس لیے عبادتوں کی مشقت اور پابندی سے فرار حاصل کرتا ہے۔ ان

Marfat.com

تمام چیزوں کے تدارک کے کچھ طریقے یہ ہیں:

۱) اللہ تعالیٰ پر اپنے یقین کو مستحکم کرنے کے لیے بار بار معنوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی صفات کو پڑھے۔

۲) روزانہ کچھ دیر تنہا بیٹھ کر کلمۂ طیبہ کا، سبحان اللہ کا، الحمدللہ کا، اللہ اکبر کا، یا اللہ کے کسی بھی اسم کا بلند آواز سے ذکر کرے۔ اور ساتھ ہی اپنے ذہن میں اس کے معانی کو دہرائے تاکہ زبان کے ساتھ ساتھ ذہن بھی مصروف ہو جائے۔ اس عمل میں آنکھیں بند کرے اور اعصاب اور ذہن کو بالکل ڈھیلا چھوڑ دے۔ اس طرح سے اس کی تین قوتیں یعنی شعور، سماعت، بصارت مصروف ہو جائیں گی۔ پھر اس وقفے کو بڑھاتا رہے۔

۳) نماز کی پابندی کرے اور نماز میں اللہ تعالیٰ سے گفتگو کرے۔ وہ اس طرح کہ ثناء، سورۂ فاتحہ، تمام تسبیحات، التحیات اور درود کے معنی اچھی طرح یاد کرے۔ اور جب انہیں زبان سے پڑھے تو اطمینان سے پڑھے اور ذہن میں معانی کو دہرائے۔ اہل زبان کی طرح عربی پر توجہ نہ دے بلکہ ان کے معنوں کو دماغ میں دہرائے۔

۴) دن بھر میں جب بھی یاد آ جائے یا وقت مل جائے، چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے، اللہ تعالیٰ کا ذکر، حمد اور تسبیح کرتا رہے۔

۵) غذا آدھا پیٹ کھائے۔

۶) عمل تنفس کی مشقوں سے بھی وسوسوں پر قابو پایا جا سکتا ہے۔ انسان تھوڑی دیر کسی جگہ بیٹھ جائے، پھر آہستہ آہستہ سانس لے، جتنی دیر تک روک سکتا ہو روکے، پھر آہستہ آہستہ خارج کر دے۔ یہ عمل جتنی بار کر سکتا ہو، کرے۔ اصل بات یہ ہے کہ کون کس طرح، کس خوبی کے ساتھ، خیر کی کن صفات سے اپنے شعور کو، اپنی فطرت کو فیڈنگ کرتا ہے، یا اسے دیتا ہے۔ اور کس طرح سے اپنے یقین، قوت ارادی، قوت توجہ، قوت برداشت سے شر کی صفات پر قابو پاتا ہے۔ دراصل ہر قول اور ہر عمل دل کی سچائی کے ساتھ ہے۔ دل کی سچائی کے بغیر قول ایک بے کار جملے سے زیادہ نہیں۔ اس کی حیثیت ہوا میں نشانے کے بغیر چلائے گئے تیر سے زیادہ نہیں۔ خیر دراصل قلب کی

Marfat.com

معرفت ہے۔ اس لیے اہل اللہ ہمیشہ اپنے قلب کی حفاظت کرتے رہتے ہیں۔ نیکیاں دراصل قلوب کے اعمال ہیں۔ خیر، فلاح، سلامتی، اللہ پر ایمان، اللہ کی معرفت، رضائے الٰہی اور پاکی، یہ سب پوشیدہ خزانے ہیں۔ ان کو صرف پیارے نبیؐ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے، حالت بندگی میں عقیدۂ توحید پر عمل کر کے ہی حاصل کیا جا سکتا ہے۔ نیچے دنیا کا جہنم ہے، اوپر پل صراط ہے، اور جس کے پاس جتنا زیادہ اللہ کا نور ہے، وہ اللہ کی مدد سے اتنی ہی آسانی سے اپنے مقصود اللہ تک جا پہنچتا ہے۔

خیر کی صفات

انسانی فطرت کے موضوع کو ایک بار پھر سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ انسانی فطرت میں محتاجی ہے، ذلت ہے، خوف ہے اور ناپاکی ہے۔ محتاجی میں ہوس ہے کیونکہ محتاجی کبھی ختم نہ ہونے والی چیز ہے۔ محتاجی، ذلت، خوف اور ناپاکیوں سے نجات حاصل کرنے کے لیے، انسان کو اختیار، ارادے اور خواہش کی خوبی عطا کی گئی ہے۔ انسان اپنی محتاجی، ذلت اور خوف کو دور کرنے کے لئے اپنے سے برتر کی اطاعت گزاری اور فرمانبرداری پر مجبور ہے۔ اگر انسان غور کرے تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ ہر احساس دراصل اس کی روح کا احساس ہے۔ خواہ وہ احساس محتاجی ہو یا احساس ذلت ہو یا احساس خوف ہو یا ناپاکی کا احساس ہو۔ تمام احساسات اور محسوسات کا تعلق روح سے ہے۔ انسانی فطرت میں موجود ہیں، وہ کہیں نہ کہیں استعمال بھی ضرور ہوں گی۔ اب اگر انسان ان کو اپنی ذاتی ضرورت کے لیے استعمال کرے گا تو جہاں استعمال کرے گا وہ دو جگہیں ہیں۔ ایک تو اللہ اور دوسرے دنیا۔ دنیا سے مراد ہر برتر دنیادار ہے۔ روح دنیاوی کثافتوں میں مقید ہونے کے سبب اپنے ظاہری خاکی وجود کی محتاج ہے۔ نابینا اور جاہل ہے۔ اب روح کو اپنا ظاہر نظر آتا ہے اور دنیا نظر آتی ہے۔ اب وہ اپنی فطری جبلتوں کو دنیا سے وابستہ کرتا ہے اور دنیا میں خرچ کرتا ہے اور ان فطری جبلتوں سے وابستہ اختیار، ارادے اور خواہشات کو اپنے سے برتر کی اطاعت گزاری اور فرمانبرداری میں استعمال کرتا ہے اور اپنے سے کمتر کے لیے یہی سب کچھ اپنے لیے چاہتا ہے۔ چونکہ دنیا سے وابستہ ہوتا ہے اس لیے اپنی فطری محتاجی، خوف، ذلت اور ناپاکیوں کو دنیا کے لیے

Marfat.com

خرچ کرتا ہے۔ اور چونکہ دنیا کے پاس بھی یہی سب کچھ موجود ہے، اس لیے اپنے لیے مزید یہی کچھ حاصل کرتا ہے۔

روح کی حقیقت یہ ہے کہ وہ غیب ہے اور اللہ تعالیٰ غیب ہیں۔ یہی انسان کا امتحان ہے کہ انسان روح کو اللہ تعالیٰ کا یقین کامل دے۔ روح کو اللہ تعالیٰ سے وابستہ کرے اور اللہ تعالیٰ کی پسند اور ناپسند سے وابستہ کرے۔ روح کی اللہ تعالیٰ سے وابستگی کی وجہ سے، اور اس وابستگی کے لحاظ سے اس کا احساس محتاجی، احساس ذلت اور احساس خوف، اللہ تعالیٰ سے وابستہ ہو گئے۔ اور ان جبلتوں سے وابستہ اس کا اختیار، ارادہ، اور خواہشات بھی اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں اللہ تعالیٰ کے تابع ہوئیں۔ اور اب وہ اللہ کی پسند اختیار کر کے اور ناپسند سے دور رہ کے ناپاکیوں سے نجات پا گیا۔ ایک طرف اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں انسان فرمانبرداری کے اعلیٰ اوصاف حاصل کرتا ہے تو دوسری طرف پاک و بے عیب تمام تعریفوں والے، بزرگی والے، بڑائی والے اللہ تعالیٰ سے وابستگی کے سبب عظمت الٰہی کی سمجھ حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ حاکمیت کے اعلیٰ اوصاف سے بھی واقف ہوتا ہے۔ اس طرح وہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں حکم دینے والا اللہ تعالیٰ کا بہترین نائب بنتا ہے۔

انسان بحیثیت باپ کے اولاد کا وارث ہے:

انسان بحیثیت باپ کے ایک ہی ہے۔ اس لیے کہ اولاد ایک ہی نطفے سے جنم لے سکتی ہے۔ بحیثیت باپ کے وہ اپنی اولاد کو اپنا نطفہ دیتا ہے۔ جس طرح کسی درخت کے ایک بیج میں اس درخت کے تمام اوصاف موجود ہوتے ہیں، اسی طرح باپ کے نطفے میں باپ کی فطرت، اس کی صلاحیتیں، اس کی خوبیاں اور خامیاں سبھی موجود ہوتی ہیں۔ وہ اپنی اولاد کا وارث ہے۔ اور اپنی اولاد کے لیے تخلیق کا ذریعہ ہے۔ اور اپنی اولاد کے لیے مثل حاکم کے ہے، مثل مالک کے ہے، مثل پالنے والے کے ہے۔

انسان بحیثیت اولاد کے:

انسان بحیثیت اولاد کے مثل محکوم کے ہے۔ ماں باپ کے لیے مثل پروردہ کے ہے۔ ماں

Marfat.com

باپ کی وراثت ہے۔ مثل ماں باپ کی ملکیت کے ہے، اور مثل ماں باپ کی تخلیق کے ہے۔

عورت کی حیثیت:

عورت بحیثیت ماں کے اولاد پر حاکم ہے۔ اولاد کی پرورده ہے۔ مثل مالک کے ہے۔ تخلیق کا ذریعہ ہے۔ بحیثیت بیوی کے اور بحیثیت اولاد کے وہ مثل محکوم کے ہے۔ مثل ماں باپ کی ملکیت کے ہے۔ ماں باپ کی پرورده ہے اور ماں باپ کی وراثت ہے۔

وارث اور وراثت:

بہت سے ماں باپ ایسے اچھے وارث ہیں جو اپنی اولاد کو وراثت میں بے شمار ذہنی، جسمانی، روحانی، اخلاقی اور مادّی دولت اور خوبیاں دیتے ہیں۔ اور کچھ ایسے ہیں جو بہت کم دولت اور بہت کم خوبیاں دیتے ہیں۔ اور بہت سے وارث ایسے بھی ہیں جو اپنی اولاد کو خرابیاں ہی خرابیاں دیتے ہیں۔ اور بہت سی اولادیں ایسی اچھی وراثت ہوتی ہیں جو ماں اور باپ سے ملنے والی دولت اور خوبیوں کو سنبھالتی ہیں اور انہیں بڑھاتی ہیں۔ اور بہت سی اولادیں انہیں ضائع کر دیتی ہیں۔ اور بہت سی اولادیں ایسی بھی ہیں جنہیں اپنے ماں باپ سے یا تو کچھ نہیں ملتا یا خرابیاں ملتی ہیں لیکن وہ اپنی محنت اور لگن سے ان خرابیوں کو دور کرتے ہیں! اور اپنے لیے بے شمار خوبیاں حاصل کرتے ہیں۔

خیر میں مرد کا کردار

مرد بحیثیت شوہر عورت پر مثل حاکم کے ہے۔ اور وہ اپنے زبردست بادشاہ حقیقی یعنی اللہ کی غیر متزلزل اور ابدی اطاعت گزاری، فرمانبرداری، شکر گزاری اور امانت داری کے حصول کے لیے، اللہ کے جن پاک، بے عیب اور تمام تعریفوں والے اوصاف کا شعور حاصل کرتا ہے، اور جتنا اور جس طرح سے حاصل کرتا ہے، انہیں وہ اللہ کی اطاعت گزاری میں، اور اللہ کے نائب کی حیثیت سے اپنی بیوی پر اور اپنی آل پر استعمال کرتا ہے۔ اور عورت اللہ کی اطاعت گزاری اور فرمانبرداری میں، اپنے اللہ کی اور اپنے شوہر کی اطاعت گزاری، فرمانبرداری، شکر گزاری اور امانت داری کرتی ہے۔ اور ساتھ ہی وہ حاکمیت کے اعلیٰ اوصاف کا شعور بھی حاصل کرتی ہے۔

Marfat.com

عورت کی فطرت میں اطاعت گزاری، فرمانبرداری، شکر گزاری اور امانت داری کے اوصاف کی اہمیت کہیں زیادہ ہے۔ کیونکہ عورت مرد کے دیے ہوئے نطفے کو مہینوں اپنے وجود میں رکھتی ہے۔ اس کی فطرت کو ڈھالتی ہے۔ پھر ماں اور باپ دونوں بحثیت حاکم کے اپنی اولاد کو حاکمیت کے اعلیٰ اوصاف کا شعور دیتے ہیں۔ اور اللہ کے لیے اور خود اپنے لیے بہترین اطاعت گزاری، فرمانبرداری، شکر گزاری، اور امانت داری کی تربیت دیتے ہیں۔

عورت اور مرد دونوں اللہ کے محکوم ہیں۔ دونوں اللہ کی حاکمیت کو تسلیم کرتے ہیں۔ دونوں اللہ کے بندے ہیں۔ اور دونوں اللہ کی بزرگی کو تسلیم کرتے ہیں۔ دونوں اللہ کی مخلوق ہیں اور اللہ ہی کو اپنا خالق تسلیم کرتے ہیں۔ دونوں اللہ کی رعایا ہیں اور اللہ ہی کو بادشاہ تسلیم کرتے ہیں۔ اور دونوں ہی اللہ کو اپنا مالک اور خود کو اللہ کی ملکیت تسلیم کرتے ہیں۔ اور دونوں ہی اللہ کو اپنا پالنے والا اور خود کو اللہ کا پروردہ تسلیم کرتے ہیں۔ دونوں اللہ کے اطاعت گزار، فرمانبردار، شکر گزار اور امانت دار بندے ہیں۔ شوہر اپنی بیوی کو، پھر شوہر اور بیوی مل کر اپنی اولاد کو پیدائش سے پہلے ان کی فطرت کو اعلیٰ اوصاف کی بنیاد فراہم کرتے ہیں۔ اور اسی پر ان کی تربیت کرتے ہیں۔ اللہ کے نزدیک عورت اور مرد دونوں برابر ہیں۔ دونوں میں جو اللہ کا جتنا زیادہ اطاعت گزار، فرمانبردار، شکر گزار اور امانت دار ہے، وہ اتنا ہی برتر ہے۔

بے شک عورت اور مرد دونوں انسان ہیں۔ اور انسان اشرف المخلوقات ہے۔ یعنی تمام مخلوقات میں اشرف ہے۔ انسان سے اگر انسانیت چھین لی جائے، آدمی سے آدمیت چھین لی جائے، اشرف مخلوق سے اس کا شرف چھین لیا جائے تو وہ دنیا کا سب سے خطرناک درندہ بن جائے گا کیونکہ اس کے پاس عقل اور شعور کا ہتھیار ہے۔ اہل علم کے نزدیک انسان خسارے میں ہے سوائے ان لوگوں کے جو اللہ پر ایمان لائے، اور اللہ کے لیے نیک عمل کرتے رہے۔ انسان ناپاک ہے۔ اس کی فطرت میں ناپاکی ہے۔ اس کے وجود میں پائے جانے والے تمام مادوں اور اس کی تخلیق کے پورے عمل میں ناپاکیاں ہیں۔ اور کوئی ناپاک چیز معزز نہیں ہوسکتی جب تک وہ اللہ پر ایمان نہ لائے۔ اور اللہ کی بتائی ہوئی راہ پر چل کر پاکی حاصل نہ کرے۔ اسی طرح انسان

Marfat.com

محتاج ہے اور کوئی مجبور اور محتاج معزز نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اللہ پر ایمان نہ لائے اور اللہ کی محتاجی کے بدلے اپنے نفس کو دنیا سے آزاد نہ کرالے۔ انسان کی فطرت میں شر ہے۔ ہاں بڑا شر رکھنے والا شر کے نزدیک معزز ہے۔ اور شر کی دو ہی زبانیں ہیں۔ ایک طاقت اور دوسری دولت کی۔ اور جو جتنا زیادہ شر رکھتا ہے، وہ اتنا ہے شر کی دنیا میں معزز ہے۔

ایک باپ اپنی اولاد کو اپنا نطفہ دیتا ہے۔ جس طرح ایک بیج میں درخت کی تمام فطرت اور اس کے تمام خواص پائے جاتے ہیں، اسی طرح اس نطفے میں اس مرد کی فطرت، اس کی خوبیاں اور خامیاں، اس کی عادات، غرض وہ سب کچھ پایا جاتا ہے جو اس مرد میں موجود ہے۔ یہ نطفہ یا تو مذکر جرثومہ یا مؤنث جرثومہ ہوگا۔ مرد میں موجود غیر مرئی برقی نظام مثبت چارج رکھتا ہے، جبکہ مؤنث میں موجود غیر مرئی برقی نظام منفی چارج رکھتا ہے۔ مذکر جرثومہ ماں کے وجود میں موجود منفی چارج کے خلاف ضد اختیار کرتے ہوئے اپنے مثبت چارج کو قائم رکھتا ہے۔ وہ اپنی ماں کے خون پر پرورش پاتا ہے۔ ماں کی فطرت، اس کی عادات، اس کی صلاحیتوں، اس کی خوبیوں اور خامیوں سے، اس کی سوچ سے متاثر ہوتا ہے اور کسی حد تک انہیں قبول بھی کرتا ہے۔ اس قبولیت کا دارومدار دو چیزوں پر ہے۔ پہلے تو یہ کہ باپ بچے کی ماں سے کس قدر محبت کرتا ہے۔ اور اس کا کتنا احترام کرتا ہے۔ باپ کی یہ فطرت اس نطفے کی فطرت ہوتی ہے۔ اس لیے یہ چیز اس مذکر جرثومے میں ماں کی فطرت کی قبولیت کے اثر کو بڑھا دیتی ہے۔ اور دوسری چیز ماں کی فطرت کی قوت ہے۔ جیسے محبت، نفرت اور خوف کے جذبات ہیں۔ یہ فطرت جتنی قوی ہوتی ہے، اتنے ہی بچے کی ذہنی نشوونما اور اس کے ذہنی خلیوں کو متاثر کرتی ہے۔ دراصل ماں باپ کی فطرت، ان کی عادات ہی پیدائش سے پہلے بچے کو ایک مضبوط بنیاد فراہم کرتی ہیں۔ اور اسی بنیاد پر اسے اپنے مستقبل کی عمارت قائم کرنا ہوتی ہے۔

مؤنث جرثومہ ماں کے منفی چارج کو قبول کرتا ہے۔ اس کی فطرت، اس کی فکر اور اس کی عادات کو قبول کرتا ہے۔ لیکن اپنے اندر موجود باپ کی فطرت کو بھی ایک حد تک قائم رکھتا ہے۔ اس کا دارومدار ماں کی بچے کے باپ سے محبت اور اس کے احترام اور اس بات پر ہوتا ہے کہ ہے کہ وہ

Marfat.com

اس سے کس حد تک متاثر ہے۔ دوسرے یہ کہ باپ کی فطرت میں کس حد تک مضبوطی اور قوت ہے۔ یہ چیز بھی اس مؤنث جرثومے کے لیے ماں کی فطرت اور عادات کو قبول کرنے میں رکاوٹ بنتی ہے۔ بلکہ ماں اور باپ کی ایک دوسرے سے محبت اور وابستگی بچے کے ظاہری خدوخال کو بھی متاثر کرتی ہے۔ ماں اگر اپنے چہرے اور اپنی شخصیت سے بے پناہ وابستگی رکھتی ہے تو وہ اپنے وجود سے جنم دینے والے لڑکوں کو بھی اپنی شباہت دیتی ہے۔ اور اگر وہ اپنے شوہر کی شباہت سے بے پناہ لگاؤ رکھتی ہے تو اس کے وجود سے جنم لینے والی لڑکیوں میں بھی مرد کی شباہت پائی جاتی ہے۔ عورت کی فکر اور پسندیدگی بچوں کی شباہت کو متاثر کرتی ہے۔ اور لڑکے کی تخلیق میں بحیثیت ذریعۂ تخلیق کے باپ کے کردار کے دو حصے ہیں۔ اور باپ کے کردار کی قبولیت میں لڑکے کا حصہ دوگنا ہے، جب کہ لڑکی کے معاملے میں باپ کا کردار صرف ایک حصہ ہے۔

اگر ہم یہ فرض کرلیں کہ ماں مصنوعات تیار کرنے والی ایک مشین ہے اور باپ ان مصنوعات کے لیے میٹریل دیتا ہے تو مندرجہ ذیل نتائج برآمد ہوں گے:

۱) اگر میٹریل بہت اعلیٰ ہے اور مشین کی کارکردگی بہت ناقص ہے تو مصنوعات ناکارہ اور ناقص ہوں گی خواہ بعد میں اس کی کتنی ہی مرمت کی جائے اور نقائص کو دور کرنے کے لیے کتنی ہی اچھی فنشنگ کی جائے۔

۲) اگر میٹریل بہت اعلیٰ ہے اور مشین کی کارکردگی بھی بہت اعلیٰ ہے تو مصنوعات انتہائی اعلیٰ درجے کی ہوں گی۔

۳) اگر میٹریل بہت اعلیٰ ہے اور مشین کی کارکردگی درمیانہ درجے کی ہے تو مرمت اور اچھی فنشنگ سے اس کی قدر و قیمت کو بڑھایا جاسکتا ہے۔

۴) اگر میٹریل ناکارہ ہے مگر مشین کی کارکردگی بہت اعلیٰ ہے تو مشین کی کارکردگی ناقص میٹریل کے عیبوں کو بڑی حد تک چھپالے گی۔

۵) اگر میٹریل بھی ناقص ہے اور مشین کی کارکردگی بھی ناقص ہے تو مصنوعات بالکل ہی ناقص ہوں گی۔

Marfat.com

دنیا میں پایا جانے والا ہر عنصر مختلف خواص اور اپنا مختلف نظام رکھتا ہے۔اسی طرح مختلف عناصر مختلف ضرورتوں کے لیے اور مختلف کاموں کے لیے موزوں ہوتے ہیں۔انسان کی فطرت، اس کے کردار اور اس کی صلاحیتوں کی تشکیل میں مختلف عناصر بہت ہی اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ مادے کا انسانی فطرت کی تشکیل میں بہت اہم کردار ہے۔یہی وجہ ہے کہ ہر انسان کے بنیادی نظام اگرچہ یکساں ہیں مگر مادوں اور عناصر کے اختلاف کی وجہ سے ان میں جوہری فرق پایا جاتا ہے۔ اسی لیے ہر انسان کی فطرت، عادات، کردار، ضروریات، پسند ناپسند اور صلاحیتیں مختلف ہوتی ہیں۔ان مختلف چیزوں کے لیے مختلف موزوں مادّوں اور عناصر کی ضرورت ہوتی ہے۔ مادّوں کا انسانی فطرت اور روح سے بڑا گہرا تعلق ہے۔ ہر مادّے کی اپنی ایک بو ہوتی ہے۔دس انسانوں میں سے ہر شخص کی بو الگ ہے۔دس بلیاں اگر ایک جگہ ہوں تو ان میں سے ہر ایک کے جسم سے نکلنے والی بو الگ الگ ہوگی۔ کتے میں یہ صلاحیت پائی جاتی ہے کہ وہ ہر بو کی الگ الگ شناخت کرسکتا ہے۔اس فرق کا سبب دراصل ان کی عادتوں، ان کی فطرت اور ان کے کردار میں پایا جانے والا فرق ہے جو ان کے جسم کے تشکیلی مادّوں کے فرق کی وجہ سے ہوتا ہے۔اسی طرح رنگ و بو اور مادّوں کا فرق روحوں میں بھی پایا جاتا ہے۔ناپاکی اور ناپاک مادّے رکھنے والے کی بو ناگوار ہوتی ہے جبکہ پاکی رکھنے والے کی بو خوشگوار ہوتی ہے۔عام انسان اسے محسوس کرتا ہے مگر اس میں فرق نہیں کرسکتا، لیکن ایسے لوگ جن میں روح غالب اور جسم مغلوب ہوتا ہے، اور ان کے ظاہری حواس پر روحانی حواس غالب ہوتے ہیں، وہ سب کچھ دیکھتے اور محسوس کرتے ہیں مگر اپنے عجز کے سبب برداشت کرتے ہیں۔

خیر میں عورت کا کردار

عورت کو مخصوص جسمانی ساخت عطا کی گئی ہے۔حسن اور کشش سے نوازا گیا ہے۔ نزاکت، نازک خیالی، محبت اور جذبات کی شدت عطا کی گئی ہے۔عورت میں جنسی قوت زیادہ رکھی گئی ہے۔مرد کے مقابلے میں جسمانی طور پر کمزور بنایا گیا ہے۔ جب حسن ہوگا تو حسن کے اظہار کی خواہش بھی ہوگی۔حسن کی اپنی ادا بھی ہوگی۔ داد و تحسین کی دل میں تمنا بھی ہوگی۔حسن کے

قدردانوں کی تلاش بھی ہوگی۔ یہ انسانی فطرت ہے۔ انسان اپنی خوبیوں کا اظہار بھی کرنا چاہتا ہے۔ دوسروں سے قدردانی اور دادو تحسین بھی چاہتا ہے۔ تحسین کی خواہش...... خودنمائی، خودفریبی اور حصول برتری کی خواہش ہے۔ دوسری طرف جب حسن کا اظہار ہوگا تو اسے پسند کرنے والے بھی ہوں گے۔ ان میں صاحب کردار بھی ہوں گے اور بدکردار بھی ہوں گے۔ اہل ظرف بھی ہوں گے، کم ظرف بھی ہوں گے۔ سیدھے سادے بھی ہوں گے، عیار اور مکار بھی ہوں گے۔ مخلص بھی ہوں گے اور حسن کے شکاری بھی ہوں گے۔ کمزور بھی ہوں گے اور طاقتور بھی ہوں گے۔ جب حسن ہوگا تو حسن پر ناز بھی ہوگا، غرور بھی ہوگا۔ غرور والا اوپر دیکھ کر چلتا ہے اور اوپر دیکھ کر چلنے والا ہمیشہ ٹھوکر کھاتا ہے۔

جب محبت اور جذبات کی شدت ہوگی تو جذبات عقل پر حاوی ہوں گے۔ فیصلوں پر جذبات کا غلبہ ہوگا۔ جنسی قوت کی زیادتی اور جذبات کے غلبے کی وجہ سے ارادہ کمزور ہوگا۔ عورت کی جنسی خواہش کو حیاء کی خوبی سے توازن بخشا گیا ہے۔ حیاء جھجک ہے، آڑ ہے، پردہ ہے اور فاصلہ ہے۔ اگر کسی سبب سے یہ سب کچھ ختم ہو جائے تو حیاء باقی نہیں رہتی، پھر عورت میں جذبات کی شدت کے سبب ضبط کی قوت کم ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے عورت کو پردے کا حکم دے کر اور اپنی زیب وزینت کو چھپانے کا حکم دے کر، عورت کی حرمت اور قدرو قیمت کو بڑھایا ہے۔ اور عورت کو خود اپنی قدرو قیمت کا شعور دیا ہے۔ ساتھ ہی عفت اور پاکیزگی کا احساس دلایا ہے۔ اور چھپائی تو وہی چیز جاتی ہے جو نایاب ہو اور جس کے چھن جانے کا خطرہ ہو۔ دوسری طرف چھپانے والا قیمتی چیز کو تحفظ کے خیال سے چھپاتا ہے اس لیے اس کا اظہار نہیں کرتا۔ عوت میں حیاء کی خوبی رکھی گئی ہے کہ جنسی خواہش قابو میں رہے۔ پاکیزگی قائم رہے اور گناہوں سے بچاؤ رہے۔ عورت میں جذبات اور محبت کے عنصر کو زیادہ رکھا کہ عورت اپنی فطری محبت کے سبب اچھی بیوی اور اچھی ماں ثابت ہو سکے۔ عورت کو جسمانی طور پر کمزور رکھا گیا تاکہ اس کی نزاکت باقی رہے۔ حسن اور کشش باقی رہے۔ معصومیت اور پاکیزگی باقی رہے اور عورت مرد کے اختیار میں رہے۔ عورت میں جنسی قوت کی زیادتی اس

Marfat.com

لیے رکھی گئی تا کہ وہ بچے کی پیدائش کی تکلیف بھلا سکے۔ نکاح کو لازم قرار دے کر عورت اور مرد کے فطری تعلق کو رضائے الٰہی اور خوف الٰہی سے وابستہ کر دیا کہ عورت اور مرد اللہ کے حکم کے مطابق زندگی گزار سکیں اور ایک دوسرے کے حقوق کا تحفظ کر سکیں۔ اور مرد تخلیق کے لیے ایک بہترین اطاعت گزاری، فرمانبرداری، شکر گزاری، امانت داری اور اچھے اخلاقی اوصاف رکھنے والا نطفہ فراہم کرے۔ پھر عورت اس نطفے کو انہی بہترین اوصاف پر پروان چڑھا سکے۔ میاں بیوی اپنی اولاد کو یہی وصاف رکھنے والا پاکیزہ ماحول فراہم کر سکیں۔ ہر نازک، دل کش، خوبصورت چہرے میں، شے میں، آواز میں، ساز میں، ادا میں، ماحول میں ایک قسم کا سحر ہوتا ہے جو انسان کو مسحور کر کے اس کی عقل اور حواس چھین لیتا ہے۔ یہی چیز عورت کے لیے پردے کے حکم کا سبب ہے۔

بچہ ماں کے بطن میں اپنا الگ نظام قائم رکھتا ہے۔ وہ ماں کے خون پر پرورش نہیں پاتا بلکہ ماں کے خون سے اپنی پوشیدہ فطرت اور ضرورتوں کے مطابق مادّے حاصل کرتا ہے۔ اسی بات کو ماں کے خون پر پرورش پانا کہتے ہیں۔ ہاں البتہ ماں کی فکر، اس کی فطرت، اس کا کردار اور اس کی جسمانی اور روحانی کیفیت، اس کی صلاحیتیں اور اس وجہ سے اس کے خون میں پائے جانے والے مادّوں کا اختلاف اور غلبہ بچے کی فطرت اور اس کی صلاحیتوں پر بری طرح اثر انداز ہوتا ہے۔ مؤنث جرثومہ ماں کی فطرت کو تیزی سے قبول کرتا ہے جبکہ مذکر جرثومہ ماں کی فطرت کو دیر سے اور کم قبول کرتا ہے۔ البتہ اگر ماں میں پائی جانے والے فطری صلاحیتیں اپنے قوت اور اثر کے لحاظ سے بہت طاقتور ہوں اور مذکر بچے کی پوشیدہ فطرت پر غلبہ پالیں تو پھر بچہ ماں کی فطرت کا اثر لیتا ہے۔ مثال کے طور ایک ایسا مذکر جرثومہ جو ناپاکی کی فطرت رکھتا ہے، ماں کے پیٹ پرورش پاتا ہے لیکن ماں کی فطرت میں زبردست قوت ارادی، قوت یقین، قوت توجہ اور قوت برداشت کے ساتھ پاکی کی فطرت پائی جاتی ہے، ایسی صورت میں بچہ پاکی کے خلاف مختصر سی مزاحمت کے بعد اپنی فطرت کے لیے پاکی اختیار کرنے پر مجبور ہوگا۔ پھر اسے اپنی ناپاک فطرت سے متعلق مادّے بھی ماں کے خون سے نہیں ملیں گے اور وہ مجبوراً ماں کے خون میں موجود پاکیزہ فطرت کے حامل مادّوں پر انحصار کرے گا۔ اور یہ مادّے اس کی فطرت کو بدل دیں گے۔ پھر ماں کی فکری قوتیں اس کی فکری

Marfat.com

قوتوں پر غلبہ پالیں گی۔ موروثی بیماریوں پر غلبہ پانے کے لیے بچے کی پیدائش سے لے کر نو سال تک کی عمر بہترین ہے کیونکہ عمر کے اس حصے میں اس پر خواہشات کا غلبہ نہیں ہوتا اور بچہ شعوری اور لاشعوری دونوں طرح سے ان بیماریوں کے خلاف مزاحمت کرتا ہے۔ جوں جوں بچے پر خواہشات کا غلبہ ہوتا چلا جاتا ہے، ویسے ویسے اس کی توجہ بٹتی چلی جاتی ہے۔ خیالات منتشر ہوتے چلے جاتے ہیں اور جسم کے اندر بیماریوں کے خلاف مزاحمت کم ہوتی چلی جاتی ہے۔ ہاں اس عرصے میں بچے کو بیرونی امراض سے محفوظ رکھنے کے لیے خاص احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ ایک بزدل مگر خود کو شریف اور امن پسند اور مہذب کہنے والے قبیلے پر ایک سفاک اور سرکش قبیلہ غلبہ پالیتا ہے۔ اب پہلی نسل تو اپنی فطری بزدلی کے سبب جبر کے ماحول میں زندگی گزار دیتی ہے۔ مگر وہ نسل جس نے اس جبر کے ماحول میں آنکھیں کھولیں، وہ اسی سرکش قبیلے کی سی سرکشی اختیار کرتی ہے۔ پھر اس نسل سے جو نسل جنم لیتی ہے، وہ سرکشی میں سرکش قبیلے سے بھی کہیں آگے نکل جاتی ہے۔ ہاں شرط یہ ہے کہ اس دوران کوئی اور حملہ آور نہ ہو جائے۔ بیمار ماں باپ میں کم مزاحمت ہوگی جب کہ بیماری کی حالت میں پیٹ میں پرورش پانے والی اولاد کے اندر ماں باپ کی نسبت مزاحمت کی طاقت زیادہ ہوگی۔ پھر ان کی نسل میں یہ صلاحیت اور بھی زیادہ ہوگی۔ اور پھر ان کی جو نسل پیدا ہوئی اس میں اس بیماری کے خلاف شدید مزاحمت ہوگی۔

Marfat.com

انسانی جسم میں مدافعت اور قبولیت کا فرق

مدافعت دفاع ہے اور مدافعت مزاحمت ہے۔ مدافعت کسی چیز کو رد کرنا ہے اور مدافعت مقابلہ کرنا ہے۔ جبکہ قبولیت کسی چیز کو قبول کرنا ہے اور اس سے مطابقت پیدا کرنا ہے۔ اسے اپنے نظام اور مزاج سے ہم آہنگ کرنا ہے۔ اپنے اندر تبدیلیاں لا کر اس شے کے لیے جگہ بنانا ہے۔ مثال کے طور پر ایک شخص خود کو سانپوں سے ڈسوا کر اپنے وجود کو سانپوں کے زہر کا عادی بنالیتا ہے۔ وہ شخص دراصل اپنے نظام میں سانپوں کے زہر کے لیے قبولیت پیدا کرتا ہے۔ اب جب اس شخص کا خون کسی ایسے شخص کو دیا جاتا ہے جسے سانپ نے ڈسا ہو تو یہ خون سانپ کے ڈسے ہوئے شخص کے جسم میں اس زہر کی قبولیت کا اثر بڑھاتا ہے۔ یعنی کسی کو یہ نصیحت کرنا کہ بھائی تم اگر اس زہر سے مقابلہ کرو گے تو مر جاؤ گے، اس لیے اس کی اطاعت اختیار کرلو یا اس سے سمجھوتہ کرلو۔ اسے قبول کرلو اور خود کو اس کی مرضی کا مطابق ڈھال لو، اور اس سلسلے میں میرا تعاون اور میری خدمات حاضر ہیں۔

والدین

یہ قانون فطرت ہے کہ انسان جو بوتا ہے وہی کاٹتا ہے۔ جس راہ میں کوشش کرتا ہے اور جن صلاحیتوں اور جس خوبی کے ساتھ کرتا ہے، وہی حاصل کرتا ہے۔ اس کے پاس جو کچھ ہوتا ہے وہی خرچ کرتا ہے۔ انسان اپنی چیزوں کی قدر و قیمت کا تعین خود کرتا ہے۔ تمام تر اسلامی تعلیمات کا مقصد اور محور انسان میں، اس کے قول و فعل میں، اس کی فکر میں، اس کی فطرت میں، پاکی، اطاعت گزاری، فرمانبرداری، شکرگزاری، وفاداری، امانت داری، احسان مندی، شرم وحیاء، عاجزی اور انکساری کی صفات کو پیدا کرنا اور اسے قائم رکھنا ہے۔ اللہ کے لیے، اللہ کے رسولؐ کے لیے، والدین کے لیے، استاد کے لیے، اور دیگر صاحب حکم کے لیے۔

Marfat.com

والدین کی حیثیت

والدین اللہ کا انعام ہیں۔ اللہ کی امانت ہیں۔ اولاد کا امتحان اور آزمائش ہیں۔ والدین کبھی برے نہیں ہوتے، خواہ ان کا سلوک کیسا ہی کیوں نہ ہو۔ ان کے خلوص پر، ان کی نیت پر شبہ نہیں کیا جاسکتا۔ بحیثیت باپ ہم اپنی اولاد سے کیسا ہی سلوک کیوں نہ کریں، ہم ان سے اپنے لیے بھلائی کی، اطاعت کی، فرمانبرداری کی توقع رکھتے ہیں، اس لیے ہمیں بھی اپنے والدین کی اطاعت کرنی چاہیے۔ اور اللہ کی امانت کو اس طرح رکھنا چاہیے جس طرح رکھنے کا اللہ نے حکم دیا ہے۔

والدین کے ساتھ سلوک

جو شخص اپنی چیز کی قدر کرتا ہے، لوگ بھی اس کی چیز کی قدر کرتے ہیں۔ جو شخص اپنے والدین کے عیبوں پر پردہ ڈالتا ہے، ان کی عزت کرتا ہے، ان سے محبت کرتا ہے، ان کی اطاعت گزاری، فرمانبرداری، شکرگزاری کرتا ہے، ان کی خدمت کرتا ہے، ان کی سخت باتوں کو برداشت کرتا ہے، ان پر توجہ دیتا ہے، ان کا ادب احترام کرتا ہے، اور بھلائی کے ساتھ ان کا ذکر کرتا ہے، ان کا احسان مند رہتا ہے، ان سے حیاء کرتا ہے، تو وہ یہ سب اللہ کے لیے اور اللہ کی رضا کے لیے کرتا ہے۔ اور اپنی دنیا اور عاقبت کو سنوارتا ہے۔ اولاد پر لازم ہے کہ وہ اپنے والدین سے حسن سلوک کرے۔ خاص طور پر اس وقت جب کہ والدین بڑھاپے میں کمزوری، بیماری، بے بسی، معاشی تنگی، ذہنی اور جسمانی عوارض، تنہائی، بے اختیاری اور بے طاقتی کے باعث احساس محرومی اور احساس کمتری کا شکار ہو جاتے ہیں اور ہر ایسی حرکت کرتے ہیں جس سے دوسروں کی توجہ حاصل کرسکیں اور اپنے احساس برتری کو قائم رکھ سکیں۔ ایسی صورت میں اولاد کو چاہیے کہ ان پر بھرپور توجہ دے۔ ان کے اعتماد کو قائم رکھے۔ اپنی ذات پر ان کے اختیار کو بحال رکھے۔ ہر معاملے میں ان سے مشورہ کرے۔ حتی الامکان انہیں کسی تنگی کا شکار نہ ہونے دے۔ انہیں احساس محرومی، احساس تنہائی اور احساس کمتری میں مبتلا نہ ہونے دے۔ یہی وقت اولاد پر بھی آئے گا۔ اس لیے ہمیں اپنے والدین سے وہی سلوک کرنا چاہیے جس کی خواہش ہم اپنے بڑھاپے میں اپنی اولاد سے

Marfat.com

رکھتے ہیں۔

والدین کے ساتھ حسن سلوک کے فوائد

یہ قانون فطرت ہے کہ ہم اپنے سماج کو، معاشرے کو، اہل قرابت کو، جو اچھائی یا برائی دیتے ہیں وہ خود ہماری طرف لوٹتی ہے۔ ہم جو کچھ اپنے والدین کو دیتے ہیں، وہی چیز اپنی اولاد کو اپنے لیے دیتے ہیں۔ اپنی اولاد کو اپنے عمل کی تقلید کی دعوت دیتے ہیں۔ ہمیں اپنے والدین سے وہی سلوک کرنا چاہیے جو ہم اپنی اولاد سے اپنے لیے چاہتے ہیں۔ اگر اولاد اللہ کی اطاعت میں اللہ کی رضا اور خوشی کے لیے والدین کیے ساتھ حسن سلوک کرتی ہے، تو ایک جانب اپنے پروردگار کو خوش کرتی ہے اور دوسری طرف اپنے بڑھاپے کو تحفظ فراہم کرتی ہے۔ اس سے گھر میں امن وسکون، خیر و برکت اور اعتماد کا ماحول پیدا ہوتا ہے۔ انسان اپنی جنت خود ہی تعمیر کرتا ہے۔

اپنے والدین کی عزت کرنے والا، ان کے عیبوں کا پردہ رکھنے والا، خیر و بھلائی اور احترام کے ساتھ ان کا ذکر کرنے والا، اپنے قول اور عمل سے انہیں قابل قدر، قابل تعظیم اور قابل احترام ثابت کرنے والا، نہ صرف اپنے عیبوں پر پردہ ڈالتا ہے بلکہ اپنے لیے دنیا میں عزت اور احترام حاصل کرتا ہے۔ باوقار، قابل اعتماد اور قابل تعظیم ٹھہرتا ہے۔ کیا ہم نہیں دیکھتے کہ جب زنجیر کی ایک کڑی بلند ہوتی ہے تو اس کے ساتھ ہی اس سے وابستہ کڑیاں خود بخود بلند ہوتی جاتی ہیں۔ انسان اپنی چیز کی قدر و قیمت کو بڑھا کر خود اپنی قدر و قیمت بڑھاتا ہے۔

گھر میں بزرگ والدین کی موجودگی بڑی نعمت ہے۔ اپنے تجربے، اپنے اختیار اور اپنے احترام کے سبب وہ گھر کی بہت سی ذمہ داریاں بٹاتے ہیں۔ بچوں کی، گھر کی، مال کی نگہبانی کرتے ہیں۔ دکھ اور سکھ کے شریک ہوتے ہیں۔ ان کی موجودگی بے فکری عطا کرتی ہے۔ احساس تحفظ عطا کرتی ہے۔ ذمہ داریوں کا بوجھ کم کرتی ہے۔ سکون اور تقویت بخشتی ہے۔

اولاد جب باشعور ہو جائے تو یہ اس کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے دامن سے برائیوں کو جھاڑ پھینکے اور اچھائیوں کو مضبوطی سے تھام لے۔ انسان وہی کچھ خرچ کرتا ہے جو اس کے پاس ہوتا ہے۔ وہ دیکھے کہ وہ کیا خرچ کر رہا ہے۔ ایسا کرنے سے اسے معلوم ہو جائے گا کہ اس دامن میں کیا

Marfat.com

ہے۔ بھلے اور برے کو سمجھنے کے لیے یہ دیکھے کہ وہ جو کچھ دوسروں کے ساتھ کر رہا ہے اگر وہی کچھ اس کے ساتھ کیا جائے تو کیا وہ اسے پسند کرے گا۔ جواب مثبت ہو تو ٹھیک اور منفی ہو تو اسے اپنے رویے کی اصلاح میں دیر نہیں کرنی چاہیے۔ اگر وہ اپنے والدین کو برا سمجھتا ہے اور برائیاں دینا چاہتا ہے تو اسے چاہیے کہ ان کی تمام اچھائیاں بھی انہیں لوٹا دے۔ وہ خون اور اس کی حرمت جس سے اس کی ماں نے اسے اپنے پیٹ میں رکھ کر اس کی پرورش کی اور وہ تحفظ جو ماں باپ نے دنیا میں آنے کے بعد اسے دیا، اسے چاہیے کہ یہ سب بھی اپنے والدین کو واپس کر دے۔

جب اولاد ماں باپ کے لیے درازیٔ عمر کی، دنیا اور عاقبت کی بہتری کی، روزی کی فراخی کی، صحت اور تندرستی کی، نیک توفیق اور ہدایت کی، ان کے دینی اور دنیاوی درجات کی بلندی کی، ان کی سلامتی کی، ان کے دکھوں اور تکلیفوں سے دور رہنے کی دعا اللہ تعالیٰ سے کرتی ہے تو دراصل یہ دعا وہ اپنے لیے بھی کرتی ہے۔ ماں باپ کو جو کچھ بھلائی ملتی ہے وہ اولاد کو بھی ملتی ہے۔ پھر یہ اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی نعمتوں کی اس کی طرف سے شکر گزاری بھی ہے کہ ماں باپ اللہ بہت بڑی کی نعمت ہیں۔

تخلیق

خالق کے وجود سے تخلیق کا وجود ہے۔ تخلیق ہمیشہ اپنے خالق سے تعلق رکھتی ہے۔ اپنے خالق کی نشاندہی کرتی ہے۔ اپنے خالق کی نسبت سے پہچانی جاتی ہے۔ تخلیق سے محبت اس کے خالق سے محبت ہے۔ تخلیق کی قدر و منزلت اس کے خالق کی قدر و منزلت ہے۔ تخلیق کی حرمت خالق کی حرمت ہے۔ تخلیق سے نفرت خالق سے نفرت اور تخلیق کی تحقیر خالق کی تحقیر ہے۔ مخلوق کے نزدیک تخلیق کا مقام یہ ہے کہ وہ اپنے خالق کی نگاہ میں کیا مقام رکھتی ہے۔ خالق کے نزدیک تخلیق کا مقام یہ ہے کہ وہ کس حد تک اپنے خالق کی اطاعت گزار ہے اور کس حد تک اپنے خالق سے وابستہ ہے۔ اور کارکردگی کے لحاظ سے کس حد تک اپنے خالق کے معیار، پسند اور مقاصد پر پوری اترتی ہے۔ خالق اپنی تخلیق کا مالک ہوتا ہے۔ اس پر قدرت اور اختیار رکھتا ہے۔ خالق تخلیق کے وجود، اس کے اسباب اور حقیقت سے واقف ہوتا ہے۔ تخلیق کا وجود خالق کی فکر، اس کی صفات اور

Marfat.com

اس کے علم اور حکمت کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ تخلیق میں خالق کی توجہ، قدرت، مہارت اور صفات غرض سب کچھ شامل ہوتا ہے۔ تخلیق پر مکمل طور پر اپنے خالق کا حق ہوتا ہے۔ خالق اپنی تخلیق کو جس طرح چاہے رکھے۔ جو چاہے مقام دے۔ جو چاہے حکم دے۔ جو چاہے عطا کرے۔ جس مقصد کے لیے چاہے استعمال کرے۔ تو جس تخلیق کا عمل اپنے خالق کے اختیار اور ارادے کے تابع ہوا، وہ محترم قرار پائی، اور یہی تخلیق کا شرف ہے۔

کائنات کیا ہے؟

کائنات اللہ کا اسرار ہے۔ بے شمار کائناتیں ہیں۔ بے شمار مخلوقات ہیں۔ بلکہ انسان کے اندر خود ایک کائنات ہے۔ اس کا ایک نظام ہے۔ اور اللہ ہر شے کا علم رکھتے ہیں۔ کائنات میں ہر شے کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن ہے۔ ایک ظاہری نظام ہے اور ایک پوشیدہ نظام ہے۔ کائنات کا ہر جوہر بظاہر غیر متحرک ہے۔ ہر جوہر کا اپنا ایک برقی نظام ہے۔ بہت سے مختلف قسم کے جوہر مل کر ایک نئی چیز کی شکل اختیار کر لیتے ہیں، لیکن ہر جوہر اپنا انفرادی نظام، اپنے انفرادی خواص اور اپنا انفرادی برقی نظام قائم رکھتا ہے۔ ہر جوہر کی تشکیل میں ایک خاص مدت اور مخصوص توانائی خرچ ہوتی ہے۔ اور ہر جوہر مختلف مدارج سے گزر کر موجودہ شکل میں آتا ہے۔ اور جب بھی کسی جوہر کے برقی نظام کو توڑا جائے یا جوہر کو توڑا جائے تو وہ اپنے ماضی کے مدارج میں سے کسی ایک درجے پر لوٹ جاتا ہے۔ یعنی ان ہی مدارج میں سے کسی پر جن سے گزر کر آخری شکل میں آیا تھا۔ اور جو کچھ اور جتنے قسم کی توانائی اس کی تشکیل میں صرف ہوئی، ان ہی توانائیوں کو خارج کرتا ہے۔ اور جتنی تیز رفتاری سے ٹوٹتا ہے، اپنے اندر موجود توانائی کو اسی رفتار سے خارج کرتا ہے۔

مادّے کی اقسام

مادّے کی چار اقسام ہیں: ٹھوس، مائع، گیس اور پلازمہ۔ ہمارے نزدیک پلازمہ مادّے کی سب سے لطیف قسم ہے جو آنکھوں سے نہیں دیکھی جاسکتی۔ مادّہ فنا نہیں ہوتا بلکہ مختلف شکلوں میں کہیں نہ کہیں محفوظ رہتا ہے۔ مثال کے طور پر ایک لکڑی کو جلایا جائے تو اس سے روشنی، پانی، گیس،

Marfat.com

حرارت اور راکھ حاصل ہوتی ہے۔ راکھ ان ٹھوس مادّی اجزاء کا نام ہے جو اس لکڑی نے حاصل کیے تھے۔ جو گیس لکڑی نے حاصل کی تھی وہ فضا میں منتشر ہوگئی۔ حرارت، روشنی اور رنگ کی جو مقدار اس نے سورج اور فضا سے حاصل کی تھی، وہ بھی فضا میں بکھر گئی۔ کہیں نہ کہیں کسی نہ کسی شکل میں یا تو صرف ہوگئی یا موجود رہی۔ لکڑی کے جل جانے کے بعد وہ تمام عناصر جو لکڑی میں موجود تھے، مختلف مدارج سے گزر کر اپنی اصل شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ دراصل تمام عناصر......ان کے جوہر، ان کے رنگ، روشنی اور اس کے رنگ...... مختلف فطرت، کردار، قوتوں، صلاحیتوں، خوبیوں، خامیوں اور خواص سے متعلق ہوتے ہیں۔

ہمارے نزدیک مادّے خام مال ہیں۔ انسان اور دوسرے جاندار اور پودے، تیار شدہ مصنوعات ہیں۔ ان سب میں تقریباً جو چیز مشترک ہے وہ یہ ہے کہ یہ سب روح رکھتے ہیں۔ گو کہ زبان اور طریق کار مختلف ہے۔ یہ سب سوچنے کی صلاحیت رکھتے ہیں، اگرچہ یہ بھی ہر ایک میں مختلف ہے۔ ان سب میں خوشی اور غم کے احساسات پائے جاتے ہیں۔ اپنی سوچ کی لہروں کو دوسروں تک منتقل کرتے ہیں۔ ان سب میں ایک پوشیدہ برقی نظام ہے۔ ان میں افزائش نسل کی صلاحیت پائی جاتی ہے۔ اگرچہ ان کے انداز جدا جدا اور نظام مختلف ہیں۔ پودوں اور درختوں میں بیج کے علاوہ، جڑوں سے لے کر شاخوں تک ہر اس گھٹان میں جہاں سے شگوفہ پھوٹتا ہے، یہ صلاحیت پائی جاتی ہے۔ اس گھٹان میں جہاں سے شگوفہ پھوٹتا ہے، وہ تمام صلاحیتیں پائی جاتی ہیں جو ایک بیج یا درخت میں ہوتی ہیں۔ درختوں میں فکر کا نظام بھی ان ہی گھٹانوں میں ہوتا ہے۔ یہ درخت زمین کے اندر ہونے والی تبدیلیوں سے، اس کے اندرونی ارتعاش سے لے کر فضا میں ہونے والی موسمی تبدیلیوں تک سے متاثر ہوتے ہیں۔

تمام جانداروں میں خون کے بہاؤ کا نظام، نظام اخراج، نشو ونما کا نظام، افزائش نسل کا نظام، پیغام رسانی کا نظام، اعصابی نظام، عمل تنفس، دفاعی نظام اور سوچنے کی صلاحیت پائی جاتی ہے، اگرچہ طریق کار میں فرق ہوتا ہے۔ درختوں میں جڑوں سے لے کر پتوں تک ہر شے اپنی فکر، اپنی پسند اور اپنی ضرورت کے مطابق زمین اور فضا سے مختلف مادّوں اور مختلف جوہروں کو جذب

کرتی ہے۔ انہیں مطلوبہ مقامات تک پہنچاتی ہے۔ اور مختلف جینز اور مختلف جرثومے اور حیاتی مادّے اپنی اپنی ذمہ داریوں، اپنے اپنے شعبوں سے متعلق ضروری مادّوں کو جمع کرتے ہیں، اور انہیں استعمال کرتے ہیں۔ اسی طرح غیر ضروری اور ضرر رساں مادّوں کا مختلف طریقوں سے اخراج بھی کرتے ہیں۔ اور اگر فرق ہے تو شکل وصورت کا، مادّوں کا، فکر کا، شعور کا، فطرت کا، ضرورتوں کا اختیار کا، حرکت کا اور افزائش نسل کے طریق کار کا۔ انسانی جرثومہ، انسانی وجود میں موجود دیگر جرثوموں کی طرح کا ایک جرثومہ ہے۔ اور انسان کے بدنی نظام کا حصہ ہے۔ اور یہ صرف عورت کے بطن میں پہنچ کر انسان کے لیے اسٹرکچر یا جسم فراہم کرتا ہے۔ اور اپنے ذہن کو ماں باپ کی فطرت، کردار اور صفات کے مطابق بنیاد فراہم کرتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ روح عطا فرماتے ہیں۔ اس وقت بچے کے ذہن کا میٹر صفر ہوتا ہے۔ روح بتدریج اپنے نظام پر کنٹرول حاصل کرتی ہے۔ جیسے ہی روح بچے کے جسم میں داخل ہوتی ہے، بچے کے ذہن کا میٹر چلنا شروع ہو جاتا ہے۔ اور بچے کا ذہن ماں کے تمام احساسات، محسوسات، کردار، فکر، فطرت، غرض ہر ہر چیز سے متاثر ہونے لگتا ہے۔

تمام جانداروں کے وجود میں دراصل حیات کا نظام پایا جاتا ہے۔ یعنی جانداروں کے وجود میں موجود تمام حیاتیاتی مادّے مثلاً جینز اور جرثومے درحقیقت جاندار کی اصل حیات سے حیات پاتے ہیں۔ اس اصل حیات کی فکر ان کی فکر ہوتی ہے۔ حیات کی فطرت ان کی فطرت ہوتی ہے۔ حیات کی پسند ان کی پسند ہوتی ہے۔ اور حیات کی ضرورت ان کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور اگر جاندار کے کسی حصے کو کسی دوسرے جاندار کے وجود سے پیوست کر دیا جائے تو یہ اسی صورت میں کار آمد ہوتا ہے کہ یہ اس دوسری حیات کو اور اس کے نظام کو قبول کر لے۔ یا دوسری حیات اور اس کا نظام اسے قبول کر لے۔

اب ہم انسانی فطرت کو سمجھانے کے لیے درختوں کی ایک مثال پیش کرتے ہیں۔ کچھ درخت ماحول کی ضد ہوتے ہیں، یعنی انتہائی سرد علاقوں میں پیدا ہوتے ہیں مگر ان کے پتے، پھول، پھل سب انتہائی گرم خواص رکھتے ہیں۔ دوسرے درخت وہ ہیں جو انتہائی سرد علاقوں میں

Marfat.com

پیدا ہوتے ہیں اور ماحول کی مطابقت کو قبول کرتے ہیں۔ ان کے پھل، پھول اور پتوں میں سرد خواص پائے جاتے ہیں۔ تیسرے وہ درخت ہیں جو انتہائی سرد علاقوں میں پیدا ہوتے ہیں اور معتدل خواص رکھتے ہیں۔ ایسے بھی درخت ہیں جو اپنے اندر زہریلے خواص رکھتے ہیں۔ درخت اپنی خصوصیات اپنی نسل کو منتقل کرتے ہیں۔ جیسے انار کا درخت ہمیشہ انار کا درخت ہی رہے گا۔ اور گندم کا پودا ہمیشہ گندم ہی رہے گا۔ تمام درختوں میں پائی جانی والی تمام صلاحیتیں ان کی ضرورت کے مطابق محدود ہیں۔

انسان چونکہ دوسرے تمام جانداروں کے مقابلے میں سوچنے اور سمجھنے کی بہت زیادہ صلاحیت رکھتا ہے اور اس میں تخلیقی صلاحیتیں بھی پائی جاتی ہیں، اس لیے اس کی فطرت میں تبدیلی کی صلاحیت بھی موجود ہے۔ جیسے ایک بچہ برے ماحول میں پیدا ہوتا ہے مگر نیک فطرت اختیار کرتا ہے۔ وہ اپنے ماحول کی ضد ہوتا ہے۔ یا وہ بچہ برے ماحول میں پیدا ہو کر برا رہتا ہے، یعنی وہ اپنے برے ماحول کو قبول کرتا ہے۔ یا ایک بچہ ایک ظالم شخص کے گھر میں اور ظلم کے ماحول میں پیدا ہوتا ہے لیکن اعتدال کی راہ چلتا ہے۔ البتہ وہ بنیادی فطرت جو باپ سے ملتی ہے یا جس پر ماں پیٹ میں بچے کی پرورش کرتی ہے، ان سے بچے کی فطرت کے لیے ایک اہم بنیاد فراہم ہوتی ہے۔ اس کا اثر تمام تر تبدیلیوں کے باوجود کسی نہ کسی حد تک موجود رہتا ہے۔ جس کی فطرت میں بنیادی طور پر نیکی ہے وہ برائی میں ملوث ہو کر بھی نیکی کی طرف لوٹ آتا ہے۔

اسلام میں مسلمان کی تربیت کی خوبی یہ ہے کہ وہ برائیوں سے منع بھی کرتا ہے، اس کے خلاف مزاحمت بھی کرتا ہے، اور بری فطرت کو بڑی خوبصورتی سے نیک فطرت سے بدل دیتا ہے۔ جس بچے کے ذہن میں عاجزی کے خانے زیادہ طاقتور ہیں، اسے تکبر قبول کرنے کے لیے زیادہ جدوجہد کرنی پڑتی ہے۔ اور جس بچے کے ذہن میں تکبر کے خانے زیادہ طاقتور ہیں، اسے عاجزی حاصل کرنے یا اپنے شعور کو عاجزی کی فیڈنگ کرنے کے لیے زیادہ جدوجہد کرنی پڑتی ہے۔ گویا اسے عجز کی دولت کمانا پڑتی ہے۔ انسان کا اپنی فطرت سے لڑنا بہت دشوار ہے لیکن ذہانت کے ساتھ اپنی فطرت کو نیکی کا رخ دینا آسان ہے۔

Marfat.com

انسان کی تخلیق میں کیا کچھ ہے

انسان کا ایک تو جسم ہوتا ہے اور دوسری روح۔ روح امر ربی ہے۔ اللہ ہی اس کی حقیقت سے واقف ہے۔ جسم صرف ایک آلہ ہے جسے روح استعمال کرتی ہے۔ تمام احساسات اور محسوسات دراصل روح انسانی کے احساسات اور محسوسات ہیں۔ انسانی فکر، اس کی فطرت، اس کی عادات، اس کی خوبیاں، اس کا کردار، اس کی پسند اور اس کی ناپسند دراصل روحِ انسانی کی فکر، روحِ انسانی کی عادات، روحِ انسانی کی خوبیاں، روحِ انسانی کی خامیاں، روحِ انسانی کا کردار اور روحِ انسانی کی پسند اور ناپسند ہیں۔ غرض انسان جو کچھ حاصل کرتا ہے، وہ اپنی روح کے لیے حاصل کرتا ہے، اور اپنی روح کو دیتا ہے۔

انسان کی روح جسم کے ساتھ ساتھ نشو ونما پاتی ہے۔ انسانی جسم مادّوں پر مشتمل ہے جب کہ روح کی ماہیت نا معلوم ہے۔ سائنسی تجربات اور مشاہدات سے صرف یہی معلوم ہو سکا ہے کہ روح غیر مرئی یعنی نظر نہ آنے والے مادّوں پر مشتمل ہے، اور جو کچھ جسم میں مادّے کی شکل میں موجود ہے وہی کچھ روح میں غیر مرئی مادّوں کی صورت میں پایا جاتا ہے۔ اور جس طرح تمام انسانوں کے جسم اور ان میں موجود تمام مادّے یکساں نظر آتے ہیں مگر وہ یکساں نہیں بلکہ ان میں بہت فرق پایا جاتا ہے۔ جیسے جینز جو تمام انسانوں میں ایک جیسے دکھائی دیتے ہیں مگر وہ ایک جیسے نہیں بلکہ اپنی فطرت کے لحاظ سے الگ الگ ہیں، اور ہر شخص کی جینز میں مادّوں کا فرق پایا جاتا ہے۔ یہی صورت حال جسم میں موجود تمام جوہروں کی ہے۔ یہ ایک جیسے نظر آنے کے باوجود ہر انسان میں مختلف ہوتے ہیں۔ اس کا اصل سبب یہی ہے کہ انسان جو کچھ غذا سے حاصل کرتا ہے، یا جنس مخالف سے حاصل کرتا ہے، یا فضا سے، روشنی سے اور اپنے ماحول سے حاصل کرتا ہے، دراصل اپنی شعوری اور لاشعوری خواہشات، فطرت، عادات، پسند ناپسند، ضرورت اور اپنی فکر کے مطابق حاصل کرتا ہے۔ پھر یہی کچھ اپنے وجود کو مادّی طور پر اس کی تشکیل کے لیے دیتا ہے۔ اور یہی کچھ اپنی روح کو غیر مرئی مادّوں کی شکل میں اپنی روح کی تشکیل اور اس کی نشو ونما کے لیے دیتا ہے۔ انسانی وجود سے ظاہر ہونے والی ان غیر مرئی لہروں کو جب تاریکی میں انتہائی حساس

کیمروں سے دیکھا گیا تو معلوم ہوا کہ ان میں بھی رنگوں کا فرق موجود ہے۔ اور ان میں خفیف سی برقی قوت بھی پائی جاتی ہے۔ اور انسان تو اپنے ذہن، اپنی فطرت اور اپنی پسند کے مطابق اپنے رہنے کے لیے مکان تعمیر کرتا ہے، اور اسے سجاتا اور سنوارتا ہے، اسی طرح انسان اپنے خاکی جسم اور اپنی روح کو بھی اپنی فطرت، اپنی پسند اور اپنی فطری ضرورتوں کے مطابق بناتا اور سنوارتا ہے۔ اور اس میں اسباب جمع کرتا ہے۔ اور ہم اپنے قلب و شعور کو جس طرح کے احساسات کی فیڈنگ کرتے ہیں، اسی پروگرام کے لحاظ سے انسانی نشوونما کا یہ خودکار یونٹ کام کرتا اور انسانی شعور اور فطرت کی ضرورتوں کو پورا کرتا ہے۔

چند سائنسی حقیقتیں

جسم کے گرد روشن لہریں:

ہر زندہ جسم کے گرد عام آنکھوں سے نظر نہ آنے والی لہروں کا جال ہے، جسے صرف اندھیرے میں انتہائی حساس کیمروں کی مدد سے دیکھا جا سکتا ہے۔ یہ لہریں اپنے اندر مثبت اور منفی چارج رکھتی ہیں۔

ٹیلی پیتھی:

یہ دراصل انسانی فکر کی لہریں ہیں۔ یہ قوت ہر انسان میں موجود ہے۔ یہ لہریں ایک دوسرے کو قبول بھی کرتی ہیں اور رد بھی کرتی ہیں۔ ایک دوسرے کے تاثرات اور خیالات کو سمجھنے میں معاون بھی ثابت ہوتی ہیں۔

پری کاگنیشن:

یہ علم فکری اور ذہنی قوتوں سے کام لے کر مستقبل میں جھانکنے کا علم ہے۔

کلیروائنس:

یہ بغیر کسی ذریعے کے صرف فکری اور ذہنی قوتوں سے کام لے کر دور کی چیز کو دیکھنے کا علم

Marfat.com

ہے۔

سائیکونس:

اپنی فکری اور ذہنی قوتوں سے کام لے کر کسی چیز کو متحرک کر دینے کا علم ہے۔

جنیٹک سائنس:

یہ علم بتاتا ہے کہ انسانی وجود میں پائے جانے والے مخصوص سیل کے مرکزوں میں انسانی فطرت پائی جاتی ہے۔ بلکہ ہر جاندار کے مخصوص سیل کے مرکزوں میں اس جاندار کی فطرت پائی جاتی ہے۔ اچھی فطرت اچھے نظام کو قائم کرتی ہے اور بری فطرت برے نظام کو قائم کرتی ہے۔ اور جو انسان کی فطرت ہے وہی اس کے جسمانی نظام کی فطرت ہے۔ دراصل فطرت کی اصلاح اپنے جسمانی نظام کی اصلاح ہے۔

نظام حیات میں مادّوں کا کردار

کائنات میں موجود تمام مادّے اور ان میں پائے جانے والے مختلف عناصر اور ان کے جوہر مختلف کردار، مختلف خواص، مختلف خوبیوں، مختلف خامیوں، مختلف صلاحیتوں اور مختلف فطرت کے حامل ہوتے ہیں۔ مختلف قسم کے جاندار اور مختلف قسم کے پودے اپنا مختلف نظام رکھتے ہیں۔ اور اپنے نظام کی ضرورتوں کے مطابق اور اپنی فطرت، اپنے کردار، اپنی خوبیوں، اپنی خامیوں اور اپنے خواص کے لحاظ سے مختلف عناصر اور ان کے جوہروں کو مختلف ترکیب کے ساتھ اپنی بقا اور نشو ونما کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ ہمارے نزدیک آگ بھی بے رنگ ہے۔ اس میں رنگوں کا سبب یا تو اس کی کثافت ہے یا کثافتوں کا انعکاس ہے، یا پھر مادّے میں پہلے سے موجود رنگوں کا انتشار ہے۔ ہر رنگ کے اپنے خواص، خوبیاں اور خامیاں ہیں۔

Marfat.com

انسان کی نشو ونما میں مختلف جانداروں اور درختوں کا کردار

مختلف جاندار، درخت اور پودے انسان کو اپنے گوشت، پھل پھول، پتوں اور جڑوں کی صورت میں نیم تیار شدہ غذا فراہم کرتے ہیں۔ انسان جب اس غذا کو استعمال کرتا ہے تو گویا اس غذا میں پائے جانے والے مختلف عناصر کو جو مختلف کردار اور فطرت رکھتے ہیں، اپنے وجود میں داخل کرتا ہے، جہاں وہ ہضم ہو کر جسمانی نظام کا حصہ بن جاتے ہیں۔ انسانی وجود اس غذا میں سے صرف ان ہی عناصر کو قبول کرتا ہے جو اس کے جسمانی نظام کی ضرورت، اس کی فطرت، اس کے کردار، اس کی صلاحیتوں اور اس کی خوبیوں اور خامیوں، اور اس کی خواہش اور پسند کے مطابق ہوں۔ اور جن عناصر کو جسم کی ضرورت نہیں ہوتی یا جنہیں جسم قبول نہیں کرتا، وہ نظام اخراج کے ذریعے خارج ہو جاتے ہیں۔ ہر غذا میں اس کے اپنے خواص، اس کی اپنی فطرت، اور اس کی اثر اندازی کی اپنی ایک قوت ہوتی ہے۔ غذا جب بھی جذب ہوگی تو اپنے اندر موجود اثر اندازی کی قوت کے ساتھ انسانی نظام پر، اس کی فطرت اور اس کے کردار، اس کی قوتوں اور اس کی صلاحیتوں پر اثر انداز ہوگی۔ اور انسان اپنی فطرت اور اس کی قوت، پسند اور ناپسند کے بقدر یا تو انہیں قبول کرے گا، یا رد کرے گا، یا مزاحمت کرے گا۔

اسلام میں حلال اور حرام کے اسرار

اسلام ایسے تمام جانداروں کے گوشت کو حرام قرار دیتا ہے جن میں بری عادتیں، بری فطرت اور برا کردار پایا جاتا ہے۔ تمام شکاری جانور جو اپنے اندر ظلم کی فطرت رکھتے ہیں، یا وہ تمام جانور جو ناپاک اور گندی چیزیں کھاتے ہیں، یا وہ تمام جاندار جو اپنے اندر بے حیائی، عیاری اور مکاری کی صفات رکھتے ہیں، یا کسی بھی صورت میں انسان کے اعلیٰ اوصاف پر، یا اس کے اعلیٰ کردار پر یا اس کی صحت پر منفی اثر ڈال سکتے ہیں، حرام قرار دیے گئے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ پاک

Marfat.com

غذا بھی جو ناجائز طریقے سے حاصل کی گئی ہو، اس لیے حرام ہے کہ وہ انسانی فکر، انسانی فطرت، کردار اور شعور کو ناپاکی کا احساس دیتی ہے۔

حرام جانوروں کے گوشت میں اس جانور کی بری فطرت رکھنے والے جینز یا جوہر اور مادّے پائے جاتے ہیں۔ یہ انسانی جسم میں جذب ہو کر انسانی جسم کو بدی دیتے ہیں۔ یعنی اس جانور کی فطرت دیتے ہیں جس کا گوشت کھایا گیا ہے۔ انسان جو کچھ بھی اپنے لیے، اپنے جسم کے لیے، اپنی روح کے لیے، اپنی فطرت اور کردار کے لیے حاصل کرتا ہے، وہ غذا سے، اپنے حواسِ خمسہ سے اور قول اور عمل سے حاصل کرتا ہے۔ پھر اس کا اظہار بھی اپنے قول اور عمل ہی سے کرتا ہے۔ ہر عمل میں انسان اپنے حواسِ خمسہ کو استعمال کرتا ہے۔

جب انسان کی فطرت بدلتی ہے

جب انسان کا کردار، اس کی فطرت اور اس کی صلاحیتیں بدلتی ہیں تو انسان کے جسمانی نظام میں مختلف عناصر اور ان کے جوہروں کی تعداد اور ترکیب بھی بدلتی ہے۔ اس سے انسان کا روحانی نظام بھی متاثر ہوتا ہے۔

انسانی روح کے اسرار

انسانی جسم صرف ایک معمول ہے اور روح عامل ہے۔ انسانی فکر، اس کا شعور، اس کی فطرت، اس کے احساسات، اس کے محسوسات، اس کا کردار، اس کی صلاحیتیں، اس کی خوبیاں، اس کی خامیاں اور اس کی خصوصیات، غرض سب کچھ اس کی روح سے تعلق رکھتا ہے۔ انسانی جسم صرف اک آلہ ہے جو روح کے تصرف میں ہے۔ اسے روح پنی ضرورتوں کے مطابق استعمال کرتی ہے۔ انسان کا جسمانی نظام دراصل جن مختلف عناصر کو مختلف تراکیب کے ساتھ، مختلف ضرورتوں کے لیے، مختلف طریقوں سے، غذا سے یا ماحول سے خود اپنی اور اپنی روح کے نشوونما کے لیے جمع کرتا ہے، وہ دراصل اپنی روح کی فطرت، پسند اور ضرورت کے مطابق جمع کرتا ہے۔ اسلام اسی لیے انسانی روح کو، روح کی فکر کو، فطرت کو، کردار کو، صلاحیتوں کو اور شعور کو اہمیت

Marfat.com

دیتا ہے۔اور انتہائی سادہ، آسان اور علم وحکمت سے آراستہ طریقے سے،انسانی روح کو پاکی کے حصول کی تربیت دیتا ہے۔روح کے بارے میں انسان کو اتنا ہی علم ہے کہ وہ عام آنکھ سے نظر نہ آنے والے روشن اور چمک دار ذرات پر مشتمل ہے۔

روح انسانی کی فطرت کے اسرار

اللہ تعالیٰ نے روح کی فطرت میں خوف وذلت اور محتاجی وناپاکی کا مادّہ رکھا۔ پھر روح کی فکر کو تین چیزیں عطا فرمائیں۔اختیار، ارادہ اور خواہشات۔اس کا مقصد یہ رکھا کہ خوف، ذلت اور محتاجی کے سبب انسان کو اپنی ایک اچھی، اطاعت گزار، فرمانبردار، شکر گزار، امانت دار اور احسان مند مخلوق بنائے۔اس کے ساتھ ہی انسان کو اس کے اختیار، ارادے اور خواہشات کے سبب اپنے نائب کی حیثیت سے حاکمیت کے اعلیٰ ترین اوصاف عطا کیے۔دراصل اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنے اختیار اور ارادے سے اور اپنی خواہش سے پیدا فرمایا، اور اپنی ان ہی صفات کے تحت انسان کو اپنی صفات کا ایک معمولی حصہ عطا فرمایا تاکہ وہ اللہ کے بہترین محکوم کی حیثیت سے اللہ کی حاکمیت کے لیے اللہ کے بہترین نائب کی حیثیت سے اللہ کی حاکمیت قائم کرے۔اللہ کے نظام کو چلائے اور اس نظام کے باغیوں اور نافرمانوں کو ان کی سرکشی کی سزا دے۔اس طرح ہر مسلمان بیک وقت اللہ کا اچھا محکوم اور اچھا نائب ہے۔انسانی وجود کے تمام جوہر انسانی روح سے حیات پاتے ہیں۔اور روح کی فطرت سے اپنے لیے فطرت حاصل کرتے ہیں۔روح کی قوت سے اپنے لیے قوت حاصل کرتے ہیں۔اور روح کے کردار سے اپنے لیے کردار حاصل کرتے ہیں۔روح جسم سے الگ ہو جانے کے باوجود اپنے جسم اور اس کے جوہروں سے متعلق رہتی اور انہیں پہچانتی ہے۔خواہ وہ کتنا ہی بکھر جائیں اور روح سے ان کا فاصلہ کتنا ہی زیادہ ہو۔کیونکہ روح کے لیے فاصلے کی کوئی اہمیت نہیں۔موت دراصل جسم پر سے روح کے اختیار اور اس کے تصرف کو ختم کر دیتی ہے۔روح کو فکر کی قوت حاصل ہے اور روزِ قیامت جیسے ہی اللہ بزرگ وبرتر کا حکم ہوگا یہ روحیں اپنے جسموں سے جا ملیں گی اور دوبارہ زندہ ہو جائیں گی۔

اسلام میں روح کی تربیت کا طریقۂ کار

مسلمان ہونے کے لئے اللہ پر ایمان لانا شرط ہے اور ایمان مشروط ہے، دل کی سچائی کے ساتھ، کیونکہ وہ اقرار جو دل کی سچائی کے ساتھ نہ ہو، اس کی حیثیت صرف منہ سے نکلے ہوئے ایک بے بھروسہ جملے سے زیادہ نہیں- مسلمان جب ایمان لاتا ہے، تو اپنے دل کی تمام تر سچائی کے ساتھ بغیر کسی خوف کے اور جبر کے اللہ سے یہ اقرار کرتا ہے کہ اے اللہ نہیں ہے کوئی معبود ہمارا سوائے آپ کے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے رسولؐ ہیں- دراصل وہ اپنے اس اقرار میں اللہ سے ایک پوشیدہ عہد کرتا ہے کہ اے اللہ آپ وحدہ لاشریک ہیں اور میں نے خود کو بلاشرکت غیرے آپ کا بندہ، آپ کی مخلوق، آپ کی ملکیت، آپ کی رعایا، آپ کی وراثت اور آپ کا پروردہ تسلیم کیا اور خود کو اپنے ذاتی اختیار، ارادے اور خواہشات سے دستبردار ہو کر آپ کے اختیار، ارادے اور خواہشات کے سپرد کیا- اس طرح سے وہ باطنی طور پر اپنی فکر کو، اپنی ذات سے اور دنیا سے الگ کر کے، اللہ کی ذات کی مرکزیت دیتا ہے اور اللہ کے نظام سے خود کو منسلک کر کے اس کی اہلیت کی تربیت حاصل کرتا ہے- نماز سے اور دیگر عبادات سے وہ یہ سب کچھ حاصل کرتا ہے کیونکہ حواس خمسہ کے ذریعے ہی انسان اپنے شعور کو اچھی یا بری باتوں کی فیڈ نگ کرتا ہے-

روح کی تربیت میں دنیا کا کردار

دنیا کو صاحب ایمان بھی استعمال کرتا ہے اور جو ایمان نہیں لایا وہ بھی استعمال کرتا ہے- مگر دونوں میں بڑا فرق ہے- صاحب ایمان اپنے خوف کو جو دراصل روح انسانی کا خوف ہے، اپنے اللہ کی بزرگی، بڑائی، دبدبے، ناراضگی اور سزا کے خوف میں مبتلا کر کے اپنی روح کو اور اس کی فکر کو اور اس کے احساس کو اللہ کی عظمت اور بزرگی کا غیر متزلزل یقین دیتا ہے تو دوسری طرف دنیا کے خوف کے احساس سے نجات پا جاتا ہے- پھر اپنی روح کو اللہ کا مکمل محتاج قرار دے کر، دنیا کی محتاجی کے احساس سے نجات پاتا ہے پھر خود کو اللہ کی بزرگی، بڑائی اور عزت کے مقابل ناقابل بیان حد تک ذلیل، حقیر، کمتر، عاجز اور مجبور قرار دے کر دنیا میں، دنیا کے آگے ذلت کے احساس سے نجات پا

Marfat.com

جاتا ہے اور اپنے اللہ کا اطاعت گزار، فرمانبردار، شکر گزار، امانت دار اور احسان مند بندہ بن جاتا ہے اور وہ دنیا کو اپنی پوری قوت، توانائی اور بے خوفی کے ساتھ اور پورے اعتماد کے ساتھ اللہ کے بتائے ہوئے طریقے سے اللہ کی رضا کے لئے اور اپنی آخرت کو سنوارنے کے لئے استعمال کرتا ہے۔ وہ صرف اپنی روح کے شعور کو اللہ کے خوف کا، اللہ کے حضور اپنے محتاج ہونے کا اور اللہ کے حضور اپنے ذلیل ہونے کا احساس دے کر، دنیا کے خوف، دنیا کی محتاجی اور دنیا کے آگے ذلیل ہونے کے احساس سے نجات پا گیا اور دوسری طرف بندہ جب اللہ کی ذات سے وابستہ ہوا تو اللہ کی صفات سے بھی وابستہ ہوا اور جب اللہ کا علم حاصل ہوا تو اللہ کی حاکمیت کی اعلیٰ ترین صفات کا علم بھی حاصل ہوا اور جب علم حاصل ہوا تو اللہ کے صاحب ایمان بندے نے اللہ کے اختیار، ارادے اور خواہشات کو سب کچھ سمجھتے ہوئے، اللہ کے بتائے ہوئے طریقے سے اللہ کی اطاعت گزاری اور فرمانبرداری میں اللہ کی ان صفات کو اپنی اہلیت کے بقدر حاصل کیا اس نے اپنی روح کو اللہ کی مرکزیت دی اور اس مرکزیت کی قوت کا احساس دیا اور عزت کا احساس دیا، امن اور بے خوفی کا احساس دیا، اطمینان قلبی کا احساس دیا اور مقصدیت کا احساس دیا اور پاکی کا احساس دیا اور پاکی حاصل کرنے کے لئے پاک و بے عیب تمام تعریفوں والے اللہ تعالیٰ کی پسند کو تلاش کیا اور اللہ تعالیٰ کی پسند کو اپنایا اور اللہ تعالیٰ کی ناپسند سے خود کو دور رکھا اور ہر وقت اللہ تعالیٰ کی توفیق اور مدد طلب کرتا رہا اور صبر و تحمل اور برداشت سے کام لیتا رہا۔

حواس خمسہ کی اہمیت

انسان اپنی فکر کو اور فطرت کو جو دراصل روح انسان کی فکر اور فطرت ہیں، جو کچھ بھی دیتا ہے یا اچھی اور بری فیڈنگ کرتا ہے، وہ اپنے انہیں حواس خمسہ سے کرتا ہے۔ انسان جو کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے اس کا اثر لیتا ہے۔ جو کچھ کانوں سے سنتا ہے اس کا اثر لیتا ہے، جو کچھ محسوس کرتا ہے اس کا اثر لیتا ہے، جو کچھ بولتا ہے اس کا اثر لیتا ہے اور جو کچھ چکھتا ہے یا تو اس کا ذائقہ خوشگوار ہوتا ہے یا ناگوار ہوتا ہے۔ اگر خوشگوار ہوتا ہے تو جسم میں قبولیت کے اثر کو بڑھاتا ہے اور ناگوار ہوتا ہے تو قبولیت کے اثر کو کم کرتا ہے۔ بعض لوگ کڑوی چیزوں کو پسند کرتے ہیں۔ ایسے لوگ دراصل

Marfat.com

زندگی کی تلخیوں کو مسکراتے ہوئے پینا پسند کرتے ہیں۔ غرض انسان اپنی پوشیدہ فطرت کو' کردار کو' فکر کو انہیں حواس خمسہ کے ذریعے خرچ کرتا ہے اور انہیں حواس خمسہ کے ذریعے انسان اپنے باطن کے لئے سب کچھ حاصل کرتا ہے۔ تمام عبادات میں انسان اپنے تمام حواس کو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں استعمال کرتا ہے۔ اسلام ہر ایسی چیز کو ناپسند کرتا ہے جو انسان کی عقل پر غلبہ پا کر انسان کے حواس پر چھا جائے اور اس کی سوچنے اور سمجھنے کی صلاحیت کو' اس کی قوت برداشت کو' اس کے صبر و تحمل کی قوت کو نقصان پہنچائے اور اسے مقصد حیات سے غافل کر دے یا اس میں احساس ذمہ داری اور وقت کی قدر و قیمت کو ختم کر دے یا شعوری اور لاشعوری طور پر انسان کو برے اوصاف کی طرف مائل کرے۔ موسیقی' کھیل تماشے' ناچ گانا' طنز و مزاح' لہو و لعب اور نشہ غرض ایسی بہت سی چیزیں ہیں جو انسان کی فطری خوبیوں کو ناقابل تلافی نقصان پہنچاتی ہیں اور انسان خوشی خوشی ان خرابیوں کو قبول کر لیتا ہے۔

دنیادار اور خوف

دنیادار نے دراصل یہ کیا کہ اپنے خوف' اپنی محتاجی اور اپنی ذلت کے احساس کو اپنی فطرت میں قائم رکھا اور اسے دور کرنے کے لئے اپنے ذاتی اختیار اور خواہشات کو استعمال کیا۔ اس نے اپنے خوف کو دور کرنے کے لئے اپنی قوت اور اپنے اختیار کو استعمال کیا۔ کہاں استعمال کیا' یا تو اپنے سے کمتر پر استعمال کیا اور جتنا اپنی ذات کو خوف کے احساس سے نجات دلانے کے لئے قوت اور اختیار کو استعمال کیا' تو اتنا ہی خوف کا احساس بڑھتا گیا اور جس طرح اس نے اپنے سے کمتر پر اپنی قوت اور اختیار کو استعمال کیا' اسی طرح اس سے برتر نے اس پر اپنی قوت اور اختیار کو استعمال کیا۔ اس طرح نقصان یہ ہوا کہ بجائے خوف کا احساس کم ہونے کے وہ بڑھتا ہی گیا اور پھر خوف کے احساس کو ختم کرنے کے لئے قوت اور اختیار کا استعمال لامحدود ہوتا چلا گیا۔

اور پھر اپنے خوف کے احساس سے نجات پانے کے لئے انسان ہر جائز اور ناجائز طریقے سے قوت اور اختیار کے حصول کی کوششوں میں لگ گیا اور اس کوشش میں اور اپنے خوف سے نجات پانے کے لئے اور اپنے تحفظ کو یقینی بنانے کے لئے اور اپنے بے یقینی کے احساس کو دور کرنے کے

Marfat.com

لئے اپنے سے کسی برتر قوت اور اختیار رکھنے والے سے وابستہ ہوگیا اور اس کی قوت' اختیار اور برتری کو تسلیم کر کے اس کے آگے ذلت اختیار کی اور اپنی فطرت کو ذلت کا احساس دیا اور اس کی فرمانبرداری' اطاعت گزاری اختیار کی- گویا جتنا اپنے خوف کے احساس کو دور کرنے کے لئے عمل کیا اتنا ہی ردعمل کے طور پر خوف کا احساس بڑھتا گیا اور اتنا ہی محتاجی کا احساس اور ذلت کا احساس بڑھتا گیا-

دنیادار اور اس کی محتاجی اور ذلت

دنیادار سب سے پہلے تو خود اپنی خواہشات کی اطاعت گزاری اور فرمانبرداری کرتا ہے اور خواہشات جب لامحدود ہوتی چلی جاتی ہیں تو وہ اپنی لامحدود خواہشات کی اطاعت گزاری اور فرمانبرداری میں' اپنی محتاجی کو دور کرنے کے لئے دنیا پر جس طرح سے بن پڑے لامحدود اختیارات حاصل کرنے کی کوششوں میں لگ جاتا ہے اور جس جگہ ممکن ہوتا ہے' اپنے اختیارات سے تجاوز کرتا ہے اور جتنی خواہشات بڑھتی ہیں' انسان کی محتاجی یعنی ضرورتیں بڑھتی چلی جاتی ہیں اور انسان ہر برتر کے آگے ذلت اختیار کرنے کو تیار ہو جاتا ہے چونکہ محتاجی اور ذلت کا احساس اس کی فطرت میں' اس کی اپنی ذات کے لئے موجود ہے' اس لئے اسے دور کرنے کے لئے جو بھی عمل کیا جائے گا اور جتنی شدت سے کیا جائے گا ردعمل کے طور پر یہ احساس اور بڑھے گا اور اس احساس کو مزید قوت حاصل ہوگی-

چونکہ دنیادار کا خوف لامحدود ہوتا ہے' اس کی خواہشات اور محتاجی لامحدود ہوتی ہے اور اس میں ذلت کا احساس لامحدود ہوتا ہے اور جتنا وہ اپنے خوف کے احساس کو محتاجی کے احساس کو اور ذلت کے احساس کو دور کرنے کے لئے اپنی قوت' اپنے اختیار' اپنے ارادے کو بڑھانے کی اور استعمال کرنے کی کوشش کرتا ہے' یہ سب کچھ اور بڑھتا چلا جاتا ہے اور دنیادار تو صرف اپنی ذات کا وفادار ہوتا ہے اور دوسرے سے اس کی وفاداری یا تو اس کی مجبوری ہوتی ہے یا ضرورت ہوتی ہے- دراصل احساس محتاجی' ذلت اور خوف کو جب اللہ تعالیٰ کی پاک' بے عیب ذات سے وابستہ کیا جاتا ہے تو خیر اور فلاح حاصل ہوتی ہے اور جب اپنی ذات کو دنیا سے وابستہ کیا جاتا ہے تو شر حاصل ہوتا

Marfat.com

ہے کیونکہ دنیا میں شر ہی شر ہے جبکہ خیر کو حاصل کرنا پڑتا ہے۔

انسان اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں پر کیوں غور نہیں کرتا۔ انسان کو تو پیدا ہی محتاج، ذلیل اور حقیر، ناپاک اور ڈرنے والا کیا ہے وہ خواہش جس کے تحت مرد اور عورت ملتے ہیں، اس میں محتاجی ہے اور ضرورت ہے، ذلت ہے، کہ دونوں ایک دوسرے پر اپنے وجود کو ظاہر کرتے ہیں۔ وہ اجسام جو اس کام کے لئے استعمال ہوتے ہیں ناپاک ہیں، وہ مادہ جو خارج ہوتا ہے وہ ناپاک ہے، وہ جگہ جہاں سے خارج ہوتا ہے وہ ناپاک ہے، جس وجود میں اور جس خون پر بچہ پرورش پاتا ہے وہ ناپاک ہے اور جس جگہ سے بچہ دنیا میں آتا ہے وہ ناپاکی کی، ذلت کی اور شرم کی جگہ ہے۔ کوئی شخص، خواہ وہ کتنے ہی بڑے دنیاوی مرتبے کا مالک ہو، اگر اپنی پیدائش کی حقیقت پر غور کر لے تو وہ کبھی بھی اپنے ماں اور باپ کے آگے سر اٹھا کر نہیں چل سکتا اور وہ جان لے گا کہ اس کو ماں اور باپ کے مقابل پیدا ہی محتاج، ذلیل، کمتر اور ناپاک کیا گیا ہے۔ اور انسان اپنے ماں باپ کے مقابل قدرتاً بے اختیار ہے محتاج ہے، ذلیل ہے اور ناپاک ہے۔ کیا وہ اس بات پر قادر ہے کہ نطفے کو لوٹا دے، ماں کو وہ خون لوٹا دے جس پر اس نے پرورش پائی ہے۔ نہ وہ اس بات پر قادر ہے اور نہ کبھی قادر ہو سکتا ہے۔ جو شخص بھی یہ کہتا ہے کہ میں اللہ پر ایمان رکھتا ہوں وہ یہ جان لے کہ ماں اور باپ اولاد کے لئے اللہ تعالیٰ کی حجت ہیں۔ جس نے ماں باپ کا انکار کیا یا ماں باپ کی اصل حیثیت کو تسلیم نہ کیا یا ماں باپ پر توجہ نہ کی یا ماں باپ کو تنہا، بے سہارا چھوڑ دیا یا تخلیق کے عمل میں ماں باپ کے کردار کو تسلیم نہ کیا یا ان کی پرورش کے احسان کو تسلیم نہ کیا یا خود پر ان کے وراثت کے حق کو تسلیم نہ کیا یا اس حق میں خیانت کی یا ان کی حکم عدولی اور نافرمانی کی، تو اس نے یہ سب اپنے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیا، جو بلا شرکت غیرے حقیقی مالک ہیں، خالق ہیں، پروردگار ہیں، حاکم ہیں، وارث ہیں اور معبود ہیں۔ دراصل ذریعے کو تسلیم کرنا اس ذریعے کی اصل حقیقت یعنی اللہ کو تسلیم کرنا ہے۔

انسان کی اصل ضرورتیں

انسان کی دنیاوی ضرورتیں صرف تین ہیں۔ اتنا کھانا کہ توانائی قائم رہے، اتنا لباس کہ برہنگی کو چھپائے اور ایسا مکان کہ پناہ دے۔ اس کے علاوہ جتنے بھی عمل ہیں وہ سب روحانی کیفیتیں ہیں

Marfat.com

مثلاً فکر' تمام احساسات' محسوسات' ذائقے' پسند اور ناپسند' محبت' نفرت اور قبولیت تمام روحانی کیفیتیں ہیں۔ ان کیفیات کے حصول کے لئے یا ان کے زیر اثر جو بھی عمل ہوتا ہے' اس کا اثر روح پر ہوتا ہے۔ انسانی فکر' انسانی روح کی فکر ہے۔ انسانی فطرت انسان کی روح کی فطرت ہے۔ انسان دنیا میں جو کچھ اپنے لئے حاصل کرتا ہے وہ دراصل اپنی روح کے لئے حاصل کرتا ہے۔ وہی روح کا لباس ہوتا ہے' وہی روح کی غذا ہوتی ہے' وہی اس کی پسند اور ناپسند ہوتی ہے۔ موت کے بعد جب روح کثیف جسم کی قید سے آزاد ہوتی ہے تو اس کی قوتوں' صلاحیتوں' اس کی فطرت میں ہزاروں گنا اضافہ ہو جاتا ہے۔

جیسی انسانی فکر ہوتی ہے' وہی اس کا ذہن ہوتا ہے' وہی اس کی فطرت ہوتی ہے' اس کے تمام جسمانی نظام کی اس کے جسم کے تمام جوہروں کی فطرت ہوتی ہے' جس چیز کو فکر قبول کرتی ہے' اسے اس کا ذہن بھی قبول کرتا ہے' اس کا جسمانی نظام اور اس کے جسم کے تمام جوہر قبول کرتے ہیں اور انسان کا حصہ اس دنیا میں اتنا ہی ہے جتنا کہ کھا کر فضلے کی صورت میں نکال دیا یا پہن کر پھاڑ دیا۔ انسان تو خالی ہاتھ آتا ہے اور خالی ہاتھ جاتا ہے۔ وہ جب دنیا میں آتا ہے تو مجبور اور بے بس ہوتا ہے اور جب جاتا ہے تو مجبوری اور بے بسی کی تصویر ہوتا ہے۔

انسان کا اختیار اور اس کی حدود

آرام' نیند' غذا اور جنسی لذت کی ایک حد مقرر ہے۔ جو جتنا مطمئن اور سرشار ہے' ہوش میں ہے' اتنا ہی اس سے فائدہ حاصل کرتا ہے اور جتنا بے چینی' اضطراب اور خوف میں مبتلا ہے' اس فائدے سے محروم رہتا ہے۔ تمام انسان ایک وقت میں اتنا ہی کھا سکتے ہیں جتنا کہ معدہ میں گنجائش ہے۔ سونے کے لئے اتنی ہی جگہ درکار ہے جتنی جسامت ہے۔ ایک وقت میں ایک ہی کام کر سکتے ہیں' ایک ہی چیز کے بارے میں غور کر سکتے ہیں' ایک ہی سمت میں دیکھ سکتے ہیں اور ایک خاص فاصلے تک ہی دیکھ سکتے ہیں۔ عمر کی حد مقرر ہے۔ بچپن' جوانی اور بڑھاپا ہر ایک کے لئے ہے۔ انسان کی سماعت' بصارت اور تمام جسمانی قوتوں کی ایک حد مقرر ہے۔ غم' خوشی' تکلیف اور غصہ سب محسوس کرتے ہیں اور ایک خاص حد سے زیادہ برداشت نہیں کر سکتے۔ جنسی ضرورت کے لئے

ایک وقت میں ایک ہی عورت کا ساتھ دے سکتے ہیں۔

ہر وہ شے جو انسان حاصل کرتا ہے یا تو نیک عمل کے سبب حاصل کرتا ہے یا اپنی بداعمالی کے سبب حاصل کرتا ہے اور اس شے سے وابستہ مسائل اور ذمہ داریوں کے ساتھ حاصل کرتا ہے' اس کی تمام خوبیوں اور خامیوں کے ساتھ حاصل کرتا ہے۔ جس کے پاس جتنے اسباب کم ہیں' اتنا ہی اس کا بوجھ' اس کی ذمہ داریاں کم ہیں' اتنا ہی وہ آزاد اور بے فکر ہے۔ دنیا کے تمام انسانوں کی پیدائش کا ذریعہ ایک جیسا ہے' طریقہ ایک جیسا ہے' نشوونما کے عناصر ایک جیسے ہیں' سب ہی خون' گوشت' پوست' کھال اور ہڈی رکھتے ہیں' حواس خمسہ رکھتے ہیں' عقل' ارادہ اور عمل کی قوت رکھتے ہیں۔ سوچنے سمجھنے کی صلاحیت اور حرکت کرنے کی قوت رکھتے ہیں۔ غم' خوشی' راحت' تکلیف کو سب محسوس کرتے ہیں۔ سب ہی احساسات اور محسوسات کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ سب ہی چین کے لئے بے چین ہیں۔ ان کا ہر عمل خواہ ارادی ہو یا غیر ارادی' بامقصد ہو یا بظاہر بے مقصد ہو' شعوری ہو یا لاشعوری ہو' ہر ایک کے پیچھے ایک ہی جذبہ چھپا ہوتا ہے' اور وہ ہے چین اور سکون کی تلاش۔ کوئی کتنی ہی اچھی اور خوشبودار غذا کھائے انجام بدبودار فضلہ ہے۔ سب دنیا میں خالی ہاتھ آتے ہیں اور مجبور محض ہوتے ہیں اور جاتے ہیں تو خالی ہاتھ ہوتے ہیں اور مجبور محض ہوتے ہیں۔ ان کا حصہ دنیا میں صرف اتنا ہی ہے جتنا پہن کر پھاڑ دیا یا کھا کر فضلے کی صورت میں نکال دیا۔ انسان کی اصل دولت چین اور سکون کی دولت ہے جو اللہ سے وابستگی کے بغیر مل ہی نہیں سکتی۔ انسان کو اس طرح سے بنایا گیا ہے کہ وہ احکامات خداوندی پر عمل کئے بغیر چین اور سکون حاصل ہی نہیں کر سکتا' خواہ اس کے پاس زندگی کے کتنے ہی وسائل کیوں نہ ہوں۔ دولت' اقتدار' اختیار' طاقت خود اتنے بڑے مسائل ہیں کہ ان کو حاصل کرنے والا زندگی بھر چین اور سکون سے محروم رہتا ہے اور جو کچھ نظر آتا ہے وہ صرف فریب نظر ہے۔ جہاں وسائل ہیں وہاں مسائل ہیں اور دونوں کبھی نہ ختم ہونے والی چیز ہیں اور انسان کو جانا خالی ہاتھ ہے۔ بوجھل مسافر کے لئے نہ تو سفر آسان ہوتا ہے اور نہ منزل کا حصول آسان ہوتا ہے۔

Marfat.com

اللہ کی اطاعت گزاری کے فوائد

انسان سب سے پہلے اپنی فکر کے ذریعے جو دراصل روح انسانی کی فکر ہے' اپنے وجود کو اور اس وجود کے پورے نظام کو اللہ کی اطاعت پر آمادہ کرتا ہے۔ وہ اپنے وجود پر جبر نہیں کرتا۔ نہ اپنے وجود کو حکم دیتا ہے بلکہ اللہ کی اطاعت گزاری میں اپنے وجود کو اللہ کی اطاعت گزاری کی ضرورت' اہمیت' فوائد اور احساس ذمہ داری کا احساس دلا کر آمادہ کرتا ہے۔ اس طرح انسانی وجود' اس کے جوہر' اس کا نظام' اللہ کی اطاعت میں اپنی فکر کی اطاعت قبول کرتا ہے' اپنی فکر کو اپنے اوپر غلبہ دیتا ہے اور یہ کام وہ بغیر جبر کے اپنی خوشی سے کرتا ہے' اس طرح روح اور اس کا مادی وجود دونوں خود کو اللہ کا اطاعت گزار سمجھتے ہیں۔

جوں جوں روح اللہ کی اطاعت گزاری میں اپنے مادی وجود کو آمادہ کرتی چلی جاتی ہے' ویسے ویسے انسان .کا مادی وجود اللہ کی اطاعت گزاری کے احساس کے تحت اپنی فکر کو یا روح کو اپنے اوپر غلبہ دیتا چلا جاتا ہے۔ روح کی پہلی شکل تو یہ ہے کہ جسم غالب ہے اور روح مغلوب ہے۔ جو غالب ہے اس کی ذمہ داری ہے کہ وہ مغلوب کی ضرورتوں کو پورا کرے یا یہ کہ مغلوب اپنی ضرورتوں کو غالب کے ذریعے پورا کرتا ہے۔ جسم روح کو اپنے ساتھ لئے پھرتا ہے' جسم چونکہ ایک آلہ ہے' جو روح کے تصرف میں ہے' اس لئے جسم کو یہ قدرت حاصل نہیں کہ وہ اپنی مرضی سے روح سے اپنے تعلق کو قائم رکھ سکے۔ مگر روح مرنے کے بعد بھی جسم سے تعلق قائم رکھتی ہے' مگر بغیر جسم پر غلبے کے۔

جوں جوں انسانی وجود اپنی روح کو یا روح کی فکر کو اللہ کی اطاعت گزاری میں اپنے اوپر غلبہ دیتا چلا جاتا ہے' ویسے ویسے روح غالب اور جسم مغلوب ہوتا چلا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ روح جسم پر مکمل طور پر غالب آ جاتی ہے۔ اب چونکہ روح غالب ہے اور جسم مغلوب' اس لئے روح کے ذریعے سے جسم کی ضرورتیں پوری ہوتی ہیں اور روح جسم سے متعلق رہتے ہوئے اپنے مادی وجود کو جہاں چاہے لئے پھرتی ہے۔ پہلے جسم کی ذمہ داری روح تھی' اب روح کی ذمہ داری اس کا مادی وجود ہے۔ اور روح کو یہ قدرت حاصل ہے کہ وہ دور رہتے ہوئے بھی جسم سے اپنے تعلق کو قائم

Marfat.com

رکھے۔ اب جسم کی بصیرت میں روح کی بصیرت شامل ہو جاتی ہے۔ دراصل انسان اللہ کی اطاعت گزاری کے لئے اپنے وجود کی تسخیر کرتا ہے اور وہ یہ سب کچھ اپنی روح کے شعور کے ذریعے کرتا ہے اور روح کو جسم پر غلبہ دیتا ہے اور تسخیر کا پہلا مرحلہ تو خود انسان کے اپنے وجود اور حواس کی تسخیر ہے اور اپنے شعور کی تسخیر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی ملکیت اور اپنی مخلوق انسان کو بنایا ہی اس طریقے سے ہے کہ جب تک وہ یعنی اس کی روح اللہ تعالیٰ پر ایمان نہ لائے اور اللہ تعالیٰ کی بندگی اختیار نہ کرے اور بندگی کے عمل میں اپنے تمام حواس کے ذریعے اپنے شعور کو' جو دراصل روح انسانی کا شعور ہے' اپنے اللہ کی پاک' بے عیب تمام تعریفوں والی اور بزرگی اور بڑائی والی ذات کی اور اس کی صفات کی فیڈنگ نہ کرے اور بندگی میں اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کے اعلیٰ اوصاف حاصل نہ کرے' وہ فلاح اور خیر حاصل نہیں کر سکتا۔ جس طرح ہم کمپیوٹر کو پروگرام فیڈ کرتے ہیں' اسی طرح انسان کو اپنے شعور کے لئے اللہ تعالیٰ کے بتائے پروگرام کی فیڈنگ کرنا ہے۔ فیڈنگ جتنی اعلیٰ ہوگی اتنا ہی کارکردگی اور نتائج اعلیٰ ہوں گے اور ساتھ ہی ہر ایسی چیز سے جو اللہ پر ایمان کی اس فیڈنگ کو نقصان پہنچائے' خود کو بچانا بھی ضروری ہے۔

انسانی فکر دراصل روحِ انسانی کی فکر ہے۔ روح جوں جوں اللہ کی اطاعت گزاری میں بڑھتی چلی جاتی ہے' ویسے ویسے اللہ کے قبضہ وقدرت' اللہ کے اختیار' اللہ کی بزرگی' بڑائی اور عزت پر اور اللہ کی عطا و بخشش پر اور اللہ کی پاک صفات پر اس کا یقین بڑھتا جاتا ہے اور اس کا ادراک بڑھتا جاتا ہے۔ اس طرح وہ اللہ کے قبضہ وقدرت' اللہ کے اختیار' اللہ کے ارادے کے مقابل اپنے اختیار' اپنے ارادے' اپنی خواہشات سے دستبردار ہوتا چلا جاتا ہے اور اپنے ارادے' اپنے اختیار اور اپنی خواہشات کو اللہ کی رضا اور اللہ کی مرضی کے تابع کرتا چلا جاتا ہے اور یہی عمل روح کا مادّی وجود اور اس کا نظام اپنے اللہ کی مرضی اور اطاعت گزاری میں اپنی روح کے لئے کرتا ہے یعنی وہ اپنی روح کے مقابل اپنے اختیار' ارادے اور خواہشات سے دستبردار ہو کر' انہیں اپنی روح کے تابع کر دیتا ہے۔

Marfat.com

جس طرح ایک شاخ جو اپنے درخت پر پیوست ہے' اس درخت سے قوت اور توانائی حاصل کرتی ہے' اس طرح روح جوں جوں اپنے اختیار' ارادے' اپنی خواہشات سے دستبردار ہوتی جاتی ہے' ویسے ویسے وہ اپنے اللہ سے وابستہ ہوتی چلی جاتی ہے اور اس غیب کے نظام کا حصہ بنتی چلی جاتی ہے' جو اللہ کا نظام ہے اور ایک اسرار ہے اور جو اس میں داخل ہو گیا اس کے لئے دنیاوی علوم کی کوئی اہمیت باقی نہیں رہتی- انسانی وجود اور اس کا نظام جو اپنی روح سے حیات پاتا ہے' وہ بھی اللہ کی اطاعت گزاری میں اپنے اختیار' ارادے اور خواہشات سے دستبردار ہو کر اپنی روح سے مکمل وابستہ ہو جاتا ہے اور روح کی قوت سے قوت پاتا ہے اور روح کے ساتھ ساتھ وہ بھی اس نظام کا حصہ بن جاتا ہے جو اللہ کا اسرار ہے-

اللہ کی اطاعت گزاری میں روح اور اس کی فکر تمام اخلاقی خوبیاں اختیار کرتی ہے' جیسے عاجزی' انکساری' احساس' عفو و درگزر' سخاوت اور قوت ارادی' قوت توجہ' قوت مشاہدہ' یقین کی قوت' باریک بینی' پاکی' نظم و ضبط' ایثار، قربانی اور ایسی بے شمار اخلاقی خوبیاں اس کی فطرت کا حصہ بن جاتی ہیں اور یہی خوبیاں اس کے جسمانی نظام کا حصہ بن جاتی ہیں- اس کے جسمانی اور روحانی نظام سے وابستہ تمام نظاموں کی یہی خوبیاں ہوتی ہیں- اس کے جسم کا دفاعی نظام غیر معمولی طور پر طاقتور ہو جاتا ہے' اس کے جسم میں ہر قسم کی ناپاکیوں اور ناپاک مادوں کے خلاف شدید مزاحمت ہوتی ہے-

انسان اپنے شعور کے کمپیوٹر کو اللہ تعالیٰ کی بزرگی اور بڑائی کے ساتھ پاک و بے عیب' تمام تعریفوں والی ذات اور صفات کی فیڈنگ کرتا ہے اس طرح لاشعوری طور پر ان صفات کو اختیار کرتا ہے اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ کی بڑائی اور بزرگی کے مقابل فرمانبرداری اختیار کرتا ہے- ابدی زندگی کا راز اللہ تعالیٰ کی صفات میں پوشیدہ ہے- کائنات کے ہر ذی روح کو موت کا مزا چکھنا ہے اور یہ کہ ابدی زندگی اس کے بعد شروع ہوتی ہے- اس کی مثال ایسی ہے کہ ایک شخص کہتا ہے اے اللہ آپ پاک ہیں' بے عیب ہیں' وہ اللہ تعالیٰ کے لئے ، اللہ تعالیٰ کے پاک و بے عیب ہونے کے احساس کو خرچ کر رہا ہے- اس کے پاس ہے تو خرچ کر رہا ہے اور جس سچائی کے ساتھ خرچ کر رہا

Marfat.com

ہے اس کو مزید پاکی کا احساس حاصل ہو رہا ہے۔ یہی حال اللہ تعالیٰ کی تمام صفات کا ہے۔

دین کے ساتھ دنیا کو استعمال کرنے والا اپنی جبلتوں کو کس طرح استعمال کرتا ہے

صاحب ایمان خود کو مکمل طور پر اللہ تعالیٰ کا محتاج' ذلیل اور ڈرنے والا اقرار دیتا ہے۔ اس طرح وہ اپنی ذات کے لئے اور دنیا کے لئے محتاجی کے' ذلت کے اور خوف کے احساس سے نجات پا جاتا ہے۔ اس کی محتاجی' ذلت اور خوف تینوں اپنی جگہ موجود ہیں لیکن صرف احساس' جو درحقیقت فکر کا' شعور کا' فطرت کا' روح کا اور باطن کا احساس ہے' وہ اللہ تعالیٰ کی طرف منتقل ہو گیا۔ اب جب وہ دنیا کو استعمال کرے گا یا کوئی بھی عمل کرے گا' ردعمل کے طور پر خود کو اللہ تعالیٰ کے زیادہ محتاج' زیادہ ذلیل اور زیادہ ڈرنے والے بندے کا احساس حاصل کرے گا۔ چونکہ انسان کا اختیار' ارادہ اور خواہشات' اس کی محتاجی' ذلت اور خوف کی جبلتوں سے منسلک ہیں اور متعلق ہیں اس لئے جتنا زیادہ انسان خود کو اللہ تعالیٰ کا محتاج' ذلیل اور اس سے ڈرنے والا اقرار دیتا ہے' اسی کے بقدر اپنے ذاتی اختیار' ارادے اور خواہشات پر اللہ تعالیٰ کے اختیار' ارادے اور قبضہ وقدرت کو غلبہ دیتا ہے اور انسان تو جس کا محتاج ہے' ذلیل ہے اور جس سے ڈرتا ہے' اسی سے طلب کرتا ہے' اسی کی عزت کرتا ہے' اسی کو بڑا سمجھتا ہے' اسی کو اہمیت دیتا ہے' اسی کی پسند اور ناپسند کا خیال رکھتا ہے' اسی کی ناراضگی سے ڈرتا ہے اور اسی کی رضا اور خوشی کے لئے عمل کرتا ہے اور اس سے وہی چیز طلب کرتا ہے جس کا طلب کیا جانا اسے پسند ہو۔

نیکی صاحب ایمان کا عمل ہے' نیکی وہ عمل ہے جو خالص اللہ کی رضا کے لئے ہو اور کسی شخص کا عمل خالص رضائے الٰہی کے لئے اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک اس کے ہر ہر قول اور عمل پر اللہ کے خوف کو' پسند کو' فرمانبرداری کو' شکر گزاری کو' امانتداری کو اور اللہ سے کئے گئے اقرار' تسلیم' تصدیق اور عہد کی سچائی کو کم از کم رائی کے دانے کے برابر غلبہ اور ترجیح حاصل نہ ہو۔ کیونکہ تھوڑا سا غلبہ بھی مکمل غلبے کی مانند ہوتا ہے۔ جب عمل اللہ کے لئے ہے' تو غرض بھی اللہ سے ہے۔ اب یہ عمل

Marfat.com

اللہ اور بندے کے درمیان ہوا۔ اس طرح جس کے ساتھ عمل کیا گیا اس میں انسان کی ذات' ذاتی غرض' ذاتی پسند اور ناپسند' نفرت اور محبت' لالچ' ذاتی جذبہ' ایمان' ذاتی برتری کی تمنا' غرض کسی قسم کی بھی ذاتی خواہشات شامل نہیں ہوں گی۔ صاحب ایمان کا نیک عمل سفر آخرت کے لئے زاد راہ ہے اور اس کا صلہ دنیا میں چین اور سکون ہے تو آخرت میں ابدی راحتیں ہیں اور صاحب ایمان تو کبھی اپنے کسی عمل پر بھروسہ ہی نہیں کرتا۔ وہ تو صرف اللہ کی رحمت پر اور اللہ کی مدد پر بھروسہ کرتا ہے اور ملکیت تو مالک سے کبھی بطور حق کوئی صلہ طلب ہی نہیں کر سکتی۔

متکبر کا عمل کبھی بھی رضائے الٰہی کے لئے ہو ہی نہیں سکتا۔ اگر وہ عجز رکھتا تو اللہ سے ڈرتا اور بندگی کے ساتھ اللہ کا فرمانبردار بندہ ہوتا اور عبادتوں میں اخلاص کے ساتھ اللہ کا عبد ہوتا۔ متکبر ہمیشہ اپنی ذات پر' اپنے عمل پر' اپنی ذاتی پسند پر' اپنی ذہانت پر' اپنی صلاحیتوں پر' اپنی قوتوں پر' اپنی دولت پر اور اپنے اختیار پر بھروسہ کرتا ہے۔ اپنی پسند اور ناپسند کا خود مالک ہوتا ہے۔ اس لئے اس کا ہر عمل خود اس کی اپنی ذاتی برتری کے لئے ہوتا ہے اور جب بھی انسان کا عمل اس کی ذات کے لئے ہوگا تو اس میں اس کی ذاتی اور فطری جبلتیں یعنی ذلت' محتاجی' خوف اور ناپاکی ضرور شامل ہوں گی۔ اور ناپاکی شر ہے۔ اس لئے اس کا عمل نیکی نہیں کہلائے گا اور اللہ ہی انسان کی نیتوں سے واقف ہیں اور ایسے تمام اعمال کا بدلہ ان کی نیتوں کے مطابق دنیا ہی میں چکا دیا جاتا ہے۔ متکبر ہمیشہ اپنے عمل پر بھروسہ کرتا ہے اور اپنے عمل کا صلہ چاہتا ہے جبکہ بندگی میں کئے جانے والے ہر عمل کا مقصود صرف رضائے الٰہی ہوتا ہے۔ جب انسان اللہ کے لئے اور آخرت کے لئے مزدوری کرے گا' تب ہی آخرت میں اللہ سے اس کا اجر پائے گا۔

اللہ تعالیٰ کا محتاج' ذلیل اور ڈرنے والا بندہ اللہ تعالیٰ کی پاک' بے عیب اور تمام تعریفوں والی ذات سے جب بھی طلب کرے گا' تو وہ اپنے لئے پاک و بے عیب اور تعریفوں والے اوصاف طلب کرے گا' دنیا اور آخرت کی سلامتی طلب کرے گا' بے حساب پاکیزہ رزق طلب کرے گا' خیر اور فلاح طلب کرے گا' نیک اور صالح بیوی اور آل اولاد کو طلب کرے گا' غرض دنیا اور آخرت کی تمام اچھی' پاکیزہ اور اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ نعمتوں کو طلب کرے گا۔ اور جب بھی کوئی عمل کرے گا تو

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کے اختیار اور قبضہ وقدرت سے ڈرتے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشی کا خیال رکھتے ہوئے عمل کرے گا اور اپنے عمل کے عیبوں پر نظر رکھے گا اور اپنے عمل کو پاک اور بے عیب اور پسندیدہ بنانے کی کوشش کرے گا اور پاک و بے عیب تمام تعریفوں والے اللہ جب بھی کسی کو اپنی پسند سے یا مانگنے پر عطا کریں گے تو اس میں خیر اور فلاح ہوگی۔

بندہ دن بھر کی نمازوں میں اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہو کر بار بار اللہ تعالیٰ کی پاک و بے عیب تمام تر تعریفوں والی وحدہٗ لاشریک ذات اور صفات کا اقرار کرتا ہے اس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات سے اپنی پسندیدگی کا اپنی وابستگی کا اور ان کی اہمیت کا اقرار کرتا ہے اور خود کو اللہ تعالیٰ کا بندہ اور عبادت کرنے والا کہہ کر خود کو اللہ تعالیٰ کا محتاج' ذلیل اور اس سے ڈرنے والا قرار دیتا ہے اور خود کو اللہ تعالیٰ کا محتاج' ذلیل اور ڈرنے والا قرار دے کر' اپنی ذات پر اللہ تعالیٰ کے اختیار' ارادے' مرضی' قبضہ وقدرت اور رضائے الٰہی کو قبول کرنے والا قرار دیتا ہے اور صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کو سب کا پالنے والا قرار دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو روز قیامت کا مالک قرار دے کر خود کو ہر وقت موت کو یاد رکھنے والا اور سزا سے ڈرنے والا اور جزا کے لئے عمل کرنے والا قرار دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے راہ ہدایت طلب کر کے' خود کو عاجز' ناچیز' مجبور' ناقص' نادان' جاہل' ناسمجھ' کمزور' ناتواں' بھلے اور برے کا شعور نہ رکھنے والا' نفع اور نقصان کو نہ سمجھنے والا' اور اپنے عمل پر بھروسہ نہ کرنے والا' اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اللہ تعالیٰ کی توفیق اور مدد پر بھروسہ کرتے ہوئے اپنے عمل کی اصلاح میں لگا رہنے والا' اور توبہ اور استغفار کرتے رہنے والا قرار دیتا ہے اور خود کو بہترین محکوم ثابت کرنے کے لئے بندگی کے بہترین آداب حاصل کرتا ہے اور خود کو اللہ تعالیٰ کا بہترین نائب ثابت کرنے کے لئے اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں حکم دینے کے لئے اللہ تعالیٰ کے اوصاف سے واقفیت حاصل کرتا ہے اور وہ جہاں صاحب حکم ہوتا ہے وہاں وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت گزاری میں حکم دینے والا ہوتا ہے اور وہ حق اور سچائی کا علمبردار ہوتا ہے۔

حق ہمیشہ ایک ہی رہتا ہے' سچائی ہمیشہ ایک ہی رہتی ہے۔ حق اور سچائی کا مقصد ہمیشہ ایک ہی ہوتا ہے۔ خیر اور فلاح کی تمام صفات ہمیشہ مجتمع رہتی ہیں۔ خیر اور فلاح کے اور راہ ہدایت کے

مسافر اگر تھوڑے بھی ہوں تب بھی ہمیشہ مجتمع رہتے ہیں جبکہ شر جھوٹ ہے' کرید ہے' نفاق ہے' دھوکہ ہے' ناپاکی ہے' تاریکی ہے' شک ہے اور شر کی تمام صفات انتشار پیدا کرنے والی ہیں- ایک جھوٹ سے بہت سے جھوٹ اور ایک شک سے بہت سے شک پیدا ہوتے ہیں- اس لئے جتنے زیادہ شر ایک جگہ جمع ہوں گے تو ان میں اتنا ہی زیادہ انتشار ہوگا- گویا وہ منتشر ہونے کے لئے مجتمع ہوں گے-

یہ دراصل انسان کی تربیت کا بہترین' آسان اور فطری طریقہ ہے- اللہ تعالیٰ کے حضور مقررہ وقت میں بار بار حاضری سے' حمد سے' تسبیح سے' ذکر سے' فکر سے' اقرار سے' عہد سے بندہ اپنی فطرت کو' روح کو' فکر کو اللہ تعالیٰ سے وابستگی کا احساس دیتا ہے- اللہ تعالیٰ کی مرکزیت کا احساس دیتا ہے- اللہ تعالیٰ کی تمام تر پاک و بے عیب تعریفوں والی وحدہ لاشریک ذات اور صفات پر یقین کا احساس دیتا ہے اور قوت یقین' قوت توجہ' قوت برداشت' نظم و ضبط' اطاعت گزاری' فرمانبرداری' شکر گزاری' امانت داری' احسان مندی اور دیگر اچھے اور پاکیزہ اوصاف حاصل کرتا ہے اور چونکہ دنیا میں موجود تمام عناصر اور ان کے جوہر مختلف خواص' مختلف صلاحیتوں' مختلف کردار' مختلف فطرت' مختلف عادات' مختلف خوبیوں اور خامیوں سے متعلق ہوتے ہیں لہذا اپنی فطرت کی' فکر کی' اور کردار کی ضرورتوں کے مطابق انسانی نظام اپنے جسم اور روح کی نشوونما کے لئے مختلف توازن اور ترکیبوں کے ساتھ مختلف عناصر اور ان کے جوہروں کو استعمال کرتا ہے-

انسان جتنا زیادہ اللہ تعالیٰ پر یقین کے سبب' قوت یقین' قوت برداشت' قوت توجہ' قوت ارادی' صبر' مکروہات کے برداشت کی قوت' قوت فکر' قوت مشاہدہ حاصل کرتا ہے' اسی کے بقدر انسانی نظام اپنے جسم اور روح کی نشوونما اور تشکیل کے لئے فطری ضرورتوں کے تحت' ان میں سے متعلق عناصر اور جوہروں کو مناسب ترکیبوں کے ساتھ استعمال کرتا ہے-

انسان خود کو جتنا زیادہ اللہ تعالیٰ کا محتاج' ذلیل اور ڈرنے والا قرار دیتا ہے' اسی کے بقدر اللہ تعالیٰ کے اختیار اور قبضہ و قدرت کو اور رضا کو خود پر غلبہ دیتا ہے اور اسی کے بقدر اللہ تعالیٰ کی اطاعت گزاری' فرمانبرداری' شکر گزاری' احسان مندی اور امانتداری اختیار کرتا ہے اور اسی کے

بقدر خود کو اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات سے وابستہ کرتا ہے اور شعوری اور لاشعوری طور پر پاکی کے تمام اعلیٰ اور تمام تر تعریفوں والے اوصاف کی اپنے شعور کو فیڈنگ کرتا ہے اور پروگرام دیتا ہے اور ان کی اہمیت کو اجاگر کرتا ہے۔

ایسا شخص یہ جانتا ہے کہ قول اور اقرار کی سچائی ایمان کے لئے لازم ہے۔ جب وہ اپنے اللہ سے اقرار کرتا ہے کہ اے اللہ ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں اور آپ ہی سے مدد چاہتے ہیں اور آپ ہی پر بھروسہ کرتے ہیں تو وہ اپنے پیارے نبیؐ کی سنت پر عمل کرتے ہوئے' اپنے اس اقرار کی سچائی کو اپنے قول اور عمل سے ثابت کرتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ ہر وہ چیز جو بندے کے اس اقرار میں شک پیدا کرے گی وہ بدعت ہوگی اور ہر وہ قول اور عمل جو اسے جھٹلائے گا' وہ کفر اور شرک ہوگا۔

صاحب ایمان اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے اللہ تعالیٰ کی صفات کے تحت خود کو استعمال کرتا ہے اور لاشعوری طور پر اللہ تعالیٰ کے نائب کی حیثیت سے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں حکم دینے کے لئے وہ ان صفات کو اختیار کرتا ہے اور انہیں استعمال کرتا ہے' جیسے عدل' رحم' سخاوت' نظم وضبط' علم و حکمت وغیرہ۔ اور پھر اللہ تعالیٰ کے ایک اچھے محکوم اور اللہ تعالیٰ کی محکومیت میں حکم دینے والے اللہ تعالیٰ کے ایک اچھے نائب کی صفات اپنی فطرت کو دیتا ہے۔ اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ کی پاک و بے عیب اور تمام تعریفوں والی ابدی ذات کا شعور اپنی فطرت کو دیتا ہے' جسے نہ موت ہے اور نہ اونگھ آتی ہے۔ غرض انسان اپنی فطرت' اپنے شعور' اپنی فکر کو جو کچھ دیتا ہے اور جس سچائی کے ساتھ دیتا ہے' اسی کے تحت انہی سے متعلق عناصر اور جوہروں سے اس کے جسم اور اس کی روح کی تشکیل ہوتی ہے اور اس کی فطرت کے پاک اور بے عیب اعلیٰ خواص کے بقدر' جو اس نے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں حاصل کئے' انسانی نظام خود اپنے اور روح کے نظام کے لئے اور ان کی تشکیل کے لئے قوت والے' پاک و بے عیب' اعلیٰ اوصاف کے حامل' خراب نہ ہونے والے' نہ خرابی پیدا کرنے والے عناصر کو مناسب ترکیبوں کے ساتھ جمع کرتا ہے اور استعمال کرتا ہے۔

اگر انسان یہ جان لے کہ ابدی زندگی کے اسرار کیا ہیں اور آخرت کی نعمتیں کیا ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے فرمانبردار بندوں پر کس قدر مہربان ہیں تو وہ عبادت کے سوا کچھ نہ کرے۔ اور یہ جاننا

Marfat.com

مشکل بھی نہیں۔ اس دنیا میں ہر شے کی ضد ہے' ہر احساس کی ضد ہے اور ہر عمل کی ضد ہے' کہیں جسم روح پر غالب ہے تو روح بھی جسم پر غالب ہو سکتی ہے۔ جسم آزاد اور روح مقید ہو سکتی ہے تو روح آزاد اور جسم مقید بھی ہو سکتا ہے۔ جسم طاقتور اور روح کمزور ہے' تو روح طاقتور اور جسم کمزور بھی ہو سکتا ہے۔ انسان اگر خواہشات کا اسیر ہے تو خواہشات انسان کی اسیر بھی ہو سکتی ہیں اور انسان کا اصل مقام تو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے واضح ہے ''اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃ'' کہ ''میں زمین میں اپنا ایک نائب بنانے والا ہوں۔'' اگر وہ اس مختصر اور بے حقیقت زندگی کی حقیقت کو جان لے اور غفلت سے بیدار ہو جائے تو پھر بس وہ نمازیں ہی پڑھتا رہے گا اور عبادتیں ہی کرتا رہے گا اور روزے ہی رکھتا رہے گا اور راحت اور اطمینان تو بغیر اللہ تعالیٰ کے ذکر کے حاصل ہو ہی نہیں سکتا۔ انسانی روح کو اللہ تعالیٰ نے تخیل کی بے پناہ قوتیں عطا فرمائی ہیں' لیکن وہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں نہ تو ان قوتوں کا اظہار کر سکتا ہے اور نہ انہیں اپنی ذات کے لئے استعمال کر سکتا ہے۔ ابدی زندگی کی پہلی شرط یہی ہے کہ بندہ اپنی زندگی ہی میں فنا حاصل کر لے یعنی اس کا ذاتی اختیار' ارادہ اور خواہشات رضائے الٰہی میں فنا ہو جائیں۔ پھر موت ہے۔ اور موت کے بعد بقاء اور ابدی زندگی کے اسرار ہیں۔

صاحب ایمان کی سوچ کی چند مثالیں

اور ہم سب ایمان کی راہ کے مسافر ہیں اور اپنے عمل پر بھروسہ نہ کرتے ہوئے اور اللہ تعالیٰ سے فریاد کرتے ہوئے کہ اے اللہ' اے ہمارے پروردگار' دنیا میں بھی ہمارے ایمان کو قائم رکھنا اور مرتے وقت بھی ایمان کی سلامتی کے ساتھ اٹھانا۔ اللہ کے نیک بندے ایمان کے ساتھ اور ایمان کے لئے عمل کے ساتھ' اس راہ پر گامزن ہیں اور ہر وقت یہ خیال رکھتے ہیں کہ:

۱۔ ہم کو تو بس اپنے مالک کی اور اپنے خالق کی اور اپنے پالنے والے کی اطاعت گزاری اور فرمانبرداری کرنا ہے' ہمیں اس سے کیا کہ ہمارا مالک کون ہے؟ ہمارا اللہ تو ہمارے شعور سے بہت بلند ہے۔

۲۔ جو کچھ کہ ہمارے اللہ تعالیٰ نے فرمادیا وہی سچ ہے اور وہی حق ہے۔

Marfat.com

۳- ہم نے تو بس اپنے اللہ تعالیٰ کو بغیر دلیل کے پہچانا کہ ہم بغیر پیدا کئے پیدا نہیں ہوئے اور بغیر تخلیق کئے وجود میں نہیں آئے اور بغیر پالنے والے کے نہیں پلے بڑھے- ہمارا کام تو بس اپنے پالنے والے کی فرمانبرداری کرنا ہے اور شکرگزاری کرنا ہے-

۴- اے نفس اپنے اللہ تعالیٰ کے لئے عمل کر- ہم کو تو ہمارے اللہ تعالیٰ ہی عطا فرما دیتے ہیں اور دنیا تو کسی کو کچھ دے ہی نہیں سکتی' وہ تو خود محتاج ہے اور اس کے پاس جو کچھ ہے' وہ بھی اللہ تعالیٰ ہی کا ہے-

۵- اے نفس یاد رکھ اللہ تعالیٰ کے حضور ذلت سے بڑھ کر کوئی عزت نہیں اور اپنے اللہ تعالیٰ کے قدموں میں سر رکھنے سے بڑھ کر کوئی عزت کی بات نہیں-

۶- لو آج کا دن بھی کم ہوا اور نا معلوم مقررہ وقت سے ایک دن اور گھٹ گیا-

۷- اور ہمارے اللہ تعالیٰ تو پاک ہیں' بے عیب ہیں اور تمام تعریفوں والی پاک اور بے عیب صفات اللہ تعالیٰ ہی کی ہیں- اے نفس تو تو بس اپنے عالی شان پروردگار سے ان کی فرمانبرداری میں پاک اور بے عیب صفات طلب کر' وہ تو سب سخیوں سے بڑے سخی ہیں' بے نیاز ہیں' جتنا چاہیں گے اپنے کرم سے عطا فرما دیں گے-

۸- ملکیت کا یہ حق نہیں کہ وہ اپنے مالک کے بارے میں ایک لمحے کے لئے بھی برا خیال رکھے-

۹- ملکیت تو بس اپنے مالک اللہ تعالیٰ سے اس کے کرم' اس کے فضل' اس کے احسان کے سوا کچھ اور طلب ہی نہیں کر سکتی اور ملکیت کو ناشکری کا حق ہی نہیں ہے-

۱۰- پاک ہیں ہمارے پالنے والے' بزرگی والے' بڑائی والے' عزت والے' عالیشان عظیم الشان ہیں' بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں-

۱۱- ہمارے وجود کے ہر ذرے پر اور روح پر صرف اور صرف ہمارے مالک' ہمارے خالق' ہمارے پالنے والے' ہمارے بادشاہ اور ہمارے معبود کا حق ہے اور وہ ہمیشہ اس بات سے ڈرتے رہتے ہیں کہ اس اللہ کے حق میں ذرہ برابر بھی کوئی اور شے شامل نہ ہو جائے اور اس طرح وہ مشرک

Marfat.com

نہ بن جائیں۔

ظاہر اور باطن

انسان ظاہری آنکھ سے ظاہر کو دیکھتا ہے اور ظاہر پر فریفتہ ہو جاتا ہے' ظاہر ہی کو سب سمجھتا ہے اور ظاہر ہی کے لئے سب کچھ کرتا ہے۔ اس کو ظاہر پر یقین لانے کی ضرورت نہیں اس لئے کہ ظاہر سامنے ہے اور نظر آتا ہے۔ ہر ظاہر ایک کا باطن ہے اور باطن غیب ہے' نظر نہیں آتا۔ البتہ باطن ہی باطن کو سمجھ سکتا ہے' باطن ہی باطن کو محسوس کر سکتا ہے اور باطن ہی کی آنکھ سے باطن کو دیکھا جا سکتا ہے۔ یہ انسان کی کمزوری ہے کہ وہ ظاہر میں اس قدر محو ہو جاتا ہے کہ اس کا باطن اس کی نظروں سے اوجھل ہو جاتا ہے۔ وہ نہ تو باطن سے واقف ہوتا ہے اور نہ اسے باطن کی ضرورتوں کا علم ہوتا ہے اور نہ باطن کی اصلاح کی فکر ہوتی ہے حالانکہ انسان اپنے ہر عمل کے باطن کو' اپنے باطن میں منتقل کرتا ہے یعنی اپنی جس پوشیدہ فطرت کے تحت وہ عمل کرتا ہے' اپنے عمل کے ساتھ ہی وہ اس عمل سے وابستہ اس کے باطنی احساس کو اپنے باطن میں منتقل کر دیتا ہے۔

اگر انسان باطن کو ظاہر کے مقابلے میں زیادہ اہمیت دے اور باطن کو ظاہر پر غلبہ دے تو اس صورت میں باطن اپنے ظاہر کے ساتھ کسی دوسرے باطن کو دیکھنے اور سمجھنے کے قابل ہو جاتا ہے اور دوسرے باطن سے وابستگی کے قابل ہو جاتا ہے۔ انسان کا باطن اس کی روح ہے۔ روح کا شعور اور روح کی فطرت ہے۔ اور یہ سب غیب ہے۔ دوسری طرف اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات ہیں۔ انسان اور اللہ تعالیٰ کے درمیان جو تعلق اور رشتے ہیں وہ سب غیب ہیں۔ انسان کی روح' فطرت اور شعور کی تربیت اور ضرورتیں غیب ہیں اور اس کی خوبیاں اور خامیاں غیب ہیں اور اس کے احساسات اور محسوسات غیب ہیں۔

انسانی روح' شعور' فکر جب اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتی ہے تو گویا انسان کا باطن اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتا ہے یا یہ کہئے کہ غیب' غیب پر ایمان لاتا ہے۔ اس عمل میں انسان سب سے پہلے اپنے باطن کو ظاہر پر فوقیت دیتا ہے' اہمیت دیتا ہے اور غلبہ دیتا ہے۔ پھر اپنے اس باطن پر اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کو غلبہ دیتا ہے۔ اگر ایمان رائی کے دانے برابر ہے تو اس کا یہ مطلب ہے کہ انسان

اپنی ہر ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفائی کو رائی کے دانے کے برابر فوقیت دیتا ہے' ترجیح دیتا ہے اور غلبہ دیتا ہے۔ اب اس غلبہ کو قائم رکھنا اور اسے بڑھانے کے لئے مسلسل مشق اور کوششوں کی ضرورت ہوتی ہے۔

غیب پر یقین لانے کی ضرورت ہے' اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرتے ہوئے خود کو غیب سے وابستہ کرنے کی ضرورت ہے۔ ذلت کا احساس انسانی فطرت کا حصہ ہے' اس کو تلاش کرنے کی ضرورت نہیں البتہ ذلت کے احساس کو ٹھکانے لگانے کی اور عزت کو تلاش کرنے کی ضرورت ہے۔ یہی حال خوف کا ہے اور یہی حال محتاجی کا ہے اور یہی حال ناپاکی کا ہے کہ اس کو تلاش کرنے کی ضرورت نہیں اس لئے کہ وہ تو خود ہم میں موجود ہے۔ ہاں البتہ اس ناپاکی سے نجات پا کر پاکی کو تلاش کرنے کی اور اسے حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔ شر کو تلاش کرنے کی ضرورت نہیں' البتہ خیر کو تلاش کرنا پڑتا ہے اور اسی طرح بے چینی' اضطراب' کرب یہ تو ناپاکیوں کے ساتھ انسانی فطرت میں شامل ہیں۔ البتہ چین اور سکون' راحت واطمینان اور بے خوفی کو تلاش کرنا پڑتا ہے اور بغیر محنت کے کسی کو کچھ نہیں ملتا۔

اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ نظام کے لئے کن خوبیوں کی ضرورت ہے

اور جب ہم اللہ تعالیٰ کے اس نظام پر غور کرتے ہیں' جس کا حصہ فرشتے اور ملائک ہیں اور ایک پاک اور بے عیب نظام ہے اور پھر فرشتوں اور ملائک کی صفات پر غور کرتے ہیں' جو بے لوث' غیر متزلزل اور ابدی اطاعت گزاری' فرمانبرداری' شکر گزاری' امانت داری اور احسان مندی کی اعلیٰ صفات رکھتے ہیں اور ہمیشہ اپنے مالک' اپنے خالق' اپنے پروردگار اور اپنے معبود کی حمد اور تسبیح میں مشغول رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے اتنی محبت کرتے ہیں کہ جب کوئی بندہ سچے دل سے اپنے اللہ کی حمد اور تسبیح کرتا ہے تو وہ بے پناہ خوش ہوتے ہیں۔ ان تمام باتوں پر غور کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ ہر اچھے نظام میں اس نظام کی خوبی' اس کے کارکنوں کی بے لوث اطاعت گزاری'

Marfat.com

فرمانبرداری' شکرگزاری' احسان مندی اور امانتداری ہے اور قیامت کے بعد جو نیا نظام قائم ہوگا اور جو فلاح کا' خیر کا' امن و سلامتی کا نظام قائم ہوگا' اس نظام کی اصل ضرورت بھی یہی ابدی' لازوال اور غیر متزلزل' اپنے اللہ کے لئے' اپنے حقیقی بادشاہ کے لئے حاصل کی جانے والی اطاعت گزاری' فرمانبرداری' شکرگزاری' امانت داری اور احسان مندی کی اعلیٰ صفات ہوں گی اور اسی کے بقدر درجات ہوں گے' سرفرازیاں ہوں گی اور اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ اختیار اور قوت ہوگی۔

انسان کی بھلائی خود کس چیز میں ہے

ہر مالک اپنی ملکیت سے' ہر خالق اپنی تخلیق سے' ہر بادشاہ اپنی رعایا سے اور ہر پالنے والا اپنے پروردہ سے اپنے لئے غیر متزلزل اطاعت گزاری' فرمانبرداری' شکرگزاری اور احسان مندی اور امانتداری چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ بھی بحیثیت مالک کے' خالق کے' پالنے والے کے' وارث کے' بادشاہ کے' معبود کے اپنے بندوں میں اپنے لئے لازوال' ابدی اور غیر متزلزل اطاعت گزاری' فرمانبرداری' شکرگزاری' احسان مندی اور امانتداری کی صفات دیکھنا چاہتے ہیں اور پاک اور بے عیب اعلیٰ اخلاقی اوصاف دیکھنا چاہتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ تو یہ سب کچھ خود اپنے بندوں کی بھلائی کے لئے چاہتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ تو پاک ہیں' بے عیب ہیں' بے نیاز ہیں اور سب بندے اللہ کی نظروں میں برابر ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ تو عادل ہیں۔ انہوں نے انسان کو ایک مقررہ مدت کے لئے اس کے محدود اختیار' ارادے اور خواہشات کے سپرد کر دیا۔ پھر اس کو خیر و شر دونوں بتلا دیئے۔ اب جس کی مرضی ہے' جو حاصل کرے اور جتنا حاصل کرے۔ چاہے تو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اختیار کرے اور عبادت کے ذریعے سے' اپنی سچائی' صلاحیتوں اور محنت سے' علم و حکمت سے' قرآن و سنت پر عمل کر کے خیر کے نظام کے لئے آداب بندگی کی تربیت حاصل کرے اور تمام ضروری اخلاقی خوبیاں حاصل کرے اور اللہ کی اطاعت گزاری' فرمانبرداری' شکرگزاری' امانتداری اور احسان مندی کی صفات حاصل کرے۔ یا پھر شر کے نظام کے لئے اللہ کی نافرمانی اختیار کرے اور اللہ کے غضب کو دعوت دے اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے تکلیف' اذیت اور مصائب کے نظام کا حصہ بن جائے۔ اور انسان کی بھلائی تو خود اس میں ہے کہ بے مقصد زندگی چھوڑ کر با مقصد زندگی

Marfat.com

گزارے- جھوٹ کو چھوڑ کر سچائی کو قبول کرلے- تاریک راہوں کو چھوڑ کر روشنیوں کا سفر اختیار کرے- عارضی زندگی کے لئے عمل کرنے کے بجائے اپنی ابدی زندگی کے لئے عمل کرے- ناپاکیوں کی راہ چھوڑ کر پاکی کی راہ اختیار کرے- کیا وہ غور نہیں کرتا کہ وہ پیشاب اور پاخانے کے دباؤ کو برداشت نہیں کرسکتا اور اضطراب' بے چینی اور کرب میں مبتلا ہو جاتا ہے پھر اندرونی غلاظتوں سے نجات پا کر کس قدر سکون محسوس کرتا ہے- پھر بھوک سے مجبور ہو کر کھانا کھاتا ہے اور پھر غلاظتوں سے نجات پانے کا عمل کرتا ہے- انسان کی فطرت میں پوشیدہ ناپاکیوں کا بھی یہی حال ہے- جب روحانی کرب' بے چینی اور اضطراب برداشت سے باہر ہونے لگتا ہے تو انسان اپنے قول اور عمل سے اور اپنے حواس سے ان ناپاکیوں کو خرچ کرتا ہے اور انہیں پھر دوبارہ جمع کرتا ہے اور پھر مجبور ہو کر خرچ کرتا ہے اور پھر جمع کرتا ہے-

اسلامی تہذیب

مسلمان اللہ پر ایمان لا کر' ایک حقیقت کو اور ایک سچائی کو تسلیم کرتا ہے- اور اپنی اصلاح کرتا ہے۔ اس کی عبادات کے ذریعے تعلیم اور عملی تربیت حاصل کرتا ہے۔ اس کے بعد اللہ کے خوف سے ذکر و فکر سے' حمد اور تسبیح سے' توبہ اور استغفار سے اور درود سے خود کو عیبوں سے پاک کرتا ہے۔ اخلاقی خوبیوں مثلاً اللہ کی اطاعت گزاری' فرمانبرداری' شکر گزاری اور امانت داری اور احسان مندی کے ذریعے انہیں درست کرسکتا ہے۔ پھر عدل و احسان' شجاعت' عفت' پاکیزگی' شرم' حیا' ایثار' قربانی' حلم اور بردباری' سخاوت' حسن سلوک اور اللہ پر اپنے غیر متزلزل یقین کے ذریعے انہیں اور بہتر بناتا ہے۔ اپنی اس دنیا میں اور خود اپنے اندر کی دنیا میں' اپنے لئے' اپنے ماحول کے لئے اور اپنے معاشرے کے لئے ایک امن و سکون کی' بے خوفی کی' سلامتی کی' اطمینان کی جنت تعمیر کرتا ہے اور اللہ کی حاکمیت قائم کرتا اور اللہ کی اطاعت گزاری میں' فرمانبرداری میں' اللہ کی حاکمیت کے لئے حکم دیتا ہے اور اللہ کی حاکمیت کو قائم کرتا ہے اور قیامت کے بعد قائم ہونے والے اللہ کے فلاحی نظام کے لئے تربیت اور اہلیت حاصل کرتا ہے- پھر اللہ کے حضور توبہ اور استغفار سے' التجا اور فریاد سے اور رو کر گڑگڑا کر' اپنے گناہوں کی غلطیوں کی معافی مانگتا ہے اور خود کو نامکمل جان

Marfat.com

کر اپنی تکمیل کی مسلسل کوششوں میں لگا رہتا ہے اور خود کو خوش اخلاق بناتا ہے۔

دنیا انسان کے استعمال کے لئے ہے

بقول مولانا رومؒ کے دنیا ایک دریا کے مانند ہے اور انسان کی مثال ایک کشتی کی سی ہے کہ پانی کے بغیر کشتی چل نہیں سکتی اور جب تک کشتی پانی کے اوپر ہے' تیرتی ہے اور جب یہی پانی کشتی میں داخل ہو جائے تو کشتی غرق ہو جاتی ہے اور سچ تو یہ ہے کہ دنیا انسان کے لئے ہے' انسان دنیا کے لئے نہیں۔ اور دنیا اس لئے ہے کہ انسان اسے استعمال کرے' نہ کہ اس لئے کہ خود انسان دنیا کے لئے استعمال ہو۔ اللہ تعالیٰ تو بڑے علم والے حکمت والے ہیں۔ جب بندہ خود کو مکمل طور پر یا جس حد تک اللہ کا محتاج' اللہ کا ذلیل اور اللہ سے ڈرنے والا قرار دیتا ہے' اسی حد تک اپنے اختیار' ارادے اور خواہشات پر اپنے اللہ تعالیٰ کے غلبہ کو اختیار کرتا ہے اور اس طرح اسی حد تک دنیا کے لئے استعمال ہونے سے بچ جاتا ہے اور اسی حد تک اللہ کی اطاعت گزاری' فرمانبرداری' شکر گزاری' احسان مندی اور امانتداری کی صفات حاصل کرتا ہے اور اسی حد تک اللہ کے لئے اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ اخلاقی خوبیاں حاصل کرتا ہے۔

صاحب ایمان پر اور اس کے اہل محلّہ پر اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے

انسانی فکر کی لہریں اللہ پر یقین کی قوت پا کر' اردے کی قوت پا کر' قوت توجہ پا کر اور برداشت کی قوت پا کر' پا کی حاصل کر کے اور عبادت میں مسلسل محنت اور مشق کے ذریعہ اپنا دائرہ اثر بڑھاتی چلی جاتی ہیں اور طاقتور ہوتی چلی جاتی ہیں اور جتنا طاقتور ہوتی چلی جاتی ہیں' اتنا ہی قریب کے لوگوں کی فکر کو زیادہ اور دور کے لوگوں کی فکر کو ان کے فاصلوں کی مناسبت سے کم متاثر کرتی ہیں اور یہ سب کچھ بغیر کسی خصوصی توجہ کے خود بخود ہوتا ہے۔ بالکل اسی طرح جس طرح پھول سے خوشبو پھیلتی ہے۔ قریب میں زیادہ ہوتی ہے اور دوری کے ساتھ ساتھ کم ہوتی چلی جاتی

Marfat.com

ہے اور گندگی سے بدبو پھیلتی ہے' قریب میں زیادہ ہوتی ہے اور دوری کے ساتھ ساتھ کم ہوتی چلی جاتی ہے- اسی طرح صاحب ایمان کی پاکیزہ فکر کی لہریں لوگوں کے ذہنوں کو پاکیزگی کا اثر دیتی ہیں اور بدکردار شخص کی فکر کی لہریں بدکرداری کا اثر دیتی ہیں- اور جو پاک ہے' اس کا جسم اور روح بھی پاک ہے اور اس میں پاکیزہ عناصر ہیں اور ان عناصر کی اور مادوں کی اپنی ایک خوشبو ہوتی ہے' جو دوسرے انسانوں کو مسحور کرتی ہے-

پھر ایسے لوگوں کی فطرت بھی بڑی عجیب ہوتی ہے- انہیں اگر معلوم ہو جائے کہ محلہ میں فلاں شخص بیمار ہے یا کسی پریشانی میں مبتلا ہے تو فوراً اس کے لئے اللہ تعالیٰ سے رجوع کرتے ہیں اور اس کے لئے دعائے خیر کرتے ہیں اور کبھی اس بات کو ظاہر بھی نہیں کرتے اور اس شخص کو جسے تکلیف سے نجات مل گئی' اسے یہ معلوم نہیں ہو پاتا کہ کوئی اس کی بھلائی چاہنے والا ہے- یہی غیب پر ایمان لانے والوں کی صفت ہے کہ جس طرح غیب نظر نہیں آتا' اسی طرح ان کا عمل اور ذات سے پہنچنے والا فیض لوگوں کو نظر نہیں آتا-

دین کی راہ اور دنیا کی راہ

''نماز عصر کے وقت کی قسم- بے شک انسان نقصان میں ہے- سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے- اور آپس میں حق بات کی نصیحت اور صبر کی تاکید کرتے رہے-'' (سورۃ العصر)

دیکھ دنیا نے کبھی کسی سے وفا نہیں کی- اس سے کبھی توقعات اور امیدیں قائم نہ کر کیونکہ جب توقعات اور امیدیں پوری نہیں ہوتیں تو دکھ ہوتا ہے اور اگر نتیجہ توقعات اور امیدوں کے برعکس ہوتا ہے تو نفرت ہو جاتی ہے- یہ دنیا جب کسی کو اوپر لے جاتی ہے تو دوسروں کی اچھائیاں بھی اسے دے دیتی ہے اور اس کے عیبوں کو بھی ہنر قرار دیتی ہے اور جب کسی سے ناراض ہوتی ہے تو اس کی اچھائیاں بھی اس سے چھین لیتی ہے- تو تو ایسا کر کہ اپنی خواہشات نفسانی پر غلبہ پا کر اسے دنیا سے آزاد کرا لے اور موت سے پہلے بیداری حاصل کر لے اور شیطان کے ساتھ ہر وقت حالت جہاد میں رہ- کیونکہ خواہشات اور شیطانی وسوسوں کا ساتھ ہے- اور خواہشات نفسانی انسان کو کفر کی طرف لے جاتی ہیں- یاد رکھ کافر خواہشات کے کفن میں لپٹا ہوا مردہ ہے اور صاحب توحید زندہ ہے اور دنیا دار اندھا ہے اور اسے اس وقت تک بینائی نہیں مل سکتی جب تک سب سے بڑے طبیب اللہ کی چوکھٹ کو تکیہ نہ بنا لے اور دوا کی تلخی پر صبر نہ کرے اور طبیب کی فرمانبرداری میں تکلیف اور مشقت نہ برداشت کرے- اور صبر کرو کیونکہ جو صبر کرتا ہے وہ غلبہ اور قدرت پاتا ہے اور ابھی اپنے اختیار سے کام لے کر بیدار ہو جاؤ- اس سے پہلے کہ موت کے بعد تمہیں بے اختیاری کی حالت میں بیدار کیا جائے- اور جب تو مخلوق کو اور دنیاوی خواہشات کو اپنے قلب میں جگہ دیتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ تو نے مخلوق کو اپنے دل سے نکال دیا اور یاد رکھ ایک عام مسلمان کو جو کچھ ملے گا وہ شریعت کی راہ پر چل کر عبادتوں میں اخلاص عمل سے اللہ سے ملے گا- اور جب تو اللہ کا خاص بندہ بن جائے گا تو تجھے اللہ تعالیٰ اپنے حکم سے اور اپنی مرضی اور پسند سے نعمتیں عطا فرمائیں گے- اور جب تو اللہ کا خاص الخاص بندہ بن جائے گا تو تجھ پر قضا و قدر کے احکام کا نزول ہوگا- اور اللہ ہی تجھے حکم دے گا' وہی تجھے روکے گا اور تیرے اندر حرکت پیدا کرے گا اور تو

مکمل اللہ کے اختیار میں ہوگا- اور جب تو اللہ کی بندگی کرے گا اور اللہ کو اپنی ذات پر غلبہ دے گا تو یہ غلبہ تجھے دنیا پر غالب کردے گا اور عبادتوں کا مقصد جنت یا آخرت کی طلب نہیں بلکہ جنت اور آخرت کے مالک کو طلب کرنا ہے اور رضائے الٰہی حاصل کرنا ہے-

اللہ فرماتے ہیں کہ ''قرآن میرا کلام ہے-'' جو لوگ قرآن کو مخلوق کہتے ہیں وہ قرآن کو' اللہ کو اور اللہ کے رسولؐ کو جھٹلاتے ہیں' وہ کفر کرتے ہیں اور اللہ سے بغاوت اور دشمنی کرتے ہیں کیونکہ مخالفت کی راہ دشمنی اور بغاوت کی راہ ہے- اللہ کے حلم اور بردباری سے دھوکہ مت کھاؤ کیونکہ اس کی پکڑ بہت سخت ہے- جو شخص دعویٰ کرتا ہے' حق تعالیٰ کو اپنا مطلوب سمجھنے کا اور طلب کرتا ہے دنیا کو اور بات جنت کی کرتا ہے اور کام دوزخیوں کے کرتا ہے اور بات ایمان کی کرتا ہے اور کام بے ایمانی کے کرتا ہے- ایک طرف اللہ کو اپنا معبود قرار دیتا ہے اور دوسری طرف اللہ کی ذات اور صفات کو جھٹلاتا ہے تو ایسا شخص یاد رکھے کہ اللہ کی گرفت بہت سخت ہے' اس لئے اللہ کا خوف کر اور آخرت کو دنیا پر مقدم رکھ- اس طرح دنیا اور آخرت دونوں کا نفع حاصل کر اور اگر دنیا کو آخرت پر فوقیت دے گا تو دونوں کا نقصان اٹھائے گا- دیکھ مومن زادِ راہ لیتا کیونکہ وہ حالت سفر میں ہے- کافر مزے اڑاتا ہے کیونکہ وہ خود کو مقیم سمجھتا ہے- جب اللہ تعالیٰ سے دعا کرو تو دل کی گہرائی سے دعا کرو- کیونکہ دل کا اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ نہ ہونا بے ادبی ہے- اور دل کی تصدیق کے بغیر زبان سے نکلے ہوئے الفاظ بے مقصد جملوں کے سوا کچھ نہیں اور دیکھ بندے کی طلب اللہ ہے اور بندے کی منزل اللہ ہے اور بندے کا مقصود معبود ہے اور عقیدۂ توحید پر عمل ہی بندگی ہے-

اسلام سچائی کا دین ہے اور اسے اپنی فطرت میں سچائی رکھنے والا' باوفا' غیرت مند' قابل بھروسہ اور اللہ سے ڈرنے والا ہی قبول کرتا ہے یعنی وہی جو اپنے قول اور اقرار کی سچائی میں اپنی جان کی بھی پرواہ نہیں کرتا اور جب وہ اللہ سے عہد کرتا ہے کہ نہیں ہے کوئی معبود ہمارا سوائے آپ کے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسولؐ ہیں تو اس عہد کو پورا کرتے ہوئے اللہ کی بندگی کرنے والا عبادت گزار بندہ بن جاتا ہے اور پیارے نبیؐ کا فرمانبردار امتی بن جاتا ہے اور اللہ کو اپنا مقصود قرار دیتا ہے-

Marfat.com

اسلام قائم ہے قرآن وسنت پر اور یہی اسلام ہے اور یہی راہ ہدایت ہے اور یہی سچائی کی' نور کی' امن کی' سلامتی کی' حقیقت کی' طریقت کی' تصوف کی' زہد کی' معرفت کی' بندگی کی' عبدیت کی اور عرفان الٰہی کی راہ ہے- صرف ایک ہی راہ ہے اور صرف ایک ہی منزل ہے- کوئی شخص فرمانبرداری اختیار کئے بغیر اللہ کا فرمانبردار بندہ نہیں ہو سکتا - اور عبادت کے بغیر اللہ تعالیٰ کا عبد نہیں بن سکتا - بغیر درخت لگائے پھل نہیں کھا سکتا - بغیر لقمہ منہ میں رکھے پیٹ نہیں بھر سکتا-

ہر وہ راہ جو قرآن وسنت سے الگ ہٹ کر ہے' وہ اسلام کی راہ ہرگز نہیں ہے- قرآن وسنت سے ذرہ برابر انحراف' راہ ہدایت سے انحراف ہے اور راہ ہدایت سے الگ ہو جانا ہے اور گمراہ ہو جانا ہے- قرآن وسنت میں ذرہ برابر شک کرنے والا یا قرآن وسنت میں کسی چیز کو جھٹلانے والا دراصل اللہ اور اللہ کے رسولؐ کی ذات اور صفات میں شک پیدا کرتا ہے اور انہیں جھٹلاتا ہے- شک' جھوٹ' مکر وفریب اور نافرمانی' غفلت' بےعملی' تکبر' نفاق' کرید' یہ سب شیطانی صفات ہیں اور اسلام تمام عیبوں سے پاک ہے- بےشک اسلام سے بڑھ کر کوئی شرف نہیں اور پرہیزگاری سے بڑھ کر کوئی پناہ گاہ نہیں ہے اور تقویٰ سے زیادہ کوئی چیز عزت عطا کرنے والی نہیں ہے اور توبہ سے بڑھ کر اللہ کے حضور کوئی کامیاب سفارش کرنے والا نہیں ہے-

اے دکھوں میں' پریشانیوں میں' تکلیفوں میں مبتلا اور چین اور سکون کے لئے بےچین انسان تجھ پر تعجب ہے کہ تو توبہ اور استغفار کے ہوتے ہوئے مایوس نظر آتا ہے- تجھے کون سی چیز تجھی کے در پر پہنچنے سے روکتی ہے- کیا تو اللہ کی عطاؤ بخشش پر یقین نہیں رکھتا - جان لے کہ اللہ کی رحمت سے مایوسی کفر ہے- اللہ کے در سے تو بےعمل متکبر ہی دور رہتا ہے جو بغیر عمل کے آخرت کی تمنا کرتا ہے، زندگی کی امید میں توبہ نہیں کرتا اور اپنی خواہشات نفسانی کے ہاتھوں مجبور ہو کر خود کو دنیا کے ہاتھ بیچ دیتا ہے- جتنا بھی ملے پیٹ نہیں بھرتا اور ہوس پوری نہیں ہوتی - اگر کوئی خواہش پوری نہیں ہوتی تو بےچین' بےقرار اور بےصبرا بن جاتا ہے- وہ ہمیشہ کا ناشکر گزار ہے- اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کا اسے حکم دیا وہ اسے نہیں کرتا- اللہ کی نافرمانی کرتا ہے اور خواہشات نفسانی کی فرمانبرداری کرتا ہے- آزمائش میں مایوس ہو جاتا ہے- فراغت میں بدمست دیوانہ ہو جاتا ہے اور

Marfat.com

مصیبت میں چیخ پڑتا ہے۔ عبادت کی تکلیف، مشقت اور پابندی کو برداشت نہیں کرتا ہے، اس لئے دین کی پابندیوں سے دور ہو جاتا ہے۔ پھر دین کی ان پابندیوں سے اپنی دوری کا جواز پیش کرنے کے لئے شیطانی وسوسوں کا شکار ہو کر گمراہ کرنے والی باتیں کرتا ہے اور شر کے لئے عذر تلاش کرتا ہے اور شر کی حمایت میں حجت کرتا ہے۔ دیکھ زندگی ہے تو مہلت بھی ہے۔ جلدی سے توبہ اور استغفار کر۔

دین کی راہ	دنیا کی راہ
یہ اللہ کے خوف کی راہ ہے۔	یہ دنیا اور ہر برتر دنیا سے خوف کی راہ ہے۔
یہ ایمان کی راہ ہے۔	یہ کفر اور شرک کی راہ ہے۔
یہ ہدایت کی راہ ہے۔	یہ گمراہی کی راہ ہے۔
یہ سلامتی کی راہ ہے۔	یہ بربادی کی راہ ہے۔
یہ امن اور بے خوفی کی راہ ہے۔	یہ بدامنی اور خوف کی راہ ہے۔
یہ عاجزی اور انکساری کی راہ ہے۔	یہ تکبر کی راہ ہے۔
یہ خیر کی راہ ہے۔	یہ نقصان کی راہ ہے، شر کی راہ ہے۔
یہ شرم وحیا کی راہ ہے۔	یہ بے شرمی اور بے حیائی کی راہ ہے۔
یہ وفا کی، ایثار اور قربانی کی راہ ہے۔	یہ بے وفائی اور لوٹ کھسوٹ کی راہ ہے۔
یہ سچائی اور حقیقت کی راہ ہے۔	یہ جھوٹ مکر وفریب اور دکھاوے کی راہ ہے۔
یہ عدل کی راہ ہے۔	یہ ظلم کی راہ ہے۔
یہ پاکی کا راستہ ہے۔	یہ ناپاکیوں کی راہ ہے۔
یہ اخلاقی خوبیوں کی راہ ہے۔	یہ اخلاقی خرابیوں کی راہ ہے۔
یہ جنت کی راہ ہے۔	یہ دوزخ کی راہ ہے۔

Marfat.com

یہ اللہ کی حاکمیت کی راہ ہے اس میں انسان اللہ کا محکوم ہوتا ہے۔	یہ ذاتی حاکمیت کی راہ ہے، اس میں انسان اپنی ذات اور ذاتی خواہشات کا محکوم ہوتا ہے۔
یہ اللہ کی راہ ہے۔	یہ شیطان کی راہ ہے۔
یہ نرمی کی راہ ہے۔ اس راہ کی سختیاں دراصل نرمیاں ہیں، ہمیشگی کی راحت ہیں۔	یہ سختی کی راہ ہے۔
یہ اللہ کی بندگی کی تربیت کی راہ ہے۔	یہ دنیا کی بندگی کی تربیت کی راہ ہے۔
یہ حقیقی بادشاہ کے دربار میں حاضری کے آداب سکھانے کی راہ ہے۔	یہ بےادبی کی راہ ہے۔
یہ اللہ کی حاکمیت، حاکمیت کے نظام کی ضرورتوں یعنی فلاح اور خیر اور سلامتی اور امن اور بے خوفی کے نظام کے لئے نظم وضبط، وفا، ایثار اور قربانی، احساس فرض اور دیگر تمام پاکیزہ اخلاقی خوبیوں کے ساتھ اللہ کے لئے غیر متزلزل اور لازوال اطاعت گزاری، فرمانبرداری، شکرگزاری اور امانت داری کے حصول کی راہ ہے۔ یعنی وہ ابدی فلاحی نظام جو قیامت کے بعد قائم ہوگا۔	یہ نفس کی حاکمیت کی راہ ہے۔
اس راہ پر چلنے والا دوسرے کو اچھا اور خوش دیکھ کر خوش ہوتا ہے۔	دوسرے کو اچھا اور خوش دیکھ کر رنج اور حسد کرتا ہے۔
دوسرے کے بارے میں حسن ظن رکھتا ہے۔	ہر ایک کے بارے میں دل میں بدظنی رکھتا ہے۔

Marfat.com

اپنی خرابیوں اور دوسرے کی اچھائیوں پر نظر رکھتا ہے۔	اپنی اچھائیوں اور دوسرے کی خرابیوں پر نظر رکھتا ہے۔
دوسروں کو اوپر اٹھانے کی کوشش کرتا ہے۔	دوسروں کو نیچے گرانے کی کوشش کرتا ہے۔
نہ کسی پر ظلم کرتا ہے، نہ کسی دوسرے کا ظلم اپنے اوپر چاہتا ہے۔	دوسروں پر ظلم کرتا ہے لیکن اپنے اوپر ظلم پسند نہیں کرتا۔
نہ کسی دوسرے پر غالب آنا چاہتا ہے، نہ کسی دوسرے کا غلبہ اپنے اوپر پسند کرتا ہے۔	ہر ایک پر غالب آنا چاہتا ہے لیکن اپنے لئے کسی دوسرے کے غلبے کو پسند نہیں کرتا۔
حق بات کرتا ہے اور حق کو قائم رکھتا ہے۔	کافر حق کو جھوٹ ثابت کرتا ہے اور منافق حق پر مصلحت کا پردہ ڈال دیتا ہے۔
انسانیت، محبت، رواداری اور شرافت کی زبان سمجھتا ہے۔	طاقت، اختیار اور دولت کی زبان سمجھتا ہے۔
قول اور فعل میں یکسانیت پائی جاتی ہے۔	قول اور فعل میں تضاد پایا جاتا ہے۔
ظاہر اور باطن یکساں ہوتے ہیں۔	ظاہر اور باطن الگ الگ ہوتے ہیں۔
یہ اپنی عاجزی اور انکساری کو ثابت کرتا ہے۔	یہ اپنے تکبر اور برتری کو ثابت کرتا ہے اور اس کے لئے غیبت اور چغلی کرتا ہے۔
یہ اللہ کی راہ میں مال کو خرچ کرتا ہے۔	یہ مال کو جمع کرتا ہے اور اسے گن گن کر رکھتا ہے۔
یہ سخی ہوتا ہے۔	یہ لالچی اور کنجوس ہوتا ہے۔
یہ مادہ پرستی کی نفی کرتا ہے۔	یہ مادہ پرست ہوتا ہے۔
یہ وفا کرتا ہے۔	یہ دغا کرتا ہے۔

Marfat.com

یہ خلوص رکھتا ہے۔	یہ کینہ رکھتا ہے۔
اس کا مقصود اللہ تعالیٰ ہیں۔	اس کا مقصود دنیا ہے۔
اس کی خواہشات پر قوت برداشت اور نظم وضبط کا غلبہ ہوتا ہے۔	اس کی خواہشات بے لگام ہوتی ہیں۔
اس پر چونکہ دین کا غلبہ ہوتا ہے اس لئے ہر ایک کے ساتھ یہ اپنے دینی بھائی کی طرح سلوک کرتا ہے اور دینی بھائی سمجھتا ہے اور دوسروں سے بھی اپنے لئے ایسا ہی سلوک چاہتا ہے۔	اس پر دنیا کا اور اپنی دنیاوی حیثیت کا اور اپنی ذاتی برتری کا اور تکبر کا غلبہ ہوتا ہے اس لئے اپنے دنیاوی مرتبے اور برتری کو قائم رکھتے ہوئے' دوسروں کے لئے اپنے قول اور عمل کو خرچ کرتا ہے اور دل سے اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس سے کم مرتبہ لوگ اپنے قول اور عمل سے اس کی دنیاوی برتری کو تسلیم کریں۔
آخرت کے لئے عمل کرتا ہے۔	دنیا کے لئے عمل کرتا ہے۔
اللہ کو اپنا مالک قرار دیتا ہے۔	دنیا کو اپنا مالک قرار دیتا ہے۔
اللہ کو اپنا پروردگار قرار دیتا ہے۔	دنیا کو اپنا پروردگار قرار دیتا ہے۔
اپنی ہر ہر چیز پر اللہ کے قبضہ وقدرت کو ترجیح دیتا ہے۔	اپنی ہر ہر چز پر اپنے ذاتی قبضہ وقدرت کو ترجیح دیتا ہے۔

Marfat.com

اللہ کی عزت کے مقابلے میں خود کو ذلیل قرار دے کر اللہ کی بزرگی اور بڑائی کے احساس سے دنیا کے مقابل عزت کا احساس حاصل کرتا ہے۔	دنیا کے حضور میں ذلت اختیار کر کے عزت کے روپ میں ذلت حاصل کرتا ہے کیونکہ دنیا کے پاس دینے کے لئے ذلت کے سوا کچھ نہیں۔ دنیا کے پاس اگر دینے کے لئے کچھ ہے تو وہ ذلت ہے، رسوائی ہے، فکریں ہیں، پریشانیاں ہیں، تکلیفیں ہیں، خوف ہے اور بے اطمینانی ہے۔
اللہ کے اختیار، ارادے، خواہشات کو اپنے ذاتی اختیار، ارادے اور خواہشات پر ترجیح دیتا ہے۔	اللہ کے اختیار، ارادے اور خواہشات پر اپنے ذاتی اختیار، ارادے اور خواہشات کو ترجیح دیتا ہے۔
یہ دنیا کو آخرت کے لئے استعمال کرتا ہے۔	یہ دنیا کے لئے استعمال ہوتا ہے۔
یہ اپنی خواہشات پر حاکم ہوتا ہے۔	خواہشات اس پر حاکم ہوتی ہیں۔
اللہ کی اطاعت کرتا ہے۔	اپنی خواہشات نفس کی اطاعت کرتا ہے۔
اس کے پاس مرتے وقت اطمینان ہوتا ہے۔	اس کے پاس مرتے وقت پچھتاوا ہوتا ہے۔
اللہ کے لئے دین سے محبت کرتا ہے۔	اپنی ذات سے محبت کرتا ہے اور اپنی ذات کے لئے دنیا سے محبت کرتا ہے۔
اللہ کی رضا کے لئے انسانوں کی خدمت کرتا ہے۔	اپنے ذاتی مفاد کے لئے انسانوں کی خدمت کرتا ہے۔
اللہ سے غرض رکھتا ہے۔	اپنے ذاتی مفاد سے اور اپنی ذات سے غرض رکھتا ہے۔

اللہ سے صلے کی تمنا رکھتا ہے۔	دنیا سے صلے کی تمنا رکھتا ہے۔
اللہ سے غرض رکھنے کے سبب اس کی خدمت و محبت خالص اور بے غرض ہوتی ہے۔	اپنی ذات سے غرض رکھنے کے سبب اس کی محبت اور خدمت سب خودغرضی ہوتی ہے۔
اللہ کی فرمانبرداری کرتا ہے اور اللہ کی فرمانبرداری میں صاحب امر کی فرمانبرداری کرتا ہے۔	اپنی خواہشات کی فرمانبرداری کرتا ہے اور اپنی خواہشات کی فرمانبرداری میں دنیا کی فرمانبرداری کرتا ہے۔
عاجزی، شکرگزاری اور امانت داری کی صفات رکھتا ہے۔	تکبر کی، ناشکری کی اور امانت میں خیانت کی صفات رکھتا ہے۔
شرم و حیا، صبر و تحمل، عدل اور سچائی کی صفات رکھتا ہے۔	بے شرمی، بے حیائی، بے صبری، ظلم اور جھوٹ کی صفات رکھتا ہے۔
وفا، ایثار و قربانی اور احسان مندی کی صفات رکھتا ہے۔	بے وفائی، احسان فراموشی اور دوسرے سے سب کچھ چھین لینے کی صفات رکھتا ہے۔
اللہ علیم الحکیم کا بنایا ہوا قانون مکمل عدل ہے اور بے لچک، مصلحتوں سے پاک ہے۔	انسانی قانون ایسے ضابطے ہیں جنہیں انسان اپنی عقل کی کسوٹی پر پرکھتا ہے، اس میں لچک ہے۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے قانون کا ماخذ حقیقتیں ہیں جو کبھی نہیں بدلتیں مثال کے طور پر لڑکے کی تخلیق میں باپ دو چیزیں دیتا ہے، ایک میٹریل دوسرا فطرت، لڑکی کے لئے صرف میٹریل دیتا ہے۔ لڑکا باپ کے معاملات میں دو حصے دخیل ہوتا ہے جبکہ لڑکی کا ایک حصہ ہے، اسی لئے وراثت میں لڑکے کے دو اور لڑکی کا ایک حصہ ہے۔	انسان کے قانون کے اصل ماخذ اس کے اپنے رسم و رواج، طبقاتی، گروہی اور ذاتی مفادات ہیں جو وقت کے ساتھ بدلتے رہتے ہیں اور قانون بھی بدلتا رہتا ہے اور یہ قانون صرف کسی ایک قوم، گروہ یا طبقہ کی نمائندگی کرتا ہے۔
یہ قانون حقیقت ہے۔	یہ قانون ضرورت ہے۔
ایک بڑے غم یعنی غم آخرت کے ذریعے تمام چھوٹے غموں اور فکروں کو اپنے اندر سمیٹ لیتا ہے۔	ہر وقت بے شمار جانے پہچانے اور انجانے غموں اور فکروں میں مبتلا رہتا ہے۔
ہر وقت مطمئن اور سرشار رہتا ہے۔	ہر وقت غیر مطمئن اور اضطراب میں مبتلا رہتا ہے۔
اپنی زندگی کا مقصد رکھتا ہے۔	اپنی زندگی کا کوئی مقصد نہیں رکھتا۔
قول اور عمل یکساں ہوتا ہے۔	قول اور عمل میں فرق ہوتا ہے۔
اپنے اقرار اور عہد میں سچا ہوتا ہے۔	اپنے اقرار و عہد میں جھوٹا ہوتا ہے۔
ایک بڑے نقصان سے بچنے کے لئے چھوٹے نقصان کو قبول کر لیتا ہے اور بڑے فائدے کے لئے چھوٹے فائدے کو ترک کر دیتا ہے۔	دنیا کے چھوٹے نقصان کے مقابلے میں آخرت کے بڑے نقصان کو قبول کر لیتا ہے اور آخرت کے بڑے فائدے کو چھوڑ کر دنیا کا چھوٹا فائدہ قبول کر لیتا ہے۔

ظاہر میں دنیا کے ساتھ ملا جلا دکھائی دیتا ہے جبکہ باطن میں دنیا سے الگ رہتا ہے۔	ظاہر اور باطن دونوں میں دنیا کے ساتھ شامل ہوتا ہے۔
صلۂ رحمی اور سخاوت کو اللہ کی رضا کے لئے احساس فرض کے ساتھ اللہ کی شکر گزاری اور احسان مندی کے طور پر اختیار کرتا ہے۔	صلۂ رحمی اور سخاوت کو لوگوں پر احسان سمجھ کر کرتا ہے اور دوسروں کو اپنا احسان مند دیکھنا چاہتا ہے۔
صلۂ رحمی اور سخاوت اللہ کی راہ میں ہر ضرورت مند کے لئے کرتا ہے اور کبھی نہیں جتاتا۔	یہ صلۂ رحمی صرف اس کے ساتھ کرتا ہے جو اس کی برتری کو تسلیم کرے یا کم از کم اس کی برتری کے لئے خطرہ نہ ہو اور ہمیشہ جتاتا ہے۔
ہر شے کو اللہ کی ملکیت اور اللہ کی امانت سمجھتا ہے۔	وہ ہر شے کو اپنی ذاتی ملکیت تصور کرتا ہے۔
خواہشات اس کی اسیر ہوتی ہیں۔	یہ خواہشات کا اسیر ہوتا ہے۔
یہ ایسا ہمسفر ہے جو مرنے والے کو مرنے کے بعد بھی ہمیشہ یاد رکھتا ہے۔	یہ اپنے ساتھی کو مرنے کے بعد بھول جاتا ہے۔
نہ کسی کو اس کے مرتبے سے بڑھاتا ہے نہ گھٹاتا ہے۔	جبکہ یہ ہمیشہ خود کو برتر اور دوسرے کو کم تر ثابت کرتا ہے۔
یہ عیب کو عیب اور ہنر کو ہنر سمجھتا ہے۔	جبکہ یہ عیب کو ہنر اور ہنر کو عیب سمجھتا ہے۔
ظاہر اور باطن ایک ہوتا ہے۔	ظاہر اور باطن الگ الگ ہوتا ہے۔
اللہ تعالیٰ کے آگے ذلت اختیار کرتا ہے یعنی خود کو حقیر ثابت کرتا ہے۔	یہ ہر برتر کے سامنے ذلت اختیار کرتا ہے۔
خود کو اللہ تعالیٰ کا محتاج قرار دیتا ہے۔	خود کو اپنے نفس کا اور دنیا کا محتاج قرار دیتا ہے۔
یہ صرف اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔	یہ ہر طاقتور سے ڈرتا ہے۔

Marfat.com

یہ غیب پر ایمان لاتا ہے۔	یہ دنیا کے ظاہر پر ایمان لاتا ہے۔
یہ ہر شے کے باطن پر نظر رکھتا ہے۔	یہ ہر شے کے ظاہر پر نظر رکھتا ہے۔
یہ ہر شے کے انجام پر نظر رکھتا ہے۔	یہ انجام کی طرف سے غافل ہوتا ہے۔
یہ اللہ تعالیٰ کی ملکیت پر اللہ کے حق کو قائم کرتا ہے۔	یہ اللہ تعالیٰ کی ملکیت کو اپنی ذاتی ملکیت قرار دیتا ہے۔
اللہ کے حضور میں ذلت اختیار کر کے اپنے احساس کمتری کی نفی کرتا ہے۔	اپنے احساس کمتری کو مٹانے کے لئے تکبر اور خود فریبی کا سہارا لیتا ہے اور اپنے احساس کمتری کی نفی کرنے کے بجائے اسے بڑھاتا ہے۔
یہ ایسی چیز ذخیرہ کرتا ہے' جس سے اللہ خوش ہوں۔	یہ ایسی چیز ذخیرہ کرتا ہے' جس سے اپنی برتری ثابت کر سکے۔
جو کچھ اپنے پاس ہوتا ہے' اس کی فکر نہیں کرتا اور جو کچھ دوسرے کے پاس ہوتا ہے' اس پر نظر نہیں ڈالتا۔	جو کچھ اپنے پاس ہوتا ہے' اسے ناکافی سمجھتا ہے اور جو کچھ دوسرے کے پاس ہوتا ہے' اسے اپنے پاس دیکھنا چاہتا ہے۔
ہمیشہ نیچے دیکھ کر چلتا ہے۔	ہمیشہ اوپر دیکھ کر چلتا ہے۔
قوت یقین' قوت ارادی' قوت برداشت' قوت مشاہدہ' قوت توجہ حاصل کرتا ہے۔	بے یقینی' شک' بے اعتمادی اور بے اطمینانی حاصل کرتا ہے۔
یہ دنیا میں اللہ کی حاکمیت قائم کرتا ہے۔	یہ دنیا میں شیطان کی حاکمیت قائم کرتا ہے۔
یہ اللہ کی حاکمیت کے لئے شر سے لڑتا ہے۔	یہ شیطان کی حاکمیت کے لئے خیر سے لڑتا ہے۔

Marfat.com

یہ شر کو مٹاتا ہے اور حق کو قائم کرتا ہے۔	یہ خیر کو مٹاتا ہے اور حق کو مشتبہ کرتا ہے۔
یہ دنیا کو اللہ کے لئے اللہ کے بتائے ہوئے طریقے سے استعمال کرتا ہے۔	یہ دنیا کے لئے استعمال ہوتا ہے۔
یہ اپنے وجود کو تسخیر کرتا ہے۔	یہ دنیا اور دنیاداروں کے لئے مسخر ہوتا ہے۔
یہ اپنے وجود پر حاکم ہوتا ہے۔	یہ اپنی امیدوں اور خواہشات کا محکوم ہوتا ہے۔
یہ اللہ کے قانون اور ضابطوں پر عمل کرتا ہے۔	یہ اپنی ضرورتوں کے تحت بنائے ہوئے اصولوں پر عمل کرتا ہے۔
اللہ کا قانون ابدی ہے۔	دنیا کا قانون اس کی ضرورتوں کے تحت بدلتا ہے۔
اللہ کا قانون ہر ایک کے لئے یکساں ہے۔	دنیا کا قانون طاقت کا قانون ہے اور طاقت ور کو اور اس کے مفادات کو تحفظ دینے کا قانون ہے۔
یہ دے کر مدد لینے والے کا احسان مند ہوتا ہے کہ لینے والے نے اپنی امانت لے کر امانت کا بوجھ کم کر دیا کیونکہ میں نے جو کچھ دیا وہ اللہ کی طرف سے اس شخص کے لئے اور اس شخص کی امانت تھی۔	یہ مدد دے کر ساری عمر کے لئے احسان جتاتا ہے اور یہ چاہتا ہے کہ مدد لینے والا اس احسان کا ذکر کرتا رہے اور اس سے وہ بہت خوش ہوتا ہے۔

یہ چونکہ پاکی کو پسند کرتا ہے اور ناپاکیوں سے نفرت کرتا ہے اور خواہشات اس کی اسیر ہوتی ہیں اس لئے اس کے جسمانی دفاعی نظام میں ناپاکیوں اور بیماریوں کے خلاف شدید مزاحمت ہوتی ہے۔	یہ چونکہ ناپاکیوں کو پسند کرتا ہے اور اپنی خواہشات کا اسیر ہوتا ہے اور اس میں صبر و تحمل اور برداشت نہیں ہوتی اس لئے اس کا جسمانی دفاعی نظام بھی ناپاکیوں اور بیماریوں کو قبول کر لیتا ہے اور اس کے خلاف اس کی قوت مزاحمت یا تو نہیں ہوتی یا پھر بہت کمزور ہوتی ہے۔
اسلام اعتدال کی راہ ہے۔	دنیا بے اعتدالی کی راہ ہے' انتہا پسندی کی راہ ہے۔
اللہ تعالیٰ کا قانون ہر ایک کے لئے یکساں ہے اور ہر دور کی ضرورت ہے۔	دنیا کا قانون اور اصول دراصل قانون ضرورت ہیں اور اصول ضرورت ہیں اور ان کا دوہرا معیار ہے۔
صاحب ایمان اپنی فکر کو اللہ وحدہ لاشریک کی مرکزیت عطا کرتا ہے۔	یہ اپنی منتشر فکر کے سبب کوئی ایک بھی مرکز نہیں رکھتا' اس کی فکر کا کوئی مرکز نہیں ہوتا۔
اس کی فکر کا مرکز روحانی ہوتا ہے۔	اس کی فکر کا مرکز ہمیشہ مادی ہوتا ہے۔
اس کی فکر کا مرکز اس کے سامنے نہیں ہوتا۔	اس کی فکر کا مرکز اسے معلوم ہوتا ہے۔
اس کی فکر کا مرکز سے فاصلہ محدود بھی ہے اور لامحدود بھی ہے۔	اس کی فکر کا مرکز سے فاصلہ محدود ہے۔
اس کی فکر کا مرکز ابدی ہے۔	اس کی فکر کا مرکز ہمیشہ عارضی ہوتا ہے۔

Marfat.com

یہ اپنے اندر موجود قوتوں کو مجتمع کرتا ہے اور انہیں بڑھاتا ہے۔	وہ صرف اپنے اندر پہلے سے موجود قوتوں کو مجتمع کر سکتا ہے انہیں بڑھا نہیں سکتا۔
یہ ہر شعبہ میں اپنی قوتوں کو استعمال کر سکتا ہے۔	وہ صرف اپنے اندر پہلے سے موجود قوتوں کو استعمال کر سکتا ہے۔
اس کی کوشش اللہ کی طلب ہے، جو اس کی فکر اور شعور کی رسائی سے بہت بلند ہے۔	اس کی کوشش جن قوتوں کے حصول کے لئے ہوتی ہے، وہ اس کی فکر اور شعور کی رسائی کے دائرے میں ہوتی ہے۔

Marfat.com

یہ نماز کی حالت میں اللہ کے حضور ہو کر یقین کی قوت حاصل کرتا ہے اور اللہ کے حضور عاجزی کے ساتھ اپنے تین خواص کو یعنی سماعت' بصارت اور فکر کو اللہ کی طرف توجہ میں معطل کر کے بے پناہ قوت توجہ حاصل کرتا ہے- اللہ کی فرمانبرداری کے لئے اپنے وجود کو آمادہ کرتا ہے- اللہ کی فرمانبرداری کے لئے اپنے وجود کو آمادہ کر کے اپنے وجود' اپنے حواس اور اپنی خواہشات کی تسخیر کر کے بے پناہ قوت ارادی حاصل کرتا ہے اور اللہ کی اطاعت گزاری میں مشقت برداشت کر کے بے پناہ قوت برداشت حاصل کرتا ہے اور اللہ کی عبادت میں حسن ادائیگی کے ذریعہ احساس' فرض اور نظم وضبط حاصل کرتا ہے' اللہ کی رضا کے لئے پاکی حاصل کر کے اپنی فکر کو پاکی کی قوت عطا کرتا ہے- اللہ کے خوف کے ذریعے بے خوفی حاصل کرتا ہے-

یہ بے یقینی کی قوت حاصل کرتا ہے' اس کی توجہ کا دائرہ محدود اور منتشر ہوتا ہے- اس کا ارادہ غیر مستحکم ہوتا ہے- اس میں قوت برداشت ناپید ہوتی ہے' اس کا نظم وضبط دکھاوا ہوتا ہے-

صاحب ایمان کے قلب میں اللہ کی بڑائی کو غلبہ حاصل ہوتا ہے اور عجز کے ساتھ اپنے مخلوق ہونے کو اہمیت حاصل ہوتی ہے۔ اس لئے وہ بحیثیت اللہ کی مخلوق کے تمام مخلوقات سے تعلق رکھتا ہے اور وہ اس بات میں خوشی محسوس کرتا ہے کہ چھوٹے اور بڑے سب قسم کے لوگ اسے انسانیت کے رشتوں سے پکاریں اور وہ خود بھی لوگوں کو بھائی' ماموں' چچا وغیرہ کہہ کر مخاطب کرنا پسند کرتا ہے۔

دنیادار متکبر کے قلب میں' فطرت میں اور شعور میں' دنیا اور اپنی دنیاوی حیثیت اور اپنے دنیاوی مرتبے کو اللہ تعالیٰ پر غلبہ حاصل ہوتا ہے۔ اس لئے وہ چاہتا ہے کہ لوگ اس کے دنیاوی مرتبے کے لحاظ سے اسے عزت دیں۔ وہ اس بات کو تو پسند کرتا ہے' اس کے مقابلے میں بلند مرتبہ لوگ اسے اگر اس کے نام کے ساتھ بھائی لگا کر پکاریں تو وہ دل میں بہت خوش ہوتا ہے۔ اگر کم مرتبہ شخص بھائی کہے تو دل میں ناخوش ہوتا ہے۔

Marfat.com

اطاعت گزاری اور فرمانبرداری

اللہ تعالیٰ کی اطاعت گزاری یہ ہے کہ انسان اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ اللہ کے حکم کے مطابق بسر کرے۔ فرمانبرداری یہ کہ انسان ہر وقت اللہ تعالیٰ کے فرمان کی تعمیل میں لگا رہے۔ وفاداری یہ ہے کہ انسان اللہ کے سوا کسی کو اپنی ذات پر حق نہ دے اور اللہ ہی کا ہو جائے اور اللہ ہی کے لئے استعمال ہو اور ہمیشہ اللہ ہی کا خیال رکھے اور اپنے اللہ کے سوا نہ کچھ سنے اور نہ کچھ سوچے۔

یہ ایک کسوٹی ہے جس پر انسان اللہ تعالیٰ سے اپنی فرمانبرداری اور اپنے ایمان کو پرکھ سکتا ہے۔ انسان اپنی اولاد سے سب سے زیادہ محبت کرتا ہے اور جن چیزوں پر اس کا ایمان اور یقین ہوتا ہے کہ یہ چیزیں میری اولاد کے لئے اور ان کے مستقبل کے لئے اہم ہیں، قیمتی ہیں، ناگزیر ہیں وہی چیزیں اپنی اولاد کو دیتا ہے یا یہ کہئے کہ جتنی اچھی چیزیں ماں باپ کے پاس ہوتی ہیں، وہ تمام چیزیں وہ اپنی اولاد کو دیتے ہیں اور جن باتوں یا چیزوں پر ان کا ایمان ہوتا ہے کہ یہ ہماری اولادوں کے لئے نقصان دہ ہیں، ان سے وہ اپنی اولادوں کو دور رکھتے ہیں۔

کیا وہ اپنی اولادوں کو دین دیتے ہیں؟ کیا وہ اپنی اولادوں کو اللہ پر ایمان دیتے ہیں؟ کیا وہ اپنی اولادوں کو اللہ کی ذات اور صفات کا علم دیتے ہیں؟ کیا وہ اپنی اولادوں کو اللہ کی فرمانبرداری کے لئے عملی بندگی کی تربیت دیتے ہیں؟ کیا وہ اپنی اولادوں کو اللہ کا خوف دیتے ہیں؟ کیا وہ اپنی اولادوں کو آخرت کے سفر کے لئے تیار کرتے ہیں؟ کیا وہ اپنی اولادوں کو جہنم کی آگ سے بچانے کے لئے کچھ کرتے ہیں؟ کیا وہ اپنی اولادوں کو روز قیامت کا یقین دیتے ہیں؟ کیا وہ اپنی اولادوں کو راہ ہدایت پر چلنے کی تربیت دیتے ہیں؟ کیا وہ اپنی اولادوں کو، جو اللہ کی ملکیت ہیں، اللہ کے لئے بناتے اور سنوارتے ہیں؟ کیا وہ اپنی اولادوں کو اللہ کا بہترین بندہ اور پیارے نبیؐ کا بہترین امتی بنانے کی کوشش کرتے ہیں؟ اور صاحب ایمان تو ایک اللہ کا ہو کر سب کا ہو جاتا ہے اور اللہ کا نافرمان متکبر دنیادار سب کا ہونا چاہتا ہے اور کسی ایک کا بھی نہیں ہوتا اور جس کے پاس جو چیز ہوتی ہے وہی خرچ کرتا ہے۔ اللہ کا فرمانبردار بندہ خیر خرچ کرتا ہے اور اللہ کا نافرمان شر خرچ کرتا ہے۔ اور اللہ کا در تو سب سخیوں سے بڑے سخی کا در ہے۔ انسان کو کونسی چیز سخی کے در پر پہنچنے سے

روکتی ہے اور یہ تو وہ در ہے جس پر بدنصیبوں کی قسمتیں سنورتی ہیں اور جو سخی کے در کا ہو گیا وہ خوش نصیب ہو گیا اور جسے سخی نے اپنے در پر بلا لیا اور جسے سخی نے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنے در کا بنا لیا اس کی خوش نصیبی کا کیا کہنا۔

شکر گزاری

''تو (لوگو!) تم ہماری یاد میں لگے رہو کہ ہمارے ہاں بھی تمہارا ذکر (خیر) ہوتا رہے۔ اور ہمارا شکر کرتے رہو اور ناشکری نہ کرو۔'' (بقرہ: ع ۱۸ پارہ ۲)

''مسلمانو! ہم نے جو تم کو رزق طیب دے رکھا ہے (اس کو بے تامل) کھاؤ اور اگر تم اللہ کی بندگی کا دم بھرتے ہو تو اس کا شکر (بھی) کرو۔'' (بقرہ: ع ۲۱ پارہ ۲)

''اگر تم لوگ (خدا کی) شکر گزاری کرو اور اس پر ایمان رکھو تو خدا کو تمہیں عذاب دے کر کیا کرنا ہے بلکہ خدا تو شکر گزاروں کا قدردان اور (ان کے اعمال سے) واقف ہے۔'' (نساء: ع ۲۰ پارہ ۵)

''(موسیٰ نے اپنی قوم کو وعظ کرتے وقت یہ بھی کہا) اور وہ وقت بھی یاد ہے جب تمہارے پروردگار نے جتا دیا تھا کہ اگر ہمارا شکر کرو گے تو ہم تم کو اور زیادہ (نعمتیں) دیں گے اور اگر تم نے ناشکری کی تو تم کو (معلوم رہے کہ) ہماری مار (بھی بڑی) سخت (مار) ہے۔'' (ابراہیم ع ۲ پارہ ۱۳)

اور ہم نے لقمان کو دانائی عنایت فرمائی اور ارشاد کیا کہ اللہ کا شکر کرتے رہو۔ اور جو شکر کرتا ہے تو اپنے ہی (بھلے کے) لئے شکر کرتا ہے۔ اور جو ناشکری کرتا ہے تو اللہ بے نیاز اور (ہر حال میں) سزاوار حمد (وثناء) ہے۔'' (لقمان ع ۲ پارہ ۲۱)

ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''بے شک کھانے والے شکر گزار کے لئے اتنا ہی اجر ہے جتنا صبر کرنے والے روزہ دار کے لئے۔'' (مستدرک حاکم)

اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری یہ ہے کہ بندہ اپنے ہر ہر قول اور ہر ہر عمل سے اپنے اللہ تعالیٰ کے لئے بہترین، پاک و بے عیب اور تمام تعریفوں والے خیالات کا اظہار کرے، حسن ظن کا اظہار

کرے، چین، سکون اور اطمینان کا اظہار کرے، سرشاری کا اظہار کرے، بھروسے اور اعتماد کا اظہار کرے اور اپنے اللہ تعالیٰ کی عطاء و بخشش پر اطمینان اور خوشی کا اظہار کرے اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو تسلیم کرتے ہوئے ہمیشہ اپنے اللہ تعالیٰ کا احسان مند رہے۔

اے شخص تو غور کر ایک محتاج تیرے دروازے پر آتا ہے اور تو اسے چند روپے دیتا ہے، وہ بڑے احترام سے اسے لے کر رکھ لیتا ہے، تیرا شکریہ ادا کرتا ہے اور تیری دنیا اور آخرت کی بھلائی کے لئے دعا کرتا ہے اور چلا جاتا ہے۔ اب محتاج کے عمل میں کتنی چیزیں پوشیدہ ہیں، پہلی چیز تو یہ کہ وہ واقعی ضرورت مند تھا اور اس نے اپنی محتاجی کو ثابت کیا۔ دوسرے اس نے تیری مدد کو قبول کیا، تیسرے اس نے تجھے عزت دی، چوتھے اس نے تیرے لئے احسان مندی کا اظہار کیا۔ اب اگر وہ دوبارہ تیرے پاس آئے تو تیرے دل میں اس کے لئے جگہ ہوگی اور تو پہلے سے زیادہ اس کی مدد کرنا چاہے گا۔

اب ایک دوسرا محتاج تیرے دروازے پر آتا ہے، تو اسے بھی چند روپے دیتا ہے، وہ یہ چند روپے پھینک کر چلا جاتا ہے، تو اس محتاج نے اپنی محتاجی کی تردید کی۔ اس نے تیری مدد کو توہین سمجھا، اس نے تکبر کا اظہار کیا اور تیری مدد کو ٹھکرا کر دراصل اس نے تیری ذات کو ٹھکرایا اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خود کو اس نفع سے محروم کر لیا جو اسے تجھ سے پہنچ سکتا تھا۔

شکر گزاری کا باطن

اے اللہ میں اختیار نہیں رکھتا اور نہ میں اپنی ذات کو کوئی نفع پہنچا سکتا ہوں اور نہ نقصان اور نہ میں اپنی زندگی پر کوئی اختیار رکھتا ہوں اور نہ موت پر اور نہ ہی اس بات کا اختیار رکھتا ہوں کہ میں سوائے اس کے کہ جو آپ مجھے عطا کریں، کچھ اور لوں اور یہ کہ آپ کے سوا کوئی مجھ کو دنیا اور آخرت کے نقصان سے بچانے والا نہیں اور اے اللہ مجھے توفیق دے ان باتوں کی جو تجھے محبوب ہیں، خواہ وہ میرے قول ہوں یا میرے عمل، اس دعا میں بندگی کی حقیقت پوشیدہ ہے۔

اب اس دعا کے باطن پر غور کر، اس میں اللہ تعالیٰ کی پاک، بے عیب تمام تعریفوں والی ذات سے مکمل وابستگی، مکمل بھروسہ، مکمل اعتماد کا اظہار ہے۔ دوسرے شکر گزاری ہے۔ یہ ایسے عاجز اور

محتاج بندے کی صفت ہے جو اپنے اللہ تعالیٰ کی پاک' بے عیب تمام تعریفوں والی ذات اور صفات پر غیر متزلزل یقین رکھتا ہے اور انسان بطور اللہ کی ملکیت کے اپنے مالک سے اور مخلوق اپنے خالق سے' وراثت اپنے وارث سے اور رعایا اپنے بادشاہ سے بطور حق کے کوئی شے طلب نہیں کرسکتی۔ صرف اللہ تعالیٰ سے رحم و کرم اور احسان کو طلب کرسکتی ہے۔ دوسرے یہ یقین کے مالک کے سوا کوئی ملکیت کو عطا کرنے والا نہیں ہے اور ملکیت کی بھلائی چاہنے والا نہیں ہے۔ اور مخلوق کو خالق کے سوا نہ کوئی عطا کرسکتا ہے اور نہ اس کی بھلائی چاہ سکتا ہے۔ اسی طرح وراثت کو وارث کے سوا' رعایا کو بادشاہ کے سوا نہ کوئی عطا کرنے والا ہے اور نہ اس سے زیادہ کوئی اس کی بھلائی چاہنے والا ہے۔ یہ دعا تشریح ہے سورۃ الفاتحہ کی جس میں بندہ اللہ تعالیٰ سے کہتا ہے کہ اے اللہ ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں اور آپ ہی سے مدد چاہتے ہیں اور آپ ہی پر بھروسہ کرتے ہیں۔

شکر گزار اہل وفا ہوتا ہے

اور شکر گزار تو اہل وفا ہوتا ہے اور اہل وفا کا کام تو بس اپنے اللہ کی' اپنے مالک کی' اپنے خالق کی' اپنے وارث کی' اپنے بادشاہ کی اور اپنے معبود کی اطاعت گزاری کرنا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل' اس کا رحم و کرم' اس کی عطا و بخشش' اس کا احسان' اس کی سلامتی' اس کی فلاح' اس کی خیر' اس کی مدد' اس کی پناہ' اس کی توفیق' اس کی ہدایت' اس کی رہنمائی طلب کرتے رہنا ہے۔ اور ہمارے اللہ جیسا کوئی عظیم الشان نہیں اور ہمارے اللہ تعالیٰ نے ہم کو جو کچھ عطا کیا وہ ہم پر ہمارے اللہ تعالیٰ کا احسان ہے۔ اور ہمارا تو سب کچھ اللہ ہے جبکہ ناشکر گزار کا سب کچھ اس کی اپنی ذات ہے اور شکر گزار تو صاحب ایمان ہوتا ہے اور عظمت الٰہی کی سمجھ رکھتا ہے۔

اور عظمت الٰہی کی سمجھ دنیا اور اہل دنیا دونوں کو مومن کی نگاہ میں حقیر بنا دیتی ہے اور انسان حقیر چیز کو نہ طلب کرتا ہے اور نہ ہی اس سے خوف کھاتا ہے۔ اس طرح لالچ اور خوف ختم ہو گئے تو جھوٹ خود بخود ختم ہو گیا کیونکہ انسان جھوٹ یا تو خوف سے بولتا ہے یا لالچ سے۔ اور جب خوف ختم ہو گیا تو قول اور فعل میں بے خوفی اور اعتماد پیدا ہو گیا اور اس کے دل سے دنیا کی محبت ختم ہو گئی اور دنیا سے توقعات ختم ہو گئیں اور شکر تو نعمت کے لئے ہوتا ہے اور نعمت تو اس کے لئے ہے جو نعمت

کو تسلیم کرتا ہے اور بے شمار نعمتوں کے لئے تو بے شمار شکر ہے- اور حمد تو تمام تعریفوں والے اللہ کے لئے ہے اور اللہ کی حمد تو وہ کرتا ہے جو اللہ کو تمام تعریفوں والا تسلیم کرتا ہے اور حمد ہر حال میں ہوتی ہے' چاہے نعمت ملے یا نہ ملے اور حمد احسان سے پہلے بھی ہوتی ہے اور احسان کے بعد بھی ہوتی ہے-

شکر گزار اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے

اللہ تعالیٰ کے صاحب ایمان بندوں کی پہچان یہ ہے کہ وہ اللہ سے ڈرتے ہیں-

''جو لوگ اللہ سے ڈرتے ہیں' اس کی آیات پر ایمان رکھتے ہیں' کسی کو خدا کا شریک نہیں ٹھہراتے' اس کی راہ میں جو بن پڑے دیتے ہیں' اور ان کے دل اس خیال سے کانپتے رہتے ہیں کہ انہیں اللہ تک پہنچنا ہے (کہیں کوئی رکاوٹ نہ آ جائے)-'' (المومنون: ۵۷-۶۰)

اللہ تعالیٰ کی راہ میں عزم و استقلال بے حد ضروری ہے-

''جو لوگ اللہ کو اپنا رب مان کر اس راہ پر عزم و استقلال سے چل پڑتے ہیں ہم ان پر فرشتے نازل کرتے ہیں جو انہیں یہ بشارت دیتے ہیں کہ خوش ہو جاؤ کہ اب خوف و خطر کی کوئی وجہ باقی نہیں رہی-'' (حم السجدہ: ۳۰)

اور جو لوگ خود کو اللہ تعالیٰ سے وابستہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''جو لوگ ہم سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کرتے ہیں' ہم انہیں بلندی کی راہیں دکھاتے ہیں اور اللہ ہمیشہ نیک لوگوں کا ساتھ دیتا ہے-'' (العنکبوت: ۶۹)

شکر گزار بندہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو اس کی نافرمانی میں استعمال کرنے سے ڈرتا ہے- بے شک اللہ کا خوف حکمت اور دانائی کی جڑ ہے- جو اللہ کا خوف رکھتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی پسند اور ناپسند کا' خوشی اور ناراضگی کا خیال رکھتا ہے اور انہیں تلاش کرتا رہتا ہے- اور اللہ تعالیٰ کی پسند اور خوشی کو اختیار کرتا ہے اور ناپسند اور ناراضگی کی چیزوں سے خود کو دور رکھتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی پسند خیر ہے اور خوشی' خیر اور فلاح کی چیزوں میں ہے اور اسی طرح ناراضگی اور ناپسندیدگی' شر اور شر کی چیزوں سے ہے اور ان تمام باتوں کی ضرورت تو اسے ہے جو اللہ پر ایمان رکھتا ہے اور اللہ کو جانتا ہے اور اللہ کی پسند اور خوشی کی اسے ضرورت ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے اسے نقصان

Marfat.com

پہنچ سکتا ہے۔ اور وہ جو عقل اور شعور رکھتا ہے' وہی شکر گزاری کرتا ہے اور وہ جانتا ہے کہ جو عطا کرنے پر قادر ہے وہی چھین بھی سکتا ہے' جو عزت دیتا ہے وہ ذلت بھی دے سکتا ہے۔ جو جزا دے سکتا ہے وہ سزا بھی دے سکتا ہے۔ اور جو شخص تھوڑے پر راضی نہیں ہے وہ زیادہ پر بھی راضی نہیں۔ اور جو راضی نہیں ہوا اس نے گویا نعمت کو ٹھکرا دیا اور جس نے نعمت کو ٹھکرایا اس نے نعمت عطا کرنے والے کو ٹھکرایا اور اس طرح آنے والی تمام نعمتوں کو ٹھکرایا اور شکر تو وہی کرتا ہے جو اپنے اللہ کے بارے میں حسن ظن رکھتا ہے اور اپنے اللہ کے بارے میں حسن ظن تو وہی رکھتا ہے جو اپنے اللہ کی تمام تعریفوں والی ذات اور صفات کی تصدیق کرتا ہے اور اپنے اللہ کی بندگی کرتا ہے۔ اور جو حالت نماز میں دل کی سچائی کے ساتھ اپنے تمام اعضاء' اپنے تمام حواس کو جکڑ کر' باندھ کر محتاج اور بے اختیار بنا کر اپنے تمام تعریفوں والے اللہ کے اور اپنے پالنے والے کے حوالے کر دیتا ہے اور سپرد کر دیتا ہے اور خود کو اللہ کا اور اللہ کو اپنا سب کچھ قرار دیتا ہے اور اپنی ذات پر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنے ذاتی اختیار' ارادے اور خواہشات سے دستبردار ہو کر اپنی ذات اللہ کو سونپ دیتا ہے۔ اللہ کے حضور ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونے کے اور رکوع اور سجدے میں اعضاء کی بندش کے یہی معنی ہیں۔

شکر گزاری میں عجز کا پہلو

عاجزی رکھنے والا زمین پر سر کو جھکا کر چلتا ہے اور نیچے کی طرف دیکھ کر چلتا ہے۔ زمین پر موجود ہر نشیب و فراز کو دیکھ کر چلتا ہے اور ہر بھلے اور برے کو دیکھ کر چلتا ہے اور دیکھو سب خزانے تو زمین پر اور زمین کے نیچے ہیں۔ کسی انسان کو ناشکری کا حق نہیں۔ ہر ایک کسی نہ کسی لحاظ سے دوسرے سے بہتر اور برتر ہے۔ کوئی علم رکھتا ہے' کوئی دولت رکھتا ہے' کوئی نیک اولاد رکھتا ہے' کوئی علم و حکمت رکھتا ہے' کوئی چین اور سکون رکھتا ہے' کوئی قوت اور طاقت رکھتا ہے' کوئی بے فکری اور بے نیازی رکھتا ہے۔ غرض ماں' باپ' بھائی' بہن' اچھے مخلص دوست' ایمان' امن اور بے خوفی' پاکیزہ اخلاق' اچھی آواز' غرض بے شمار قسم کی نعمتیں اور دولتیں ہیں۔ شکر گزار ہمیشہ یہ کہتا ہے کہ اے ہمارے پروردگار ہم سب آپ کے محتاج ہیں اور جو خود محتاج ہو وہ کسی پر احسان نہیں کر سکتا اور آپ کا احسان ہی ہم سب پر ہے اور تمام مخلوقات پر ہے اور زمینوں اور آسمانوں میں جو کچھ ہے ایک

ایک ذرے پر ہے- اور اے اللہ ہم کو آپ نے بہت اچھی حالت میں پیدا فرمایا اور بے شک شکر گزار ہمیشہ اپنے سے نیچے کی طرف دیکھتا ہے- ان لوگوں کی طرف جو کہ برے حال میں ہیں' جبکہ ناشکر گزار متکبر ہمیشہ اوپر کی طرف دیکھتا ہے اور ہمیشہ دنیا میں دنیاداروں کی برابری کرنا چاہتا ہے بلکہ ان سے دوڑ میں آگے نکل جانا چاہتا ہے اور ہمیشہ حالات کا رونا روتا رہتا ہے- دراصل شکر گزاری ایمان کی کسوٹی ہے کیونکہ صاحب ایمان ہمیشہ شکر گزار ہوتا ہے- شکر گزاری تو وہی کرتا ہے جو اللہ کے احسان کو تسلیم کرتا ہے اور اللہ کے احسان کو وہی تسلیم کرتا ہے جو اللہ کی بزرگی اور بڑائی کو تسلیم کرتا ہے کیونکہ احسان ہمیشہ بڑا کرتا ہے اور جو اللہ کی بڑائی کو تسلیم کرتا ہے تو وہی اللہ پر ایمان رکھتا ہے-

شکر گزار کے اوصاف

حمد اور تسبیح سے مصیبتیں اور پریشانیاں ٹلتی ہیں-

''ایک مچھلی اسے نگل گئی اور وہ بہت نادم ہوا- اگر وہ ہمارے ثنا خوانوں (تسبیح کرنے والوں) میں نہ ہوتا تو بطن ماہی میں قیامت تک رہتا لیکن ہم نے اسے نکال کر میدان پہ پھینک دیا اور وہ بہت نڈھال تھا-'' (۳۷: ۱۴۲-۱۴۵)

حمد اور تسبیح کرنے والے کو اور ذکر کرنے والے کو مسرتیں، چین' سکون اور اطمینان ملتا ہے-

''طلوع آفتاب سے پہلے' غروب کے بعد' دوران شب' اور دن کے دونوں کناروں پر اللہ کو یاد کیا کرو' تاکہ تمہیں مسرت حاصل ہو-'' (۴۵:۱۳۱)

''اے ایمان والو! اللہ کو بہت یاد کرو اور صبح و شام اس کی حمد و ثنا کے گیت گاؤ-'' (احزاب: ۴۱-۴۲)

''ذکر خدا بہت بڑی چیز ہے-'' (تسبیح)

آخرت کی زندگی ہی اصل زندگی ہے:

''یہ مال و اسباب متاع و زینت دنیا ہے اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ بہتر اور پائیدار ہے-'' (۱۶:۱۳۰)

''اگلی زندگی ہی اصلی زندگی ہے۔'' (۲۹:۶۴)

بلاشبہ اللہ کا دیا تھوڑا بندے کے دیئے ہوئے بہت سے کہیں زیادہ بھی ہے اور شریفانہ بھی ہے۔ حالانکہ بندے کے پاس جو کچھ ہے وہ بھی پروردگار ہی کا ہے۔ شکر گزار بندہ اپنے اللہ سے طلب کرنے میں تکلف نہیں کرتا۔ اپنے اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے دریغ نہیں کرتا۔ جو کچھ اپنے پاس ہے اس کی پرواہ نہیں کرتا اور جو کچھ دوسروں کے پاس ہے' اس پر نظر نہیں ڈالتا۔ نہ افراط کرتا ہے اور نہ تفریط۔ دوسروں کی جائز ضرورتوں کو اپنی ضرورتوں پر ترجیح دیتا ہے۔ دوسروں کو خوشیاں دے کر خوش ہوتا ہے۔ ہمیشہ اپنی خامیوں اور دوسرے کی اچھائیوں پر نظر رکھتا ہے۔ نیکی اور صلۂ رحمی کو دوسروں پر احسان نہیں سمجھتا۔ اپنے ساتھ کی جانے والی ہر نیکی کو یاد رکھتا ہے۔ اگر کسی وجہ سے اس نیکی کا بدلہ نہ دے سکے تو نیکی کرنے والے کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے۔ اس کے پاس عزت ہوتی ہے' وہ ہر ایک کو عزت دیتا ہے۔ اس کے پاس محبت اور شفقت ہوتی ہے' وہ ہر ایک کے ساتھ محبت اور شفقت سے پیش آتا ہے چونکہ اس کے شعور میں بھلائی ہوتی ہے اس لئے وہ بھلائی خرچ کرتا ہے۔ کسی کی غیبت نہیں کرتا' کسی سے حسد نہیں کرتا اور کسی سے نفرت نہیں کرتا۔ کسی سے مقابلہ نہیں کرتا ہے اور نہ دنیا کی طلب میں کسی کی برابری کرتا ہے۔ شکر گزاری کی سرشاری میں مست رہتا ہے۔ ایمان کی ایک کسوٹی یہ بھی ہے کہ شکر گزار ہمیشہ دوسروں کو خوشیاں دے کر خوش ہوتا ہے۔ شکر گزار بندہ کبھی اللہ کی نافرمانی نہیں کرسکتا اور متکبر کبھی اللہ کی شکر گزاری نہیں کرسکتا۔ چونکہ متکبر کی فطرت میں اپنی ذات کے لئے محتاجی ہے اور محتاجی کبھی نہ ختم ہونے والی چیز ہے۔ اور متکبر ہر حال میں محتاج ہے۔ اور محتاج نہ شکر گزاری کرسکتا ہے نہ وفا کرسکتا اور نہ سخاوت کرسکتا ہے۔

اس سے زیادہ واضح آیت یہ ہے:

''جو شخص اللہ کی راہ میں خرچ کرتا' گناہ سے بچتا' اور اچھی باتوں کو صحیح سمجھتا ہے' ہم اس کے لئے آسانیاں (فراخی رزق' سکون) بہم پہنچائیں گے۔ دوسری طرف جو آدمی بخل کرتا' لوگوں کی تکالیف سے بے نیاز رہتا اور اچھی باتوں کو جھٹلاتا ہے' ہم اسے دکھ اور تنگیٔ رزق میں مبتلا کردیں گے۔'' (۹۲:۵-۱۱)

Marfat.com

اللہ کی رضا کے لئے اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے میں بڑی سعادت پوشیدہ ہے- مال تمام خرابیوں کی جڑ ہے- مال ہی غفلت اور تکبر کا اصل سبب ہے- جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ سے اور خیر کی تمام قوتوں سے اپنا تعلق جوڑتا ہے اور اپنے وجود سے بہت سے گناہوں اور ناپاکیوں کو دھوتا ہے- اللہ کی راہ میں مخلوق کی خدمت کر کے وہ اپنے لئے اللہ کی رحمت تلاش کرتا ہے اور اپنی سب سے محبوب چیز یعنی مال کو خرچ کر کے اپنے اندر اللہ تعالیٰ کی وفا' ایثار اور قربانی کا جذبہ پیدا کرتا ہے- اپنی فکر کو اور باطن کو پاکی اور اچھے اوصاف کا اثر دیتا ہے- اور جس پر اللہ تعالیٰ مہربان ہوں اور جسے خیر کی قوتوں کا تعاون حاصل ہو اس کے لئے زندگی میں سکون ہی سکون ہوتا ہے- جو شخص مال سے نجات حاصل کرتا ہے یا مال کی محبت سے نجات حاصل کرتا ہے وہ دراصل مادیت سے نجات حال کرتا ہے- دراصل مال کی محبت اللہ اور بندے کے درمیان سب سے بڑی رکاوٹ ہے-

دراصل شکر گزاری حاصل ہے فرمانبرداری' اطاعت گزاری اور وفاداری کا- کیونکہ اہل وفا جس کا وفادار ہے اس کے بارے میں نہ برا سوچ سکتا ہے' نہ برا کہہ سکتا ہے اور نہ برا سن سکتا ہے- بندہ کی شکر گزاری دراصل اللہ تعالیٰ پر اس کے ایمان کی کسوٹی ہے- صاحب ایمان کبھی بھی ناشکر گزار ہو ہی نہیں سکتا- کیونکہ ناشکری یا تو متکبر کرے گا یا کفر کرنے والا کرے گا یا منافق کرے گا- اور مال کی محبت سے نجات حاصل کرنا دراصل اپنی ذاتی برتری کے لئے استعمال ہونے والے اصل سبب سے نجات حاصل کرنا ہے اور اپنی ذاتی برتری کو غیر اہم سمجھتے ہوئے اس سے اللہ کے حضور دستبردار ہونا ہے-

شکر گزار بندہ کبھی دولت سے محبت نہیں کرتا- وہ اس حقیقت سے واقف ہوتا ہے کہ انسان دنیا میں خالی ہاتھ آتا ہے اور خالی ہاتھ جاتا ہے- بے اختیار آتا ہے اور بے اختیار جاتا ہے- جب آتا ہے تو مجبور اور بے بس ہوتا ہے اور جب جاتا ہے تو مجبور اور بے بس ہوتا ہے- اور دنیا میں اس کا حصہ تو صرف اتنا ہی ہے جتنا کہ کھا پی لیا' پہن کر پھاڑ دیا- شکر گزار کبھی کسی چیز کو جمع نہیں کرتا' سوائے نیک عمل کے- وہ جانتا ہے کہ علم جب تک خرچ ہوتا رہتا ہے اور دولت جب تک تقسیم ہوتی

Marfat.com

رہتی ہے اور پانی جب تک بہتا رہتا ہے' پاک رہتا ہے اور جہاں ٹھہر جاتا ہی وہیں خرابی پیدا کرنے لگتا ہے- شکرگزار بندہ تو بہت دولت مند ہوتا ہے- اس کے پاس ایمان کی دولت ہوتی ہے' امن اور بے خوفی کی دولت ہوتی ہے' چین اور سکون کی دولت ہوتی ہے' اطمینان اور آرام کی دولت ہوتی ہے- اور وہ کم قیمت چیز کے بدلے زیادہ قیمت کی چیز جمع کرتا ہے- دنیادار بھی دنیا ہی کو استعمال کرتا ہے اور شکرگزار بھی دنیا ہی کو استعمال کرتا ہے مگر فرق صرف اتنا ہے کہ دین دار ہمیشہ دنیا کو اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشی کے لئے استعمال کرتا ہے جبکہ دنیادار اگر ایک جگہ دنیا کو اپنے لئے استعمال کرتا ہے تو وہ دنیا کے لئے یعنی دنیا میں اپنے سے برتر کے لئے استعمال بھی ہوتا ہے- فرق صرف احساس کا ہے- بلاشبہ اللہ کا دیا تھوڑا بندے کے دیئے ہوئے بہت سے کہیں زیادہ بھی ہے اور شریفانہ بھی ہے اور چونکہ پاک بے عیب تمام تعریفوں والے اللہ کی عطا ہے' اس لیے اس میں فلاح ہے اور خیر ہے اور یہ تمام بلاؤں اور مصیبتوں سے پاک ہے-

شکرگزاری میں مساوات کا پہلو

شکرگزار کبھی کسی کو کسی سے کمتر نہیں سمجھتا- وہ جانتا ہے کہ مخلوق سے محبت خالق سے محبت ہے اور سب ایک ہی خالق کی تخلیق ہیں اور ایک ہی مصور کا شاہکار ہیں اور سب کا مالک ایک ہے' پالنے والا ایک ہے' بادشاہ ایک ہے اور معبود ایک ہے- اور ہم سب جب اپنے اللہ تعالیٰ کے حضور میں کھڑے ہوتے ہیں تو بہت ہی ادنیٰ اور حقیر ہوتے ہیں اور جو چیز ادنیٰ اور حقیر ہوتی ہے اس کی کوئی شناخت نہیں ہوتی' ہم سب اللہ کے عاجز اور حقیر بندے ہیں-

جو دنیا سے وابستہ ہے اور دنیا میں ملوث ہے' وہ نہ تو دنیا کی خرابیوں سے واقف ہو سکتا ہے اور نہ دنیا کو استعمال کر سکتا ہے- وہ ہمیشہ خود استعمال ہوتا ہے جبکہ صاحب ایمان اپنے قلب وشعور' اپنے اللہ کی بزرگی اور بڑائی کے غلبے کے بقدر اپنی فطرت میں موجود خوف' ذلت محتاجی اور ناپاکیوں کو اپنے اللہ کی فرمانبرداری میں پاکیاں حاصل کرنے کے لئے استعمال کرتا ہے اور اسی کے بقدر وہ اپنے باطن میں دنیا سے دور ہو جاتا ہے- جبکہ ظاہر میں وہ دنیا سے ملا جلا دکھائی دیتا ہے اور وہ اللہ کے لئے دنیا کو بے خوفی کے ساتھ استعمال کرتا ہے- جو شے استعمال ہوتی ہے وہ محکوم ہوتی ہے اور

Marfat.com

جو اسے استعمال کرتا ہے وہ حاکم ہوتا ہے- وہ دنیا کو استعمال کرتا ہے اور ہر وقت اللہ کی شکر گزاری کرتا ہے- اور شکر گزاری میں آگے بڑھتے بڑھتے ایک وقت ایسا بھی آتا ہے کہ خود دنیا اس کے لئے استعمال ہوتی ہے- دنیا پر ایمان رکھنے والا دنیا دار دنیا کے لئے استعمال ہوتا ہے' خواہ کتنی ہی دولت اور اختیار حاصل کر لے' وہ عاجز' مجبور محتاج اور محکوم ہوتا ہے- اس لئے وہ شکر گزاری کرنے سے عاجز ہے اور شکر گزاری تو نعمتوں کے لئے ہوتی ہے اور وہ شکر گزاری کرتا ہے جو نعمتوں کو استعمال کرتا ہے- متکبر دنیا دار تو بیچارہ خود استعمال ہو رہا ہے' وہ کیسے شکر گزاری کر سکتا ہے- دنیا کا مغلوب دنیا کی صفات سے اپنے ظاہر اور باطن کی تشکیل کرتا ہے اور اللہ کا مغلوب اپنے مغلوب ہونے کے بقدر اللہ کی صفات سے اپنے ظاہر اور باطن کی تشکیل کرتا ہے-

شکر گزاری میں شفاء کا پہلو

شکر گزار اپنے خاکی وجود میں اور اپنی روح کے لئے اپنی فطرت کے مطابق ایسے مادے اور جوہر جمع کرتا ہے جن کی فطرت میں وفا ہوتی ہے' ایثار اور قربانی ہوتی ہے' نظم وضبط ہوتا ہے' اعتماد ہوتا ہے' بے خوفی ہوتی ہے' احسان مندی اور امانت داری ہوتی ہے' احساس فرض ہوتا ہے- یہی اس کے جسمانی اور روحانی نظام کی اور اس کے دفاعی نظام کی خوبیاں ہوتی ہیں- اس کی آنکھوں سے اور اس کی فکر سے خارج ہونے والی لہروں میں بھی شفاء کی تاثیر ہوتی ہے- شکر گزاری کی راہ دراصل پاکی کی راہ ہے اس لئے اس میں پاکی ہی پاکی ہے اور پاکی میں شفاء ہی شفاء ہے- شکر گزاری ایمان کی کسوٹی ہے- شکر گزاری بندگی کا حاصل ہے- صاحب ایمان کبھی بھی اللہ تعالیٰ کی ناشکری نہیں کر سکتا-

دنیا میں دو قسم کے عناصر ہیں' ایک وہ جو حیات رکھتے ہیں اور دوسرے وہ جو حیات نہیں رکھتے لیکن اپنا ایک باطن اور اپنا ایک نظام رکھتے ہیں- یا یوں کہہ لیں کہ ایک وہ جو استعمال کرتے ہیں دوسرے وہ جو استعمال ہوتے ہیں- غالب استعمال کرتا ہے اور مغلوب ہمیشہ استعمال ہوتا ہے- شکر گزار ہمیشہ اللہ کی فرمانبرداری میں اپنی قوتوں کی' حواس کی' خواہشات کی تسخیر کرتا ہے' وہ اپنے وجود پر حاکم ہوتا ہے یعنی اس کی اصل روح اپنے خاکی وجود پر اور اس وجود سے وابستہ حیوانی روح پر

Marfat.com

غالب ہوتی ہے اور اپنے وجود میں موجود پاکیوں کو استعمال کرتی ہے اور اپنے مغلوب پر استعمال کرتی ہے۔ اس کے لئے دنیا بھی مغلوب ہے اور دنیا کا مغلوب دنیادار بھی مغلوب ہے اور اس کے لئے وہ عناصر بھی مغلوب ہیں جو حیات نہیں رکھتے اور ان کے لئے مغلوب کی حیات بھی مغلوب ہوتی ہے۔ پاکی میں شفاء ہے اس لئے شاکر بندہ اپنے ہر مغلوب کو شفاء تقسیم کرتا ہے۔

امانت داری

ارشادِ نبویؐ ہے:

''جس میں امانت داری نہیں اس میں ایمان نہیں، جو پابند عہد نہیں اس کا کوئی دین نہیں۔''

جب ایک مالک اپنی کوئی شے کسی دوسرے کے پاس عارضی طور پر رکھواتا ہے یا دیتا ہے تو وہ امانت ہے۔ امانت پر ہمیشہ اس کے اصل مالک کا حق' اس کا قبضہ وقدرت اور اس کا اختیار باقی رہتا ہے۔ امین اس بات کا پابند ہے کہ جب بھی مالک اپنی امانت واپس طلب کرے وہ امانت کو اسی حالت میں لوٹا دے جس حالت میں امانت اس کے پاس رکھوائی گئی ہے' ہاں اگر امانت کا مالک امین کو اس کے استعمال کی عارضی اجازت دے دے تب بھی امین اس امانت کے صحیح اور محفوظ استعمال کا پابند ہے اور امانت مشروط ہے اور کسی خاص مقصد کے لئے دی گئی ہے تو اسے اس مقصد کے علاوہ کسی اور مقصد کے لئے استعمال نہیں کیا جا سکتا۔ امین اس بات کا ہر حال میں پابند ہے کے مانگنے پر امانت بلا حیل وحجت بلا تردد لوٹا دی جائے۔ انسان کا قول' اقرار' عہد اور تسلیم سب امانت ہیں اور صرف سچا انسان ہی امانت داری کر سکتا ہے کیونکہ قول اور عمل کی سچائی ہی امانت داری ہے اور ایمانداری ہے اور اسی سے اخلاص عمل ہے اور یہی بندگی کی راہ ہے' عبدیت کی راہ ہے' معرفت الٰہی کی راہ ہے' شریعت کی راہ ہے' ہدایت کی راہ ہے' رضائے الٰہی کی راہ ہے۔ جبکہ خیانت کی راہ' شر کی راہ ہے۔ خیانت وابستہ ہے جھوٹ سے' مکروفریب اور دھوکے سے' سازش اور عہد شکنی سے' منافقت اور جھوٹی گواہی سے اور خیانت تو شیطان کی صفت ہے اور ایمان سے بہت دور ہے۔ تو جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہے یعنی ایمان کو غلبہ حاصل ہے تو اس کی فطرت میں خیر کی صفات کو بھی رائی کے دانے کے برابر غلبہ حاصل ہے اور شر کی صفات مغلوب ہیں

Marfat.com

اس لئے شر کی کوئی صفت ظاہر نہیں ہو گی۔

ملکیت اپنے مالک کی کس طرح امانت داری کرے

انسان بلاشرکت غیرے اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی ملکیت یعنی انسان کی فطرت کو محتاجی' خوف' ذلت اور ناپاکی کی فطرت دی۔ پھر اسے اختیار' ارادے اور خواہشات کی قوت دی اور اپنی ملکیت کو حکم دیا کہ اے میری ملکیت تم اپنے ارادے' اپنے اختیار اور اپنی خواہشات سے کام لے کر خود کو مکمل طور پر میرا محتاج اور مجھ سے ڈرنے والا اور میرے حضور میں ذلیل قرار دے دو اور اپنے اوپر میرے سوا کسی اور کو حق نہ دو۔ اور میرے بتائے ہوئے طریقے پر چل کر میرے لئے پاک اور بے عیب اخلاقی خوبیاں حاصل کرو۔ اور میری اطاعت گزاری' فرمانبرداری، وفاداری' شکر گزاری' احسان مندی اور امانتداری کرو اور مجھی کو سب کچھ قرار دو اور میرے ہو جاؤ۔ دراصل انسان اپنی انہیں تین جبلتوں یعنی محتاجی' خوف اور ذلت کو دور کرنے کے لئے اپنے سے بڑے اور طاقتور کی اطاعت کرتا ہے۔ پھر ناپاکی کا تعلق شر سے ہے۔ جب انسان اللہ کے بتائے ہوئے طریقے پر چل کر شر کو پہچانے گا اور خیر اور شر میں فرق کرے گا پھر خود کو شر سے دور رکھتے ہوئے' اپنے اندر موجود شر سے نجات حاصل کرے گا تو خیر اور فلاح کی اخلاقی خوبیوں سے اپنی روح کو آراستہ کرے گا۔ اب اگر انسان کا اختیار' ارادے اور خواہشات اللہ تعالیٰ کے اختیار' ارادے اور خواہشات کے تابع ہے تو جس حد تک وہ اللہ کے قبضہ وقدرت کو غلبہ دیتا ہے' ترجیح دیتا ہے اور اہمیت دیتا ہے' اسی حد تک وہ خود کو اللہ کی ملکیت قرار دیتا ہے اور اسی حد تک وہ صاحب ایمان ہے اور اسی حد تک وہ امانتدار ہے۔ دوسری صورت میں وہ اپنا مالک خود ہے اور اللہ کی ملکیت ہونے سے انکار کرتا ہے۔

مخلوق کس طرح امانت داری کرے

ہر خالق اپنی ایجاد کو' اپنا ایک مقصد دیتا ہے' ایک سسٹم دیتا ہے' اپنی توجہ' اپنی مہارت' اپنی قدرت' اپنا علم' اپنی محنت' اپنی محبت اور اپنی صفات دیتا ہے اور اپنی فطرت میں موجود خوبیاں دیتا

Marfat.com

ہے- اگرچہ یہ خوبیاں انتہائی کمتر درجے کی ہوتی ہیں- ہم سب اللہ بزرگ و برتر کی مخلوق ہیں- مخلوق کی امانت داری یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو بلاشرکت غیرے اپنا خالق تسلیم کرے اور مکمل طور پر اپنے وجود پر اللہ تعالیٰ کے قبضہ وقدرت' اختیار' ارادے اور خواہشات کو غلبہ دے اور حق دے اور ترجیح دے اور اہمیت دے اور اپنے خالق کی اطاعت گزاری' فرمانبرداری' شکرگزاری اور امانتداری اور احسان مندی کرے- مخلوق کی امانت داری یہ ہے کہ وہ خود کو اپنے خالق کے سپرد کر دے- پیارے رسول کا فرمان ہے'' کہ جس میں امانت داری نہیں اس میں ایمان نہیں اور جو کوئی پابند عہد نہیں اس کا کوئی دین نہیں-'' اگر مخلوق کے قول اور عمل پر خالق کے اختیار' قبضہ وقدرت کو اور حکم کو غلبہ حاصل ہے تو وہ بقدر اس غلبے کے اپنے خالق کو تسلیم کرتا ہے اور وہ اسی کے بقدر اپنے خالق پر ایمان رکھتا ہے اور اگر انسان اپنی مرضی' اپنے ارادے' اپنے اختیار اور اپنی خواہشات کو ترجیح دیتا ہے تو پھر وہ اپنے نفس کی پیروی میں اپنے نفس ہی کو اپنا سب کچھ قرار دیتا ہے-

پروردہ' رعایا اور بندہ کس طرح امانت داری کرے

اے شخص تو ایک باپ ہے اور اپنی اولاد پر کسی کے حق کو تسلیم نہیں کرتا- تو اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ تیری اولاد تجھ پر کسی غیر کو حق دے' اہمیت دے یا ترجیح دے- تو یہ چاہتا ہے کہ تیری اولاد ہمیشہ تیری اطاعت گزار رہے' فرمانبردار رہے' شکرگزار رہے' امانت دار رہے اور احسان مند رہے- تو ہمیشہ یہ چاہتا ہے کہ تیری اولاد تیرے اختیار میں رہے اور تیری پسند کے مطابق اپنی زندگی گزارے- تو ہمیشہ یہ چاہتا ہے تیری اولاد ہمیشہ تیری عزت کرے' تیرے بارے میں ہمیشہ حسن ظن رکھے اور تیرے بارے میں ہمیشہ اچھی بات کرے- دیکھ تو اپنی اولاد کے لئے مثل حاکم کے ہے' مثل پالنے والے کے ہے اور جو کچھ تو اپنی اولاد سے اپنے لئے چاہتا ہے کم از کم اتنا ہی اپنے پروردگار کے لئے خود کرلے- پروردہ کی اپنے پروردگار سے' رعایا کی اپنے بادشاہ سے' بندہ کی اپنے معبود سے امانتداری یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کو بے چون وچرا بلا حجت کے اور بلا کسی تردد اور سستی کے تسلیم کرتے ہوئے خود کو اطاعت گزار' فرمانبردار' شکرگزار' امانت دار' احسان مند اور پاکیزہ اوصاف کا حامل ثابت کرے' رعایا ثابت کرے اور بندہ ثابت کرے-

ذکراللہ

''تو (لوگو!) تم ہماری یاد میں لگے رہو کہ ہمارے ہاں بھی تمہارا ذکر (خیر) ہوتا رہے- اور ہمارا شکر کرتے رہو اور ناشکری نہ کرو-'' (بقرہ:۱۵۲)

''پھر جب اپنے حج کے ارکان تمام کر چکو تو جس طرح تم اپنے باپ دادوں کے ذکر میں لگ جاتے تھے تو (اس کو چھوڑ کر) اسی طرح بلکہ اس سے بھی بڑھ کر خدا کی یاد میں مشغول ہو جاؤ' پھر لوگوں میں سے کچھ ایسے ہیں جو دعائیں مانگتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار' جو کچھ ہم کو (دینا ہے) دنیا میں دے- (چنانچہ ان کو دنیا مل بھی جاتی ہے) اور آخرت میں ان کا کچھ حصہ نہیں-'' (بقرہ:۲۰۰)

''آسمانوں اور زمین کی بناوٹ' اور رات دن کے ردوبدل میں عقلمندوں (کے سمجھنے) کے لئے (قدرت خدا کی بہتیری) نشانیاں (موجود) ہیں' کہ یہ لوگ کھڑے اور بیٹھے اور پڑے خدا کو یاد کرتے اور آسمان وزمین کی ساخت میں غور کرتے ہیں' (اور بے اختیار بول اٹھتے ہیں کہ) اے ہمارے پروردگار' تو نے اس (کارخانہ عالم) کو بے فائدہ تو نہیں بنایا- تیری ذات (ایسے فعل عبث کے کرنے سے) پاک ہے- اور یہ کارخانہ خبر دے رہا ہے کہ آخرت میں نیکی کی جزا اور بدی کی سزا ہوتی ہے' تو اے ہمارے پروردگار' ہم کو دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھ-'' (آل عمران: ع ۲۰' پارہ۴)

''اور (اے پیغمبر!) اپنے جی (ہی جی) میں گڑگڑا (گڑگڑا) کر' اور ڈر (ڈر) کر اور بہت (زور کی آواز سے) نہیں (بلکہ دھیمی آواز سے) صبح وشام اپنے پروردگار کی یاد کرتے رہو- اور (اس کی یاد سے) غافل نہ ہو-'' (اعراف: ع۲۴' پارہ۹)

''(اے پیغمبر! یہ) کتاب جو تمہاری طرف وحی کی گئی ہے' اس کی تلاوت کرتے اور نماز پڑھتے رہو- کچھ شک نہیں کہ نماز بے حیائی (کے کاموں) اور ناشائستہ حرکتوں سے روکتی (رہتی) ہے' اور یاد خدا البتہ بڑی (چیز) ہے- (اور جو کچھ بھی) تم لوگ کرتے ہو اللہ جانتا ہے-'' (العنکبوت: ع۵' پارہ۲۱)

Marfat.com

''مسلمانو! کثرت سے اللہ کو یاد کیا کرو اور صبح و شام اس کی تسبیح (و تقدیس) کرتے رہو۔''
(احزاب: ع ۶' پارہ ۲۲)

''اور سب (مل کر) مضبوطی سے اللہ (کے دین) کی رسی کو پکڑے رہو' اور ایک دوسرے سے الگ نہ رہنا۔ اور اللہ کا وہ احسان یاد کرو جب تم (ایک دوسرے کے) دشمن تھے' پھر اللہ نے تمہارے دلوں میں الفت پیدا کی اور تم اس کے فضل سے بھائی (بھائی) ہو گئے' اور تم آگ کے گڑھے (یعنی دوزخ) کے کنارے آ لگے تھے، پھر اس نے تم کو اس سے بچا لیا۔ اسی طرح اللہ اپنے احکام تم سے کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم راہ راست پر آ جاؤ۔'' (آل عمران: ع ۱۱' پارہ ۴)

''مسلمانو! اللہ نے جو تم پر احسان کئے ہیں (ان کو) یاد کرو' کہ جب کچھ لوگوں نے تم پر دست درازی کرنے کا قصد کیا' تو خدا نے تم سے ان کے ہاتھوں کو روک دیا۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ اور مسلمانوں کو چاہئے کہ اللہ ہی پر بھروسا رکھیں۔'' (مائدہ: ع ۲' پارہ ۶)

--------☆--------

اے شخص تو ذکر کرتا ہے تو کیا کرتا ہے' یاد کرتا ہے' اور تو تو اسی چیز کا یا ذات کا یا صفات کا ذکر کرتا ہے جو اہم ہوتی ہیں یا یہ سمجھ کے جتنا زیادہ ذکر کرتا ہے' اتنا ہی اس کی اہمیت کو بڑھاتا ہے اور اسے اہمیت دیتا ہے اور تو تو ایسی چیز کا ذکر کرتا ہے جو قابل ذکر ہوتی ہے۔ برا انسان بری چیز کا ذکر کرتا ہے اور بھلا انسان بھلی چیز کا ذکر کرتا ہے۔ برا انسان برائی کے ساتھ ذکر کرتا ہے اور بھلا انسان بھلائی کے ساتھ ذکر کرتا ہے۔ انسان جس سے وابستہ ہوتا ہے اس سے واقف ہوتا ہے' اس سے متاثر ہوتا ہے اور اہمیت دیتا ہے اور اسی کا ذکر کرتا ہے۔

جو شخص اپنے اللہ کا تعریف کے ساتھ ذکر کرتا ہے وہ خود کو اللہ سے اور اللہ تعالیٰ کی صفات سے وابستہ کرتا ہے۔ تو جو کچھ اللہ کا ہے ان سب سے خود کو وابستہ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات دونوں غیب ہیں گویا وہ خود کو غیب سے وابستہ کرتا ہے۔ جتنا زیادہ ذکر کرتا ہے' اتنا ہی زیادہ وابستہ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی جس صفت کا ذکر کرتا ہے' لاشعوری طور پر اس صفت کے رنگ میں رنگتا

Marfat.com

چلا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی بزرگی اور بڑائی کو تسلیم کرتا چلا جاتا ہے اور جتنا زیادہ تسلیم کرتا چلا جاتا ہے اتنا ہی خود بخود اللہ تعالیٰ کے مقابل اپنے اختیار' ارادے اور خواہشات سے دستبردار ہوتا چلا جاتا ہے اور بخوشی اللہ تعالیٰ کے قبضہ و قدرت کو تسلیم کرتا چلا جاتا ہے- اپنے ذاتی اختیار سے دستبردار ہو کر خود کو اللہ کے اختیار سے وابستہ کرتا ہے- پھر اللہ کے اختیار سے اپنے لئے اختیار حاصل کرتا ہے- اپنے ارادے سے دستبردار ہو کر خود کو اللہ تعالیٰ کے ارادے کے سپرد کر دیتا ہے- اپنی خواہشات سے دستبردار ہو کر خود کو اللہ کی مرضی اور خواہشات کے حوالے کر دیتا ہے- اپنی قوتوں سے دستبردار ہو کر خود کو اللہ کی قوتوں سے وابستہ کرتا ہے اور اللہ جب چاہتے ہیں اسے اپنی قوتوں سے قوت عطا کرتے ہیں' اپنے ارادے سے ارادہ عطا کرتے ہیں اور اپنی رضا عطا کرتے ہیں اور جتنا چاہتے ہیں اپنے علم سے علم عطا فرماتے ہیں-

ذکر کے فوائد

دنیا اپنے چاہنے والوں کو ہمیشہ ذلت' خوف' محتاجی' غم' فکر اور اذیتیں اور تکلیفیں دیتی ہے اور دھوکے دیتی ہے اور فریب دیتی ہے- اس کے دامن میں دینے کے لئے اس کے سوا اور کچھ ہے بھی نہیں- اللہ کا ذکر انسان کو دنیا کی تمام خرابیوں سے بچاتا ہے-

اللہ کے نیک بندے کسی ایک مقام پر بیٹھ کر ادب سے اور احترام کے ساتھ اور اللہ پر یقین کے ساتھ صرف اللہ کے لئے اور اللہ کی محبت میں ڈوب کر اللہ کا ذکر کرتے ہیں اور اتنا کرتے ہیں کہ ان کے تمام حواس دنیا سے لاتعلق ہو کر اللہ کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں- ایسے میں ان کے باطن کے دروازے کھلتے ہیں-

اللہ کا ذکر جہاں انسان کو قوت اور توانائی عطا کرتا ہے وہیں اس کی فکروں' پریشانیوں اور تکلیفوں کے احساس کو زائل کرتا ہے- اللہ کا ذکر وہ عمل ہے جس میں انسان کم سے کم وقت میں' کم سے کم محنت سے' شعوری اور لاشعوری طور پر اللہ کی عظمت' بزرگی اور بڑائی کی سمجھ حاصل کرتا ہے اور اپنے قلب کے لئے اطمینان' چین اور سکون حاصل کرتا ہے-

جب ایک جھوٹ کو بار بار کہا جائے تو وہ جھوٹ نہیں سچ لگنے لگتا ہے اور جب ایک سچائی کا بار

Marfat.com

بار ذکر کیا جائے تو فکر میں فطرت میں بس جاتی ہے۔فکر بدل گئی تو قول اور فعل بدل گیا اور اللہ کی بزرگی، بڑائی اور عزت دل میں گھر کر گئی تو اللہ کا خوف دل میں گھر کر گیا اور ایمان دل میں گھر کر گیا، قلب اللہ کے ذکر سے جاری ہو گیا تو سمجھ لیجئے کہ وہ اللہ کا گھر ہو گیا اور وہ آباد ہو گیا اور اس میں شیطان کا داخلہ بند ہو گیا۔ ذکر کی حکمت یہ ہے کہ بندہ جو کچھ حاصل کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ سے حاصل کرتا ہے اور سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی بزرگی اور بڑائی کو مکمل غلبہ کے ساتھ تسلیم کرتے ہوئے خود کو اللہ تعالیٰ کے عاجز اور محتاج بندے کی حیثیت سے اللہ تعالیٰ سے وابستہ کرتا ہے اور پھر اپنی محتاجی کے بقدر اللہ تعالیٰ سے چین اور سکون اور دنیا اور آخرت کی نعمتیں حاصل کرتا ہے، جبھی تو وہ اللہ کا ایک اچھا نائب بن سکتا ہے۔

چین اور سکون ایک احساس ہے اور اسے حاصل کرنا اس وقت تک ممکن نہیں جب تک انسان اپنی فطرت میں موجود احساس محتاجی، احساس ذلت، احساس خوف اور ناپاکیوں سے نجات حاصل نہ کر لے۔ اور ان احساسات سے نجات پانا ممکن ہی نہیں ہے کیونکہ یہ انسان کی فطرت کا حصہ ہیں۔ البتہ ان احساسات کے رخ کو موڑا جا سکتا ہے اور اس کا صرف اور صرف ایک ہی راستہ ہے اور ایک ہی طریقہ ہے۔ وہ یہ کہ اللہ کو وحدہ لاشریک قرار دے کر اور اللہ کی فرمانبرداری میں اور اللہ کی پسند کے مطابق اور اللہ کے بتائے ہوئے طریقے پر چل کر اللہ کی رضا کے لئے ان فطری جبلتوں کو استعمال کیا جائے۔ اس طرح انسان کی یہ فطری جبلتیں انسان کی اپنی ذات اور اپنی ذاتی بڑائی کے لئے استعمال ہونے کے بجائے اللہ کے لئے اور اللہ کی فرمانبرداری میں استعمال ہوں گی۔ اس طرح انسان اپنی ذات کے لئے ان جبلتوں سے نجات حاصل کر لے گا۔ اس طرح وہ اللہ کے حضور اپنے ناقص اور ناپاک ہونے کا احساس حاصل کر لے گا۔ لیکن دوسری طرف اپنی ذات اور ذاتی بڑائی کے حوالے سے اور دنیا کے لئے وہ ان احساسات سے نجات حاصل کر لے گا اور دنیا کے مقابل بے خوفی، عزت نفس اور پاکی حاصل کر لے گا۔ اور اللہ کی شکر گزاری اور احسان مندی میں چین اور سکون کا اور امن اور بے خوفی کا اور تحفظ کا احساس حاصل کر لے گا۔ اس کی تمام تر فکر رضائے الٰہی کا حصول ہو گی اور اس کا تمام تر غم، غمِ آخرت ہو گا۔

Marfat.com

معرفت

انسانی روح کا شعور ایک خود کار کمپیوٹر کی مانند ہے جس میں انسان اپنے احساسات کی فیڈ نگ کرتا ہے۔ روح کی فطرت میں چار جبلتیں یعنی فطری صفات محتاجی' ذلت' خوف اور ناپاکی پہلے سے مستقل بنیاد پر فیڈ ڈ ہیں اور اس کی ذات کا مستقل حصہ ہیں۔ روح کے شعور کو احساسات کی فیڈ نگ کا ذریعہ تمام انسانی حواس اور اس کی قوتیں ہیں۔ روح اپنی محتاجی کو دور کرنے کے لئے اور ذلت کو دور کر کے عزت کا احساس حاصل کرنے کے لئے اور خوف کے احساس سے نجات پانے کے لئے مجبور ہے کہ اپنے سے برتر کی اطاعت گزاری اور فرمانبرداری کرے اور ناپاکی کو دور کرنے کے لئے پاکی کا شعور حاصل کرے اور خود کو پاکی کا احساس دے اور خود کو ناپاکیوں سے دور رکھے۔ اب اسے ہر حال میں اطاعت گزاری اور فرمانبرداری کرنا ہے۔ اب اس کے پاس دو راستے ہیں یا تو اللہ تعالیٰ کی اطاعت گزاری اور فرمانبرداری اختیار کرے اور پھر اللہ تعالیٰ کی اطاعت گزاری اور فرمانبرداری میں صاحب حکم کی اطاعت گزاری اور فرمانبرداری کرے یا پھر دوسری صورت یہ ہے کہ اپنی ذات' اپنی خواہشات نفس اور اپنی ضرورتوں کی اطاعت گزاری اور فرمانبرداری میں اپنے سے برتر صاحب حکم کی اطاعت گزاری اور فرمانبرداری کرے۔

پہلی صورت تو یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرے اور پھر اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں صاحب حکم کی فرمانبرداری کرے۔ ایسی صورت میں انسان پہلے ہی اپنی فطری جبلتوں کو یعنی احساس محتاجی' احساس ذلت' احساس خوف' احساس ناپاکی کو اللہ کے حضور استعمال کرتے ہوئے خود کو اللہ تعالیٰ کا محتاج' ذلیل اور اس سے ڈرنے والا اور اللہ کی پسند کے مطابق پاکی کو تلاش کرنے والا بندہ قرار دے چکا' اس کے بعد جب وہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں صاحب حکم کی فرمانبرداری کرے گا تو اس کے پاس صاحب حکم کے لئے صرف احساس فرض اور احساس ذمہ داری ہوگا' احساس بے خوفی ہوگا اور خلوص ہوگا کیونکہ وہ اپنی ذات کے لئے یا ذاتی غرض کے لئے صاحب حکم کی فرمانبرداری نہیں کر رہا ہے بلکہ اللہ کی فرمانبرداری میں صاحب حکم کی فرمانبرداری کر رہا ہے۔

Marfat.com

دوسری صورت میں انسان جب اپنی ذات کے لئے یا ذاتی ضرورتوں کی تکمیل کے لئے یا اپنی خواہشات کی پیروی میں صاحب حکم کی اطاعت کرے گا تو ایسی صورت میں وہ اپنی فطرت میں موجود احساس محتاجی کو' احساس ذلت کو' احساس خوف کو اور احساس ناپاکی کو صاحب حکم کے لئے خرچ کرے گا اور پھر یہی سب احساس اپنی فطرت کو منتقل کرے گا- انسان کی فلاح کا ایک ہی راستہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اختیار کرے-

میں نے ایک بزرگ سے ایک دفعہ یہ بات کہی کہ حضرت عبادت کے دوران میرے سر میں درد شروع ہو جاتا ہے تو وہ مسکرائے اور کہا: ''بیٹا تو شاید سختی کی راہ اختیار کرتا ہے- دیکھ عبادت کی راہ نرمی کی راہ ہے' نور کی راہ ہے' ٹھنڈک کی راہ ہے' امن اور بے خوفی کی راہ ہے' چین اور سکون کی راہ ہے اور شفاء کی راہ ہے- دیکھ جب ایک دروازہ ذرا سی قوت سے کھل سکتا ہے تو اس کے لئے تجھے پوری طاقت استعمال کرنے کی ضرورت نہیں ہے- بیٹا بس یہ کر عبادت کے دوران تمام اعصاب کو اور ذہن کو ڈھیلا چھوڑ دے اور اپنے شعور کو ٹھنڈک کا' راحت واطمینان کا' شفاء کا' سرشاری کا' بے خودی کا' عظمت الٰہی کا' پاکی کا اور قوت وتوانائی کا احساس دے- تو اپنے انہی احساسات کے بقدر عبادت میں ٹھنڈک' سکون' اطمینان' دلچسپی اور قوت وتوانائی محسوس کرے گا-''

انسان کی روح اپنی جسمانی کثافتوں میں مقید ہونے کے سبب سے جاہل ہے' ناواقف ہے اور نابینا ہے- وہ تو اپنے ظاہری وجود ہی کو اپنا سب کچھ سمجھتی ہے اور اپنی ذات کے سوا ہر چیز سے بے خبر ہے- وہ تو اپنی ظاہری آنکھ سے دنیا کو دیکھتی ہے اور دنیا پر ایمان لاتی ہے اور اپنی فطری محتاجی' ذلت' خوف اور ناپاکیوں کے سبب وہ دنیا کی فرمانبرداری کرتی ہے- دنیا کے لئے یہی کچھ خرچ کرتی ہے اور دنیا سے یہی کچھ حاصل کرتی ہے-

انسانی روح کے لئے فلاح کا ایک ہی راستہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر دل کی سچائی کے ساتھ ایمان لائے' اپنے شعور کو تین قسم کے احساسات کی بار بار فیڈنگ کرے' یہاں تک کہ یہ احساسات پختہ ہو کر اس کی فکر کا مستقل حصہ بن جائیں- پہلا احساس جس کی شعور کو فیڈنگ کرنا ہے وہ ذکر ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی بزرگی اور بڑائی کے احساس کی فیڈنگ کرے- ہر وقت یا جب یاد آئے، اپنے

شعور کو یہ احساس دے کہ "اے اللہ نہیں ہے کوئی معبود ہمارا سوائے آپ کے اور میں آپ ہی کا بندہ ہوں اور آپ ہی کی عبادت کرتا ہوں اور آپ ہی پر بھروسہ کرتا ہوں اور آپ ہی سے مدد چاہتا ہوں اور آپ سب سے بڑے ہیں اور سب سے بزرگ ہیں" جیسے جیسے اللہ تعالیٰ کی بزرگی اور بڑائی کا احساس شعور میں پختہ ہوتا جائے گا ویسے ویسے انسان کی روح اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کے لئے اپنے خاکی وجود کی تسخیر کرے گی اور اپنی ذات اور ذاتی خواہشات کی تسخیر کرے گی اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اختیار کرے گی اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں اللہ تعالیٰ کے حضور اپنے ذاتی اختیار اور ارادے سے دستبردار ہوگی اور اللہ تعالیٰ کی ذات اور اللہ تعالیٰ کی تمام صفات کی بزرگی اور بڑائی کو تسلیم کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی عظمت' دبدبہ' ہیبت' قدرت' زبردست طاقت' غلبہ اور قبضہ و قدرت کا شعور حاصل کرے گی۔ اب بقدر عظمت الٰہی کے غلبے کے اس کے نزدیک دنیا اور اہل دنیا حقیر ہو جائیں گے اور وہ نہ تو حقیر چیزوں کو طلب کرے گا اور نہ ان سے خوف کھائے گا۔

اب روح کے شعور کو دوسرے جس احساس کی دل کی تمام تر سچائی اور پختگی کے ساتھ مستقل فیڈنگ کرنا ہے وہ ہے "اے اللہ تمام تعریفیں آپ ہی کے لئے ہیں" یعنی اے اللہ آپ کی ذات اور آپ کی تمام صفات بے پناہ تعریفوں والی ہیں۔ اب بقدر اس احساس کی پختگی کے' روح انسانی کی اپنے اللہ تعالیٰ سے فرمانبرداری اور اطاعت گزاری میں' اللہ تعالیٰ کے لئے اس کی ذاتی محبت' والہانہ پن' پسند' احسان مندی' شکر گزاری' جذبہ' ایثار و قربانی' جذبہ' وفا' غرض ایسے بہت سے پاکیزہ جذبات شامل ہو جائیں گے۔

اب جس تیسرے احساس کی شعور کو پختگی کے ساتھ اور دل کی سچائی کے ساتھ مستقل فیڈنگ کرنا ہے وہ ہے "اے اللہ آپ پاک ہیں اور بے عیب ہیں" یعنی آپ کی ذات اور آپ کی تمام صفات پاک ہیں اور بے عیب ہیں اور آپ کو بندگی کے لئے پاک اور بے عیب اوصاف پسند ہیں۔ اب روح انسانی اس احساس کی پختگی کے بقدر پاکی کو حاصل کرے گی اور اپنی فطرت سے ناپاکیوں کو نکالے گی اور خود کو ناپاکیوں سے دور رکھے گی اور اللہ تعالیٰ کی امانت داری کرے گی کیونکہ جب فکر اور شعور میں پاکی کا احساس بس گیا تو قول اور عمل میں بھی پاکی بس گئی۔

Marfat.com

جیسے جیسے روح کے شعور میں اللہ تعالیٰ کی بزرگی اور بڑائی کی اور پاک و بے عیب تمام تعریفوں والی ذات اور اس کی تمام صفات کا غلبہ بڑھتا جائے گا' ویسے ویسے خود ہی اللہ تعالیٰ پر اس کا یقین' اس کی توجہ بڑھتی جائے گی اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کے لئے اس کے ارادے میں مضبوطی آتی جائیگی- یہاں تک کہ ایک وقت ایسا آتا ہے جب عبادت کی حالت میں اللہ تعالیٰ کی بزرگی اور بڑائی کے غلبہ کے سبب اس کے تمام ظاہری حواس اور عقلی صلاحیتیں دنیا کی طرف سے معطل ہو کر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جاتی ہیں- یہاں انسان کی روح وجدان میں قدم رکھتی ہے اور اس کی باطنی آنکھ کھلتی ہے- پھر جیسے جیسے انسان کی روح وجدان کے سفر میں بڑھتی جاتی ہے اسی کے بقدر انسانی روح حال' ماضی اور مستقبل میں دور تک دیکھنے لگتی ہے اور اس پر بے شمار اسرار کھلتے چلے جاتے ہیں- یہی انسانی قلب کے عجائبات ہیں اور یہی وہ مقام ہے جہاں انسانی روح اپنے خاکی وجود کی کثافتوں پر مکمل غلبہ پا لیتی ہے-

لیکن یہ روح ایک ایسی طاقتور روح ہے جس کے پاس اس کا کوئی ذاتی اختیار نہیں ہے' ارادہ نہیں ہے اور خواہشات نہیں ہیں- ایک عام انسان اپنی مرضی سے جو کچھ کر سکتا ہے یہ روح اپنی مرضی سے وہ بھی نہیں کر سکتی اور چھوٹے سے چھوٹے معاملے میں بھی اپنے اللہ تعالیٰ کی مدد کی محتاج ہوتی ہے- ایک عام انسان کی طرح اپنی ضرورتوں کو پورا کرتی ہے' ہر وقت اللہ تعالیٰ سے ڈرتی رہتی ہے کیونکہ قربی کا ادب بہت دشوار ہے جبکہ دوری کا ادب بہت آسان ہے- ہاں انہیں اللہ تعالیٰ کی اور اللہ تعالیٰ سے وابستہ تمام خیر کی قوتوں کی مدد حاصل ہوتی ہے- یہ صرف اپنی روحانی قوتوں کو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے استعمال کرتے ہیں- یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے کہ انسان جب تک خود کو اللہ تعالیٰ کا مکمل محتاج' مکمل ذلیل' مکمل اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا بندہ قرار نہ دے اور اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی راہ پر چل کر اپنی ناپاکیوں کو دور نہ کرے اور اپنے ذاتی اختیار' ذاتی ارادے اور ذاتی خواہشات سے مکمل طور پر دستبردار نہ ہو' وہ معرفت حاصل کر ہی نہیں سکتا-

ایک گروہ ایسا بھی ہے جو روحانیت کو بطور علم کے اختیار کرتا ہے- یہ لوگ کسی ایک احساس کو اپنے شعور کا مرکز قرار دے کر اپنا پورا انہماک اور توجہ اس پر مرکوز کر دیتے ہیں یہاں تک کہ ان کے

Marfat.com

تمام ظاہری حواس اور شعوری قوتیں دنیا کی طرف سے معطل ہو کر اسی ایک احساس پر مرتکز ہو جاتی ہیں اور جہاں ظاہری عقل اور حواس کی حد ختم ہوتی ہے وہاں سے وجدان کی حد شروع ہوتی ہے- اس طرح سے وہ وجدان کی دنیا میں داخل ہو جاتے ہیں اور پختگی کے ساتھ جس احساس کی وہ شعور کو فیڈنگ کرتے ہیں' اسی احساس کے تحت انسانی شعور خود کو تیار کرتا ہے اور اس کی ضرورتوں کے مطابق خود کو ڈھالتا ہے اور اپنی روحانی قوت کو اس ضرورت کے لئے استعمال کرتا ہے- لیکن یہ تمام روحانی قوتیں محدود ہوتی ہیں اور اس میں اس کی فطری جبلتیں اور ناپاکی شامل ہوتی ہے اس لئے اس کی ان قوتوں کا سفر تاریکی کا سفر ہوتا ہے- بغیر اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اختیار کئے انسان پاکی حاصل کر ہی نہیں سکتا-

اور جب تمام طاقت اور قوت کا سرچشمہ' عالیشان' عظیم الشان اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''کہ میں زمین میں اپنا ایک نائب بنانے والا ہوں'' تو یہ بات متکبر شیطان کو بہت ہی بری لگی کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے برتر اور مجھ سے بھی زیادہ طاقتور ایک مخلوق کو دنیا میں پیدا کریں گے- کیونکہ اللہ تعالیٰ کا نائب تو وہی ہو سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار ہو اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں اللہ تعالیٰ کے احکامات کو نافذ کرنے کی قوت اور طاقت رکھتا ہو-

شیطان اور قوم شیاطین ہو یا قوم جنات ہو' ان میں اور انسان کے درمیان ایک تو ان کے مادّی جسم کی کثافت کا فرق ہے پھر جسمانی مادّے کا فرق ہے' پھر اس فرق کی وجہ سے غذا کا' جسمانی نظام کا اور جسمانی ضرورتوں کا فرق ہے- سب روح رکھتے ہیں اور ہر ذی روح کو موت ہے- سب شادیاں کرتے ہیں' سب ہر قسم کے احساسات اور محسوسات رکھتے ہیں' سب کے خاندان اور قبیلے ہیں' سب کو آرام کی ضرورت ہوتی ہے اور سب کو غذا اور لباس کی ضرورت ہوتی ہے- انسان کا جسم مٹی سے بنا ہے اور بہت زیادہ کثافت رکھتا ہے اور مٹی میں یہ صلاحیت ہے کہ وہ ہر قسم کی حرارت کو اور قوت کو برداشت کرتی ہے' اسے روکتی ہے اور اسے جذب کرتی ہے- شاید انسان کی زبردست روحانی قوتوں کو اس طرح سے قابو میں کیا گیا ہو' یہ بھی ممکن ہے کہ اس طرح سے انسان کی روحانی قوتوں کو ایک مضبوط بنیاد فراہم کی گئی ہو- بے شک ہر شے کا صحیح علم اللہ تعالیٰ

Marfat.com

ہی کو ہے۔ انسان کی روح جسمانی کثافتوں میں مقید ہونے کے سبب اپنے خاکی جسم کی' اس کے حواس اور اس کی قوتوں کی محتاج ہے اور اپنی فطری جسمانی ضرورتوں کے علاوہ کسی چیز سے واقف نہیں ہے اور روح خود کو جسم ہی کا ایک حصہ سمجھتی ہے حالانکہ شیطان اور قوم شیطان اور قوم جنات روحانی قوت کے لحاظ سے ایک عام صاحب ایمان مرد مومن کی قوتوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ وہ اگر کبھی اس مرد مومن کے جسم سے چھو جاتے ہیں تو بے ہوش ہو جاتے ہیں۔ اس وقت اس کے ساتھی یہ کہتے ہیں کہ اس پر انسان کا سایہ ہو گیا ہے۔ اصل حقیقت یہ ہے شیطان اور اس کے قبیلے کا جسم لطیف مادے سے بنا ہے اس لئے اُن کی روح اپنے جسم کی کثافتوں میں سے بھی باہر دور تک دیکھنے کی اور دور تک اپنی فکری قوت کو استعمال کرنے کی پیدائشی طور پر فطری صلاحیت رکھتی ہے اور تیزی سے اپنے جسم کو ادھر ادھر لے جانے کی اور ہر قسم کا بہروپ بھرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ شیطانی قوتیں ہمیشہ صاحب ایمان پر غفلت میں وار کرتی ہیں۔ پہلے اسے گھیر کر اللہ سے دور لے جاتی ہیں پھر دبوچ لیتی ہیں۔

اس دنیا میں ایسے بھی لوگ ہیں جو اپنے سے کمتر روحانی قوت رکھنے والے شیطان کے ہاتھ اپنی روح کو فروخت کر دیتے ہیں اور شیاطین کی پرستش کرتے ہیں اور انہی کو اپنا سب کچھ قرار دے کر انہیں سے اپنے لئے روحانی قوتوں کے طلبگار ہوتے ہیں اور اپنے تمام دنیاوی معاملات میں ان کی مدد چاہتے ہیں اور ایسے لوگ تو بہت بڑا فریب کھاتے ہیں اور دنیا میں بھی اور مرنے کے بعد بھی بہت ہی نقصان میں رہتے ہیں۔

معرفت کے باب میں علم کی اہمیت

اے لوگو خواب غفلت سے بیدار ہو جاؤ کہ اصل زندگی دنیا کی نہیں بلکہ آخرت کی زندگی ہے' اصل شے انسان کا ظاہر نہیں بلکہ اس کا باطن ہے' اصل شے جسم نہیں بلکہ روح ہے' اصل شے تاریکی نہیں بلکہ روشنی ہے۔ تو پھر اندھیروں سے نکل آؤ۔ اس سے پہلے کہ یہ اندھیرے تمہیں نگل جائیں۔ انسان کے پاس اس کے سوا کوئی راستہ نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اختیار کرے اور اللہ تعالیٰ پر دل کی سچائی کے ساتھ ایمان لا کر' اللہ تعالیٰ کا سچا بندہ بن جائے۔ اس کے

بغیر وہ فلاح اور خیر حاصل کر ہی نہیں سکتا۔ دنیادار کے لئے دنیا میں بھی سوائے ذلتوں کے، فکروں کے، غموں کے، رسوائیوں کے، خوف کے اور کچھ بھی نہیں ہے اور مرنے کے بعد بھی اس کے لئے یہی سب کچھ ہے اور صاحب ایمان کے لئے دنیا اور آخرت دونوں جگہ چین اور سکون ہے۔

دنیا کا ظاہر دلفریب نظر آتا ہے مگر اس کے باطن میں زہر بھرا ہے۔ یہ کبھی بھی اپنے چاہنے والوں کے ساتھ وفا نہیں کرتی۔ اس دنیا میں شر کی قوتیں باوجود اس کے کہ بہت محدود قوت رکھتی ہیں، بے لگام ہیں جبکہ خیر کی قوتیں اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں جکڑی ہوئی حکم الٰہی کی محتاج رہتی ہیں۔ باوجود اس کے کہ یہ بے پناہ قوتیں رکھتی ہیں۔ کسی فرشتے کو اگر اللہ تعالیٰ کسی جگہ آگ لگانے کا حکم دیتے ہیں تو اسے اس جگہ آگ لگانے کے لئے ماچس کی اور جلنے والے مادے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ وہ صرف اس جگہ آگ لگانے کا خیال کرتا ہے اور آگ لگ جاتی ہے۔ وہ فکری قوت ہو، روحانی قوت ہو یا غیب کی قوت ہو دراصل ہر شے کا باطن ہی ظاہر کو متحرک کرتا ہے اور باطنی قوت ہی کسی شے کے باطن پر غلبہ پا کر اس کے ظاہر کو متحرک کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تو فرمایا ہے کہ میری نشانیوں پر غور کرو اور علم حاصل کرو۔

بے شک دولت فرعونوں کا ورثہ ہے اور علم انبیاء کا عطیہ ہے۔ انسان دولت کی حفاظت کرتا ہے اور علم انسان کی حفاظت کرتا ہے، دولت دشمن پیدا کرتی ہے اور علم دوست پیدا کرتا ہے، دولت تقسیم کرنے سے گھٹتی ہے اور علم تقسیم کرنے سے بڑھتا ہے، دولت کنجوسی کی طرف لے جاتی ہے اور علم فیاضی کی طرف لے جاتا ہے، دولت چرائی جاسکتی ہے جبکہ علم چرایا نہیں جاسکتا، دولت محدود ہے جبکہ علم لامحدود ہے۔ جب انسان کی زندگی کی کشتی ڈوبنے لگتی ہے تو علم اس کے ساتھ تیرتا ہے۔ علم تنہا کا دوست ہے، سفر کا ساتھی ہے، دین کا رہنما ہے، افلاس کی دولت اور تونگر کی زینت ہے۔ اجنبیوں کو قریب کرنے والا ہے اور دشمنوں کے خلاف زبردست ہتھیار ہے، علم نور ہے اور علم زندگی ہے جبکہ جہل تاریکی ہے اور موت ہے۔ علم اگر دو نفع ہوں تو ان میں سے بڑے نفع اور چھوٹے نفع کو الگ الگ کر کے دکھاتا ہے، اسی طرح دو نقصان میں سے بڑے نقصان اور چھوٹے نقصان کو الگ الگ کر کے دکھاتا ہے اور اسی طرح نفع اور نقصان کو الگ الگ کر کے دکھاتا ہے۔ علم وہ روشنی ہے

Marfat.com

جس میں ہر اونچ نیچ اور ہر نقصان وہ چیز صاف صاف نظر آتی ہے- بادشاہ لوگوں پر حاکم ہوتے ہیں جبکہ علم سے دل و دماغ جلا پاتے ہیں اور علم یہ ہے کہ انسان عبرتوں سے سبق حاصل کرے اور سبق آموز تجربوں کو یاد رکھے- علم ہمیشہ شک سے یقین کی طرف لے جاتا ہے' ریا سے اخلاص کی طرف لے جاتا ہے' تکبر سے عجز کی طرف لے جاتا ہے' عداوت سے خیر خواہی کی طرف لے جاتا ہے اور پستیوں اور ناپاکیوں میں پیدا ہونے والے انسان کو آسمان کی بلندیوں کی طرف لے جاتا ہے-

علم سیکھنا الگ چیز ہے اور عالم ہونا الگ چیز ہے- عالم وہ ہے جس کا علم اس کے اعضاء اور جوارح سے ظاہر ہو- اسی طرح دولت مند ہونا الگ چیز ہے اور دولت سے محبت کرنا الگ چیز ہے کیونکہ دولت مند وہ ہے جو فیاض ہے' کنجوس ہر حال میں محتاج ہے خواہ اس کے پاس کتنی ہی دولت کیوں نہ ہو- اسی طرح برتر ہونا الگ چیز ہے اور کسی کمتر کا خود کو برتر ثابت کرنا الگ چیز ہے اور احساس برتری الگ چیز ہے کیونکہ احساس برتری دراصل کمتری کا ردعمل ہے- توکل یہ ہے کہ انسان غیر اللہ سے مدد طلب نہ کرے اور اپنے اور اللہ کے درمیان جہاں تک ممکن ہو کسی غیر اللہ کے احسان کو نہ آنے دے- اگر کوئی خود سے نیکی کرے تو اس کی نیکی کو یاد رکھے اور نیکی کرنے والے کو بہتر بدلہ دے اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرے اور ہر وقت اللہ تعالیٰ سے انس رکھے اور حکمت اختیار کرے اور حکمت کی شناخت یہ ہے کہ ضرورت کے سوا ہمیشہ خاموش رہے اور عالم وہ ہے جو زہد اور فقہ کا عامل ہو-

جب تک فقرا یعنی درویش اقتدار طلب نہیں کرتے مطمئن اور سرشار رہتے ہیں' جب تک عالم بادشاہوں کی یا صاحب اقتدار کی غیر ضروری مصاحبت اختیار نہیں کرتے ذلیل و خوار نہیں ہوتے - دراصل بے رحم بادشاہ' بے پرہیز عالم اور بے توکل فقیر سب شیطان کے مصاحب ہیں کیونکہ زہد اور فقہ کا تعلق عمل سے ہے اور جس عالم نے زہد اور فقہ کو چھوڑ کر صرف زور کلام پر زندہ رہنے کی کوشش کی وہ برباد ہو گیا اور جس عالم نے کلام اور فقہ کو لیا اور زہد کو چھوڑ دیا وہ فاسق ہوا اور جس عالم نے صرف زہد کو لیا اور شریعت اور فقہ دونوں کو چھوڑ دیا وہ بدعتی ہوا اور جو عالم اپنی خواہشات نفس کا اسیر ہوا وہ ذلیل اور رسوا ہوا- دراصل زاہد وہ ہے جو اپنے قول اور عمل دونوں سے

اپنے زہد کو ثابت کرے اور شریعت پر عمل کرے- انسان کی اس بات میں ہلاکت ہے کہ وہ توبہ کی امید پر گناہ کرے اور زندگی کی امید میں توبہ میں تاخیر کرے اور اللہ کی رحمت سے مایوس ہوکر توبہ نہ کرے- فقر یہ ہے کہ انسان کی خواہشات نفس کا کوئی مطالبہ اس پر باقی نہ رہے اور فقر عبادت سے ہے اور اللہ پر مکمل توکل سے ہے- فقر قلب کا فقر ہے-

عادت وہ عمل ہے جو انسان اپنی ذات کے لئے اور اپنی فطرت کے اظہار کے لئے کرتا ہے اور عبادت وہ عمل ہے جو خالص اللہ کی رضا کے لئے ہو اس لئے نماز سے لے کر ہر بڑے سے بڑا اور چھوٹے سے چھوٹا عمل، جس میں رضائے الٰہی ہو اور جو رضائے الٰہی کے لئے ہو چاہے وہ انسان کا سونا، جاگنا اور کھانا پینا ہی کیوں نہ ہو، عبادت ہے- جس نے اپنی ذات کو قائم رکھا اور اپنی ذات کے لئے اللہ کی عبادت کی اس کی عبادتیں رائیگاں گئیں اور جو عبادت میں اپنی ذات اور ذاتی اختیار سے دستبردار ہوا اور اللہ کی بندگی میں اللہ کی عبادت کی تو وہ بامراد ہوا کیونکہ عبادت عبد کے لئے ہے اور عبد وہی ہے جو بے اختیار اور محتاج ہے اور اللہ کے حضور ذلیل ہے اور جہاں تک اولیاء کا معاملہ ہے تو ان کا خیال ہر وقت اللہ کے حضور رہتا ہے، ان کا رہن سہن اللہ کے ساتھ ہوتا ہے، ان کا سارا کاروبار اللہ کے ساتھ ہوتا ہے کیونکہ جب عارف کی روحانی آنکھ کھل جاتی ہے تو اس کی جسمانی آنکھ بند ہو جاتی ہے اور وہ اپنی کھلی آنکھوں سے ذات حق کے سوا کچھ نہیں دیکھ سکتا- اللہ تعالیٰ کی معرفت کی ابتداء وجدان سے شروع ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی معرفت وجد سے حاصل ہوتی ہے اور جو اللہ تعالیٰ کی جتنی زیادہ معرفت رکھتا ہے وہ اس میں اتنا ہی زیادہ گم ہے-

تجلی اسرار الٰہی ہے- تجلی کا تیسرا درجہ ورع میں پوشیدہ ہے اور ورع نفس اور خواہشات نفسانی کو پس پشت ڈال کر اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان سے تمام رکاوٹوں کو دور کرنا ہے اور یہی پرہیز گاری ہے اور یہی پارسائی ہے اور ورع کا ابتدائی درجہ زہد ہے اور زہد کا پہلا درجہ توکل ہے اور توکل کا پہلا درجہ اللہ تعالیٰ پر مکمل بھروسہ کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی سے مدد طلب کرنا ہے اور توکل کا دوسرا درجہ معرفت ہے اور معرفت کا پہلا درجہ قناعت ہے اور قناعت کا پہلا درجہ اخلاق حسنہ ہیں اور اخلاق حسنہ کا پہلا درجہ یہ ہے کہ بدلہ لینے کی قوت ہو اور معاف کر دیا جائے-

Marfat.com

ایک اہم راز یہ ہے کہ انبیاء و اولیا اور صالحین کسی نے بھی آخرت کو اپنا مقصود نہیں بنایا۔ بندگی میں اصل مقصود صرف ذات حق ہے۔ رضائے الٰہی کے سوا کسی بھی شے یا غیر اللہ کو اپنا مقصود قرار دینا پرستش ہے۔ عبادت کا ایک ہی مقصد ہے اور وہ ہے ذات حق کو طلب کرنا اور عبد کا اصل مقصود معبود ہوتا ہے۔ جب تو اللہ کا ذکر زبان اور قلب دونوں سے کرے گا تو محب کہلائے گا۔ جب اللہ تیرا ذکر کریں گے تو تو محبوب کہلائے گا' جب تو صرف زبان سے ذکر کرے گا تو تائب کہلائے گا جب قلب سے ذکر کرے گا تو سالک کہلائے گا' جب اپنے باطن سے اور باطن کے وجود کے ایک ایک ذرے سے اللہ کا ذکر کرے گا تو عارف کہلائے گا۔ اللہ والوں کا تو یہ حال ہوتا ہے کہ جب کوئی شخص ان میں کوئی غیر معمولی بات دیکھ لیتا ہے تو یہ اہل اللہ اس شخص سے عہد لیتے ہیں کہ وہ مرتے دم تک اس بات کا ذکر کسی سے نہیں کرے گا اور ایک وہ مسکین اور لاچار شخص ہے جو کچھ دن اللہ کے لئے عمل کرتا ہے اور ذرا سا کوئی اسرار خداوندی پا جاتا ہے تو دن بھر اس کا تذکرہ کرتا رہتا ہے اور صاحب کرامت کے لئے حکم ہے کہ وہ کرامت کو چھپائے' یہاں تک کہ وہ قضاو قدر کے احکام سے ظاہر ہو جائے۔

ہم سب پیارے نبیؐ کے امتی ہیں' امتی کے معنی ہیں' پیروکار کے یعنی پیارے نبیؐ کی پیروی کرنے والا اور پیارے نبیؐ کے پیروں کے نشانوں پر چلنے والا' پیارے نبیؐ کی سنت پر عمل کرنے والا اور پیارے نبیؐ کو فالو کرنے والا اور راہ ہدایت میں پیارے نبیؐ کا ہمسفر' یہی امتی کی تعریف ہے۔ پیارے نبیؐ سے بڑھ کر کوئی عقیدۂ توحید پر عمل کرنے والا نہیں ہے' اس لئے پیارے نبیؐ کا پیروکار پیارے نبیؐ کی پیروی میں سب سے زیادہ عقیدۂ توحید کا خیال رکھتا ہے اور نماز قائم کرنے والا ہوتا ہے اور عقیدۂ توحید پر عمل کرنے والا نہ کفر کر سکتا ہے اور نہ شرک کر سکتا ہے اور نہ بدعات میں مبتلا ہو سکتا ہے۔ پیارے نبیؐ کا امتی وہی ہے جو راہ ہدایت میں پیارے نبیؐ کی پیروی کرتا ہے۔ اب ہر شخص خود یہ سوچے کہ وہ کس حد تک پیارے نبیؐ کی پیروی کرتا ہے اور کرتا ہے یا نہیں کرتا ہے اور اپنی اصلاح کرے۔

اللہ کی قدرت کی نشانیوں میں غور کرنا

Marfat.com

''بے شک آسمان و زمین کے پیدا کرنے میں' اور رات اور دن کے ادل بدل میں' اور جہازوں میں، جو لوگوں کے فائدے کی چیزیں (یعنی مال تجارت) سمندر میں لے کر چلتے ہیں' اور مینہ میں جس کو اللہ آسمان سے برساتا ہے' پھر اس کے ذریعے سے زمین کو اس کے مرے (یعنی افتادہ رہے) پیچھے پھر زندہ (یعنی شاداب) کرتا ہے اور ہر قسم کے جانوروں میں جو خدا نے روئے زمین پر پھیلا رکھے ہیں' اور ہواؤں کے (اِدھر سے اُدھر اور اُدھر سے اِدھر) پھیرنے میں' اور بادلوں میں جو خدا کے حکم سے' آسمان و زمین کے درمیان گھرے رہتے ہیں۔ (غرض ان سب چیزوں میں) ان لوگوں کے لئے جو عقل رکھتے ہیں (قدرت خدا کی بہتیری ہے) نشانیاں (موجود) ہیں۔'' (بقرہ: ع ۲۰' پارہ ۲)

''کیا ان لوگوں نے آسمانوں اور زمین کے انتظام اور خدا کی پیدا کی ہوئی کسی چیز پر بھی نظر نہیں کی اور نہ اس بات پر کہ عجب نہیں ان کی موت قریب آ لگی ہو' تو اب اتنا سمجھائے پیچھے اور کون سی بات ہے جس کو سن کر ایمان لے آئیں گے؟'' (الاعراف: ع ۲۳' پارہ ۹)

''اور آسمانوں اور زمین میں (خدا کی قدرت کی ایسی) کتنی نشانیاں ہیں جن پر سے لوگ ہو کر گزر جاتے ہیں اور وہ ان کی کچھ پروا نہیں کرتے۔'' (سورۂ یوسف: ع ۱۲' پارہ ۱۳)

''کیا ان لوگوں نے اپنے دل میں غور نہیں کیا کہ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو' اور ان چیزوں کو جو ان دونوں کے درمیان ہیں' کسی مصلحت ہی سے اور (ایک) وقت مقرر کے لئے پیدا کیا ہے؟ اور بہتیرے آدمی تو (قیامت کے دن) اپنے پروردگار کے ملنے کو سرے سے مانتے ہی نہیں۔'' (الروم: ع ۱' پارہ ۲۱)

''اور اسی (خدا کی قدرت کی) نشانیوں میں سے (ایک یہ بھی) ہے کہ اس نے تم (لوگوں) کو مٹی سے پیدا کیا۔ پھر اب تم انسان ہو کہ (روئے زمین پر ہر طرف) پھیلے ہوئے ہو اور اسی کی (قدرت کی) نشانیوں میں سے (ایک یہ بھی ہے) کہ اس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس کی بیبیاں پیدا کیں تا کہ تم کو ان کی طرف (رغبت کرنے سے) راحت ملے اور تم میاں بی بی میں پیار اور اخلاص پیدا کیا۔ جو لوگ سوچ سمجھ کو کام میں لاتے ہیں' ان کے لئے ان (باتوں) میں

(قدرت خدا کی بہتیری ہی) نشانیاں ہیں۔'' (الروم:۲۱)

فکر

تو جس چیز کو اہمیت دے گا اور جتنی زیادہ اہمیت دے گا اتنا ہی اس کے بارے میں غور وفکر بھی کرے گا اور جتنا زیادہ غور وفکر کرے گا اتنا ہی زیادہ اس چیز کے نشیب وفراز سے اور اسرار سے واقف ہوگا اور جتنا زیادہ اس چیز سے واقف ہوگا اتنا ہی اس سے تیری قربت' تیری وابستگی اور تیرا انس بڑھتا جائے گا۔

بندے کے پاس غور وفکر کے لئے ایک تو قرآن ہے' دوسرے سنت اور تیسرے اطراف میں بکھری ہوئی بے شمار قدرت کی نشانیاں ہیں۔ لیکن غور وفکر کرنے سے پہلے چند باتوں کی احتیاط لازمی ہے۔ علم دو طرح کا ہے' ایک عام لوگوں کے لئے اور ایک خواص کے لئے۔ تجھے چاہئے کہ خواص کے علم کو نہ چھیڑ۔ دوسرے یہ کہ انسان فطرتاً نادان' جاہل اور ناسمجھ ہے اور اس کی قوتیں' اس کا اختیار' اس کا ارادہ اور اس کی سوچ مختلف ہوتی ہے' رائے مختلف ہوتی ہے اور قانون فطرت کا ایک اصول ہے کہ جب کسی چیز کے بارے میں خیال بدل جاتا ہے تو ہر چیز کے معنی اور مفہوم بدل جاتے ہیں۔

اس لئے غور وفکر شروع کرنے سے پہلے اللہ پر اپنے اس یقین کو پختہ کرلو کہ اللہ پاک ہیں' بے عیب ہیں' بے نیاز ہیں' تمام تعریفوں والے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے لئے ہمیشہ حسن ظن رکھو اور قرآن وسنت اور شریعت اور فقہ سے مکمل واقفیت حاصل کرو۔ پہلے قرآن مجید کو سمجھو پھر قرآن و سنت کو ساتھ رکھ کر سنت کو سمجھو۔ پھر جب اللہ پر ایمان پختہ ہو جائے تو اللہ کی پسند اور ناپسند کو سامنے رکھ کر قدرت کی نشانیوں پر غور کرو۔ دنیادار اپنے سے برتر سے وابستہ ہو کر اس کی قوت سے قوت حاصل کرتا ہے' اس کے اختیار سے اختیار حاصل کرتا ہے' اس کی عزت سے خود عزت حاصل کرتا ہے اور اس برتر کی رضا اور خوشی کو حاصل کرنے کے لئے اپنی تمام توانائی اور صلاحیت کو خرچ کرتا ہے اور دنیا کو حاصل کرنے کے لئے بڑی جدوجہد کرتا ہے اور اللہ کے بندے اپنے اللہ کو سب کچھ قرار دے کر خود کو اللہ کی رضا کے لئے وقف کر دیتے ہیں اور اللہ سے سب کچھ حاصل کرتے ہیں۔

Marfat.com

حمد

''ہر طرح کی تعریف خدا ہی کو (سزاوار) ہے (جو) تمام جہاں کا پروردگار (ہے)- نہایت رحم والا مہربان- روز جزا کا حاکم- (اے خدا) ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں- ہم کو (دین کا) سیدھا راستہ دکھا- ان لوگوں کا رستہ جن پر تو نے (اپنا) فضل کیا' نہ ان کا جن پر (تیرا) غضب نازل ہوا' اور نہ گمراہوں کا-'' (فاتحہ: ع ا' پارہ ۱)

''(اے پیغمبر!) کہو کہ (نافرمانوں کے ہلاک ہونے پر) خدا کا شکر ہے اور (ان) بندگان خدا کو سلام ہے جن کو اس نے برگزیدہ کیا- بھلا (قدرت اور قدر دانی کے اعتبار سے) اللہ بہتر ہے یا وہ چیزیں جن کو یہ لوگ شریک خدائی ٹھہراتے ہیں-'' (النمل: ع ۵' پارہ ۱۹)

''اور (اے پیغمبر!) کہو کہ خدا کا شکر ہے- وہ عنقریب تم کو اپنی نشانیاں دکھائے گا؟ اور (اس وقت) تم ان کو پہچان لو گے- اور جیسے جیسے (برے بھلے) کام تم لوگ کر رہے ہو (اے پیغمبر!) تمہارا پروردگار ان سے غافل نہیں (جو جیسا کرے گا ویسا بدلہ پائے گا)-'' (النمل: ع ٦' پارہ ۲۰)

''اور (اے پیغمبر!) کہو ہر طرح کی تعریف خدا ہی کو سزاوار ہے' جو نہ تو اولاد رکھتا ہے اور نہ (دونوں جہان کی) سلطنت میں اس کا کوئی شریک ہے' اور نہ اس سبب سے کہ کمزور ہے کوئی اس کا مددگار ہے اور (وقتاً فوقتاً) اس کی بڑائیاں کرتے رہا کرو-'' (بنی اسرائیل: ع ۱۲' پارہ ۱۵)

....

اے اللہ انسان تو عاجز ہے کہ اللہ کی بزرگی اور بڑائی کو بیان کر سکے- بے شک تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں کہ جب انسان اپنے اللہ کی تعریفیں بیان کرتا ہے' تو اپنی فطرت کے مطابق وہ ان تعریفی اوصاف کو پسند کرتا ہے اور جتنا زیادہ وہ تعریفیں کرتا ہے اتنا ہی زیادہ ان تعریفی اوصاف کو پسند کرتا ہے اور جتنا زیادہ پسند کرتا ہے' اتنا ہی زیادہ ان تعریفی اوصاف سے قریب تر ہوتا ہے اور جتنا زیادہ قریب تر ہوتا جاتا ہے' اتنا ہی ان تعریفی اوصاف کو شعوری اور لاشعوری طور پر اپناتا چلا جاتا ہے- دوسری جانب جس کی وہ تعریفیں کرتا ہے' وہ ذات اور اس کی صفات دونوں اس کے لئے آئیڈیل بنتی چلی جاتی ہے اور وہ اس ذات سے اور اس کی صفات سے خود کو وابستہ کرتا چلا جاتا ہے

Marfat.com

اور اس کے بارے میں غور و فکر کرتا چلا جاتا ہے۔

اس دنیا میں جب ایک انسان دوسرے انسان سے وابستہ ہوتا ہے یا قربت اختیار کرتا ہے تو اپنی اس قربت اور وابستگی کو قائم رکھنے کے لئے اس کی کچھ ضرورتیں اور کچھ تقاضے ہوتے ہیں جو اسے پورے کرنے پڑتے ہیں اور ہر انسان کے لئے ضرورت اور تقاضے مختلف ہیں۔ اس لئے کہ ہر انسان کی فکر' اس کی فطرت' اس کی خواہشات' اس کی ضروریات مختلف ہوتی ہیں' اسی طرح ہر ایک کی پسند اور ناپسند مختلف ہوتی ہے۔

اور اللہ تو بے نیاز ہے اور انسان جب خود کو اللہ کی ذات اور صفات سے وابستہ کرتا چلا جاتا ہے اور جتنا کرتا چلا جاتا ہے اتنا ہی اللہ کی ناراضگی سے ڈرتا ہے اور اللہ کی پسند اور ناپسند کا خیال رکھتا ہے اور اللہ کی پسند اور ناپسند کو تلاش کرتا ہے اور اپنے اللہ کا اطاعت گزار' فرمانبردار' شکر گزار' امانت دار اور احسان مند بندہ بنتا چلا جاتا ہے۔

بندۂ عاجز جب اللہ کی بزرگی اور بڑائی بیان کرتا ہے تو وہ غور کرے کہ وہ کیا چیز خرچ کر رہا ہے اس لئے کہ انسان تو وہی کچھ خرچ کرتا ہے جو اس کے پاس ہوتا ہے اور جس کے لئے جو چیز اس کے پاس ہوتی ہے وہی خرچ کرتا ہے تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ وہ بزرگی اور بڑائی خرچ کر رہا ہے اور یہ سب کچھ اسے کہاں سے ملا یہ تو اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے احسان سے عطا فرمایا اور جس سچائی اور دل کی گہرائی سے اس نے اللہ کی بزرگی اور بڑائی بیان کی اسی حساب سے عطا کیا گیا۔

تسبیح و تقدیس

''تو (اے پیغمبر!) جیسی جیسی باتیں (یہ کافر) کہتے ہیں ان پر صبر کرو اور آفتاب نکلنے سے پہلے اور (نیز) اس کے ڈوبنے سے پہلے' اپنے پروردگار کی حمد (وثنا) کے ساتھ (اس کی) تسبیح (و تقدیس) کیا کرو اور (نیز) رات کے وقتوں میں اور (دوپہر) دن کے لگ بھگ (یعنی ظہر کے وقت بھی) تسبیح (و تقدیس) کیا کرو' تا کہ تم (اس عبادت کا صلہ پا کر) خوش ہو جاؤ۔'' (طٰہٰ: ع ۸' پارہ ۱۶)

''پس جس وقت تم لوگوں کو شام ہو' اور جس وقت تم کو صبح ہو' اللہ کی تسبیح (و تقدیس) کرو۔ اور

آسمان وزمین میں وہی اللہ تعریف کے لائق ہے اور (نیز) تیسرے پہر اور جب تم لوگوں کو دوپہر ہو (اللہ کی تسبیح وتقدیس کرو)'' (الروم: ع۲' پارہ۲۱)

''تو (اے پیغمبر!) جیسی جیسی باتیں (یہ منکر) کہتے ہیں' ان پر صبر کرو۔ اور آفتاب کے نکلنے سے پہلے اور (اس کے) غروب ہونے سے پہلے اپنے پروردگار کی (حمد وثنا) کے ساتھ اس کی تسبیح (وتقدیس) کیا کرو۔ اور رات میں (بھی تھوڑی دیر) اس کی تسبیح (وتقدیس) کرو اور نماز کے بعد (بھی)۔'' (القاف: ع۳' پارہ۲۶)

''(اے پیغمبر!) اپنے پروردگار عالی شان کے نام کی تسبیح (وتقدیس) کیا کرو' جس نے (تمام مخلوقات کو) بنایا اور (بہت) درست بنایا۔ اور جس نے (ہر ایک چیز کی غرض وغایت کا) اندازہ کیا' اور (اس کو اسی) رستے لگا دیا۔ اور جس نے (ہرا خوشنما) چارہ (زمین سے) نکالا' پھر اس کو (آخرکار) کالا کالا (بدنما) کوڑا کر دیا۔'' (الاعلیٰ: ع۱' پارہ۳۰)

''تو (اے پیغمبر!) اپنے پروردگار کی حمد (وثنا) کے ساتھ اس کی تسبیح (وتقدیس) میں مشغول ہو جاؤ' اور اس سے گناہوں کی معافی مانگو۔ بے شک وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے۔'' (النصر: ع۱' پارہ۳۰)

ابی مالک اشعری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پاکیزگی نصف ایمان ہے اور لفظ الحمدللہ کہنا ترازوئے اعمال کو بھر دیتا ہے' اور سبحان اللہ اور الحمدللہ (ہر ایک کلمہ) بھر دیتے ہیں (ان چیزوں کو جو کہ) آسمان اور زمین کے درمیان ہے اور نماز نور ہے' اور صدقہ دینا دلیل ہے' اور صبر کرنا روشنی ہے' اور قرآن کریم تیرے موافق یا تیرے خلاف دلیل ہے' اور ہر ایک انسان اپنے کاموں میں صبح کرتا ہے' اور اپنے نفس کا سودا کرتا ہے' پھر یا تو اس کو آزاد کرا لیتا ہے یا اسے ہلاکت میں ڈال دیتا ہے۔ (مسلم)

اللہ کا ایک بندہ دل میں یا زبان سے بار بار سبحان اللہ کہتا چلا جاتا ہے۔ اللہ پاک ہیں' بے عیب ہیں' تو جس نے کہا کہ اللہ پاک ہیں' بے عیب ہیں' اس نے اقرار کیا کہ اللہ کو پاکی کے سوا کچھ پسند نہیں' اس نے یہ بھی اقرار کیا کہ پاکی اختیار کئے بغیر اللہ کی قربت اور اللہ سے وابستگی ممکن نہیں' تو

بندہ اللہ کی اطاعت گزاری میں' فرمانبرداری میں' اپنے قول میں' فعل میں' فکر میں' شعور میں' اپنے ظاہر میں' اپنے باطن میں' اپنے ماحول میں اور اپنے معاشرے میں' پاکی اختیار کرتا ہے اور پاکی کو پسند کرتا ہے۔

انسانی فطرت ہے کہ اگر ایک جھوٹ کو بار بار کہا جائے تو وہ سچ لگنے لگتا ہے اور جب ایک سچ کو بے شمار بار دہرایا جائے تو وہ سچ سب سے پہلے اس کی فکر کو متاثر کرتا ہے۔ جب بندہ بار بار اللہ کی پاکی بیان کرتا ہے تو یہ پاکی اس فکر میں بس جاتی ہے' فکر میں بس جانے کے سبب اس کی فطرت کا حصہ بن جاتی ہے۔ جب پاکی اس کی فطرت بن جاتی ہے تو پھر وہ اپنے قول میں' اپنے افعال میں' اپنے ظاہر میں' اپنے باطن میں' اپنے ماحول میں اور اپنے معاشرے میں' پاکی اختیار کرتا ہے اور پاکی کو پسند کرتا ہے اور پاکی کی خواہش کرتا ہے اور پاکی خرچ کرتا ہے اور پاکی کو جمع کرتا ہے۔

چونکہ فکر کی فطرت روح کی فطرت ہے اور روح کی فطرت تمام جسمانی نظام کی فطرت ہوتی ہے اس لئے انسان کا جسمانی نظام اپنی نشونما کے لئے اور اپنی بقاء کے لئے پاک مادّوں کو اور عناصر کو جمع کرتا ہے اور انہیں پاک عناصر اور مادّوں سے جسم کی اور روح کی نشونما ہوتی ہے۔ وہ ناپاک مادّوں اور عناصر کو اپنے وجود سے خارج کر دیتا ہے۔ اسی طرح روح بھی جن غیر مرئی جوہروں پر مشتمل ہوتی ہے' اپنے ناپاک اور نقصان دہ جوہروں کو خارج کر دیتی ہے۔ ناپاک عناصر کے خلاف شدید مزاحمت کرتی ہے۔

بدکردار اور بدفطرت انسان اپنی فکر کی' اپنی روح کی اور اپنے جسمانی نظام کی' بدفطرتی کے سبب جو گندے' ضرر رساں اور ناپاک مادّے اپنے وجود میں اور روح میں جمع کرتا ہے۔ اس کی اپنی ایک بدبو ہوتی ہے' اسی طرح پاک مادّوں کی اپنی ایک خوشبو ہوتی ہے جو خون کے بہاؤ کے سبب اور جسمانی نظام کی گرفت کے سبب جسم میں مقید رہتی ہے اور بہت خفیف سی ظاہر ہوتی ہے۔ وصال پاتے ہی یہ خوشبو آزاد ہو جاتی ہے۔ بالکل اسی طرح جس طرح درخت میں لگا ہوا پھل اپنے نظام سے منسلک ہونے کے سبب خوشبو دیتا ہے جبکہ شاخ سے الگ ہو جانے کے بعد اس کی خوشبو تیز ہو جاتی ہے۔

Marfat.com

توبہ واستغفار

علمائے کرام نے فرمایا ہے کہ توبہ ہر ایک گناہ سے کرنا ضروری ہے' پس اگر معصیت اللہ تعالیٰ اور بندہ کے درمیان ہو اور کسی آدمی کا حق اس کے ساتھ وابستہ نہ ہو تو پھر اس کی تین شرطیں ہیں' ایک یہ کہ معصیت سے باز آ جائے' دوسرے یہ کہ اپنے کئے ہوئے پر نادم ہو اور تیسرے اس بات کا پختہ ارادہ کرے کہ پھر کبھی اس قسم کی معصیت میں مبتلا نہ ہوگا - لہٰذا ان تینوں شرطوں میں سے اگر ایک بھی معصیت کسی انسان کے ساتھ وابستہ ہے تو پھر اس کی علماء نے چار شرطیں بیان فرمائی ہیں' یہ تینوں شرطیں اور چوتھی شرط اس کے علاوہ کہ اس شخص کے حق سے اپنی برأت ظاہر کرے - مثلاً اگر اس کا مال لیا ہے یا اور کوئی اسی قسم کی چیز ہے تو اس کو واپس کر دے اور اگر کسی قسم کی تہمت وغیرہ لگائی ہے تو اس کو بھی اس کی اجازت دے یا معاف کرائے اور اگر غیبت کی ہو تو غیبت کو اس سے درگزر کرائے اور تمام گناہوں سے توبہ واجب ہے' پس اگر بعض گناہوں سے توبہ کی' تو اہل حق (اہل سنت) کے نزدیک ان گناہوں سے توبہ درست ہو جائے گی اور باقی گناہوں سے توبہ کرنا اس کے ذمہ باقی رہے گی اور توبہ کے فرض ہونے پر کتاب اللہ (قرآن کریم) اور احادیث رسولؐ اور اجماع امت کے دلائل شاہد ہیں -

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

''اور مسلمانو! تم سے (جو ان احکام میں کوتاہی ہوگئی تو) سب اللہ کے سامنے توبہ کرو' تاکہ تم فلاح پاؤ -'' (پارہ نمبر ۱۸' النور)

بندے کا اپنے گناہوں پر نادم ہونا' ان کے آئندہ نہ کرنے کا مصمم ارادہ کرتے ہوئے' اپنے اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگنا' توبہ اور استغفار ہے - توبہ اور استغفار کا اہم عنصر اللہ کی ناراضگی کا خوف ہے اور اللہ کی ناراضگی کا خوف دراصل علم اور حکمت کی کنجی ہے - تو جو شخص اللہ کا خوف کرے گا وہ اللہ کی پسند کو ڈھونڈے گا - جب وہ اللہ کی پسند سے واقف ہوگا تو پھر اس کے سبب کو ڈھونڈے گا اور جب سبب کو ڈھونڈے گا تو اس کے ظاہر اور باطن سے اور اس کے ظاہر اور باطن کی خوبیوں سے واقف ہوگا - اسی طرح اللہ کی ناپسند کو ڈھونڈے گا اور اس کے اسباب سے واقف

Marfat.com

ہوگا' یوں اس کے ظاہر اور باطن سے اور اس کی خرابیوں سے واقف ہوگا' اس طرح علم کے دروازے اس پر کھلتے چلے جاتے ہیں۔

انسان عاجز ہے' وہ نہ تو اپنے کسی عمل پر بھروسہ کرسکتا ہے' نہ اپنے کسی ایک لمحے پر کہ وہ خالص اللہ کے لئے ہے۔ انسان اس بات پر نہ قادر ہے اور نہ ہوسکتا ہے کہ وہ بندگی کا' اپنے مخلوق ہونے کا' اپنی ملکیت ہونے کا' اپنے رعایا ہونے کا اور اللہ کی وراثت ہونے کا حق ادا کر سکے' اس کو قائم رکھ سکے اور اس طرح اطاعت گزاری' فرمانبرداری' شکر گزاری' امانت داری اور احسان مندی کر سکے' جیسے کہ اس کا حق ہے اور اس کے سوا کوئی راستہ نہیں کہ وہ رو رو کر اور گڑگڑا کر اللہ سے معافی مانگتا رہے اور ڈرتا رہے۔ مجاہدے سے وہ منازل طے نہیں ہوتیں جو توبہ و استغفار میں رقت قلب کے ذریعے طے ہوتی ہیں۔

جس نے اپنے عمل پر بھروسہ کیا وہ تباہ اور برباد ہوگیا۔ اس نے اپنے تمام عمل ضائع کر دیے کیونکہ جس نے اپنے عمل پر بھروسہ کیا' اس نے اپنے ذاتی اختیار' اپنے ارادے اور اپنی خواہشات پر بھروسہ کیا' اس طرح اس نے اپنی ذات پر بھروسہ کیا۔ اس نے تکبر کیا' اس نے صرف اپنے عمل ہی کو مکمل نہیں جانا بلکہ اپنی ذات کو بھی مکمل جانا۔ اس طرح اصلاح کا عمل رک گیا اور خرابی کا عمل شروع ہوگیا اور اے اللہ ہم کو تو ہمارے عمل کا کوئی وسیلہ نہیں اور ہمارا تو ایک لمحہ بھی ایسا نہیں جسے آپ کے حضور میں پیش کرسکیں۔ ہم گنہگاروں کو تو فقط آپ کا' آپ کی رحمت کا سہارا ہے اور آپ پر اور آپ کی رحمت پر بھروسہ ہے۔ اپنی رحمت سے ہماری سب غفلتوں کو' گناہوں کو' گمراہیوں کو' خطاؤں کو' غلطیوں' لغزشوں کو' نافرمانیوں کو' ناشکر گزاریوں کو' احسان فراموشیوں کو معاف فرما دیجئے۔ جب اللہ تعالیٰ کے نیک بندے تنہائی میں چپکے چپکے روتے ہیں اور اپنے اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے اللہ ہم کو ہمارے عمل کا کوئی وسیلہ نہیں ہے اور آپ کے سوا کوئی ہمارے گناہوں کو معاف کرنے والا نہیں ہے اور وہ اللہ کے حضور فریاد کرتے ہیں اور التجا کرتے ہیں اور آہ و زاری کرتے ہیں اور گڑگڑاتے ہیں تو اس کا پہلا فائدہ یہ ہے کہ وہ اپنی فطرت سے گناہوں اور ناپاکیوں کے احساس کو دھوتے ہیں اور پاکی حاصل کرتے ہیں' دوسرا یہ کہ

Marfat.com

خود کو اللہ کا محتاج ' اس سے ڈرنے والا اور ذلیل بندہ ثابت کرتے ہیں اور خود کو اللہ تعالیٰ سے وابستہ کرتے ہیں اور معرفت الٰہی کی راہ میں آگے بڑھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ویسی ہی توجہ' محبت' رحم' پناہ اور سہارا حاصل کرتے ہیں' جس طرح ایک معذور بچہ اپنی ماں کی توجہ کا مرکز ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی تمام فرمانبردار غیبی قوتوں کے ہم مزاج اور ہم فطرت بن کر ان سے جا ملتے ہیں کیونکہ ہر دوستی یا تعلق کا سبب ہم خیالی یا کوئی قدر مشترک ہوتی ہے۔ توبہ واستغفار ایک طرف انسانی فطرت اور شعور سے ناپاکیوں کی فیڈ نگ کو مٹاتے ہیں تو دوسری طرف اللہ پر ایمان کی فیڈ نگ کو پختگی عطا کرتے ہیں۔

صلۂ رحمی

حضرت اسامہ بن زیدؓ مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیان کرتے ہیں کہ ہم حضورؐ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک صاحبزادی نے پیغام بھیجا کہ میرے لڑکے کی نزع کا وقت ہے' آپؐ تشریف لائیں' حضور اکرمؐ نے سلام کہلا بھیجا اور فرمایا کہ جو کچھ خدا نے لے لیا وہ اسی کا تھا اور جو کچھ اس نے دیا وہ بھی اسی کا ہے' اور ہر ایک چیز کی خدا کے ہاں ایک مدت معین ہے' تم کو صبر کرنا چاہئے اور (اللہ تعالیٰ) سے ثواب کی امید رکھنی چاہئے' صاحبزادی نے پھر پیام بھیجا اور قسم دے کر کہا کہ ضرور تشریف لائیں (یہ سن کر) آپ کھڑے ہو گئے اور حضرت سعد بن عبادہؓ ' حضرت معاذ بن جبلؓ ' حضرت ابی بن کعبؓ ' حضرت زید بن ثابتؓ اور کچھ اور صحابہ کرامؓ بھی تشریف لے چلے (جب حضورؐ صاحبزادی کے مکان پر پہنچے) تو لڑکے کو آپؐ کے سامنے پیش کیا گیا۔ آپؐ نے اپنی گود میں بٹھالیا' بچے کی جان بے قرار تھی (یہ منظر دیکھ کر) حضورؐ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے' سعدؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ یہ کیا ہے' فرمایا یہ رقت قلب ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں میں پیدا کیا ہے اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں' اپنے بندے کے دلوں میں سے جس میں چاہے یہ رحمت کا مادّہ رکھ دیتا ہے اور اللہ بھی اپنے بندوں میں سے رحم کرنے والوں پر رحم کرتا ہے۔ انسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص چاہے کہ اس کی روزی میں کشادگی کی جائے یا اس کی عمر لمبی ہو جائے تو اسے صلۂ رحمی کرنی چاہئے۔ (بخاری و مسلم)

رحم، اللہ رحمٰن ورحیم کی صفت ہے۔ انسان کا وہ قول اور عمل رحم ہے جو صرف اور صرف رحمٰن کے لئے ہو اور رحمٰن کی رحمت کی طلب میں اور رحمت کی تلاش میں ہو۔ اگر عمل اللہ کے لئے نہیں یعنی عمل میں رضائے الٰہی کی نیت شامل نہیں ہے تو پھر وہ عمل خود اپنی ذات کے لئے اور اپنی ذاتی برتری کو ثابت کرنے کے لئے ہے۔ رحم اس کے لئے ہے جو عاجز ہے' مجبور ہے' بے بس ہے' کرب اور تکلیف میں مبتلا ہے محتاج ہے' محروم ہے' بے اختیار ہے' غم والم اور مصیبت اور پریشانی میں مبتلا ہے اور وہ اس ذات کی طرف رجوع کرتا ہے جس کے بارے میں وہ یہ سمجھتا ہے کہ وہ مدد کر سکتا ہے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے مخلوق پر رحم کرتا ہے' ان کی مدد کرتا ہے' ان پر توجہ کرتا ہے' ان کے کام آتا ہے' وہ دراصل خالق کائنات سے اپنے لئے اور اپنے اہل قرابت کے لئے اللہ تعالیٰ کا رحم طلب کرتا ہے۔ انسان اللہ تعالیٰ کی مخلوق سے جس طرح کا سلوک کرتا ہے وہ دراصل خالق کائنات سے اپنے لئے وہی سلوک طلب کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے اپنے لئے اسی سلوک کا تعین کرتا ہے۔ جو رحم کو قطع کرتا ہے وہ رحمٰن کو قطع کرتا ہے' جو رحمٰن سے اپنا تعلق اور رشتہ توڑ لیتا ہے، رحمٰن اسے دنیا کے حوالے کر دیتے ہیں۔

اور جب کوئی انسان اپنے اللہ سے رحمٰن کی بندگی طلب کرتا ہے اور رحمٰن کی طرف دوڑتا ہے اور رحمٰن کی طلب میں رحمٰن کی مخلوقات سے رحم کے رشتے کو قائم کرتا ہے تو شیاطین زناٹے دار اڑتے ہوئے سانپوں کی شکل میں اس کے گرد چکر لگاتے ہیں اور پھر جب رحمٰن انسان کے قلب میں داخل ہو جاتے ہیں تو یہ شیاطین دور ہٹ جاتے ہیں۔

حلم اور بردباری

حلم کے معنی نرمی کے ہیں اور بردباری کے معنی ہیں عالی وقار...... حلم اور بردباری کا مفہوم ہے' نرمی کی صفت کے ساتھ اپنی شخصیت' اپنے مرتبے اور اپنے وقار کو قائم رکھنا اور صبر وتحمل' متانت' ذہانت' سنجیدگی اور قوت برداشت کے ساتھ اس کا تحفظ کرنا اور وقار کے خلاف کوئی کام نہ کرنا۔ حلیم اور بردبار شخص کے چہرہ پر شگفتگی اور مسکراہٹ ہوتی ہے اور لب ولہجہ سنجیدہ' دھیما اور نرم ہوتا ہے۔ گفتگو مختصر اور بامقصد ہوتی ہے۔ لوگ اس سے گفتگو کرنا پسند کرتے ہیں لیکن اس کی سنجیدگی'

بردباری اور محتاط رویہ کی وجہ سے لوگ اس سے گفتگو اور معاملات میں بہت احتیاط برتتے ہیں۔

حلم اور بردباری کے دو حصے ہیں' حلم کا تعلق عجز سے ہے اور عجز کا تعلق تمام پاکیزہ اخلاقی اوصاف سے ہے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت گزاری کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتے اور بردباری تمام پاکیزہ اخلاقی اوصاف کا مجموعی تاثر ہے۔حلیم اور بردبار کا سلوک اپنے سے برتر اور کمتر دونوں کے ساتھ یکساں ہوتا ہے۔ وہ اپنے قول اور عمل سے سب کے ساتھ یکساں سلوک کرتا ہے۔ اور یہ سچ ہے کہ جس کے پاس جو چیز ہوتی ہے وہی خرچ کرتا ہے اور سب کے لئے خرچ کرتا ہے۔ وہ یہ کبھی نہیں کرتا کہ برتر کے آگے بچھ جائے اور اس کے ساتھ عاجزی' عزت واحترام کا سلوک کرے' اپنے سے کمتر کو بے ہودگی اور تحقیر کے ساتھ حکم دے۔ ایسا شخص ریاکار اور دھوکے باز ہے۔ اس کے عمل کے دو مختلف انداز اس کی دورخی' اس کی دوہری شخصیت' اس میں موجود کردار کی کمزوری اور ناپائیداری کو ظاہر کرتے ہیں کیونکہ جس کے پاس صرف اور صرف عزت ہو وہ عزت ہی خرچ کرے گا۔

عدل واحسان

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو' انصاف کے علمبردار اور خدا واسطے کے گواہ بنو' اگرچہ تمہارے انصاف اور تمہاری گواہی کی زد خود تمہاری اپنی ذات پر یا تمہارے والدین اور رشتہ داروں ہی پر کیوں نہ پڑتی ہو' فریق معاملہ خواہ مالدار ہو یا غریب' اللہ تم سے زیادہ ان کا خیر خواہ ہے لہٰذا اپنی خواہش نفس کی پیروی میں عدل سے باز نہ رہو' اگر تم نے لگی لپٹی بات کہی یا سچائی سے پہلو بچایا تو جان رکھو کہ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ کو اس کی خبر ہے۔'' (النساء ۴:۱۳۵)

''بے شک وہ بے حیائی اور برائی ہے' اور اس جان کو ختم مت کرو جسے اللہ نے حرام کیا ہے' مگر حق کے ساتھ۔ جو شخص مظلوم مارا جائے' تو اس کے ولی کو اختیار ہے وہ قتل (کے معاملے) میں زیادتی نہ کرے' بے شک وارث ہی مدد کیا گیا ہے' اور یتیم کے مال کے قریب مت جاؤ' مگر اس نیت سے کہ وہ بہت اچھی ہے' یہاں تک کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچ جائے اور پورا کرو عہد کو' بے شک عہد کے بارے میں سوال کیا گیا ہے' اور پورا کرو ناپ کو اور جب ناپ کرو اور تولو اور سیدھی ترازو

Marfat.com

سے کرو بہتر ہے اور اچھا ہے باز گشت میں' اور جس چیز کا تجھے علم نہیں اس کے پیچھے مت چل' بے شک کان' آنکھ اور دل پر ہر ایک سے سوال کیا جائے' اور زمین میں اکڑتا ہوا مت چل' تحقیق تو ہر گز زمین کو نہ پھاڑے گا اور لمبائی میں پہاڑوں کو ہر گز نہ پہنچے گا-'' (بنی اسرائیل: ۱۷: ۲۳ تا ۳۷)

عدل کے معنی حق کو ادا کرنے کے ہیں' اس کے لئے سب سے پہلے حق کو پہچاننا' خود کو ناانصافیوں سے دور رکھنا' پھر اپنی ذات پر سختی سے اللہ تعالیٰ کے حق کو قائم کرنا اور پھر اس حق کو ادا کرنا' پھر اس حق کے سلسلے میں اللہ سے ڈرنا' اللہ کے حضور رونا' گڑگڑانا اور اپنے گناہوں کی معافی طلب کرنا' پھر دوسروں کا حق ادا کرنا اور دوسروں کا حق دلوانا' حق پر قائم رہنا اور حق بات کہنا' حق پر مصلحتوں کا پردہ نہ ڈالنا' ظالم کو ظالم کہنا اور ظالم کو اس کے ظلم سے روکنا اور اگر ظالم اپنے ظلم سے باز نہ آئے تو مظلوم کی حمایت میں ظالم سے لڑنا یا کم از کم ظالم کو علانیہ ظالم کہنا اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو ظالم کو اپنے دل میں ظالم کہنا ہے-

''اللہ تمہیں عدل و احسان کا حکم دیتا ہے-''

عدل رشتے کو قائم کرتا ہے اور احسان اسے بڑھاتا ہے- ایک ہی ماں باپ سے پیدا ہونے والی دو اولادوں میں اگر ماں باپ عدل نہ کریں تو وہ بعض حالات میں ایک دوسرے کی خون کی پیاسی ہو جاتی ہیں- معلوم ہوا کہ عدل ہی رشتے کو قائم کرتا ہے اور احسان اسے بڑھاتا ہے- کسی کے حقوق اس گھمنڈ میں تلف نہ کردو کہ وہ دوست ہے. جس کا حق تلف کیا جاتا ہے' وہ دوست نہیں رہتا' اس سے معلوم ہوا کہ حق کی ادائیگی کے بغیر رشتہ نہیں-

ایک ماں اور باپ سے جنم لینے والے دو سگے بھائی اپنے ذاتی معاملات میں ایک دوسرے کا دباؤ اور تسلط برداشت نہیں کرتے کیونکہ تسلط، مسلط ہونا ہے' مسلط ہونا غالب ہونا ہے' جب ایک غالب ہوتا ہے تو دوسرا مغلوب ہوتا ہے اور جو مغلوب ہوتا ہے اس کا اختیار' ارادہ اور خواہشات غالب کی مرضی کے تابع ہو جاتی ہیں- غالب کا عمل اختیاری ہے جبکہ مغلوب کا عمل اضطراری ہے- غالب کا عمل ارادی ہے' مغلوب کی جدوجہد فطری ہے- مجرم وہ ہے. جس نے حالات پیدا کئے' مجرم وہ نہیں جو حالات کا شکار ہوا اور اس طرح کا تسلط عدل کے خلاف ہے اور رشتے کو قطع کرتا ہے اور

Marfat.com

بھائی کو بھائی کا دشمن بنا تا ہے۔

جب بات حق کی ہے تو پھر یہ دیکھو کہ ماں اگر اپنی اولاد کو مارے تو فرق ہے' باپ اگر اپنی اولاد کو مارے تو فرق ہے' بڑا بھائی اگر اپنے بھائی کو مارے تو فرق ہے' چچا مارے تو فرق ہے' محلے کا کوئی بزرگ مارے تو فرق ہے' محلے کا کوئی بچہ مارے تو فرق ہے اور کوئی غیر مارے تو فرق ہے کیونکہ اولاد پر تو صرف ماں باپ کا حق ہے حالانکہ سب مسلمان بھائی بھائی ہیں۔

''اے مسلمانوں عدل سے کام لو کیونکہ یہ پرہیز گاری کے بہت قریب ہے۔'' (المائدہ)

عدل کے لئے' پرہیز گاری' تقویٰ یعنی اللہ کا خوف' نکتہ رسی' حقائق پر نظر رکھنا' مشاہدے کی خوبی' فکر کی گہرائی اور علم کا ثبات بے حد ضروری ہے اور یہ اس وقت حاصل نہیں ہوسکتا جب تک انسان خود اپنی ذات کی معرفت حاصل نہ کرے' اس کی مثال اس طرح سے ہے کہ ایک شخص کھیل میں مشغول ہے یعنی کھیل رہا ہے، وہ اپنی غلطیوں سے اتنی اچھی طرح سے واقف نہیں ہوسکتا جیسے کھیل دیکھنے والا وہ شخص جو کھیل سے بھی واقف ہے' ان غلطیوں کی نشاندہی کرسکتا ہے۔

پرہیز گاری خود کو برائیوں سے دور رکھنا ہے۔ اپنے اللہ پر ایمان لاتے ہی صاحب ایمان خود کو اللہ کا ذلیل' اللہ کا محتاج' اللہ سے ڈرنے والا اور ناپاک اور پاکی کی کوشش کرنے والا بندہ قرار دیتا ہے اور سب سے پہلے اپنی فطری جبلتوں یعنی ذلت اور محتاجی' خوف اور ناپاکی کو اپنی ذات سے الگ کر کے بندگی سے وابستہ کر دیتا ہے۔ اس طرح اس نے اپنی ذات اور ان جبلتوں کے درمیان ایک فاصلہ پیدا کر دیا' اب وہ زیادہ بہتر طریقے پر ہر قسم کی ذلتوں محتاجیوں' خوفوں اور ناپاکیوں کو پہچاننے کے قابل ہوگیا۔ پھر جتنا اپنے ذاتی اختیار' ارادے اور خواہشات سے دستبردار ہوتا گیا اتنا ہی وہ اختیار' ارادے اور خواہشات کی حقیقتوں کو پاتا چلا گیا اور جتنا اللہ کی فرمانبرداری' شکر گزاری اور امانت داری میں آگے بڑھتا گیا اتنا ہی نافرمانیوں' ناشکر گزاریوں اور امانتوں میں خیانتوں کی حقیقت سے واقف ہوتا چلا گیا۔

صاحب ایمان کے لئے عدل کا سب سے پہلا اطلاق خود اس کی اپنی ذات پر ہوتا ہے پھر ہر اس چیز پر ہوتا ہے جو اس کے اختیار میں ہے۔ عدل یہ ہے کہ صاحب ایمان خود کو بحیثیت اللہ کی

Marfat.com

ملکیت کے، مخلوق کے، پروردہ کے، رعایا کے، وراثت کے اور بندے کے، اپنے اللہ کا اطاعت گزار، فرمانبردار، شکر گزار، امانت دار، احسان مند اور وفادار ثابت کرے اور ہر اس چیز کو بھی جو اس کے اختیار میں ہے یعنی اہل قرابت کو بھی۔ اور اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کو کبھی بھی اللہ کی نافرمانی میں استعمال نہ کرے اور خود کو اللہ کا ایسا نائب ثابت کرے جو اللہ کے اختیار کے تحت اپنے اختیار کو استعمال کرتے ہوئے اللہ کے لئے حکم دینے والا، اللہ کے لئے جینے والا اور اللہ کے لئے مرنے والا ہو۔ عدل کی کوئی انتہا نہیں اور بے شک اللہ عادل ہیں اور عدل کو پسند کرتے ہیں۔ عدل توازن ہے، عدل اعتدال ہے، عدل مساوات ہے، عدل ظالم کو ظالم ثابت کرتا ہے اور مظلوم کو مظلوم ثابت کرتا ہے۔ عدل ظالم کو اس کے ظلم کے مطابق سزا دیتا ہے، نہ کم نہ زیادہ اور مظلوم کی اس کی مظلومی کے مطابق دادرسی کرتا ہے، نہ کم نہ زیادہ۔ عدل ظالم سے مظلوم کا حق چھین کر مظلوم کو دیتا ہے۔ عدل ظالم کو ایسی سزا دیتا ہے جو مظلوم کو مطمئن کر دے۔ عدل انسان کے اختیار، ارادے اور خواہشات پر حد قائم کرتا ہے۔ عدل دو اشخاص، دو قوموں، دو قبیلوں یا دو افراد کے درمیان ان کے حق کا تحفظ کرتا ہے۔ عدل ظالم کو ظلم سے بچاتا ہے اور مظلوم کو مظلومیت سے بچاتا ہے۔ عدل عمل اور ردعمل میں توازن پیدا کرتا ہے۔ عدل رشتے کو قائم کرتا ہے۔

عدل کا ادنیٰ ترین پیمانہ

عدل کا ادنیٰ ترین پیمانہ یہ ہے کہ انسان خود اپنی ذات کو میزان بنائے جو کچھ اپنے لئے پسند کرتا ہے وہی دوسروں کے لئے پسند کرے۔ جو کچھ دوسروں سے اپنے لئے چاہتا ہے وہی خود بھی دوسروں کو دے۔ ان تمام چیزوں کو جسے وہ اپنی ذات کے لئے ناپسند کرتا ہے وہ دوسروں کے لئے بھی ناپسند کرے۔ چند مثالیں مندرجہ ذیل ہیں:

انسان نہیں چاہتا کہ کوئی اس کا حق مارے، تو اسے بھی چاہئے کہ وہ کسی کا حق نہ مارے۔

انسان نہیں چاہتا کہ کوئی اس کی غیبت کرے، تو اسے بھی دوسروں کی غیبت نہیں کرنا چاہئے۔

انسان نہیں چاہتا کہ کوئی اس سے نفرت کرے، تو اسے بھی چاہئے کہ وہ کسی سے نفرت نہ کرے۔

Marfat.com

انسان نہیں چاہتا کہ کوئی اس سے حسد کرے تو اسے چاہئے کہ وہ کسی سے حسد نہ کرے۔

انسان نہیں چاہتا کہ کوئی اس پر مسلط ہو تو انسان کو چاہئے کہ وہ بھی کسی پر مسلط نہ ہو۔

انسان نہیں چاہتا کہ کوئی اس پر غصہ ہو یا کوئی اس پر ظلم کرے یا اسے ذلیل کرے یا اس کی بے حرمتی کرے یا اس کی چغلی کرے یا اسے گالی دے، تو اسے بھی چاہئے کہ وہ دوسروں کے لئے خود کو ان چیزوں سے بچائے۔ شوہر نہیں چاہتا کہ اس کی بیوی کسی غیر مرد کی طرف دیکھے تو پھر شوہر کو بھی چاہئے کہ وہ کسی غیر عورت کی طرف نہ دیکھے۔ شوہر چاہتا ہے کہ بیوی اس کی فرمانبرداری کرے تو پھر شوہر کو بھی چاہئے کہ وہ بیوی کی دلجوئی کرے۔ غرض شوہر کو اپنی بیوی سے وہی سلوک کرنا چاہیے جو وہ بیوی سے اپنے لئے چاہتا ہے اور جس طرح وہ اپنی ملکیت پر کسی دوسرے کا حق برداشت نہیں کرسکتا اسی طرح اسے چاہئے کہ وہ خود پر اور اپنی ہر ہر چیز پر اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو حق نہ دے۔

Marfat.com

تخلیق کا اپنے ساتھ عدل

پرورده کا اپنے ساتھ عدل

ملکیت کا اپنے ساتھ عدل

وراثت کا اپنے ساتھ عدل

رعایا کا اپنے ساتھ عدل

اللہ تعالیٰ کو بلا شرکت غیرے اپنا سب کچھ سمجھتے ہوئے' خود کو اللہ تعالیٰ سے وابستہ کرنا اور وابستہ رکھنا اور اللہ تعالیٰ کے حق کو اپنی ذات پر قائم کرنا اور اسے قائم رکھنا اور کسی غیر اللہ کو یہ حق نہ دینا' ہر وقت اللہ تعالیٰ کے قبضہ وقدرت اور اختیار میں رہنا اور اس کے غلبے کو اپنے اوپر ہمیشہ ہمیشہ قائم رکھنا- اللہ تعالیٰ سے اپنی وابستگی پر فخر کرنا اور اس وابستگی کو اپنی شناخت بنانا' اللہ تعالیٰ کی اطاعت گزاری' فرمانبرداری' شکر گزاری' امانت داری' احسان مندی کرنا' وفا کرنا' ایثار اور قربانی کرنا' اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریقے سے اللہ تعالیٰ کے لئے اپنی حفاظت کرنا' بنانا' سنوارنا' نکھارنا اور خود کو اللہ تعالیٰ کے لئے پسندیدہ' قابل فخر' نفع بخش' قابل اعتماد بنانا' اللہ تعالیٰ کے بارے میں ہمیشہ حسن ظن رکھنا' راضی برضا رہنا عدل ہے اور یہ عدل کی پہلی شرط ہے- جو شخص اپنی ذات کے ساتھ عدل نہیں کر سکتا وہ کبھی بھی اور کسی کے ساتھ بھی عدل نہیں کر سکتا-

عفت

ظاہری معنوں میں عفت پاکیزگی ہے- جنسی قوت کی زیادتی حیوانیت ہے' اس کا اعتدال عفت ہے' اس کی کمی نامردی ہے- وسیع تر مفہوم میں اپنی تمام نفسانی خواہشات کو نظم وضبط اختیار کرتے ہوئے قرآن وسنت کے تابع کرنا' عفت ہے- عفت دراصل حیا کا ثمرہ ہے اور حیا دراصل اپنے پروردگار سے ڈرنا اور شرمانا ہے- حیا کے سبب انسان کبھی اعتدال کی حد سے آگے نہیں بڑھتا اور اپنے نفس کو عقل پر حاوی ہونے نہیں دیتا اور ضبط اختیار کرتا ہے-

Marfat.com

حکمت

عقل اور ذہانت کا غلط استعمال عیاری اور مکاری ہے جبکہ اس کا اعتدال حکمت ہے اور اس کی کمی کم عقلی ہے۔ حکمت ذہانت کا حسن ہے۔ حکمت کے لئے علم کا عمل کے ساتھ ہونا ضروری ہے۔ حکمت دراصل علم کے ساتھ، فکر کی گہرائی کے ساتھ، مشاہدے کی خوبی کے ساتھ اور نکتہ رسی کے ساتھ، ایسا راستہ تلاش کرنا ہے، جس سے کم سے کم وقت میں، کم سے کم مشقت سے، محفوظ ترین طریقہ سے، مطلوبہ نتائج حاصل ہو جائیں۔ باالفاظ دیگر حکمت عقل و ذہانت کا تعمیری اور مثبت استعمال ہے۔

شجاعت

غصہ کی زیادتی درندگی، غصہ کی کمی بزدلی اور غصہ کا اعتدال شجاعت ہے۔ ایسا غصہ جو اپنی ذات کے لئے نہ ہو بلکہ عدل کے قیام کے لئے ہو، اور وسیع مفہوم میں شجاعت چار چیزوں کا ثمرہ ہے ۱۔ اپنے اللہ پر غیر متزلزل یقین ۲۔ صبر ۳۔ قوت برداشت ۴۔ اللہ کا خوف۔

اللہ کی ذات پر اور صفات پر غیر متزلزل یقین قوت عطا کرتا ہے۔ صبر اور قوت برداشت اس راہ میں مشکلات برداشت کرنے کا حوصلہ عطا کرتی ہیں اور اللہ کا خوف بے خوفی عطا کرتا ہے۔ اس طرح عدل کرتے ہوئے وہ محبت اور نفرت کے جذبات سے الگ ہو کر، اپنی ذاتی پسند اور ناپسند سے الگ ہو کر، اپنے ذاتی اختیار اور خواہشات سے الگ ہو کر، اپنے ذاتی مفادات اور ذاتی تعلق سے الگ ہو کر اس جگہ بھی سچ بولتا ہے جہاں اسے نقصان کا اندیشہ ہوتا ہے اور حق کے لئے مصائب کے طوفان میں پھاند پڑتا ہے۔

شجاعت میں غصہ کبھی بھی اپنی ذات کے لئے نہیں ہوتا، ہمیشہ شر کے خلاف ہوتا ہے اور ہمیشہ حق کی حمایت میں ہوتا ہے، ہمیشہ عدل کو قائم رکھنے کے لئے ہوتا ہے، ہمیشہ ضبط و تحمل اور صبر و برداشت کے ساتھ ہوتا ہے، ہمیشہ خوف خدا کے غلبے کے ساتھ ہوتا ہے اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت گزاری میں ہوتا ہے۔

Marfat.com

عجز

عجز تکبر کی ضد ہے اور اللہ کا بندہ تو وہی ہے جو اللہ کے مقابل خود کو انتہائی عاجز، حقیر، ذلیل، بے اختیار، محتاج، بے قوت اور بے وقعت سمجھتا ہے۔ عجز کا تعلق خیر سے ہے تو تکبر کا تعلق شر سے ہے۔ عجز میں تمام امراض کے لئے شفا ہے تو تکبر تمام روحانی اور جسمانی امراض کی بنیاد ہے۔ عجز میں نرمی ہے، پاکی ہے، مٹھاس ہے، شکر گزاری ہے، صبر و تحمل ہے، اطمینان و سکون ہے تو تکبر میں سختی ہے، تلخی ہے، جلانے کی تاثیر ہے اور ناپاکی ہے اور تکبر ہی نافرمانیوں کی بنیاد ہے۔ عجز تو نعمت خداوندی ہے۔ قرب الٰہی اور رضائے الٰہی کا ذریعہ ہے۔ فرمانبرداری کی بنیاد ہے۔ نعمتوں کے حصول کا سبب ہے۔ عجز کے بغیر صبر ممکن نہیں اور صبر کے بغیر برداشت ممکن نہیں۔ خود کو برائیوں سے روکنا ممکن نہیں۔ عبادت کی مشقت ممکن نہیں اور ایمان کے لئے عمل کے بغیر یقین نہیں۔ یقین کے بغیر ایمان ممکن نہیں۔ ایمان کے بغیر عبادت ممکن نہیں۔ یقین کے بغیر ارادہ ممکن نہیں اور ارادے کے بغیر رضائے الٰہی کی تکمیل ممکن نہیں۔ توجہ ممکن نہیں اور اللہ کی طرف رجوع ممکن نہیں اور جب اللہ کے لئے عمل نہیں، عمل میں اللہ کو ترجیح نہیں، اللہ کو غلبہ نہیں، اللہ کو اہمیت نہیں تو پھر اللہ کے لئے اطاعت گزاری نہیں، فرمانبرداری نہیں، شکر گزاری نہیں، وفاداری نہیں اور امانت داری نہیں اور ارشاد نبویؐ کے مطابق ''جس میں امانت داری نہیں اس میں ایمان نہیں۔'' عجز کے بغیر عبادت میں اخلاص اور عمل میں نظم و ضبط ممکن نہیں اور اخلاقی خوبیوں کا حصول ممکن نہیں اور جب انفرادی اور ذاتی اصلاح نہیں تو معاشرے کی اصلاح بھی ممکن نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق ''مصیبت کے وقت صبر اور نماز کا سہارا پکڑو اور نماز شاق ہے، مگر ان لوگوں پر نہیں جو عاجزی رکھتے ہیں اور یہ خیال پیش نظر رکھتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ملنے والے ہیں۔'' اور اللہ تعالیٰ کا دوسرا ارشاد ہے کہ ''بے شک ہر مشکل میں آسانی ہے اور بے شک ہر مشکل کے بعد آسانی ہے، تو جب تم فارغ ہوا کرو تو عبادت میں محنت کیا کرو۔''

جو عجز رکھتا وہ کبھی خود مکمل نہیں سمجھتا اور ہمیشہ اپنی تکمیل میں لگا رہتا ہے اور اصلاح کا عمل جاری رہتا ہے۔ وہ بظاہر دنیا میں ملا جلا دکھائی دیتا ہے لیکن باطن میں دنیا سے الگ تھلگ رہتا ہے۔

Marfat.com

وہ خیر کے قریب رہتا ہے اور شر سے دور رہتا ہے- اہل دنیا جب دنیا کے ظاہر پر فریفتہ ہوتے ہیں تو یہ اس وقت اس کے باطن پر نظر رکھتا ہے' وہ ہر اس تجربہ کو' جو سبق آموز ہو' یاد رکھتا ہے' عبرتوں سے سبق لیتا ہے اور ہر اچھی نصیحت کو قبول کر لیتا ہے-

عجز دراصل ایک عاجز انسان کا عمل ہے اور ایک عاجز' مجبور اور محتاج انسان کی صفت ہے جو اپنی مجبوری محتاجی اور بے اختیاری کی وجہ سے اطاعت گزاری اور فرمانبرداری کو قبول کرتا ہے- وہ اپنی مجبوری محتاجی اور بے اختیاری کے سبب حکم کی تعمیل میں نہ بحث کرتا ہے' نہ حجت کرتا ہے' نہ کام کو ٹالتا ہے' نہ غفلت برتتا ہے' نہ دشمنی کرتا ہے' نہ سرکشی کرتا ہے اور نہ بغاوت کرتا ہے' اور نہ کبھی انکار کرتا ہے بلکہ ہر قسم کی نافرمانی سے ڈرتا ہے- عجز کی ضد تکبر ہے- عجز کے ساتھ خوف ہے تو تکبر کے ساتھ بے خوفی اور لاپرواہی ہے- انسان ہر حال میں عاجز ہے- دنیادار اپنی خواہشات کے آگے مجبور ہے' محتاج ہے' بے اختیار ہے اور عاجز ہے اور اپنی خواہشات نفس کی فرمانبرداری میں اپنے سے برتر دنیاداروں کے آگے مجبور ہوتا ہے' بے بس ہوتا ہے' محتاج ہوتا ہے اور بے اختیار رہتا ہے اور عاجز ہوتا ہے- مگر دوسری طرف اللہ سے بے خوف ہوتا ہے' اللہ کی نافرمانی کرتا ہے' اللہ سے سرکشی کرتا ہے' اللہ سے دشمنی کرتا ہے' اللہ سے بغاوت کرتا ہے اور اللہ کا انکار کرتا ہے' خواہ قول اور عمل دونوں سے ہو یا صرف عمل سے ہو- صاحب ایمان کا عجز اور خوف دونوں اللہ کے لئے ہوتے ہیں اور اللہ کی فرمانبرداری میں ہوتے ہیں اور صاحب ایمان جب کسی صاحب حکم کی فرمانبرداری کرتا ہے تو وہ یہ فرمانبرداری اللہ کی فرمانبرداری میں صرف احساس فرض کے تحت کرتا ہے اور بغیر کسی لالچ یا ذاتی غرض کے بے خوفی کے ساتھ اور عزت نفس کے ساتھ کرتا ہے- تکبر میں انکار ہے جبکہ عجز میں انکار نہیں ہے' سوائے اللہ کی نافرمانی کے کام کے-

شرم وحیا

شرم وحیا پرہیزگاری کا' اخلاقی پاکیزگی کا ایسا پردہ ہے جو ایمان کو کفر اور شرک سے الگ رکھتا ہے' نیکی کو بدی سے الگ رکھتا ہے' پاکی کو ناپاکی سے الگ رکھتا ہے' خیر کو شر سے الگ رکھتا ہے- جو عجز رکھتا ہے وہی شرم وحیا بھی رکھتا ہے اور جو تکبر رکھتا ہے وہ بے شرمی اور بے حیائی رکھتا ہے- اگر

Marfat.com

شرم وحیا کا پردہ درمیان سے ہٹ جائے تو خیر اور شر کا فرق مٹ جاتا ہے۔ پھر فتنہ جنم لیتا ہے کیونکہ فتنہ تو وہیں جنم لیتا ہے جہاں خیر اور شر آپس میں اس طرح گڈمڈ ہو جاتے ہیں کہ حق کی پہچان مشکل ہو جاتی ہے اور فتنہ تو صرف اس وقت پہچانا جاتا ہے جب وہ منہ موڑتا ہے۔

شرم وحیا دراصل ان تمام کاموں سے اور ان تمام باتوں سے شرمانا اور خود کو چھپانا اور بچانا ہے جن سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہوں۔ شرم وحیا ایمان کا حصہ ہے۔ سچ بولنا، عہد کو پورا کرنا، اقرار کو پورا کرنا، گناہوں سے خود کو بچانا، ناپاکیوں سے دور رہنا، وفا کرنا، شکر گزاری کرنا، احسان کو قبول کرنا، غلطی کو قبول کرنا، ہر قسم کی ذلتوں سے خود کو بچانا، یہ سب شرم وحیا میں داخل ہیں۔

جو اللہ کے دین میں داخل ہے وہ دین کے حصار میں داخل ہے، وہ دین کی چہار دیواری میں داخل ہے اور شرم وحیا کا لباس پہنے ہوئے ہے۔ دین سے باہر نکلے بغیر اور شرم وحیا کا لباس اتارے بغیر کوئی شخص بے شرمی اور بے حیائی کا گناہ نہیں کر سکتا اور بے شرمی اور بے حیائی کو جائز قرار نہیں دے سکتا۔ نیکی اگر اللہ کی فرمانبرداری میں اللہ کی رضا اور خوشی کے لئے کیا جانے والا عمل ہے تو گناہ اللہ کی نافرمانی میں اور اللہ کا انکار کرتے ہوئے اور اللہ کے غضب کو دعوت دیتے ہوئے، شیطان کے لئے کیا جانے والا عمل ہے۔ اب جب تک گناہ کرنے والا اپنے گناہ پر نادم نہ ہو اور رو رو کر اپنے اللہ تواب الرحیم سے معافی نہ مانگے، وہ دین میں داخل نہیں ہو سکتا کیونکہ جس کو گناہ پر ندامت نہیں ہوتی اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس کے دل پر اللہ نے مہر کر دی ہے اور وہ متکبر ہے اور دین میں داخل ہونے کے لئے شرم وحیا کا لباس پہننا ضروری ہے۔

صبر و تحمل

حضرت ابو سعید خدریؓ بیان فرماتے ہیں کہ انصار میں سے کچھ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تو آپؐ نے انہیں دیا، پھر دوبارہ سوال کیا، پھر ان کو دے دیا یہاں تک کہ جو آپؐ کے پاس تھا تقسیم کرنے کے بعد ان سے فرمایا کہ جو کچھ مال کی قسم سے ہوتا ہے، اس کو میں تمہارے لئے روک کر نہیں رکھتا (سب تقسیم کر دیتا ہوں اور یاد رکھو) کہ جو آدمی پاک دامن بننا چاہتا ہے تو حق تعالیٰ اس کو پاکدامن بنا دیتے ہیں اور جو استغنا حاصل کرنا چاہتا ہے تو اللہ اس کو غنی

Marfat.com

بنا دیتا ہے اور جو صبر کی کوشش کرتا ہے اللہ اسے صبر دیتا ہے اور کسی شخص کو صبر سے بہتر اور وسیع تر چیز نہیں دی گئی۔ (بخاری و مسلم)

حضرت صہیب بن سنانؓ بیان فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مومن کا معاملہ عجیب ہے' اس کے تمام کام اس کے حق میں بہتری اور خیر کا باعث ہیں اور یہ بات مومن کے علاوہ کسی کے لئے نہیں' اگر اسے کوئی مسرور کن بات پہنچتی ہے اور وہ اس پر اللہ کا شکر ادا کرتا ہے' تو اس کے لئے بھلائی ہے اور کوئی پریشان کن چیز پہنچتی ہے اور وہ اس پر صبر کرتا ہے' تو یہ بھی اس کے حق میں بہتر ہے۔ (مسلم)

نیز حق تعالیٰ نے فرمایا ''صبر کرنے والوں کو ان کا صلہ بے شمار ہی ملے گا۔'' (زمر: پارہ ۲۳)

ایک اور جگہ فرماتا ہے ''اور جو شخص صبر کرے اور معاف کر دے تو یہ عزیمت کے کاموں میں سے ایک ہے۔'' (شوریٰ: پارہ ۲۵)

دوسری جگہ فرمایا ''کہ صبر اور نماز سے سہارا حاصل کرو' بلاشبہ اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ رہتے ہیں۔'' (بقرہ: پارہ ۲)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ ''اے ایمان والو! خود صبر کرو اور مقابلہ میں صبر کرو۔'' (آل عمران: پارہ ۴)

دوسری جگہ ارشاد ہے ''(کہ دیکھو) ہم تمہارا امتحان کریں گے' کسی قدر خوف سے اور فاقہ سے اور مال اور جان اور پھلوں کی کمی سے' اور آپ صبر کرنے والوں کو بشارت سنا دیجئے۔'' (بقرہ: پارہ ۲)

جس انسان نے زبان سے اپنی تکلیف کا اظہار کر دیا' اس نے اپنے حواس پر اپنی گرفت کو کھو دیا' اپنے حواس پر اپنے ضبط کو ضائع کر دیا۔ انسان بغیر صبر اور برداشت کے اپنے وجود کی اور اپنے حواس کی اور اپنے احساسات کی تسخیر نہیں کر سکتا اور جو خود اپنے وجود کی تسخیر نہیں کر سکتا وہ کسی شے کو بھی مسخر نہیں کر سکتا۔ جو خود اپنی ذات کے اور ذاتی برتری کے سحر میں مبتلا ہو وہ کسی دوسرے کو مسحور نہیں کر سکتا اور جو خود اپنی ذات کا اور اپنی ذاتی خواہشات کا محتاج ہو وہ جب بھی کسی کو کچھ دے گا تو

اپنی محتاجی بھی ساتھ دے گا یعنی اس خدمت کے ساتھ اپنی ضرورت' اپنی پسند' اپنی انا' غرض کچھ نہ کچھ ضرور شامل کرے گا- صبر اور تحمل انسان کے نفس کو دنیا سے آزاد کراتے ہیں- اس کو اپنی محتاجی اور دنیا کی محتاجی سے نجات دلاتے ہیں- انسان کو اس کے اپنے وجود کی تسخیر میں مدد دیتے ہیں' اس میں بے پناہ ضبط کی قوت پیدا کرتے ہیں' انسان کے باطن کو دنیا سے الگ کرتے ہیں-

صبر کے معنی روکنے کے ہیں اور تحمل کے معنی برداشت کرنے کے ہیں- بے بسی' کمزوری' مجبوری' مظلومی' صبر اور تحمل نہیں ہے- صبر اور تحمل کے بغیر تقویٰ اور پرہیزگاری ممکن نہیں' شکر گزاری اور احسان مندی ممکن نہیں ہے- مومن کی پوری زندگی صبر اور تحمل ہے- اس میں نہ شکایت ہے اور نہ فریاد ہے بلکہ صبر کی اپنی ایک سرشاری ہے' لذت ہے' فتح مندی ہے اور اطمینان قلبی ہے- صبر کا نتیجہ دنیا اور آخرت دونوں میں فتح و کامرانی ہے- صبر و تحمل کی بنیاد مقصد ہے یعنی صبر و تحمل بغیر مقصد کے نہیں ہوتا- پھر مقصد کی افادیت پر یقین ہونا بھی ضروری ہے کیونکہ انسان کسی غیر اہم مقصد کے لئے صبر و تحمل نہیں کرتا اور اس کے لئے جدوجہد نہیں کرتا- صبر و تحمل وہ کرتا ہے جو اللہ پر' آخرت پر اور آخرت کی زندگی پر یقین رکھتا ہے یعنی ایمان رکھتا ہے- وہ رضائے الٰہی کے حصول کے لئے اور دنیا اور آخرت کی فلاح کے لئے خود کو ہر اس چیز سے روکتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا- ہر اس کام کو کرنے کی مشقت برداشت کرتا ہے جس کے کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے' خواہ اس کے سامنے کیسے ہی مشکل حالات کیوں نہ ہوں اور اس کے سامنے کیسی ہی ترغیبات کیوں نہ ہوں' وہ اللہ اور آخرت کو سب کاموں پر ترجیح دیتا ہے- صبر و تحمل کرنے والا ہمیشہ خود کو اپنی ذاتی خواہشات سے الگ رکھتا ہے اور جذبات کو عقل پر حاوی نہیں ہونے دیتا- اپنے اور دنیا کے درمیان ایک غیر محسوس فاصلہ رکھتا ہے- ہر چیز کے باطن پر نظر رکھتا ہے- بغیر سوچ بچار اور تحقیق کے فیصلہ نہیں کرتا' عجلت میں کبھی فیصلہ نہیں کرتا' حلم اور بردباری کو کبھی ہاتھ سے نہیں چھوڑتا' خود کو کبھی اپنی سطح سے نیچے نہیں گراتا- وہ اللہ کا ایک ایسا سپاہی ہے جو اپنے پروردگار کی اطاعت گزاری' فرمانبرداری' شکر گزاری اور امانتداری میں خود اپنے اندر موجود شر کی قوتوں سے جنگ کرتا ہے اور باہر موجود شر کی قوتوں کو اپنے اندر داخل ہونے سے روکتا ہے- اپنے پروردگار سے حیا کرتا ہے- وہ اپنے اللہ پر'

Marfat.com

اپنے اللہ کی مدد پر، سہارے پر، پناہ پر بھروسہ کرتا ہے اور اللہ کے حضور بہت ہی توبہ اور استغفار کرنے والا بندہ ہوتا ہے۔ وہ ارادے میں ٹھوس اور ناقابل شکست چٹان کی مانند ہوتا ہے۔

صبر کے معنی روکنا ہے یعنی ہر اس چیز سے روکنا جس میں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہو، تحمل کے معنی بوجھ اٹھانا یعنی ہر ایسا بوجھ اٹھانا جس کی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ضرورت ہو، برداشت کے معنی ہی جھیلنا یعنی ہر ایسی تکلیف کو جھیلنا جس کی اللہ کی راہ میں ضرورت ہو۔ اور تینوں حالتوں میں واویلا اور شکایت نہ کرنا اور اللہ تعالیٰ کا شکر گزار رہنا ضروری ہے۔ یہ تینوں عظیم ترین روحانی قوتیں ہیں اور یہ تینوں قوتیں عیبوں کی قبر بھی ہیں۔ ان تینوں قوتوں کے بغیر نہ انسان اپنی ذات کی معرفت حاصل کر سکتا ہے اور نہ معرفت الٰہی۔ مرتے وقت انسان کا اختیار ختم ہو گیا اور ارادہ ختم ہو گیا اور اس کی فطرت ہی اس کی ضرورت ٹھہری۔ اب مرنے والے کی فطرت میں کچھ ناپاکیاں اور کچھ خامیاں باقی رہیں لیکن ساتھ ہی اس کی فطرت میں صبر و تحمل اور برداشت کی قوت کا غلبہ تھا۔ اس غلبے نے ان فطری خامیوں کو اپنے اندر سمیٹ لیا۔ جس انسان کی فطرت اور شعور میں صبر و تحمل اور برداشت کی فیڈنگ کو غلبہ حاصل ہو جائے تو اس کے افعال اور اقوال میں نظم و ضبط پیدا ہو جاتا ہے۔ اس کا ارادہ چٹان کی طرح مضبوط ہو جاتا ہے اور اس میں ٹھہراؤ کی صفت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس میں اضطراب، بے چینی اور مایوسی ختم ہو جاتی ہے اور وہ شکر گزار بن جاتا ہے۔

تقویٰ

حضرت ابوذر اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں، کہ آپؐ نے فرمایا کہ تو جہاں کہیں بھی ہو، اللہ سے ڈر اور برائی کے بعد بھلائی اور نیکی کر، کہ وہ برائی کو مٹا دے گی، اور لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آ' اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ تم ایسے کام کر بیٹھتے ہو جو کہ تمہاری نظروں میں بال سے بھی زیادہ باریک ہیں اور ہم ان کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مہلکات میں سے شمار کیا کرتے تھے۔ بخاری نے اسے روایت کیا اور کہا کہ موبقات کے معنی

Marfat.com

مہلکات (ہلاک کرنے والی چیزوں) کے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''اور نہیں حکم دیا گیا (اہل کتاب کو) سوا اس کے اور کسی بات کا کہ وہ عبادت کریں اللہ کی اسی کے لئے بندگی کو خاص کئے ہوئے اخلاص کے ساتھ، تمام (باطل دینوں سے) یکسو ہو کر، اللہ کی طرف اپنا رخ کرتے ہوئے، اور نماز کی پابندی رکھیں اور زکوٰۃ دیا کریں۔'' (پارہ ۳۰: سورۂ بینہ)

دوسری جگہ ارشاد ہے ''اللہ کے پاس نہ ان کا (قربانی کے جانوروں کا) گوشت پہنچتا ہے، نہ ان کا خون لیکن اس کے پاس تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے۔'' (حج: پارہ ۱۷)

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آدمی کے اسلام کی خوبی میں سے اس کا ایسی چیزوں کا چھوڑ دینا ہے جو کہ دنیا اور آخرت میں اس کے کام نہ آئیں، یہ حدیث حسن ہے، ترمذی وغیرہ نے نقل کی ہے۔

نیز فرمایا کہ اگر تم اللہ سے ڈرتے رہو گے تو اللہ تم کو ایک فیصلے کی چیز دے گا اور تم سے تمہارے گناہ دور کر دے گا اور تم کو بخش دے گا اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔ (انفال: پارہ ۹)

''نیکی یہ نہیں ہے کہ تم نے اپنے چہروں کو مشرق کی طرف کر لیا یا مغرب کی طرف، بلکہ نیکی یہ ہے کہ آدمی اللہ کو اور یوم آخر اور ملائکہ کو اور اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب اور اس کے پیغمبروں کو دل سے مانے اور اللہ کی محبت میں اپنا دل پسند مال رشتے داروں اور یتیموں پر، مسکینوں اور مسافروں پر، مدد کے لئے ہاتھ پھیلانے والوں پر اور غلاموں کی رہائی پر خرچ کرے، نماز قائم کرے اور زکوٰۃ دے۔ اور نیک وہ لوگ ہیں کہ جب عہد کریں تو اسے وفا کریں، اور تنگی و مصیبت کے وقت میں اور حق و باطل کی جنگ میں صبر کریں، یہ ہیں راستباز لوگ اور یہی لوگ متقی ہیں۔'' (البقرہ: ۲: ۱۷۷)

''اور جو لوگ اپنے مال اللہ کی راہ میں صرف کرتے ہیں ان کے خرچ کی مثال ایسی ہے جیسے ایک دانہ بویا جائے اور اس سے سات بالیں نکلیں اور ہر بال میں سو دانے ہوں، اسی طرح اللہ جس کے عمل کو چاہتا ہے بڑھا دیتا ہے۔ وہ فراخ دست بھی ہے اور علیم بھی ہے۔ جو لوگ اپنے مال کو خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور خرچ کر کے احسان نہیں جتلاتے، نہ دکھ دیتے ہیں، ان کا اجر ان کے

Marfat.com

رب کے پاس ہے اور ان کے لئے کوئی رنج اور خوف نہیں ہے۔'' (البقرہ: ۲ '۲۶۱ '۲۶۳)

اچھی بات اور مغفرت مانگنا بہتر ہے اس صدقہ سے جس کے پیچھے لگایا جائے تکلیف کو اور اللہ تعالیٰ بے پرواہ اور بردبار ہے۔ (البقرہ)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ'' اے ایمان والو اللہ سے ڈرو جیسا کہ ڈرنے کا حق ہے۔'' (آل عمران: پارہ ۴)

اور فرماتا ہے کہ جہاں تک ہو سکے اللہ سے ڈرتے رہو۔ (پارہ ۲۸، تغابن) امام نووی فرماتے ہیں کہ یہ آیت پہلی آیت کے مطلب کو واضح کر رہی ہے۔

نیز فرمایا کہ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو' اور درست بات کہو (احزاب: پارہ ۲۲) اور تقویٰ کے امر اور اس کی اہمیت کے بارے میں بہت سی آیات کا ذخیرہ موجود ہے۔

دوسری جگہ فرمایا کہ جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے' اللہ تعالیٰ اس کے لئے نجات کی شکل نکال لیتے ہیں اور ایسی جگہ سے اس کو رزق پہنچاتے ہیں جہاں سے وہم و گمان بھی نہ ہو۔ (طلاق: پارہ ۲۸)

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ اے اللہ میں تجھ سے ہدایت' تقویٰ اور عفت و غنا کا سوال کرتا ہوں۔ (اسے مسلم نے روایت کیا)

حضرت عدی بن حاتمؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپؐ فرماتے تھے کہ جو شخص کسی بات کی قسم کھالے' پھر اس کو کوئی بات اس سے بہتر نظر آئے (جس میں اللہ کا تقویٰ زیادہ ہو) تو وہی کام کرے جو کہ بہتر ہے۔ (مسلم)

حضرت ابوامامہ باہلیؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا' جبکہ آپؐ حجتہ الوداع کے دوران خطبہ دے رہے تھے' فرمایا کہ اللہ سے ڈرو اور پانچوں وقت کی نماز پڑھو' اور رمضان المبارک کے روزے رکھو' اور اپنے اموال کی زکوٰۃ ادا کرو' اور اپنے امراء کی (اگر معصیت خداوندی کا حکم نہ کریں) اطاعت کرو' اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو کتاب الصلوٰۃ کے آخر میں ذکر کیا ہے اور فرمایا حدیث حسن صحیح ہے۔

Marfat.com

تقویٰ اللہ سے ڈرنے کو کہتے ہیں اور اللہ کا خوف حکمت کی کنجی ہے اور اللہ سے تو وہی ڈرے گا جو اللہ کو جانتا ہے اور اللہ پر ایمان رکھتا ہے اور جو اللہ پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے اللہ کے لئے استعمال ہوتا ہے اور وہ اپنے اللہ کی ذات اور صفات سے' بزرگی' بڑائی اور عظمت سے' قبضہ وقدرت سے' عطاء وبخشش سے اور اختیار سے واقف ہوتا ہے۔ بھئی انسان تو جس سے ڈرتا ہے اسی کا کام پہلے کرتا ہے اور اس کے کام کو ترجیح دیتا ہے اور وہ کس سے ڈرتا ہے؟ تو معلوم ہوا بڑے برتر اور بااختیار سے ڈرتا ہے اور جو اللہ کو سب سے بڑا اور بااختیار نہیں سمجھتا تو پھر اللہ کو چھوٹا اور بے اختیار سمجھتا ہے' اسے اللہ سے ڈرنے کی کیا ضرورت ہے کیونکہ وہ تو اللہ کی بڑائی پر ایمان ہی نہیں رکھتا۔

خوف انسان کی اہم ترین جبلت ہے۔ اسی خوف کے ردعمل کے طور پر یا اسی خوف کو دور کرنے کے لئے انسان اطاعت کرتا ہے' فرمانبرداری کرتا ہے اور وفاداری کرتا ہے' شکرگزاری کرتا ہے اور امانتداری کرتا ہے۔ وہ یہ سب کچھ اپنے تحفظ کے لئے' سزا سے بچنے کے لئے' ذلت کے احساس سے نجات پا کر عزت حاصل کرنے کے لئے' اپنی احتیاجوں کو دور کرنے کے لئے' قوت اور طاقت حاصل کرنے کے لئے' بہتر اختیارات کے لئے' نفع اور انعام حاصل کرنے کے لئے کرتا ہے اور اس کی اطاعت کرتا ہے جسے بڑا اور بااختیار سمجھتا ہے اور اپنے مقصد کے حصول کے لئے مناسب سمجھتا ہے اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اب اگر وہ اللہ کو بڑا سمجھتا ہے تو اللہ سے ڈرتا ہے اور اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے اور اللہ کی خوشی کو تلاش کرنے کے لئے اللہ کی پسند اور ناپسند کو تلاش کرتا ہے اور نہیں تو دنیا اور اہل دنیا میں سے جس کو بڑا سمجھتا ہے' اس سے ڈرتا ہے اور اس سے رجوع کرتا ہے۔

تقویٰ کا تعلق عجز سے ہے۔ ایمان کو وہی قبول کرتا ہے جو عجز رکھتا ہے اور اللہ سے وہی ڈرتا ہے جو اللہ پر ایمان رکھتا ہے اور جو تکبر رکھتا ہے وہ ایمان کو قبول نہیں کرتا اور نہ اللہ سے ڈرتا ہے اور جب اللہ سے نہیں ڈرتا تو اللہ کا حکم بھی نہیں مانتا۔ وہ تو اللہ کو اپنے تکبر کے سبب کوئی اہمیت ہی نہیں دیتا۔ اسی لئے یہ کہا گیا ہے کہ تکبر اور ایمان ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔ تکبر اور اللہ کا خوف ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔ اب وہ لاکھ اپنی زبان سے کچھ کہتا رہے اور کسی بھی وجہ سے کہتا رہے' اس کا عمل یہ

بتا رہا ہے کہ وہ اللہ کو کوئی اہمیت نہیں دیتا- اللہ کو بڑا نہیں سمجھتا اور اللہ کی عطاو بخشش پر یقین نہیں رکھتا اور آخرت پر یقین نہیں رکھتا-

اللہ کے خوف کو حکمت کی کنجی اس لئے کہا گیا ہے کہ اللہ کے خوف کو جتنی ترجیح حاصل ہوتی جاتی ہے' اتنا ہی اللہ کی راہ میں عمل بڑھتا ہے اور عمل میں اخلاص یا سچائی بڑھتی ہے' اتنا ہی انسان اللہ کی پسند اور ناپسند کو تلاش کرتا ہے اور اتنا ہی اس کی حقیقتوں سے واقف ہوتا ہے' اتنا ہی خیر اور شر میں تمیز کرتا ہے اور اتنا ہی خیر سے قریب اور شر سے دور ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ خیر سے جاملتا ہے اور خیر کا حصہ بن جاتا ہے اور جب خیر کا حصہ بن جاتا ہے تو خیر کی روشنی سے شر کی تاریکیوں کو دور کرتا ہے-

انسانی فطرت میں قانون توازن پایا جاتا ہے- جب انسانی فطرت میں موجود محتاجی' ذلت' خوف اور ناپاکی کی خصوصیات خیر کے عمل میں استعمال ہوتی ہیں تو خیر کی صفات سے اپنا توازن قائم کرتی ہیں اور جب شر کے لئے استعمال ہوتی ہیں تو شر کی صفات سے اپنا توازن قائم کرتی ہیں- اس کی مثال یہ ہے کہ جتنا انسان کی فطرت میں اور شعور میں اللہ کا خوف بڑھے گا- اتنا ہی اللہ کے حضور اپنے محتاج ہونے کا' اپنے عاجز اور ذلیل ہونے کا اور اپنے ناپاک ہونے کا یعنی اپنے گناہوں کا' غلطیوں کا اور لغزشوں کا احساس بڑھے گا اور اتنا ہی انسان اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اور اطاعت گزاری کرے گا' دوسری طرف اتنا ہی للہ کی بزرگی' بڑائی' عزت اور عظمت کی سمجھ حاصل کرے گا- اتنا ہی دنیا اور اہل دنیا اس کی نگاہوں میں حقیر ہو جائیں گے اور اتنا ہی انسان نہ حقیر چیزوں کو طلب کرے گا اور نہ ان کا خوف کرے گا اور اتنا ہی وہ دنیا سے بے خوف ہوگا اور اس کے قول اور فعل میں اتنا ہی اعتماد ہوگا اور دنیا کو اللہ کی رضا کے لئے استعمال کرے گا اور انہیں جبلتوں کو جب دنیا کے لئے استعمال کرے گا تو جتنا استعمال کرے گا اتنا ہی خود کو دنیا کا محتاج' ذلیل' دنیا سے ڈرنے والا اور گناہ کرنے والا قرار دے گا' اتنا ہی دنیا کی اطاعت گزاری اور فرمانبرداری کرے گا اور اتنا ہی دنیا کو اہم اور بڑا قرار دے گا اور اتنا ہی دنیا کو طلب کرے گا اور اتنا ہی دنیا سے ڈرے گا اور اتنا ہی اللہ سے نڈر ہوگا اور لاپرواہ ہوگا اور اللہ کو غیر اہم سمجھے گا اور اللہ کی نافرمانی کرے گا اور اتنا

Marfat.com

ہی دنیا کے خوف کے سبب اس کے قول اور فعل میں بے اعتمادی اور شک اور بے یقینی ہوگی۔

حُسنِ سلوک

ابوایوب انصاریؓ کہتے ہیں، رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کسی شخص کے لئے حلال (جائز) نہیں کہ اپنے بھائی کو تین راتوں سے زیادہ چھوڑ دے، اور وہ دونوں ملیں تو یہ بھی منہ پھیر لے اور وہ بھی منہ پھیر لے اور ان دونوں میں سے اچھا وہ ہے جو پہلے سلام کہے۔'' (بخاری و مسلم)

ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''آدمی اپنے دوست کے دین پر چلتا ہے، پس تم میں سے ہر کوئی یہ دیکھ لے کہ وہ کس شخص سے دوستی رکھتا ہے۔'' (ابوداؤد)

ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دو آدمیوں کے سوا کسی پر حسد (رشک) کرنا جائز نہیں، ایک وہ شخص جس کو اللہ نے مال دیا پھر اسے راہ حق میں خرچ کرنے کی توفیق دی اور ایک وہ شخص جس کو خدا نے حکمت سے نوازا پھر وہ اس سے فیصلے کرتا ہے اور اس کی تعلیم بھی دیتا ہے۔'' (بخاری و مسلم)

نعمان بن بشیرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایمان داروں کو باہم رحم دلی، باہم محبت اور ایک دوسرے کی تکلیف کے احساس کے بارے میں تم ایسا دیکھو گے جیسا ایک قالب کہ ایک عضو بیمار پڑ جائے تو سارا جسم بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے اور بیداری کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔'' (بخاری و مسلم)

نواس بن سمعانؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ نیکی صرف اچھے اخلاق کا نام ہے اور گناہ کی علامت یہ ہے کہ وہ بات تمہارے دل میں کھٹکتی رہے اور تمہیں یہ پسند نہ ہو کہ لوگوں کو اس کی خبر ہو۔'' (مسلم)

ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم بچو بدگمانی سے، بے شک بدگمانی سب سے جھوٹی بات ہے اور نہ دوسروں کا خیال (گمان) کرو اور نہ لوگوں کی جاسوسی کرو اور نہ بلاوجہ (سودے کی) بولی بڑھاؤ اور نہ بغض رکھو اور نہ غیبت کرو اور تم خدا کے بندو! بھائی بھائی بن جاؤ۔'' (بخاری و مسلم)

Marfat.com

خوشامد پرست دراصل دکھاوا کرنے والا ہوتا ہے اس لئے خوشامد پرست کا سلوک اپنے سے برتر کے ساتھ بہترین اور اپنے سے کم تر کے ساتھ ہمیشہ بدترین ہوتا ہے جبکہ خوش اخلاق کا سلوک اپنے سے برتر کے ساتھ بھی بہت اچھا ہوتا ہے اور اپنے سے کم تر کے ساتھ بھی بہت اچھا ہوتا ہے یعنی برتر اور کمتر دونوں کے ساتھ اس کا سلوک یکساں ہوتا ہے۔

اور جو خوش اخلاق ہے وہ خوش اخلاقی ہی خرچ کرتا ہے اور ہر ایک کے لئے خرچ کرتا ہے۔ اگر کوئی برا شخص اس خوش اخلاق انسان کو نقصان بھی پہنچانا چاہے تو وہ ایک لمحے کے لئے یہ ضرور سوچتا ہے کہ اس نے تو مجھے ہمیشہ عزت دی' خوشی دی اور اچھائی دی اور میں اسے کیا دے رہا ہوں۔ خوش اخلاق انسان دراصل اس دنیا کے جہنم میں اپنے لئے ایک محفوظ اور چھوٹی سی جنت تعمیر کرتا ہے اور اپنی خوش اخلاقی کے سبب' بداخلاقی کو اور اس کے سبب کو اور اس کے نقصانات کو پہچانتا ہے کیونکہ بداخلاق ہمیشہ متکبر ہوتا ہے جبکہ خوش اخلاق ہمیشہ عاجزی رکھنے والا ہوتا ہے اور وہ اس حقیقت کو سمجھتا ہے کہ وہ جیسا سلوک مخلوق کے ساتھ کرتا ہے' وہ اپنے اللہ سے ویسا ہی سلوک اپنے لئے چاہتا ہے۔ یہ قانون فطرت ہے کہ پانی آگ کو بجھاتا ہے۔ محبت نفرت کو ختم کرتی ہے۔ نرمی سختی کو ختم کرتی ہے اور خوش اخلاقی بداخلاقی کا خاتمہ کرتی ہے۔

اخلاق دراصل خلق سے ہے جس کے معنی خو یعنی عادت اور خصلت کے ہیں۔ خوش اخلاقی کے معنی ہیں اچھی عادات کی بنیاد پر خلقت سے اپنے رشتے یا تعلق کو قائم کرنا۔ خالق کائنات سے تعلق کی ایک بنیاد اس بات پر ہے کہ انسان کے خالق کائنات کی مخلوق سے تعلقات کی بنیاد کیا ہے۔ اللہ خالق کائنات سے خوشگوار تعلقات کے لئے مخلوقات سے خوشگوار تعلقات ضروری ہیں۔ لیکن ان تعلقات کی بنیاد اللہ کی نافرمانی پر نہ ہو۔

جہاد

"بے شک اللہ نے مومنوں سے ان کی جانوں اور مال کو جنت کے بدلے میں خرید لیا ہے' وہ اللہ کی راہ میں لڑیں گے' وہ قتل کریں گے اور قتل کئے جائیں گے' اس پر سچا وعدہ ہے (جس کا ذکر) تورات' انجیل اور قرآن میں ہے اور کون شخص خدا سے زیادہ وعدے کو پورا کرنے والا ہے پس تم

اس تجارت پر خوش ہو جاؤ جو تم نے خدا سے کی ہے۔ اور یہ سب سے بڑی کامیابی ہے۔ توبہ کرنے والے ہیں، عبادت کرنے والے ہیں، اللہ کی تعریف کرنے والے ہیں، خدا کی راہ میں پھرنے والے ہیں، رکوع کرنے ولے ہیں، سجدہ کرنے والے ہیں، بھلائی کے ساتھ حکم کرنے والے ہیں اور برائیوں سے منع کرنے والے ہیں اور اللہ کی حدود کی پابندی کرنے والے ہیں، اور آپ ایمان والوں کو بشارت دے دیں۔'' (التوبہ ۹: ۱۱۱، ۱۱۲)

''حضرت جابر بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک بار ایک جہاد میں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم رکاب تھے، ارشاد فرمایا کہ مدینہ میں کچھ آدمی ایسے بھی ہیں کہ تم جہاں جہاں سفر کرتے ہو، اور جس وادی کو طے کرتے ہو، وہ لوگ تمہارے ساتھ ہیں مگر مرض نے ان کو روک رکھا ہے، دوسری روایت میں ہے، مگر وہ ثواب میں تمہارے شریک ہیں، اور بخاری نے اس حدیث کو حضرت انسؓ سے روایت کیا ہے، فرماتے ہیں کہ جب ہم رسول اکرمؐ کے ساتھ غزوۂ تبوک سے واپس ہوئے تو فرمایا کہ مدینہ میں ایسے لوگ بھی رہ گئے ہیں جو اس سفر میں نہ تو ہمارے ساتھ چلے، اور نہ ہی کسی وادی کو عبور کیا، مگر بایں ہمہ وہ ہمارے ساتھ ہیں، اور ان کو عذر نے ہمارے ساتھ جانے سے روکا ہے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فتح مکہ کے بعد ہجرت کا حکم باقی نہیں رہا، بلکہ جہاد اور نیت باقی ہے، جس وقت (خلیفہ کی طرف سے) تم کو جہاد کے لئے بلایا جائے تو چلے جاؤ۔ (بخاری و مسلم)

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور ہم ضرور تم سب کی آزمائش کریں گے تاکہ ہم ان لوگوں کو معلوم کر لیں جو تم میں جہاد کرنے والے ہیں، اور صبر کرنے والے ہیں۔ (محمد: پارہ ۲۶) صبر کی فضیلت اور اس کی تلقین کے بارے میں، قرآن کریم میں بے شمار آیتیں ہیں۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس شخص کے بارے میں دریافت کیا گیا جو شجاعت دکھانے کے لئے قتال کرے اور جو ننگ و عار کی وجہ سے قتال کرے، اور جو ریاکاری کے لئے قتال کرے، ان تینوں میں سے کون اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہے،

آپؐ نے فرمایا' کہ جو اس غرض سے جہاد کرے' کہ اللہ کا کلمہ بلند ہو وہی در اصل اللہ کے راستہ میں جہاد کرنے والا ہے۔(بخاری و مسلم)

''جہاد' لفظ جہد سے نکلا ہے اور جہد کے معنی ہیں ''انتہائی کوشش'' کرنا۔ اللہ کی راہ میں لڑنا جہاد ہے۔ ہر وہ کوشش جو صرف اور صرف اللہ کی رضا کے لئے اور اللہ کی راہ میں اور کلمہ حق کی تصدیق کے لئے کی جائے جہاد ہے۔ اگر حالت جہاد میں ذاتی پسند یا ناپسند' ذاتی نفع یا نقصان' ذاتی نفرت اور محبت کو یا اپنی ذات یا کسی بھی ذاتی جذبے کو اللہ کی رضا پر غلبہ حاصل ہو گیا تو جہاد فوت ہو گیا جب تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ اور استغفار نہ کرے اور رضائے الٰہی کو غلبہ نہ دے۔ ہر وہ عمل جو اللہ کے لئے' اللہ کے دین کے تحفظ' اس کی بقاء' اس کی سربلندی اور اس کو نافذ کرنے کے لئے ہو جہاد ہے۔ اللہ کے لئے شرکی قوتوں سے لڑنا بھی جہاد ہے۔ اپنے نفس اور اس کی باطل خواہشات کے خلاف لڑنا بھی جہاد ہے۔ جہاد علم سے ہو' قلم سے ہو' تلوار سے ہو یا زبان سے ہو' جہاد ہے۔ جہاد کے لئے ایک ہی شرط ہے وہ ہے رضائے الٰہی۔ مجاہد کے لئے پہلی شرط صاحب ایمان ہونا ہے' دوسری شرط متقی اور پرہیزگار ہونا ہے کیونکہ جہاد اسلام کی عظمت ہے اور اس عظمت کو بڑھانے اور اس کو قائم رکھنے کے لئے اہلیت ضروری ہے' نااہل شخص حالت جہاد میں اللہ کے دین کی' جہاد کی اور خود مجاہد کی عظمت کو نقصان پہنچا سکتا ہے اور جہاد کی عظمت کو قائم رکھنے کے لئے مجاہد کا متقی اور پرہیزگار ہونا شرط ہے۔

اگر ایک مسلمان اپنے جائز حق کے لئے اور اپنی عزت' آبرو اور جان و مال کے تحفظ کے لئے لڑتا ہے تو وہ بھی جہاد ہے' خواہ فریق مخالف مسلمان ہی کیوں نہ ہو کیونکہ ظالم ہر حال میں ظالم ہوتا ہے۔ اور جو مسلمان اس مظلوم کی حمایت میں لڑتے ہیں وہ بھی جہاد میں شریک ہیں لیکن اس کی شرائط بہت سخت ہیں:

پہلی شرط تو یہ ہے کہ صرف اس سے لڑا جائے جو مظلوم سے لڑتا ہے' دوسری شرط اگر ظالم اپنے ظلم سے باز آ جائے تو صلح میں دیر نہ کی جائے' تیسری شرط سوائے اپنے حق کے تحفظ کے اس مسلمان ظالم کے خلاف دل میں نفرت اور انتقام کا جذبہ نہ ہو اور ہر حال میں دل پر خوف خدا غالب

Marfat.com

رہے اور اگر مظلوم ظالم پر غالب آ جائے تو اس کے جرم سے زیادہ اسے سزا نہ دی جائے اور بہتر ہے کہ عفو اور درگزر اور احسان سے کام لیا جائے۔ یہ ضرور یاد رکھا جائے کہ نیکی کا پلڑا ہمیشہ بھاری رہتا ہے اور مسلمان کے جان و مال اور مسلمان کی عزت و آبرو دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔ اگر وہ اپنی جہالت کے سبب نیک عمل نہ کر سکا تو کیا ہوا' تمہاری برتری یہ ہے کہ تم اس کے ساتھ نیک عمل کرو۔ اور مسلمان تو وہ ہے جس کی زبان سے ہاتھ سے دوسرے مسلمان کو نقصان نہ پہنچے۔ مسلمان خیر ہوتا ہے اور خیر کبھی خیر سے متصادم نہیں ہوتا۔ اللہ سے ڈرنے والا اور اللہ پر ایمان رکھنے والا کبھی ظلم کا راستہ اختیار نہیں کر سکتا اور نہ اپنے مسلمان بھائی پر ظلم کر سکتا ہے۔

اور ہر حال میں اللہ کی اطاعت کرنا' خواہ آسانی ہو یا تنگی' خوشی ہو یا غمی ہو اور حق بات کہنا اور حق بات پر قائم رہنا اور اللہ کے معاملے میں کسی سے نہ ڈرنا' جہاد کے لئے مدد کرنا' اللہ کا نام لے کر اللہ کی راہ میں لڑنا اور ان لوگوں کے ساتھ لڑنا جنہوں نے اللہ کے ساتھ کفر کیا' یہ سب جہاد ہے۔ جہاد میں بہت سی باتوں کی ممانعت ہے۔ بلا سبب کسی کو قتل کرنا' بوڑھوں' عورتوں اور بچوں کو قتل کرنا۔ کفر کی سرزمین پر قرآن کریم لے کر جانا' پھل دار درختوں کو کاٹنا' آبادیوں کو برباد کرنا' درختوں کو جلانا' جانوروں کو مارنا' خیانت کرنا' عہد شکنی کرنا' بزدلی دکھانا سب سختی سے منع ہیں۔

عفو اور درگزر

''اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو' اگر تمہارے پاس کوئی فاسق خبر لے کر آئے تو تحقیق کر لیا کرو' ایسا نہ ہو کہ نادانی سے تم کسی قوم کو تکلیف پہنچاؤ پھر اپنے کئے پر پشیمان ہو جاؤ' اور جان لو کہ تمہارے درمیان اللہ کا رسول موجود ہے' اگر بہت سی باتوں میں وہ تمہارا کہنا مانے تو تم تکلیف میں پڑ جاؤ' لیکن اللہ نے تمہاری طرف ایمان کو پسند کیا ہے اور اس سے تمہارے دلوں کو زینت بخشی اور ناپسند کیا تمہاری طرف کفر کو اور فسق کو اور نافرمانی کو' یہ لوگ ہیں بھلائی پانے والے' اور اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے' اگر مسلمانوں کی دو جماعتیں آپس میں لڑ پڑیں تو ان دونوں کے درمیان صلح کرا دو' پس اگر سرکشی کرے ان میں سے ایک دوسری پر' پس تم ان سے لڑو جو سرکشی کرتے ہیں' یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پھر آئیں' پس اگر پھر آئیں' پس صلح کراؤ ان کے درمیان عدل

کے ساتھ اور انصاف کیا کرو' بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے' بے شک مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں' پس تم اپنے دو بھائیوں کے درمیان اصلاح کرو' اور اللہ سے ڈرو' تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔ اے لوگو! جو ایمان لائے تم ایک دوسرے کا مذاق نہ اُڑاؤ' شاید کہ وہ بہتر ہوں ان سے' اور نہ عورتیں کسی عورت کا مذاق اڑائیں شاید کہ وہ ان سے بہتر ہوں' اور آپس میں عیب نہ لگاؤ اور نہ بدنام کرو برے القاب کے ساتھ' برا نام ہے بدکاری' ایمان قبول کرنے کے بعد' اور جس نے توبہ نہ کی وہ ظالموں میں سے ہے۔'' (الحجرات)

عفو و درگزر کے معنی معاف کر دینا اور درگزر کرنا ہیں۔ جو شخص معاف کر دیتا ہے یا غلطی کو نظر انداز کر دیتا ہے وہ اپنے وقار کا' اپنی شخصیت کا تحفظ کرتا ہے' خود کو الجھنوں سے' نفرت' انتقام اور ظلم کے جذبوں سے دور رکھتا ہے۔ دوسروں کی نفرت اور انتقام سے خود کو دور رکھتا ہے۔ اپنے لئے چین' سکون' امن اور سلامتی حاصل کرتا ہے۔ خاموشی میں بڑی ہیبت ہوتی ہے اس لئے دوسروں کے نزدیک عفو و درگزر کرنے والا پسندیدہ' بردبار' وسیع القلب اور فراخ دل شخصیت قرار پاتا ہے۔

اپنی حیثیت پر قائم رہنا

بدلہ لینے کے لئے مقابلہ کرنا پڑتا ہے' مقابلے کے لئے مدمقابل آنا پڑتا ہے اور اپنی طاقت' قوت اور اختیار کو استعمال کرنا پڑتا ہے۔ مقابل آنے کے لئے اپنی حیثیت سے گر کر مدمقابل کی سطح تک آنا پڑتا ہے۔ قوت اور اختیار کے استعمال کے سبب مدمقابل کے دل سے بدلہ لینے والے کا خوف' جھجک اور احترام ختم ہو جاتا ہے۔ عفو و درگزر سے انسان اپنی حیثیت' اپنی عزت' اپنا بھرم قائم رکھتا ہے کیونکہ مقابلے کی صورت میں دونوں فریقوں کو' کسی کو کم کسی کو زیادہ نقصان ضرور پہنچتا ہے۔

ظلم کے خطرے سے بچنا

بدلہ لینے میں اس بات کا خطرہ ہے کہ کہیں غلطی سے زیادہ بدلہ نہ لے لے۔ ہر غلطی سے دوسری غلطی اور ہر الجھن سے نئی الجھن پیدا ہوتی ہے۔ کہیں وہ اس دلدل میں دھنستا نہ چلا جائے۔ پھر غلطیاں ایسی بھی ہوتی ہیں جن میں غلطی کرنے والا بدلے کا نہیں بلکہ ہمدردی کا مستحق ہوتا ہے'

Marfat.com

جیسے بوڑھے اور ضعیف، کمزور اور ناتواں، ذہنی اور جسمانی طور پر معذور افراد یا معاشی بدحالی، بھوک اور افلاس کے شکار افراد، جو فطرتاً برے نہیں ہوتے لیکن حالات نے انہیں چڑچڑا، بدمزاج اور ایسی غلطیوں پر مجبور کر دیا ہو جو قانوناً جرم نہیں ہیں۔

عفوودرگزر سے اصلاح

عفوودرگزر احسان ہے۔ غلطی کرنے والا عفوودرگزر سے اپنے کئے پر پشیمان ہوتا ہے۔ عفوودرگزر سے دشمن بھی دوست بن جاتے ہیں۔ ایک فلاحی معاشرے کے قیام میں عفوودرگزر، معاون اور مددگار ثابت ہوتا ہے۔ اس سے انسان کی اصلاح اور امن وامان کے قیام میں مدد ملتی ہے۔ اہل تقویٰ تو اہل ظرف ہوتے ہیں۔ وہ دوستوں کی غلطیوں کو نظر انداز کرنے کے لیے عذر اور بہانے تلاش کرتے ہیں، ان کے لئے دل میں بڑی جگہ رکھتے ہیں، ان کی قدر ومنزلت کرتے ہیں، ان کے ساتھ نیکیاں کرتے ہیں کہ اگر وہ نیکی کے قابل نہیں ہے تو کیا ہوا ہم تو نیکی کر سکتے ہیں۔ عفوودرگزر ہر اس مقام پر لازم ہے، جہاں ذرہ بھر بھی اس بات کا یقین ہو کہ اس سے بگڑے ہوئے انسان کی اصلاح ہو سکتی ہے۔ صرف ایک مقام پر بدلہ لینا ضروری ہے اور وہ بھی اتنا ہی جتنا کہ غلطی ہے۔ جہاں ذرہ بھر بھی اصلاح کی امید نہ ہو اور یہ یقین ہو کہ عفوودرگزر کو شرارت کرنے والا کمزوری سمجھے گا اور اپنی شرارت میں بڑھ جائے گا۔

Marfat.com

باب ہفتم

شر

خیر اگر فلاح ہے تو شر نقصان ہے' خیر اگر روشنی ہے تو شر تاریکی ہے' خیر اگر نیکی ہے تو شر گناہ ہے۔ شر کی کیفیت میں انسان شیطان سے جا ملتا ہے جو جہنم کی طرف لے جاتا ہے۔

''بدکاروں پر شیطان مسلط ہو جاتا ہے جو انہیں اللہ سے بالکل غافل کر دیتا ہے۔'' (مجادلہ)

اس سے واضح تر آیت یہ ہے:

''سیہ کار لوگوں کی دوستی شیاطین سے ہو جاتی ہے جو انہیں نور کی دنیا سے نکال کر اندھیرے کی طرف لے جاتے ہیں۔'' (بقرہ)

''کیا بدکاروں کا خیال یہ ہے کہ وہ ہم سے بچ کر نکل جائیں گے؟ ان کا یہ خیال نہایت خام اور غلط ہے۔'' (۲۹:۴)

''بدکار اپنے چہروں ہی سے پہچانے جائیں گے......'' (رحمٰن:۴۱)

''بدکاروں کو جہنم میں نہ ٹھنڈک نصیب ہوگی نہ پانی' ابلتے ہوئے پانی اور پیپ پر گزارا ہوگا' اور یہ ہوگی ان کے اعمال کی پوری پوری جزا۔'' (النبا:۲۴-۲۶)

شر انسان کی فطرت کو ناپاکی' تلخی' جلنے کی صفت' سختی' بے چینی اور اضطراب اور تاریکی اور غفلت دیتا ہے۔ شریر لوگ کسی سچائی کو تسلیم نہیں کرتے۔ وہ تاریک راہوں کے مسافر ہیں جو کچھ بھی نہیں دیکھ سکتے۔ شر ہی تمام جسمانی اور روحانی امراض کا سبب ہے اور شر ہی انسان کے ظاہر اور باطن کو ہوس کی صورت میں کبھی بھی نہ ختم ہونے والی بھوک اور پیاس کی فطرت دیتا ہے۔

''ہم اس روز ان کے منہ پر مہر لگا دیں گے اور ان کے ہاتھ پاؤں بول بول کر ان کے اعمال پر شہادت دیں گے۔'' (یٰسین:۶۵)

''ایک آئین شکن مشرک گویا آسمانی بلندیوں سے گر پڑتا ہے' اسے راہ میں یا تو پرندے اچک لیتے ہیں یا تند آندھیاں اڑا کر کسی دور دراز مقام پر پھینک دیتی ہیں۔'' (۳۱:۲۲)

Marfat.com

''سمندر میں پہاڑوں جیسے جہاز اللہ کی علامات ہیں- اگر اللہ چاہے تو ہوا کو روک کر جہازوں کو سطح بحر پہ ساکن کردے- اس میں صابروشاکر انسان کے لئے کچھ اسباق موجود ہیں، اور چاہے تو مسافروں کو ان کے اعمال بد کی پاداش میں غرق کردے لیکن اللہ تعالیٰ اکثر لوگوں کو معاف کردیتا ہے-'' (شوریٰ: ۳۲-۳۴)

''ان بدکاروں سے پہلے بھی بے شمار مکار گزر چکے ہیں- اللہ نے ان کے گھروں کی بنیادیں کھود ڈالیں، ان پر چھتیں گرادیں اور ایسی سمت سے عذاب آیا کہ اس کا انہیں گمان تک نہ تھا، اللہ محشر میں بھی انہیں سخت ذلیل کرے گا-'' (۱۶: ۲۶-۲۷)

یہ وہ اللہ کے نافرمان مکار ہیں جو خیر کو شر بتاتے ہیں اور شر کو خیر بتاتے ہیں اور حق کو مشتبہ کرتے ہیں اور حق کے خلاف جنگ کرتے ہیں اور اپنی اس لڑائی کو حق کی لڑائی بتاتے ہیں حالانکہ خیر میں دنیا اور آخرت دونوں کی بھلائی ہے- وہ نہیں جانتے اور اپنے تکبر کے سبب جاننا بھی نہیں چاہتے کہ انسان کو اللہ کے ذکر کے سوا کوئی چیز چین اور سکون عطا نہیں کرسکتی اور تسبیح کے سوا کوئی چیز پاکی عطا نہیں کرسکتی- اللہ کی ذات اور صفات سے وابستگی کے بغیر امن اور بے خوفی نہیں مل سکتی اور ایسے پاک اور بے عیب اخلاقی اوصاف بھی نہیں مل سکتے جن کا ظاہر اور باطن دونوں پاک ہوں-

شب بیداری سے متعلق ہدایت

''شب بیداری نفس کو کچلنے کے لئے بہت مفید ہے، اس سے بات میں وزن بھی آتا ہے-'' (مزمل: ۶)

عالم الغیب صرف اور صرف اللہ کی ذات ہے:

''غیب کی چابیاں صرف اللہ کے پاس ہیں جنہیں صرف وہی جانتا ہے، اس کا علم بحر و بر دونوں پر محیط ہے- ہر ٹوٹنے والا پتہ اس کے علم میں ہے، زمین کی ظلمتوں میں چھپا ہوا دانہ ہر خشک و تر اللہ کی کھلی کتاب میں محفوظ ہے-'' (انعام: ۵۹)

شیاطین آسمانوں میں چھپ چھپ کر فرشتوں کی باتیں سننے کی کوشش کرتے ہیں اور اگر کوئی سنی سنائی بات معلوم ہوجاتی ہے تو اپنے پیروکاروں کو بتادیتے ہیں، جن میں سے اکثر باتیں غلط

Marfat.com

ہوتی ہیں۔

''کیا میں تمہیں بتاؤں کہ شیاطین کن لوگوں پر اترتے ہیں؟ یہ ہر جھوٹے اور بدکار انسان پر نازل ہوتے ہیں' فرشتوں سے کوئی سنی سنائی بات انہیں بتا دیتے ہیں اور ان کی بیشتر باتیں جھوٹی ہوتی ہیں۔'' (شعراء:۲۲۱-۲۲۳)

اور اللہ تعالیٰ نیکوکار بندوں کو جنت کی بشارت دیتے ہیں:

''نیکوکار وہاں کامیاب رہیں گے۔ انہیں باغات اور انگور ملیں گے' نیز ایک ہی عمر کی نوجوان حسینائیں اور لبالب ساغر' وہاں لغویات اور جھوٹ کا گزر نہیں ہوگا اور یہ ہوگی جزائے اعمال' جو بعد از حساب تمہارے رب کی طرف سے ملے گی۔'' (النبا:۳۱-۳۶)

''اور ہم اہل جنت کی خواہش کے مطابق گوشت اور پھل سے ان کی مدد کریں گے۔'' (طور:۲۲)

''اور ساکنان جنت کو ہر وہ چیز ملے گی جس کی وہ خواہش کریں گے۔'' (حم السجدہ:۳۱)

''اس روز بعض چہرے روشن' متبسم اور بشاش ہوں گے اور بعض گرد آلود و تاریک' مؤخر الذکر سیہ کاروں کے چہرے ہوں گے۔'' (عبس:۳۸-۴۲)

''نیک سیرت آسائش میں ہوں گے' مسہریوں پہ بیٹھے عجائبات کا تماشہ کریں گے اور ان کے چہروں پر آسودگی واطمینان کی تازگی ہوگی۔'' (المطففین:۲۲-۲۴)

نیکی تو وہ عمل ہے جو اللہ کی فرمانبرداری میں خالص رضائے الٰہی کے لئے کیا جائے۔ اور اللہ کا اجر تو اس کے لئے ہے جو اللہ کی فرمانبرداری میں' اللہ کے بتائے ہوئے طریقے سے' اللہ کے مقرر کئے ہوئے کام کو' اللہ کی پسند کے مطابق انجام دیتا ہے اور اللہ کے کام کو اپنی پوری محنت' توجہ اور لگن سے انجام دیتا ہے اور اللہ کی مزدوری کرتا ہے۔ کیا انسان کسی ایسے ملازم کو یا مزدور کو اجرت دیتا ہے جو نافرمانی کرے' کام سے انکار کردے' کام کو بگاڑ دے' نقصان پہنچائے' آپ کے دشمنوں کا کام کرے' آپ کے وسائل آپ کے دشمنوں کے لئے استعمال کرے یا اپنی ذات کے لئے استعمال کرے اور آپ کے لئے اور آپ کے حکم اور آپ کی پسند اور بتائے ہوئے طریقے پر

Marfat.com

کام کرنے کے بجائے اپنی مرضی، اپنی خواہش، اپنے ارادے، اپنے اختیار سے اور اپنی ذات کے لئے کام کرے اور پھر آپ سے اجرت طلب کرے، اور کہے کہ میں نے تو آپ کا کام کیا ہے۔

شر کی صفات

دنیادار چونکہ اپنی فطرت میں موجود ذلت و محتاجی اور خوف کے احساس کے تحت عمل کرتا ہے اور جتنا عمل کرتا ہے، اتنی ہی اس کی فطرت میں محتاجی، ذلت اور خوف کا احساس بڑھتا ہے، خواہشات اور امیدیں بڑھتی ہیں اور ضرورتیں بڑھتی ہیں، ہوس اور لالچ بڑھتی ہے اور برتری حاصل کرنے، برتری قائم کرنے اور برتری کو ثابت کرنے کے لئے مقابلے کا رجحان بڑھتا ہے اور انسان اپنی ذات، اپنی خواہشات اور اپنے ذاتی مفادات سے آگے نہ کچھ دیکھتا ہے اور نہ سوچتا ہے۔ وہ جتنا احساس ذلت، احساس محتاجی اور احساس خوف کو دور کرنے کی کوشش کرتا ہے، اتنا ہی ایک طرف تو ان احساسات میں اضافہ کرتا ہے دوسری طرف اپنے اختیار میں تجاوز کرنے کے سبب اپنی فطرت کو ناپاکی، اذیت پسندی، تشنگی، سختی اور اپنے وجود کو اندر ہی اندر جلانے والی آگ دیتا ہے، جیسے نفرت، حسد اور کینہ اور انتقام، احساس محرومی وغیرہ۔ ایسی ہی تمام روحانی بیماریوں کی تفصیل نیچے دی گئی ہے، یہ تمام شر کی صفات ہیں، اس میں ذلت محتاجی، خوف اور ناپاکی ہے:

کفر	بہتان	بے چینی	ریاکاری	بے وفائی	بیزاری
شرک	بے جا تعریف	آوارگی	منافقت	احسان فراموشی	غفلت
تکبر	خود پسندی	کرید	کنجوسی	نافرمانی	کاہلی
غصہ	مادیت پرستی	لڑنا جھگڑنا	بے حیائی	ناشکری	نشہ
	جہالت	بے آرامی	مکروفریب	احساس تنہائی	بدنظمی
بزدلی	احساس بے بسی	بے قراری	جھوٹ	فحش گفتگو	خودغرضی
فرار	احساس مظلومی	عجلت	کینہ	ذخیرہ اندوزی	نزع
بے ایمانی	احساس محرومی	بے خبری	زنا،	بے اعتقادی	اختلاف

Marfat.com

خیانت	خودفریبی	اضطراب	حسد	خلفشار	دشمنی
ظلم	بدنیتی	ہیجان	جذبہ تحقیر	بے چارگی	عیب جوئی
شک	بے جا اعتماد	خوف	ذلت	سچائی سے فرار	دولت' اختیار اور اقتدار کا نشہ
غیبت	ناپاکی	نفاق	نفرت	خوشامد کرنا	بصیرت میں کمی
دورخی بات کہنا	اذیت پسندی	ضد	انتقام	خوشامد پسندی	قلب میں سختی
چغل خوری	کرب	ہٹ دھرمی	بدسلوکی	تلخی	زندگی سے محبت
عہد شکنی	خیانت	سازش	حرص وہوس		کوتاہ اندیشی
					شہوت کی زیادتی
					روحانی اور جسمانی امراض

Marfat.com

شراب

شراب عربی میں ہر پینے کی چیز کو کہتے ہیں جبکہ خمر اس مشروب کو کہتے ہیں جو نشہ کرے۔

خمر کی حد کا بیان

۱- سائب بن یزیدؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ نکلے اور کہا میں نے فلاں (عبید اللہؓ حضرت عمرؓ کے بیٹے) کے منہ سے شراب کی بو پائی- وہ کہتا ہے میں نے طلا (شیرے کو انگور میں اتنا پکایا جائے کہ وہ گاڑھا ہو جائے مثلاً دو ثلث جل جائے اور ثلث رہ جائے) پی اور میں پوچھتا ہوں کہ اگر اس میں نشہ ہے تو اس کو حد ماروں گا پھر حضرت عمرؓ نے اس کو پوری حد لگائی- (موطا امام مالک)

ف- یعنی اسے کوڑے مارے- سعید بن منصورؒ کی روایت میں ہے کہ میں نے حضرت عمرؓ کو اپنی آنکھ سے کوڑے مارتے ہوئے دیکھا- اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ حدود الٰہیہ جاری کرنے میں کوئی رعایت نہیں برتتے تھے، یہاں تک کہ اپنے بیٹے کے ساتھ بھی کوئی رعایت نہیں کی-

۲- ثور بن زیدؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے صحابہؓ سے خمر کی حد کے بارے میں مشورہ لیا (کیونکہ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی حد معین نہیں کی تھی) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، میرے نزدیک اسی کوڑے لگانا مناسب ہے کیونکہ آدمی جب شراب پیئے گا تو مست ہو جائے گا، جب مست ہوگا تو واہیات بکے گا اور جب واہیات بکے گا تو بہتان بھی لگائے گا، یا ایسا ہی کہا (اور بہتان کی حد اسی کوڑے ہیں) حضرت عمرؓ نے خمر کی حد میں اسی کوڑے لگائے- (موطا امام مالک)

ف- یہ صحابہؓ کے اجماع سے ہوا اور جمہور علماء نے اس پر اتفاق کیا ہے-

۳- ابن شہاب سے پوچھا گیا کہ غلام اگر شراب پیئے تو اس کی کیا حد ہے؟ انہوں نے کہا مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ غلام پر آزاد کی نصف حد ہے- اور حضرت عمر اور عثمان اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اپنے غلاموں کو آزاد کی نصف حد لگائی- (موطا امام مالک)

Marfat.com

۴- یحییٰ بن سعیدؒ سے مروی ہے کہ انہوں نے سعید بن مسیبؒ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ کوئی گناہ نہیں مگر اللہ چاہتا ہے کہ معاف کر دیا جائے سوائے حد کے۔(موطا امام مالک)

امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک حکم یہ ہے کہ جو کوئی ایسی شراب پئے جس میں نشہ ہو تو اس پر حد واجب ہوگئی خواہ اس کو نشہ ہوا ہو یا نہ ہوا ہو۔

۵- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوا جوار کی شراب کے بارے میں، آپؐ نے فرمایا اس میں کوئی خیر نہیں ہے اور منع کیا اس سے۔(موطا امام مالک)

۶- عبداللہ ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص دنیا میں شراب پئے گا پھر اس سے توبہ نہیں کرے گا تو آخرت میں شراب سے محروم ہوگا۔(موطا امام مالک)

تحریم خمر کی جامع احادیث

۱- ابن وعلہ مصری سے روایت ہے کہ اس نے عبداللہ ابن عباسؓ سے انگوری شراب کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ایک مشک شراب کی تحفہ لایا، آپؐ نے فرمایا کیا تو نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو حرام کیا۔ وہ بولا مجھے خبر نہیں۔ ایک شخص نے چپکے سے اس کے کان میں کچھ کہا۔ آپؐ نے پوچھا تو نے کیا کہا۔ وہ بولا میں نے بیچ ڈالنے کو کہا۔ آپؐ نے فرمایا جس نے اس کا پینا حرام کیا اس نے اس کا بیچنا بھی حرام کیا۔ یہ سن کر اس شخص نے مشک کا منہ کھول دیا اور شراب بہہ گئی۔(موطا امام مالک)

پہلا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ انسان شراب کیوں پیتا ہے؟ یا نشہ کیوں کرتا ہے؟ یا تو فیشن کے طور پر یا اپنے اضطراب، بے چینی، بے اطمینانی اور اپنے اندر پوشیدہ اندرونی کرب کو دور کرنے کے لئے یا اپنے غم کو بھلانے کے لئے یا برے دوستوں کی برائی کا ساتھ دینے کے لئے پیتا ہے۔ سہارا ہمیشہ وہی تلاش کرتا ہے جو بے سہارا ہو، ضرورت مند اور محتاج ہو۔ شراب کا سہارا وہی لیتا ہے جو بدترین احساس کمتری اور احساس شکست سے دوچار ہو۔ اپنے احساس کو بھلانا چاہتا ہے، خود کو خود فریبی میں مبتلا کرنا چاہتا ہو یا خود کو برتر ثابت کرنا چاہتا ہو یا اپنے تھکے ہوئے ذہن اور اعصاب کو شراب کا سہارا دینا چاہتا ہو۔

Marfat.com

نشہ یا شراب غیر فطری طریقے سے عارضی سکون حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ نشہ تھوڑا ہو یا زیادہ بقدر نشہ انسانی ذہن اور اعصاب پر اثر انداز ہوتا ہے۔ اس کی صلاحیتوں کو معطل کر دیتا ہے اور اس کی کارکردگی کو نقصان پہنچاتا ہے۔ نشہ شوقیہ کیا جائے یا اعصاب کو وقتی سکون پہنچانے کے لئے کیا جائے۔ دونوں صورتیں اس کی منفی سوچ کو ظاہر کرتی ہیں کیونکہ شوق بھی ضرورت ہے اور برا شوق بری ضرورت ہے کیونکہ جو بھی شخص خود کو برتر ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے وہ ایسا اپنے احساس کمتری کو شکست دینے کے لئے کرتا ہے اور ثابت تو وہی چیز کی جاتی ہے جس میں شک ہو۔

نشہ کرتے وقت انسان کی جو بھی سوچ ہوتی ہے، نشہ کی حالت میں وہ سوچ پختہ ہوتی چلی جاتی ہے۔ نشہ کا سبب چونکہ ہمیشہ منفی سوچ ہوتی ہے اس لئے انسان ذہن پر، اس کی فطرت پر، اس کے کردار پر ہمیشہ منفی اثرات گہرے ہوتے چلے جاتے ہیں۔ دوسرا پہلو یہ ہے کہ سہارا ہمیشہ کمزور لیتا ہے اس لئے شراب کا سہارا لینے والا ہمیشہ نا قابل بھروسہ فطرت کا مالک ہوتا ہے اور بے حد کمزور ارادے کا مالک ہوتا ہے۔ اس کے جسمانی دفاعی نظام کی فطرت بھی نا قابل بھروسہ اور کمزور ہوتی ہے۔ پھر شراب خون میں زہریلے مادے اور زہریلے اثرات کو پیدا کر کے تمام دفاعی نظام کو نا قابل بھروسہ بنا دیتی ہے۔ شوق اور خواہش نہ صرف یہ کہ نشہ کی ضرورت میں شدت پیدا کر دیتے ہیں بلکہ اس شخص کے جسم میں اس کی ضرورت اور اہمیت کو بڑھا دیتے ہیں اور اس طرح جسم میں نشے کے زہریلے اثرات کی قبولیت کے عمل کو بھی بقدر اس کے شوق اور خواہش کے تیز کر دیتے ہیں اور نشہ تو وہی کرتا ہے جو خواہشات کا اسیر ہوتا ہے اور اپنے اندر ضبط، تحمل اور قوت برداشت نہیں رکھتا ہے۔ اس کی خواہشات بے لگام ہوتی ہیں اور خود وہ خواہشات کے سامنے بے لگام ہو جاتا ہے، پھر خواہشات پوری نہ ہونے کی صورت میں مایوسی اور تھکن کا شکار ہو جاتا ہے۔

ذبیحہ

روح کا اپنا ایک وجود ہے، جسم ہے اور شعور ہے۔ روح جاندار کے وجود کے ایک ایک ذرے میں سرایت کیے ہوتی ہے۔ جاندار کے وجود کے ساتھ اپنے وجود کو قائم رکھتی ہے۔ اپنی قوت کے ذریعے جاندار کے وجود کو استعمال کرتی ہے۔ روح کا اصل مرکز انسانی قلب ہے۔ روح ا...

Marfat.com

وجود سے باہر نکلنے سے پہلے قلب میں سمٹتی ہے۔ ذبیحہ میں گلے کی شہ رگ اور سانس کی نالی کٹتی ہے لیکن حرام مغز اور ذہن کے تعلق کو قائم رکھا جاتا ہے۔ یہ اللہ خالق کائنات کا حکم ہے اور اس کی مصلحتیں ہیں۔ انسانی شعور، قیاس اور تجربہ یہ کہتا ہے کہ ذبیحہ میں جاندار کے شعور کو باقی رکھ کر روح کے شعور کو باقی رکھا جاتا ہے۔ روح کے راستوں کو باقی رکھا جاتا ہے۔ جاندار کے قلب پر، سانسوں پر اور ذہن پر دباؤ بڑھا کر روح کو جلد از جلد اور منظم طریقے پر قلب میں سمٹنے اور نکلنے کا موقع فراہم کیا جاتا ہے۔ اس طرح کم وقفہ میں اور کم سے کم تکلیف کے ساتھ روح اپنے وجود سے نکل جاتی ہے۔

خون، جسے اسلام حرام قرار دیتا ہے، ذبیحہ کی صورت میں یہ خون جاندار کے پورے وجود سے اچھی طرح خارج ہو جاتا ہے۔ چونکہ خون پورے وجود میں گردش کرتا ہے اس لئے جاندار میں پائی جانے والی بیماریوں کے جرثوموں کے اثرات سے خالی نہیں ہوتا، دوسرے یہ کہ خون سب سے جلدی خراب ہو جانے والی چیز ہے، تیسرے یہ کہ خون میں ایک خاص قسم کا نشہ پایا جاتا ہے، چوتھے خون کی حرمت کو قائم رکھنا کہ انسان خون پینے والا درندہ نہ بن جائے۔

ذبیحہ میں مسلمان کا پاک ہونا اور باوضو ہونا ضروری ہے۔ ورنہ کم از کم پیشاب سے طہارت ضرورت رکھتا ہو۔ پھر بسم اللہ اللہ اکبر کہنا بھی ضروری ہے۔ اس کی مصلحت یہ ہے کہ ہر شئے اللہ کی ملکیت ہے، اللہ کی امانت ہے اور اللہ کی طرف لوٹتی ہے۔ اس طرح بندہ اللہ کے احسان کو یاد کرتا ہے، اس کی نعمتوں کو اللہ کی نافرمانی میں استعمال کرنے سے ڈرتا ہے۔

ذبیحہ میں جانور کے جسم سے خون کا ایک ایک قطرہ باہر نکل جاتا ہے اور اپنے ساتھ جسم میں موجود جراثیم کو بھی بڑی تعداد میں جسم سے باہر نکال لیتا ہے۔ اس طرح جانور کا گوشت بڑی حد تک بیماریوں کے اثرات سے پاک ہو جاتا ہے۔

گوشت کی تاثیر

جانور کے گوشت کے تمام جوہروں میں اس جانور کی فطرت پائی جاتی ہے۔ گوشت کو بھونا جائے یا پکایا جائے دونوں صورتوں میں جوہروں کے درمیان تعلق تو کمزور پڑ جاتا ہے مگر جوہر اپنی

Marfat.com

حالت پر برقرار رہتے ہیں اور اپنی فطرت کو برقرار رکھتے ہیں، جب یہ گوشت غذا کی صورت میں ہضم ہو کر انسانی وجود میں جذب ہوتا ہے تو یہ جوہر انسانی وجود میں جذب ہو کر انسانی فطرت پر اثر انداز ہوتے ہیں۔

انسان اسی جانور کا گوشت کھاتا ہے جسے وہ کسی بھی سبب سے پسند کرتا ہے۔ انسان جس جانور کا گوشت پسند کرتا ہے درحقیقت اس جانور کو پسند کرتا ہے اور اس کی فطرت کو پسند کرتا ہے۔ غذا کی قبولیت کے اس عمل میں جسم کی ضرورت کے ساتھ ساتھ فکر اور ذہن کی پسند بھی شامل ہو جاتی ہے اس طرح غذا جسم کے ساتھ ساتھ اس جانور کی فطرت کی قبولیت کو قوت دیتی ہے۔

اسی لئے قرآن ان تمام جانوروں اور پرندوں کے گوشت کو حرام قرار دیتا ہے جو اپنی فطرت میں بری خصلتیں رکھتے ہیں اور اپنی فطرت میں درندگی، ناپاکی، بے حیائی، عیاری اور مکاری کی صفات رکھتے ہیں تاکہ انسان کو ان بری خصلتوں سے محفوظ رکھا جا سکے کیونکہ جو انسانی فطرت ہے، وہی فطرت اس کے جسمانی دفاعی نظام کی بھی ہے۔ بری خصلتوں کے سبب یہ دفاعی نظام بھی بے بھروسہ ہوتا ہے، پھر اہم بات یہ ہے کہ جہاں یہ جوہر جسم کی نشوونما پر اثر انداز ہوتے ہیں وہیں ان جوہروں کا باطنی نظام روح کی نشوونما کو متاثر کرتا ہے۔

ممنوعات

قرآن حرام قرار دیتا ہے۔ خون مردار، سور کا گوشت، شراب اور تمام نشہ آور چیزیں۔ شکاری پرندوں کا گوشت، جو پنجے سے شکار کرتے ہیں، درندگی اور بری خصلتیں رکھتے ہیں۔ وہ حلال جانور جو ذبح کرنے سے پہلے مر گئے ہوں، حرام ہیں۔

زنا کے بارے میں احکامات

''ایک سورت ہے جو ہم نے اتاری اور اس کو ہم نے فرض کیا اور اتاریں ہم نے اس میں باتیں صاف کہ شاید تم انہیں یاد رکھو۔

بدکاری کرنے والی عورت اور بدکار مرد کو مارو ایک ایک کو ان میں سے سو کوڑے اور نہ اختیار

Marfat.com

کرو تم ان دونوں پر نرمی اللہ کے حکم میں اگر تم رکھتے ہو یقین اللہ پر اور آخرت پر اور دیکھیں ان دونوں کی مار ایک گروہ مسلمانوں کا۔

زنا کرنے والا سوائے زنا کرنے والی عورت یا شرک کرنے والی عورت کے نکاح نہیں کرتا اور زنا کرنے والی سوائے زانی مرد یا مشرک کے نکاح نہیں کرتی اور ایمان والوں کے لئے تو (زنا) حرام کر دیا گیا۔'' (سورۃ النور)

زنا کو حرام قرار دینے میں بے شمار مصلحتیں ہیں۔ نسل انسانی کا تحفظ کرنا، شہوت میں اعتدال کو قائم رکھنا، عورت کی قدر و قیمت کو بڑھانا، عورت اور مرد کے درمیان وقار، محبت، وابستگی، احترام، اعتماد، وفا، پاکیزگی، ایثار، قربانی اور بھروسے کو قائم کرنا اور اسے بڑھانا۔ مہلک امراض سے بچاؤ فراہم کرنا۔ مرد اور عورت دونوں کو آسودگی فراہم کرنا۔ دونوں کی فکری، اخلاقی اور روحانی پاکیزگی کو قائم رکھنا۔ ضبط نفس اور قوت برداشت پیدا کرنا۔ اچھی اور پاکیزہ فطرت پر نسل انسانی کو پیدا کرنا کیونکہ باپ اگر اپنی فطرت رکھنے والا مادہ فراہم کرتا ہے تو ماں اسے پیٹ میں رکھ کر اپنا خون اور اپنی فطرت دیتی ہے۔ پھر ماں اور باپ پیدائش کے بعد بچے کو اپنا ماحول دیتے ہیں۔

زنا کرنے والے دونوں فریق ایک دوسرے سے ہمیشہ عارضی تعلق رکھتے ہیں اور ان کا مقصد شہوت کی وقتی ضرورت کو پورا کرنا ہوتا ہے، اس تعلق کی بنیاد خود غرضی پر ہوتی ہے، اس تعلق میں ہمیشہ بے حیائی، بے شرمی اور ناپاکی ہوتی ہے۔ زنا کرنے والے دونوں فریق ناقابل بھروسہ ہوتے ہیں۔ ضبط اور قوت برداشت سے محروم ہوتے ہیں۔ اپنی عزت اور حرمت کو کھونے والا یا دوسرے کی عزت اور حرمت سے کھیلنے والا، دونوں کی فطرت حرمت کی صفت سے محروم ہوتی ہے اور بے حیائی اور بے غیرتی کی صفت پائی جاتی ہے۔

اور جو عزت و حرمت کی صفت سے محروم ہو وہ کبھی بھی وفادار، مخلص اور قابل بھروسہ نہیں ہوتا۔ شہوت پوری ہو جانے کے بعد عورت اور مرد دونوں نہ صرف ایک دوسرے کے لئے کشش کھو دیتے ہیں بلکہ خود اپنی نظروں میں بھی اپنا وقار اور اپنی حرمت کھو دیتے ہیں۔ مرد کی نظروں میں تمام عورتیں ناقابل بھروسہ قرار پاتی ہیں اور عورت کی نظروں میں تمام مرد ناقابل بھروسہ قرار پاتے

Marfat.com

ہیں- زنا سے انسانی احترام کے رشتوں کو ناقابل تلافی نقصان پہنچتا ہے- جب زانی عورت کسی سے شادی کرتی ہے تو وہ اس مرد سے مطمئن نہیں ہوسکتی کیونکہ مختلف ذائقے چکھنے والا مرد اور مختلف ذائقے چکھنے والی عورت کبھی ایک ذائقے سے مطمئن نہیں ہوسکتی- ان کی فطرت میں بے حیائی ہوتی ہے اور بے حیائی تکبر کی پیداوار ہے اور متکبر انسان اپنی ذات کے لئے ہر فیصلہ خود کرتا ہے- اس طرح شادی کے بعد بے شمار مسائل پیدا ہوتے ہیں- سورۃ النور میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ''گندی عورتیں گندے مردوں کے لیے ہیں اور گندے مرد گندی عورتوں کے لئے۔'' کیونکہ ناپاکی کی فطرت رکھنے والا پاکی کو پسند نہیں کرتا اور ناپاکی کی فطرت رکھنے والی فکر کی لہریں اپنے جیسی فطرت رکھنے والی لہروں کو قبول کرتی ہے-

زنا کے نقصانات

اللہ پر ایمان لانے کے بعد ایک صاحب ایمان مرد اپنے ایمان کی سچائی میں اپنے اللہ کے حضور اپنے اللہ کے لئے لازوال اطاعت گزاری، فرمانبرداری، وفاداری، شکر گزاری، امانت داری اور احسان مندی اختیار کرتا ہے تو دوسری طرف ان سے وابستہ پاکیزہ اخلاقی اوصاف حلم اور بردباری، عفت اور پاکیزگی، شجاعت، عدل، رحم، عفو اور درگزر، بے خوفی، اطمینان قلب، سچائی، بھروسہ، ہمدردی، قوت ارادی، قوت توجہ، صبر و تحمل، ضبط، قوت برداشت، قوت یقین اور ایسے ہی بے شمار اعلیٰ اوصاف حاصل کرتا ہے- یہی اوصاف اس کی فطرت ہوتے ہیں اور یہی اوصاف اس کے جسمانی نظام کی فطرت ہوتے ہیں- یہی فطرت اس کے نطفے میں ہوتی ہے، بالکل اسی طرح جس طرح ایک بیج میں اس درخت کے تمام خواص پائے جاتے ہیں پھر وہ اپنی اعلیٰ اخلاقی صفات کی وجہ سے اپنی بیوی اور اولاد کے لئے بہترین حاکم اور منتظم ثابت ہوتا ہے، وہ ایک ایسا حاکم ہوتا ہے جس کی اطاعت دوسرا بغیر کسی جبر کے اپنی پسند اور مرضی سے کرتا ہے- ایک طرف اس کی فطرت، اطاعت گزاری کے تمام لوازمات سے آراستہ ہوتی ہے تو دوسری طرف حاکمیت کے تمام اعلیٰ اوصاف سے آراستہ ہوتی ہے جو اللہ کے لئے حکم دینے والی ہوتی ہے- یہی فطرت صاحب ایمان عورت کی ہوتی ہے، جو اپنے اللہ کی اور اپنے ماں باپ کی اور اپنے شوہر کی بہترین اطاعت

Marfat.com

گزار، وفادار اور امانت دار ہوتی ہے۔ مرد عورت کو اعلیٰ فطرت رکھنے والا نطفہ فراہم کرتا ہے اور عورت اپنی اعلیٰ فطرت پر اپنے وجود میں اس نطفے کی پرورش کرتی ہے اور اسے اپنی اعلیٰ فطرت دیتی ہے۔ پھر پیدائش کے بعد اولاد کو ماں اور باپ ایسا ہی ماحول فراہم کرتے ہیں۔ پھر بچے پر روحانی طور پر اثر انداز ہوتے ہیں یعنی آنکھوں سے نکلنے والی اور فکر سے نکلنے والی لہروں سے متاثر کرتے ہیں اور اپنے وجود اور اس کی پاکیزگی سے متاثر کرتے ہیں۔

زنا کرنے والے یا معاشرے میں پائی جانے والی جنسی آزادی اور بے راہ روی کا شکار مرد اور عورت دونوں اپنی فطرت میں تکبر رکھتے ہیں اور ہر قسم کی ناپاکی کو قبول کرنے والے ہوتے ہیں، خودغرض ہوتے ہیں۔ وفا، اطاعت گزاری، احترام، ایثار اور قربانی غرض پاکیزہ اوصاف سے محروم ہوتے ہیں۔ ان کی محبت، ان کی ضرورت اور مجبوری ہوتی ہے اور خلوص سے محروم ہوتی ہے۔ اپنی خواہشات کی پیروی کرنے والے اور جذبات کے اسیر ہوتے ہیں اور ناپاکیوں کو قبول کرنے والے ہوتے ہیں۔ باپ اپنی یہی فطرت رکھنے والا نطفہ فراہم کرتا ہے اور ماں بچے کو اپنی یہی فطرت، خامیاں اور اوصاف دیتی ہے اور پھر یہی ماحول فراہم کرتی ہے۔ ان کی نگاہوں اور ان کی فطرت اور ان کے ذہن کی فکری لہروں میں ناپاکیوں کا زہر ہوتا ہے جس سے وہ بچے کو متاثر کرتے ہیں۔ ان کی اولادوں کی وفاداری ان کے خون کے تعلق کے سبب ہوتی ہے اور اس وقت تک ہوتی ہے جب تک بچہ کو ماں باپ کی ضرورت ہوتی ہے یا بچہ ماں باپ کا محتاج ہوتا ہے۔ جیسے ہی بچہ اختیار حاصل کرتا ہے وہ اپنی فطرت کی خامیوں کے سبب، جیسے ہی اس کا ارادہ، خواہشات اور ضرورتیں خون کے تعلق پر غالب آ جاتی ہیں، وہ باغی اور سرکش ہو جاتا ہے۔ بچہ علم کا بڑا حصہ ماں کے پیٹ سے حاصل کرتا ہے۔ وہ اس طرح سے کہ باپ نطفے کی صورت میں اپنی فطرت اور اپنی روحانی صلاحیتیں دیتا ہے، ماں بچے کو اپنی فطرت دیتی ہے اور ماں کا کردار، ماں کی فکر اور ماں کی فطرت تینوں مل کر بچے کے دماغ میں بننے والے خانوں کو متاثر کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر باپ اور ماں دونوں مذہبی رجحانات رکھتے ہیں تو بچے کے ذہن میں وہ خانے جو مذہب سے متعلق ہیں، بہت طاقتور ہوتے ہیں اور اس بچے میں مذہب کی قبولیت کی فطرت اور صلاحیت بقدر ماں باپ

Marfat.com

میں پائے جانے والے مذہبی رجحانات کی قوت کے پائی جائے گی۔

زنا کے طبی نقصانات

زنا کے طبی نقصانات کو سمجھنے کے لئے چند چیزوں کو سمجھنا ضروری ہے۔ا۔ زانی مرد اور زانی عورت دونوں میں اپنی خواہشات کے خلاف ضبط، برداشت اور مزاحمت کی قوت نہیں ہوتی ہے۔ ان کی فطرت میں، ان کے جسمانی دفاعی نظام میں اور ان کے جسم میں پائے جانے والے جوہر اور مادّوں میں بھی مزاحمت کی قوت نہیں ہوتی جبکہ متقی اور پرہیز گار میں صبر، ضبط، برداشت اور مزاحمت کی قوت شدید ہوتی ہے۔

۲۔ کائنات میں دو قسم کی حیات پائی جاتی ہے، ایک وہ جو ماحول کی مطابقت کو قبول کرتی ہے اور دوسری وہ جو ماحول کی ضد ہوتی ہے اور ضد کو قبول کرتی ہے۔

۳۔ ایک دفعہ ایک مرد سے ملنے کے بعد عورت میں اس کے اثرات ایک ماہ سے لے کر دو ماہ تک باقی رہتے ہیں۔ ملاقات میں مرد اور عورت دونوں نہ صرف ایک دوسرے سے توانائی حاصل کرتے ہیں بلکہ ایک دوسرے کے مادّوں کو بھی جذب کرتے ہیں۔ پھر دو جسموں کا ملاپ دراصل دو روحوں، دو مختلف فطرتوں، دو مختلف جسمانی نظام رکھنے والے، خون رکھنے والے اجسام کا ملاپ ہوتا ہے۔ ایک ہی مرد سے یا ایک ہی عورت سے وابستگی کی صورت میں دونوں جسموں کے نظام میں ہم آہنگی یا ایڈجسٹمنٹ ہو جاتا ہے۔

۴۔ مختلف حیاتی مادّے اور جرثومے مل کر اپنے اختلاف کے سبب ایک دوسرے کو رد کرتے ہیں۔ یہ بھی ہوتا ہے کہ مختلف حیاتی مادّوں کے اثرات مل کر ایک بڑے اختلافی اثر یا ماحول کو جنم دیتے ہیں یا اس بات کو اس طرح سمجھیں کہ ایک ہی عورت جب مختلف مردوں سے آزادانہ ملاپ کرتی ہے تو مختلف فطرتوں کا، مادّوں کا، حیاتی جرثوموں کا، خون کا، حرارت کا، موروثی اثرات کا، مادّوں میں پائی جانے والی بیماریوں کا، مثبت اور منفی چارج کا اختلاف مل کر ایک بڑے اور تباہ کن اختلاف کو جنم دیتا ہے، جس میں کسی بھی ایسی بیماری کا وائرس جنم لے سکتا ہے جو انسانی مادّوں کے خلاف ضد کی فطرت رکھتا ہو یا دشمنی کی فطرت رکھتا ہو اور یہ وائرس انسان کے دفاعی نظام کو تہس

نہس کردے- کیونکہ زانی مرد اور عورت کے جسمانی دفاعی نظام میں وفا کی، قوت ارادی کی، قوت مزاحمت کی، قوت برداشت کی، ضبط کی، بھروسے کی فطرت نہیں پائی جاتی یا بہت کم پائی جاتی ہے- اس اہم بات کو ضرور یاد رکھا جائے کہ امراض دو طرح کے ہوتے ہیں ایک وہ جو اپنی ذاتی فطرت کی ناپاکیوں کے سبب پہلے روح کو بیمار کرتے ہیں اور پھر روح سے جسم کو منتقل ہوتے ہیں اور دوسرے وہ جو باہر سے جسم میں داخل ہوتے ہیں اور وہ بھی سب سے پہلے روح کو متاثر کرتے ہیں پھر اس کی علامات جسم پر ظاہر ہوتی ہیں یعنی اس وقت جب تکلیف کی شدت روح کی برداشت سے باہر ہو جاتی ہے- اس بات کو اس مثال سے سمجھیں کہ جیسے ہمارے جسم کا اندرونی نظام ایک معاشرہ ہے، یہ معاشرہ اخلاقی بے راہ روی کا، بے حسی کا، نفرتوں کا، عداوتوں کا، خودغرضی کا اور ناپاکیوں کا شکار ہے اور یہی حال اس معاشرے کے تمام شعبوں کا ہے- یہی فطرت اور یہی کردار صفائی کے شعبے کا ہے، تعمیرات کے شعبے کا ہے، انتظامیہ کا ہے اور دفاعی شعبے کا ہے- ایسے میں معاشرے کے اندر سے بھی تباہ کن بغاوتیں ہوسکتی ہیں اور باہر سے بھی تباہ کن حملہ ہوسکتا ہے- اسی طرح اندرونی خرابیاں، ناپاکیاں، کمزوریاں اندر سے بھی خرابی پیدا کرسکتی ہیں اور باہر سے کوئی بھی ان سے فائدہ اٹھا سکتا ہے-

Marfat.com

جھوٹ

حسن بن علیؓ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے (یہ کلمات) یاد کئے کہ جو چیز شک میں مبتلا کرنے والی ہے، اس کو چھوڑ کر وہ چیز اختیار کرو جس میں شک وشبہ نہیں اور یقین جانو کہ سچائی اطمینان والی چیز ہے اور جھوٹ شک میں مبتلا کرنے والی چیز ہے، ترمذی نے اس کو روایت کیا اور کہا یہ حدیث صحیح ہے-

امام نوویؒ ''یریبک'' کے معنی بیان کرتے ہیں کہ جس چیز کے حلال ہونے میں شبہ ہو، اس کو چھوڑ دے، اور جس میں کوئی شک وشبہ نہیں، اس کو اختیار کر-

عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: راست گوئی کی عادت اختیار کرو کیونکہ راست گوئی سے نیکی کرنے کی توفیق نصیب ہوتی ہے اور نیکی انسان کو جنت

تک پہنچادیتی ہے- آدمی سچ بولتا رہتا ہے اور کوشش کر کے سچ بولتا رہتا ہے- نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کا لقب صدیق پڑ جاتا ہے- دیکھو جھوٹ سے بچنا کیونکہ جھوٹ فسق میں مبتلا کر دیتا ہے اور فسق دوزخ میں پہنچا کر چھوڑتا ہے- انسان جھوٹ بولتا رہتا ہے اور ڈھونڈ ڈھونڈ کر جھوٹ بولتا رہتا ہے- نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کا لقب کذاب پڑ جاتا ہے-
(بخاری و مسلم)

قرآن میں ایک مقام پر فرمایا گیا:

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچ بولنے والوں میں شامل ہو جاؤ-''

اسی طرح سورۂ آل عمران کے چودھویں رکوع میں فرمایا:

''جو جھوٹا ہو اس پر خدا کی پھٹکار پڑے-''

جھوٹ دراصل تکبر کی پیداوار ہے- انسان جھوٹ، خواہ لالچ کے سبب بولے یا مصلحت یا خوف سے بولے، تینوں حالتوں میں اس کا مقصد ایک ہی ہوتا ہے اور وہ ہے اپنی برتری کو قائم رکھنا، خود کو نقصان سے اور ذلت سے محفوظ رکھنا- یہ عمل برتری کے لئے ہے- لالچ کے سبب سے جھوٹ بولنے والا بھی اپنی برتری کے لئے جھوٹ بولتا ہے کیونکہ لالچ کا سبب ہی برتری کو قائم رکھنا ہے- جھوٹ سچائی کی ضد ہے- سچائی حق کی طرف لے جانے والی چیز ہے- جھوٹ بولنے والا سب سے پہلے خود اپنی ذات کو فریب دیتا ہے چونکہ اس کی فطرت میں دھوکا ہے جبھی تو وہ دھوکے کی فطرت کو خرچ کرتا ہے اور جس کی فطرت دھوکا ہے اس کے جسمانی نظام کی فطرت بھی دھوکا ہے- وہ تو خود اپنی ذات کو بھی دھوکا دیتا ہے- خود اپنی ہی نگاہوں میں بے اعتبار اور بے بھروسہ ہوتا ہے اور جو بے بھروسہ ہوتا ہے وہ ہمیشہ انجانے خوف میں مبتلا رہتا ہے- ایسے شخص کے نزدیک خود اس کی اپنی ذات بے قدر و قیمت رہتی ہے- جھوٹ کی سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ یہ ہمیشہ فتنہ اور فساد کو جنم دیتا ہے- جھوٹا شخص سراب کی مانند ہوتا ہے، وہ قریب کو دور اور دور کو قریب کر دیتا ہے، صحیح کو غلط اور غلط کو صحیح بتاتا ہے- خوشامد پرست، دوسروں کی ٹوہ میں رہنے والا اور کرید کرنے والا ہوتا ہے- جھوٹے آدمی کے قول و فعل میں تضاد ہوتا ہے اور اس کے ظاہر اور باطن میں تضاد ہوتا ہے-

Marfat.com

جھوٹ دراصل کسی شے کے بارے میں ایسی بات کہنا ہے جو نہ تھی اور نہ ہے اور نہ ہو گی۔

جھوٹ کے نقصانات

جھوٹا شخص ایک جھوٹ بولتا ہے پھر اس جھوٹ کو چھپانے کے لئے مزید جھوٹ بولتا ہے یہاں تک کہ اس کا جھوٹ ظاہر ہو جاتا ہے۔ جو زیادہ بولتا ہے، زیادہ غلطیاں کرتا ہے، زبان سے نکلے ہوئے الفاظ اور کمان سے نکلا ہوا تیر کبھی واپس نہیں آتے اور زبان کا گھاؤ تلوار کے گھاؤ سے زیادہ تکلیف دہ ہوتا ہے۔ جھوٹا شخص ہمیشہ دوسروں کی دل آزاری کا سبب ہوتا ہے، لاپرواہ ہوتا ہے، اپنے لئے زیادہ دشمن پیدا کرتا ہے، خود اپنی زندگی کو دشوار بناتا چلا جاتا ہے۔ جھوٹا شخص ہمیشہ جھوٹے شخص پر بھروسہ کرتا ہے۔ دوستی اور بھروسے کے قابل نہیں ہوتا۔ اس کی گفتگو میں غیبت اور چغلی کی صفت پائی جاتی ہے۔ جھوٹ بولنے والا ہمیشہ برے وقت میں دوست کو دھوکا دیتا ہے۔ وہ اپنے دوستوں کو سوائے ذلتوں کے کچھ اور دے ہی نہیں سکتا۔ رازداری کے قابل نہیں ہوتا۔ زیادہ بولنے کی عادت کے سبب زیادہ دیر خاموش نہیں رہ سکتا۔ وہ ہمیشہ تھوڑے کو زیادہ اور زیادہ کو کم دکھاتا ہے۔ وقت کی قدر و قیمت سے ناواقف ہوتا ہے۔ وہ وقتی نفع کے لئے پست سے پست کردار کا مظاہرہ کر سکتا ہے۔ چونکہ خیر اور شر کی تمیز نہیں رکھتا اس لئے فحش باتیں کرنا، گالم گلوچ کرنا، دوسروں کو لعنت ملامت کرنا، ان کو تنقید کا نشانہ بنانا اور دوسروں کا مذاق اڑانا جیسی صفات پائی جاتی ہیں۔ جھوٹا شخص ہمیشہ دوسرے کو بے وقوف بنا کر خوش ہوتا ہے۔ اس میں کفر اور منافقت کی تمام نشانیاں پائی جاتی ہیں۔ بدترین احساس کمتری کا شکار ہوتا ہے اور خود کو ہر جائز اور ناجائز طریقے سے برتر ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

ریاکاری

منافقت میں قول اور فعل کا واضح تضاد یا فرق پایا جاتا ہے اور منافق کا فعل ہی اس کی نیت کا ثبوت فراہم کرتا ہے لیکن ریاکاری میں قول اور فعل دونوں میں غیر فطری پن پایا جاتا ہے۔ ریاکاری یا دکھاوے کا ایک ہی سبب ہے وہ ہے تکبر۔ ہر متکبر انسان ریاکار ہوتا ہے۔ جیسے ایک عالم دین اگر

اپنی پاکی اور پارسائی کا اتنا خیال رکھے کہ اگر کوئی دوسرا اس کے کپڑوں کو چھو لے یا چادر پر بیٹھ جائے یا برتن کو چھو لے تو گویا وہ چیزیں ناپاک ہوگئیں- ایسے عمل میں غیر فطری پن پایا جاتا ہے- یا بڑے صاحب کا گاڑی کی پچھلی نشست پر اکیلا مخصوص انداز سے بیٹھنا وغیرہ- دراصل ریاکاری کا اصل سبب خوئے تکبر ہے- دکھاوا کرنے والا دراصل اپنی برتری کو ثابت کرتا ہے- اپنے قول اور فعل سے وہ اپنے اور دوسروں کے درمیان دکھاوے کے لئے ایسا فرق پیدا کرتا ہے جس سے وہ اپنی شخصیت کو نمایاں کر سکے- وہ خود کو برتر کیوں ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے کیونکہ وہ اپنی برتری کے بارے میں ہمیشہ شک کا شکار رہتا ہے بلکہ سچ تو یہ ہے کہ وہ اپنی فطرت میں پائے جانے والے بدترین احساس کمتری کے احساس کو زائل کرنے کے لئے دکھاوا کرتا ہے اور برتری میں دوسروں کا مقابلہ کرتا ہے اور دوسروں سے داد و تحسین حاصل کرنے کے لئے اور اپنی برتری کو قائم رکھنے کے لئے ہر جائز اور ناجائز طریقے سے دولت، طاقت، اختیار، اقتدار اور شہرت حاصل کرنا چاہتا ہے- متکبر انسان علانیہ اپنی بڑائی کو ثابت کرنے کے لئے سب کچھ کرتا ہے جبکہ ریاکار یہی عمل پردے اور آڑ میں کرتا ہے اور خود کو وہ کچھ ثابت کرتا ہے جو وہ نہیں ہوتا-

دکھاوے کی بابت ایک صاحب علم درویش نے بڑی خوبصورت دلیل دی- انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ سے بہتر کوئی مصور نہیں جس نے عورت اور مرد کو ان کی جلد کی رنگت کی مناسبت سے ان کے تمام اعضاء کے رنگوں کو بہترین توازن عطا کیا- تمام اعضاء کی رنگت میں ایک توازن ہے- جس میں اضافہ ممکن نہیں تو کیا ایک جاہل شخص اپنی کسی ترمیم سے اس میں اضافہ کر سکتا ہے، نہیں البتہ کمی کر سکتا ہے- اب اگر ایک عورت اپنے چہرے پر رنگ لگا کر اور اپنے ہونٹوں کو رنگ کر اور خود کو تیز خوشبو میں بسا کر باہر نکلتی ہے تو کیوں؟ وہ خود سے سوال کرے اور اپنے باطن کی گہرائیوں پر نظر ڈالے اور ان سوالات کا جواب تلاش کرے، پہلا سوال رنگ اور تیز خوشبو دونوں ہمیشہ دوسروں کو اپنی طرف متوجہ کرتے ہیں، وہ کیوں چاہتی ہے کہ دوسرے اس کے حسن کی داد دیں، دوسرے اس کی طرف متوجہ ہوں کیونکہ جو بھی عورت کی طرف خاص طور پر متوجہ ہوگا وہ اپنی فکر میں اور اپنی نگاہوں سے اس عورت کے سراپے کا یا جسم کا بھرپور جائزہ لے گا، دوسرا کیا وہ خالق کائنات پر اور

اس کے عطا کردہ حقیقی حسن پر یقین نہیں رکھتی - وہ کیوں اپنے حسن کی نمائش کرنا چاہتی ہے، کیا وہ اپنے حسن سے مطمئن نہیں ہے- کیونکہ حسن میں اضافے کے احساس کا مطلب ہی یہ ہے کہ حسن میں کمی کا احساس ہے تو کیا وہ اپنے حسن کے بارے میں احساس کمتری کا شکار ہے یا اس کو اپنی شخصیت میں کمی کا احساس ہے- کیا وہ جنسی اعتبار سے آسودہ نہیں ہے یا مطمئن نہیں ہے یا اپنے شوہر کی طرف سے عدم توجہ کا شکار ہے جو وہ دوسروں کی توجہ چاہتی ہے اور اپنے حسن سے دوسروں کو متاثر کرنا چاہتی ہے کیونکہ متاثر تو وہی کرنا چاہتا ہے جو داد و تحسین چاہتا ہے، دوسروں کی نظروں میں اپنے لئے پسندیدگی چاہتا ہے یا غیر شادی شدہ لڑکی اپنے مستقبل کے لئے کسی شوہر کی تلاش میں ہے، وہ اپنے اس غیر فطری عمل کی وجہ ضرور تلاش کرے کیونکہ سادگی کا اپنا ایک وقار ہے اور اپنا ایک حسن ہے- یہ وہ دور ہے جس میں ہنر عیب ہیں اور عیب ہنر ہیں-

ریاء خفی

ریا کاری کی ایک قسم ریاء خفی ہے یعنی چھپا ہوا دکھاوا ہے- ایسا دکھاوا جو غیر ارادی یا لاشعوری طور پر انسانی فطرت میں چھپی ہوئی خامیوں کے سبب سرزد ہو جائے- مثال کے طور پر ایک صاحب بڑے خشوع و خضوع کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے انہوں نے نماز کی حالت میں اپنے ایک دوست کی آواز سنی، اچانک ایک لمحے کے لئے ان کے ذہن میں یہ خیال آیا کہ میرا دوست مجھے نمازی سمجھے گا یا نیک سمجھے گا یا میری پرہیزگاری سے متاثر ہوگا یہ عمل ریاء خفی ہے- اب اگر قیامت میں یہ سوال ہوتا ہے کہ تو نے نماز کس کے لئے پڑھی تھی تو وہ کہتا ہے کہ اے اللہ آپ کے لئے پڑھی تھی تو حکم ہوتا ہے کہ نہیں تو نے اس شخص کے لئے پڑھی تھی جو تیرے پیچھے داخل ہوا تھا اور جس کی آواز تو نے سنی تھی-

موسیقی

انسان جو کچھ سنتا ہے وہ سب سے پہلے اس کے شعور کو متاثر کرتا ہے اور پھر اس کی فطرت کو متاثر کرتا ہے- انسان کی سماعت وہ اہم ذریعہ ہے جس سے انسان اپنے شعور کو بھلے یا برے کی

Marfat.com

فیڈ نگ کرتا ہے یا احساس کو منتقل کرتا ہے۔ ہم نے تو لوگوں کو موسیقی کی دھن پر تھر کتے، لچکتے اور جھومتے دیکھا ہے۔ ایک بات حقیقت ہے کہ موسیقی جذباتی ہو، ہیجان انگیز ہو یا نرم اور لوریاں دینے والی ہو، براہ راست انسان کے شعور پر غلبہ حاصل کرتی ہے اور بقدر اس غلبے کے انسان کو متحرک کرتی ہے۔ اسلام ہر ایسی چیز کو ناپسند کرتا ہے یا پھر اس کی ممانعت کرتا ہے یا پھر اسے حرام قرار دیتا ہے، جو انسان سے اس کا شعور اور اس کے ہوش و حواس چھین لے۔ غصہ اس لئے حرام ہے کہ وہ انسان سے اس کے ہوش و حواس چھین لیتا ہے، نشہ اس لئے حرام ہے کہ وہ انسان کو سوچنے اور سمجھنے کے قابل نہیں رکھتا، موسیقی اس لئے ناپسندیدہ ہے کہ وہ انسان کی فطرت کو ناپاکیاں دیتی ہے۔ انسان اور جانور میں ایک ہی فرق ہے کہ انسان کے جذبات اس کی عقل کے تابع ہوتے ہیں۔ انسان اپنے جذبات پر حاکم ہوتا ہے جبکہ جانور پر اس کے جذبات اور اس کی فطرت کا غلبہ ہوتا ہے اور اس کا شعور اس کی فطری ضرورتوں سے آگے کچھ نہیں دیکھ سکتا اور موسیقی سے تو وہی لوگ متاثر ہوتے ہیں جو اپنا کوئی مقصد حیات نہیں رکھتے اور جو اپنے اندر ضبط و تحمل اور صبر و برداشت کا مادہ نہیں رکھتے۔ جو چین کے لئے بے چین ہوتے ہیں اور ان کے اندر موجود کرب، بے چینی، اضطراب انہیں سکون کی تلاش میں کبھی اِدھر لے جاتا ہے اور کبھی اُدھر اور یہ وقت کے دھارے پر بہنے والے لوگ ہیں جس طرح سخت تکلیف میں ڈاکٹر مسکن دواؤں سے مریض کے اعصاب کو سلا دیتا ہے بالکل اسی طرح موسیقی سے چین اور سکون کے لئے ترسا ہوا انسان سکون حاصل کرتا ہے جبکہ اسلام ایسا علاج تجویز کرتا ہے جس میں مسائل سے فرار کے بجائے مقابلے کے ذریعہ اور صبر و برداشت کے ذریعے اور بوجھ اٹھانے کی طاقت کو بڑھا کر اللہ پر یقین کے ذریعے چین اور سکون عطا کیا جائے۔ موسیقی میں ایک خاص قسم کا سحر ہے۔

خود فریبی

خود فریبی دراصل خود اپنی ذات کو فریب دینا ہے یعنی حقیقت اور سچائی سے فرار حاصل کرتے ہوئے جان بوجھ کر جھوٹ کو سچ خیال کرنا ہے۔ خود فریبی دراصل خود کو خوش فہمی میں مبتلا کرنا ہے، ایسا شخص خود پسند ہوتا ہے۔ خوش فہمی انسان کو دھوکا دیتی ہے اور اس دھوکے کی وجہ سے انسان نقصان

اٹھاتا ہے کیونکہ خودفریبی میں مبتلا انسان کبھی بھی صحیح صورت حال کا یا کسی بھی چیز کی صحیح قدر و قیمت کا یا اپنے مخالف کی قوت اور طاقت کا یا عمل کی قوت اور اس سے پیدا ہونے والے ردعمل کی شدت کا صحیح اندازہ نہیں لگا سکتا اور اس لئے نقصان اٹھاتا ہے۔ خودفریبی دراصل احساس کمتری کے نتیجے میں ابھرنے والے یا اس کے ردعمل کے طور پر ابھرنے والے احساس برتری یا تکبر سے پیدا ہونے والا ایک روحانی مرض ہے اور انسان تو ساری زندگی خود کو دھوکے میں رکھتا ہے۔ کبھی ہوس کو محبت قرار دیتا ہے، تکبر کو عجز قرار دیتا ہے، عیاری کو ذہانت قرار دیتا ہے اور جھوٹ کو سیاست قرار دیتا ہے۔ وہ تو بس قانون ضرورت پر عمل کرتا ہے۔

مثلاً ایک ظالم اور طاقتور بدمعاش کی ہر شخص اس کے شر کی وجہ سے عزت کرتا ہے حالانکہ اس کے لئے دلوں میں ناپسندیدگی پوشیدہ ہوتی ہے۔ بدمعاش اپنے دل میں اپنے بارے میں یہ خیال کرتا ہے کہ میں بہت معزز ہوں اور ہر اس شخص کے کام آتا ہے جو اس کی خوشامد کرے لیکن جب برا وقت آتا ہے تو اسے احساس ہوتا ہے کہ کوئی بھی اس کے ساتھ نہیں ہے۔ اسی طرح عالم اپنے علم کے بارے میں، طاقتور اپنی قوت کے بارے میں، نوجوان اپنی شخصیت اور حسن کے بارے میں، صاحب اختیار انسان اپنے اختیار کے بارے میں، زاہد اپنے زہد کے بارے میں خوش فہمی اور خودفریبی کا شکار ہو سکتا ہے۔ اس خودفریبی کا انجام ہمیشہ تکلیف دہ ہوتا ہے۔

تکبر

تکبر کبر سے ہے جس کے معنی بڑائی کے ہیں۔ متکبر انسان ہمیشہ خود کو بڑا سمجھتا ہے اور اپنی ذات پر فخر کرتا ہے، یہ سب غرور ہے اور تکبر تمام روحانی اور بیشتر جسمانی امراض کی بنیاد ہے اور یہی تکبر ہے جس کے لئے پیارے نبیؐ نے فرمایا کہ:

"نہ داخل ہوگا دوزخ میں وہ جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہے۔ اور نہ داخل ہوگا جنت میں وہ جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی تکبر ہے۔" اس کے معنی یہ ہیں کہ جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہے اس کے ہر ہر قول اور عمل میں اور ہر ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کی بزرگی کو، بڑائی کو، احکامات کی اہمیت کو، رائی کے دانے کے برابر غلبہ حاصل

Marfat.com

ہے اور ترجیح حاصل ہے اور جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر تکبر ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ اپنی ذاتی بڑائی کو، اپنے کفر کو یا انکار کو، اللہ تعالیٰ کی بزرگی، بڑائی اور احکامات پر رائی کے دانے کے برابر غلبہ دیتا ہے اور اس کا جھکاؤ کفر کی طرف ہے۔

تکبر ایمان کی ضد ہے تکبر عجز کی ضد ہے، تکبر تمام روحانی امراض کی بنیاد ہے۔ متکبر انسان اللہ تعالیٰ کے اور اللہ تعالیٰ کے احکامات کے مقابلے پر ہمیشہ اپنی ذات کو، اپنے ذاتی اختیار، ارادے اور خواہشات اور اپنی ذاتی ترجیحات کو اور اپنی ذاتی پسند اور ناپسند کو ترجیح دیتا ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کو اور اللہ کے احکامات کو غیر اہم ناقابل توجہ اور بے قدر و قیمت قرار دیتا ہے، اس طرح اپنے ایمان کی نفی کرتا ہے۔ اسی وجہ سے یہ کہا جاتا ہے کہ تکبر کفر کی طرف لے جانے والی چیز ہے اور تکبر کفر ہے اور کفر کا اصل سبب ہے۔

متکبر انسان کی خصوصیات

متکبر انسان ہمیشہ خود پسندی کا شکار ہوتا ہے اور اپنے آپ کو سب کچھ سمجھتا ہے۔ وہ دولت اور طاقت کی زبان سمجھتا ہے اور اسی زبان میں گفتگو کرتا ہے۔ ہر چیز پر اپنا حق سمجھتا ہے اور ہر چیز کو سمیٹ لینا چاہتا ہے اور ہر چیز کو اپنے زیر اثر دیکھنا چاہتا ہے اور ہر ایک کو اپنا مطیع اور فرمانبردار دیکھنا چاہتا ہے۔ انکار کو پسند نہیں کرتا، دوسرے کی برتری کو تسلیم نہیں کرتا۔ ہر حال میں اپنی برتری کو قائم رکھنے کی کوشش کرتا ہے اور ہمیشہ اپنے اختیارات سے تجاوز کرتا ہے اور ہمیشہ اپنی قوت، طاقت، دولت اور اپنے وسائل کو اپنی ذاتی برتری کے اظہار کے لئے اور اسے قائم رکھنے کے لئے استعمال کرتا ہے۔ ہمیشہ خود کو صحیح اور دوسرے کو غلط سمجھتا ہے۔ اپنی ذات کو مکمل سمجھتا ہے، خود کو بے عیب سمجھتا ہے، اپنی غلطی کو تسلیم کرنا اس کے لئے آسان نہیں ہوتا۔ جو اسے غلط ثابت کرے یا اس کی برتری کو تسلیم نہ کرے یا اس کی برتری کے لئے خطرہ بن جائے، یہ اس کا دشمن بن جاتا ہے اور اس سے نفرت کرتا ہے، اس میں قوت برداشت بہت ہی کم ہوتی ہے۔ یہ اپنی خواہشات کی اندھا دھند پیروی کرتا ہے، مادہ پرست ہوتا ہے، خود غرض ہوتا ہے۔ فطرتاً جاہل ہوتا ہے، اس کی زبان اس پر حاکم ہوتی ہے، اس میں نصیحت کو قبول کرنے کی صلاحیت نہیں ہوتی بلکہ نصیحت کو سخت ناپسند کرتا

Marfat.com

ہے، لہجہ تحکمانہ ہوتا ہے، باتیں زاہدوں کی سی ہوتی ہیں مگر عمل دنیا پرستوں کا ہوتا ہے- ایسے لوگ عبرتوں کی تفصیل بیان کرتے ہیں مگر خود سبق نہیں لیتے، وعظ میں مبالغہ کرتے ہیں مگر خود نصیحت کو قبول نہیں کرتے، فنا ہو جانے والی چیزوں کو حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں مگر ہمیشہ باقی رہ جانے والی چیزوں میں سستی کرتے ہیں- آخرت کے فائدے کو نقصان اور آخرت کے نقصان کو فائدہ سمجھتے ہیں- دوسرے کے گناہوں کو بہت اور اپنے گناہوں کو کم سمجھتے ہیں- اپنے فائدے کے لئے دوسرے کا نقصان کرتے ہیں- دوسروں کی رہنمائی کرتے ہیں مگر خود گمراہ ہوتے ہیں- ہنر کو عیب اور عیب کو ہنر قرار دیتے ہیں، اداکاری کو پسند کرتے ہیں-

متکبر انسانوں کی اقسام

متکبر انسانوں کی پہلی قسم وہ ہے جس کے قول اور عمل دونوں میں برتری کا نشہ صاف نظر آتا ہے- ایسا شخص کسی دوسرے کی جان و مال، عزت و آبرو اور حقوق کی کوئی پرواہ نہیں کرتا- ایسا شخص بے رحم اور ظالم ہوتا ہے اور طاقت کے استعمال پر یقین رکھتا ہے- دوسرا وہ شخص ہے جس کے قول اور عمل میں مکمل تضاد ہوتا ہے، اس میں برتری کا نشہ کم ہوتا ہے، ہوش اور مدہوشی کی درمیانی کیفیت میں ہوتا ہے، نہ تو ہوش میں ہوتا ہے، نہ مدہوش ہوتا ہے- ایسا شخص اپنے تکبر کو چھپانے کی کوشش کرتا ہے مگر چھپانے پر قادر نہیں ہوتا کیونکہ اس میں اداکاری کی صلاحیت باقی نہیں رہتی- ایسا شخص اپنی خرابیوں کو بھی مزے لے لے کر بیان کرتا ہے، کسی کی مخالفت برداشت نہیں کرتا ہے، فطرتاً خوشامد کو پسند کرتا ہے اور جو اس کی تعریف کرے اور اس کی برتری کو تسلیم کرلے، اس سے خوش رہتا ہے- تیسری قسم کے متکبر وہ ہیں جو اپنی برتری کو ثابت کرنے کے لئے ریاکاری کا سہارا لیتے ہیں اور خود بھی اداکار ہوتے ہیں- ان کی فطرت میں اداکاری پائی جاتی ہے اور وہ اداکاری یا دکھاوے کو پسند کرتے ہیں اور اسے فن قرار دیتے ہیں- ایسے لوگ خود کو وہ ظاہر کرنے کی کوشش کرتے ہیں جو وہ نہیں ہوتے لیکن جب ان کے قول کو عمل کی کسوٹی پر پرکھا جاتا ہے تو وہ جھوٹے ثابت ہوتے ہیں اور منافق ثابت ہوتے ہیں- متکبر انسان ہمیشہ جھوٹ بولتا ہے، وہ یہ جھوٹ مجبوری یا ضرورت سے یا اپنے ظلم کو صحیح ثابت کرنے کے لئے بولتا ہے- وہ اپنے تکبر پر ریاکاری کا پردہ ڈالے رکھتا ہے مگر

Marfat.com

اس کے قول اور فعل میں غیر فطری پن نمایاں ہوتا ہے۔

متکبر انسانوں کی چوتھی قسم بہت خطرناک ہوتی ہے۔ یہ لوگ انتہائی اعلیٰ ریاکار اور اداکار ہوتے ہیں اور جتنے اعلیٰ درجے کے اداکار اور ریاکار ہوتے ہیں، اتنا ہی اس کی مخالفت بھی کرتے ہیں۔ جس طرح پھول اپنے رنگ اور اپنی خوشبو کو چھپانے پر قادر نہیں اسی طرح انسان بھی اپنی فطرت کو چھپانے پر قادر نہیں ہے کیونکہ انسان کی فطرت ہی اس کے کردار کا اصل لباس ہوتی ہے۔ ایسے لوگ سخت غصے کی حالت میں یا کسی بڑے نقصان کی صورت میں اپنی اداکاری کی صلاحیت کو کھو دیتے ہیں اور اپنی اصل فطرت کو ظاہر کر دیتے ہیں۔ تکبر کی شناخت یہ ہے کہ ہر وہ عمل جو انسان کی اپنی ذات کی برتری کے لئے ہے، تکبر ہے۔ ایک شخص اللہ کے لئے نیکی کرتا ہے اور یہ خواہش رکھتا ہے کہ اس کے احسان کو دوسرا تسلیم کرے اور اس کا اظہار کرے تو اس کا عمل اللہ کے لئے نہیں بلکہ خود اپنی ذات کے لئے ہوا یا ایک شخص خود کو عالم دین کہتا ہے یعنی اللہ کو اور اللہ کے دین کو جاننے والا کہتا ہے تو جو اللہ کو جانتا ہے، وہ عظمت الٰہی سے واقف بھی ہوتا ہے اور جس کے دل میں عظمت الٰہی ہو، دنیا اور اہل دنیا اس کے نزدیک حقیر ہوتے ہیں اور انسان حقیر چیز کو طلب نہیں کرتا اور اس کا لالچ نہیں کرتا۔ اب اگر ایک عالم دین دولت، اختیار اور اقتدار کو طلب کرتا ہے، ایسے لوگوں کو اپنے گرد جمع کرتا ہے یا ان کی ہم نشینی پسند کرتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنی ذاتی برتری چاہتا ہے۔ ایک اصول ہے کہ انسان اسی چیز کا تذکرہ زیادہ کرتا ہے جو اسے زیادہ پسند اور مرغوب ہوتی ہے اور جس کو وہ زیادہ اہمیت دیتا ہے۔ اب اگر کوئی شخص دنیا کی بہت زیادہ مذمت کرتا ہے، اختیار، اقتدار پر بہت زیادہ ناپسندیدگی کا اظہار کرتا ہے اور اس کا ذکر کرتا ہے تو اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ باطن میں وہ ان تمام چیزوں کو پسند کرتا ہے اور اپنی ذاتی برتری کے لئے یہی سب کچھ چاہتا ہے۔

تکبر کی حقیقت

تکبر انسان میں موجود احساس کمتری کا ردعمل ہے۔ انسان بقدر اپنے احساس کمتری کے خود کو برتر ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ تکبر دراصل انسان کی فطری جبلت، ذلت اور محتاجی کے احساس کا ردعمل ہے۔ انسان کو اپنی ذلت اور محتاجی کا جتنا شدید احساس ہوتا ہے اور جوں جوں یہ

Marfat.com

احساس بڑھتا جاتا ہے، اس احساس سے نجات پانے کے لئے اور برتری حاصل کرنے کے لئے اور برتری کو ثابت کرنے کے لئے اس کے عمل میں شدت آتی چلی جاتی ہے اور جتنا اس کے عمل میں شدت آتی چلی جاتی ہے اتنا ہی اس کا احساس کمتری بڑھتا جاتا ہے، پھر برتری کی ہوس بڑھتی چلی جاتی ہے- اس کا ہر عمل اس کی اپنی ذات کے لئے ہوتا ہے جبکہ صاحب ایمان اللہ تعالیٰ کو سب سے بڑا اور اپنا سب کچھ قرار دے کر خود کو اللہ تعالیٰ کا مکمل ذلیل اور مکمل محتاج بندہ قرار دے دیتا ہے- اب اس کی فطرت میں دنیا کے مقابلے میں احساس ذلت اور احساس محتاجی باقی نہیں رہتا اس لئے اس کا عمل بھی دنیا کے لئے نہیں ہوتا اور وہ دنیا سے اپنے عمل کا کوئی صلہ بھی نہیں چاہتا اور وہ دنیا سے کوئی توقعات بھی وابستہ نہیں رکھتا- اب وہ اپنی ذلت اور محتاجی کو دور کرنے کے لئے جتنا شدید عمل کرتا ہے، خود کو اللہ کا ذلیل اور محتاج بندہ قرار دیتا ہے اور اللہ کو اپنی ضرورت قرار دیتا ہے اور اللہ کو بزرگ اور بڑا قرار دیتا ہے، فرق صرف ایک ہی ہے کہ دنیا دار متکبر اپنے نفس کی یا اپنی ذات یا بہت سے برتر لوگوں کی بندگی کرتا ہے جبکہ اللہ پر ایمان لانے والے اللہ کی بندگی کرتے ہیں- متکبر کا عمل اپنی ذات کے لئے ہوتا ہے جبکہ اللہ پر ایمان لانے والے کا عمل صرف اللہ کے لئے ہوتا ہے- دنیادار دنیا سے صلہ چاہتا ہے اور اللہ کا بندہ اپنے اللہ سے صلہ چاہتا ہے-

غیبت

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو! بہت سے گمانوں سے بچو، بے شک بعض گمان گناہ ہیں اور مت جاسوسی کریں اور نہ غیبت کریں، بعضے تمہارے بعض کی، کیا تم میں سے کوئی پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے، اس سے تم کراہت کرتے ہو- اور ڈرو اللہ سے، بے شک اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا اور مہربان ہے، اے لوگو! بے شک ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہارے کنبے اور قبیلے بنائے تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان لو، بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ پرہیزگار ہے، بے شک اللہ جاننے والا اور خبردار ہے-(الحجرات:۴۹: ۶ تا ۱۳)

غیبت اس شخص کی فطرت میں موجود ہے جبھی تو وہ غیبت کرتا ہے اور غیبت کو خرچ کرتا ہے

Marfat.com

اور غیبت ہی کو جمع کرتا ہے، جب غیبت کرتا ہے تو پیٹھ پیچھے دوسروں کے عیب بیان کرتا ہے، دراصل وہ دوسروں کے عیب نہیں بلکہ اپنی فطرت کو بیان کرتا ہے، وہی کچھ اپنی آل کو اور اپنے اہل قرابت کو دیتا ہے اور اپنے ماحول اور معاشرے کو دیتا ہے اور وہی کچھ اسے واپس ملتا ہے۔

غیبت کسی شخص کے بارے میں اس کی غیر موجودگی میں ایسی بات کہنا ہے جو اگر وہ سنتا تو اسے تکلیف پہنچتی، اگر وہ بات اس میں موجود ہے تو غیبت ہے ورنہ بہتان ہے۔ محبت اور ہمدردی کے جذبات کے اظہار کے ساتھ کسی کا نام لے کر اس کے عیب بیان کرنا بھی غیبت ہے، جیسے کتنا اچھا بچہ ہوتا اگر اس میں یہ خرابی نہ ہوتی اور اللہ تو اس بات کو پسند کرتا ہے کہ لوگ ایک دوسرے کا پردہ رکھیں، اگر وہی عیب بہت سے لوگوں کے درمیان اور اس شخص کے سامنے اس کی توہین کے خیال سے بیان کیا جائے تو وہ تکبر ہے، کسی کے قدرتی اور جسمانی عیب بیان کرنا بھی غیبت ہے یا اس شخص سے وابستہ کسی دوسرے شخص، جیسے اولاد یا بیوی وغیرہ کے عیب نام لے کر یا اس طرح سے بیان کرنا کہ اس سے اصل شخص کی طرف رہنمائی ہو غیبت ہے اور سچ تو یہ ہے کہ اگر گفتگو سے غیبت کو نکال دیا جائے تو بات کرنے کے لئے بہت کم باقی بچتا ہے۔

غیبت کن مقامات پر جائز ہے

کسی کا کوئی عیب یا خرابی علاج کی خاطر ڈاکٹر کو بتانا، انصاف کے حصول کے لئے یا ظلم کی دادرسی کے لئے سچائی کا بیان کرنا، کفار، مشرکین اور منافقین کی سازشوں کو بے نقاب کرنا تاکہ دین کا تحفظ ہو۔ کسی شخص کو کسی بدکردار شخص کے شر سے بچانے کے لئے، مختصر طور پر، بغیر کسی تبصرے کے اور ضرورت کے تحت اس کی خرابی کو بیان کرنا، البتہ کسی شخص کی اصلاح کے لئے مثبت طریقے پر اس کے عیب خود اس کے سامنے بیان کرنا نصیحت ہے لیکن شرط یہ ہے کہ یہ کام تنہائی میں کیا جائے۔

غیبت ایک روحانی مرض ہے جو تکبر کے سبب پیدا ہوتا ہے۔ ایسا متکبر شخص جو اپنی صلاحیتوں سے اپنی برتری کو ثابت کرنے میں ناکام ہو جاتا ہے، غیبت کرنے لگتا ہے۔ غیبت مجبور اور عاجز کی آخری کوشش ہے۔ جب کچھ بس نہیں چلتا تو غیبت کرنے لگتا ہے اور تنقید برائے تنقید کرتا ہے۔ غصے کی حالت میں لعن طعن کرنا غیبت ہے، جب اہل مجلس کسی کی برائی کر رہے ہوں تو ہاں میں ہاں ملانا غیبت ہے، دوسرے کو ناقابل اعتبار اور کمتر ثابت کرنا غیبت ہے اور جو شخص کسی کی برائی یا چغلی ہمارے سامنے کرتا ہے تو وہ ضرور ہماری برائی یا چغلی بھی دوسرے کے سامنے کرے گا۔

تہمت

''اور جو لوگ عیب لگاتے ہیں پاک دامن عورتوں پر پھر نہ لائیں وہ چار گواہ تو مارو ان کو اسی کوڑے اور نہ مانو ان کی گواہی کبھی اور وہ لوگ ہیں بدکار۔

مگر جنہوں نے توبہ کی اس کے بعد اور اپنی اصلاح کر لی تو بے شک اللہ بخشنے والا اور بہت رحم کرنے والا ہے۔

اور جو لوگ عیب لگائیں اپنی بیویوں پر اور نہ ہوں ان کے پاس گواہ سوائے اپنی ذات کے تو ان میں ہر ایک کے لئے چار گواہی ہے کہ وہ گواہی دیں اللہ کی قسم کے ساتھ کہ بے شک میں سچا ہوں۔

اور پانچویں یہ کہ اللہ کی پھٹکار ہو اس پر اگر ہو جھوٹا۔

اور ٹلتی ہے اس (عورت) سے سزا کہ وہ گواہی دے چار مرتبہ اللہ کے نام سے کہ بے شک وہ

Marfat.com

شخص جھوٹا ہے اور پانچویں یہ کہ بیشک اللہ کا غضب آئے اس عورت پر اگر وہ (شوہر) سچا ہو۔ اور کبھی نہ ہوتا اللہ کا کرم تم پر اور اس کی رحمت اور بے شک اللہ توبہ قبول کرنے والا اور بڑی حکمت والا ہے۔

بے شک جو لوگ عیب لگاتے ہیں پاک دامن بے خبر ایمان والیوں پر ان پر پھٹکار بھیجی جائے گی دنیا اور آخرت میں اور ان کے لئے عذاب ہے زبردست، اس دن گواہی دیں گے ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور ان کی ٹانگیں جو وہ کرتے تھے۔

اس دن پورا دے گا اللہ بدلہ ان کو واجبی اور وہ جان لیں گے کہ بے شک اللہ سچا کھولنے والا ہے۔'' (سورۃ النور)

تہمت لگانے والا یہ جان لے کے اس کے عمل کا پہلا متاثر وہ خود ہے۔ وہ اپنی فطرت کو شک کی خرابی دے رہا ہے۔ تہمت دراصل کسی دوسرے شخص کے ایسے عیب کو بیان کرنا ہے جو اس میں نہیں ہے۔ یہ بھی ایک روحانی مرض ہے اور تکبر سے پیدا ہوتا ہے۔ تہمت ہمیشہ شک سے جنم لیتی ہے۔ جس انسان کی فطرت میں اعتماد نہیں ہوگا اور بھروسہ نہیں ہوگا تو پھر ہر چیز کے بارے میں بے یقینی ہوگی، بے اعتمادی ہوگی اور شک ہوگا اور اس کی فطرت میں شک ہے یعنی خود اس کے اپنے نزدیک اس کی اپنی ذات مشکوک ہے۔

تہمت لگانے والے کی فطرت میں دو چیزیں پائی جاتی ہیں ایک تو شک اور دوسرا تکبر کیونکہ جس شخص میں عجز ہے وہ کبھی بغیر تحقیق کے سنی سنائی باتوں پر یقین نہیں کرتا۔ اس کے بالکل برعکس متکبر انسان ہر ایسی بات کو، جو اس کے مزاج، مفادات، انا اور برتری کے خلاف ہو، خواہ وہ صرف سنی سنائی ہی کیوں نہ ہو، فوراً یقین کر لیتا ہے بلکہ ایسا شخص پہلے ہی سے ہر چیز کو شک کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔

اگر الزام لگانے والا اپنے الزام کو ثابت کرنے میں ناکام ہو جائے تو شریعت اس کے لئے وہی سزا تجویز کرتی ہے جو الزام ثابت ہونے پر ملزم کو دی جاتی۔ زنا کی تہمت لگانے والے کی وہی سزا ہے جو زنا کی ہے، یعنی اسی کوڑے۔

Marfat.com

غصہ

دوسرے پر غصہ کرنے والا یہ نہیں جانتا کہ اس کا غیظ و غضب خود اس کی اپنی ذات سے ہو کر دوسرے کی طرف منتقل ہوتا ہے۔ غصہ کرنے والا سب سے پہلے خود اپنے وجود پر غصہ کرتا ہے۔ وہ خود ہی غصے کا پہلا شکار ہوتا ہے۔ اپنی ذات کو زیادہ اور دوسرے کو کم نقصان پہنچاتا ہے۔ اور جو غصہ وہ اپنی فطرت کو دیتا ہے وہی اپنے وجود کو اور اس کے نظام کو، اپنی روح کو، اپنی آل اولاد کو، اپنے اہل قرابت کو اور اپنے ماحول اور معاشرے کو دیتا ہے اور وہ جسے جو کچھ دیتا ہے، وہ خود اس کی طرف لوٹتا ہے۔

غصہ تکبر یا بڑائی کے اظہار کی ایک شکل ہے۔ غصہ انسان کو اسی وقت آتا ہے جب انسان خود کو برتر اور دوسرے کو اپنے سے کمتر سمجھتا ہے اور غصہ ہمیشہ اپنے سے کمتر پر آتا ہے یا اس پر آتا ہے جسے وہ اپنے سے کمتر سمجھتا ہے۔ طاقتور کو غصہ اپنی طاقت کی برتری کے سبب آتا ہے۔ دولت مند کو اپنی دولت کی برتری کے سبب آتا ہے، جاہل کو اپنی جہالت کے سبب آتا ہے اور صاحب اختیار کو اپنے اختیار کی برتری کے سبب آتا ہے۔ اولاد کو ماں باپ کی کسی بات پر غصہ اس وقت آتا ہے جب اولاد ماں باپ کی بات کو ناقص سمجھتی ہے یا ماں باپ کے اختیار کے مقابلے میں اپنے اختیار کو برتر سمجھتی ہے یا ماں باپ کی خواہشات کے مقابلے پر اپنی خواہشات کو ترجیح دیتی ہے یا ماں باپ کے ارادے کے مقابلے میں اپنے ارادے کو اہمیت دیتی ہے یا ماں باپ کے احترام کے مقابلے میں خود کو زیادہ قابل احترام اور معزز سمجھتی ہے۔

غصے کے نقصانات

۱۔ غصہ کی ابتداء حماقت اور اختتام ہمیشہ پشیمانی پر ہوتا ہے اور پشیمانی ذلت ہے، جسے کوئی سمجھدار گوارا نہیں کرتا۔

۲۔ انسان فطرتاً ریاکار ہے اور وہ تو اپنے عیبوں کو اپنی اداکاری کے پردے میں چھپائے پھرتا ہے لیکن غصہ کی شدت میں انسان میں اداکاری کی صلاحیت ختم ہو جاتی ہے اس لئے وہ جو کچھ

Marfat.com

ہوتا ہے، اپنے آپ کو ظاہر کر دیتا ہے۔

۳- غصہ ور آدمی کسی راز کی حفاظت نہیں کرسکتا، جب بھی غصہ آئے گا راز کو اگل دے گا۔

۴- غصہ ور آدمی نادان دوست کی مانند ہوتا ہے۔

۵- غصہ ور آدمی چونکہ جذباتی ہوتا ہے اس لئے اس کے فیصلوں میں عقل وشعور کا کم اور جذبات کا زیادہ دخل ہوتا ہے اور وہ درست فیصلے نہیں کرسکتا۔

۶- غصہ ور آدمی سطحی سوچ رکھتا ہے، اس میں فکر کی گہرائی، مشاہدے کی خوبی اور باریک بینی کی صفات نہیں ہوتیں، وہ اعتدال پسند نہیں ہوتا اور وہ عدل نہیں کرسکتا۔

۷- غصہ ور آدمی دوست کم اور دشمن زیادہ بناتا ہے، وہ دوست اور دشمن کی، بھلے اور برے کی تمیز نہیں رکھتا، وہ صرف اس کا دوست ہوتا ہے جو اس کے غصے کو برداشت کرلے اور اس کی برتری کو تسلیم کرلے۔

۸- غصہ ور آدمی کی عزت لوگ اس کے شر سے بچنے کے لئے کرتے ہیں یا اس سے اپنا کام نکالنے کے لئے کرتے ہیں۔

۹- غصہ ور آدمی اپنے مسائل کو سلجھانے کے بجائے ہمیشہ الجھاتا ہے، مثال کے طور پر ایک شخص نے کوئی ناگوار بات کہی یا دوسرے نے اسے گالی دی، پھر ایک دوسرے میں گالم گلوچ ہوئی، ہاتھا پائی ہوئی، کورٹ کچہری ہوئی اور پھر آخر میں یہ طے پایا کہ دونوں آپس میں صلح کرلیں تو یہ سارا عمل بغیر اذیت کے اور رسوائی کے، وقت اور پیسے کے نقصان کے، پہلے مرحلہ پر بھی ہوسکتا تھا اور ایسا بھی ہوسکتا تھا کہ جھگڑے کی نوبت ہی نہ آتی۔

۱۰- غصہ ور آدمی میں چونکہ بڑائی کو قائم رکھنے کا احساس ہوتا ہے اس لئے وہ ایسا حلقہ احباب تلاش کرتا ہے جو اس سے کمتر ہوں اور اس کے زیر اثر رہ سکیں، اس لئے وہ اپنے سے بہتر، اعلیٰ اور صاحب علم لوگوں کی صحبت سے دور بھاگتا ہے اور ذہنی طور پر پستی کی طرف مائل رہتا ہے اور کچھ پانے کے بجائے کھوتا چلا جاتا ہے۔

۱۱- غصہ ور آدمی اپنے تکبر کے سبب اپنی بڑائی کو قائم رکھنے کے لئے دنیا میں دنیا کی محویت

اور دنیا کی طلب میں ان کی مسابقت کی دوڑ میں شامل ہو جاتا ہے اور اپنی برتری کو ثابت کرنے کے لئے ہر ایک سے مقابلہ کرتا ہے اور اپنی برتری کے وسائل کو جمع کرنے کے لئے ہر جائز اور ناجائز طریقہ اختیار کرتا ہے-

۱۲- غصہ ور آدمی میں قوت برداشت بہت کم ہوتی ہے، صبر کا مادّہ بہت کم ہوتا ہے- وہ اپنے غصہ ور مزاج کے سبب ہمیشہ ہیجان کا اور خون کے دباؤ کا اور اعصابی کمزوری کا شکار رہتا ہے اور غصہ اس کے ذہنی خلیوں کو نقصان پہنچاتا ہے-

۱۳- غصہ ور آدمی میں اپنے تکبر کے سبب تحکم یا حکم چلانے کی عادت پائی جاتی ہے، جس کے سبب وہ دلوں پر حکومت نہیں کرسکتا بلکہ اپنے اختیار، اپنے جبر اور اپنی طاقت کے ذریعے، وہ اپنے غلبے کو قائم رکھتا ہے اور مغلوب ہمیشہ غالب کا دشمن ہوتا ہے- اس طرح وہ جن کو اپنا سمجھتا ہے وہ دراصل اس کے اپنے نہیں ہوتے وہ یا تو ضرورت مند ہوتے ہیں یا مجبور ہوتے ہیں-

۱۴- غصہ ور آدمی ہمیشہ اپنی برتری کے بارے میں عدم تحفظ اور اپنی برتری کے چھن جانے کے خوف میں مبتلا رہتا ہے-

۱۵- غصہ ور آدمی اپنے احساس برتری کے سبب ہمیشہ اپنے بارے میں خوش فہمی کا، خود پسندی کا اور خود فریبی کا شکار رہتا ہے اور دوسروں کے بارے میں اور خود اپنے بارے میں صحیح اندازے لگانے میں ناکام رہتا ہے-

۱۶- خود پسندی کے سبب وہ انکار پسند نہیں کرتا، اس لئے جھوٹے، چغل خور، غیبت کرنے والے، خوشامدی اور ابن الوقت لوگ اس کے مصاحب ہوتے ہیں جو اسے فرعون بنانے کا کردار ادا کرتے ہیں- بھلے وقت وہ ان دوستوں پر نادانی میں سب کچھ لٹاتا ہے اور برے وقت یہی دوست اس کے سب سے بڑے دشمن ہوتے ہیں-

لالچ اور ہوس

جو شخص اپنے اندر لالچ اور ہوس رکھتا ہے، وہ یہی لالچ اور ہوس اپنی فطرت کو اور اپنے جسم کو اور اپنی فطرت کو اور اس کے تمام نظام کو یہاں تک کہ اپنی روح کو اور اپنے نطفے کو، اپنی آل

Marfat.com

اولادوں کو، اپنے اہل قرابت کو، اپنے ماحول کو اور اپنے معاشرے کو دیتا ہے- جو کچھ وہ خرچ کرتا ہے وہی اس کی طرف لوٹتا ہے اور جو کچھ وہ بوتا ہے وہی کاٹتا ہے- لالچ اور ہوس رکھنے والا ہمیشہ ناشکرا ہوتا ہے، جو کچھ اس کے پاس ہے، اس سے کبھی مطمئن نہیں ہوتا اور جو کچھ دوسروں کے پاس ہے ہمیشہ اس پر نظر رکھتا ہے- وہ ہر چیز کو اپنے لئے حاصل کر لینا چاہتا ہے خواہ اس کے لئے اسے دوسرے کو دھوکا ہی کیوں نہ دینا پڑے اور دوسرے کا نقصان ہی کیوں نہ کرنا پڑے، وہ حد درجے خود غرض ہوتا ہے اور اپنی خواہشات کی تکمیل کے لئے مکر و فریب، دغا، ظلم اور خوشامد، غرض ہر قسم کے ہتھیاروں سے کام لیتا ہے اور اگر اس چیز کو حاصل کرنے میں کسی وجہ سے ناکام ہو جائے تو وہ یہ چاہتا ہے کہ وہ چیز کسی دوسرے کے پاس بھی نہ رہے- لالچ اور ہوس، تکبر سے پیدا ہونے والا مرض ہے- ایسا شخص اپنی برتری پر کبھی مطمئن نہیں ہوتا اور دوسرے کی برتری کو کبھی دل سے تسلیم نہیں کرتا- دراصل یہ بدترین احساس کمتری کا ردعمل ہے- ایسا شخص ہمیشہ حسد میں مبتلا رہتا ہے اور ہمیشہ اضطراب کا شکار رہتا ہے- ہمیشہ اوپر کی طرف دیکھتا ہے اور ہمیشہ دوسروں کے بارے میں برا خیال رکھتا ہے- خیر اور شر میں تمیز نہیں رکھتا- دوستی کے قابل نہیں ہوتا- ضرورت پڑنے پر دوست اور دوستی دونوں کو بیچ سکتا ہے- لالچ اور ہوس کی فطرت رکھنے والا ہر حال میں محتاج اور ضرورت مند ہوتا ہے، خواہ اس کے پاس کتنی دولت کیوں نہ ہو-

کنجوسی

چونکہ کنجوس اپنی جائز ضرورت پر بھی کچھ خرچ کرنا نہیں چاہتا اور بغیر خرچ کئے کچھ حاصل نہیں کیا جا سکتا اس لئے کنجوس اور اس سے وابستہ ہر ہر چیز مظلومی، محرومی، کرب، اذیت، ذلت اور رسوائی کا شکار رہتی ہے- وہ دنیا اور آخرت دونوں جگہ نقصان اٹھانے والا ہوتا ہے- کنجوسی دراصل سخاوت کی ضد ہے- قناعت پسند اپنی جائز ضرورت پر خرچ کرتا ہے اور بلاضرورت خرچ کرنے سے پرہیز کرتا ہے جبکہ سخی جو کچھ اس کے پاس ہے اس کی پرواہ نہیں کرتا اور جو کچھ دوسروں کے پاس ہے اس پر نظر نہیں ڈالتا اور کنجوس اپنی جائز ضرورت پر بھی خرچ کرنے میں بہت بخیل ہوتا ہے اور اپنی عزت کے گنوانے میں بہت سخی ہوتا ہے- کنجوسی بھی تکبر سے پیدا ہونے والا مرض ہے-

Marfat.com

کنجوس دولت ہی کو اپنی برتری کا سبب سمجھتا ہے- دولت سے بہت ہی پیار کرتا ہے اور دولت کی جدائی کو برداشت نہیں کرسکتا اس لئے خرچ نہیں کرنا چاہتا خواہ اسے اس کے لئے ذلت ہی کیوں نہ برداشت کرنی پڑے- کنجوس شخص سب کچھ ہوتے ہوئے بھی اپنی خواہشات کی تشنگی اور محرومیوں کا شکار رہتا ہے اور ہمیشہ جمع کی ہوئی چیز کی حفاظت کے خیال سے عدم تحفظ اور خوف کے احساس میں مبتلا رہتا ہے اور موت سے بہت ڈرتا ہے-

حسد

حسد دراصل تکبر ہی کے سبب سے پیدا ہوتا ہے- انسان ہمیشہ اس سے حسد کرتا ہے جس کی برتری کو وہ برداشت نہ کرسکے یا جس کے مقابلے میں وہ خود کو برتر اور بہتر ثابت کرنے میں ناکام ہو جائے- حاسد ہمیشہ شدید ناکامی، نامرادی، بےبسی اور احساس کمتری کا شکار ہو کر ذہنی خلفشار میں مبتلا رہتا ہے- وہ دوسرے کو نقصان پہنچانے پر یا اس پر اپنی برتری ثابت کرنے پر قادر نہیں ہوتا اور دوسرے سے جلنے لگتا ہے- نہ صرف خود اس آگ میں جلتا ہے بلکہ اپنی صلاحیتوں کو، خوبیوں کو، نیکیوں اور اپنی صحت اور تندرستی کو بھی جلاتا ہے اور خود اپنی ہی آگ میں جل کر تباہ ہو جاتا ہے-

تماشا دیکھنا

ایک دفعہ کسی نے کہا کہ بھائی بڑی اصلاحی پکچر آئی ہے آپ اسے ضرور دیکھیں- بس پھر کیا تھا فوراً سینما گھر جا پہنچے- پکچر شروع ہوئی اب ہم پکچر تو کیا دیکھتے بس پکچر دیکھنے والوں کو دیکھتے رہے- عشق و محبت کا منظر آیا تو مرد اور خواتین کے چہروں پر عجیب کیفیت دیکھی، تیز اور چڑھتی ہوئی سانسیں، محویت، ہاتھوں کی جنبش غرض بہت کچھ دیکھا اور محسوس کیا- غم کے اور جدائی کے منظر پر لوگوں کی آنکھوں سے آنسوؤں کو بہتے دیکھا- ہیرو کے لئے ہمدردی دیکھی اور ولن کے خلاف غصے میں کھلتی اور بند ہوتی مٹھیاں اور چہرں پر ہیجان دیکھا- اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جو لوگ اپنی محویت اور اپنی بےخودی کے باعث اپنا ہوش و حواس کھو بیٹھے ہوں اور خود کو انہوں نے پکچر کے کرداروں میں ضم کر دیا ہو یعنی خود بھی ان کرداروں کا حصہ بن گئے ہوں وہ اصلاح کس طرح سے

Marfat.com

حاصل کر سکتے ہیں کیونکہ اصلاح حاصل کرنے کے لئے خیر اور شر میں فرق کرنا ضروری ہے اور اس کام کے لئے ہوش وحواس میں رہنا ضروری ہے اور معاملات میں خود فریق بننے کے بجائے خود کو ان سے الگ رکھنا ضروری ہے۔ انسان کے وجود میں شر موجود ہے اور شر، شر کو قبول کرتا ہے۔ اس لئے ہوتا یہ ہے کہ لاشعوری طور پر انسان خیر کے دھوکے میں شر کو اختیار کرتا ہے۔ کپڑا ناپاک پانی سے دھل جاتا ہے مگر وہ دھل کر بھی ناپاک رہتا ہے اور انسان تماشا دیکھ کر خود بھی تماشا بن جاتا ہے یعنی اس اداکاری کو اور اس کے مکالموں کو دہراتا ہے۔ اداکاری، ریاکاری، جھوٹ، دھوکا اسلام میں ناپسندیدہ ہیں۔ وہ تمام عمل جو انسان کو شعوری اور لاشعوری طور پر بے حیائی، بے شرمی اور ناپاکیاں دیں اسلام میں ناپسندیدہ ہیں۔ دنیاداری میں اپنی ذاتی خواہش کے تحت دیکھے جانے والے وہ مناظر اور سنی جانے والی ایسی آوازیں جو انسان سے خود اس کی عقل پر انسان کے غلبے کو چھین لیں، منع ہیں۔ لہو لعب اور بے مقصد عمل منع ہیں وقت کو فضول کاموں میں ضائع کرنا منع ہے۔

کینہ

کسی دوسرے کے بارے میں اپنے دل میں برا خیال رکھنا یا بدظنی رکھنا کینہ ہے۔ کینہ انسان صرف اسی وقت رکھتا ہے جب کسی دوسرے شخص کے مقابلے پر کسی بھی سبب سے یا کسی بھی شعبے میں اپنی برتری کو ثابت کرنے میں ناکام ہو جاتا ہے یا نقصان اٹھاتا ہے تو پھر اس شخص کے مقابل احساس کمتری کا شکار ہو جاتا ہے اور اس شخص کی خامیوں کو بنیاد بنا کر اس کے لئے اپنے دل میں برائی اور بدگمانی رکھتا ہے۔ پھر یہ ہوتا ہے کہ جب کسی کے بارے میں خیال بدلتا ہے تو ہر چیز کے معنی اور مفہوم بدل جاتے ہیں اور جس کے لئے دل میں برا خیال ہو اس کی اچھائیاں بھی برائیاں نظر آنے لگتی ہیں۔ کینہ بھی تکبر ہی سے جنم لینے والا ایک روحانی مرض ہے۔

مصوری

مصور کے لئے یہ کہا گیا ہے کہ وہ جنت میں داخل نہ ہوگا۔ اس قول کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم یہ دیکھتے ہیں کہ مصور کرتا کیا ہے۔ مصور پورے انہماک اور توجہ سے ایک تصویر کی تخلیق کرتا ہے، اس

Marfat.com

میں حقیقت کا رنگ بھرنے کی کوشش کرتا ہے۔ تخلیق کے اس عمل میں وہ اتنا کھو جاتا ہے کہ اس کو وقت گزرنے کا احساس تک نہیں ہوتا، وہ اپنی تخلیق سے محبت کرتا ہے، اس پر فخر کرتا ہے۔ دراصل اپنی تخلیق سے محبت کرنے والا خود اپنی ذات سے محبت کرتا ہے اور خود اپنی تخلیق پر فخر کرنے والا اپنی ذات پر فخر کرتا ہے اور یہی تکبر ہے، جو اسے خالق کائنات سے شعوری اور لاشعوری طور پر دور کر دیتا ہے اور مصور اپنی ذات کے حصار میں مقید ہو کر رہ جاتا ہے اور جب تک وہ اپنی ذات سے باہر نہیں نکلے گا تو وہ اپنے اللہ کی طرف دوڑ کیسے لگائے گا اور جو شعوری یا لاشعوری طور پر خود کو خالق قرار دے دے، وہ خالق کائنات کو دل کی سچائی کے ساتھ کیسے قبول کرے گا اور اپنی سچائی کو ثابت کرنے کے لئے کیسے عمل کرے گا کیونکہ وہ اپنی فطرت اور شعور کو کسی شے کے خالق ہونے کی فیڈنگ کر رہا ہے۔

ناشکری

ناشکری اور ناشکر گزار:

ناشکر گزار ظاہر اور باطن میں یا باطن میں اللہ کی نعمتوں کا انکار کرنے والا ہے۔ وہ نہ انہیں تسلیم کرتا ہے، نہ ان سے مطمئن ہوتا ہے اور نہ عطا کرنے والے کا احسان مند ہوتا ہے اور نہ اس سے حیا کرتا ہے، نہ اس کی اطاعت گزاری اور فرمانبرداری اختیار کرتا ہے۔ اللہ پر بھرسہ نہیں کرتا، اللہ سے خوف نہیں کھاتا، محبت نہیں کرتا، امانت داری نہیں کرتا، اللہ کی پسند اور ناپسند کا خیال نہیں کرتا، نہ اس ذات بزرگ و برتر کو تعریف کے قابل سمجھا ہے، نہ اس کی عزت، عظمت، بزرگی، بڑائی اور رحم و کرم کا معترف ہوتا ہے۔ جب اپنے مہربان مالک کو اہمیت نہیں دیتا تو اس کے احکامات کو بھی کوئی اہمیت نہیں دیتا بلکہ اپنے عمل سے، اپنے پروردگار سے دشمنی کرتا ہے۔ صاحب ایمان کبھی ناشکری نہیں کر سکتا۔

ناشکر گزار اور منافقت:

ہم سب اپنی خاندانی، مذہبی، معاشرتی، سماجی اور علاقائی روایتوں کے اسیر ہیں۔ نہ ان سے بغاوت کا حوصلہ رکھتے ہیں، نہ بغاوت کر سکتے ہیں۔ جو کچھ کرتے ہیں اس کی آڑ لے کر کرتے

Marfat.com

ہیں- انسان کا قول چاہے کچھ بھی ہو اس کا عمل، اس کی فکر، اس کی فطرت اور اس کے کردار کا آئینہ ہے- تو جو اپنے پروردگار کا شکر گزار ہے اور جس حد تک شکر گزار ہے، اتنا ہی اطاعت گزار اور فرمانبردار ہے- ناشکر گزار چونکہ روایات اور ماحول سے بغاوت نہیں کرسکتا اس لئے خود کو وہ ظاہر کرتا ہے جو وہ نہیں ہوتا- حقیقت کا راستہ چھوڑ کر ریا کاری کو اپناتا ہے، کیونکہ جو صاحب ایمان ہے، وہ اپنے قول اور عمل دونوں سے صاحب ایمان ہے اور اللہ کا فرمانبردار اور شکر گزار بندہ ہے-

ناشکر گزار کی خصوصیات:

جو کچھ اپنے پاس ہوتا ہے اس سے مطمئن نہیں ہوتا، جو کچھ دوسرے کے پاس ہے اس پر نظر رکھتا ہے- مغرور اور متکبر ہوتا ہے- صرف دو ہی زبانیں سمجھتا ہے، پہلی طاقت اور اختیار کی دوسری دولت کی- خود کو عقلمند سمجھتا ہے حالانکہ اوپر دیکھ کر چلنے والا، بھلے اور برے کو نہ سمجھنے والا، نفع اور نقصان کا شعور نہ رکھنے والا، خیر اور شر کے باطن سے ناواقف، نادان، جاہل اور ناسمجھ ہوتا ہے- وہ جو بھی سودا کرتا ہے، نقصان کا اور گھاٹے کا سودا کرتا ہے اور اپنی جان پر ظلم کرتا ہے- ہمیشہ کرب، بے چینی اور اضطراب کا شکار رہتا ہے- بدترین احساس کمتری کا شکار رہتا ہے- اپنے احساس کمتری کو دور کرنے کے لئے خود کو اپنے نزدیک اور اہل دنیا میں برتر ثابت کرنے کے لئے، اپنے پوشیدہ خوف، کرب، بے چینی کو دور کرنے کے لئے دولت، طاقت اور اختیار کے حصول کی کوششوں میں لگ جاتا ہے- ہر جائز اور ناجائز طریقہ اختیار کرتا ہے- بار بار اپنی دولت، طاقت اور اختیار کی کمزوروں پر آزمائش بھی کرتا ہے، انہیں کمتر اور حقیر سمجھتا ہے- اس طرح خود کو فریب دینے کے لئے اپنی فطری خامیوں کی تسکین کے لئے، اپنی برتری کو ثابت کرنے کے لئے، ظلم اور گناہ کا راستہ اختیار کرتا ہے-

ناشکر گزار کے لئے عذاب کی صورتیں

اس موضوع کو سمجھنے کے لئے چند حقیقتوں کا سمجھنا ضروری ہے- اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنے بندوں پر انعام نازل فرماتے ہیں، نعمتیں عطا کرتے ہیں- کوئی بھی چیز خواہ کتنی ہی اچھی ہو، اس کا غلط

Marfat.com

استعمال ہمیشہ نقصان کا باعث ہوتا ہے- کوئی منصوبہ خواہ کتنا ہی نفع بخش ہو، اگر اس کے چلانے والے نااہل ہیں تو اس سے بجائے فائدے کے نقصان پہنچتا ہے- جو خود اپنا دشمن ہو اس کا کوئی دوست نہیں ہوتا، جو خود اپنی نظروں میں ذلیل ہو، اس کی کوئی عزت نہیں ہوتی - جب کسی چیز کے بارے میں خیال بدلتا ہے تو ہر چیز کے معنی اور مفہوم بدل جاتے ہیں، جس کے نزدیک ہنر عیب بن جائیں وہ فلاح کے راستے سے بہت دور ہو جاتا ہے- جب انسان اندر سے خوش، مطمئن اور سرشار ہو تو باہر کی ہر چیز بھلی لگتی ہے-

عذاب کی صورتیں:

ناشکر گزار ہمیشہ غیر مطمئن، خوف، کرب، بے چینی، اضطراب اور احساس کمتری کا شکار ہوتا ہے- ہر جائز اور ناجائز طریقے سے دولت، طاقت اور اختیار حاصل کرنا چاہتا ہے- فطرتاً خود غرض، ابن الوقت، مطلب پرست ہوتا ہے- ہوس، لالچ، غیبت، تکبر، ظلم، جھوٹ، چغل خوری، خوشامد، مکر و فریب سے کام لیتا ہے- حسد، نفرت اور انتقام کی آگ میں جلتا رہتا ہے- وہ جو کچھ ہوتا ہے وہی کچھ اس کے اطراف میں ہوتا ہے، وہی کچھ وہ خرچ کرتا ہے، وہی کچھ اہل قرابت کو، دوست، احباب اور مصاحبوں کو خرچ کرنے کے لئے دیتا ہے، خود وہ، اس کی فطرت، اس کا دفاعی نظام، اس کے اہل قرابت، دوست اور مصاحب، سب ناقابل بھروسہ ہوتے ہیں- وقت اور حالات کبھی یکساں نہیں رہتے- ہمیشہ کسی چیز پر ایک جیسی گرفت قائم نہیں رکھی جا سکتی- ہر صاحب اختیار ہمیشہ صاحب اختیار نہیں رہ سکتا- گزرنے والا وقت ہر چیز کو شکستگی اور بوسیدگی اور کمزوری میں مبتلا کرتا ہے- نہ ہر طاقتور ہمیشہ طاقتور رہتا ہے، نہ کمزور ہمیشہ کمزور رہتا ہے- انسان اپنی غلطیوں کا، حوادث زمانہ کا، انقلابات کا ہمیشہ شکار رہتا ہے- جو غالب ہے وہ دراصل مغلوب ہے کبھی احساسات، جذبات اور خواہشات کا، کبھی اپنے سے برتر قوتوں کا- ناشکر گزار انسان کا کوئی مقصد حیات نہیں ہوتا- وہ ہمیشہ مغلوب رہتا ہے، اپنی آگ میں جلتا رہتا ہے، وقت اور حالات کے سبب، حوادث زمانہ کے سبب، اپنی غلطیوں کے سبب، جب قوتیں کمزور ہوتی جاتی ہیں، اس کا احساس بے بسی اور احساس محرومی، احساس کمتری اس کے لئے عذاب بن جاتے ہیں- پھر وہ سب سے پہلے اہل

قرابت کا، اس کے بعد احباب کا پھر اپنے ماحول کا اوران لوگوں کا نشانہ بنتا ہے جنہیں وہ استعمال کرتا رہا، اس کی مثال ان بھیڑیوں کی سی ہوتی ہے جو بھوک کی حالت میں آمنے سامنے بیٹھتے ہیں اور جو کمزور پڑتا ہے، اسے چیر پھاڑ کر کھا جاتے ہیں- گویا وہ جو کچھ دوسروں پر خرچ کرتا ہے، وہی اس کی طرف لوٹتا ہے اور اس کے لئے ذہنی اور روحانی عذاب کا باعث ہوتا ہے-

''تمہاری ہر مصیبت تمہارے ہی اعمال کا نتیجہ ہے-''

ناشکر گزار انسان تو ہمیشہ اوپر دیکھ کر چلنے والا، جو کچھ اپنے پاس ہے اس سے مطمئن نہ ہونے والا اور جو کچھ دوسرے کے پاس ہے اس پر نظر رکھنے والا، دنیا میں دنیاداروں کی محویت اور دنیا کی طلب میں ان کی برابری کے لئے کوشش کرنے والا، اپنے لئے جینے والا، حسرتوں اور تمناؤں کے طوفان میں گھرا ہوا، خواہشات کے کفن میں لپٹا ہوا، موہوم امیدوں پر تکیہ کرنے والا، خوش فہمیوں اور خود فریبیوں میں مبتلا، زندگی سے بہت ہی پیار کرنے والا، خود کو برتر، بہتر اور صحیح سمجھنے والا، حقیقتوں کو تسلیم نہ کرنے والا مردہ ہے- اپنے عیبوں کو، غلطیوں کو، گناہوں کو، بری عادتوں اور برے کاموں کو، بری خواہشوں کو یا تو برا نہیں سمجھتا یا برا سمجھتا ہے تو بہت معمولی- اپنے جسم میں سوئی چبھ جائے تو ایسا ظاہر کرتا ہے جیسے بھالا لگ گیا اور دوسرے کے جسم میں لگے ہوئے خنجر کو ایسا سمجھتا ہے جیسے سوئی چبھ گئی ہو- اپنی چھوٹی سی مصیبت، تکلیف، غم اور بیماری کو بہت بڑا جانتا ہے، اپنی آنکھ کا شہتیر اسے تنکا نظر آتا ہے-

دوسرے کے ساتھ برا سلوک کرتا ہے جبکہ دوسرے سے چاہتا ہے کہ وہ اس کے ساتھ اچھا سلوک کرے- خود دوسروں کی تحقیر کرتا ہے اور اپنے لئے دوسرے سے عزت اور احترام کی امید کرتا ہے، ہمیشہ اپنے لئے سوچتا ہے، فطرتاً حریص، مادّہ پرست، لالچی اور خود غرض ہوتا ہے- اپنے لئے ہمیشہ اچھا خیال رکھنا چاہتا ہے- دنیا کی ہر آسائش کو اپنے لئے سمیٹ لینا چاہتا ہے- دوستی کی آڑ میں عداوت کرتا ہے- اس کی وفا، اس کی تواضع، اس کی خدمت گزاری یا تو اس کی مجبوری ہے یا اس کی ضرورت ہے- دوستی ہو یا دشمنی دونوں کو ذاتی مفادات کی کسوٹی پر پرکھتا ہے، کم ظرف ہوتا ہے، ایک ہی رنجش میں زندگی کے تمام احسانات کو بھلا دیتا ہے، خود کو وہ کچھ ظاہر کرتا ہے جو وہ نہیں

Marfat.com

ہوتا - اپنے عیبوں کو اداکاری کے پردے میں چھپائے پھرتا ہے، طرح طرح کے روپ بھرتا ہے حالانکہ انسان کا عمل، اس کی فکر، اس کے ارادے اور اس کی فطرت کا آئینہ ہے- انسان وہی کرتا ہے جسے صحیح اور نفع بخش سمجھتا ہے، جس کے نفع بخش ہونے پر مکمل یقین رکھتا ہے- انسان تو نقصان کا سودا کرنے والا جاہل اور نادان ہے- اپنے اوپر ظلم کرتا ہے، کانٹے بو کر اپنے لئے خوش ذائقہ اور مفید پھل کی امید کرتا ہے- دوسروں کو نقصان پہنچا کر خود کو سکھ پہنچانا چاہتا ہے-

زندگی بعد الموت

سورۃ التکاثر مکیہ:

''۱-غفلت میں رکھا تم کو بہتات کی حرص اور ایک دوسرے سے آگے بڑھ جانے کی خواہش نے ۲- یہاں تک کہ تم نے قبریں جا دیکھیں ۳- ہرگز نہیں، جلد ہی جان جاؤ گے ۴- پھر ہرگز نہیں، جلد ہی جان جاؤ گے ۵- ہرگز نہیں، اگر تم اس کو یقینی طور پر جانتے ۶- یقیناً تم دوزخ دیکھ کر رہو گے ۷- پھر دیکھنا ہے تمہیں اس کو یقین کی آنکھ سے ۸- پھر اس دن تم سے ہر نعمت کی پوچھ گچھ ہوگی-''

تکاثر کے معنی کثرت کے ہیں- یہ کثرت مال و دولت کی کثرت بھی ہوسکتی ہے اور اولاد کی کثرت بھی ہوسکتی ہے، یا امیدوں اور خواہشات کی کثرت بھی ہوسکتی ہے اور کسی بھی شے کی کثرت طلب بھی ہوسکتی ہے جو دنیاوی اور مادی ہو-

زندگی ایک نعمت ہے اور ایک موقع ہے، اپنی آخرت کی زندگی کے لئے کچھ حاصل کرنے کا- زندگی کی ہر سانس اور ہر لمحہ قیمتی ہے- انسان دنیا کی زندگی میں جو کچھ حاصل کرتا ہے، اپنی روح کے لئے حاصل کرتا ہے- وہ اپنی فطرت کو اپنے قول اور عمل کے ذریعے خرچ کرتا ہے اور پھر وہ اپنے قول اور عمل سے حاصل ہونے والے اثرات اپنی فطرت کو منتقل کر دیتا ہے، مثال کے طور پر ایک ظالم شخص کی فطرت میں ظلم ہوتا ہے، وہ اپنی ظالمانہ فطرت کو اپنے عمل سے خرچ کرتے ہوئے مزید ظلم کرتا ہے، پھر اس ظلم سے حاصل ہونے والے اثر کو دوبارہ اپنی فطرت میں منتقل کرتا ہے- ظلم کی تاثیر یہ ہے کہ اس میں سختی ہے، اذیت پسندی ہے، نفرت کی آگ ہے یعنی جلانے کی تاثیر ہے،

Marfat.com

تلخی ہے اور ناپاکی ہے اور ناپاکیوں کا تیز زہر ہے- ناپاکیاں جسم اور روح دونوں کو بیماریاں دیتی ہیں بلکہ ہوتا یہ ہے کہ پہلے روح بیمار ہوتی ہے پھر روح سے یہ بیماری جسم کو منتقل ہو جاتی ہے- ظالم شخص اپنی فطرت کو یہی تاثیر دیتا ہے، اپنی روح کو یہی تاثیر دیتا ہے، اس کے ذہن سے نکلنے والی لہروں میں اور آنکھ سے خارج ہونے والی لہروں میں بھی اذیت پسندی کا، نفرت کا، جلانے کا، تلخی کا اور ناپاکیوں کا زہر ہوتا ہے-

مرنے کے بعد انسان کا اختیار، ارادہ اور خواہشات ختم ہو جاتی ہیں- جو کچھ اس ظالم شخص نے اپنی زندگی، اپنی فطرت کو دیا ہے یا فیڈنگ کی ہے، وہی اس کی روح کی ضرورتیں بن جاتی ہیں کیونکہ انسانی فطرت دراصل روح انسانی کی فطرت ہے- اب مرنے کے بعد اس کی روح اپنی فطرت کے مطابق غذا حاصل کرے گی، وہی اس کا لباس ہوگا اور ویسی ہی اس کی رہائش ہوگی- چونکہ اس کی فطرت میں آگ، ناپاکی اور تلخی ہے اس لئے وہ ایسی ہی خصوصیات رکھنے والی چیزوں سے غذا حاصل کرے گی یعنی ایسی غذا جو اذیت دے اور جلائے، جس میں تلخی ہو، تیزی ہو اور ناپاکی ہو- اس کی روح کے وجود میں ایسی ہی بیماریاں ہوں گی جس سے اذیت ملے، تلخی ملے، ناپاکی ملے اور سختی ملے- ایسا ہی اس کا لباس ہوگا اور اس کی رہائش ایسے طبقات میں ہوگی جس میں گرمی، ناپاکی اور اذیت دینے والی سختی ہو- گویا انسان اپنے عمل سے اپنی زندگی میں روح کی ضرورتوں کا یا ریکوائرمنٹ کا تعین خود کرتا ہے، پھر مرنے کے بعد جب روح جسم کی کثافتوں سے باہر نکل جاتی ہے، اس کی فطرت، اس کی قوتیں اور اس کی صلاحیتوں میں سینکڑوں گنا اضافہ ہو جاتا ہے اور اس طرح اس کی فطرت کی خرابی اور عذاب دونوں کئی سو گنا بڑھ جاتے ہیں- مرنے کے بعد انسان سے عمل کا اختیار چھن جاتا ہے، یہ تو صرف روح کا اپنا عذاب ہے، عذاب قبر الگ ہے-

عذابِ قبر

جس نے نصاب کو تسلیم کیا وہ امتحان میں بیٹھا اور جو امتحان میں بیٹھا سوال وجواب اسی کو دینا ہے- نصاب کی مثال ایسی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک نصاب لائے، یہ نصاب تعلیم اس وقت تک جاری رہا جب تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا نیا نصاب تعلیم لے کر نہیں آئے

تھے- نئے نصاب کے آتے ہی پرانا نصاب متروک ہوگیا، پھر ہمارے پیارے نبیؐ کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کے لئے نیا نصاب تعلیم نافذ کیا- اب امتحان اس نئے نصاب کے تحت ہوگا اور پرانے سارے نصاب متروک ہوگئے- اب سوال جواب اسی کے لئے رہ گیا اور امتحان بھی اسی کے لئے رہا جس نے اس نئے نصاب کو قبول کیا اور اللہ کو، اللہ کی بادشاہت کو، اللہ کے حکم کو یعنی فرمان کو اور پیارے نبیؐ کی رسالت کو اور اس پورے نصاب کو تسلیم کرنے کا اقرار-

فرشتے اللہ کے حکم سے، روح کو قبض کرتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ روح کو جسم سے جدا کردیا گیا اور جسم پر سے اس کا تصرف ختم ہوگیا- مگر روح اپنے جسم سے اپنا تعلق برقرار رکھتی ہے- پہلے روح اپنے مادّی جسم کے ذریعے اذیت کا احساس کرتی تھی یا تکلیف کو محسوس کرتی تھی اور ایک خاص حد تک اس تکلیف کو برداشت کرسکتی تھی لیکن مرنے کے بعد جسم پر ہونے والی ہر اذیت سے روح براہِ راست متاثر ہوتی ہے اور یہ اذیت لامحدود ہوتی ہے- مرنے والے کے وجود میں اور اس کے وجود کے ہر ذرے میں حیوانی روح موجود ہوتی ہے- اصل روح اپنی حیوانی روح پر تصرف نہیں رکھتی مگر اس کا حیوانی روح سے تعلق باقی رہتا ہے-

جب مردے کو قبر میں دفن کردیا جاتا ہے تو منکیر نکیر آموجود ہوتے ہیں- وہ اس مردے کو جگاتے ہیں، یہ دونوں فرشتے سیاہ رنگ اور نیلی آنکھوں والے ہوتے ہیں- ان کی آواز کڑک دار اور آنکھوں میں بجلی کی سی تیزی ہوگی، پھر یہ دین کے بارے میں اور اللہ اور اللہ کے رسولؐ کے بارے میں سوال کریں گے- اس مردے کے پاس وہی کچھ ہوگا جس کی اس نے اپنی زندگی میں اپنے شعور کو فیڈنگ کی یا دیا- اب اگر اس نے اپنی زندگی میں اللہ کو، اللہ کے احکامات کو اور اللہ کے رسولؐ کو اپنے ہر ہر قول اور عمل میں ترجیح یا غلبہ یا اہمیت دی ہے اور اللہ سے ڈرتا رہا ہے تو پھر وہ کلمۂ شہادت سے اپنے ایمان کی گواہی دے گا اور جس نے دنیا کو ترجیح دی تھی اس کے سامنے دنیا کے سوا کچھ نہ ہوگا، وہ جواب میں کہے گا مجھے کچھ نہیں معلوم، پھر عذاب قبر کے فرشتے نازل ہوں گے اور اس نافرمان پر عذاب نازل کریں گے، اس کے جسم کو زہریلے کیڑے مکوڑے کاٹیں گے، یہ کیڑے مکوڑے عام کیڑے مکوڑے نہیں بلکہ عذاب کے کیڑے مکوڑے ہوں گے- قبر ان لوگوں پر

تنگ کر دی جائے گی اور وہ نیک بندے جنہوں نے اپنے ایمان کی گواہی دی تو ان کی قبروں کو نور سے بھر دیا جائے گا - ان کے جسم کو جنت سے آرام دہ بستر مہیا کیا جائے گا اور جنت کی کھڑکی کھول دی جائے گی - برے لوگوں کا حال اس کے بالکل برعکس ہوتا ہے اور یہ سارے عمل غیب کے عمل ہیں اور باطنی عمل ہیں-

صاحب ایمان کے لئے مرنے کے بعد دو ٹھکانے ہیں جہاں ان کی روحوں کو رکھا جاتا ہے- یہ ٹھکانے صاحب ایمان کے لئے اللہ کی بنائی ہوئی جنتیں ہیں جہاں وہ قیامت تک رہیں گے اور ان اہل جنت کو روزانہ اصل جنت میں ان کا ٹھکانا دکھلایا جاتا ہے- ان میں سے ایک ٹھکانا زمین پر ہے اور دوسرا آسمانوں میں ہے- زمین پر کمتر درجے کے صاحب ایمان رکھے جاتے ہیں، آسمانوں میں حسب مدارج بلند درجوں کے صاحب ایمان لوگوں کا ٹھکانا ہے، تیسرے وہ لوگ ہیں جو قیامت تک روحانی عذاب میں مبتلا رہتے ہیں- انہیں نہ زمین قبول کرتی ہے اور نہ آسمان قبول کرتا ہے-

فرشتے جب روح کو لے کر چلتے ہیں تو زمین کی طرف دیکھتے ہیں، اگر زمین کے دروازوں کو کھلا پاتے ہیں تو روحوں کو اس میں داخل کر دیتے ہیں، اگر زمین کے دروازوں کو بند پاتے ہیں تو پھر آسمان کی طرف دیکھتے ہیں اور اگر آسمانوں کے دروازوں کو کھلا پاتے ہیں تو روحوں کو ان میں داخل کر دیتے ہیں اور اگر زمین و آسمان دونوں کے دروازوں کو بند پاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ سے فریاد کرتے ہیں کہ اسے تو نہ زمین قبول کرتی ہے اور نہ آسمان، اس کا ہم کیا کریں تو فرشتوں کو حکم ہوتا ہے، انہیں عذاب میں مبتلا کر کے چھوڑ دو-

یہ روحیں جنہیں نہ آسمان نے قبول کیا اور نہ زمین نے قبول کیا اور جنہیں عذاب میں مبتلا کر کے چھوڑ دیا گیا، ان کا حساب اب قیامت میں ہوگا، وہ روحیں زمین کے اوپر انتہائی گرم اور سرد طبقات میں اپنی فطرت اور اپنی ان ضرورتوں اور اپنے عقائد کے مطابق گروہوں کی شکل میں رہتی ہیں- روح کے لئے فاصلے کی قید نہیں، وہ کہیں بھی رہیں اپنے جسم سے متعلق رہتی ہیں اور عذاب جسم پر ہو تو وہ بھی روح کا عذاب ہے اور روح پر ہو تو وہ بھی روح کا عذاب ہے- ان کے تین

Marfat.com

طبقات ہیں، کمتر، درمیانہ اور برتر - سب سے زیادہ تکلیف اور عذاب میں کمتر درجے کی روحیں ہوتی ہیں جنہوں نے اپنی فطرت کو آگ، تلخی، سختی، اضطراب اور ناپاکیاں دیں، اب اختیار اور ارادے کے چھن جانے کے بعد وہی ان کی ضرورت اور مجبوری بن گئی - اب ان کا ماحول یہی، غذا یہی لباس، یہی ضرورتیں ہیں، اوپر سے عذاب الٰہی الگ -

ارواح سے رابطہ

کوئی روح اگر چاہے کہ اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت سے فرار ہو جائے تو یہ اس کے لئے ممکن نہیں - ہر روح کا ایک خاص اور اہم جز ہوتا ہے، جسے فرشتے سلب کر لیتے ہیں اور یہ حصے فرشتے دو مختلف جگہوں پر رکھتے ہیں، نیک لوگوں کے لئے الگ جگہ ہے اور برے لوگوں کے لئے الگ جگہ ہے - نیک لوگوں کی روحیں جن جنتوں میں رہتی ہیں، وہاں کے نگراں فرشتے ہوتے ہیں، وہاں ایک منظم نظام ہوتا ہے، ان سے صرف مراقبہ یا کشف کے ذریعے رابطہ قائم کیا جا سکتا ہے، کسی اور ذریعے سے پیغام نہیں بھجوایا جا سکتا - پھر یہ ان ارواح کی مرضی ہے کہ وہ فرصت کے اوقات میں خود آپ سے رابطہ قائم کریں البتہ ان ارواح سے جو آزاد ہیں، فکر کی لہروں کے ذریعے یا کسی دوسری قوت کے ذریعے رابطہ قائم کیا جا سکتا ہے اور جس وقت چاہے طلب کیا جا سکتا ہے - روحیں اپنی دنیا کی باتیں نہیں بتاتیں، ان سے اگر زور دے کر پوچھا جائے تو وہ ایک ہی بات کہتی ہیں کہ ہم جنت میں رہتے ہیں -

موت میں قدرت کی بے شمار نشانیاں ہیں - موت امتحانی مدت کا خاتمہ ہے - موت زندگی کا آخری نتیجہ ہے اور یہ نتیجہ بے اختیاری اور بے بسی ہے - موت اللہ کی طرف بندے کی واپسی ہے - پھر مردے کو نہلا کر انسان یہ بات تسلیم کرتا ہے کہ پاکی کو حاصل کرنا پڑتا ہے اور اللہ کی طرف لوٹنے کے لئے پاکی ضروری ہے - کفن پہنا کر یہ تسلیم کرتا ہے کہ مرنے والا اللہ کا محتاج ہے اور اللہ کی رحمت کا طلبگار ہے کیونکہ کفن محتاجوں کا لباس ہے اور لباس شرم و حیا بھی ہے - پھر نماز جنازہ میں کھڑے ہو کر میت کے لئے دعا کر کے انسان توبہ اور استغفار کی اہمیت کو تسلیم کرتا ہے اور پھر یہ تسلیم کرتا ہے کہ مرنے والے کو دعاؤں کی ضرورت ہوتی ہے اور ان کو دعاؤں سے فائدہ پہنچتا ہے اور دعا مانگنے

Marfat.com

کے لئے بہترین حالت، حالت بندگی ہے۔ مردے کو کاندھا دیتے ہوئے انسان موت کی حقیقت کو تسلیم کرتا ہے پھر وہ کلمۂ شہادت کا ورد کرتا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے کئے ہوئے اپنے عہد کی گواہی کو دُہراتا ہے ''کہ اے اللہ نہیں ہے کوئی معبود ہمارا سوائے آپ کے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اللہ کے رسول ہیں۔'' یعنی اے ہمارے اللہ ہم بلاشرکت غیرے آپ کی بندگی کرنے والے بندے ہیں اور آپ کے پیارے حبیبؐ کے نقش قدم پر چلنے والے امتی ہیں۔ اور جو لوگ باشعور ہیں اور اپنے اقرار میں سچے ہیں، وہ اپنی زندگی ہی میں، بندگی کے ذریعے خود کو اللہ کا محتاج اور بے اختیار اور فرمانبردار بندہ بنا لیتے ہیں۔

انسان کی فطرت اور شعور میں برائیوں کا احساس نیکیوں کے احساس کو مٹاتا ہے۔ اسی طرح نیکیوں کا احساس برائیوں کو مٹاتا ہے اور اپنی ذات کا غلبہ اللہ پر ایمان کے غلبے کو مٹاتا ہے اور اللہ پر ایمان کا غلبہ انسان کے ذاتی غلبے کو ختم کرتا ہے۔ نیکی کے عمل میں جتنی زیادہ سچائی اور اخلاص ہوگا، یہ فیڈنگ اتنی ہی گہری اور دیرپا ہوگی۔ یہی صورت بدی کے احساس کی ہے۔ مرتے ہی انسان کا اختیار ختم ہو جاتا ہے اور جس احساس کی فیڈنگ کو روح کی فطرت اور شعور میں غلبہ حاصل ہے، وہ اپنے غلبے کے بقدر باقی رہ جاتی ہے اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے یہی روح کی ابدی صفات بن جاتی ہیں۔ اسی لئے اللہ کی بندگی اور عبادتیں اور ان میں سچائی اور اخلاص ضروری ہے تاکہ مرتے وقت اور مرنے کے بعد اللہ پر ایمان کو غلبہ حاصل رہے اور انسان کی موت اللہ کے فرمانبردار بندے کی موت ہو۔

Marfat.com

باب ہشتم

توحید

''اور (لوگو!) تمہارا معبود (تو وہی) خدائے واحد ہے- اس کے سوا کوئی معبود نہیں- بڑا رحم کرنے والا مہربان ہے-'' (البقرۃ: ع۱۹، پارہ ۲)

''خود اللہ اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں- اور فرشتے اور علم والے بھی (گواہی دیتے ہیں- اور نیز یہ کہ اللہ عدل و) انصاف کے ساتھ (کارخانۂ عالم کو) سنبھالے ہوئے (ہے)- اس کے سوا کوئی معبود نہیں- زبردست (اور) حکمت والا ہے-'' (آل عمران: ع۲، پارہ ۳)

''ہمارے سوا کوئی معبود نہیں- تو ہماری ہی عبادت کیا کرو-'' (طٰہٰ: ع۱، پارہ ۱۶)

''اور اللہ کی عبادت کرو، اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت ٹھہراؤ-'' (نساء: ع۶، پارہ ۵)

''اللہ یہ گناہ تو معاف کرتا نہیں کہ اس کے ساتھ (کسی کو) شریک گردانا جائے- اور اس سے کم جس کو چاہے معاف کرے- اور جس نے اللہ کے ساتھ شریک گردانا، وہ (راہ راست سے بڑی) دور بھٹک گیا- (یہ مشرک) خدا کے سوا تو بس عورتوں (دیویوں) ہی کو پکارتے ہیں- یعنی بس اس شیطان سرکش (کے کہے میں آ کر ان کو) پکارتے ہیں جس کو روز ازل میں خدا نے پھٹکار دیا- اور وہ لگا کہنے کہ میں تو تیرے بندوں سے (نذر و نیاز کا) ایک متعین حصہ ضرور (ہی) لیا کروں گا اور ان کو ضرور ہی بہکاؤں گا، اور ان کو امیدیں (بھی) ضرور دلاؤں گا، اور ان کو سمجھاؤں گا تو وہ (میری ہدایت کے مطابق بتوں کی نیاز کے) جانوروں کے کان (بھی) ضرور چیرا کریں گے، اور ان کو سمجھاؤں گا تو وہ (میری ہدایت کے مطابق) خدا کی بنائی ہوئی صورتوں کو (بھی) ضرور بدلا کریں گے- اور جو شخص خدا کے سوا شیطان کو دوست بنائے (اور اس کی پیروی کرے) تو وہ صریح گھاٹے میں آ گیا- (شیطان) ان کو وعدے دیتا اور ان کو امیدیں دلاتا ہے- اور شیطان

Marfat.com

ان سے جو (کچھ بھی) وعدہ کرتا ہے نرا دھوکا (ہی دھوکا) ہے۔ یہ ہیں جن کا آخری ٹھکانا دوزخ ہے اور وہاں سے کہیں بھاگنے نہ پائیں گے۔'' (النساء: ع ۱۸)

عقیدۂ توحید

اے اللہ نہیں ہے کوئی بھی ہمارا معبود، سوائے آپ کے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے رسولؐ ہیں اور بے عیب ہیں، وحدہ لاشریک ہیں، تمام تعریفیں آپ ہی کے لئے ہیں، اور اے اللہ ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں، آپ ہی کی مدد چاہتے ہیں اور آپ ہی پر بھروسہ کرتے ہیں، زمینوں اور آسمانوں میں جو کچھ ہے، یہاں تک کہ ایک ایک ذرہ بلاشرکت غیرے آپ کی ملکیت ہے، آپ کی تخلیق ہے، آپ کی مخلوق ہے، آپ کا پروردہ ہے، آپ کی وراثت ہے اور آپ کی رعایا ہے، کوئی شے کبھی آپ کی نظروں سے اوجھل نہیں رہ سکتی اور نہ کوئی شے آپ کے قبضہ قدرت سے باہر ہو سکتی ہے، ہر شے آپ کی ہے، آپ کے لئے ہے، آپ کی طرف سے ہے، آپ کے حکم سے ہے اور اس وقت تک ہے جب تک آپ کا حکم ہے، ساری بزرگی اور ساری بڑائی اور ساری عزت آپ ہی کے لئے ہے، ہر شے آپ کی عزت کے مقابل ذلیل ہے، آپ کی سلطنت کے آگے فرمانبردار ہے اور آپ کی قدرت کے آگے عاجز ہے، آپ بڑے علم والے اور بڑی حکمت والے ہیں، ہر پوشیدہ اور ظاہر کے جاننے والے ہیں، آپ کے در کی محتاجی سے بڑھ کر کوئی دولت نہیں اور اس سے بڑھ کر کوئی تونگری نہیں ہے، آپ کی قوت کے آگے ہر قوی ناتواں ہے، ہر عالم متعلم ہے، ہر شے کمزور اور عاجز ہے، آپ ازل سے ہیں، آپ کی کوئی ابتداء نہیں، آپ ابد تک رہیں گے، آپ کی کوئی انتہا نہیں ہے، آپ ہمیشہ سے ہیں اور ہمیشہ رہیں گے، آپ سب سے قریب ہیں، مگر کسی شے میں شامل نہیں، آپ جسے عطا کرنا چاہیں اسے کوئی روکنے والا نہیں اور آپ جسے نہ دینا چاہیں اسے کوئی دینے والا نہیں، آپ جسے جو چاہتے ہیں وہ عطا فرماتے ہیں اور جس سے جو چاہتے ہیں وہ لے لیتے ہیں۔ آپ جسے ہدایت عطا فرمادیں اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور آپ جسے گمراہ فرمادیں اسے کوئی راہ ہدایت پر نہیں لا سکتا اور جس کا آپ سہارا ہیں اسے کسی سہارے کی ضرورت نہیں اور جس کے آپ مددگار ہیں وہی سب سے قوی اور توانا ہے اور جسے آپ

Marfat.com

پناہ عطا فرما دیں اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا- آپ ہی تمام قوت اور طاقت کا سرچشمہ ہیں- آپ کسی کو، کبھی بھی، اپنی رحمت سے محروم نہیں کرتے اور کبھی بھی کسی کو اپنی رحمت سے مایوس نہیں کرتے اور کبھی بھی کسی کی فریاد اور التجا کو ضائع نہیں کرتے اور کبھی بھی کسی کو اپنے در سے خالی نہیں لوٹاتے- آپ ہی پہلی بار پیدا کرتے ہیں اور آپ ہی مارتے ہیں اور آپ ہی دوبارہ زندگی دیں گے، نہ آپ کسی سے پیدا ہوئے اور نہ آپ سے کوئی پیدا ہوا، نہ آپ کسی کے باپ ہیں اور نہ آپ کا کوئی بیٹا ہے، آپ پاک ہیں اور بے عیب ہیں، بے نیاز ہیں، بے مثل ہیں، یکتا ہیں، تمام پاک نام اور تمام پاک صفات آپ ہی کے لئے ہیں- نہ آپ کے سوا کچھ ہے اور نہ آپ کے سوا کچھ ہوگا کہ میں آپ کے سوا کسی اور کی طرف رجوع کروں، اس لئے میں محکوم ہو کر اپنے ہی جیسے محکوم سے، مخلوق ہو کر اپنی ہی جیسی مخلوق سے، ملکیت ہو کر اپنی ہی جیسی ملکیت سے، اور پروردہ ہو کر اپنے ہی جیسے پروردہ سے، اور رعایا ہو کر اپنی ہی جیسی رعایا سے رجوع ہونے کے بجائے، اسی اللہ کا ہو گیا جس کا سب کچھ ہے اور جو سب کا اللہ ہے-

Marfat.com

نمبر شمار	اسمائے عربی	ترجمہ اردو	کیفیت
۱-	اللہ	خدا-معبود	اگرچہ لفظ اللہ میں وصفی معنے موجود ہیں اور اس اعتبار سے اس کو بھی اسماء صفاتی میں ہونا چاہئے، مگر سب نے اجماع کر کے اس کو اسم ذات قرار دیا ہے-
۲-	الرحمٰن	نہایت رحم والا	دونوں مبالغے کے وزن ہیں، مگر رحمٰن ابلغ ہے
۳-	الرحیم	بہت مہربان	کیونکہ دنیا اور آخرت دونوں کی رحمت کو شامل اور نہ صرف خدا کی مقدس ذات کے ساتھ مخصوص ہے-
۴-	الملک	بادشاہ	ملک بعض اور ابلغ ہے، مالک سے یعنی دونوں میں عموم خصوص متعلق کی نسبت ہے، یہی وجہ ہے کہ ہر ملک کو مالک تو کہہ سکتے ہیں مگر ہر مالک کو ملک نہیں کہہ سکتے-
۵-	القدوس	تمام عیبوں سے پاک	
۶-	السلام	تمام نقصانات سے محفوظ	یہ اصل میں مصدر ہے بمعنی سلامت-مگر یہاں سالم کے معنیٰ میں ہے-یعنی وہ جس کی ذات ہر طرح کے عیب اور نقصان سے سالم اور محفوظ ہے-

Marfat.com

۷-	المومن	اپنے وعدہ میں سچا یا اپنے عذاب سے امن دینے والا	لفظ مومن کا اخذ امن و امان ہے یا ایمان گر امن و امان ہے تو مومن کے معنی ہوئے امن دینے والا بمعنی دنیا میں اسباب امن کا مہیا کرنے والا یا عقبیٰ میں نیکوکاروں کو عذاب سے امان میں رکھنے والا اور اگر ماخذ ایمان ہے تو مومن کے معنی ہوئے مصدق یعنی ایمانداروں کے ایمان کو باور کرنے والا۔
۸-	المھیمن	نگہبان یا گواہ	المھیمن کا لفظ وہی المؤمن ہے۔ المؤمن باب افعال سے ہے اور المہیمن باب مفاعلہ ہے تو المہیمن اصل میں المؤمن تھا۔ دوسرے ہمزے میں قاعدہ تلیئین جاری کر کے اسے لیے سے بدل گیا اور پہلے ہمزے کو بے سے بمعنا المؤمن والمھیمن ایک ہیں۔
۹-	العزیز	غالب، قوی، قاہر	اصل میں عزیز اسے سمجھتے ہیں جس کی بارگاہ میں بہ آسانی پہنچنا ممکن نہ ہو۔
۱۰-	الجبار	بڑا دباؤ والا	جبار مبالغے کا صیغہ ہے جبر سے مشتق اور جبر کے اصل معنی ہیں ٹوٹے ہوئے کو جوڑنا اور کسی کے حال کی اصلاح کرنا اور کسی کو زور و غلبہ سے کسی کام پر آمادہ کرنا، پہلی صورت میں یہ اسم اجملی ہوگا اور دوسری میں جلالی۔

Marfat.com

۱۱-	المتکبر	بڑی عظمت و بزرگی والا	تکبر اور استکبار کہتے ہیں گردن کشی کرنے اور بزرگی ظاہر کرنے کو اور ایک لفظ ہے کبریا جس کے معنی ہیں بزرگی- یہاں متکبر سے مراد ہے کمال بزرگی والا-
۱۲-	الخالق	ہر چیز کا پیدا کرنے والا	خالق اور باری اور مصور تینوں مترادف المعنی ہیں، تینوں کے معنی ہیں پیدا کرنا، اجتماع کرنا، مگر باختیار استعمال ہر ایک کے ساتھ ایک خصوصیت جداگانہ ہے مثلاً خلق مستعمل ہوتا ہے کسی چیز کے وجود میں لانے سے پیشتر اس کے اندازہ کرنے میں اور جو کہ ایجاد و پیدا کرنے میں اور تصویر صورت بنانے اور ہیئت بخشنے میں- اور اس میں کچھ شک نہیں کہ جو چیز عدم سے وجود میں آتی ہے وہ محتاج ہوتی ہے اولاً اندازہ کرنے کی، ثانیاً پیدا کرنے کی، ثالثاً صورت بنانے کی-
۱۳-	الباری	ہر چیز کا موجد	
۱۴-	المصور	تمام مخلوقات کی طرح طرح کی صورتیں بنانے والا	
۱۵-	الغفار	بہت بخشنے والا	مبالغہ ہے غافر کا اور ایک ہے غفور یہ بھی مبالغے کا صیغہ ہے، اس میں غفار کی بہ نسبت مبالغہ زیادہ ہے، اسی وجہ سے دونوں کا الگ الگ ذکر کیا گیا، عنقا کیا گیا ہے غفران اور مغفرت سے جس کے معنی ہیں بخشنا مگر کبھی غفر بمعنے ستر بھی آتا ہے، اس وقت اس کے معنی ہوں گے گناہوں کا چھپانے والا-
۱۶-	القہار	زبردست یا غلبہ رکھنے والا	

Marfat.com

۱۷-	الوھاب	بخشش اور عطا کرنے والا	وہب اور ہبہ کہتے ہیں بخشنے اور عطا کرنے کو، موہبت بخشش، وھاب مبالغہ ہے بغیر کثیر الہبہ و اتم العطا-
۱۸-	الرزاق	مخلوقات کو روزی پہنچانے والا	یہ بھی رازق کا مبالغہ ہے یعنی خدائے تعالی تمام مخلوق کو مناسب حلال اور موافق حکمت سے رزق پہنچاتا ہے، رزق کی دو قسمیں ہیں، محسوس اور معقول- محسوس ابدان کے لئے اور معقول ارواح کے لئے-
۱۹-	الفتاح	مشکل کشا یا بندوں میں حکم کرنے والا	فتح کے معنی کھولنے اور حکم کرنے کے ہیں یعنی خدا تعالی اپنی مخلوقات پر رحمت کے دروازے کھولتا ہے اور وہ خلائق میں حاکم علی الاطلاق ہے-
۲۰-	العلیم	بہت جاننے والا	مبالغہ ہے عالم کا یعنی خدا تعالی ظاہر و پوشیدہ بلکہ خطرات دل تک کا جاننے والا ہے-
۱۲-	القابض	بندوں کی روزی محدود یعنی تنگی کرنے والا	قبض و بسط دونوں باہم متذکیر گر ہیں- قبض کہتے ہیں تنگی و گرفتگی کو اور بسط فراخی و کشائش کو یعنی خدا جس کی روزی چاہتا ہے تنگ کرتا ہے اور جس طرح کی چاہتا ہے فراخ کرتا ہے-
۲۲-	الباسط	بندوں کی روزی فراخ کرنے والا	قبض و بسط کے یہ معنی بھی ہیں کہ سوتے میں لوگوں کی روحیں قبض کرتا اور بیداری کے وقت بسط کرتا ہے-

Marfat.com

۲۳-	الخافض	نافرمانوں کو پست کرنے والا	خفض مند ہے رفع کی کیونکہ خفض کہتے ہیں پست کرنے کو اور رفع بلند کرنے کو- خدا کے
۲۴-	الرافع	فرمانبرداروں کو بلند کرنے والا	خافض و رافع ہونے کے یہ معنی ہیں کہ وہ اپنے فرمانبرداروں کو قرب کی دولت عطا فرما کر انہیں بلند کرتا اور نافرمانوں کو بارگاہ جلال سے دور کر کے پستی میں ڈالتا ہے-
۲۵-	المعز	عزت دینے والا	اعزاز کہتے ہیں عزیز کرنے کو اور اذلال خوار و
۲۶-	المذل	ذلیل کرنے والا	ذلیل کرنے کو- یعنی خدا جسے چاہتا ہے عزیز کرتا، دنیا میں توفیق طاعت دے کر اور عقبیٰ میں علو مرتبت اور نعیم جنت عطا فرما کر- اور جسے چاہتا ذلیل کرتا، دنیا میں توفیق طاعت سلب کر کے اور آخرت میں اسفل السافلین میں داخل کر کے- امام غزالی کا قول ہے کہ ان لفظوں کے معنی یہ ہیں کہ جسے چاہتا ملک دیتا اور جس سے چاہتا چھین لیتا ہے-
۲۷-	السمیع	بہت سننے والا	
۲۸-	البصیر	بہت دیکھنے والا	
۲۹-	الحکم	مخلوقات کا حاکم	

۳۰-	العدل	منصف یعنی فیصلے میں ظلم نہ کرنے والا	یہ ضد ہے حکم کی اور کبھی استقامت اور اعتدال اور ایک چیز کو ایک چیز کے برابر کرنے کے معنی میں بھی آتا ہے- مطلب یہ ہے کہ خدا جور و ظلم سے منزہ ہے کیونکہ ملک غیر میں تصرف کرنے کو ظلم کہتے ہیں اور عالم میں کوئی چیز ایسی نہیں جو اس کی ملک سے خارج ہو-
۳۱-	اللطیف	باریک بین	لطف کہتے ہیں کسی کام میں نرمی کرنے کو اور کبھی نیکی کرنے کے معنیٰ میں بھی آتا ہے، لطیف کے معنی باریک بین کے بھی ہیں-
۳۲-	الخبیر	آگاہ، دانا، عالم، عارف	مشتق ہے خبر سے اور خبر کے معنی ہیں آگاہی کے- خبر آگاہ اور دانا- یعنی ملک حکومت میں کوئی چیز متحرک و ساکن نہیں ہوتی اور زمین و آسمان میں کوئی ذرہ مضطرب و مطمئن نہیں ہوتا اور کون و مکان میں کوئی سانس نہیں لیتا مگر خدائے تعالیٰ اس سے خبردار ہوتا ہے-
۳۳-	الحلیم	بردبار	علم آہستگی اور بردباری- حلیم اسے کہتے ہیں جو مغلوب الغضب نہ ہو اور انتقام لینے میں جلدی نہ کرے، بلکہ باوجود اقتدار کے عفو و درگزر سے کام لے- خدا کو حلیم اس لئے کہا کہ وہ گناہگار بندوں کی تادیب و تعذیب میں جلدی نہیں کرتا-

Marfat.com

۳۴-	العظیم	بزرگ، بڑا	عظیم وعظمۃ بزرگ ہونا، خواہ کسی اعتبار سے بھی ہو۔
۳۵-	الغفور	بہت بخشنے والا	غفار کے معنی میں ہے اور دونوں مبالغے کے صیغے ہیں، مگر عضو میں زیادہ مبالغہ ہے یعنی جو بڑے بڑے گناہ بخشے اور اس کی بخشش اتم واکمل ہو۔ دوسرے معنیٰ یہ ہیں کہ بندوں کے گناہ اعمالناموں سے محو کر دے یعنی حساب نہ لے۔ یا دنیا میں پردہ فاش نہ کرے کیونکہ غفر کے معنے مٹانے اور چھپانے کے بھی آیا کرتے ہیں۔
۳۶-	الشکور	بڑا قدر شناس	
۳۷-	العلی	بہت اونچا	مشتق ہے علو سے۔ اور علو کہتے ہیں بلندی کو اور جگہ کے بلند ہونے کو، اور کبھی بلندی پر چڑھنے اور کبھی چیز کے اوپر ہونے کو بھی علو کہتے ہیں۔ اور اس کی دو قسمیں ہیں، حسی اور عقلی۔ حسی جیسے ایک جسم کا دوسرے جسم پر ہونا اور عقلی جیسے ایک چیز کا دوسری چیز سے فوق المرتبہ ہونا، خدا تعالیٰ چونکہ سب سے بلند ہے اور مرتبے میں سب سے بالاتر اس لئے اسے علی کہتے ہیں۔
۳۸-	الکبیر	بڑا، بزرگ	
۳۹-	الحفیظ	نگہبان	حفظ کہتے ہیں نگاہ رکھنے والے کو اور خدا تعالیٰ چونکہ تمام مخلوق کو آفت و بلا سے محفوظ رکھتا ہے اس لئے اسے حفیظ کہتے ہیں۔

Marfat.com

۴۰-	المقیت	مخلوق کو قوت یعنی روزی پہنچانے والا	ہنوز ہے قوت سے اور قوت کہتے ہیں اس فرش کو جو بدان انسان کے قیام کا باعث ہو اور اقامت کے معنی قوت دینا اور کبھی مقیت توانا اور گواہ اور حاضر اور نگاہ رکھنے والے کے معنیٰ میں مستعمل ہوتا ہے۔
۴۱-	الحسیب	کافی	معنی میں ہے محسب کے اور احساب کہتے ہیں کسی چیز کا کافی ہونا - بولا کرتے ہیں احسبی الشئی یعنی مجھے یہ چیز کافی ہوئی - اور بعض علماء کہتے ہیں کہ معنیٰ میں ہے حاسب کے، جیسے جلیس معنیٰ ہیں مجالس کے اور ندیم مناد کے یعنی اللہ تعالیٰ قیامت کے روز ساری مخلوق کا حساب لے گا۔
۴-	الجلیل	بزرگ قدر	جلال اور جلالت کہتے ہیں بزرگ قدر ہونے اور نیز بزرگی کو پھر اصطلاح قوم میں صفات قہر کے ظہور آثار کو جلال کہتے ہیں اور صفات لطیفہ کے ظہور آثار کو جمال اور بولنے میں آتا ہے کہ فلاں اسماء جلالی ہیں اور فلاں جمالی۔
۴۲-	الکریم	بزرگ	اس کے معنی میں بزرگ اور عزیز کہتے کریم وہ ہے کہ قادر ہو تو معاف کردے، ورد دے تو امید سے زیادہ دے اور کوئی اس کی طرف التجا لے جائے تو اس سے ضائع نہ ہونے دے۔ کبھی مکرم اور جواد کے معنی میں بھی آتا ہے۔

Marfat.com

۴۴-	الرقیب	نگہبان	رقیب، نگہبان اور موکل اور نگران، کذا فی الصرح-
۴۵-	المجیب	دعا قبول کرنے والا	اجابت کہتے ہیں جواب دینے اور اجابت دعا کرنے کو یعنی جو شخص خدا کو بلاتا ہے وہ اسے جواب دیتا اور دعا کو قبول کرتا ہے، سوال کو رد نہیں کرتا-
۴۶-	الواسع	وسیع المعلومات یا وسیع الفناء	ماخوذ ہے سعت سے اور سعۃ کہتے ہیں فراخی اور فراخ کرنے اور گھیر لینے کو پھر اس کی اضافت، کبھی تو علم کی طرف ہوتی ہے اور کہتے ہیں خدا کا علم وسیع محیط ہے، معلومات کو اور کبھی احسان کی طرف بولا کرتے ہیں، اس کا احسان وسیع ہے-
۴۷-	الحکیم	حقائق اشیاء کا عالم	مشتق ہے حکمت سے- اور حکمت عبادت ہے کمال علم اور حسن عمل اور ایقان اور احکام علم وعمل سے- بعض کہتے ہیں حکیم مبالغہ ہے حاکم کا اور حکیم وہ ہے جو حقائق اشیاء کا علام ہو اور مناجات کے وقائق کو خوب جانتا ہو-
۴۸-	الودود	نیک بندوں کو دوست رکھنے والا	مبالغے کا صیغہ ہے وزن پر فعول کے- ودود (بفتح واؤ) وداد (بکسر واؤ) اور ...... تینوں کے معنی ہیں دوست رکھنے کے یعنی خدا تعالیٰ نیک بندوں کو دوست رکھتا ہے-

Marfat.com

۴۹-	المجید	بزرگ،شریف	ماجد کا مبالغہ ہے اور ماجد مجلد سے لیا گیا ہے- مجلد بزرگی، مجید بزرگی، کذا فی الصراح- بعض کہتے ہیں مجید وہ ہے جس کی ذات شریف، افعال جمیل، عطا جزیل ہو اور جب یہ ہے تو مجید جامع ہے، اسم جلیل اور وہاب وکریم کو-
۵۰-	الباعث	مردوں کو مرے پیچھے اٹھا کھڑا کرنے والا	بعث کہتے ہیں مردوں کو قبروں سے اٹھا کر کھڑا کرنے کو اور کبھی سوتے کو جگانے اور کسی کو کسی کام کے لئے بھیجنے کے معنی میں بھی مستقل ہوتا ہے-
۵۱-	الشہید	حاضر	شہود سے متعلق ہے یا شہادت سے- اگر شہود سے ہے تو اس کے معنی ہیں حاضر و مطلع کے کیونکہ شہود کے لغوی معنی ہیں حاضر ہونے کے اور شہادت سے ہے تو معنی گواہی دینے والے کے کیونکہ شہادت کہتے ہیں گواہی دینے کو خدا کو شہید معنی کر اس لئے کہتے ہیں کہ وہ ظاہر و باطن اور غیب شہادت پر مطلع ہے اور دوسرے معنی یہ کہ قیامت کے روز بندوں کے اعمال و احوال کی گواہی دے گا-
۵۲-	الحق	ثابت	حق کے معنی ثابت اور بہت کے- اس کی ضد ہے باطل بمعنی نیست و ناچیز، نہ کبھی صدق اور راستی اور دوستی کے معنی میں بھی مستعمل ہوتا ہے-

Marfat.com

۵۳-	الوکیل	کارساز	وکیل وہ ہے جسے اپنا سپرد کر دیں اور تمام تصرف کی باگ اس کے ہاتھ میں دے دیں- چونکہ خدائے تعالیٰ نے اپنے فضل و مہربانی سے بندوں کے تمام مہتمم بالشان کام رزق وغیرہ اپنے ذمے لے لئے ہیں، اس لئے اسے وکیل کہتے ہیں-
۵۴-	القوی	توانا، تمام القدرت	قوی، توانا، متین، استوار، امام غزالی کہتے ہیں قوت دلالت کرتی ہے قدرت کاملہ بالغہ پر اور
۵۵-	المتین	استوار	متانت شدت قوت پر- خدا تعالیٰ ہے اس لئے کہ قدرت کاملہ بالغہ رکھتا ہے- متین ہے اس لئے کہ شدید القوت ہے-
۵۶-	الولی	محب مددگار	ولی کہتے ہیں محبّ و ناصر کو- اور خدائے تعالیٰ پرہیزگار ایمانداروں کا محبّ ہے اور انہیں مدد و نصرت دیتا ہے- ولی متولی کے معنی میں بھی آیا ہے اور حق تعالیٰ نیکوکاروں کے امور کا متولی ہے اور قریب کے معنی میں بھی یعنی اس کی رحمت نیکوکاروں کے لئے ...... ہے-
۵۷-	الحمید	مستحق حمد	سزاوار حمد وثناء-
۵۸-	المحصی	ہر چیز کو احاطہ علم میں کرنے والا	احصار شمار کرتا اور بطریق استغنا کسی چیز کو جاننا- خدا محصی خلق ہے کہ اشیاء کے سقائق ......کو جانتا ہے اور قدرت عالم کو بھی علم محیط ہے-

Marfat.com

۵۹-	المبدی	ابتدأ پیدا کرنے والا	
۶۰-	المعید	دوبارہ پیدا کرنے والا	
۶۱-	المحی	مخلوق کو زندہ رکھنے والا	المحی - احیا کا اسم فاعل ہے- اور احیاء کہتے ہیں جسم میں حیات پیدا کرنے کو-
۶۲-	الممیت	مارنے والا	اور الممیت لیا گیا ہے آماتہ سے جس کے معنی ہیں حیات کا دور کرنا-
۶۳-	الحی	زندہ	
۶۴-	القیوم	کارخانۂ عالم کا سنبھالنے والا	قائم بذات خود اور زندہ رکھنے والا اپنے غیر کو یا یوں کہو کہ قیوم مبالغہ قیم کا اور قیم کہتے ہیں مصلح امور کو-
۶۵-	الواجد	غنی	مشتق ہے وجود سے اور وجود کہتے ہیں ہستی اور مقصد پر کامیاب ہونے کو یا مشتق ہے وجد اور جدۃ سے جن کے معنی تونگر ہونے کے-
۶۶-	الماجد	بزرگی والا	معنی میں ہے مجید کے جس طرح عالم معنی میں علیم کے- مگر مجید میں مبالغہ اور تاکید ہے، یہ لیا گیا ہے مجد سے اور مجد کہتے ہیں بزرگی کو-

٦٧-	الواحد	تنہا، یگانہ	وحدت سے لیا گیا ہے جس کے معنی ہیں ایک اور یگانہ ہونا، عرف میں واحد کا استعمال دو معنی میں ہوتا ہے- ایک یہ کہ متجزی اور مجفض ہو یعنی اس کے اجزاء اور حصص نہ ہوں جیسے جوہر فرد، دوسرے یہ کہ بے مثل و بے مانند ہو، واحد اور احد میں وہ فرق ہے جو ہماری...... میں اکیلا اور ایک میں-
٦٨-	الصمد	بے نیاز	صمد کے اصلی معنی ہیں قصد کے چونکہ آدمی اپنے تمام مطالب میں بارگاہ خداوندی کا قصد کرتے ہیں اس لئے اسے صمد کہتے ہیں- غرض صمد مترادف ہے مرجع و آب کا-
٦٩-	القادر	قدرت والا	قدر اور قدرت اور اقتدار اور مقدرت سب کے
٧٠-	المقتدر	صاحب عقیدت	معنی ہیں توانائی کے- تو قادر و مقتدر کے ہوئے صاحب قدرت-

Marfat.com

۷۱-	المقدم	اپنے دوستوں کو بارگاہ	مقدم دال کے کسی کے ساتھ تقدیم سے مشتق ہے- اور تقدیم کہتے ہیں آگے کرنے کو- اسی طرح موخر خے کے کسرے سے تاخیر سے لایا گیا ہے جس کے معنی ہیں پیچھے ہٹانا یعنی اللہ تعالیٰ فرمانبرداروں کو راہ قرب میں آگے بڑھاتا اور نافرمانوں کو درگاہ عزت سے دور کرتا اور پیچھے ہٹاتا ہے یا دنیا کے کاموں میں لو تو حصول مطلب میں تقدیم و تاخیر اللہ کے کرنے سے ہوتی ہے-
۷۲-	الموخر	عزت کی طرف بڑھانے والا	
۷۳-	الاول	سب سے پہلا	اول ہے یعنی ازلی ہے، کہ اس کے وجود کی ابتداء اور ہستی کا آغاز نہیں-
۷۴-	الاخر	سب سے پچھلا	اور آخر ہے یعنی دائمی ابدی ہے کہ اس کی بقاء کے لئے نہایت اور دوام کے لئے انقضاء نہیں-
۷۵-	الظاہر	آشکارا ہے بلحاظ قدرت	خدا ظاہر ہے اس کا یہ مطلب ہے کہ اس کا وجود، اس کی ہستی، ان آیات و دلائل سے ظاہر ہے جو آسمان و زمین میں ہر صاحب بصیرت کو دکھائی دیتے ہیں، اور خدا کے باطن ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اس کی کنہ ذات حجاب جلال میں محتسب و پوشیدہ ہے-
۷۶-	الباطن	پوشیدہ ہے باعتبار ذات	

Marfat.com

۷۷-	الوالی	تمام امور کا متولی	ولایت بکسر واؤ سے مشتق ہے جس کے معنی تصرف کرنے اور قابو پانے کے ہیں اور ایک سے ولایت بفتح واؤ جس کے معنی مدد کرنے اور حکمرانی کرنے کے ہیں بعض کہتے ہیں کہ ولایت بفتح واؤ مصدر ہے اور بکسر واؤ اسم، والی ہو جو سب کا مالک اور تمام کاموں کا متولی ہو۔
۷۸-	المتعالی	مخلوقات کی صفات سے منزہ	تمام حکمرانوں اور ولات سے بلند قدر یا تمام نقائص و آفات سے عالی شان۔
۷۹-	البر	اپنے لطف سے بندوں کے ساتھ نیکی کرنے والا	البر بفتح با اسم فاعل بمعنی نیکی کرنے والا۔
۸۰-	التواب	گناہگاروں کی توبہ قبول کرنے والا	تواب مبالغہ ہے تائب کا اور تائب ماخوذ ہے توبہ ہے۔ توبہ کے اصلی معنی ہیں رجوع کرنے کے۔ پھر جب اس کی نسبت بندے کی طرف ہوتی ہے تو گناہ سے رجوع کرنا مراد ہوتا ہے۔ اور خدا کی طرف ہوتی ہے تو رحمت کے ساتھ رجوع کرنا یعنی بندہ توبہ کرے تو خدا اپنی عادت کے مطابق مہربانی کرنے لگتا ہے۔
۸۱-	المنتقم	نافرمانوں سے بدلہ لینے والا	انتقام کہتے ہیں بدلہ لینے کو یعنی خدا تعالیٰ کافروں سے اپنی نافرمانی کا بدلہ لینے والا اور ان کے تمرد سرکشی کی سزا دینے والا۔

Marfat.com

۸۲-	العفو	گناہوں کا مٹانے والا	
۸۳-	الرؤف	بہت شفقت کرنے والا	زافت کہتے شدت رحمت کو اور یہ مبالغہ کا صیغہ ہے مروب اور شکور۔
۸۴-	مالک الملک	ملک کا مالک	
۸۵-	ذوالجلال و الاکرام	بزرگ و عزت والا	
۸۶-	المقسط	عادل و منصف	اس کا مادہ ہے قسوط اور قسوط کہتے ہیں جور و ظلم کو لیکن جب اسے باب افعال میں لے گئے تو معنی ہوئے جور و ظلم کے ازالہ کرنے کے اور ازالہ جور و ظلم کا نام ہے انصاف تو مقسط کے معنی ہو منصف و عادل۔
۸۷-	الجامعہ	تمام مخلوقات کو جمع کرنے والا	قیامت میں خدا لوگوں کو جمع کرے گا یا دنیا میں بچھڑے ہوؤں کو جمع کرتا ہے۔
۸۸-	الغنی	بے پروا	غنی مشتق ہے غنیٰ سے اور غنیٰ کہتے ہیں بے نیاز ہونے کو یعنی خدائے تعالیٰ سب سے بے نیاز ہے اور مغنی لیا گیا ہے، اغناء سے جس کے معنی ہیں بے نیاز کرنا، یعنی وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے بے نیاز کرتا ہے کہ وہ اپنے ہم جنسوں کی طرف حاجت نہیں لے جاتا، غنی جو مالدار کے معنی میں مشہور ہے وہ بھی بے نیازی کی ایک شاخ ہے۔
۸۹-	المغنی	لوگوں کو بے پروا کرنے والا	

۹۰-	المعطی	عطا کرنے والا	معطی دینے والا اور مانع روک رکھنے والا، جسے
۹۱-	المانع	اپنے دوستوں سے تکلیف روکنے والا	چاہے اور جو چاہے دیتا اور جسے چاہے نہیں دیتا۔
۹۲-	الضار	ضرر وشر کا خالق	یعنی خدا خالق خیر وشر اور نفع وضرر ہے۔ اور درد و
۹۳-	النافع	نفع وخیر کا پیدا کرنے والا	دوا، رنج وشفا، گرمی سردی وخشکی وتری سب پیدا کی ہوئی اسی کی ہیں۔
۹۴-	النور	روشن کرنے والا	عرف عام میں نور کہتے ہیں روشنی کو۔ خدا پر نور کا اطلاق اس سے کیا گیا کہ زمین وآسمان میں اسی کا چاندنا اور اسی کا ظہور ہے۔
۹۵-	البدیع	موجد	بدیع بے مثل اور بے مانند کبھی معنی میں مبدع یعنی موجد کے بھی آتا ہے، بے نمونہ دیکھے از خود اختراع کرے تو اس معنی کو بھی خدا بدیع ہے کہ اس نے جہان کے بنانے میں کسی کی تقلید نہیں کی۔
۹۶-	الباقی	باقی رہنے والا	دائم الوجود، جو کبھی فنا نہیں ہوتا۔
۹۷-	الوارث	فنائے موجودات کے بعد باقی رہنے والا	اس سے مراد ہے فنائے موجودات کے بعد باقی رہنے والا۔ گویا تمام مرنے والوں کی میراث اس کو پہنچتی ہے۔

Marfat.com

۹۸-	الرشید	صاحب رشد	رشد ضد ہے جئی کی اور جئی کے معنی ہیں گمراہی- تو رشید کے معنی ہوئے صاحب رشد اور خدا کو رشید اس معنی میں کہا گیا کہ طریق اسلام اس کو پسند ہے اور وہی صراط مستقیم ہے-اس اعتبار سے جو صفات کمالیہ خدا میں ہونی چاہئیں وہ اس میں ہیں-
۹۹-	الصبور	بڑا صبر کرنے والا	اصل میں صبر کے معنی تحمل اور برداشت کرنے کے ہیں اور چونکہ خدا تعالی بندوں کی گستاخیوں اور نافرمانیوں کی برداشت کرتا اور انتقام اور مواخذے میں جلدی نہیں کرتا اس لئے اس کا نام صبور رکھا گیا-

Marfat.com

ایمان کی سلامتی کے ساتھ خاتمے کی اہمیت

انسان اپنی فطرت، اس کی فکر اور اس کے کردار کا اظہار دو طرح سے کرتا ہے، ایک قول سے اور دوسرے عمل سے اور اپنی فطرت کے لئے جو کچھ حاصل کرتا ہے، وہ بھی اسی قول اور عمل سے حاصل کرتا ہے۔ قولی عبادت ذکر ہے، فکر ہے، حمد ہے، تسبیح ہے، درود ہے اور قولی اور عملی عبادت نماز ہے۔ ایمان یہ ہے کہ اللہ جو سب کچھ ہے، اپنا سب کچھ اس کے سپرد کر دینا، اسی کے لئے جینا اور اسی کے لئے مرنا اور ہمیشہ کے لئے اسی کا ہو جانا اور ملکیت پر مالک کے، پروردہ پر پالنے والے کے، وراثت پر وارث کے، رعایا پر بادشاہ کے حق کو، قبضہ و قدرت کو کم از کم اپنی ذات اور اپنے ذاتی اختیار پر رائی کے دانے کے برابر غلبہ دینا، برتری دینا اور اہمیت دینا ہے۔

موت کا وقت اور موت دونوں ایسی کیفیتیں ہیں جہاں انسان سے عمل کا اختیار چھن جاتا ہے، اس کے سامنے وہ ہوتا ہے جو اس نے زندگی بھر کمایا اور جس چیز کی اس نے اپنے قلب اور شعور کو فیڈنگ کی۔ اب ایک شخص ساری زندگی ذکر کرتا رہا اور عبادتیں کرتا رہا، اب اگر اس نے یہ سب اپنے اللہ کے لئے کیا اور سچائی کے ساتھ اللہ کو ترجیح دی تھی تو مرنے کے وقت اور مرنے کے بعد اللہ بقدر دیئے گئے غلبے کے غالب رہے گا ورنہ روح کی فکر میں دنیا کا غلبہ رہے گا اور وہ منکر نکیر سے یہی کہے گا کہ مجھے نہیں معلوم میرا دین کیا ہے اور میرا اللہ کون ہے۔ دل کی سچائی کے ساتھ ایمان لانے کا مطلب سچائی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو غلبہ دینا ہے۔ ایمان کی سلامتی کے لئے ضروری ہے کہ وہ دن بھر میں بے شمار مرتبہ یہ دہرائے کہ نہیں ہے کوئی معبود ہمارا سوائے آپ کے اور سوتے اور صبح اٹھتے وقت دل کی سچائی کے ساتھ یہی کہے اور زندگی بھر اس کی مشق جاری رکھے۔

قانونِ ملکیت

ملکیت بلاشرکت غیرے مالک کی چیز ہے، اس پر مالک کا اختیار ہے، مالک کا قبضہ ہے، ملکیت پر جو کچھ لگتا ہے، وہ مالک کا ہوتا ہے اور ملکیت سے جو کچھ حاصل ہوتا ہے وہ بھی مالک کی طرف لوٹتا ہے۔ ملکیت سے حاصل ہونے والا ہر نفع مالک کا نفع ہے اور ہر نقصان مالک کا نقصان

Marfat.com

ہے- ملکیت کا دشمن مالک کا دشمن ہے، ملکیت پر مالک کے حق کو اور ملکیت پر مالک کے مفادات کو دانستہ نقصان پہنچانے والا مالک کا دشمن ہے- مالک کی ملکیت کو اپنی ملکیت قرار دینے والا یا ملکیت کو اس کے مالک کے دشمنوں کے فائدے کے لئے استعمال کرنے والا یا ملکیت کو مالک کی مرضی کے برخلاف مالک کی نافرمانیوں میں استعمال کرنے والا بھی مالک کا صریح دشمن ہے- ملکیت سے محبت مالک سے محبت ہے- ملکیت کا حق ادا کرنا مالک کا حق ادا کرنا ہے- ملکیت کا تحفظ مالک کے حق کا تحفظ ہے- ملکیت کا مقام یہ ہے کہ وہ کس کی ملکیت ہے، کس حد تک اپنے مالک سے وابستہ ہے، کس حد تک مالک کے قبضہ اور اختیار میں ہے، کس قدر نفع بخش ہے اور اپنے مالک کی پسند، اس کی فکر، اس کے معیار اور مقصد سے قریب ہے- اور ہم سب بلا شرکت غیرے اللہ بزرگ و برتر کی ملکیت ہیں-

اللہ کی فرمانبرداری

''اللہ کی فرمانبرداری کرنا اور تمہاری بولیوں اور تمہاری رنگتوں کا مختلف ہونا (یہ بھی) اس کی (قدرت کی) نشانیوں میں سے ہے- کچھ شک نہیں کہ سمجھنے والوں کے لئے ان (باتوں) میں خدا کی قدرت کی بہتیری (ہی) نشانیاں ہیں- اور تمہارا رات (کا سونا) اور دن کا سونا- اس کے فضل (یعنی اپنی معاش) کے لئے تمہارا تگ و دو کرنا، (یہ بھی) اس کی (قدرت کی) نشانیوں میں سے ہے- جو لوگ (گوش دل سے) سنتے ہیں ان کے لئے ان (باتوں) میں (قدرت خدا کی بہتیری ہی) نشانیاں ہیں- اور اسی کی (قدرت کی) نشانیوں میں سے (ایک یہ بھی) ہے کہ وہ تم کو ڈرانے اور امید کرنے کے لئے بجلیاں دکھاتا اور آسمان سے پانی برساتا، اور اس (پانی) کے ذریعے سے زمین کو اس کے مرے (یعنی پڑتی پڑے) پیچھے جلا اٹھاتا ہے- جو لوگ عقل رکھتے ہیں ان کے لئے ان (باتوں) میں (قدرت خدا کی بہتیری ہی) نشانیاں ہیں- اور اسی کی (قدرت کی) نشانیوں میں سے (ایک یہ بھی) ہے کہ آسمان اور زمین اس کے حکم سے قائم ہیں- (اور تم ایک وقت خاص تک زندگی کر کے زمین میں گاڑے جاتے ہو) پھر (قیامت کے دن) جب وہ تم کو ایک آواز دے کر زمین میں سے بلائے گا، تو بس آواز کے سنتے ہی تم (سب کے) سب نکل پڑو گے- اور جو

Marfat.com

(فرشتے) آسمانوں (میں ہیں) اور (جولوگ) زمین میں ہیں (سب) اسی کے ہیں (اور) سب اسی کے (حکم کے) تابع ہیں اور وہی (قادر مطلق) ہے جو مخلوقات کو اول بار پیدا کرتا ہے پھر (اسی طرح قیامت کے دن) ان کو دوبارہ پیدا کرے گا اور یہ اس کے ملئے بہت ہی آسان ہے- اور آسمانوں اور زمین میں اسی کی شان (سب سے) بالاتر ہے اور وہ زبردست (اور) حکمت والا ہے-'' (الروم: ع ۳، پارہ ۲۱)

''کیا ان منکرین حشر نے اپنے اوپر آسمان کی طرف (نظر بھر کر) نہیں دیکھا کہ ہم نے اس کو کیسا بنایا، اور (ستاروں سے) اس کو سجایا، اور اس میں کہیں درز (کا نام) نہیں- اور زمین کو ہم نے پھیلایا، اور اس کے اندر بھاری بوجھل پہاڑ پھیلا دیئے اور سب طرح کی خوشنما چیزیں اس میں اگائیں تا کہ جتنے بندے (ہماری طرف) رجوع لانے والے ہیں (وہ) ہماری قدرت کا تماشا دیکھیں اور عبرت پکڑیں-'' (ق: ع ۱، پارہ ۲۶)

''اور (لوگو!) یقین لانے والوں کے لئے زمین میں (قدرت خدا کی بہتیری ہی نشانیاں ہیں- اور خود تم میں (بھی) - تو کیا تم کو سوجھ نہیں پڑتا؟'' (الذاریات: ع ۱، پارہ ۲۶)

فرمانبرداری فرمان کی یا حکم کی تعمیل کرنا ہے، حکم صاحب حکم کی طرف سے ہو یا حاکم کی طرف سے، انکار بغاوت ہے، حکم دینے والا جب حکم دیتا ہے، تو اپنی ذات، اپنے اختیار، اپنی قوت، اپنے قبضہ وقدرت کے سبب حکم دیتا ہے، جہاں حکم ہوگا وہاں حکم کی تعمیل نہ کرنے کی یا انکار کرنے کی سزا بھی ضرور ہوگی- اس لئے کہ حکم سے انکار کرنے والا حکم دینے والے کی ذات کو، اس کے اختیار کو، اس کی قوت کو، اس کے قبضہ وقدرت کو، براہ راست چیلنج کرتا ہے یا للکارتا ہے- اس طرح خود وہ اپنی ذات کو اور اپنے اختیار کو، اپنی قوت کو، حکم دینے والے سے برتر ثابت کرتا ہے- اب حکم دینے والے کے لئے لازم ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے اختیار کا، اپنے قبضہ وقدرت، اپنی قوت اور اپنی ذات کو برتر ثابت کرے- اس کو قائم رکھنے کے لئے، نافرمانی کرنے والے کو سزا دے- دوسری صورت یہ ہے کہ نافرمانی کرنے والا حاکم کے سامنے اس کی ذات، اس کے اختیار اور اس کی قوت کو تسلیم کرتے ہوئے، معافی مانگ لے اور حاکم اسے مشروط طور پر یا غیر مشروط طور پر یا اس کی نافرمانی

سے پہنچنے والے نقصانات کی تلافی کے بعد یا جس طرح سے چاہے سو معاف کر دے یا نہ کرے یہ اس کی مرضی ہے۔ اور فرمانبرداری تو یہ ہے کہ بلا حیل وحجت، بلا تردد، بلا شک وشبہ، بلا کسی صلے کی تمنا کے صرف احساس فرض کے تحت فوری طور پر بغیر کسی سستی کے حکم کی تعمیل کی جائے کیونکہ جہاں حکم ہوتا ہے، وہاں نہ ذاتی مفاد کی بات ہوتی ہے، نہ صلے کی اور نہ انعام کی، صرف اور صرف حکم کی تعمیل کی بات ہوتی ہے۔ یہ حاکم پر منحصر ہے، وہ چاہے کچھ عطا کرے یا نہ کرے، حسن کارکردگی پر کوئی انعام دے یا نہ دے، ہر وہ چیز جو فرض کی گئی، ہمارے نزدیک حکم کا درجہ رکھتی ہے، بلکہ لازمی حکم ہے۔

نافرمانی کا اصل سبب لاپرواہی یا غفلت ہے اور لاپرواہی کا اصل سبب تکبر ہے۔ یعنی صاحب حکم کو اور اس کے حکم کو اہمیت یا ترجیح نہ دینا ہے اور ترجیح نہ دینے کا اصل سبب یہ ہے کہ وہ صاحب حکم سے یعنی اللہ سے اور اللہ کے قبضہ وقدرت سے، اختیار سے اور حکم کی اہمیت سے ناواقف ہے اور یقین نہیں رکھتا، اور جو یقین نہیں رکھتا، تو گویا وہ ایمان نہیں رکھتا۔ انسان بہت سے عمل اپنی گھریلو، خاندانی، مذہبی اور سماجی روایات کے تحت کرتا ہے اس لئے وہ ان کا عادی ہوتا ہے یا پھر وہ ان سے بغاوت کا تصور نہیں کر سکتا اور کوئی شخص اس وقت تک صاحب ایمان نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ ان باتوں میں اللہ کو ترجیح نہ دے۔ اللہ کے اختیار، ارادے اور حکم کو اپنی ذاتی یا دنیا کے اختیار، ارادے اور دلچسپیوں پر ترجیح نہ دے۔ نافرمانی کی دو ہی صورتیں ہیں۔ پہلی تو یہ کہ نافرمانی کرنے والا فرمان جاری کرنے والے کو تسلیم ہی نہ کرتا ہو اور دوسری صورت یہ ہے کہ اگر وہ فرمان دینے والے کو تسلیم کرتا ہے اور پھر نافرمانی کرتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے تکبر کے سبب بغاوت کرتا ہے۔

اللہ کی اطاعت گزاری

اطاعت گزاری ہمیشہ اپنے سے بڑے کی، بزرگ کی، طاقتور کی، صاحب اختیار کی، اس ہستی کی جس کے پاس دینے کے لئے کچھ ہے، اس ہستی کی جو صاحب عزت ہے، کی جاتی ہے اور ہمیشہ انعام کے لئے کی جاتی ہے اور عزت، اختیار، اقتدار، دولت قوت اور تحفظ کے حصول کے

Marfat.com

لئے کی جاتی ہے یا تو احساس فرض کے تحت کی جاتی ہے یا خود غرضی کے ساتھ اپنی ضرورتوں کے لئے کی جاتی ہے یا تو خوشی کے ساتھ کی جاتی ہے یا تو جبر کے ساتھ کی جاتی ہے یا خوف کے تحت یا پھر سزا سے بچنے کے لئے کی جاتی ہے۔ اطاعت گزاری برتر کے غلبے کو مکمل طور پر قبول کر لینا ہے۔

اور اللہ کی اطاعت تو وہی کرتا ہے جو اللہ کو جانتا ہے اور وہ اسی حد تک جانتا ہے، جس حد تک اللہ کی بزرگی، بڑائی، عزت، قبضہ وقدرت، طاقت اور اختیار، رحم وکرم، عطا وبخشش پر یقین رکھتا ہے اور اپنے قول کو اپنے عمل سے ثابت کرتا ہے اور اللہ کے مقابل اپنی حیثیت اور مقام کو پہچانتا ہے اور اپنے اوپر اللہ کے حق کو جانتا ہے اور یہ شعور رکھتا ہے کہ وہ اللہ کی ملکیت ہے، مخلوق ہے، پروردہ ہے، رعایا ہے اور اللہ کا عاجز اور ذلیل بندہ ہے اور یہ کہ ملکیت کا مالک کے سوا کوئی نہیں ہوتا۔ پروردہ کا پالنے والے کے سوا کوئی نہیں ہوتا، رعایا کا اپنے بادشاہ کے سوا کوئی نہیں ہوتا اور بندوں کا اپنے معبود کے سوا کوئی نہیں ہوتا۔

بچے کے کان میں اذان دینے کی مصلحت

بچہ پیدا ہوتا ہے تو سب سے پہلے اس کے کان میں اذان دی جاتی ہے۔ اس میں بڑی مصلحتیں ہیں، بچہ شعور نہیں رکھتا لیکن لاشعور اور تحت الشعور رکھتا ہے۔ انسان کسی بھی شے کو فوراً قبول نہیں کرتا۔ پہلے اس سے مانوس ہوتا ہے، پھر واقف ہوتا ہے، پھر قبول کرتا ہے، اس لئے بچے کے لاشعور اور تحت الشعور کو اذان سے مانوس کرایا گیا۔ اس کے تحت الشعور کو اذان سے واقف کرایا گیا۔ بچہ جب اس دنیا میں آتا ہے تو اس کا لاشعور اور تحت الشعور بالکل خالی ہوتا ہے۔ اگرچہ بچے کی آنکھیں زیادہ تر بند رہتی ہیں۔ مگر دماغ جاگتا رہتا ہے اور وہ ہر آواز کو سمیٹتا چلا جاتا ہے اور اپنے لاشعور اور تحت الشعور میں اسے بساتا چلا جاتا ہے اور اگر شعور میں آنے سے پہلے اس کی موت واقع ہو جائے تو اس کی موت ایک صاحب ایمان کی موت ہو گی۔

اختیار

ذرا تو اس قلم پر غور کر جس سے تو لکھ رہا ہے، دیکھ یہ قلم تیری ملکیت ہے، تو بلاشرکت غیرے

Marfat.com

اس کا مالک ہے، یہ قلم بے جان ہے، اس قلم کے پاس کوئی اختیار نہیں، اس کی اپنی کوئی خواہش نہیں، اس کا اپنا کوئی ارادہ نہیں ہے- تیرے ہاتھوں میں یہ بے اختیار ہے، تو اسے اپنے ارادے اور اختیار سے اپنی خواہش کے مطابق استعمال کرتا ہے اور یہ قلم استعمال ہوتا ہے- اب اس قلم کا امتحان لینے کے لئے اگر اسے زندگی دی جائے، اختیار دیا جائے، ارادہ اور خواہشات دی جائیں اور اس کے باوجود یہ قلم تیرے لئے پہلے ہی کی طرح تیرے اختیار، ارادے اور خواہشات کے مطابق استعمال ہوتا رہے تو یہی اس کی اطاعت گزاری، اس کی فرمانبرداری، اس کی وفاداری، اس کی سعادت مندی اور اس کا شرف ہوگا- اور تو خود اپنی پیدائش پر غور کر کہ تیری ابتدا یہ ہے کہ تو بے اختیار ہے، اپنی مرضی سے کروٹ بھی نہیں لے سکتا، تیرا کوئی ارادہ نہیں اور اگر ارادہ ہے بھی تو تو اس پر عمل نہیں کر سکتا، تیری کوئی ذاتی خواہش نہیں اور اگر کوئی غیر ارادی خواہش ہے بھی تو تو اس پر عمل نہیں کر سکتا، تو خود کھا نہیں سکتا، پی نہیں سکتا، اپنی غلاظتوں کو دور نہیں کر سکتا، بے بس ہے، عاجز ہے، مجبور ہے اور یہی تیرا انجام ہے- ان دونوں کے درمیان عارضی طور پر عطا کیا گیا اختیار ہے، ارادہ ہے اور خواہشات ہیں، یہی امتحان ہے- اصل حقیقت یہ ہے کہ تو آغاز سے انجام تک بے بس ہے، عاجز ہے، مجبور ہے اور تیری شرافت، سعادت، سچائی، حقیقت پسندی، امانت داری، عدل اور عقلمندی کا تقاضا یہ ہے کہ تو اپنی ذات کے لئے اپنے اختیار، ارادے اور خواہشات سے دستبردار ہو کر اپنے اختیار، ارادے اور خواہشات کو اپنے اللہ کی مرضی کے مطابق استعمال کر اور خود کو مکمل طور پر اپنے اللہ کا محتاج قرار دے اور اسے اپنے قول اور عمل سے ثابت کر-

انسان کے پاس دو ہی اختیار ہیں، یا انسان اللہ کا ہو جائے یا اپنی ذات کا ہو جائے، بھلائی کرے یا برائی کرے، خیر کے لئے عمل کرے یا شر کے لئے عمل کرے، نیکی کرے یا بدی کرے، عدل کرے یا ظلم کرے، فرمانبرداری کرے یا نافرمانی کرے، یا دنیا کو استعمال کرے یا دنیا کے لئے استعمال ہو، اپنی خواہشات کی اطاعت کرے یا خواہشات کو اپنا مطیع بنا لے، یا اپنے وجود کو مسخر کرے یا دنیا کے لئے مسخر ہو جائے، پاکی اختیار کرے یا ناپاکیوں کو جمع کرے، دنیا اور آخرت دونوں حاصل کرے یا صرف دنیا پر اکتفا کرے، مادہ پرستی کرے یا مادہ پرستی سے نفرت کرے،

Marfat.com

ایمان حاصل کرے یا کفر کرے۔

''کیا یہ لوگ قرآن (کے مطالب) میں غور نہیں کرتے (کہ کہیں سرمو فرق نہیں) اور اگر (قرآن) خدا کے سوا (کسی اور) کے پاس سے (آیا) ہوتا تو ضرور اس میں بہت سے اختلاف پاتے۔'' (النساء: ع۶، پارہ۵)

''کیا یہ لوگ قرآن (کے مطالب) کو نہیں سوچتے، یا دلوں پر تالے (لگے) ہیں؟'' (محمدؐ: ع۳، پارہ۲۶)

''(اے پیغمبر! یہ قرآن بڑی) برکت والی کتاب ہے، جو ہم نے تمہاری طرف اتاری ہے، تاکہ لوگ اس کی آیتوں میں غور کریں اور تاکہ جو لوگ عقل رکھتے ہیں (اس کے مطالب سے) نصیحت پکڑیں۔'' (ص: ع۳، پارہ۲۳)

عقیدۂ تثلیث

''آپ کہہ دیجئے اللہ ایک ہے۔ اللہ بے نیاز ہے۔ نہ اس کی کوئی اولاد ہے، نہ وہ کسی کی اولاد ہے۔ اور نہ کوئی اس کے برابر ہے۔'' (سورۃ الاخلاص)

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عقیدۂ تثلیث کے جنم لینے کا سبب یہود اور نصاریٰ کی آپس کی چپقلش تھی۔ دونوں ایک دوسرے کے رسولوں کو تسلیم نہیں کرتے تھے، ان کو برا کہتے تھے اور ان کو برا ثابت کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ اپنے رسول کو برتر ثابت کرنے کے لئے نصاریٰ کے ایک گروہ نے حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش کے طریقے کو بنیاد بنا کر آپ کو اللہ کا بیٹا قرار دے دیا، اس خیال سے کہ بیٹے سے برتر کون ہوسکتا ہے، پھر اس عقیدے کو صحیح ثابت کرنے کرنے کے لئے اور ایک جھوٹ کو نبھانے کے لئے نہ جانے کتنے جھوٹ بولے اور اپنے رسول کی تعلیمات کو بدل ڈالا، چونکہ یہ عقیدہ حضرت عیسیٰؑ کے عقیدۂ توحید سے متصادم تھا، جس میں آپؑ نے اللہ کو ایک ماننے اور شرک نہ کرنے کا حکم دیا تھا جبکہ نصاریٰ ہی کا ایک گروہ ان سے الگ ہو کر اپنے پرانے عقیدہ پر قائم رہا۔ سورۃ الاخلاص اس عقیدے کو باطل قرار دیتی ہے۔

''کہو (اے پیغمبر) کہ (وہ ذات پاک جس کا نام اللہ ہے) ایک ہے۔ اللہ (معبود حقیقی)

Marfat.com

ہے- بے نیاز ہے- نہ کسی کا باپ ہے- نہ بیٹا- نہ کوئی اس کا ہمسر ہے-'' یہ اللہ کی جانب سے خود عقیدۂ تثلیث کی واضح نفی ہے- وہ اہل کتاب جو قابل احترام حضرت عیسیٰ کو اللہ کا بیٹا قرار دیتے ہیں اور شرک کا گناہ کرتے ہیں، اللہ نے تو انہیں عقل دی ہے اور حواس بھی عطا کئے ہیں، پھر وہ حضرت آدم کی تخلیق پر غور کیوں نہیں کرتے کہ جو اللہ ایک غیر موجود کو وجود دے سکتا ہے، حضرت آدم کو بغیر ماں باپ کے اور اماں حوا کو بغیر ماں باپ کے بنا سکتا ہے، انسان کو عورت اور مرد کے ملاپ سے پیدا کر سکتا ہے، وہ اس بات پر بھی قادر ہے کہ حضرت عیسیٰ کو بغیر باپ کے پیدا فرما دے- وہ اس بات پر بھی قادر ہے کہ اپنی مخلوق کو، جو فنا ہو چکی ہے، اس کے منتشر اجزاء کو خواہ وہ کہیں بھی ہوں، کسی شکل میں بھی ہوں، اکٹھا کرے اور اسے زندہ کر دے، پھر وہ یہ بھی غور کریں کہ کیا کبھی حضرت عیسیٰ نے خود کو اللہ کا بیٹا کہا یا کسی کو اللہ کا شریک ٹھہرایا- وہ تو ہمیشہ یہی کہتے تھے کہ اللہ کے حکم سے اچھا ہو جا، اللہ کے حکم سے زندہ ہو جا، بلاشبہ وہ اللہ کے منتخب نیک بندے اور اللہ کے رسول ہیں- حضرت بی بی مریم بھی کسی کی بیٹی تھیں، انہوں نے بھی ماں اور باپ سے جنم لیا، ان کے وجود کے اجزاء، ان کی تشکیل اور نشوونما کے اجزائے ترکیبی ور طریقہ بھی وہی ہے جو ہر انسان کا ہے- حضرت عیسیٰ نے بھی اسی بطن میں پرورش پائی، اپنی پیدائش کے بعد ہی اپنے بندے اور رسول ہونے کا اقرار کیا- کیا یہ لوگ اس حقیقت کو نہیں سمجھتے کہ انسان سے انسان ہی جنم لے سکتا ہے، اگر وہ اللہ کے بیٹے ہوتے تو اللہ کی ذات اور صفات سے الگ نہ ہوتے، اللہ ہی کی طرح اختیار رکھتے- وہ اس بات پر غور کیوں نہیں کرتے کہ انسان اللہ کی دی ہوئی عقل سے کام لے کر بے شمار چیزیں تخلیق کرتا ہے اور بے شمار طریقوں سے تخلیق کرتا ہے، تخلیق مختلف ہو سکتی ہے، طریقے مختلف ہو سکتے ہیں مگر وہ تخلیق انسان نہیں ہو سکتی، اللہ تو ہر شے پر کامل قدرت رکھتے ہیں، وہ جس شے کو چاہے تخلیق کریں اور جس طرح سے چاہیں تخلیق کریں-

اہل ایمان اور شرک

اہل ایمان جو دانستہ یا نادانستہ شرک کرتے ہیں تو اس کے کئی سبب ہیں- پہلا سبب عقیدت میں حد سے تجاوز کر جانا، دوسرا علم دین سے ناواقفیت، تیسرا خاندان میں بزرگوں سے چلی آنے

Marfat.com

والی بعض بد عادتوں کو قائم رکھنا، چوتھا جاہل اور خود ساختہ پیروں کی صحبت، جو جہل مرکب کی علامت ہیں، ان کے پاس علم نہیں ہوتا لیکن ان سے جب کوئی بات یا مسئلہ پوچھا جاتا ہے تو الٹا سیدھا جواب دیتے ہیں اور پھر خود بھی سختی سے اپنے اس خیال پر قائم ہو جاتے ہیں، اس طرح اپنی جہالت سے دین میں ایک نئی بات پیدا کرتے ہیں، پانچواں سبب یہ کہ انسان فطرتاً آرام پسند، کاہل، مادّیت پرست اور خود غرض ہوتا ہے، عبادات کی پابندی اور مشقت سے بچتا ہے، احکام خداوندی پر عمل کرنے سے گھبراتا ہے، مسلمان ہونے کے سبب اپنی روایات اور ماحول سے بغاوت نہیں کرسکتا، خود کو مسلمان بھی ثابت کرنا چاہتا ہے- نکتہ چینی سے بچنے کے لئے، اپنی برتری کو قائم رکھنے کے لئے گمراہ کن دلیلیں تلاش کرتا ہے، چھٹا سبب وہ لوگ ہیں جو اللہ اور اللہ کے رسول کے نام پر کاروبار کرتے ہیں، دین میں نئی نئی باتیں پید کرتے ہیں حالانکہ اسلام نے مسلمان کے قول وفعل کو کفر وشرک کے شبے سے پاک کر دیا ہے-

مشرک ہر حال میں اپنے اعمال کو ضائع کرتا ہے اور دوہرا نقصان اٹھاتا ہے- اللہ کے نزدیک اور اللہ کی اس نیک اور اطاعت گزار ہستی دونوں کے نزدیک معتوب ہوتا ہے- سب سے پہلے تو وہ یہ دیکھے کہ جس ہستی کو وہ اللہ کا شریک ٹھہراتا ہے، ان کا قول اور عمل کیا ہے، ان کا کردار اور ان کی تعلیمات کیا ہیں، ان کی پسند اور ناپسند کیا ہے، یہ ایک حقیقت ہے کہ کوئی بھی اللہ کا ہدایت یافتہ بندہ مشرک نہیں ہوسکتا، نہ شرک کو پسند کرسکتا ہے، نہ کوئی شرک اس کے نزدیک پسندیدہ ہوسکتا ہے- ہر وہ عمل جس سے صاحب ایمان کے اس اقرار کی نفی ہوتی ہو کہ ''اے اللہ ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں اور آپ ہی سے مدد چاہتے ہیں اور آپ ہی پر بھروسہ کرتے ہیں'' ہمارے نزدیک شرک ہے- ''ایاک نعبد وایاک نستعین'' یہی پیارے نبیؐ اللہ سے اقرار کرتے تھے اور یہی ان کے ہر امتی کا اللہ سے اقرار ہے اور پیارے نبیؐ نے ساری زندگی اپنے اس اقرار کو سچ ثابت کیا اور یہی کچھ ہر امتی پر لازم ہے کہ وہ اپنے اقرار میں سچا ثابت ہو اور پیارے نبیؐ کے لئے ان کا قابل فخر امتی ثابت ہو-

سورۃ الفاتحہ میں بندہ اپنے اللہ کے حضور اپنے اقرار سے بے شمار باتوں کی تصدیق کرتا ہے

Marfat.com

اور یہ صرف تصدیق ہی نہیں بلکہ گواہی بھی ہے کہ: ''تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں- جو سب جہانوں کے پالنے والے ہیں- بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں- روز قیامت کے مالک ہیں- اے اللہ ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں- آپ ہی سے مدد چاہتے ہیں- اور آپ ہی پر بھروسہ کرتے ہیں-'' اس اقرار کی سچائی ایمان ہے اور اس اقرار کے خلاف کوئی بھی عمل شرک ہے- اللہ کے سوا کسی اور کی بندگی کرنا شرک ہے، اللہ کے سوا کسی اور سے مدد طلب کرنا شرک ہے، اللہ کے سوا کسی اور پر بھروسہ کرنا شرک ہے، شرک کرنے والا اللہ تعالیٰ کی تمام تعریفوں والی ذات اور صفات کو جھٹلاتا ہے، اللہ کے پروردگار ہونے کو جھٹلاتا ہے، اللہ کے رحم و کرم کو جھٹلاتا ہے، سزا اور جزا کو جھٹلاتا ہے، اور ''نہیں ہے کوئی معبود ہمارا سوائے آپ کے'' کے اپنے عہد اور گواہی کو جھٹلاتا ہے، کیونکہ تعریف تو اس کے لئے ہے جو پکارنے والے کی پکار سنتا ہو، اس طرح غیر اللہ کو مدد کے لئے پکارنے والا دراصل اس غیر اللہ کو تمام تعریفوں والا اقرار دیتا ہے، اپنا پالنے والا اقرار دیتا ہے، کیونکہ ماں باپ سے بڑھ کر کوئی اپنی اولاد سے محبت نہیں کرتا اور پالنے والے سے بڑھ کر کوئی اپنے پلنے والے سے محبت نہیں کرتا، اور مہربان رحم کرنے والا اقرار دیتا ہے، اور جزا دینے والا اقرار دیتا ہے، اگر کوئی شخص اللہ کی محبت میں اللہ کے لئے کسی سے محبت کرتا ہے، تو وہ ہر حال میں پہلے اللہ کو اہمیت دیتا ہے، ترجیح دیتا ہے اور اللہ ہی کو پکارتا ہے- سورۃ الفاتحہ میں بندہ عقیدۂ توحید پر اپنے عامل ہونے کا اقرار کرتا ہے، تصدیق کرتا ہے اور گواہی دیتا ہے اور سورۃ الفاتحہ مشرک کے لئے حجت ہے، جو شخص غیر اللہ سے اللہ کے لئے اور اللہ کی محبت میں محبت نہیں کرتا، تو وہ اپنی ذات کی محبت میں اور اپنی ذاتی پسند سے غیر اللہ سے محبت کرتا ہے اور اللہ کا شریک ٹھہراتا ہے-

منافقین

منافق کی دو بڑی نشانیاں ہیں، پہلی تو یہ کہ جب بھی بولے گا جھوٹ بولے گا اور جب بھی وعدہ کرے گا، وعدہ خلافی کرے گا- انسان کے ہر عمل کا اطلاق سب سے پہلے خود اس کی اپنی ذات پر ہوتا ہے اس لئے کہ جو جھوٹ بولتا ہے، وہ پہلے خود کو دھوکا دیتا ہے، وہ اپنے قول، اپنے قول کی صداقت اور اپنے اقرار کو جھوٹ ثابت کرتا ہے اور جب قول ہی جھوٹا ہو تو عمل کا سوال ہی پیدا

نہیں ہوتا - جھوٹ بولنے والے کی فطرت دھوکہ ہوتی ہے، وہ خود اپنی ذات کو دھوکا دیتا ہے، تمام انسانوں کو دھوکا دیتا ہے، اپنے معاشرے، اپنے رواج اور اپنے سماج غرض سب کو دھوکا دیتا ہے، ایک تو وہ ہے جو دانستہ منافقت کرتا ہے اور ایک وہ ہے جو اپنی جہالت اور لاعلمی کے سبب منافقت کرتا ہے، منافق ہر حال میں اسلام کو اور مسلمانوں کو نقصان پہنچاتا ہے-

اور جو منافقین ہیں وہ بظاہر اہل ایمان کے ساتھ ہیں لیکن باطن میں کفر اور شرک کرتے ہیں اور کفار اور مشرکین کا ساتھ دیتے ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جو دوستی کے پردے میں دشمنی کرتے ہیں اور دوست بن کر اہل ایمان میں نفاق پیدا کرتے ہیں اور ان کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور اس کام کے لئے مکر و فریب اور سازشوں کا سہارا لیتے ہیں- وہ ہر کام اللہ کا اللہ کے رسول کا اور اسلام کا نام لے کر کرتے ہیں مگر اس کی آڑ میں خوب اللہ کی نافرمانی کرتے ہیں- نئی نئی اور جھوٹی احادیث گھڑتے ہیں اور قرآن کے مفہوم میں شک پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں- تو اہل ایمان کو چاہئے کہ وہ جھوٹ سے بچیں، وعدہ خلافی سے بچیں اس لئے کہ یہ منافقت کی طرف لے جانے والی چیزیں ہیں اور جس کی فطرت میں جھوٹ ہے، وہ تو جھوٹ ہی خرچ کرے گا-

منافقت یہ ہے کہ انسان ایک طرف بزرگان دین سے محبت کا، وابستگی کا، عقیدت کا دعویٰ کرے اور دوسری طرف ان کی ذات سے ان کی صفات کو الگ کر دے یعنی ان کی ذات کو تو قبول کرنے کا دعویٰ کرے مگر ان کے قول و فعل کو، ان کے عقیدے کو اور ان کی صفات کو چھوڑ دے- یہی جھوٹ ہے اور یہی منافقت ہے کیونکہ بزرگان دین کی صفات، ان کا قول و فعل، ان کا عقیدہ سب ان کی ذات کا حصہ ہے- اور اسے کسی بھی صورت میں ان کی ذات سے الگ نہیں کیا جا سکتا اور جو بزرگان دین سے سچی محبت، عقیدت اور وابستگی رکھتا ہے، وہ بزرگان دین کی ذات سے، ان کے قول و فعل سے، ان کے عقیدے سے اور ان کی پسند اور ناپسند سے خود کو وابستہ کرتا ہے اور اسے اختیار کرتا ہے اور ان سے واقفیت حاصل کرتا ہے اور بقدر اپنے جذبے کی سچائی کے اس رنگ میں رنگ جاتا ہے- بزرگان دین جب بھی کسی سے بیعت لیتے ہیں تو وہ بیعت کرنے والے سے شریعت پر عمل کرنے کا، نماز قائم کرنے کا، اللہ کو اپنا مقصود قرار دینے کا اور حرام سے بچنے کا اور حلال

Marfat.com

روزی کمانے کا عہد لیتے ہیں۔

اور سچے عاشقانِ رسولؐ کا تو یہ عالم ہے کہ وہ اپنے پیارے نبیؐ کی سچی محبت میں، وابستگی اور عقیدت میں، اس کی سچائی کے تقاضے کو پورا کرتے ہوئے، پیارے نبیؐ کے عقیدے سے، ذات اور صفات سے، قول اور عمل سے اور پسند اور ناپسند سے محبت کرتے ہوئے اور انہیں اپناتے ہوئے اور انہیں اختیار کرتے ہوئے اور اللہ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے، اللہ کی اطاعت کرتے ہوئے اور اللہ کے حکم کی تعمیل میں یعنی اللہ کی اطاعت گزاری میں پیارے نبیؐ کی اطاعت کرتے ہوئے، عقیدۂ توحید پر عمل کرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور اللہ کی بندگی کرتے ہوئے، پیارے نبیؐ کے مقصود، اللہ کو اپنا مقصود قرار دیتے ہیں اور اپنے قول اور عمل سے اللہ سے کئے جانے والے اپنے تمام اقرار، تسلیم، تصدیق، عہد اور گواہی کی سچائی کو ثابت کرتے ہیں اور اللہ ہی کو سب سے بڑا پاک و بے عیب اور تمام تعریفوں والا قرار دیتے ہیں اور اللہ ہی کو اپنا پالنے والا قرار دیتے ہیں اور اللہ ہی کو روز جزا کا مالک قرار دیتے ہیں اور اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور اللہ ہی پر بھروسہ کرتے ہیں اور اللہ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں اور اللہ ہی سے پناہ طلب کرتے ہیں اور خود کو اللہ کا فرمانبردار بندہ اور پیارے نبی کا قابل فخر امتی ثابت کرتے ہیں۔

کفار اور مشرکین کی کارگزاریاں

چونکہ کفر اور شرک کا اصل سبب تکبر ہے یعنی اپنے ذاتی اختیار، ارادے اور خواہشات کو، اپنے مادّی مفادات کو اور ضرورتوں کو، اپنی سماجی، معاشرتی اور گروہی روایات اور مفادات کو اور اپنی عقل و شعور اور اپنے فیصلوں کو، برتر سمجھنا اور برتر ثابت کرنا ہے، اس لئے اپنی اس برتری کو قائم رکھنے کے لئے متکبر ہر اس چیز کو جھٹلاتا ہے اور ہر اس چیز کو جھوٹا ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے اور ہر اس چیز سے دشمنی کرتا ہے، جو اس کی اس برتری کے لئے خطرہ ہو، وہ ہمیشہ اپنی ذات کو اور اپنے ذاتی مفادات کو دوسری تمام چیزوں پر فوقیت دیتا ہے۔

کفار و مشرکین اپنی فطری دشمنی کے تحت قرآن و سنت پر بدنیتی کے ساتھ تحقیق کرتے ہیں اور وہ اصل اسباب اور خوبیاں تلاش کرتے ہیں جو اسلام اور مسلمانوں کے لئے ان کی قوت اور

Marfat.com

برتری کا سبب ہیں پھر ان کا توڑ تلاش کرتے ہیں اور حق کو چھپاتے ہیں اور جھوٹ کا سہارا لے کر اہل ایمان کے درمیان شک کا بیج بوتے ہیں- اس خوف کے سبب کہ اسلام نہ چھا جائے اور لوگ اس کی خوبیوں سے واقف نہ ہو جائیں اور سچ ان کے دل میں گھر نہ کر جائے، وہ ایسی سازشیں تیار کرتے ہیں، جن سے مسلمان اسلام سے دور ہو جائیں، مسلمان کا چہرہ اس کے خدو خال، اس کا کردار، اس طرح مسخ ہو جائے کہ لوگ مسلمان کو دیکھ کر اسلام سے نفرت کرنے لگیں کیونکہ انسان تو ظاہر کو پہلے دیکھتا ہے اور مسلمان ہی اسلام کی نمائندگی کرتا ہے- مسلمان حق کی زندہ مثال ہوتا ہے اور اسلام کی خوبیوں کو اپنے عمل سے ظاہر کرنے والا ہوتا ہے، اس لئے وہ ہر ممکن طریقہ استعمال کرتے ہیں جس سے مسلمانوں کی خوبیاں خامیاں بن جائیں اور وہ فکری اور عملی طور پر اسلام سے دور ہو جائیں- وہ اسلام کو اور قرآن مجید کو تو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے لیکن وہ مسلمانوں کو اسلام سے دور کر کے اور ان کے کردار کو مسخ کر کے یہ ضرور بتانا چاہتے ہیں کہ دیکھو یہ ہے اسلام اور یہ ہیں بنیاد پرست مسلمان حالانکہ اگر مسلمان صحیح معنوں میں مسلمان ہو تو اس سے بڑھ کر کوئی اعتدال پسند، میانہ رو، مصلح، بلند کردار اور محبت کرنے والا نہیں ہوتا، اسلام کا اصول تو یہ ہے کہ خود جیو اور دوسروں کی جینے میں مدد کرو-

وہ با قاعدہ اور منظم طریقے سے اسلام، مسلمان اور مسلمان قوم کے تمام طبقات، ممالک اور ان میں بسنے والے گروہوں اور ان کی روایات، ان کی سیاسی، سماجی، معاشرتی اور مذہبی روایات، ان کی نفسیات، ان کی فطرت، ان کے عروج اور زوال کے اسباب، ان کی خوبیاں اور خامیاں اور ان کے مفادات، غرض ہر پہلو سے تحقیق کرنے کے بعد انتہائی منظم منصوبہ بندی سے ان کے خلاف سازش کرتے ہیں، ان میں فتنہ پیدا کرتے ہیں، پھر اس فتنے کو ہوا دیتے ہیں اور پھر ایک فتنے کے ختم ہونے سے پہلے دوسرے فتنے کو جنم دیتے ہیں، غرض ان کی تمام کوشش یہی ہوتی ہے کہ یہ اچھے مسلمان نہ بن سکیں- یہ کبھی خود کو اچھا مسلمان ثابت کر سکیں، نہ کبھی متحد ہو سکیں اور نہ کبھی قوت اور طاقت حاصل کر سکیں-

دراصل وہ اسلام پر، اس کی حقیقت پر اور اس کی خوبیوں پر، بڑی باریک بینی سے تحقیق

کرنے کے بعد ایسے طریقے وضع کرتے ہیں، جن سے مسلمان کو اسلام سے اور اس کی خوبیوں سے دور کیا جاسکے، وہ ایک طرف اسلام کو بنیاد پرستی کا اور انتہا پسندی کا مذہب کہہ کر اپنے ہم مذہبوں کو اسلامی تعلیمات سے دور رکھنا چاہتے ہیں تو دوسری طرف خود مسلمانوں کو ان کی خوبیوں سے محروم کر کے ناواقف لوگوں میں اسلام کی سچائی کے بارے میں شک پیدا کرنا چاہتے ہیں۔

پاکی نور ہے، پاکی شفا ہے، پاکی میں فلاح اور خیر ہے، پاکی میں ٹھنڈک ہے، پاکی میں چین اور سکون ہے اور پاکی ہی اسلام کی روح ہے، اب اگر مسلمان سے اور اس کی روح سے پاکی کو چھین لیا جائے تو پھر تاریکی باقی رہ جاتی ہے، بے حیائی، بے شرمی اور بے غیرتی باقی رہ جاتی ہے اور ناپاکیاں باقی رہ جاتی ہیں اور انسان کا اس کی اپنی ذات کے لئے تکبر باقی رہ جاتا ہے، روحانیت ختم ہو جاتی ہے اور اس کی جگہ مادّیت آ جاتی ہے۔ چونکہ انسان کی فطرت میں ناپاکیاں ہیں اس لئے وہ ناپاکیوں کو بہت جلدی قبول کر لیتا ہے، جبکہ پاکی کو بڑی محنت سے تلاش کرنا پڑتا ہے اور اسے حاصل کرنا پڑتا ہے اور اس کی حفاظت کرنا پڑتی ہے۔ کفار اور مشرکین کے لئے سب سے آسان راستہ یہی ہے کہ مسلمان سے اور اس کی روح سے پاکی کو چھین لیں۔

وہ اپنے ذرائع ابلاغ کے ذریعے یہ تاثر دیتے ہیں کہ مذہب اسلام ترقی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے حالانکہ اہل ایمان اپنی قوت ایمانی، اپنے اللہ پر غیر متزلزل یقین کے سبب، اپنی قوت ارادی اور قوت برداشت کے سبب اور اپنی قوت توجہ کے سبب، اللہ کے لئے اپنی لازوال اور غیر متزلزل اطاعت گزاری، فرمانبرداری، شکر گزاری اور امانت داری کے سبب، اپنی شرم، حیا، غیرت اور اپنی خودداری کے سبب، اپنی شجاعت اور بے خوفی کے سبب، اپنی عفت اور پاکیزگی کے سبب، اپنے عدل اور شجاعت کے سبب، اپنی عاجزی اور انکساری کے سبب، حلم اور بردباری کے سبب، اپنے حسن سلوک، محبت اور رواداری کے سبب، اپنے فکر کی گہرائی، مشاہدے کی خوبی اور نکتہ رسی کے سبب اور علم اور حکمت کی صلاحیتوں اور اپنی سچائی کے سبب ترقی کی دوڑ میں بہت آگے نکل جانے کے اہل ہیں۔ وہ اپنی ترقی، اپنی برتری، اپنی قوت اور طاقت کا پرچار کر کے دوستی اور امداد کے نام پر اہل ایمان کو ذہنی طور پر اپنا مغلوب بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔

Marfat.com

اسلام بلند کرداری کا، امن و آشتی کا، محبت اور رواداری کا مذہب ہے۔ اسلام کا فکری اصول یہ ہے کہ خود بھی جیو اور دوسروں کی جینے میں مدد کرو، نہ کسی کو اپنا مغلوب بناؤ، نہ کسی کو اپنے اوپر غالب آنے دو، نہ خود کسی پر مسلط ہو، نہ کسی دوسرے کو اپنے اوپر مسلط ہونے دو تو یہ لوگ مسلمانوں میں نفاق کا بیج بو کر، شک پیدا کر کے اور ان کو ان کی اپنی اخلاقی خوبیوں سے محروم کر کے، ان میں دنیاداری، مادہ پرستی، بے شرمی اور بے حیائی جیسی صفات پیدا کر کے اور ان کے اتحاد کو پارہ پارہ کر کے، پھر ان کو مختلف ٹکڑوں میں بانٹ کر ان کی قوت کو ختم کرتے ہیں اور انہیں اپنا محتاج بناتے ہیں، پھر کچھ گروہوں کی علانیہ اور کچھ کی درپردہ حمایت کرتے ہیں اور انہیں ایک دوسرے سے لڑاتے ہیں۔ پھر انہیں لڑانے کے اسباب اور وسائل فراہم کر کے ان کو ان کی معاشرتی ترقی سے اور آمدنی سے محروم کر دیتے ہیں اور اس طرح وہ کئی فائدے حاصل کرتے ہیں اور ان کو اپنا محتاج اور ذلیل بناتے ہیں اور ان کے وسائل پر قبضہ کرتے ہیں اور ان وسائل کو اپنے لیے استعمال کرتے ہیں۔

مسلمان کون ہے؟

''مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔''

''مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ جو نہ تو اس پر ظلم کرتا ہے۔ اور نہ اسے رسوا کرتا ہے، اور نہ اس کی غیبت کرتا ہے، اور نہ اسے غمگین کرتا ہے، اور نہ اسے محروم کرتا ہے۔''

ان حدیثوں میں اس بات کی مکمل وضاحت ہے کہ مسلمان نہ دوسرے مسلمان پر ظلم کر سکتا ہے، نہ اس کا حق مار سکتا ہے، نہ اس پر مسلط ہو سکتا ہے، نہ اسے رسوا کر سکتا ہے اور نہ اس کی برائی کر سکتا ہے اور نہ اس کی عزت و آبرو اور جان و مال کے لئے کوئی خطرہ بن سکتا ہے۔..... یہ مسلمان ہونے کی کسوٹی ہے۔

مسلمان وہ ہے جو اللہ پر ایمان لاتا ہے۔ وہ خیر اور فلاح کی، امن اور سلامتی کی راہ کا مسافر ہے۔ یہ ممکن ہی نہیں کہ خیر کی راہ میں مسافر اپنے کسی ہمسفر کو کوئی نقصان پہنچائے اور اگر وہ ایسا کرتا ہے تو پھر وہ اس راہ کا مسافر ہی نہیں ہے۔ خیر کی سب سے اہم اور بڑی خوبی یہ ہے کہ خیر کبھی بھی خیر سے متصادم نہیں ہوتا اور شر کی سب سے بڑی صفت یہ ہے کہ شر ہمیشہ شر کے خلاف بھی متصادم رہتا

ہے اور خیر کے خلاف بھی متصادم رہتا ہے۔

اوپر دی گئی دونوں احادیث پیمانہ ہیں، ہر شخص اس پیمانے پر یہ تول سکتا ہے کہ وہ واقعی مسلمان ہے اور مسلمان ہے تو کس قسم کا مسلمان ہے اور اگر وہ صاحب ایمان ہے تو اس میں ایمان کا رنگ اور ایمان کی خوشبو ہے یا نہیں۔

بدعت

بدعت بری عادت ہے، ایسی بری عادت جو گمراہی کی طرف، کفر و شرک کی طرف لے جانے والی ہو اور اسلام نے تو مسلمانوں کو کفر اور شرک کے شائبے تک سے دور کر دیا ہے کیونکہ ہر مسلمان اپنے قول و فعل سے اسلام کی جیتی جاگتی تشہیر ہے اور ہر مسلمان اسلام کا منبع ہے۔ بدعت کی ایک مثال یہ ہے کہ مسلمان قبر کی طرف ہاتھ اٹھا کر دعا کرے حالانکہ مسلمان تو اللہ سے مانگتا ہے، لیکن ایک کافر یا مشرک یہ شک کر سکتا ہے کہ یہ مسلمان صاحب قبر سے مانگ رہا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ کوئی ناواقف مسلمان یہ خیال کرے کہ یہ کسی بزرگ کی قبر سے مانگ رہا ہے، اس لئے درست اسلامی طریقہ یہی ہے کہ قبر کی طرف پشت کر کے یا کم از کم قبر سے اس طرح کھڑے ہوں کہ قبر سامنے نہ ہو، دعا مانگی جائے۔

یا وہ لوگ جو قبر کو چومتے ہیں حالانکہ پیارے نبیؐ نے تو یہ فرمایا کہ اے لوگو تم میری قبر پر سر کو نہ جھکانا اور نہ اس کو پرستش کی جگہ بنانا، ایک طرف تو یہ پیارے نبیؐ کی نافرمانی ہے، ناپسند ہے اور پھر ایسے لوگ یہ بھی نہیں سوچتے کہ حالت قیام، حالت رکوع اور حالت سجدہ، یہ تینوں اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص ہیں۔ ہاں صرف کسی صاحب علم یا کسی بزرگ یا عمر رسیدہ شخص کے احترام میں کھڑے ہونے کی اجازت ہے۔ پھر یہ بھی کہ اگر کوئی بت پرست ان سے یہ پوچھ بیٹھے کہ صاحب آپ بھی تو وہی کرتے ہیں جو ہم کرتے ہیں تو ان کو قائل نہیں کیا جا سکتا۔ گناہ ہر حال میں گناہ ہے، خواہ وہ عقیدت میں کیا جائے یا محبت میں کیا جائے۔ پھر یہ بھی ایک بات ہے کہ شریعت ظاہر کو دیکھتی ہے، باطن کو نہیں دیکھتی، اس لئے کے جو چیز ظاہر میں غلط ہے وہ اسلام کے ظاہری خدوخال کو نقصان پہنچاتی ہے اور منکرین اسلام کو بحث کا موقع فراہم کرتی ہے۔ اسلام احکامات الٰہی پر عمل ہے اور عمل

Marfat.com

کی درستگی عقیدے کی درستگی پر ہے اور ہر وہ عمل جو ایاک نعبد و ایاک نستعین کے خلاف ہو یعنی بندے کے اس اقرار کے خلاف ہو کہ اے اللہ ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں اور آپ ہی سے مدد چاہتے ہیں اور آپ ہی پر بھروسہ کرتے ہیں، کفر، شرک اور بدعت کی طرف لے جاتا ہے اور ایسا قول اور عمل بھی جو اس اقرار کے بارے میں شک پیدا کرے، بدعت ہے۔

گمراہی

گمراہی اصل راہ سے بھٹک جانا ہے۔ تو جو راہ بھٹک گیا، وہ منزل سے بھٹک گیا۔ قرآن اور سنت ہمارے رہنما ہیں۔ ہمارے پیارے نبیؐ کا قول اور عمل قرآن کی تشریح ہے۔ رہنمائی کے بغیر راہ نہیں اور راہ کے بغیر منزل نہیں۔ کوئی بھی مسلمان پیارے نبیؐ کے نقش قدم پر چلے بغیر اور قرآن سے روشنی حاصل کئے بغیر منزل تک نہیں پہنچ سکتا۔ پیارے نبیؐ سے سچی عقیدت اور محبت کا تقاضا یہ ہے کہ آپؐ کے قول اور فعل سے اور آپؐ کے نقش قدم سے ذرہ برابر انحراف نہ کیا جائے۔

گمراہی کیا ہے؟ اسے سمجھنے کے لئے میں ایک چھوٹی سی مثال دیتا ہوں۔ سورۃ فاتحہ اہل ایمان کے لئے رہنمائی ہے، یہ اہل ایمان کا اپنے اللہ سے اقرار ہے، پھر اس میں اہل ایمان اپنے اقرار کی صداقت کا ثبوت پیش کرتا ہے اور پھر اس ثبوت کی صداقت میں مزید ایک ثبوت پیش کرتا ہے، یہی ہمارے پیارے نبیؐ اللہ کے حضور اقرار کرتے تھے۔ اور آپؐ نے اپنی ساری زندگی اپنے اقرار کی صداقت میں گزار دی اور اپنے امتیوں کے لئے بھی سختی سے اس کی تاکید فرمائی اور جھوٹ بولنے والے، وعدہ خلافی کرنے والے اور دھوکہ دینے والے کو منافق قرار دیا۔ وہ اقرار یہ ہے کہ اے اللہ تمام تعریفیں آپ کے لئے ہیں، اس اقرار کی سچائی کا تقاضا ہے کہ بندے کی تمام وابستگی اللہ سے ہو جس کے لئے تمام تعریفیں ہیں، پھر اقرار ہے کہ آپ ہی سب جہانوں کے پالنے والے ہیں، اس اقرار کا تقاضا یہ ہے کہ جو کچھ بھی مانگا جائے، اپنے پالنے والے سے مانگا جائے، جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں۔ پھر بندہ اقرار کرتا ہے کہ اے اللہ میں اپنے اقرار میں سچا ہوں اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں اور آپ ہی پر بھروسہ کرتے ہیں اور آپ ہی سے مدد چاہتے ہیں، اور جو اپنے اس اقرار میں سچا ہے، وہ اللہ کے کرم سے کبھی گمراہ ہو ہی

Marfat.com

نہیں سکتا- پھر اپنے اقرار کی سچائی کے مزید ثبوت کے طور پر وہ بے قراری سے یہ دعا کرتا ہے، ہم کو گمراہی سے بچا اور راہ ہدایت پر چلا- اور پیارے نبیؐ کے لئے سب سے زیادہ ناپسندیدہ اور غصے کی بات یہی ہے کہ ان کا امتی اپنے اللہ سے کئے ہوئے اقرار میں جھوٹا ثابت ہو- پیارے نبیؐ نے تو یہاں تک تلقین کی کہ جوتے کا تسمہ بھی ٹوٹ جائے تو اپنے اللہ سے مانگو- سورۃ الفاتحہ حجت ہے، ترازو ہے، ایمان کی کسوٹی ہے جس پر ہر صاحب ایمان اپنے قول اور فعل کو اور اپنے قول اور فعل کے تضاد کو اور اپنے ایمان کو پرکھ سکتا ہے-

عقیدت

ہر شے اپنا توازن قائم رکھتی ہے اور اس وقت تک قائم رکھتی ہے جب تک توازن قائم رہتا ہے- پھر ہر توازن کی ایک بنیاد ہوتی ہے جو اسے مضبوطی عطا کرتی ہے- جب کوئی شے غیر متوازن ہوتی ہے تو بکھر جاتی ہے- مثبت قوتیں منفی قوتوں سے مزاحم رہتی ہیں اور ان کے توازن کو ختم کرنے کی کوشش کرتی رہتی ہیں- یہی عمل منفی قوتیں کرتی ہیں- گڑھا کھودنے والا ایک طرف نشیب پیدا کرتا ہے تو اس گڑھے سے نکلنے والی مٹی دوسری جگہ فراز پیدا کرتی ہے-

ہر عمل کا ایک توازن ہوتا ہے اور ہر عمل کی ایک بنیاد ہوتی ہے اور ہر عمل کا ایک ردعمل ہوتا ہے- عمل کی درستگی عقیدے کی درستگی پر ہے- درست عقیدہ، عقیدۂ توحید ہے اور درست عمل عقیدۂ توحید پر عمل ہے اور عمل کا استقلال اور مضبوطی اللہ اور اللہ کے رسولؐ سے گہری عقیدت پر ہے یعنی اس بات پر کہ ہم اپنی ہر ہر شے سے انہیں زیادہ چاہیں- عقیدت ایسی اطاعت ہے جو انسان برضاد رغبت، محبت، پسندیدگی، احسان مندی، خودسپردگی، والہانہ پن اور احترام کے جذبے کے ساتھ اختیار کرتا ہے اور جس سے عقیدت رکھتا ہے، اس کی ذات کو مثالی سمجھتا ہے، اس کی پسند کو اپنی پسند اور اس کی ناپسند کو اپنی بھی ناپسند قرار دیتا ہے، اس سے دوری کو گوارہ نہیں کرتا اور اس کے ہر لفظ کو اپنے لئے حکم سمجھتا ہے، سچی عقیدت یہ ہے کہ انسان بقدر عقیدت صاحب عقیدت کے رنگ میں رنگتا چلا جائے، یہی عقیدت سچائی کی کسوٹی ہے کیونکہ سچی عقیدت میں انسان جس سے عقیدت رکھتا ہے، اس کے عقیدے کو، اس کے قول اور عمل کے ساتھ اپناتا ہے اور اپنی عقیدت کے بقدر اس

رنگ میں رنگ جاتا ہے، اگر ایسا نہیں ہے تو پھر عقیدت بھی نہیں ہے اور سچائی تو کبھی نہیں چھپتی۔

اہم اور قیمتی مصنوعات کے ساتھ اس کے صحیح استعمال کے لئے ہدایات بھی ہوتی ہیں کیونکہ مصنوعات بنانے والا ان مصنوعات کی خوبیوں، خامیوں اور درست استعمال سے واقف ہوتا ہے اور ہدایات کا مقصد اپنی مصنوعات کے مقصد، اعلیٰ کارکردگی، معیار اور اس کی پائیداری کو قائم رکھنا ہوتا ہے۔ خالق کائنات سے بڑھ کر کوئی علم والا اور حکمت والا نہیں ہے اور اپنی مخلوق سے محبت کرنے والا نہیں ہے اور اپنی مخلوق کے بارے میں خالق کائنات سے بڑھ کر کوئی جاننے والا نہیں ہے اور ان کی فلاح چاہنے والا نہیں ہے۔ اللہ اور رسول اللہؐ سے سچی عقیدت دراصل عقیدۂ توحید سے سچی عقیدت ہے جو اللہ کی چیز کو اللہ سے منسوب کرتی ہے جو اللہ کی چیز کو بلاشرکت غیرے اللہ کا بناتی ہے اور اللہ کے لئے اور اللہ کے حکم کے مطابق خود کو بناتی، نکھارتی اور سنوارتی ہے۔

اللہ تعالیٰ تو نکتہ نواز، بڑے مہربان، نہایت رحم والے ہیں۔ وہ کسی کا اجر ضائع نہیں کرتے اور مخلوق تو صرف اپنے خالق سے اپنے خالق کا احسان ہی طلب کرسکتی ہے اور رحم ہی طلب کرسکتی ہے اور کوئی چیز بطور حق اور بطور صلہ طلب نہیں کرسکتی ہے۔ ہاں اللہ تعالیٰ جس کو جو صلہ چاہیں سو عطا کریں۔ اجرت محنت کا صلہ ہے، معاوضہ خدمات کا صلہ ہے، انعام اعلیٰ کارکردگی کا صلہ ہے، بے خوفی اللہ سے ڈرنے کا صلہ ہے، امن اور خیر راہ فلاح کا صلہ ہے، قلب کا چین اور سکون ذکر اور حمد کا صلہ ہے، پاکی تسبیح کا صلہ ہے، نعمت شکرگزاری کا صلہ ہے، قربت اطاعت گزاری کا صلہ ہے، عزت اللہ کے مقابل ذلت اختیار کرنے کا صلہ ہے، سلامتی امانت داری کا صلہ ہے، رحم عجز کا صلہ ہے، جہنم کی آگ سے پناہ سچی توبہ و استغفار کا صلہ ہے، توبہ کے آنسو جہنم کی آگ کو بجھاتے ہیں اور گناہوں کو دھوتے ہیں، امتحان نصاب کے ساتھ ہے، کامیابی تیاری کے ساتھ ہے اور جس نے سچائی کے ساتھ امتحان کی تیاری کی اور ناکام رہا تو اسے کامیاب قرار دینا ممتحن کی مرضی اور اس کی قدردانی ہے۔

رجوع

رجوع کا سبب صرف اور صرف ضرورت یا محتاجی ہے، جو کسی کی طرف بظاہر بے ضرورت

Marfat.com

رجوع ہوتا ہے تو اس میں بھی اس کی ضرورت پوشیدہ ہوتی ہے- ہمیشہ ضرورت مند رجوع ہوتا ہے اور ضرورت کو پورا کرنے والا اس پر توجہ کرتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع نہیں ہوتا تو اس لئے رجوع نہیں ہوتا کہ اس کو اللہ تعالیٰ کی ضرورت نہیں یا اللہ تعالیٰ سے اس کی کوئی ضرورت وابستہ نہیں- رجوع کی اہم ضرورت رشتہ یا تعلق ہے، انسان جس سے رجوع کرتا ہے اس سے یا تو تعلق پہلے سے ہوتا ہے یا تعلق قائم کیا جاتا ہے یا تعلق کو تلاش کیا جاتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع نہیں کرتا تو اس لئے نہیں کرتا کہ وہ یا تو اس تعلق سے ناواقف ہے یا پھر اس تعلق کو تسلیم ہی نہیں کرتا ہے، طاقتور کمزور کی طرف رجوع نہیں ہوتا، دولت مند غریب کی طرف رجوع نہیں ہوتا، اختیار رکھنے والا بے اختیار کی طرف رجوع نہیں ہوتا اور معزز کمتر کی طرف رجوع نہیں ہوتا- دراصل رجوع نہ کرنے کا سبب تکبر ہے- لاپرواہی بھی تکبر ہے اور غفلت بھی تکبر ہے- جو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع نہیں کرتا وہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کو، بزرگی اور بڑائی کو تسلیم نہیں کرتا اور جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے اور اللہ ہی کی طرف رجوع کرتا ہے اور اللہ ہی سے مدد چاہتا ہے اور اللہ ہی پر بھروسہ کرتا ہے وہی اللہ کو تسلیم کرتا ہے-

قیامت پر یقین عقیدۂ تناسخ کی نفی کرتا ہے

عقیدۂ تناسخ یہ ہے کہ انسان دنیا ہی میں بار بار جنم لیتا ہے اور دنیا ہی میں اپنے گناہوں کی سزا بھگت لیتا ہے- بالفاظ دیگر ایک ہی انسان بار بار مختلف شکلوں میں ری پروڈکٹ ہوتا ہے- دنیا میں کوئی بھی شے اس وقت تک ری پروڈکٹ نہیں ہوسکتی جب تک کے اس کے اصل وجود کو ختم کر کے اس کا اسکریپ تیار نہ کرلیا جائے اور جب اس شے کا اسکریپ بن گیا تو وہ چیز باقی کہاں رہی-

اسلام اس عقیدے کی نفی کرتا ہے اور بے شک روز قیامت مردے دوبارہ جلائے جائیں گے اور اللہ تعالیٰ جو پہلی بار پیدا کرنے پر قادر ہیں، وہ دوسری بار بھی جلانے پر قادر ہیں اور جو روح ایک بار وجود میں آ گئی اور وہ روح جو امر ربی ہے، وہ دوبارہ جنم لے ہی نہیں سکتی، اسے بہر حال قیامت کو اپنے خاکی وجود کے ساتھ جواب دہ ہونا ہے، اور جو مکار، شیاطین لوگوں پر اترتے ہیں اور ان پر غلبہ پا کر ان سے ایسی باتیں کہلواتے ہیں جن سے وہ لوگوں کو گمراہ کرسکیں اور یہ بتاسکیں

کہ انسان بار بار جنم لیتا ہے، یہ سب شیاطین کا کھیل ہے جو ہر گمراہی کی جگہ اپنا گھر بنا لیتے ہیں اور لوگوں کو اپنی روحانی قوتوں سے بہکاتے ہیں۔

علم غیب

عالم الغیب تو صرف اللہ ہی کی ذات ہے، جس کے پاس غیب کی ساری کنجیاں ہیں، انسانی عقل اور اس کی قوتوں کی، اس کی روح کی، اس کے اختیار کی اور ارادے کی رسائی جو بظاہر لامحدود نظر آتی ہے، درحقیقت بہت ہی محدود ہے۔ وہ بنیادی طور پر نادان ہے، جاہل ہے، ناسمجھ ہے، کمزور ہے اور ناتواں ہے۔ غیب کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے، ہاں البتہ یہ ہے کہ اللہ بزرگ و برتر جس کو چاہتے ہیں اور جس وقت چاہتے ہیں اور جس طریقے سے اور جس طرح چاہتے ہیں اور جتنا چاہتے ہیں اور جس چیز کے بارے میں چاہتے ہیں اور جس ذریعے سے چاہتے ہیں، واقف فرما دیتے ہیں۔ کسی کے حال سے واقف ہونا صرف اور صرف اللہ کی مرضی پر منحصر ہے اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں اور جتنا چاہتے ہیں اتنا کائنات کے اسرار سے واقف فرما دیتے ہیں اور جس کو جتنا چاہتے ہیں اپنا قرب عطا فرماتے ہیں اور جو اللہ تعالیٰ کے قرب کی خواہش رکھتا ہے، وہ یہ جان لے کے قرب کا ادب بے حد دشوار ہے، اس میں قدم قدم پر گرفت ہے، بہ نسبت دوری کے ادب کے۔ انسان ہو یا اس کی روح ہو، انسان ایک وقت میں ایک ہی سمت دیکھ سکتا ہے، ایک ہی کام کر سکتا ہے، ایک طرف توجہ دے سکتا ہے اور ایک ہی چیز کے بارے میں غور و فکر کر سکتا ہے۔

کفر

''(اے پیغمبر!) اگر ہم نے یہ قرآن کسی پہاڑ پر اتارا ہوتا (اور آدمی کی طرح اس کو شعور بھی ہوتا) تو تم اس کو دیکھ لیتے کہ خدا کے ڈر کے مارے جھک گیا (ہوتا اور) پھٹ پڑا ہوتا۔ اور ہم یہ مثالیں لوگوں کے لئے بیان فرماتے ہیں تاکہ وہ سوچیں (سمجھیں)۔'' (حشر: ع ۳، پارہ ۲۸)

''اور جب ان کے (یعنی کافروں کے) روبرو قرآن پڑھا جائے تو (خدا کے آگے) سجدہ نہیں کرتے۔'' (انشقاق: ع ۱، پارہ ۳۰)

Marfat.com

''اور جولوگ منکر ہیں، وہ (ایک دوسرے سے) کہا کرتے ہیں کہ اس قرآن کو سنو ہی مت- اور (سنانے لگیں تو) اس (کے بیچ بیچ) میں غل مچا دیا کرو- شاید (اس تدبیر سے) تم (مسلمانوں سے) بازی لے جاؤ- تو جولوگ (دین اسلام سے) منکر ہیں، ہم ان کو ضرور عذاب سخت (کا مزہ) چکھا کر رہیں گے- اور ضرور ان کے (ان) بدترین اعمال کا بدلہ دیں گے-'' (حم السجدہ: ع ۴، پارہ ۲۴)

''اور (اے پیغمبر! ان لوگوں سے اس واقعے کا بھی ذکر کرو) جب ہم چند جنوں کو (گھیر کر) تمہاری طرف لے آئے کہ وہ قرآن سنیں- پھر جب وہ اس (موقع) پر آ حاضر ہوئے تو (ایک دوسرے سے) بولے کہ چپ (بیٹھے سنتے) رہو- (پھر جب قرآن کا پڑھنا) تمام ہوا، تو وہ اپنے لوگوں کی طرف لوٹ گئے کہ ان کو (عذاب خدا سے) ڈرائیں- (اور ان سے جا کر) لگے کہنے کہ بھائیو! ہم ایک کتاب سن آئے ہیں جو موسیٰ کے بعد نازل ہوئی (تمام) اگلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے، (دین) حق (بتاتی) اور سیدھا راستہ دکھاتی ہے- بھائیو! (یہ پیغمبر محمدؐ) جو خدا کی طرف سے منادی کرتے ہیں، ان کی بات مانو اور خدا پر ایمان لاؤ، تاکہ خدا تمہارے گناہ معاف کرے اور (آخرت کے) عذاب دردناک سے تم کو (اپنی) پناہ میں رکھے- اور (یہ پیغمبر) جو خدا کی طرف سے منادی کرتے ہیں، جو کوئی ان کی بات نہ مانے گا وہ روئے زمین پر (کہیں کو بھاگ کر خدا کو تو) عاجز کر سکتا نہیں، اور نہ خدا کے سوا (کوئی) اس کے حمایتی ہیں، یہ لوگ صریح گمراہی میں (پڑے) ہیں-'' (احقاف: ع ۴، پارہ ۲۶)

Marfat.com

کفر

کفر کے معنی ہیں انکار کرنا- اور انکار کرنا اللہ کا، اللہ کی ذات کا، اللہ کی صفات کا، اللہ کے اختیار کا، قبضہ وقدرت کا، اور اللہ کے مالک ہونے کا، خالق ہونے کا، پروردگار ہونے کا، بادشاہ ہونے کا اور معبود ہونے کا، جس نے اپنے قول وفعل دونوں سے اللہ کا انکار کیا وہ کافر ہے، لیکن اس کو کافر نہ کہو شاید کہ وہ ایمان لے آئے، دوسرے وہ لوگ جو اپنے قول سے تو اللہ کا اقرار کرتے ہیں مگر ان کا عمل ان کے اپنے اس اقرار کی صداقت کو جھٹلاتا ہے تو ایسے لوگ بھی کفر کرتے ہیں- یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے عمل سے اللہ کا انکار کرتے ہیں-

انکار ہر حال میں انکار ہے، خواہ وہ انکار قول اور عمل دونوں سے ہو یا صرف عمل سے ہو کیونکہ جس قول کی بنیاد میں صداقت نہ ہو وہ کبھی بھی اقرار نہیں ہوسکتا، البتہ وہ جھوٹ ہوسکتا ہے- ہر صاحب ایمان یہ جان لے کہ وہ قول جس کی بنیاد صداقت پر ہے، اقرار ہے اور اقرار کی صداقت اس کا عمل ہے- جو انکار کرتا ہے وہ دراصل سچائی کو تسلیم کرنے سے انکار کرتا ہے اور اس چیز سے انکار کرتا ہے جسے وہ غلط سمجھتا ہے اور جب اس چیز کو غلط قرار دیتا ہے تو گویا انکار کرنے والا اپنی عقل اور فیصلے کو درست قرار دیتا ہے اور جو اپنی عقل اور فیصلے کو صحیح قرار دیتا ہے وہ دراصل اپنے اختیار، اپنے ارادے اور اپنی خواہشات کی برتری کو ثابت کرتا ہے اور جو اپنی برتری کو ثابت کرتا ہے وہ اپنی ذات اور صفات دونوں کی برتری کو ثابت کرتا ہے-

یہ قانون فطرت کا اصول ہے کہ جب ہم کسی ذات کو تسلیم کرتے ہیں تو اس کی صفات کو بھی تسلیم کرتے ہیں اور جتنا اس کی ذات کو تسلیم کرتے ہیں اتنا ہی اس کی صفات کو تسلیم کرتے ہیں- یہ ممکن ہی نہیں کہ ذات کو تو مکمل تسلیم کریں لیکن صفات کو ادھورا تسلیم کریں، مالک حقیقی کو تسلیم کریں اور خود کو اس کی ملکیت تسلیم نہ کریں، بادشاہ کو تسلیم کریں لیکن اس کی بادشاہت کو تسلیم نہ کریں، حاکم کو تسلیم کریں مگر اس کے حکم کو تسلیم نہ کریں، پالنے والے کو تسلیم کریں مگر اس کی خدمات اور احسانات کو تسلیم نہ کریں، خالق کو تسلیم کریں مگر خود کو اس کی تخلیق ثابت نہ کریں، معبود کو تسلیم کریں اور اس کی بندگی کو تسلیم نہ کریں- رہنما کو تسلیم کریں اور رہنما کی رہنمائی کو تسلیم نہ کریں، رہنما کے

Marfat.com

قول اور فعل کو تسلیم نہ کریں، رہنما کے عقیدے کو تسلیم نہ کریں، قرآن کو اللہ کی کتاب تسلیم کریں، لیکن اس کی ہدایات کو تسلیم نہ کریں، دراصل کفر کرنے والا ہمیشہ جھوٹ بولتا ہے۔

انسان تو جس کی برتری کو جتنا زیادہ تسلیم کرتا ہے، اتنا ہی اس کی زیادہ اطاعت گزاری اور فرمانبرداری کرتا ہے۔ یہ تو پیمانہ ہے، ہر شخص اپنے آپ کو تول لے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا بندہ ہے یا دنیا کا بندہ ہے، اللہ کے لئے زیادہ استعمال ہوتا ہے یا دنیا کے لئے، اللہ سے زیادہ امید رکھتا ہے یا دنیا سے، اللہ کا زیادہ وفادار ہے یا دنیا کا، اللہ کی طرف زیادہ رجوع کرتا ہے یا دنیا کی طرف، اللہ کو دنیا پر ترجیح دیتا ہے یا دنیا کو اللہ پر، کیونکہ جس کو ترجیح دیتا ہے اسے وہ تسلیم کرتا ہے، اسے اہمیت دیتا ہے اور اسے برتری دیتا ہے۔

کیونکہ جب بھی دو چیزیں ہوں گی تو ایک برتر ہوگی، دوسری کمتر ہوگی، ایک اہم ہوگی، دوسری اس کے مقابلے میں غیر اہم ہوگی، ایک قیمتی ہوگی اور دوسری اس کے مقابلے میں کم قیمتی ہوگی، ایک چیز زیادہ نفع بخش ہوگی تو دوسری اس کے مقابلے میں کم نفع بخش، اور انسان تو اسی چیز کو قبول کرتا ہے جسے وہ اپنی دانست میں برتر، نفع بخش، اہم اور قیمتی سمجھتا ہے اور جسے قبول کرتا ہے اسے تسلیم کرتا ہے اور اس کے مقابلے میں دوسری چیز کو رد کرتا ہے۔

ہم اللہ کے عاجز اور ذلیل، نادان اور جاہل بندوں پر یہ لازم ہے کہ اپنے قول پر، اپنے عمل پر اور اس کی سچائی پر گہری نظر رکھیں کیونکہ بہت سے قول اور عمل ایسے ہیں جو انسان شعوری یا لاشعوری طور پر اپنے ماحول اپنی روایات اپنے حالات کے زیر اثر کہتا ہے اور کرتا ہے مگر وہ سچائی کی روح سے خالی ہوتے ہیں۔

کفر کا سبب

کفر کا اصل سبب اللہ کے اور اللہ کے پیغام کے مقابلے میں، اپنی ذات، اپنے فیصلے، اپنے شعور، اپنی خواہشات، اپنے ارادے اور اپنے اختیار کو برتر جاننا ہے اور برتری بڑائی ہے اور بڑائی تکبر ہے اور تکبر متکبر انسان کرتا ہے اور تکبر ہی تمام روحانی اور بے شمار جسمانی امراض کی بنیاد ہے۔

Marfat.com

کفر کی چند مثالیں

ایک مالک اپنے ملازم کو حکم دیتا ہے کہ اس کام کو اس طرح کرو، پھر کچھ عرصے بعد دوسرا حکم بھیجتا ہے کہ اس کام کو روک دو، اس دوسرے کام کو کرو۔ ملازم کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ پہلے کام کو ترک کردے اور دوسرے کام کو شروع کردے۔ اگر وہ یہ کہتا ہے نہیں میں یہ تو مانتا ہوں کہ یہ میرے مالک کا پیغام ہے مگر میں اس پیغام کو نہیں مانوں گا اور پہلے والا کام ہی کروں گا تو اس ملازم نے اپنے مالک کی خواہش سے انکار کیا اور اس خواہش سے وابستہ مالک کے اختیار اور ارادے سے انکار کیا اور جب مالک کی صفات سے انکار کیا تو گویا اس کے مالک ہونے اور ملازم ہونے سے انکار کیا۔ اور ایک گروہ جو یہ تو مانتا ہے کہ اسلام اللہ کا دین ہے اور پیارے نبیؑ اللہ کے پیغمبر ہیں مگر وہ اللہ کے پیغام کو نہیں مانتا۔ دراصل وہ اپنے آپ کو دھوکا دیتا ہے اور کفر کرتا ہے حالانکہ پہلے آنے والے تمام پیغمبروں نے پیارے نبیؐ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی۔

ایک ماہر مصور تصویر بناتا ہے، ایک دوسرا شخص اس میں اصلاح کرتا ہے، گویا اس میں نقص یا خرابی نکالتا ہے کیونکہ اصلاح تو اسی وقت ممکن ہے جب کوئی نقص یا خرابی موجود ہو، تو جس نے اصلاح کی یا ترمیم کی اس نے گویا خود کو اور اپنے فن کو اس ماہر مصور کے مقابلے میں بہتر اور برتر ثابت کیا اس طرح اپنی بڑائی کو ثابت کیا اور خود کو بڑا ثابت کیا یعنی اپنے تکبر کو ثابت کیا۔ تو وہ تمام لوگ جو اپنے فطری تکبر کے سبب اللہ کے کلام کو، اللہ کے احکامات کو جو اللہ نے خود ان کی بھلائی کے لئے اپنے رسولوں کے ذریعے بھیجے، ان کو بدل ڈالتے ہیں یا اس میں ترمیم کرتے ہیں یا اس کے کچھ حصے چھپاتے ہیں یا اس میں نئی نئی باتیں یا نئی نئی تاویلیں پیدا کرتے ہیں، دراصل کفر کرتے ہیں اور ایسا وہ اپنے تکبر کے سبب کرتے ہیں اور وہ تو خود کو نعوذ باللہ اپنے اللہ تعالیٰ سے برتر اور بہتر ثابت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ تو بے نیاز ہیں اور سب سے بڑے ہیں۔

نافرمانی بھی کفر ہے

نافرمانی دراصل فرمان یا حکم کی تعمیل نہ کرنا ہے، جب بھی کوئی حکم دیا جائے گا تو دو صورتیں

Marfat.com

ہوں گی یا تو حکم کی تعمیل ہوگی یا پھر حکم کی تعمیل نہیں ہوگی - اگر حکم کی تعمیل ہوگی تو اس کی بھی تین صورتیں ہیں، حکم کی تعمیل کرنے والا یا تو فوری طور پر صحیح وقت پر بتائے ہوئے طریقے سے حکم کی تعمیل کرے گا یا پھر کسی جائز عذر کے سبب کچھ دیر بعد حکم کی تعمیل کرے گا یا پھر بغیر عذر کے فطری لاپرواہی کے سبب دیر سے حکم کی تعمیل کرے گا اور جو حکم کی تعمیل نہیں کرے گا تو اس کے بھی تین سبب ہیں، پہلا یہ کہ احساس فرض موجود ہے مگر کسی جائز عذر کے سبب حکم کی تعمیل سے قاصر ہے یا پھر یہ کہ وہ حکم ماننے سے انکار نہیں کرتا لیکن اپنی لاپرواہی کے سبب بغیر کسی عذر کے حکم کی تعمیل نہیں کرتا، تیسرا یہ کہ وہ حکم ماننے ہی سے انکار کردے-

وہ شخص جو اللہ کا حکم ماننے سے انکار کرتا ہے تو وہ کھلا تکبر کرتا ہے اور جو شخص اپنی لاپرواہی کے سبب اللہ کے حکم کی تعمیل نہیں کرتا، وہ بھی یہ جان لے کہ اس کی نافرمانی کی وجہ بھی تکبر ہے- اس لئے کہ لاپرواہی تو اس کے لئے ہے جو پرواہ کئے جانے کے قابل ہی نہیں اور انسان تو اسی کی پرواہ کرتا ہے جس کی بے پرواہی کرنے سے خود اس کی اپنی ذات کو تکلیف یا نقصان پہنچ سکتا ہو اور جب یہ معلوم ہو کہ نافرمانی کی صورت میں حکم دینے والا کوئی نقصان یا تکلیف پہنچا ہی نہیں سکتا، اس میں اپنا حکم منوانے کی طاقت ہی نہیں تو پھر حکم ماننے کی کیا ضرورت ہے- اس طرح وہ اللہ کا اور روز جزا کا انکار کرتا ہے-

اللہ کی نافرمانی کرنے والا جان لے کہ وہ اللہ کی نافرمانی کر کے دراصل اپنے ذاتی اختیار، اپنے شعور، اپنے قبضہ وقدرت اور اپنی طاقت کو اللہ کے مقابلے میں برتر قرار دیتا ہے- اور اللہ تو ہر شے پر قادر ہیں- تمام تعریف، تمام بزرگی اور بڑائی اللہ ہی کے لئے ہے اور کفر تو وہی کرتا ہے جو تکبر کرتا ہے، وہ اپنی غلطی کو تسلیم نہیں کرنا چاہتا، اپنے تکبر کو ختم کر کے عاجزی وانکساری اختیار نہیں کرنا چاہتا، اپنی بڑائی کو قائم رکھنے والے ذاتی، دنیاوی مفادات سے دستبردار ہونا نہیں چاہتا، اپنے ذاتی اختیار، ارادے اور خواہشات کی برتری کو قائم رکھنے کے لئے ہر وہ کام کرتا ہے جس سے اللہ کے اختیار، ارادے اور خواہشات کی نفی ہوتی ہو اور بہت سے لوگ ہیں جو خود کو صاحب ایمان کہتے ہیں، حالانکہ وہ صاحب ایمان نہیں، وہ اللہ کو دھوکا دینے کی کوشش کرتے ہیں لیکن سوائے اپنے، اللہ

Marfat.com

کو دھوکا نہیں دے سکتے۔ نافرمان ہر حال میں اللہ کی صفات کو جھٹلاتا ہے اور جو صفات کو جھٹلاتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی ذات کو جھٹلاتا ہے۔ خواہ قول اور عمل دونوں سے جھٹلائے یا صرف اپنے عمل سے جھٹلائے۔ ایک شخص کہتا ہے کہ اللہ سب سے بڑے ہیں اور اللہ کے کسی حکم کی تعمیل نہیں کرتا یا اپنے دنیاوی کاموں کو اللہ کے حکم پر فوقیت دیتا ہے۔ وہ تو اپنے عمل سے اللہ کے بڑے ہونے کو جھٹلا رہا ہے کیونکہ اگر اس کے نزدیک واقعی اللہ بڑے ہوتے تو بڑے کے کام کو بھی بڑی اہمیت حاصل ہوتی۔ صفات ذات کا حصہ ہوتی ہیں، اس لئے صفات سے انکار ذات سے انکار ہے۔

ممانعت شرک

''(یوسفؑ نے ان دو قیدیوں سے جنہوں نے اپنے خوابوں کی تعبیر پوچھی تھی یہ بھی کہا) اور میں اپنے باپ دادوں (یعنی) ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کے دین پر چلتا رہا ہوں۔ ہم کو شایان نہیں کہ خدا کے ساتھ کسی چیز کو شریک بنائیں۔ یہ (عقیدہ) خدا کا ایک فضل ہے (جو اس نے) ہم پر اور لوگوں پر (کیا ہے)۔ مگر اکثر آدمی (اس کی اس نعمت کا) شکر نہیں کرتے۔ اے یاران مجلس! بھلا (دیکھو تو سہی کہ) جدا جدا معبود اچھے، یا خدائے یگانہ اور زبردست؟ تم لوگ خدا کے سوا نرے ناموں ہی کی پرستش کرتے ہو، جو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے (اپنے دل سے) گھڑ رکھے ہیں۔ خدا نے تو ان (کے معبود ہونے) کی کوئی سند اتاری نہیں (تمام جہان میں) حکومت تو بس ایک اللہ ہی کی ہے (اور) اس نے حکم دیا ہے کہ صرف اسی کی پرستش کرو یہی دین (کا) سیدھا (رستہ) ہے مگر (افسوس) اکثر لوگ نہیں جانتے۔'' (یوسف: ع ۵، پارہ ۱۲)

''یہ ہے اللہ کی رہنمائی، اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے اس طرح کی ہدایت دے۔ اور اگر یہ (پیغمبر) شرک کئے ہوتے تو ان کا (سارا) کیا دھرا ان سے ضائع ہو جاتا۔'' (انعام: ع ۱۰، پارہ ۷)

''(اے پیغمبر!) تمہاری طرف اور ان (پیغمبروں) کی طرف جو تم سے پہلے ہو گزرے ہیں (ایک ایک کی طرف) وحی بھیجی جا چکی ہے کہ اگر تم نے شرک کیا تو ضرور تمہارے (سارے) عمل ضبط ہو جائیں گے اور ضرور تم گھاٹے میں آ جاؤ گے۔'' (الزمر: ع ۷، پارہ ۲۴)

اللہ صاحب جلال وعظمت پاک ہیں، بے عیب ہیں، وحدہ لاشریک ہیں، اپنی ذات اور صفات میں بے مثال ہیں، یکتا ہیں، خالق کائنات ہیں، ہر پوشیدہ اور ظاہر کے جاننے والے ہیں، ہر وقت ہر حال میں، ہر جگہ، ہر چیز کے ظاہر اور باطن سے واقف ہیں۔ کائنات کی اور مخلوقات کی تخلیق میں اور نظام کائنات کے عمل میں خالق کائنات کا کوئی شریک نہیں۔ تمام تخلیقات خالق کائنات کی ملکیت ہیں اور ملکیت استعمال کی جاتی ہے لیکن خالق کی ذات اور صفات میں کبھی بھی شریک نہیں ہوسکتی اور نہ ملکیت خالق کی حقدار ہوسکتی ہے اور نہ ملکیت خالق کی وارث ہوتی ہے۔ ملکیت خالق کائنات کے نظام کائنات کا حصہ تو ہوسکتی ہے مگر منتظم نہیں ہوسکتی۔ ملکیت معمول تو بن سکتی ہے مگر عامل نہیں ہوسکتی۔

خالق کائنات ہر شے کی تخلیق کے اسرار سے واقف ہیں جبکہ مخلوق کی قوت اور اختیار محدود ہوتا ہے۔ وہ ہر معاملے میں خالق کائنات کی محتاج ہے۔ جو خود خالق کائنات کا محتاج ہو، وہ خالق کے حکم کی تعمیل تو کرسکتا ہے لیکن کسی بھی معاملے میں خالق کائنات کا نہ تو شریک ہوسکتا ہے نہ ہمسر ہوسکتا ہے اور جو خود تخلیق کیا گیا وہ خالق کیسے ہوسکتا ہے یا خالق کا شریک کیسے ہوسکتا ہے۔ تخلیق خالق کی ذات وصفات کی خوبی اور صلاحیتوں کا اظہار تو ہوسکتی ہے مگر اپنے خالق کی ذات اور صفات میں، اس کے انتظام میں، اس کی ہمسر یا اس کی شریک نہیں ہوسکتی، خالق کی ذات اور صفات ہمیشہ تخلیق کے شعور سے بہت بلند اور سمجھ میں آنے والی نہیں ہوتیں اور تخلیق ہمیشہ اپنے شعور اور صلاحیتوں کے اعتبار سے اپنے خالق کے مقابل صفر ہوتی ہے۔

اور وہ لوگ جو اللہ کی ذات اور صفات میں کسی کو شریک ٹھہراتے ہیں، ذرا غور کریں وہ کسی بھی چیز پر اپنے ذاتی حق کے مقابلے میں کسی دوسرے کو حق نہیں دیتے۔ حاکم اپنی حکومت میں کسی کو شریک نہیں کرتا، مالک اپنی ملکیت میں کسی کو شریک نہیں کرتا، صاحب اقتدار اپنے اقتدار اور اختیار میں کسی کو شریک نہیں کرتا، وہ شخص جو اس کے ذاتی اختیار اور اقتدار میں شریک ہونا چاہے اس سے دشمنی کرتا ہے اور اسے اپنا دشمن قرار دیتا ہے اور انسان تو ہر چیز کو اپنے لئے دیکھنا چاہتا ہے پھر وہ اللہ کی ذات اور صفات میں دوسروں کو کیوں شریک ٹھہراتے ہیں جبکہ وہ اپنے ذاتی حق میں

Marfat.com

کسی کو شریک نہیں کرنا چاہتے۔

انسان اپنے کسی معاملے میں اگر کسی دوسرے انسان کو شریک کرتا ہے تو گویا اسے اس معاملے میں اپنا حصہ دار بناتا ہے۔ شراکت میں شریک کا حصہ خواہ کتنا ہی کم کیوں نہ ہو، بحیثیت شریک دونوں برابر ہیں۔ اللہ بزرگ و برتر کا معاملہ بالکل جدا ہے، وہ قادر مطلق ہیں، خالق کائنات ہیں، خالق ہمیشہ تخلیق کے شعور سے بہت بلند ہوتا ہے اور اس کے شعور کی رسائی سے بہت دور ہوتا ہے۔ ایک دوسرے کے شریک تو وہ ہو سکتے ہیں جو ایک دوسرے کے برابر ہوں اور ایک دوسرے کے معاملے کو سمجھتے ہوں، کوئی مخلوق کبھی بھی خالق کائنات کی شریک نہیں ہو سکتی اور نہ کبھی خالق کائنات کے برابر ہو سکتی ہے اور نہ برابری کر سکتی ہے۔

جو شخص اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات میں کسی کو شریک کرتا ہے وہ دراصل اللہ کی ملکیت پر، اللہ کی مخلوق پر، اللہ کی وراثت پر، اللہ کی رعایا پر، اللہ کے پروردہ پر دوسرے کو حق دیتا ہے، اختیار دیتا ہے، قبضہ و قدرت دیتا ہے اور اسے اللہ تعالیٰ کے مقابل لا کھڑا کرتا ہے اور اللہ تو وحدہ لاشریک ہیں۔ شرک شک کی پیداوار ہے۔ عقیدۂ توحید پر اور اللہ کی ذات اور صفات پر شک یا بے یقینی ہی شرک کا سبب ہے۔ اور شک یقین کی ضد ہے، شک نفاق، کرید اور دشمنی پیدا کرنے والی چیز ہے۔ شک ہمیشہ انسان کو حقیقت اور سچائی سے دور کر دیتا ہے۔ اس کے ذہن کو، اس کی فکر کو، اس کے حواس کو بے چین، مضطرب اور منتشر کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات اور عقیدۂ توحید کے بارے میں لاعلمی بھی شرک کا ایک سبب ہے۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسان اپنی فطری کاہلی اور آرام طلبی کے سبب اور اپنی دانست میں جنت کے حصول کے لئے بے عملی کا کوئی آسان سا راستہ تلاش کرتا ہے اور شرک کی راہ اختیار کرتا ہے۔ ایسا انسان اپنے وجود کو سہارا دینے کے لئے اور خود اپنے نزدیک اپنی دانست میں اپنا اعتبار قائم کرنے کے لئے، خود فریبی اور جھوٹ کا سہارا لیتا ہے اور حجت کا سہارا لیتا ہے اور خود کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے، اس طرح ایک جھوٹ سے بہت سے جھوٹ اور ایک شک سے بہت سارے شک جنم لیتے ہیں اور یہ سب مل کر ایک بے حقیقت افسانوی رنگ اختیار کر لیتے ہیں۔ ان کا راستہ جھوٹ، شک اور دھوکے کا راستہ ہوتا ہے اور ان کی

منزل جھوٹ، شک اور دھوکے کی منزل ہوتی ہے اور عقیدۂ توحید پر عمل کرنے کے علاوہ کوئی بھی شے انسان کو کفر اور شرک سے نہیں بچا سکتی۔

مشرک کبھی بھی عقیدۂ توحید پر عمل نہیں کرتا۔ مشرک کبھی بھی اللہ کو بلا شرکت غیرے اپنا مالک، اپنا خالق، اپنا پالنے والا، اپنا وارث، اپنا بادشاہ اور اپنا معبود قرار نہیں دیتا۔ اگر وہ یہ سب کچھ قرار دیتا تو پھر شرک نہ کرتا۔ نہ غیر اللہ پر بھروسہ کرتا اور نہ غیر اللہ سے مدد طلب کرتا اور نہ اللہ کے آگے جھوٹا اقرار کرتا کہ اے اللہ تمام تعریفیں آپ ہی کے لئے ہیں، جبکہ اپنے قول اور عمل سے تمام تعریفوں والا اس کو قرار دیتا ہے جس کو وہ اللہ کا شریک قرار دیتا ہے۔

مشرک کبھی بھی اللہ کی بندگی نہیں کرتا اور اگر کہیں کرتا بھی ہے تو وہ اس کی مجبوری، ضرورت یا دکھاوا ہوتی ہے۔ وہ اپنے اندر موجود فکری تکبر، خود پسندی اور احساس برتری کے سبب اللہ کی بندگی نہیں کرتا، اللہ کی بڑائی کو تسلیم نہیں کرتا، اللہ کے سامنے سر جھکانے کو سخت ناپسند کرتا ہے اور آداب بندگی کو بھی اختیار نہیں کرتا، یہی نافرمانی شیطان کی صفت ہے۔

مشرک جن لوگوں کو اللہ کا شریک ٹھہراتا ہے ان میں اور مشرک میں ایک قدر مشترک ہے، وہ یہ کہ سب اللہ کی مخلوق ہیں اور مشرک ہمیشہ ان برگزیدہ اللہ کے بندوں کے نام کو برابری کی سطح پر استعمال کرتا ہے اور لوگوں کو دھوکا دینے کے لئے بطور ڈھال اور بطور آڑ کے استعمال کرتا ہے، وہ ان برگزیدہ ہستیوں سے بھی دھوکا کرتا ہے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ اگر وہ ان برگزیدہ ہستیوں سے سچی محبت، عقیدت اور وابستگی رکھتا اور ان سے وابستہ ہوتا تو پھر ان کے قول و عمل سے، ذات اور صفات سے اور ان کے عقیدۂ توحید سے بھی وابستہ ہوتا اور اپنی وابستگی کے لحاظ سے ان کی راہ پر چل کر اللہ کا فرمانبردار بندہ بنتا۔ مشرک اگر ان برگزیدہ ہستیوں کی ذات کو استعمال کرتا تو پھر وہ ان کے عقیدے، ان کے قول و فعل اور ان کی صفات کو بھی استعمال کرتا۔

مشرک ہمیشہ ایک کام کرتا ہے کہ وہ جس کو اللہ کا شریک ٹھہراتا ہے، اس ہستی کے نام کو اپنی پسند اور مرضی کے مطابق استعمال کرتا ہے اور منافقت، جھوٹ اور دھوکے کی راہ اختیار کرتے ہوئے اس اللہ کی نیک اور برگزیدہ ہستی کی صفات کو، قول و فعل کو اور عقیدے کو اس ہستی کی ذات

Marfat.com

سے الگ کر دیتا ہے- جبکہ یہ تمام چیزیں اس برگزیدہ ہستی کی ذات کا لازمی حصہ ہیں- بزرگان دین شریعت کے، عقیدۂ توحید کے، نماز کے، سخت پابند ہوتے ہیں- کفر اور شرک سے نفرت کرتے ہیں بلکہ ساری زندگی کفر اور شرک کے خلاف جہاد میں مصروف رہتے ہیں- اللہ کے خوف سے روتے رہتے ہیں- اب جو لوگ اس اللہ کی نیک اور برگزیدہ ہستی کے نام کو اس کے عقیدے کے خلاف اور اس کی پسند کے خلاف ایک ایسے عمل میں شریک کرتے ہیں- جس سے وہ زندگی میں سب سے زیادہ نفرت کرتے ہوں اور جس کے خلاف ہمیشہ حالت جہاد میں مصروف رہے ہوں- وہ اس بزرگ ہستی کے نہ تو دوست ہو سکتے ہیں، نہ عقیدت مند ہو سکتے ہیں اور نہ محبت کرنے والے ہو سکتے ہیں، بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مشرک جان بوجھ کر اور شیطان کا آلۂ کار بن کر اس برگزیدہ ہستی کی شخصیت کو، قول اور عمل کو، عقیدے کو اور ان کی تعلیمات کو اور دین کے لئے ان کی خدمات کو اور بحیثیت اللہ کے فرمانبردار بندے کے ان کی ذات کو شرک کی نجاست سے آلودہ کر کے مسخ کرنا چاہتا ہو، مٹانا چاہتا ہو، مشکوک کرنا چاہتا ہو یا ان کے نام کو استعمال کر کے نادان اور جاہل اور سیدھے سادھے لوگوں کا شکار کرنا چاہتا ہو، کچھ بھی ہے، ایک بات طے ہے کہ مشرک سوچ سمجھے طریقے سے گمراہی کے اس کھیل میں ان نیک اور برگزیدہ ہستیوں کے نام کو استعمال کرتا ہے-

اگر کچھ لوگ آپ کے دوست بن کر، آپ کا نام، آپ کی مرضی کے خلاف، کسی ایسے کام یا معاملے میں ملوث کر دیں، جس سے آپ شدید نفرت کرتے ہوں، جو آپ کے عقیدے کے خلاف ہو اور جس سے آپ کا نام دین اور دنیا کے معاملے میں رسوا ہوتا ہو، تو آپ کا ذاتی ردعمل کیا ہوگا؟ اور کیا آپ ایسے لوگوں کو اپنا دوست قرار دیں گے جو آپ کو عزت کے نام پر ذلت دیں، نفع کی جگہ نقصان دیں، دوستی کی جگہ دشمنی کریں؟ اور کیا آپ ان سے محبت کریں گے؟ کیا آپ ان کی مدد کریں گے؟

انسان کے قلب اور شعور میں جیسے ہی اللہ پر کسی غیر اللہ کو یا انسان کی ذاتی برتری اور خواہشات کو غلبہ یا ترجیح حاصل ہوتی ہے، اس کے قلب اور شعور میں اللہ پر اپنے ایمان کی فیڈنگ ختم ہو جاتی ہے اور اللہ سے اس کا تعلق ختم ہو جاتا ہے چونکہ دین کا ہر تعلق یا رشتہ اللہ سے تعلق پر قائم

ہے اس لئے وہ دین کے ہر تعلق سے باہر ہو جاتا ہے گویا اللہ کی بندگی سے باہر نکل کر وہ ہر چیز سے باہر نکل جاتا ہے۔ اب جب تک کہ وہ اللہ کے حضور توبہ و استغفار نہ کرے اور اللہ پر ایمان نہ لائے وہ اللہ کی بندگی کے دائرے میں داخل نہیں ہوتا، اسی لئے اللہ کی نیک اور برگزیدہ ہستیاں دن میں بے شمار بار توبہ اور استغفار کرتی ہیں اور اللہ پر اپنے ایمان کا اعادہ کرتی رہتی ہیں اور ہر وقت دل میں اور زبان سے یہ کہتی رہتی ہیں کہ ''نہیں ہے کوئی معبود ہمارا سوائے اللہ کے اور اے اللہ آپ سب سے بڑے ہیں اور پاک و بے عیب ہیں اور تمام تعریفوں والے ہیں۔''

اللہ کا خوف الگ چیز ہے اور اللہ پر ایمان لانا الگ چیز ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''یہ (کتاب) ہدایت ہے اللہ سے ڈرنے والے کے لئے، جو ایمان لاتے ہیں غیب پر۔'' اللہ پر ایمان لانے کے بعد اللہ کا یہ خوف ایمان کا ایک اہم ستون بن جاتا ہے اور اللہ کی اطاعت گزاری کی راہ میں قدموں کو جمائے رکھتا ہے۔ ایک شخص ساری زندگی اپنے قلب و شعور کو ناپاکیوں کا احساس دیتا ہے یا فیڈ نگ کرتا ہے، پھر جب وہ اللہ پر ایمان لا کر بندگی کی راہ میں آگے بڑھتا ہے اور اپنے قلب و شعور کو پاکی کی فیڈ نگ کرتا ہے تو انسانی قلب اور شعور میں پہلے سے موجود ناپاکیاں ابھر ابھر کر سامنے آتی ہیں۔ انسان کو چاہئے کہ وہ حوصلہ نہ ہارے بلکہ اپنی کوشش جاری رکھے اور ہمیشہ جاری رکھے۔ ایک وقت ایسا آئے گا کہ پاکیوں کی فیڈ نگ قلب و شعور میں پہلے سے موجود ناپاکیوں کی فیڈ نگ کو مٹا دے گی اور ناپاکیوں پر غلبہ پالے گی اور اللہ کو تو ہر چیز کا علم ہے۔

ناپاکیوں کے احساس کو یا فیڈ نگ کو قلب و شعور سے ختم کرنے کے لئے توبہ اور استغفار ایک بہترین اور موثر ہتھیار ہے۔ روزانہ تنہائی میں بیٹھ کر اللہ کے حضور آہ و زاری کے ساتھ رو کر اور گڑگڑا کر اپنے اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگے کہ اللہ کے سوا بندوں کے گناہوں کو معاف کرنے والا اور کوئی نہیں ہے۔ اللہ کا خوف مزید ناپاکیوں سے بچاتا ہے۔ توبہ اور استغفار ان ناپاکیوں کو دھو دیتے ہیں۔ ذکر و فکر، حمد اور تسبیح جہاں ان ناپاکیوں کو مٹاتے ہیں، وہیں وہ پاکیوں کو انسان کے قلب اور شعور میں داخل کرتے ہیں۔ قلب و شعور میں پاکیوں کی فصل لگانے کے لئے، قلب و شعور کی زمین کو عجز سے نرم کرنا ضروری ہے۔ انسان اللہ کی نشانیوں پر کیوں غور نہیں کرتا،

Marfat.com

ایک انسان یہ جانتے ہوئے بھی کہ سب کچھ چھوڑ کر دنیا سے خالی ہاتھ جانا ہے، وہ دنیا کو کمانے کے لئے سردھڑ کی بازی لگا دیتا ہے اور دنیا کو دنیا میں چھوڑ جاتا ہے۔ جب ایک انسان عارضی دولت اور عارضی سکون کو حاصل کرنے کے لئے ساری زندگی بے سکونی میں گزارتا ہے تو پھر ابدی دولت اور ابدی سکون حاصل کرنے کے لئے انسان کو کیا کچھ نہیں کرنا پڑے گا۔ اسے اس کام کے لئے دنیا کے جہنم پر بنے ہوئے پل صراط پر سے گزرنا ہے اور جس کے پاس جتنا زیادہ اللہ کا عطا کیا ہوا ایمان کا نور ہے اس کے لئے اس پل صراط کو عبور کرنا اتنا ہی آسان ہے۔

Marfat.com

باب نہم

صلوٰۃ

''اور نماز پڑھا کرو اور زکوٰۃ دیا کرو- اور جولوگ (ہمارے حضور میں بوقت ادائے نماز) جھکتے ہیں ان کے ساتھ تم بھی جھکا کرو- کیا تم (دوسرے) لوگوں سے نیکی کرنے کو کہتے ہو اور اپنی خبر نہیں لیتے حالانکہ تم کتاب (الٰہی بھی) پڑھتے رہتے ہو؟ کیا تم اتنی بات بھی نہیں سمجھتے؟ اور مصیبت کی برداشت کے لئے صبر اور نماز کا سہارا پکڑو- اور البتہ نماز شاق ہے مگر ان پر (نہیں) جو خاکسار ہیں (اور) جو یہ خیال (پیش نظر) رکھتے ہیں کہ وہ (آخر کار) اپنے پروردگار سے ملنے والے اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں-'' (بقرہ: ع ۵، پارہ ۱)

بے نمازی متکبر ہوتا ہے اور روز قیامت پر یقین نہیں رکھتا

نماز دین کا ستون ہے اور ستون نہیں تو عمارت نہیں- نماز جنت کی کنجی ہے- بغیر کنجی کے جنت میں داخلہ ممکن نہیں- نماز مومن کی معراج ہے، نماز فرض ہے یعنی ایسا حکم ہے جس کا کرنا لازمی ہے- امتحان میں لازمی مضمون بھی ہوتا ہے جس میں امتحان نہ دینے والا یا پرچے میں فیل ہونے والا پورے امتحان میں ناکام قرار دیا جاتا ہے- ہاں نماز دشوار ہے مگر ان لوگوں کے لئے نہیں جو عاجزی رکھتے ہیں اور یہ خیال پیش نظر رکھتے ہیں کہ وہ اپنے پروردگار سے ملنے والے ہیں، جو عاجزی نہیں رکھتا ہے تو پھر وہ تکبر رکھتا ہے اور تکبر ایمان کی ضد ہے اور جس کو اللہ سے ملنے کا خیال نہیں وہ دراصل موت کے بعد کی زندگی پر اور قیامت پر یقین نہیں رکھتا- تکبر اور ایمان ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے اور جس کا قیامت پر ایمان نہیں اس کا اللہ پر ایمان نہیں، ہم سب پر لازم ہے کے عاجزی اختیار کریں اور اللہ سے توبہ اور استغفار کریں اور نماز قائم کریں اور جو چیز قائم کی جاتی ہے

ہمیشہ کے لئے قائم کی جاتی ہے اور مضبوط بنیادوں پر اور بہترین اجزاء کے ساتھ قائم کی جاتی ہے پھر بہترین فنشنگ کے ساتھ اسے سجایا اور سنوارا جاتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ سعادت بخشی ہے کہ ہم کو مسلمان گھرانے میں پیدا کیا۔

نماز دل کا چین اور سکون ہے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''بے شک انسان بڑا بے صبرا پیدا کیا گیا ہے، جب اسے کوئی برائی پہنچتی ہے تو واویلا کرتا ہے اور جب کوئی بھلائی پہنچتی ہے تو ہاتھ روک لیتا ہے۔ البتہ (ان فطری برائیوں سے) وہ مصلی مستثنیٰ ہیں جو اپنی صلوٰۃ پر مداومت کرتے ہیں یعنی ہمیشہ پڑھتے ہیں۔'' (معارج)

انسان کو پیدا ہی بے صبرا کیا گیا ہے، اس کی اس بے صبری، بے قراری، اضطراب، بے چینی کا سبب اس کی فطرت میں موجود جبلتیں ہیں۔ یہ جبلتیں احساس ذلت، محتاجی، خوف اور ناپاکی ہیں۔ جو چیز ہے تو اسے خرچ کرنا ہے، جو خرابی ہے اسے نکالنا ہے، اب اس احساس ذلت کو خرچ کرنے کے لئے اسے اپنے بزرگی والے، بڑائی والے، عالی شان، عظیم الشان اور زبردست بادشاہ کے حضور اور اپنے پالنے والے کے حضور، خود کو انتہائی حقیر اور ذلیل قرار دے کر خود کو اللہ کی بزرگی والی بڑائی والی ذات سے وابستہ کرنا ہے۔ اسی طرح خود کو اپنے پروردگار کا محتاج قرار دے کر محتاجی کے احساس سے نجات پانا ہے۔ اب خود کو زمینوں اور آسمانوں کے پاک و بے عیب بادشاہ کی عزت، عظمت، ہیبت، قدرت، بڑائی، بزرگی، اختیار، دبدبے اور زبردست قوت اور غلبے کا یقین دلا کر اپنے اس خوف کی جگہ اللہ تعالیٰ کے خوف کو جگہ دینا ہے۔ اب مسئلہ رہا ناپاکی کا تو ناپاکی کی جگہ پاکی کو دینا ہے اور اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ پاک و بے عیب اللہ کی پسند کو تلاش کرے اور اسے اختیار کرے اور ناپسند سے دور رہے۔ نماز میں یہ ساری خوبیاں موجود ہیں۔ اس میں عظمت الٰہی کا ادراک بھی ملتا ہے۔ اس میں نمازی بار بار اپنے اللہ تعالیٰ کے حضور اپنے ایمان کا، اللہ تعالیٰ کی بزرگی، بڑائی اور پاکی کا اور اپنی اطاعت گزاری فرمانبرداری، شکر گزاری، امانتداری کا اقرار کرتا ہے اور اپنے قول اور فعل کے ذریعے اپنے باطن کو بار بار اللہ تعالیٰ کی تمام

تعریفوں والی پاک و بے عیب وحدہ لاشریک ذات اور صفات کی فیڈنگ کرتا ہے یا اسے اپنی فطرت میں داخل کرتا ہے یا اپنے شعور میں بساتا ہے اور لاشعوری طور پر ایک اطاعت گزار کی حیثیت سے اپنے لئے اس رنگ کو اختیار کرتا ہے اور بندگی کے لئے ضروری تمام پاک و بے عیب اوصاف حاصل کرتا ہے، جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''اور میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں۔'' اور یقیناً یہ نائب ایسا اطاعت گزار ہوگا جو صرف اور صرف اللہ کی رضا میں اللہ کے لئے حکم دینے والا ہوگا۔ نمازی کے لئے یہ جاننا ضروری ہے کہ وہ حالت بندگی میں یا نماز میں اپنے اللہ سے کیا کہہ رہا ہے اور کیسے کیسے اقرار کررہا ہے۔

جس نے نمازوں کی حفاظت نہ کی اس کے لئے قیامت کے دن نہ نور ہوگا اور نہ نجات ہوگی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

''جس شخص نے نمازوں کی مستقل اور مسلسل طور پر یکے بعد دیگرے حفاظت کی اس کے لئے قیامت کے دن نور و برہان اور نجات ہوگی اور جس نے نمازوں کی مستقل اور مسلسل طور پر یکے بعد دیگرے حفاظت نہ کی تو اس کے لئے قیامت کے دن نہ نور ہوگا نہ برہان اور نہ نجات۔ وہ قیامت کے دن قارون، فرعون اور ہامان اور ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا۔'' (مسند احمد عن عبداللہ بن عمروؓ۔ رجالہ ثقات)

سجدہ کی حالت میں انسان اپنے تمام اعضاء کو اور اپنے تمام حواس کو، اور اپنی تمام قوتوں کو باندھ کر اور بے اختیار بنا کر، اور اللہ ہی کو اپنا پالنے والا قرار دے کر اللہ کے قدموں میں اپنے وجود کو ڈال دیتا ہے اور اپنے وجود کو مکمل طور پر اللہ کے سپرد کردیتا ہے۔ اب جو چیز اللہ کو دے دی گئی، اس پر انسان کا کوئی ذاتی اختیار، ارادہ اور قبضہ وقدرت باقی نہیں رہتا اور نہ اس چیز پر کسی دوسرے کو کوئی حق دیا جاسکتا ہے۔ قسم ہے وحدہ لاشریک اللہ کی جس کے قبضہ وقدرت میں ہماری جانیں ہیں کہ جس مسلمان نے اپنی زندگی میں ایک سجدہ دل کی سچائی کے ساتھ اور سجدہ کی حقیقت کو سمجھتے ہوئے اپنے اللہ کے حضور کرلیا، وہ تمام عمر نہ تو نماز کو ترک کرسکتا ہے، نہ اللہ کی نافرمانی کرسکتا ہے نہ کفر اور شرک کرسکتا ہے۔

Marfat.com

نماز کی حفاظت کرنے والے جنت کے وارث ہوں گے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''نمازوں کی حفاظت کرو۔'' (البقرہ:۲۳۸)

''وہ مومن فلاح پائیں گے جو اپنی نمازوں کی مستقل طور پر یکے بعد دیگرے حفاظت کرتے ہیں یہی لوگ جنت الفردوس کے وارث ہوں گے اور اس میں ہمیشہ رہیں گے۔'' (مومن:۹ تا ۱۱)

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''مصلی تو درحقیقت وہ ہیں جو اپنی صلوٰۃ کی مستقل طور پر یکے بعد دیگرے حفاظت کرتے ہیں۔ ایسے ہی لوگ جنت میں عزت سے رہیں گے۔'' (معارج:۳۴ و ۳۵)

پانچ وقت کی نمازوں کا حکم اور اوقات

''(مسلمانو) تمام نمازوں کا (عموماً) اور بیچ کے نماز کا (خصوصاً) تقید رکھو۔ اور (نماز میں) اللہ کے آگے ادب سے کھڑے ہو۔'' (بقرہ: ع ۳۱، پارہ ۲)

''(اے پیغمبر) دن کے دونوں سرے (یعنی صبح اور شام) اور اوائل شب نماز پڑھا کرو، کیونکہ نیکیاں گناہوں کو دور کر دیتی ہیں۔ جو لوگ (ذکر الٰہی) کرنے والے ہیں ان کے حق میں (ہمارا فرمانا ایک طرح کی) یاددہانی ہے۔'' (ہود: ع ۱۰، پارہ ۱۱)

''(اے پیغمبر) آفتاب کے ڈھلنے سے رات کے اندھیرے تک (ظہر، عصر، مغرب، عشاء کی) نمازیں پڑھو، اور نمازِ صبح (بھی) کیونکہ نمازِ صبح کا وقت نور ظہور کا وقت ہے۔'' (بنی اسرائیل: ع ۹، پارہ ۱۵)

''پس جس وقت تم لوگوں کو شام ہو، اور جس وقت تم کو صبح ہو، اللہ کی تسبیح (وتقدیس) کرو۔ اور آسمانوں اور زمین میں وہی اللہ تعریف کے لائق ہے۔ اور (نیز) تیسرے پہر۔ اور جب تم

Marfat.com

لوگوں کو دو پہر ہو (اللہ کی تسبیح و تقدیس کرو)۔'' (الروم : ع ۲، پارہ ۲۱)

تارک الصلوٰۃ واجب القتل ہے

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ واسلم نے کچھ مال تقسیم کیا- ایک (منافق) شخص نے اس تقسیم پر اعتراض کیا- حضرت خالد بن ولیدؓ نے عرض کیا'' اے اللہ کے رسولؐ، میں اس کو قتل نہ کر دوں؟'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نہیں شاید وہ نماز پڑھتا ہو-'' (صحیح بخاری، کتاب المغازی باب بعث علیؓ و صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ ذکر الخوارج)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

'' تمہارے بہترین حکمراں وہ ہیں جن سے تم محبت کرو اور وہ تم سے محبت کریں، تم ان کے لئے دعا کرو اور وہ تمہارے لئے دعا کریں- اور تمہارے بدترین حکمراں وہ ہیں جن سے تم بغض رکھو اور وہ تم سے بغض رکھیں- تم ان پر لعنت کرو اور وہ تم پر لعنت کریں-'' صحابہؓ نے عرض کیا'' اے اللہ کے رسولؐ، کیا ہم ایسی حالت میں انہیں تلوار سے نہ ہٹا دیں- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'' نہیں جب تک وہ تمہارے درمیان صلوٰۃ کو قائم رکھیں- نہیں، جب تک وہ تمہارے درمیان صلوٰۃ کو قائم رکھیں-'' (صحیح مسلم کتاب الامارۃ)

وہ شخص جو نماز کی فرضیت سے انکار کرتے ہوئے نماز ترک کرتا ہے، واجب القتل ہے- اس حکم میں کہیں کوئی اختلاف نہیں ہے، دوسرا حکم یہ ہے کہ ایک شخص نماز کی فرضیت سے تو انکار نہیں کرتا لیکن سستی، کاہلی اور لاپرواہی کے سبب نماز ترک کرتا ہے تو ایسے شخص کو نماز کے لئے بلایا جائے اور اگر وہ بلانے پر بھی نہ آئے اور نماز کا وقت تنگ ہو جائے تو اس کو گرفتار کیا جائے اور تین دن تک توبہ کرائی جائے، اگر وہ توبہ کر لے اور نماز شروع کر دے تو ٹھیک ہے ورنہ شادی شدہ زانی کی طرح اسے قتل کر دیا جائے کیونکہ ایسی صورت میں وہ مرتد ہوتا ہے- امام احمدؒ کہتے ہیں کہ صرف اس تارک صلوٰۃ کا قتل واجب ہے جو سستی سے تین دن کی نمازیں ترک کر دے اور چوتھے دن بھی نماز میں نہ آئے- حضرت امام مالکؒ کے نزدیک ایسے شخص کی نماز جنازہ نہ پڑھائی جائے اور اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ کیا جائے اور اس کا مال واسباب ضبط کر لیا جائے- حضرت

Marfat.com

امام شافعیؒ اور حضرت امام احمد بن حنبلؒ کا اختلاف صرف اتنا ہے کہ مال واسباب اس کے وارثوں میں تقسیم کر دیا جائے اور حضرت امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں تارک صلوٰۃ کو قتل نہ کیا جائے بلکہ قید میں رکھا جائے یا تو وہ توبہ کرے اور نماز پڑھے ورنہ قید ہی میں رہے اور قید ہی میں مر جائے اور اس کی بھی نماز جنازہ نہیں ہوگی اور اسے بھی مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہیں کیا جائے گا۔ ایسے شخص کا قتل حد شرع کی وجہ سے ہوگا، اس کے کفر کی وجہ سے نہیں۔

تارک الصلوٰۃ کافر ہے یا نہیں یہ ایک اہم مسئلہ ہے۔ اس بارے میں اللہ کے رسولؐ نے فرمایا کہ ''کافر اور مسلمان میں نماز کا فرق ہے۔'' دوسری جگہ فرمایا ''ہمارے اور تمہارے درمیان صرف نماز کا فرق ہے، جو آدمی نماز کو ترک کرتا ہے وہ کافر ہے۔'' حضرت جعفر بن محمد نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ رسولؐ اللہ نے ایک شخص کو اس طرح جلدی جلدی نماز پڑھتے دیکھ کر، جیسے کوا دانہ چگتا ہے، فرمایا کہ ''اگر یہ آدمی اس حالت میں مر گیا تو یہ دین محمدی سے باہر مرے گا۔''

ایک جگہ اللہ کے رسولؐ نے فرمایا کہ ''نماز دین کا رکن ہے، جس نے اس کو ترک کیا اس نے دین کو مسمار کیا۔'' ایک اور جگہ آپ نے فرمایا کہ ''جس نے نماز کو جان بوجھ کر چھوڑا وہ کافر ہو گیا۔'' ایک اور جگہ آپ نے فرمایا کہ ''جس شخص نے جان بوجھ کر نماز چھوڑ دی وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمے سے نکل گیا۔''

بات جب خرابی پیدا کرنے کی ہے تو عام انسان اگر مکھی چائے میں گر جائے تو مکھی سمیت چائے کو پھینک دیتا ہے یا کم از کم مکھی کو باہر نکال کر پھینک دیتا ہے۔ ماں باپ باغی اولاد کو عاق کر دیتے ہیں، جس مشین کا کوئی پرزہ ناقابل اصلاح ہو تو مشین کو خرابی سے بچانے کے لئے وہ پرزہ پھینک دیتے ہیں، جن کیڑوں سے نقصان پہنچتا ہے، وہ کیڑے دواؤں سے مار ڈالے جاتے ہیں۔ درخت کی شاخ بیمار ہو تو اس کو کاٹ کر پھینک دیتے ہیں، پورے جسم کو خرابی سے بچانے کے لئے خراب عضو کو کاٹ دیا جاتا ہے۔

''کیا تو نے اس شخص کو دیکھا جو روز جزا کو جھٹلاتا ہے، یہ وہی ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے اور مسکین کو کھانا کھلانے کے لئے ترغیب نہیں دیتا۔ تو ایسے نمازیوں کے لئے ہلاکت ہے جو نماز سے

Marfat.com

غافل ہیں، جو ریا کاری کرتے ہیں اور عام استعمال کی چیزیں مانگے نہیں دیتے۔''

جو لوگ اپنی نمازوں سے غافل ہیں ان کے لئے ہلاکت ہے۔ ابن عباسؓ نے اس آیت کی تفسیر یوں بیان کی ہے کہ ''اس سے مراد وہ نمازی ہیں جو نماز کو ترک نہیں کرتے مگر نماز پڑھنے میں تاخیر کرتے ہیں۔'' اور حضرت سعدؓ نے اللہ کے رسولؐ سے ''ھم عن صلاتھم'' کے معنی پوچھے تو اللہ کے رسولؐ نے فرمایا ''اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو نماز میں وقفہ کرتے ہیں۔ یا توقف کرتے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

''ان (نیک) لوگوں کے بعد ایسے ناخلف لوگ پیدا ہوئے جنہوں نے صلوٰۃ کو ضائع کر دیا اور (اپنی) خواہشات کی پیروی کرنے لگے، ایسے لوگ عنقریب دوزخ میں داخل ہوں گے، مگر جن لوگوں نے توبہ کی، ایمان لائے اور نیک عمل کئے تو ایسے لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان پر کچھ بھی ظلم نہ ہوگا، (مریم: ع ۵۹، پارہ ۱۶)

آیاتِ بالا سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ترکِ صلوٰۃ اور اتباعِ شہوات کفر ہے، ورنہ یہ کہنے کی کیا ضرورت تھی کہ ''جو لوگ ایمان لائے۔''

جس نماز کے لئے اللہ کے رسولؐ خود اپنے ٹخنوں کو تکلیف دیا کرتے تھے وہ ایک عام امتی پر کس طرح معاف ہو سکتی ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ سے مغفرت کا وعدہ فرما لیا تھا۔ اوپر دی گئی آیت میں ایسے لوگوں کے لئے نصیحت ہے جو یہ کہتے ہیں کہ ہم مسلمان ماں باپ کے گھر پیدا ہوئے ہیں، اس لئے جنت ہمارا حق ہے اور ہماری شفاعت تو اللہ کے رسولؐ فرمائیں گے اور اللہ کے رسولؐ نے فرمایا ''دین میں جو سب سے پہلی چیز گم ہوگی وہ امانت ہے اور جو آخری چیز گم ہوگی وہ نماز ہے اور جس نے نماز کو ضائع کیا۔ اس نے اپنے ایمان کو ضائع کیا، اور اس کے لئے نہ دین باقی رہا اور نہ اسلام۔'' نماز کشف بھی ہے، مراقبہ بھی ہے اور نور بھی ہے۔ اوپر دی گئی آیت میں یہ کہا گیا ہے کہ مسلمان گھرانوں میں ایسے لوگ (نیک لوگوں کی اولادیں) پیدا ہوئے جنہوں نے نماز کو ضائع کر دیا اور اپنی خواہشات کی پیروی کرنے لگے، یہ لوگ دوزخ میں داخل ہوں گے سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے توبہ کی اور ایمان لائے۔ اس میں اس بات کی کھلی وضاحت موجود ہے

Marfat.com

کہ توبہ کے بعد اللہ پر ایمان لانا ضروری ہے- یہ حکم بے نمازی مسلمانوں کے لئے ہے کیونکہ بے نمازی کا ایمان مشکوک ہوتا ہے-

نماز کی اہم باطنی شرائط

چل اللہ کے حضور میں حاضری دینے کھڑا ہو، تو سب سے پہلے تو اللہ اکبر کہہ کر یہ اقرار کرتا ہے کہ اللہ سب سے بڑے ہیں- اب اپنے زبردست بادشاہ کے حضور ہاتھ باندھ کر ادب سے کھڑا ہوتا ہے، کیا تو جانتا ہے کہ ہاتھ باندھنے کا مطلب کیا ہے، اس کا مطلب ہے کہ جس کے ہاتھ بندھے ہوں وہ بے اختیار اور مجبور ہوتا ہے، تو نے دراصل خود کو زبردست بادشاہ کے حضور اور اپنے پالنے والے کے حضور عملاً بے اختیار، مجبور اور بے بس بنا کر پیش کیا ہے- جو اپنے اللہ کی فرماں برداری اور اپنے اللہ سے وفاداری میں اپنا سب کچھ اپنے اللہ کے سپرد کر دیتا ہے- اور اس طرح عملاً اپنی ذات پر اللہ تعالیٰ کے اختیار اور قبضہ وقدرت کو اور بڑائی کو اور احسان کو تسلیم کیا- اب تو رکوع میں جاتا ہے اور اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنے پیروں کو باندھتا ہے اور ایسی شکل میں کھڑا ہوتا ہے جو بے بسی اور بے اختیاری کی اور عاجزی کی انتہائی شکل ہے تو جانتا ہے کہ رکوع کی حالت میں دونوں ہاتھ اور پاؤں کے بندھ جانے کا کیا مطلب ہے، اس کا مطلب ہے کہ اے اللہ میرا نفع اور میرا نقصان کوئی شے بھی میرے اختیار میں نہیں سوائے اس کے کہ جو کچھ میرے پاک و بے عیب پالنے والے نے مجھ کو عطا کر دیا، پھر تو سجدے کی حالت پر غور کر کہ سر جو جسم میں سردار ہے، عظیم الشان اللہ کے قدموں میں رکھ کر تو عملاً اپنے عاجز، ذلیل، حقیر اور کمتر ہونے کا اور اپنے بے اختیار اور محتاج ہونے کا اقرار کرتا ہے اور حالت نماز میں نظروں کو نیچے رکھ کر عملاً یہ اقرار کرتا ہے کہ عظمت الٰہی کے جلال اور دبدبے کے سبب نظریں اٹھانے کی طاقت نہیں ہے- ان تمام کیفیات کے اظہار کا مقصد یہ ہے کہ نماز کی شرائط آسانی سے سمجھ میں آ جائیں کیونکہ جس نے اپنے پورے وجود کو اور حواس کو اور قوتوں کو بے اختیار بنا کر اپنے اللہ کے حوالے کر دیا اگر اس کے اس عمل میں سچائی ہے تو وہ نہ اللہ کی نافرمانی کر سکتا ہے، نہ کفر کر سکتا ہے، نہ شرک کر سکتا ہے اور نہ غیر اللہ کو اللہ پر ترجیح دے سکتا ہے، نہ غیر اللہ کا ہو سکتا ہے، نہ غیر اللہ سے مدد طلب کر سکتا ہے، نہ غیر اللہ پر بھروسہ کر سکتا ہے،

جب ایک چیز اس نے اللہ کے حوالے کردی تو اس پر کسی غیر اللہ کو کوئی حق دے ہی نہیں سکتا۔

نمازی کی ظاہری شرائط سے ہر مسلمان واقف ہے اس لئے یہاں صرف نماز کی باطنی شرائط کا ذکر کریں گے کیونکہ روح کے بغیر انسان مردہ ہے اور مردہ جلد خراب ہو جاتا ہے، نماز کی اپنی ایک روح ہے۔

۱۔ ہر نماز کو اپنی زندگی کی آخری نماز سمجھ کر پڑھو۔

۲۔ جب تم نماز پڑھو تو اس یقین کے ساتھ کہ تم اللہ کو دیکھ رہے ہو ورنہ کم از کم یہ ضرور خیال کرو کہ اللہ تمہیں دیکھ رہا ہے، یہ ایسا ہی ہے کہ ایک شخص، جس کی بادشاہ کے دربار میں رسائی ہو اور جو بادشاہ کے رعب سے واقف ہو، وہ بادشاہ کے کسی معمولی کارندے کے رعب سے متاثر نہیں ہوتا اور عظمت الٰہی کی سمجھ مومن کی نگاہ میں دنیا اور اہل دنیا کو حقیر بنا دیتی ہے، اس یقین میں تین چیزیں شامل ہیں، خشیت (عاجزی)، ہیبت (دبدبہ) اور تقویٰ (اللہ کا خوف)۔

۳۔ نماز اللہ تعالیٰ سے گفتگو ہے۔ اس میں بندے کے اقرار ہیں اور عہد ہیں اور ایمان کا اعادہ ہے، تو کم از کم نمازی کو سورۃ فاتحہ اور تمام تسبیحات اور التحیات اور درود کے معنی ضرور معلوم ہونے چاہئیں تاکہ اسے نماز میں یہ معلوم ہو کہ وہ اپنے اللہ تعالیٰ سے کیا کہہ رہا ہے۔

۴۔ نماز میں رجا لازمی ہے جس کے معنی ہیں اللہ کی رحمت کا امیدوار ہونا۔

۵۔ ایفائے عہد کرنا یعنی اللہ تعالیٰ سے نماز میں کئے گئے اپنے تمام اقرار اور عہد کو پورا کرنا۔

۶۔ نماز میں انابت اور رجوع لازمی ہیں جس کے معنی ہیں اللہ ہی کی عبادت کرنا، اللہ ہی پر بھروسہ کرنا اور اللہ ہی سے مدد چاہنا اور اللہ ہی سے رجوع کرنا، اللہ ہی کی فرمانبرداری کرنا اور ادب اور احترام سے پوری توجہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے گفتگو کرنا۔

۷۔ استعانت، اس کے معنی ہیں اللہ ہی پر بھروسہ کرنا کہ اللہ کے سوا نہ کوئی کسی کو نفع پہنچا سکتا ہے اور نہ نقصان اور ہر چیز اللہ ہی کے قبضۂ قدرت میں ہے۔

۸۔ خشوع و خضوع، اللہ کے حضور عاجزی اور انکساری کے ساتھ متوجہ رہنا ہے۔

۹۔ تضرع اور عجز، اللہ کے حضور عاجزی کے ساتھ چپکے چپکے رو کر گڑگڑا کر دعا کرنا ہے۔

Marfat.com

۱۰- اللہ کی عظمت بزرگی اور بڑائی کا خیال رکھنا اور اس سے متاثر ہونا ضروری ہے۔

۱۱- استقامت- ثابت قدمی کے ساتھ اپنے اللہ کی عبادت کرنا ہے۔

۱۲- اپنے اللہ پر کامل بھروسہ کرنا ضروری ہے۔

۱۳- تسلیم و رضا- اللہ تعالیٰ کی رضا میں خوش رہنا ہے۔

۱۴- استعاذہ- اللہ تعالیٰ سے اپنے لئے پناہ طلب کرنا ہے۔

۱۵- توبہ واستغفار- گڑگڑا کر اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگنا ہے۔

انسان جب نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو سب سے پہلے اپنی سماعت، اپنی بصارت، اپنے ہاتھ اور اپنے پاؤں کی بندش کرتا ہے- پھر حالت بندگی میں اللہ کے حضور کھڑا ہوتا ہے، پھر حالت رکوع میں اللہ کے حضور اپنے اعضاء کی بندش کے ساتھ آدھا جھکتا ہے، تیسرے مرحلے میں اپنے پورے وجود کو اپنے اللہ کے قدموں میں ڈھیر کر دیتا ہے، پہلے مرحلے میں اللہ کو تمام تعریفوں والا، سب جہانوں کا پالنے والا، بڑا مہربان نہایت رحم والا قرار دیتا ہے، دوسرے مرحلے میں حالت رکوع میں اپنا پاک و بے عیب عظیم الشان پالنے والا قرار دیتا ہے اور تیسرے مرحلے میں اللہ کو اپنا پاک و بے عیب، عالی شان پالنے والا قرار دیتے ہوئے جذبہ احسان مندی، شکر گزاری، وفاداری اور بندگی میں اپنے وجود کو اور اپنی ہر ہر چیز کو اللہ کے قدموں میں ڈال کر، اپنے اللہ کے حوالے کر دیتا ہے۔ پہلا عمل حالت بندگی میں داخل ہونا، دوسرا مرحلہ رکوع، بندگی کی نصف منزل کو طے کرنا ہے اور تیسرا مرحلہ سجدہ مکمل بندگی ہے۔

پہلا مرحلہ عام بندوں کے لئے ہے، دوسرا مرحلہ خاص بندوں کے لئے ہے اور تیسرا مرحلہ خاص الخاص بندوں کے لئے- بعض بندے ایسے بھی ہیں جو اللہ کے حضور کھڑے ہوتے ہیں مگر وہ بندگی کے پہلے مرحلے میں بھی داخل نہیں ہوتے، کچھ ایسے ہیں جو صرف پہلے مرحلے تک ہی رہ جاتے ہیں، بعض دوسرے مرحلے میں رہتے ہیں اور بعض تیسرے مرحلے میں داخل ہو جاتے ہیں۔ دراصل قول اور عمل کی قدر و قیمت، اس کا اثر، اس کی اہمیت جذبے کی سچائی یا اخلاص سے ہے، اخلاص کے بغیر قول اور عمل کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

Marfat.com

خشیت و رہبت وتقویٰ

قرآن نصیحت ہے، ان پرہیز گاروں کے لئے جو بے دیکھے اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں اور روز قیامت سے بھی ڈرتے ہیں۔

''اور ہم نے موسیٰ اور ہارون کو (حق و باطل میں فرق کرنے والی (کتاب یعنی تورات) دی اور (راہ راست دکھانے کے لئے) روشنی، اور (سمجھانے کے لئے ایک) نصیحت (نامہ۔ مگر) ان ہی پرہیز گاروں کے لئے جو بے دیکھے اپنے پروردگار کا خوف مانتے اور وہ (روز) قیامت سے بھی ڈرتے ہیں۔'' (انبیاء: ع۴، پارہ ۱۷)

''اور لوگو! خدا نے حکم دیا ہے کہ دو دو معبود نہ ٹھہراؤ۔ بس وہی (خدا) ایک معبود ہے، تو صرف ہمارا ہی خوف رکھو۔'' (النحل: ع۷، پارہ ۱۴)

جنت اس کا ٹھکانہ ہے جو اپنے پروردگار کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرا اور اپنے نفس کو خواہشات سے روکتا رہا:

''اور وہ اپنے پروردگار کے حضور میں (جواب دہی کے لئے) کھڑے ہونے سے ڈرا اور اپنے نفس کو خواہشوں سے روکتا رہا، تو (اس کا) ٹھکانا بس بہشت ہے۔'' (النازعات: ع۲، پارہ ۳۰)

''مسلمانو! اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے، اور اسلام ہی پر مرنا۔'' (آل عمران: ع۱۱، پارہ ۴)

''مسلمانو! جن لوگوں کو تم سے پہلے کتاب ملی تھی، ان سے اور تم سے ہم نے بتاکید یہی کہہ رکھا ہے کہ اللہ کی (نارضامندی) سے ڈرتے رہو، اور اگر کفر کرو گے (تو وہ تمہاری کچھ پروا نہیں رکھتا، کیونکہ) جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے سب اللہ ہی کا ہے، اور اللہ بے نیاز (ہمہ صفت) موصوف ہے۔'' (النساء: ع۱۹، پارہ ۵)

عقیدۂ توحید اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کو پاک و بے عیب تمام تعریفوں والا اقرار دینا ہے، روح غیب ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات غیب ہیں، روح جو غیب ہے۔ اس کے قلب و شعور

Marfat.com

کی تربیت کے لئے ، اللہ وحدہ لاشریک کی ذات اور صفات کی صورت میں ایک مرکز فراہم کیا گیا ہے۔ جس پر وہ اپنے تمام احساسات، محسوسات اور قلب وشعور کو مرکوز کر سکے یا مجتمع کر سکے۔ روح بھی غیب ہے اور اس کا مرکز بھی غیب ہے اور فاصلہ بھی لامحدود ہے۔ اب ہر شخص جتنا چاہے اس فاصلے کو طے کرے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات تو ہر شخص یعنی ہر صاحب ایمان کا مرکز ہے، مقصود ہے۔ لیکن کوئی بھی شخص اس بات پر قادر نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی تمام صفات کی بیک وقت اپنے قلب و شعور کو فیڈ نگ کر سکے اور انسان کا شعور تو ایک ایسا کمپیوٹر ہے جس کے پروگرام پر عمل کے لئے اس کے ساتھ حیات کا، نشونما کا پورا نظام منسلک ہے۔

Marfat.com

رجا

''اے پیغمبر کہہ دو کے اے اللہ کے بندو اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔''

''(یعقوب نے اپنے بیٹوں سے یہ بھی کہا کہ) لڑکو! (ایک بار پھر مصر) جاؤ، اور یوسف اور اس کے بھائی کی ٹوہ لگاؤ، اور خدا کی رحمت سے ناامید نہ ہو، کیونکہ خدا کی رحمت سے وہی لوگ ناامید ہوا کرتے ہیں جو کافر ہیں۔'' (یوسف: ع۱۱، پارہ۱۲)

''(اے پیغمبر!) ہمارے بندوں کو آگاہ کر دو کہ (ایک طرف) ہم بخشنے والے مہربان ہیں اور (دوسری طرف) ہمارا عذاب (بھی بڑا) موذی عذاب ہے۔'' (حجر: ع۴، پارہ۱۴)

''(اے پیغمبر! ان لوگوں سے) کہہ دو کہ اے ہمارے بندو! جنہوں نے (گناہ) کر کے اپنے اوپر زیادتیاں کی ہیں۔ اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو، کیونکہ اللہ تمام گناہوں کو معاف فرماتا ہے (اور) وہ بے شک (بڑا) بخشنے والا مہربان ہے۔'' (الزمر: ع۶، پارہ۲۴)

ایفائے عہد

''اللہ کے ساتھ جو عہد کر چکے ہو، اسے پورا کرو۔''

''اور (مسلمانو! گواہی دینی ہو یا فیصلہ کرنا پڑے) جب بات کہو تو گو (فریق مقدمہ اپنا قرابت مند ہی (کیوں نہ ہو)، انصاف (کا پاس) کرو۔ اور اللہ (کے ساتھ جو) عہد (کر چکے ہو اس) کو پورا کرو۔ یہ ہیں وہ باتیں جن کا تم کو خدا نے حکم دیا ہے تاکہ تم نصیحت پکڑو۔'' (الانعام: ع۱۹، پارہ۸)

''(اے پیغمبر!) بھلا جو شخص اس بات کو سمجھتا ہے کہ (قرآن میں) جو (دین) تمہارے پروردگار کی طرف سے تم پر اترا ہے برحق ہے، (کیا یہ شخص) اس شخص کی طرح (بے نصیب رہ سکتا) ہے جو (مطلق) اندھا ہے (اور اس کو ایسی صریح بات بھی نہیں سوجھ پڑتی، قرآن سے تو) بس وہی لوگ نصیحت پکڑتے ہیں جو سمجھ دار ہیں۔ (یہ) وہ لوگ (ہیں) کہ اللہ کے (ساتھ جو انہوں نے بندے ہونے کا) عہد (کر لیا ہے، اس) کو پورا کرتے ہیں اور اپنے اقرار کو نہیں

Marfat.com

توڑتے۔'' (الرعد: ع ۳، پارہ ۱۳)

''اور جب تم لوگ آپس میں قول و قرار کرلو، تو اللہ کی قسم کو پورا کرو۔ اور قسموں کو پکا کئے پیچھے نہ توڑو، حالانکہ تم اللہ کو اپنا ضامن ٹھہرا چکے ہو، کچھ شک نہیں کہ جو کچھ تم کررہے ہو اللہ اس سے بخوبی واقف ہے۔'' (النحل: ع ۱۳، پارہ ۱۴)

ہر شخص عاجز ہے اور مجبور ہے اور محتاج ہے یا تو وہ خود کو خیر اور فلاح کا محتاج بنالے یا شیطان اور شر کا محتاج بنالے۔ خود کو اللہ وحدہ لاشریک کے حوالے کردے یا سونپ دے۔ یا خود کو شیطان کے اور شر کے حوالے کردے یا سونپ دے۔ صرف دو ہی راستے ہیں، اس کے علاوہ کوئی متبادل نہیں۔ انسان کو پیدا ہی اس طرح کیا گیا ہے کہ وہ ہر حال میں فرمانبرداری پر مجبور ہے۔ اب یا تو وہ اپنی خواہشات نفسانی کی فرمانبرداری میں شر اور شیطان کی فرمانبرداری کرے گا یا اللہ کی فرمانبرداری میں اپنی خواہشات نفسانی سے نجات حاصل کرکے اسے اللہ کی فرمانبرداری میں استعمال کرے گا۔

انابت و رجوع

''اپنے پروردگار کی طرف رجوع ہو جاؤ اور اس کی فرمانبرداری کرو۔ اس سے پہلے کے تم پر عذاب نازل ہو۔''

''(شعیبؑ نے اپنی ہٹ دھرم قوم کے جواب میں کہا) بھائیو! بھلا دیکھو تو سہی اگر میں اپنے پروردگار کے کھلے رستے پر ہوں، اور وہ مجھ کو اپنے (فضل) سے عمدہ (یعنی حق و حلال) روزی دیتا ہے (تو کیا اس طریقے کو چھوڑ کر تمہاری طرح حرام کی کمائی کھانے لگوں؟) اور میں (ہرگز) نہیں چاہتا کہ جس (کام کے کرنے) سے تم کو منع کرتا ہوں، تمہارے برعکس آپ اس کو کرنے لگوں۔ میں تو اپنے حتی المقدور (لوگوں میں معاملے کی) اصلاح چاہتا ہوں اور بس اور (اس ارادے میں) میرا کامیاب ہونا تو بس خدا ہی (کی تائید) سے ہوسکتا ہے۔'' (ہود: ع ۸، پارہ ۱۲)

''میں تو اسی پر بھروسہ رکھتا ہوں اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ اور اپنے پروردگار کی طرف رجوع ہو جاؤ۔ اور اس کی فرمانبرداری کرو۔ (مگر) اس سے پہلے کہ تم پر عذاب نازل ہو اور

Marfat.com

اس وقت تم کو (کسی طرف سے) مدد بھی نہ پہنچ سکے۔" (الزمر: ع ٦، پارہ ٢٤)

استعانت

نفع اور نقصان سب اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔

"(اے خدا!) ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔" (فاتحہ: ع ١، پارہ ١)

"فرعون کی دھمکی سن کر موسیٰ نے اپنی قوم (کے لوگوں) سے کہا" اللہ سے مدد مانگو، اور صبر کئے رہو، ملک تو سب اللہ ہی کا ہے۔ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اس کا وارث بنا دیتا ہے۔ اور انجام (بخیر) پرہیزگاروں (ہی) کا ہے۔" (اعراف: ع ١٥، پارہ ٩)

"ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ ایک دن میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑا تھا، فرمایا "لڑکے! خدا کے حق کی حفاظت کرو، وہ دینی و دنیوی آفات سے تیری حفاظت کرے گا۔ خدا کے حق کی حفاظت کر، تو اسے اپنے سامنے موجود پائے گا۔ اور جب تجھے کچھ مانگنا ہو تو خدا ہی سے مانگ، اور مدد کی ضرورت پڑے تو خدا ہی سے مدد چاہ اور معلوم کر کہ اگر سب لوگ جمع ہو کر تجھے کسی چیز سے نفع پہنچانا چاہیں تو نفع نہیں پہنچا سکیں گے، مگر اس چیز سے جو خدا تیرے لئے مفید لکھ چکا۔ اور اگر سب جمع ہو کر تجھے کسی چیز سے نقصان پہنچانا چاہیں، تو نہیں پہنچا سکیں گے، مگر اس چیز سے جو خدا تیرے حق میں مضر لکھ چکا۔ قلم کو جو لکھنا تھا لکھ چکا اور کاغذ خشک ہو گئے۔" (ترمذی)

خشوع وخضوع

نماز دشوار ہے مگر ان پر نہیں جو عاجزی رکھتے ہیں اور قیامت پر یقین رکھتے ہیں۔ جو عاجزی نہیں رکھتے تو وہ تکبر رکھتے ہیں اور جس کا قیامت پر یقین نہیں تو وہ؟

"اور (لوگو! مصیبت کی برداشت کے لئے) صبر اور نماز کا سہارا پکڑو۔ اور البتہ نماز شاق ہے مگر ان پر (نہیں) جو خاکسار ہیں (اور) جو یہ خیال (پیش نظر) رکھتے ہیں کہ وہ (آخر کار) اپنے پروردگار سے ملنے والے اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔" (البقرہ: ع ٥، پارہ ١)

''اور اہل کتاب میں سے بے شک کچھ لوگ ایسے (بھی) ہیں جو خدا پر ایمان رکھتے ہیں- اور جو کتاب تم (مسلمانوں) پر اتری ہے، اور جو ان پر اتری ہے، ان (سب) پر (بھی) ایمان رکھتے ہیں- اور (ہر وقت) اللہ کے آگے جھکے رہتے ہیں (اور) اللہ کی آیتوں کے عوض میں (دنیاوی فائدوں کے) تھوڑے دام نہیں لیتے - یہ وہ لوگ ہیں جن کے اجر ان کے پروردگار کے ہاں (تیار موجود) ہیں- (ان کو اجر حاصل کرنے میں زحمت انتظار نہیں اٹھانی پڑے گی کیونکہ) اللہ جلدی حساب کرنے والا ہے-'' (آل عمران: ع ۲۰، پارہ ۴)

''اور (اے پیغمبر) زکریا کو (یاد کرو) جب انہوں نے (اولاد کی طرف سے مایوس ہو کر) اپنے پروردگار کو پکارا کہ اے میرے پروردگار! مجھ کو اکیلا (یعنی بے اولاد) نہ چھوڑ، اور (یوں تو) تو سب وارثوں سے (بہتر وارث) ہے- تو ہم نے ان کی (فریاد) سن لی اور ان کو یحییٰ (فرزند) عنایت کیا، اور ان کی بی بی کو ان کے لئے بھلا چنگا کر دیا- یہ لوگ (جن کا اوپر مذکور ہوا یعنی نوح، ابراہیم، لوط، اسحاق، یعقوب، داؤد، سلیمان، ایوب، اسماعیل، اور ادریس، ذوالکفل، ذوالنون، یونس، زکریا، یحییٰ) نیک کاموں میں جلدی کرتے تھے اور ہم کو (ہمارے فضل کی) توقع اور (ہمارے عذاب کے) خوف سے پکارتے رہتے اور ہمارے آگے عاجزی کیا کرتے تھے-'' (انبیا: ع ۶، پارہ ۱۷)

''سو (لوگو!) تم سب کا خدا (وہی) خدائے واحد ہے، تو اسی کے فرمانبردار بنو- اور (اے پیغمبر!) عاجزی کرنے والے بندوں کو (جنت کی) خوشخبری سنا دو، (جو) ایسے (نیک ہیں) کہ جب خدا کا نام لیا جاتا ہے، ان کے دل لرز اٹھتے ہیں- اور جو مصیبت ان پر آ پڑے، اس پر صبر کرتے ہیں- اور نمازیں پڑھتے، اور جو ہم نے ان کو دے رکھا ہے، اس میں سے (راہ خدا میں) خرچ کرتے ہیں-'' (الحج: ع ۵، پارہ ۱۷)

شیطان نہیں چاہتا کہ کوئی شخص اللہ کو وحدہ لاشریک قرار دے اور اللہ کی بندگی کرے اور اللہ کے سامنے سر کو جھکائے اور خود کو اللہ کی فرمانبرداری میں اللہ کے سپرد کر دے- اس کائنات میں دو ہی چیزیں ہیں، یا خیر ہے، یا شر ہے، ایک تو اللہ وحدہ لاشریک ہیں اور دوسرا نافرمان متکبر شیطان

ہے- اب یہ فیصلہ خود ہر شخص کو کرنا ہے کہ اس کا قول کیا ہے اور کس کے لئے ہے اور اس کا عمل کیا ہے اور کس کے لئے ہے اور اس کے وجود میں خیر کو غلبہ حاصل ہے یا شر کو غلبہ حاصل ہے جس کے قلب و شعور میں، وجود میں خیر غالب ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کی ہر ہر چیز پر اللہ کی فرمانبرداری کو غلبہ حاصل ہے کیونکہ خیر وابستہ ہے اللہ کی ذات اور صفات سے، یہ بات جاننا اس لئے ضروری ہے کہ شیطان ہمیشہ خیر کا روپ دھار کر دھوکہ دیتا ہے اور ہمیشہ شر کو خیر بتاتا ہے جو اللہ سے دور ہے اور جتنا دور ہے اور جو اللہ کی بندگی سے دور ہے اور جتنا دور ہے اور جو عقیدۂ توحید سے دور ہے اور جتنا دور ہے، وہ اتنا ہی شر کے یعنی شیطان کے قریب ہے اور شر کا حصہ ہے یعنی شیطان کا ساتھی ہے-

تضرع و عجز

اے لوگو اپنے پروردگار سے گڑگڑا کر اور چپکے چپکے دعا کرتے رہو-

''(لوگو!) اپنے پروردگار سے گڑگڑا (گڑگڑا) کر اور (چپکے چپکے) دعا کرتے رہو- کیونکہ وہ (حد عبودیت سے) باہر قدم رکھنے والوں کو دوست نہیں رکھتا- اور (انتظام) ملک کے درست ہوئے پیچھے اس میں فساد نہ پھیلاؤ اور (عذاب کے) ڈر سے، اور (فضل کی) امید پر خدا سے دعائیں مانگتے رہو (کیونکہ) خدا کی رحمت خلوص رکھنے والوں سے (بہت ہی) قریب ہے-''

(اعراف: ع ۷، پارہ ۸)

''اور (اے پیغمبر) اپنے جی (ہی جی) میں گڑگڑا (گڑگڑا) کر اور ڈر (ڈر) کر اور (بہت) زور کی آواز سے نہیں، (بلکہ دھیمی آواز سے) صبح و شام اپنے پروردگار کی یاد کرتے رہو- اور (اس کی یاد سے) غافل نہ ہو- جو (فرشتے) تمہارے رب کے مقرب ہیں، (وہ تک بھی) اس کی عبادت سے سرتابی نہیں کرتے، اور اس کی تسبیح (وتقدیس) اور اسی کے آگے سجدے کرتے ہیں-''

(اعراف: ع ۲۴، پارہ ۹)

''(اے پیغمبر! ان لوگوں سے) کہو کہ تم قران کو مانو یا نہ مانو، جن لوگوں کو قرآن سے پہلے (آسمانی کتابوں کا) علم دیا گیا ہے (ان کا تو یہ حال ہے کہ) جب ان کے روبرو پڑھا جاتا ہے تو

Marfat.com

ٹھوڑیوں کے بل سجدے میں گر پڑتے ہیں اور کہنے لگتے ہیں کہ ہمارا پروردگار پاک (ذات) ہے۔ بے شک ہمارے پروردگار کا وعدہ پورا ہونا ہی تھا۔ اور ٹھوڑیوں کے بل گر پڑتے ہیں (سجدے میں) روتے (جاتے ہیں) اور قرآن کی وجہ سے ان کی عاجزی (اور) زیادہ ہوتی جاتی ہے۔''
(بنی اسرائیل: ع۱۲، پارہ ۱۵)

خدا کی عظمت

ساری بزرگی، ساری بڑائی اور ساری عزت اللہ ہی کے لئے ہے۔

''(اور اے پیغمبر!) کہو کہ ہر طرح کی تعریف خدا ہی کو (سزاوار ہے) جو نہ تو اولاد رکھتا ہے، اور نہ (دونوں جہان کی) سلطنت میں اس کا کوئی شریک ہے۔ اور نہ اس سبب سے کہ کمزور ہے کوئی اس کا مددگار ہے۔ اور (وقتاً فوقتاً) اس کی بڑائیاں کرتے رہا کرو۔'' (بنی اسرائیل: ع۱۲، پارہ ۱۵)

''(اے پیغمبر!) تم جو (وحی کی ہیبت سے) چادر لپیٹے پڑے ہو، اٹھو اور لوگوں کو (عذاب خدا سے) ڈراؤ، اور اپنے پروردگار کی بڑائیاں بیان کرو، اور اپنے کپڑوں کو (خوب اچھی طرح) پاک (وصاف) رکھو، اور نجاست سے الگ رہو۔ اور (تبلیغ رسالت کو) بڑا کار (نمایاں) سمجھ کر (لوگوں پر) منت نہ رکھو۔ اور (تبلیغ رسالت میں جو مشکلات پیش آئیں، ان پر) اپنے پروردگار (کی رضا جوئی) کے لئے صبر کرو۔'' (المدثر: ع۱، پارہ ۲۹)

استقامت

اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور سیدھے اسی کی طرف منہ کئے جاؤ۔

''(اے پیغمبر! تم ان لوگوں سے) کہو کہ میں (بھی) تم ہی جیسا بشر ہوں۔ مجھ پر وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود بس (وہی) ایک معبود ہے۔ پس سیدھے اسی کی طرف (منہ کئے) چلے جاؤ۔ اور اس سے (اپنے گناہوں کی) معافی مانگو۔ اور شرک کرنے والے پر افسوس جو زکوٰۃ نہیں دیتے، اور وہ آخرت کے بھی منکر ہیں۔'' (حم السجدہ: ع۱، پارہ ۲۴)

''تو (اے پیغمبر) تم (لوگوں کو) اسی (اصل دین) کی طرف بلاتے رہو اور (خود بھی) جیسا

Marfat.com

تم سے فرمایا گیا ہے (اس پر) قائم رہو- اوران (یہودی ونصاریٰ) کی خواہشوں پر نہ چلو- اور (ان سے صاف) کہہ دو کہ کتاب (کی قسم میں) سے جو کچھ خدا نے اتارا ہے، میرا تو سب پر ایمان ہے- اور مجھ کو (خدا کے ہاں سے) حکم ملا ہے کہ تمہارے درمیان (تمہارے اختلاف کا فیصلہ) انصاف (کے ساتھ) کردوں- (وہی) اللہ (تو) ہمارا پروردگار ہے، اور (وہی) تمہارا پروردگار (ہے) ہمارا کیا ہم کواور تمہارا کیا تم کو، ہم میں اور تم میں کچھ جھگڑا نہیں- اللہ ہی (قیامت کے دن) ہم کو (اور تم کو ایک جگہ) جمع کرے گا اور اسی کی طرف سب کو لوٹ کر جانا ہے-''
(شوریٰ: ع۲، پارہ ۲۵)

توکل

جو شخص اللہ پر بھروسہ رکھے گا تو اللہ اس کی مشکلات کو حل کرنے کے لئے کافی ہیں-

''(اے پیغمبر! جس طرح ہم نے اور پیغمبر بھیجے تھے) اسی طرح ہم نے تم کو بھی (اس زمانے کے) لوگوں کی طرف (پیغمبر بنا کر) بھیجا ہے، جن سے پہلے اور لوگ بھی ہو گزرے ہیں- اور (تمہارے بھیجنے سے غرض یہ ہے) کہ جو (قرآن) تم پر وحی کے ذریعے سے ہم نے اتارا ہے، وہ ان کو پڑھ کر سنا دو، اور یہ لوگ (نہ صرف تمہاری پیغمبری کے منکر ہیں بلکہ سرے سے خدائے) رحمٰن (ہی) کے منکر ہیں- (تم ان سے) کہو کہ وہی میرا پروردگار ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، میں اسی پر بھروسہ رکھتا ہوں اور (ہر بات میں) اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں- اور آسمانوں اور زمین میں جو غیب کی باتیں ہیں، ان کا علم اللہ ہی کو ہے- اور ہر ایک کام (کا دارومدار) آخر کار اسی پر جا کر ٹھہرتا ہے- تو (اے پیغمبر!) اسی کی عبادت کرو اور اسی پر بھروسہ رکھو- اور جو کچھ تم کررہے ہو (اے پیغمبر!) تمہارا پروردگار اس سے غافل نہیں-'' (ہود: ع۱۰، پارہ ۱۲)

''اور جو شخص اللہ پر بھروسہ رکھے گا تو خدا اس (کی مشکلات کے حل کرنے) کو کافی ہے- بے شک جو خدا کو منظور ہوتا ہے وہ اس کو پورا کر کے رہتا ہے اور اللہ نے تو ہر چیز کا ایک اندازہ ٹھہرا ہی رکھا ہے-'' (الطلاق: ع۱، پارہ ۲۸)

اور انسان تو اسی مزدور کو اجرت دیتا ہے جو اس کے بتائے ہوئے کام کو، اس کے بتائے

Marfat.com

ہوئے طریقے سے، اس کی پسند کے مطابق، مقررہ وقت میں اس کے حکم کی فرمانبرداری کرتے ہوئے انجام دے- اور جو مزدور نافرمانی کرے اور آپ کی پسند کی جگہ اپنی پسند سے کام کرے اور آپ کی پسند اور مرضی کے خلاف کام کرے اور کام کرے یا نہ کرے اور پھر آپ سے اجرت طلب کرے تو کیا آپ اسے اجرت دیں گے- اللہ کی نافرمانی کرنے والا کس طرح اپنے اللہ سے اجر کی امید کرتا ہے- ہاں اگر وہ اللہ سے توبہ کرے اور عمل صالح کرے تو اللہ سے بڑھ کر کوئی مہربان نہیں ہے-

اور ایمان والے تو ایسے ہوتے ہیں کہ جب ان کے سامنے اللہ کا ذکر آتا ہے تو ان کے دل کانپ جاتے ہیں-

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''اور جب ایمانداروں نے ان لشکروں کو دیکھا، تو کہنے لگے یہ وہی ہے جس کی ہم کو اللہ اور اس کے رسول نے خبر دی تھی، اور اللہ و رسول نے سچ فرمایا تھا، اور اس سے ان کے ایمان اور اطاعت میں اور زیادہ ترقی ہوگئی-'' (احزاب: پارہ ۲۲)

نیز فرمایا'' یہ ایسے ہیں کہ لوگوں نے ان سے کہا کہ ان لوگوں نے تمہارے لئے سامان جمع کیا ہے، سو تم کو ان سے اندیشہ کرنا چاہئے، تو اس نے ان کے ایمان کو اور زیادہ کر دیا، اور کہہ دیا کہ ہم کو اللہ کافی ہے، اور وہ اچھا کارساز ہے، پس یہ لوگ خدا کی نعمت اور فضل سے بھرے ہوئے واپس آئے، کہ ان کو کوئی ناگواری پیش نہیں آئی اور وہ لوگ رضائے حق کے تابع رہے اور اللہ بڑا فضل کرنے والا ہے-'' (آل عمران: پارہ ۴)

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''اور اس حی لا یموت پر بھروسہ رکھئے-'' (فرقان: پارہ ۱۹)

ایک اور جگہ فرمایا کہ ''اللہ ہی پر بھروسہ کرنے والوں کو بھروسہ کرنا چاہئے-'' (ابراہیم: پارہ ۲۳)

نیز فرمایا'' پھر جب آپ رائے پختہ کرلیں، تو خدا پر اعتماد کیجئے-'' (آل عمران: پارہ ۴) اور توکل کی تاکید اور حکم کے بارے میں بے شمار آیات قرآنی موجود ہیں-

اور اللہ نے فرمایا'' اور جو شخص اللہ پر توکل کرے گا تو تو اللہ تعالیٰ اس کی اصلاح کے لئے کافی

Marfat.com

ہے۔"

اور دوسری جگہ فرمایا کہ "بس ایمان والے تو ایسے ہوتے ہیں کہ جب ان کے سامنے اللہ کا ذکر آتا ہے، تو ان کے دل کانپ جاتے ہیں، اور جب اللہ کی آیات ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ آیات ان کے ایمان کو اور زیادہ مضبوط کر دیتی ہیں، اور وہ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔" اور قرآن کریم کی آیات توکل کی فضیلت میں بہت موجود ہیں۔

پیارے نبیؐ کے قول امت کی رہنمائی کے لئے نور کی مانند ہیں۔

پیارے نبیؐ گھر سے نکلتے وقت یہ دعا پڑھتے تھے "میں گھر سے اللہ کا نام لے کر نکلتا ہوں اور اللہ ہی پر بھروسہ کرتا ہوں، اور اے اللہ میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں کہ گمراہ ہوں یا گمراہ کیا جاؤں۔"

حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے نکلتے وقت یہ دعا پڑھتے "گھر سے اللہ کے نام سے نکلتا ہوں، اور اللہ ہی پر بھروسہ کرتا ہوں، اے اللہ! میں تجھ سے اس بات کی پناہ مانگتا ہوں کہ گمراہ ہوں یا گمراہ کیا جاؤں، یا میں پھسلوں (کسی دین کی بات سے) یا پھسلایا جاؤں، یا میں کسی پر زیادہ کروں، یا مجھ پر زیادہ کی جائے، یا میں کسی پر جہالت کروں یا مجھ سے جہالت کی جائے۔" (یہ) حدیث صحیح ہے، ابوداؤد، ترمذی وغیرہما نے اسانید صحیحہ کے ساتھ اس حدیث کو ذکر کیا ہے اور امام ترمذی نے فرمایا ہے کہ حدیث حسن صحیح ہے اور الفاظ حدیث ابوداؤد کے ہیں۔

حضرت عمر بن خطابؓ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا کہ آپؐ فرما رہے تھے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرلو، جیسا کہ توکل اور بھروسے کا حق ہے تو وہ تم کو اس طرح رزق دے گا جیسا کہ پرندوں کو رزق دیتا ہے، کہ صبح کو بھوکے نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھرے (اپنے گھونسلوں میں) آجاتے ہیں۔ (ترمذی)

اور امام ترمذی نے کہا کہ حدیث حسن ہے، امام نووی اس حدیث کے معنی بیان فرماتے ہیں کہ دن کے ابتدائی حصہ میں بھوکے نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھرے ہوئے واپس اپنے گھر کو آتے

Marfat.com

ہیں۔

پیارے نبیؐ کا قول اور فعل قرآن کی تشریح ہے، پیارے نبیؐ نے جو خود کیا اسی کے کرنے کا اپنی امت کو حکم دیا، جو آپؐ کے نقش قدم سے بھٹکا وہ گمراہ ہوگیا، اور ہم کو اللہ اور اللہ کے رسولؐ سے بڑھ کر کوئی ۱ نہیں

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرمایا کرتے تھے کہ اے اللہ میں تیری اطاعت کے لئے فرمانبردار ہوگیا، اور تیرے ہی اوپر ایمان لایا اور میں نے تجھ پر بھروسہ کیا۔ اور میں نے تیری طرف رجوع کیا، اور تیری ہی طرف اپنا محاکمہ پیش کرتا ہوں، اے اللہ! میں تیری عزت کے ذریعہ پناہ چاہتا ہوں، تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ اس سے کہ تو مجھے گمراہ کرے، تو حی لا یموت ہے، اور جن وانس سب مر جائیں گے۔ (بخاری ومسلم) الفاظ مسلم کی حدیث کے ہیں اور بخاری نے اسے اختصار کے ساتھ ذکر کیا۔

تیسری حدیث نمبر

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جس وقت آگ میں ڈالا گیا تو انہوں نے کہا ''حسبنا اللہ و نعم الوکیل'' اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جب کہ لوگوں نے کہا کہ مشرکین نے تمہارے لئے سامان جمع کر رکھا ہے، سو تم کو ان سے اندیشہ ہے کرنا چاہئے، تو اس نے ان کے ایمان کو اور زیادہ کر دیا، اور کہہ دیا ''حسبنا اللہ ونعم الوکیل'' (ہمیں اللہ کافی ہے، اور وہ اچھا کارساز ہے) اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ہی سے بخاری کی ایک اور روایت میں یہ کلمات ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا آخری کلام جب ان کو آگ میں ڈالا گیا تھا ''حسبی اللہ ونعم الوکیل'' تھا یعنی مجھے اللہ کافی ہے اور وہ اچھا کارساز ہے۔ (بخاری)

چوتھی حدیث:

حضرت ابو ہریرہؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول نقل کرتے ہیں، آپؐ نے فرمایا کہ جنت میں آدمی اس طریقے سے داخل ہوں گے کہ ان کے دل پرندوں کے دلوں کی مانند ہوں

Marfat.com

گے۔ (مسلم) مطلب یہ کہ وہ لوگ متوکل ہوں گے یا ان کے دل نرم اور رقیق ہوں گے اللہ کے ڈر سے۔

پیارے نبیؐ نے فرمایا: ''کہو بس اللہ ہی میرا رب ہے پھر اس پر مضبوطی سے جمے رہو۔''

نیز فرمایا ''جن لوگوں نے (دل سے) اقرار کرلیا کہ ہمارا رب اللہ ہے، پھر اس مستقیم رہے، ان پر فرشتے اتریں گے، کہ تم اندیشہ نہ کرو، اور نہ رنج کرو، اور تم جن کے ملنے پر خوش رہو، جس کا تم سے (بذریعہ انبیاء) وعدہ کیا جاتا تھا، اور ہم تمہارے رفیق ہیں، دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی اور تمہارے لئے اس جنت میں جس چیز کو تمہارا جی چاہے گا، موجود ہے اور نیز تمہارے لئے جو مانگو گے موجود ہے، یہ مہمانی ہے بخشنے والے مہربان کی طرف سے۔'' (فصلت: پارہ ۲۴)

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے، پھر مستقیم رہے، ان لوگوں پر کوئی خوف نہیں، اور نہ وہ غمگین ہوں گے، یہ لوگ جنت والے ہیں، جو اس میں ہمیشہ رہیں گے، بعوض ان کاموں کے جو وہ (دنیا میں) کیا کرتے تھے۔'' (احقاف: پارہ ۲۶)

حضرت سفیان بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ کو اسلام میں کوئی ایسی کافی ووافی نصیحت فرمائیے کہ آپؐ کے بعد پھر کسی سے پوچھنے کی نوبت نہ آئے، آپؐ نے فرمایا: کہو بس اللہ ہی میرا رب ہے، اور پھر اس پر مضبوطی سے جمے رہو۔ (اس کو مسلم نے روایت کیا۔)

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا دین کی راہ پر سیدھے رہو اور اس پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہو، اور جان لو کہ کوئی شخص اپنے عمل کی وجہ سے نجات حاصل نہیں کرسکتا، صحابہؓ نے عرض کیا کہ نہ آپؐ یارسول اللہؐ! آپؐ نے فرمایا: اور نہ میں، مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو اپنی رحمت اور فضل کے ساتھ ڈھانپ لے۔

توبہ اور استغفار تو وہ شخص کرتا ہے جو خیر اور شر میں فرق کرتا ہے، نیکی اور بدی میں فرق کرتا ہے، فرمانبرداری اور نافرمانی میں فرق کرتا ہے۔ شر کو، بدی کو اور نافرمانی کو برا سمجھتا ہے اور اس کے تمام احساسات پر اللہ کو اور اللہ کے خوف کو، اور اللہ کی بزرگی، بڑائی اور عظمت کو غلبہ حاصل ہوتا

Marfat.com

ہے- یہ غلبہ دراصل اللہ پر ایمان کا غلبہ ہے- اگر یہ غلبہ رائی کے دانے کے برابر ہے تو گویا ایمان بھی رائی کے دانے کے برابر ہے- انسان کس وقت روتا ہے، تو انسان اس وقت روتا ہے جب کوئی بھی احساس خواہ غم کا ہو، خوشی کا ہو، یا تکلیف کا ہو، انسان کی برداشت سے باہر ہو جاتا ہے اور احساس غالب اور برداشت مغلوب ہو جاتی ہے- اور اللہ کے حضور وہی روتا اور گڑگڑاتا ہے اور اپنے گناہوں کی معافی مانگتا ہے جس کے احساسات پر اللہ کا خوف غالب ہوتا ہے اور وہ اپنے اللہ سے حیا کرتا ہے، وہی غلطی کو تسلیم کرتا ہے، وہی اللہ کے حضور نادم ہوتا ہے، وہی اللہ سے اپنی غلطیوں کی معافی چاہتا ہے اور وہی آئندہ غلطی نہ کرنے کا پکا ارادہ کرتا ہے اور وہی عجز رکھتا ہے اور متکبر تو خود کو اللہ کے مقابل بڑا قرار دیتا ہے اور متکبر کا دل تو پتھر ہوتا ہے، وہ اللہ کے حضور کیوں روئے گا، کیوں اپنی غلطی کو تسلیم کرے گا اور صاحب ایمان کے سامنے جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں-

تسلیم ورضا

اور جو فرشتے آسمانوں میں ہیں اور جو لوگ زمین میں ہیں، سب اس کی قدرت کے آگے عاجز ہیں اور اس کی سلطنت کے آگے فرمانبردار ہیں اور چار و ناچار اسی کے حکم بردار ہیں-

''اور (یہود) کہتے ہیں کہ یہود (کے سوا)، اور نصاریٰ (کہتے ہیں کہ نصاریٰ) کے سوا جنت میں کوئی نہیں جانے پائے گا- یہ ان کے اپنے خیالی پلاؤ ہیں- (اے پیغمبر، ان لوگوں سے) کہو کہ اگر سچے ہو تو اپنی دلیل پیش کرو- بلکہ واقعی بات تو یہ ہے کہ جس نے خدا کے آگے سر تسلیم خم کر دیا، اور وہ نیکو کار بھی ہے، تو اس کے لئے اس کا اجر اس کے پروردگار کے ہاں (موجود) ہے- اور (آخرت میں) ایسے لوگوں پر نہ کسی قسم کا غم (طاری ہوگا) نہ وہ (کسی طرح) آزردہ خاطر ہوں گے-'' (بقرہ: ع ۱۳، پارہ ۱)

''کیا یہ لوگ اللہ کے دین کے سوا (کسی اور دین) کی تلاش میں ہیں؟ حالانکہ جو (فرشتے) آسمانوں (میں ہیں) اور (جو لوگ) زمین میں ہیں چار و ناچار اسی کے حکم بردار ہیں-'' (آل عمران: ع ۹، پارہ ۳)

استعاذہ

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی انسان کو شیطان کے شر سے بچانے والا نہیں۔

''اور (اے پیغمبر) اگر شیطان کے گدگدانے سے (انتقام وغیرہ کی) گدگدی تمہارے دل میں پیدا ہو تو خدا سے پناہ مانگ لیا کرو (کیونکہ) وہ (سب کی) سنتا اور (سب کچھ) جانتا ہے۔'' (اعراف: ع۴، پارہ۹)

''اور (اے پیغمبر، تم یہ بھی) دعا کرو کہ اے میرے پروردگار، میں شیطانی وسوسوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں، اور اے میرے پروردگار! میں اس سے (بھی) تیری پناہ مانگتا ہوں، کہ شیاطین میرے پاس آئیں اور پھر بھڑ کائیں۔'' (المومنون: ع٦، پارہ۱۸)

''جن لوگوں کے پاس خدا کی طرف سے کوئی سند تو آئی نہیں اور (ناحق ناروا) خدا کی آیتوں میں جھگڑے نکالتے ہیں، ان کے دل میں تو بس (بڑائی کی ایک ایسی بے جا ہوس سمائی) ہے کہ وہ (اپنی) اس (مراد) کو کبھی پہنچنے والے نہیں۔ تو (اے پیغمبر!) ان لوگوں کی شرارتوں سے، خدا کی پناہ مانگتے رہو۔ بے شک وہ (سب کی) سنتا (اور سب کچھ) دیکھتا ہے۔'' (المومن: ع٦، پارہ۲۴)

توبہ واستغفار

مسلمانو! اللہ کی جانب میں خالص دل سے توبہ کرو، عجب نہیں کہ تمہارا پروردگار تمہارے گناہ تم سے دور کردے۔

''(اے پیغمبر!) ہم نے (جو) کتاب برحق تم پر نازل کی ہے، (تو اس لئے) کہ جیسا تم کو خدا نے بتا دیا ہے اس کے مطابق لوگوں کے باہمی جھگڑے چکا دیا کرو اور دغابازوں کے طرف دار نہ بنو، اور اللہ سے (بھول چوک کی) معافی چاہو، کہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔'' (النساء: ع١٦، پارہ۵)

''اور جو شخص کوئی برا کام کرے (یا جھوٹی قسم وغیرہ سے) آپ اپنی جان پر ظلم کرے۔ پھر

اللہ سے (اپنا گناہ) بخشوائے تو پائے گا کہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔" (النساء: ع ۱۶، پارہ ۵)

"الف۔ لام۔ را (یہ قرآن ایسی) کتاب ہے کہ حکمت والے باخبر (خدا کی طرف) سے اس کے مضامین (دلائل و براہین سے بخوبی ثابت اور) مستحکم کر دیئے گئے ہیں۔ (اور) پھر (وہ مضامین) خوب تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں، (اور ان کا خلاصہ یہ ہے) کہ (لوگو!) خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ میں اسی کی طرف سے تم کو (اس کے عذاب سے) ڈراتا، اور (اس کی خوشنودی کی) خوشخبری سناتا ہوں۔ اور (نیز) یہ کہ اپنے پروردگار سے (پچھلے گناہوں کی) معافی مانگو۔ پھر (آگے کو) اس کی جناب میں توبہ کرو۔ (ایسا کرو گے) تو وہ تم کو ایک وقت مقرر تک (دنیا میں) اچھی طرح رسائے بسائے رکھے گا۔ اور جس نے (قدر واجب سے) زیادہ کیا ہے، اس کو اس کا زیادہ (ثواب) دے گا۔ اور اگر (اس کے ارشاد سے) منہ موڑو گے تو مجھ کو تمہاری نسبت بڑے سخت دن (یعنی قیامت کے) عذاب کا (بڑا ہی) اندیشہ ہے۔" (ہود: ع ۱، پارہ ۱۲)

"مسلمانو! اللہ کی جناب میں خالص (دل سے) توبہ کرو۔ عجب نہیں کہ تمہارا پروردگار (آخرت میں) تمہارے گناہ تم سے دور کر دے، اور تم کو بہشت کے ایسے باغوں میں (لے جا) داخل کرے جن کے تلے نہریں (پڑی) بہ رہی ہوں گی۔ (یہ وہ دن ہوگا) جب کہ اللہ پیغمبر کو اور ان لوگوں کو جو ان کے ساتھ ایمان لائے ہیں، رسوا نہیں کرے گا۔ ان کے ایمان کی روشنی ان کے آگے آگے، اور ان کے داہنی طرف (ان کے ساتھ ساتھ) چل رہی ہوگی اور یہ دعائیں کرتے جاتے ہوں گے کہ اے ہمارے پروردگار! ہماری (اس) روشنی کو ہمارے لئے اخیر تک قائم رکھ۔ بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔" (تحریم: ع ۲، پارہ ۲۸)

نماز میں پائی جانے والی اہم چیزیں

نماز میں یقین ہے، تسلیم ہے، عہد ہے، تصدیق ہے، گواہی ہے، طلب ہے، تدبیر ہے، مدد ہے، حفاظت ہے۔

Marfat.com

یقین

علم کے معنی جاننا ہے، کسی شے کے بارے میں ایسا جاننا یا علم رکھنا جس میں شک نہ ہو، یقین ہے۔ یقین بغیر تلاش کئے اور بغیر حاصل کئے نہیں ملتا۔ ایک غیر مسلم اسلام لانے سے پہلے، اسلام کی سچائی کا علم یا یقین حاصل کرتا ہے، پھر اسے تسلیم کرتا ہے۔ پہلا مرحلہ ہی یقین کا ہے، ہمیں چاہئے کہ ہم اس لئے غفلت نہ برتیں کہ ہم مسلمان گھرانے میں پیدا ہو گئے، بلکہ ہم پر لازم ہے کہ ہم خود بھی اللہ تعالیٰ پر یقین حاصل کریں اور اپنے بچوں کو بھی اللہ تعالیٰ کا یقین دیں۔ نماز میں جو یقین ہے وہ ایمان لانے کے بعد کا یقین ہے یعنی اللہ تعالیٰ پر کامل یقین ہے اور تسلیم بھی کامل تسلیم ہے، ایسی تسلیم ہے جس میں مکمل سپردگی ہے۔

تسلیم

ابھی ہم ایمان کی طرف بڑھ رہے ہیں، پہلا مرحلہ اپنے اللہ تعالیٰ پر یقین لانے کا تھا، اب دوسرا مرحلہ عمل کرنے کا یا قبول کرنے کا ہے۔ اللہ تعالیٰ تو ہمیشہ سے ہیں اور ہمیشہ رہیں گے۔ تسلیم کرنے کا مطلب اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کو تسلیم کرنا ہے اور صفات کو تسلیم کرنے کے لئے صفات کو جاننا بھی ضروری ہے۔

اس بات کو اس طرح سمجھیں کہ میں نے سنا کہ الوطن ایک سیاسی جماعت ہے، پھر میں نے اس کا علم حاصل کیا، مجھے یقین ہو گیا کہ الوطن ایک منظم، اعتدال پسند اور پڑھے لکھے لوگوں کی جماعت ہے اور اس میں بڑی خوبیاں ہیں۔ پھر میں نے دل میں ان خوبیوں اور فائدوں کو تسلیم کیا اور اس طرح الوطن پارٹی کی رکنیت کی اہمیت کو تسلیم کیا اور پھر ان فائدوں کو اپنے لئے حاصل کرنے کے لئے الوطن پارٹی کی رکنیت کے لئے دوڑ دھوپ شروع کر دی۔ ابھی میں صرف ابتدائی دو مرحلوں سے گزرا ہوں یعنی یقین کے اور تسلیم کے، اس کے بعد ایک عہد کے ذریعے میں اس تنظیم میں شامل ہو گیا۔ اسی طرح جب کوئی اسلام کی خوبیوں سے متاثر ہوگا اور دل میں پہلے تسلیم کرے گا اس کے بعد ہی تو دل سے اور عملاً ایک عہد کے ذریعے مسلمان بنے گا۔

عہد

اب ان جملوں پر غور کریں، میں سچ بولوں گا، میں ہمیشہ سچ بولوں گا، میں سچ کے سوا کبھی کچھ نہیں بولوں گا۔ یہ تینوں اقرار عہد ہیں۔مگر تینوں کے وزن میں فرق ہے۔عہد ہمیشہ کے لئے کیا جانے والا ایسا حتمی فیصلہ ہے جس میں کوئی تبدیلی ممکن نہ ہو۔کلمہ طیبہ وہ عہد ہے جو بندہ دائرۂ اسلام میں داخل ہونے کے لئے اپنے اللہ تعالیٰ سے کرتا ہے۔نہیں ہے کوئی معبود ہمارا سوائے آپ کے، اس کے معنی ہیں نہ تھا، نہ ہے، نہ کبھی ہو سکتا ہے اور نہ کبھی ہوگا کوئی معبود ہمارا سوائے آپ کے، اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے رسولؐ ہیں۔اس عہد کی بنیاد اللہ تعالیٰ پر مستحکم یقین ہے اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اللہ کے معبود ہونے کی اور اپنے بندہ ہونے کی تسلیم اور قبولیت ہے اور اپنی بندگی پر ہمیشہ قائم رہنے کا عہد ہے اور تصدیق ہے۔

تصدیق

انسان کسی چیز کو چکھ کر تصدیق کرتا ہے کہ یہ میٹھی ہے، کسی شے کو دیکھ کر تصدیق کرتا ہے کہ یہ خوبصورت ہے اور اس کا رنگ سرخ ہے یا سبز ہے، کسی چیز کو تول کر تصدیق کرتا ہے کہ اس شے کا وزن تین کلو ہے۔ چکھنا عمل ہے، دیکھنا عمل ہے اور تولنا عمل ہے۔تصدیق انسان اسی چیز کی کرتا ہے جسے خود دیکھتا ہے، استعمال کرتا ہے اور برتتا ہے اور پھر جو کچھ اس کے بارے میں جانتا ہے، اپنے اقرار کے ذریعہ یا قول کے ذریعے اس کی سچائی کی تصدیق کرتا ہے۔ پہلا مرحلہ اللہ تعالیٰ کا یقین حاصل کرنا ہے، دوسرا مرحلہ ہے اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کی خوبیوں کو تسلیم کرنا، تیسرا مرحلہ ایک عہد کے ذریعے دائرۂ اسلام میں داخل ہونا، پھر اس عہد کی پاسداری میں احکامات خداوندی پر عمل کرنا۔ پھر اپنے اس عمل کے نتائج کی تصدیق کرنا ہے۔تصدیق کرنے والا اللہ تعالیٰ سے اپنی وابستگی کی تصدیق کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ پر اپنے یقین اور تسلیم کو قوت اور استحکام دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے کئے ہوئے اپنے عہد کو پورا کرتا ہے۔سورۃ الفاتحہ میں جتنے اقرار ہیں اور نماز میں جتنے اقرار ہیں وہ سب کے سب تصدیق ہیں اور اس تصدیق کا ثبوت ہیں یعنی بندہ اللہ تعالیٰ سے اپنی

وابستگی کے سبب جن سچائیوں سے واقف ہوا وہ اس کی تصدیق کرتا ہے اور اس کا ثبوت پیش کرتا ہے اور یہ تصدیق ایک طرح کی گواہی ہے۔

گواہی

گواہی دو طرح کی ہے، ایک اپنی ذات کے لئے اور دوسری کسی اور کے لئے۔ دونوں صورتوں میں گواہی دینے والا ہمیشہ اپنی سچائی کو ریکارڈ کراتا ہے اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ریکارڈ کراتا ہے۔ گواہی بادشاہ کے سامنے دی جاتی ہے یا منصف کے سامنے دی جاتی ہے اور ایک بار گواہی دینے والا کبھی بھی اپنے قول اور عمل کی سچائی سے انکار نہیں کر سکتا اور نہ اسے ترک کر سکتا ہے۔ جھوٹی گواہی دینے والا یا اپنی گواہی سے منحرف ہونے والا اللہ کے نزدیک سخت معتوب ہے۔ اور وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کے معبود ہونے کی گواہی دے اور پیارے نبیؐ کی رسالت کی گواہی دے اور جب اسے اس کی گواہی کی سچائی کا ثبوت دینے کے لئے زبردست بادشاہ کے دربار میں بلایا جائے اور وہ نہ جائے تو پھر اس کی کیا سزا ہے؟

اقرار

دل کی تصدیق کے ساتھ اپنے قول سے کسی سچائی کا اعتراف کرنا دراصل اقرار ہے۔ اپنے یقین کا اپنے قول سے اعتراف اقرار ہے، تسلیم کا اعتراف اقرار ہے، عہد کا اعتراف اقرار ہے۔ تصدیق کو اپنے ایسے قول سے ثابت کرنا جس کے پیچھے عمل کی سچائی ہو، اقرار ہے۔ اقرار ہمیشہ سچائی کے ساتھ ہے۔ جس قول میں جھوٹ ہو، وہ اقرار نہیں ہے اور جو پہلے سے مسلمان ہے، اس کے پاس پہلے سے یقین ہے، تصدیق ہے اور گواہی موجود ہے۔ اسے تو صرف ان چیزوں میں سچائی اور اخلاص کو شامل کرنا ہے۔

طلب

ہمیشہ محتاج اور ضرورت مند طلب کرتا ہے اور اپنی اہم ضرورت کو طلب کرتا ہے۔ جس سے

Marfat.com

طلب کرتا ہے اس کی بڑائی اور عطاو بخشش کو تسلیم کرتا ہے اور اس کے سامنے اپنی ضرورت اور محتاجی کا اعتراف کرتا ہے- جو جتنا ضرورت مند ہوتا ہے اتنا ہی زیادہ خودغرض ہوتا ہے- اس میں اتنی ہی زیادہ بےقراری اور عاجزی پائی جاتی ہے- پھر طلب میں یہ بات بھی اہم ہے کہ کون طلب کر رہا ہے، کس طرح طلب کر رہا ہے، کس سے طلب کر رہا ہے، کیا چیز طلب کر رہا ہے، کس جذبے سے اور کس مقصد کے لئے طلب کر رہا ہے، نیک مقصد کے لئے طلب کر رہا ہے یا برے مقصد سے طلب کر رہا ہے، اچھی چیز طلب کر رہا ہے یا بری چیز طلب کر رہا ہے، اہم چیز طلب کر رہا ہے یا غیر اہم چیز طلب کر رہا ہے، شدید اور ناگزیر ضرورت کے لئے طلب کر رہا ہے، کیونکہ جتنی ضرورت شدید اور ناگزیر ہوگی اتنا ہی طلب میں بےقراری، التجا اور فریاد زیادہ ہوگی اور اس کے لئے کوشش اور جدوجہد زیادہ ہوگی کیونکہ حقیقی ضرورت مند وہی چیز طلب کرتا ہے جسے وہ تمام تر کوشش کے باوجود حاصل کرنے کی قوت نہ رکھتا ہو-

دوسری اہم چیز یہ ہے کہ طلب کرنے والا کون ہے اور اس کے نزدیک دینے والے کا کیا مقام ہے، کیا حیثیت ہے، کس قسم کا تعلق یا رشتہ ہے اور اس رشتے کی گہرائی کیا ہے اور ضرورت مند کس طرح طلب کر رہا ہے- بےادبی اور گستاخی کے ساتھ طلب کر رہا ہے یا ادب اور احترام کے ساتھ طلب کر رہا ہے- بطور احسان طلب کر رہا ہے یا بطور حق اور بطور معاوضہ طلب کر رہا ہے، برابری کی سطح سے طلب کر رہا یا بطور محتاج طلب کر رہا ہے، پھر طلب کرنے والا جسے طلب کر رہا ہے اس کے بارے میں حسن ظن رکھتا ہے یا بدظنی رکھتا ہے- پھر دینے والا ضرورت مند کی ضرورت کو کس طرح پورا کرتا ہے، عزت کے ساتھ، رازداری کے ساتھ پورا کرتا ہے یا ذلت اور حقارت کے ساتھ دیتا ہے-

اللہ بزرگ و برتر تو پاک ہیں اور بےعیب ہیں، تمام تعریفوں والے ہیں، بندہ جب بھی اللہ تعالیٰ سے کوئی شے طلب کرتا ہے تو وہ بطور اللہ تعالیٰ کے رحم و کرم اور احسان کے طلب کرتا ہے- وہ بطور اللہ تعالیٰ کی محتاج اور بےاختیار ملکیت کے اپنے مالک سے طلب کرتا ہے، بطور محتاج اور بےاختیار مخلوق کے اپنے خالق سے طلب کرتا ہے، بحیثیت ایک محتاج اور بےاختیار پلنے والے کے

Marfat.com

اپنے پالنے والے سے طلب کرتا ہے، بحیثیت ایک محتاج اور بے اختیار اور فرمانبردار رعایا کے اپنے بادشاہ سے طلب کرتا ہے، اسی طرح وہ بے اختیار اور محتاج اور فرمانبردار وراثت کے طور پر اپنے وارث سے مانگتا ہے اور عطا کرنے والا سخی اپنی بزرگی اور بڑائی کے لحاظ سے عطا کرتا ہے اور ایسی چیز عطا کرتا ہے جس میں مانگنے والے کی بھلائی ہی بھلائی ہو- پھر ملکیت کو جو کچھ عطا ہوگا، وہ بھی مالک ہی کی طرف لوٹتا ہے، اس لئے مانگنے پر جو کچھ ملکیت کو عطا ہوگا وہ ایسی چیز ہوگی جو ملکیت کو مالک کی نظروں میں سرخرو رکھے- اللہ تعالیٰ پاک ہیں اور بے عیب ہیں اور تمام تعریفوں والے ہیں اس لئے اپنے فرمانبردار بندے کو مانگنے پر یا اپنی مرضی سے جو کچھ عطا کریں گے وہ پاک اور بے عیب شے ہوگی اور قابل تعریف شے ہوگی- اور رحم و کرم کا مستحق تو وہ ہے جو عاجز ہے، مجبور ہے، بے بس ہے محتاج ہے، سخت تکلیف میں ہے، بے اختیار ہے، کمزور ہے، ناتواں ہے اور یہ سب وہ اپنے قول اور عمل سے سچ ثابت کرتا ہے اور اللہ کے رحم و کرم پر اور عطا و بخشش پر اور احسان پر بھروسہ کرتا ہے اور اسے تسلیم کرتا ہے اور اللہ تو رحیم اور کریم ہیں-

تقدیر اور تدبیر

تقدیر من جانب اللہ ہے، اس پر کوئی گفتگو نہیں ہوسکتی، ہاں اتنا کہا جاسکتا ہے کہ آپ ایک ملازم رکھتے ہیں جس کی تنخواہ ایک ہزار روپیہ ماہوار مقرر کرتے ہیں- اب آپ اگر اس کی فرمانبرداری اور کارکردگی سے خوش ہوکر اسے اس کے علاوہ جو جی چاہے دیں، بات یہ ہے کہ نماز میں تدبیر پوشیدہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے تقدیر کو چھپا دیا اور تدبیر انسان کو بتا دی اور اس پر عمل کا اختیار بھی دے دیا اور وہ تدبیر ہے عقیدۂ توحید اور نماز اور دعا- سوچنے کی بات ہے، اللہ تقدیر کے بنانے والے ہیں، تم اپنی تقدیر کے ساتھ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنے اللہ تعالیٰ سے چمٹ جاؤ، جب تم پاک و بے عیب اور تمام تعریفوں والے اللہ سے چمٹ گئے تو پھر تمہاری تقدیر کی تمام ناپاکیاں پاکیوں سے بدل گئیں اور تمام خرابیاں خوبیوں سے بدل گئیں اور اب تمہاری دعاؤں سے دوسروں کے بگڑے کام سنورنے لگے جو اللہ کا ہوگیا تو پھر اللہ کی ہر چیز اس کی ہوگئی- نماز دعا ہے اور خیر و فلاح کی طلب ہے اور پیارے نبیؐ کا ارشاد ہے کہ ”کوئی شے سوائے دعا کے، تقدیر کے فیصلے میں ترمیم

نہیں کر سکتی۔'' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو مانگنے کی اجازت دے کر اپنے رحمت کے خزانے کی کنجیاں اپنے بندوں کے حوالے کر دی ہیں اور جو تخی کے در پر پہنچ گیا، جسے تخی نے اپنے در پر بلا لیا اور جسے تخی نے ہمیشہ کے لئے اپنے در کا بنا لیا، وہ خوش نصیب ہو گیا۔

مدد کرنے کی صفت

اللہ بزرگ و برتر ہر شے پر قادر ہیں، ہر پوشیدہ اور ظاہر کے جاننے والے ہیں، بڑے مہربان، نہایت رحم والے ہیں، اللہ کے سوا نہ کوئی کسی پر رحم کر سکتا ہے اور نہ مدد کر سکتا ہے، تمام اسباب اور ذریعے اللہ ہی کے ہیں۔ مدد کرنے کے لئے تین چیزیں ضروری ہیں، پہلا حال سے واقف ہونا، دوسرا مدد کرنے کی طاقت رکھنا، تیسرا محبت کا ہونا۔ مثال یوں ہے کہ ایک شخص ہمارے حال سے واقف ہے، مدد کرنے کی طاقت بھی رکھتا ہے لیکن ہم سے محبت نہیں کرتا، وہ ہماری مدد نہیں کرے گا، اسی طرح ایک شخص مدد کرنے کی طاقت بھی رکھتا ہے، ہم سے محبت بھی کرتا ہے لیکن ہمارے حال سے واقف نہیں ہے، وہ بھی ہماری مدد کرنے سے قاصر ہے، تیسری صورت میں ایک شخص ہم سے بہت محبت بھی کرتا ہے اور ہمارے حال سے بھی واقف ہے لیکن مدد کرنے کی طاقت نہیں رکھتا، وہ بھی ہماری مدد کرنے سے مجبور ہے۔

حفاظت کرنے کی صفت

اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک ہیں، تمام قوت اور طاقت کا سرچشمہ ہیں، ہر شے پر غالب، بڑی حکمت والے، ہر پوشیدہ اور ظاہر کے جاننے والے، غیب کا علم رکھنے والے ہیں۔ نہ آپ کو موت ہے نہ اونگھ آتی ہے۔ اللہ کے سوا کوئی کسی کی حفاظت نہیں کر سکتا۔ اس کی مثال اس طرح ہے کہ کوئی بھی شخص کسی چیز کی ہمیشہ حفاظت نہیں کر سکتا، اس کا پہلا سبب موت ہے جو کسی بھی وقت کسی بھی سبب سے آ سکتی ہے، دوسرا سبب نیند ہے جس پر انسان قدرت نہیں رکھتا، تیسرا سبب طاقت کا محدود ہونا ہے، جو بظاہر لامحدود ہوتے ہوئے بھی ہمیشہ محدود ہوتی ہے، چوتھا سبب انسانی تدبیروں کا ناقص ہونا کہ انسان کتنا ہی احتیاطی تدابیر کرے اس میں نقص اور غلطی کا ہمیشہ امکان رہتا ہے،

Marfat.com

پانچواں سبب آنے والے خطرات، ان کی قوت، ان کی نوعیت سے ناواقف ہونا، چھٹا سبب کوئی بھی برتر صلاحیتیں رکھنے والا اور طاقت رکھنے والا اس سے وہ چیز چھین سکتا ہے، ساتواں سبب انسان عام طور پر ہمیشہ ہی برتری، خوش فہمی، خود فریبی، دولت، طاقت، اختیار اور اقتدار کے نشہ میں مبتلا ہوتا ہے اور یہ ایسے نشے ہیں جن سے بہت دیر میں ہوش آتا ہے اور ہوش اس وقت آتا ہے جب وقت ہاتھ سے نکل چکا ہوتا ہے- نشہ خواہ کسی بھی قسم کا ہو مدہوشی اور غفلت کا سبب ہے اور غافل کبھی بھی کسی چیز کی حفاظت کا اہل نہیں ہوتا-

غم تکلیف اور فکر و پریشانی

۱- پہلا سبب انسان اپنے اعمال کے نتیجے میں غم، فکر، تکلیف اور پریشانیاں حاصل کرتا ہے-

۲- دوسرا سبب انسان کے غم، فکر، تکلیف اور پریشانیوں کے پیچھے اس کی فلاح یا تربیت مقصود ہوتی ہے-

۳- تیسرا انسان کو آزمائش کے طور پر غم، تکلیف اور فکر میں مبتلا کیا جاتا ہے-

انسان جو بوتا ہے وہی کاٹتا ہے، جو خرچ کرتا ہے وہی اس کی طرف لوٹتا ہے، جو عمل کرتا ہے اسی کے ردعمل کا شکار ہوتا ہے، جو برائی وہ خرچ کرتا ہے اس سے حاصل ہونے والی برائی کا وہ خود شکار ہوتا ہے یعنی انسان اپنی فطرت میں موجود بری خصلتوں کو اپنے قول اور عمل کے ذریعے خرچ کرتا ہے، پھر اس برائی سے حاصل ہونے والی برائی کو واپس اپنی فطرت کو دے دیتا ہے- حسد، لالچ، ہوس، نفرت، غیبت، جھوٹ، ظلم، تکبر وغیرہ ایسی خرابیاں ہیں جو اپنے اندر ناپاکی، کبھی نہ ختم ہونے والی بھوک اور پیاس، تلخی، سختی اور جلانے کی تاثیر رکھتی ہیں- انسان اپنے وجود میں ذرا سا بھی اجابت کا، پیشاب کا، بلغم کا دباؤ برداشت نہیں کر سکتا- یہ دباؤ اسے بے چینی، اضطراب اور تکلیف میں مبتلا کر دیتا ہے، یہی حال روح کی یا فطرت کی ناپاکیوں کا ہے-

انسان فطرتاً نادان، جاہل، ناسمجھ، کمزور اور ناتواں ہے، اس کا ہر وہ عمل جس میں غفلتیں، خطائیں، غلطیاں، لغزشیں، گناہ، گمراہیاں اور ناپاکیاں شامل ہوں گی، اس کے نتائج بھی ہمیشہ منفی ہوں گے-

Marfat.com

مخلوق سے محبت خالق سے محبت ہے اور مخلوق سے نفرت خالق سے نفرت ہے۔ بندہ اللہ کی مخلوق سے جو سلوک کرتا ہے دراصل خالق کائنات سے اپنے لئے وہی سلوک چاہتا ہے۔ تکبر بہت بڑا گناہ ہے، کسی سے اس کی رنگت کی وجہ سے نفرت کرنا یا اس کا مذاق اڑانا یا کسی کو اپنے سے حقیر اور کمتر جاننا، کسی سے اس کی غربت کے سبب حقارت آمیز لہجے میں بات کرنا، کسی معذور کو گندگی میں لتھڑا دیکھ کر منہ پھیر لینا۔ کسی بے ضرر، جانور کو بلا وجہ اذیت دینا، کسی کو اس کے جسمانی عیب سے پکارنا، کسی کے بارے میں یہ کہنا کہ دیکھو یہ عذاب میں مبتلا ہے، کوئی نہیں جانتا کہ کس کی تکلیف کا یا اس میں پائی جانے والی کمی کا سبب کیا ہے، اللہ کی طرف سے سزا ہے یا اس کی آزمائش ہے یا اس کی تربیت ہے اور اگر سزا بھی ہے، تو انسان کو یہ حق نہیں کہ وہ اللہ کی مخلوق کے معاملے میں کوئی رائے دے۔ اب اللہ تعالیٰ اس شخص کی تکلیف کو دور فرما دیتے ہیں اور مذاق اڑانے والے کو یا تحقیر کرنے والے کو اس کے تکبر کے سبب اس تکلیف میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ انسان کو چاہئے کہ کسی کو تکلیف میں دیکھ کر اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگے۔

مخلوق کے ساتھ کیا جانے والا ہر سلوک دراصل اللہ تعالیٰ کی ملکیت، مخلوق، پروردہ، وراثت اور رعایا کے ساتھ کیا جانے والا سلوک ہے اور انسان کا یہ سلوک دراصل مالک کے، خالق کے، پروردگار کے، وارث کے اور حقیقی بادشاہ کے ساتھ سلوک ہے۔ جو اپنے تکبر کے سبب مخلوق کے ساتھ برا سلوک کرتا ہے، وہ دراصل براہ راست خالق کائنات کو للکارتا ہے۔

جس طرح ایک بچہ جتنا زیادہ معذور اور مجبور ہوتا ہے، اتنا ہی ماں کی توجہ کا مرکز بنا رہتا ہے تو جو انسان جتنا زیادہ معذور، بے بس محتاج اور مجبور ہوتا ہے، وہ اتنا ہی زیادہ اللہ تعالیٰ کی توجہ کا مرکز ہوتا ہے، اسی لئے کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ٹوٹے ہوئے دلوں میں تلاش کرو۔ مخلوق پر رحم کرنا، خالق کائنات سے اپنے لئے رحم طلب کرنا ہے۔

Marfat.com

غم، تکلیف یا فکر، زخم اور بیماری کے سبب

زخم اور بیماری کی تکلیف فطری ہے، یہ تکلیف زخم کے بھر جانے اور بیماری کے دور ہو جانے سے خود بخود ختم ہو جاتی ہے- ہاں ایسی تکلیف میں مبتلا شخص اپنی مثبت، امید افزاء اور صحت مندانہ سوچ کے ذریعے اور اپنی مضبوط قوت ارادی، قوت صبر، تحمل اور برداشت سے کام لے کر اپنے دفاعی نظام کو سہارا اور قوت فراہم کرسکتا ہے اور غم، تکلیف اور فکر کے احساس میں کمی کرسکتا ہے اور شکر گزار کے لئے تو ہر چیز ثواب ہے-

غم، تکلیف اور فکر کے نفسیاتی اسباب

انسان جب کسی بہت چھوٹی سی بات کو بہت زیادہ اہمیت دیتا ہے تو وہ اس کے لئے بہت بڑی بات بن جاتی ہے، یہاں تک کے اعصاب پر سوار ہو کر اس کی قوت فیصلہ اور سوچنے سمجھنے کی صلاحیتوں کو نقصان پہنچاتی ہے اور انسان جب کسی بہت بڑی بات کو کوئی اہمیت نہیں دیتا تو وہ اس کے لئے بہت چھوٹی بات ہوتی ہے، ضرورت اس بات کی ہے کہ جس بات کو جتنی اہمیت دینا ہو اتنی ہی دی جائے اور کسی بھی مسئلے کو اعصاب پر سوار کرنے کے بجائے، مسئلے کو مسئلہ سمجھتے ہوئے اسے حل کیا جائے، بعض مسئلے ایسے ہوتے ہیں، جو اچانک پیدا ہوتے ہیں اور بعض مسائل ایسے ہوتے ہیں جنہیں وقت برسوں تک پرورش کرتا ہے اور انسان اپنی غفلت کے سبب ان کی طرف سے لاپرواہی برتتا ہے، یہاں تک کہ وہ مسئلے الجھ کر ناقابل اصلاح ہو جاتے ہیں-

دولت کی محبت بھی سخت تکلیف کا سبب ہوتی ہے، اس کی مثال ایسی ہے کہ ایک امیر نذرانے لے کر ایک بزرگ کے پاس پہنچے اور بہت اصرار کیا کہ وہ یہ نذرانے قبول کرلیں، جب اس امیر کا اصرار بہت بڑھا تو بزرگ نے امیر سے پوچھا کہ یہ بتاؤ تم میرے پاس اس لئے آئے ہو نا کہ میں تمہارے علاقے اور مال و دولت میں اضافے کے لئے دعا کروں- امیر نے کہا آپ نے بالکل سچ فرمایا- بزرگ نے امیر سے کہا، بھائی تجھے تو خود مزید دولت کی ضرورت ہے اور تو تو خود محتاج ہے، اس دولت کا تجھ سے زیادہ حقدار اور کوئی نہیں ہے، جا اسے اپنے پاس رکھ اور یاد رکھ تو دنیا کا

غلام ہے اور دنیا میری غلام ہے اور مجھے اس حقیر چیز کی ضرورت نہیں ہے اور انسان تو دولت کے لئے بڑی تکلیفیں اٹھاتا ہے اور یادرکھ ضرورت مند ہر حال میں محتاج ہے، خواہ اس کے پاس کتنی ہی دولت کیوں نہ ہو۔

بعض احساس بھی تکلیف کا باعث ہوتے ہیں، کسی بزرگ نے ایک صاحب کو رنجیدہ دیکھ کر اس کا سبب پوچھا، معلوم ہوا وہ صاحب اپنے کسی صاحب حیثیت عزیز سے ملنے گئے تھے، اس عزیز نے انہیں ان کے حسب منشا عزت نہیں دی اور توجہ نہیں دی۔ بزرگ نے ان صاحب سے کہا بھائی تم اپنے عزیز سے عزت کے طلب گار کیوں تھے، کیونکہ طلب تو وہی چیز کی جاتی ہے جو ضرورت سے کم ہو یا بالکل نہ ہو اور ہاں عزت تو اللہ کے خزانے سے ملتی ہے اور مفت ملتی ہے، جتنی چاہے لو اور خرچ کرو اور یادرکھو جو اپنی حیثیت پر رہتا ہے اس کی عزت باقی رہتی ہے، زمین پر بیٹھنے والا گر کر بھی زمین پر رہتا ہے اور بلندی سے گرنے والا شکستہ ہو جاتا ہے۔

عارضی تکلیف

بعض غم، فکر، تکلیف اور پریشانی عارضی ہوتی ہے اور ان کے پیچھے کوئی بڑا فائدہ پوشیدہ ہوتا ہے۔ جیسے ایک شخص کو نوکری نہیں ملی، اس شخص نے مجبور ہو کر ایک چھوٹا سا کام شروع کر دیا اور دیکھتے ہی دیکھتے چند سال میں بڑا آدمی بن گیا یا اللہ تعالیٰ جب اپنے بندے سے کوئی اہم کام لینا چاہتے ہیں یا کوئی اہم مقام یا ذمہ داری دینا چاہتے ہیں تو اسے اس کی اہلیت عطا کرنے کے لئے تربیت فرماتے ہیں۔

اور عقیدۂ توحید ہی بندے کی تربیت ہے۔ کوئی شخص اللہ پر ایمان لائے بغیر اللہ کی ذات اور صفات کی اپنے قلب اور شعور کو فیڈ نگ نہیں کر سکتا۔ اور اللہ کی فرمانبرداری میں قول اور عمل کی سچائی اور اخلاص کے بغیر اللہ وحدہ لاشریک کی ذات اور صفات کی فیڈ نگ ممکن ہی نہیں ہے کیونکہ قلب و شعور کو فیڈ نگ احساس کے ذریعے ہوتی ہے۔

اس لئے احساس یا نیت میں جس قدر سچائی اور اخلاص ہوگا اسی قدر فیڈ نگ عمدہ، گہری اور پائیدار ہوگی۔ اسی قدر اللہ سے وابستگی ہوگی، اسی قدر خیر کی قوتوں سے وابستگی ہوگی اور اسی قدر اللہ

Marfat.com

اور اللہ سے وابستہ قوتوں کی مدد حاصل ہوگی اور اللہ تعالیٰ تو ہر انسان کی نیتوں سے واقف ہیں اور اس کے قول اور عمل کی حقیقتوں سے واقف ہیں، اور اللہ تو رب العالمین ہیں اور رب العالمین رہیں گے لیکن جو اللہ کی ربوبیت کو یا پرورش کو تسلیم کرتا ہے اور اللہ ہی کو اپنا پاک و بے عیب پالنے والا قرار دیتا ہے اور اپنے پالنے والے کی شکر گزاری اور امانت داری میں اور احسان مندی اور وفاداری میں اور اللہ کی فرمانبرداری میں خود کو اللہ کے سپرد کر دیتا ہے وہ اللہ کا پہلے تو خاص اور پھر خاص الخاص پروردہ بن جاتا ہے اور ہر ایسی چیز کو جو اس کی دنیا اور آخرت کو نقصان پہنچائے، اسے دور کر دیا جاتا ہے اور اسے سلامتی عطا کی جاتی ہے۔

جو شخص اپنے باطن میں دنیا سے دور ہو گیا اور دنیا کی پہنچ سے دور ہو گیا، وہ دنیا سے وابستہ تمام غموں اور فکروں سے دور ہو گیا، وہ شر اور شیطان سے دور ہو گیا اور وہ دنیا کی تمام ترغیبات سے دور ہو گیا اور دنیا کے دامن میں موجود ہر قسم کی رسوائیوں، تکلیفوں، بے وفائیوں سے دور ہو گیا۔

اذان

''اور (مسلمانو!) جب تم اذان دے کر (مسلمانوں کو) نماز کے لئے بلاتے ہو تو یہ (یہود و نصاریٰ اور کفار) نماز کو ہنسی اور کھیل بناتے ہیں، اور یہ (حرکت بے جا ان سے) اس لئے (سرزد ہوتی ہے) کہ یہ (ایسے بے وقوف) لوگ ہیں کہ بالکل نہیں سمجھتے۔'' (المائدہ: ع ۹، پارہ ٦)

''مسلمانو! جب جمعے کے دن نماز (جمعہ) کے لئے اذان دی جائے، تو یادِ الٰہی (یعنی نماز) کے لئے لپکو، اور اس وقت بیچنا (کھوچنا) چھوڑ دو۔ یہ تمہارے حق میں بہتر ہے بشرطیکہ تم سمجھو۔

ترجمۂ اذان:

''اللہ بہت بڑا ہے، اللہ بہت بڑا ہے، اللہ بہت بڑا ہے، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، میں گواہی دیتا ہوں محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، نماز کی طرف آؤ، نماز کی طرف آؤ، کامیابی کی جانب آؤ، کامیابی کی جانب آؤ، اللہ بہت بڑا

Marfat.com

ہے، اللہ بہت بڑا ہے، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔''

اذان دعوت کامل ہے، تو جس نے دعوت کو ٹھکرایا اس نے دعوت دینے والے سے انکار کیا۔

اذان حجت ہے، ایمان کے لئے۔ اذان ایمان کی آزمائش ہے۔ اذان صاحب ایمان کے لئے اس گواہی کی ''کہ نہیں ہے کوئی معبود ہمارا سوائے اللہ کے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں'' سچائی اور جھوٹ کا امتحان ہے۔

پکارنے والے نے آواز لگائی کہ اللہ سب سے بڑا ہے یعنی یہ پکار اور یہ دعوت اس کی طرف سے ہے، جو سب سے بڑا ہے، تو جس نے اس پکار کو رد کیا، اس نے اللہ کی بڑائی کو رد کیا اور وہ کھلا متکبر ہو گیا، اس کو پکارنے والے نے یاد دلایا کہ اے شخص اپنی اس گواہی کو یاد کر جس میں تو نے کہا کہ ''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں''

اب جس شخص نے اس پکار کو رد کیا اس نے اللہ کے معبود ہونے کو رد کیا اور دوسرا اپنی گواہی کو رد کیا اور جھوٹی گواہی دینے والا نہ صرف ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بے اعتبار ہو جاتا ہے بلکہ اس کے لئے سخت سزا بھی ہے۔

پھر اسے یاد دلایا جاتا ہے کہ اے شخص تو نے یہ گواہی دی تھی کہ ''حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں'' تو جس نے اپنی اس گواہی کو رد کیا اس نے رسالت کی گواہی کو رد کیا۔

اب اس سے واضح الفاظ میں کہا جاتا ہے کہ آؤ نماز کی طرف کہ یہ وہ نماز ہے جو تم پر فرض کی گئی ہے تو جس نے اسے رد کیا، اس نے نماز کی فرضیت کو رد کیا۔

پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ آؤ فلاح کی طرف، تو جس نے اللہ کی طرف سے ملنے والی دنیا اور آخرت کی اس فلاح کو رد کیا اس نے اپنے اللہ سے تعلق کو توڑ لیا، تو پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ اے شخص تو نے اللہ کی بڑائی کا انکار کیا، اپنی گواہی یعنی اللہ کے معبود ہونے کا انکار کیا، پیارے نبیؐ کی رسالت سے انکار کیا، اور نماز کی فرضیت سے انکار کیا اور اللہ کی فلاح سے انکار کیا، تو کیا ہوا اللہ تو سب سے بڑا ہے اور بڑا رہے گا اور اللہ تو معبود ہے اور معبود رہے گا اور تمہیں تو آخر وہیں لوٹ کر آنا ہے۔

Marfat.com

طریقۂ نماز

(یہاں صرف اردو ترجمہ درج کیا جا رہا ہے)

اذان کے بعد کی دعا:

''اے اللہ! (تو جو) مالک ہے اس دعوت کامل اور پڑھی جانے والی (اس) نماز کا، عنایت فرما محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ اور فضیلت اور متمکن فرما ان کو مقام محمود پر، جس کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا ہے، بے شک تو وعدہ پورا کرتا ہے۔''

اس دعا میں یہ حقیقت پوشیدہ ہے کہ دعوت کامل اور اس دعوت کامل کو قبول کرنے والا ہی راہ ہدایت میں پیارے نبیؐ کا ہمسفر ہے اور شفاعت کا امیدوار ہے۔ اور جو ہمسفر نہیں اس کے لئے شفاعت کی امید نہیں اور سفر کے بغیر منزل نہیں۔

''میں نے اپنے آپ کو اسی کا ہو کر ایسی ذات کے سامنے پیش کر دیا جس نے زمین و آسمان پیدا کئے اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔''

اس دعا میں بندہ ہاتھ باندھنے سے پہلے اس کی تشریح کر رہا ہے کہ اے اللہ میں اپنے اختیار سے دستبردار ہو کر ایک عاجز اور مجبور اور محتاج بندے کی حیثیت سے خود کو مکمل طور پر آپ کے حوالے کرتا ہوں یعنی خود کو بزرگی والے، بڑائی والے، عزت والے خالق کائنات کے حوالے کرتا ہوں اور میں مشرک نہیں ہوں اور آپ کا فرمانبردار اور وفادار بندہ ہوں۔

تکبیر تحریمہ:

''اللہ بہت بڑا ہے'' کہتے ہوئے دونوں ہاتھ کانوں تک (اور عورت کاندھوں تک) اٹھا کر ناف کے نیچے اس طرح باندھ لے کہ دائیں ہاتھ کے انگوٹھے اور چھوٹی انگلی کا حلقہ بنا کر بائیں ہاتھ کے گٹے کو پکڑ لے کہ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہتھیلی کی پشت پر رہے اور عورت سینہ پر دائیں

Marfat.com

ہتھیلی بائیں پر رکھ لے پھر ثناء پڑھے۔

ثنا:

''پاک ہے تیری ذات اے میرے معبود اور تو ہی حمد کے لائق ہے اور تیرا نام بابرکت ہے اور بلند و اعلیٰ ہے تیری بزرگی اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔''

اگر نماز امام کے پیچھے پڑھ رہا ہے تو اتنا پڑھ کر خاموش ہو جائے۔

دل کی سچائی کے ساتھ، سمجھ کر اللہ کے حضور میں ثنا پڑھنے والا نہ کفر کر سکتا ہے اور نہ شرک کر سکتا ہے اور نہ بدعتوں میں مبتلا ہو سکتا ہے، ثناء اللہ کے حضور میں بندہ کا اقرار ہے اور عہد ہے۔

ورنہ یہ پڑھے:

تعوذ:

''میں اللہ کی پناہ میں آتا ہوں شیطان مردود سے (بچنے کی خاطر)۔''

تسمیہ:

''اللہ کے نام کے ساتھ ابتدا کرتا ہوں جو بہت ہی رحم والا، مہربان ہے۔''

پھر سورۃ الفاتحہ پڑھے:

''سب تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جو سارے جہانوں کا پالنے والا ہے۔ بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔ مالک ہے روز جزا کا۔ اے اللہ! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔ دکھا دے ہم کو سیدھا راستہ۔ راستہ ان لوگوں کا جن پر تو نے انعام کیا ہے۔ نہ راستہ ان لوگوں کا جن پر غضب کیا گیا اور نہ ان لوگوں کا جو گمراہ ہیں۔'' (سورۃ الفاتحہ)

اس کے بعد پھر کوئی سورت یا کچھ آیات پڑھے، پھر ''اللہ اکبر'' کہہ کر رکوع میں چلے جائیں۔ رکوع میں دونوں ہاتھوں سے گھٹنے پکڑ لیں، انگلیاں سیدھی رہیں، کمر اور سر ایک سیدھ میں ہوں اور یہ تسبیح تین مرتبہ پڑھیں:

Marfat.com

رکوع کی تسبیح:

''میرا عظمت والا پروردگار پاک ہے۔''

پھر امام صاحب تسمیع سمع اللّٰہ لمن حمدہ یعنی:

''اللہ تعالیٰ نے اس بندے کی سن لی جس نے اس کی تعریف کی''

کہتے ہوئے رکوع سے اٹھ کر سیدھے کھڑے ہو جائیں، اور مقتدی کہیں:

تحمید:

''اے ہمارے رب تیرے ہی لئے ہے سب تعریف۔''

اگر تنہا نماز پڑھ رہا ہے تو تسمیع و تحمید دونوں کہے۔

پھر ''اللہ اکبر'' کہتے ہوئے سجدے میں اس طرح جائے کہ پہلے دونوں گھٹنے زمین پر رکھے پھر دونوں ہاتھ پھر ناک پھر پیشانی سجدہ میں دونوں ہاتھ کانوں کے برابر رہیں اور انگلیاں سیدھی قبلہ رخ، پھر تین مرتبہ کہے:

سجدے کی تسبیح:

''میرا عالی شان پروردگار مالک ہے۔''

پھر ''اللہ اکبر'' کہتے ہوئے سجدہ سے پہلے پیشانی، پھر ناک، پھر ہاتھ اٹھا کر بایاں پاؤں بچھا کر دایاں قدم کھڑا کر کے بیٹھ جائیں، بیٹھنے میں ہاتھ زانو پر رکھیں، اچھی طرح بیٹھ چکنے کے بعد پھر تکبیر کہہ کر دوسرا سجدہ کریں۔

پھر ''اللہ اکبر'' کہتے ہوئے دوسری رکعت کے لئے کھڑے ہو جائیں۔ دوسری رکعت میں ثنا اور تعوذ نہیں پڑھی جائے گی، پھر بسم اللہ پڑھ کر پہلی رکعت کی طرح یہ رکعت بھی پڑھے، پھر دوسری رکعت کے رکوع اور سجدوں کے بعد بیٹھ جائے اور پھر تشہد پڑھے:

Marfat.com

تشہد:

''تمام قولی اور بدنی اور مالی عبادتیں اللہ ہی کے لئے ہیں، آپ پر اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سلام ہو اور اللہ کی رحمت اور برکت نازل ہو سلامتی ہو ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔''

تشہد پڑھتے وقت جب ''ان لا الہ'' پر پہنچے تو دائیں ہاتھ کے انگوٹھے اور بیچ کی انگلی سے حلقہ بنا کر مٹھی بند کر لے اور کلمہ کی انگلی کو کھڑا کرے اور ''الا اللہ'' پر انگلی کو گرا دے، مٹھی آخر تک بند رکھے۔

اگر نماز تین یا چار رکعتوں والی ہے تو ''عبدہ ورسولہ'' تک پڑھ کر ''اللہ اکبر'' کہتے ہوئے کھڑے ہو کر باقی نماز پوری کرے۔ اور دو رکعت والی نماز ہے تو تشہد پڑھ کر یہ درود شریف پڑھے:

درود شریف:

''اے اللہ! رحمت نازل فرما محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی آل پر جس طرح تو نے رحمت نازل فرمائی ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل پر بے شک تو مستحق تعریف اور بزرگی والا ہے۔''

''اے اللہ! برکت نازل فرما محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور ان کی آل پر جیسے کہ برکت نازل فرمائی تو نے ابراہیم علیہ السلام پر اور ان کی آل پر بے شک تو مستحق تعریف بزرگی والا ہے۔''

درود کے بعد کی دعا:

''اے اللہ بے شک میں نے اپنی جان پر بہت بڑا ظلم کیا ہے اور میرے گناہ تیرے سوا کوئی نہیں بخش سکتا پس آپ اپنی خاص بخشش سے مجھے نوازیئے اور مجھ پر رحم فرمایئے آپ ہی بے شک بخشنے والے مہربان ہیں۔''

تسلیم:

''سلامتی ہو تم پر اور اللہ کی رحمت۔''

نماز سے فراغت کے بعد:

''اے اللہ! تو ہی سلامتی دینے والا ہے اور تیری ہی طرف سے سلامتی مل سکتی ہے۔ اور تیری ہی طرف سلامتی لوٹتی ہے، اے ہمارے رب! تو ہمیں سلامتی کے ساتھ زندہ رکھ اور ہمیں سلامتی کے مقام میں داخل فرما، اے ہمارے رب! تو بابرکت ہے اور تو ہی بلند ہے، اے صاحب عظمت اور بزرگی والے۔''

فجر کی اذان میں ''حی علی الفلاح'' کے بعد ''الصلوٰۃ خیر من النوم'' یعنی ''نماز نیند سے بہتر ہے، نماز نیند سے بہتر ہے۔'' کا اضافہ کریں۔

جماعت سے پہلے تکبیر میں ''حی علی الفلاح'' کے بعد یہ ''قد قامت الصلوٰۃ'' کا اضافہ کریں جس کا مطلب ہے: ''نماز (باجماعت) شروع ہوگئی، نماز (باجماعت) شروع ہوگئی۔''

سورۃ الفاتحہ

سورۃ الفاتحہ وہ سمندر ہے جس کی تہہ کی کسی کو خبر نہیں۔ یہ نماز کا لازمی حصہ ہے۔ ہم صرف اپنی جہالت کا اعتراف کرتے ہوئے نماز کے حوالے سے سورۃ الفاتحہ کی مختصر تشریح کی کوشش کریں گے۔ سب سے پہلے صاحب ایمان اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کرتا ہے کہ ''نہیں ہے کوئی معبود ہمارا سوائے آپ کے اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔'' اور عہد سے بندھ کر وہ بندہ بن گیا اور اپنے آپ کو اور اپنا سب کچھ اللہ کے سپرد کر دیا۔ ملکیت بھی مالک کی ہوتی ہے اور ملکیت کے پاس جو کچھ ہوتا ہے وہ بھی مالک ہی کا ہوتا ہے۔ یہی قانون پروردہ کے لئے ہے، مخلوق یا تخلیق کے لئے ہے اور رعایا کے لئے ہے یعنی رعایا بھی بادشاہ کی ہے اور رعایا کے پاس جو کچھ ہے وہ بھی بادشاہ کا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کا بندہ ہے وہ اللہ تعالیٰ کے مقابل بے اختیار ہوا اور اللہ

تعالیٰ کا محتاج ہوا، اب بندہ عاجز اپنے عہد کی پاسداری میں اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی جانے والی دعوت کامل یعنی اذان پر لبیک کہتے ہوئے، اللہ تعالیٰ کے حضور میں حاضری کے لئے طہارت حاصل کرتا ہے یعنی اپنے ظاہر اور باطن کو پاک کرتا ہے، پھر وضو کرتا ہے پھر اس میں بھی اپنے ظاہر کو پاک کرنے کے ساتھ ساتھ باطن کو گناہوں سے پاک کرتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ کے حضور میں کھڑے ہو کر نماز کی نیت باندھنے سے پہلے یہ کہتا ہے کہ میں اپنے عہد میں سچا ہوں اور میں عملاً آپ کا بندہ ہوں، اور میں آپ کا ہو کر خود کو آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں، ایسی ذات کے سامنے پیش کرتا ہوں جس نے زمینوں اور آسمانوں کو پیدا کیا اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔ پھر نماز کی نیت کرتا ہے اور یہ کہہ کر کہ اللہ سب سے بڑے ہیں، اللہ تعالیٰ کی بڑائی کو عملاً قبول کرتے ہوئے اور اس کی تصدیق کرتے ہوئے اور حاضری کی علامت کے طور پر دونوں ہاتھ کانوں تک لے جاتے ہوئے اس نے اپنی سماعت کو باندھ دیا، پھر نظریں نیچے جما کر اپنی بصارت کو باندھ دیا، پھر دونوں ہاتھوں کو باندھ دیا، اب جس شخص کی سماعت بندھ گئی اور بصارت بندھ گئی اور ہاتھ بندھ گئے، تو وہ عملاً اللہ تعالیٰ کے حضور بے اختیار اور محتاج ہوا، بے بس ہوا اور حقیر ہوا۔ اب وہ ثنا پڑھتا ہے (اے اللہ میں اپنے عہد کی سچائی کی تصدیق کرتا ہوں) اے میرے معبود، پاک ہے آپ کی ذات اور آپ ہی تمام تعریفوں کے لائق ہیں اور آپ کا نام بڑا بابرکت ہے اور آپ کی بزرگی بلند اور اعلیٰ ہے اور آپ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ پھر ''اعوذ باللہ'' اور ''بسم اللہ'' کے بعد سورۃ الفاتحہ شروع کرتا ہے۔ الحمد للہ یعنی ''اے اللہ تمام تعریفیں آپ ہی کے لئے ہیں'' اس کے معنی ہیں اے اللہ میں دل کی سچائی کے ساتھ تصدیق کرتا ہوں کہ آپ کی ذات اور صفات تمام تعریفوں والی ہے اور پاک ہے اور بے عیب ہے، مقدس ہے اور بابرکت ہے۔ ساری عزت، ساری بزرگی اور ساری بڑائی آپ ہی کی ہے، کل فلاح، کل خیر، کل سلامتی آپ ہی کی ذات اور صفات سے وابستہ ہے اور آپ کی اطاعت گزاری، فرمانبرداری، شکر گزاری، امانت داری سے وابستہ ہے، آپ کے سوا نہ کوئی فلاح عطا کر سکتا ہے اور نہ خیر اور سلامتی عطا کر سکتا ہے، جو آپ کا مطیع ہے تو دنیا اس کی مطیع ہے، جس نے آپ کے حضور میں ذلت اختیار کی دنیا اس کے

Marfat.com

لئے حقیر ہے اور اے اللہ مجھ پر بلا شرکت غیرے آپ کا حق ہے، میرا آپ کے حضور میں بے اختیار ہونا اور آپ کا محتاج ہونا فطری ہے، میں آپ کی چیز ہوں اور خود کو آپ کے سپرد کرتا ہوں، اور بے شک جو جتنا زیادہ محتاج اور بے اختیار ہوگا، وہ اتنا ہی زیادہ پاک و بے عیب تمام تعریفوں والے کی عطاو بخشش سے اور اختیار سے اور ذات اور صفات سے وابستہ ہوگا اور ملکیت تو مالک کی چیز ہے اور ملکیت کو جو کچھ ملے گا وہ بھی مالک ہی سے ملے گا اور پھر مالک ہی کی طرف لوٹ جائے گا اور ملکیت کے لئے اپنے مالک سے وابستہ ہونے سے زیادہ کوئی فخر کی بات نہیں- اے اللہ میں اہل وفا ہوں اور یہ سب آپ کا کرم ہے اور جو اپنے پالنے والے کا، اپنے خالق کا، مالک کا، بادشاہ کا اور معبود کا نہ ہوا، وہ کسی کا نہ ہوا، اس کی وفا تو دھوکا ہے، وہ یا تو اس کی مجبوری ہے یا پھر اس کی ضرورت ہے، غرض میں ہر اس چیز کی تصدیق کرتا ہوں جو آپ کی ذات اور صفات سے وابستہ ہے اور جو سمندر ہے اور میرے لئے ممکن ہی نہیں کہ اس کی تہہ کو پا سکوں- اس کے بعد بندہ نماز میں رب العالمین کہتا ہے یعنی ''آپ ہی سب جہانوں کے پالنے والے ہیں'' اس طرح وہ اپنے اس اقرار میں، اعتراف میں اور تصدیق میں، کہتا ہے کہ اے اللہ، پلنے اور پالنے والے کے درمیان موجود رشتے سے زیادہ مضبوط کوئی رشتہ نہیں اور ہر پلنے والا، اپنے پالنے والے کا محتاج ہے، احسان مند ہے، شکر گزار ہے اور ہر پلنے والے پر صرف اور صرف پالنے والے کا حق ہے اور پلنے والے کی زندگی اور اس کی بقا پالنے والے کے دیئے ہوئے رزق پر ہے- اس لئے پلنے والا نہ صرف یہ کہ پالنے والے کا محتاج ہے بلکہ وہ کبھی بھی اپنے پالنے والے کے قبضہ وقدرت سے باہر نہیں ہو سکتا، اے ہمارے پروردگار آپ سے بڑھ کر کوئی اپنے پروردہ سے محبت کرنے والا نہیں، اس کی فلاح چاہنے والا نہیں اور اس کی فریادوں اور التجاؤں کو سننے والا نہیں اور اس کی ضرورتوں کو پورا کرنے والا نہیں، اور اے ہمارے پروردگار آپ پاک ہیں، بے عیب ہیں اور تمام تعریفیں آپ ہی کے لئے ہیں، اے ہمارے پاک اور بے عیب پالنے والے میں آپ کی نافرمانی اور احسان فراموشی کا تصور بھی نہیں کر سکتا اور اس بات کا بھی تصور نہیں کر سکتا کہ آپ کی دی ہوئی نعمتوں کو آپ کی نافرمانی میں استعمال کروں یا ان کے سہارے آپ سے دشمنی یا بغاوت کروں یا اس سے آپ کے دشمنوں کو

فائدہ پہنچاؤں اور میں اپنے پالنے والے کا شکر گزار بندہ ہوں- اور اپنے پالنے والے سے، پلنے والے کی وفاداری اور فرمانبرداری فطری اور ابدی ہے-

پھر بندہ عاجز ''الرحمٰن الرحیم'' کہہ کر تصدیق کرتا ہے کہ ''اے اللہ آپ بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں'' آپ کسی کو کبھی بھی اپنی رحمت سے مایوس نہیں کرتے اور کبھی بھی کسی کو اپنی رحمت سے محروم نہیں کرتے اور کبھی بھی کسی کو اپنے در سے خالی نہیں لوٹاتے اور کبھی بھی کسی کی فریاد اور التجا کو ضائع نہیں کرتے اور آپ کی رحمت کے سوا کوئی شے ایسی نہیں جو قلب کو چین اور سکون عطا کر سکے اور آپ کی رحمت کے سوا کوئی بھی ہم کو جہنم کے عذاب سے بچانے والا نہیں اور ہم گنہگاروں کو تو بس فقط آپ کا اور آپ کی رحمت کا سہارا ہے اور بس فقط آپ پر اور آپ کی رحمت پر بھروسہ ہے اور جس نے رحم کو قطع کیا اس نے رحمٰن کو قطع کیا اور جو رحمٰن سے الگ ہو گیا وہ دنیا کے جہنم کا ایندھن بن گیا اور آخرت کا حساب الگ ہے- اور بے شک آپ بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں اور رحم اور مہربانی کے بغیر بخشش و معافی نہیں، عطا نہیں، انعام نہیں، عذر نہیں، پناہ نہیں، سہارا نہیں، پرورش نہیں، حفاظت نہیں، فلاح نہیں، خیر نہیں، توجہ نہیں، عفو اور درگزر نہیں، محبت نہیں، قربت نہیں، وابستگی نہیں، قبولیت نہیں اور اے اللہ آپ ہی ہم بے پناہوں کی پہلی اور آخری پناہ گاہ ہیں اور ہم بے سہاروں کا پہلا اور آخری سہارا ہیں- اور آپ ہی ہم کمزوروں کی قوت ہیں جس ملکیت کو، جس مخلوق کو، جس پروردہ کو اور جس رعایا کو اپنے اللہ کی رحمت اور مہربانی کا یقین ہو جائے تو وہ خود کو بے بس محتاج اور بے اختیار بنا کر اللہ کی رحمت کے دھارے کے حوالے کر دے اور بس مزے سے اس دھارے میں بہتا چلا جائے-

اور پھر بندہ عاجز ''مالک یوم الدین'' کہہ کر تصدیق کرتا ہے کہ اے اللہ آپ ہی روز قیامت کے مالک ہیں اور میں اپنے عہد میں، اپنے اقرار میں، اپنی تسلیم میں، اپنے اعتراف میں اور اپنی تصدیق میں سچا ہوں، میں روز قیامت کو تسلیم کرتا ہوں، آپ کو اپنی ذات اور صفات میں وحدہ لاشریک تسلیم کرتا ہوں اور ہر ہر شے پر آپ کے حق کو، اختیار کو اور قبضہ و قدرت کو تسلیم کرتا ہوں، میں تسلیم کرتا ہوں کہ کوئی شے آپ کے قبضہ و قدرت سے باہر نہیں ہو سکتی اور کوئی شے

Marfat.com

آپ کی نظروں سے اوجھل نہیں رہ سکتی۔ اور آپ ہر پوشیدہ اور ظاہر کے جاننے والے ہیں اور ہر شے کو آپ ہی کی طرف لوٹ کر آنا ہے اور آپ ہی کو ہم سے حساب لینا ہے اور آپ کے سوا کوئی بھی کسی کو آپ کے غضب سے بچانے والا نہیں۔ میں موت کو اور موت کے بعد کی زندگی کو تسلیم کرتا ہوں، سزا اور جزا کو تسلیم کرتا ہوں، جنت اور دوزخ کو تسلیم کرتا ہوں، فرشتوں اور ملائک کو تسلیم کرتا ہوں، آپ کی عظیم الشان بادشاہت کو تسلیم کرتا ہوں، پیارے نبیؐ اور انؐ کی رسالت کو اور انؐ کی شفاعت کو تسلیم کرتا ہوں، اور اے اللہ آپ کے سوا کوئی مجھے گناہوں سے، گمراہیوں سے، ناپاکیوں سے اور نافرمانیوں سے بچانے والا نہیں۔ میں نادان ہوں، جاہل ہوں، ناسمجھ ہوں، کمزور ہوں اور ناتواں ہوں، مجھ پر رحم فرما دیجئے، کرم فرما دیجئے اور احسان فرما دیجئے اور مجھ کو جہنم کے عذاب سے اور اپنے غضب سے بچا لیجئے اور اے اللہ میرے دل کو اپنے خوف سے بھر دیجئے اور میں نافرمانوں میں سے نہیں ہوں اور جو آپ سے نہیں ڈرتے وہ متکبر ہیں، وہ نہ تو روز جزا پر یقین رکھتے ہیں نہ ان کو آپ کے غضب کی کوئی فکر ہے، نہ ان کو آپ کی سزا کا یقین ہے اور نہ وہ دوزخ پر یقین رکھتے ہیں، وہ یا تو بس ان سب باتوں کو سنی سنائی بات سمجھتے ہیں اور جو یقین رکھتا ہے وہ تو ایک لمحہ کے لئے بھی غفلت نہیں کرتا۔

اب بندہ عاجز تصدیق کرتا ہے اور اپنی صداقت کا عملی ثبوت پیش کرتے ہوئے کہتا ہے ''ایاک نعبد وایاک نستعین''، یعنی ''اے اللہ ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں اور آپ ہی پر بھروسہ کرتے ہیں اور آپ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔'' اب اس تصدیق میں پہلی بات یہ کہی گئی کہ اے اللہ ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں یعنی ہم آپ ہی کی بندگی کرتے ہیں، معلوم ہے بندگی کیا ہوتی ہے؟ تو جان لو کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بندگی کرتے ہیں اور عبادت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو اپنا معبود قرار دیتے ہیں اور اپنا پالنے والا قرار دیتے ہیں اور اپنا بادشاہ قرار دیتے ہیں اور اپنا مالک قرار دیتے ہیں، فرشتوں کی بندگی فطری ہے جبکہ انسانوں کو یہی بندگی اختیار کرنی ہے، ان کو اپنی فطرت اور اپنے شعور کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ایسے ہی اعلیٰ معیار کی بندگی کی اور اس کے لوازمات کی فیڈنگ کرنا ہے اور اسے پروگرام دینا ہے اور خود کو بلا شرکت غیرے اللہ تعالیٰ کی فرمانبردار، شکر گزار، امانت

Marfat.com

دار، احسان مند ملکیت بنانا ہے، مخلوق بنانا ہے، وراثت بنانا ہے، پرورده بنانا ہے، رعایا بنانا ہے اور بندہ بنانا ہے اور اسے اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے پروگرام کے مطابق بنانا ہے، نکھارنا ہے اور سنوارنا ہے، اس کی حفاظت کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ کے لئے اسے بہترین اخلاقی خوبیوں سے آراستہ کرنا ہے، اب بندہ عاجز کہتا ہے کہ اے اللہ ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں، مگر ہم میں نہ طاقت ہے بندگی کی اور نہ طاقت ہے گناہوں سے بچنے کی، اور نہ طاقت ہے نیک کام کرنے کی، اور نہ طاقت ہے شیطان کا مقابلہ کرنے کی، اور اس کے شر سے بچنے کی، مگر آپ کی مدد سے، کرم سے، پناہ سے، سہارے سے، توفیق سے اور احسان سے اور ہم آپ ہی پر بھروسہ کرتے ہیں اور آپ کے سوا ہر شے بے بھروسہ ہے اور ناپائیدار ہے اور ہم کو تو بس آپ کی پسند اور ناپسند سے غرض ہے۔

''اهدنا الصراط المستقيم'' ''اے اللہ ہم کو سیدھے راستے پر چلا۔'' دراصل بندہ عاجز اپنے تمام پچھلے اقرار، جس میں اس نے اپنی تسلیم، اپنا اعتراف اور تصدیق پیش کی اور پھر اس تصدیق کا ثبوت پیش کیا کہ اے اللہ ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں اور آپ ہی پر بھروسہ کرتے ہیں اور آپ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں، پھر اپنے اس عمل کا مزید ثبوت پیش کرتے ہوئے اپنی اس تڑپ اور بے قراری کے ساتھ بندہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے اور راہ ہدایت کی شدید تمنا کرتا ہے اور اپنے نادان اور جاہل ہونے کا، کمزور اور ناتواں ہونے کا اعتراف کرتا ہے۔ اپنی محتاجی اور بے اختیاری کا اعتراف کرتا ہے اور سچائی کے ساتھ اپنے راہ ہدات پر چلنے کی کوششوں کا اعتراف کرتا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ کی توفیق، مدد اور رہنمائی کو طلب کرتا ہے۔

قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، اس میں جملوں کی ترتیب میں خاص حکمتیں پوشیدہ ہیں۔ راہ ہدایت کی سچائی کے ساتھ تمنا کون کرے گا اور راہ ہدایت پر چلنے کی کوشش کون کرے گا تو اس کی وضاحت یہ ہے کہ سب سے پہلی چیز ہے اللہ تعالیٰ کی پاک و بے عیب تمام تعریفوں والی ذات اور صفات پر دل کی سچائی کے ساتھ یقین لانا، ان کو تسلیم کرنا، ان کا اعتراف کرنا اور ان کی تصدیق کرنا اور جو یہ سب کچھ کرے گا وہی اللہ کے مقابل اپنی حیثیت کو تسلیم کرے گا، اور تمام کائنات کے پالنے والے کو اور اس کی ربوبیت کو یا اس کی پرورش کو تسلیم کرے گا، اس کا اعتراف کرے گا اور اس

کی تصدیق کرے گا، پھر ان سب باتوں کی سچائی میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت گزاری، فرمانبرداری، وفاداری، شکر گزاری، امانت داری، احسان مندی کرے گا، تب کہیں جا کر وہ اس قابل ہوگا کہ اس بات کی تصدیق کر سکے کہ اے اللہ آپ بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں والے ہیں یعنی آپ اپنی محتاج اور بے اختیار ملکیت پر، مخلوق پر، رعایا پر، وراثت پر، پرورده پر اور بندوں پر سب سے بڑھ کر مہربان نہایت رحم کرنے والے ہیں- آپ سے بڑھ کر کوئی اپنے بندوں کی فلاح چاہنے والا نہیں اور پاک و بے عیب اور تعریفوں والے اللہ تعالیٰ کا ہر حکم اپنے بندوں ں کو پاک و بے عیب اور تعریفوں والے اوصاف عطا کرنے کے لئے ہے ان کو دنیا اور آخرت میں معزز بنانے کے لئے ہے اور ان کو دنیا اور آخرت کی خرابیوں اور نقصانات سے بچانے کے لئے ہے اور ان کو بنانے، نکھارنے اور سنوارنے کے لئے ہے اور اپنے بندوں کو دنیا اور آخرت دونوں جگہ امن و بے خوفی، فلاح اور سلامتی عطا کرنے کے لئے ہے- اب پہلے ان تمام منزلوں سے گزرنے کے بعد بندہ اس بات کی تصدیق کرنے کے قابل ہوگا کہ اے اللہ آپ ہی روز قیامت کے مالک ہیں اور قیامت حق ہے اور وہ ضرور قائم ہوگی کیونکہ روز قیامت پر یقین نہیں تو پھر موت پر اور موت کے بعد کی زندگی پر بھی یقین نہیں، پھر خیر اور شر پر بھی یقین نہیں اور اگر خیر اور شر پر یقین نہیں تو خیر کے لئے اس کا عمل بھی نہیں اور شر سے بچاؤ کی کوئی صورت بھی نہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف بھی نہیں اور جب اللہ تعالیٰ کا خوف نہیں تو اللہ تعالیٰ کی پسند اور ناپسند کی فکر بھی نہیں اور اس کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے عمل کرنے کی ضرورت بھی نہیں اور اس کا قول اور عمل اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے بھی نہیں- ایسی صورت میں اس کا عمل، اس کی اپنی ذات، اس کی اپنی خواہشات اور اس کی اپنی برتری کے لئے باقی رہ گیا- اور یہ سب تکبر ہے- اور تکبر ایمان کی ضد ہے، تکبر خوف الٰہی کی ضد ہے، تکبر بندے اور معبود کے درمیان دیوار ہے اور متکبر کے لئے اللہ تعالیٰ کی دل کی سچائی کے ساتھ اطاعت گزاری نہیں، فرمانبرداری نہیں، شکر گزاری نہیں اور امانت داری نہیں اور پھر بندگی نہیں اور بندگی کے لئے عمل نہیں اور جب بندگی نہیں تو عبادت بھی نہیں- اب روز قیامت پر ایمان لانے کے بعد دل کی سچائی سے اللہ تعالیٰ کو روز قیامت کا مالک قرار دینے

کے بعد، بندہ اللہ کے غضب سے اور سزا سے ڈر کر اور رحمت کی امید میں اپنے اللہ تعالیٰ کی بے حساب رحمت پر نظر رکھتے ہوئے، اپنے تمام پچھلے اقرار، عہد، تسلیم، اعتراف اور تصدیق کے بعد اس کا ثبوت پیش کرتا ہے کہ اے اللہ ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں اور آپ ہی پر بھروسہ کرتے ہیں اور آپ ہی سے مدد چاہتے ہیں اور آپ ہی سے رحمت کی امید رکھتے ہیں اور آپ ہی کے غضب سے ڈرتے ہیں اور آپ ہی کی خوشی کے لئے عمل کرتے ہیں۔

عبادت سے عبد ہے اور عبد کے لئے معبود ہے یعنی جو بندہ ہے اور جو بندگی کرتا ہے وہی اللہ تعالیٰ کو اپنا معبود قرار دیتا ہے، وہی اللہ تعالیٰ کی پسند اور ناپسند کو تلاش کرتا ہے، وہی راہ ہدایت پر چلنے کی کوشش کرتا ہے اور وہی راہ ہدایت کو تلاش کرتا ہے اور وہی اللہ تعالیٰ سے دل کی سچائی کے ساتھ دعا کرتا ہے کہ اے اللہ ہم کو راہ ہدایت پر چلا، پھر وہی یہ کہتا ہے ''صراط الذین انعمت علیھم '''' اے اللہ ہم کو ان لوگوں کی راہ پر چلا جن پر تو نے انعام نازل فرمایا۔'' اور راہ کو تسلیم کرنے والا دراصل راہ کی تمام ضرورتوں کو تسلیم کرتا ہے اور رہنما کو تسلیم کرتا ہے اور اس کی رہنمائی کو تسلیم کرتا ہے اور اپنی منزل کو تسلیم کرتا ہے، اس طرح وہ قرآن وسنت کو تسلیم کرتا ہے اور تصدیق کرتا ہے اور خود کو پیارے نبیؐ کے نقش قدم پر چلنے والا اور راہ ہدایت میں پیارے نبیؐ کا ہمسفر قرار دیتا ہے اور خود کو فلاح وہدایت کی، امن وسلامتی کی اور خیر کی راہ کا مسافر قرار دیتا ہے۔

اب وہ اللہ تعالیٰ سے پناہ طلب کرتے ہوئے کہتا ہے ''غیر المغضوب علیھم ولا الضالین '''' اے اللہ ہم کو ان لوگوں کے راستے پر نہ چلا جن پر آپ کا غضب نازل ہوا، اور نہ ان لوگوں کے جو گمراہ ہوئے۔'' بندے کے اس اقرار میں بے شمار باتیں پوشیدہ ہیں، اس میں اللہ کا بندہ اللہ تعالیٰ کے غضب سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہے اور اپنے گناہوں کی معافی چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے خوف کے بے پناہ غلبے کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے فریاد کرتا ہے کہ اے اللہ بچا ہم کو شر سے اور شر کی راہ سے اور شیطان سے اور شیطان کی راہ سے۔ تکبر کی راہ سے اور گمراہی کی راہ سے اور جھوٹ کی راہ سے اور دوزخ کی راہ سے اور رنج والم، کرب و بے چینی اور ناپاکیوں کی راہ سے اور تاریکیوں کی راہ سے کہ اس راہ کے مسافر کے لئے دنیا بھی دوزخ ہے اور آخرت تو اللہ ہی کو

معلوم ہے، اس راہ کا مسافر کبھی شکر گزار نہیں ہوسکتا، مطمئن اور سرشار نہیں ہوسکتا - اگر ساری دنیا کی دولت اور آسائشیں بھی انہیں مہیا کر دی جائیں تو بھی یہ دولت اور یہ آسائشیں ان کے وجود میں دہکنے والی ہوس کی اور دوزخ کی آگ کو ٹھنڈا نہیں کر سکتیں اور انہیں بے چینی، اضطراب، خوف، بے اطمینانی، احساس محتاجی، احساس کمتری، احساس ذلت اور احساس ناپاکی سے نجات نہیں دلا سکتیں اور قبر کی مٹی کے سوا ان کے پیٹ کو کوئی اور چیز نہیں بھر سکتی - وہ اولاد جو ماں باپ کو چھوڑ دے، وہ ملکیت جو مالک سے وابستگی سے محروم ہو جائے، وہ مخلوق جو اپنے خالق سے بچھڑ جائے اور وہ پروردہ یعنی پلنے والا جو اپنے پالنے والے کا انکار کرے اور اس سے دشمنی کرے اور وہ وراثت جو اپنے وارث کے حق کو تسلیم نہ کرے اور وہ رعایا جو اپنے بادشاہ کی نافرمانی کرے اور وہ بندہ جو اپنے معبود کی بندگی نہ کرے، اس کے لئے دنیا اور آخرت دونوں جگہ ذلت اور رسوائی ہے اور راہ ہدایت اس کے لئے ہے جو صاحب ایمان ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے-

اب ہم اختصار کے ساتھ سورۃ فاتحہ کی ترتیب پر غور کرتے ہیں، پہلا اقرار جس میں تصدیق ہے وہ ہے "اے اللہ تمام تعریفیں آپ ہی کے لئے ہیں" اس تصدیق کے معنی ہیں اے اللہ آپ کی ذات اور آپ کی تمام صفات پاک ہیں اور بے عیب ہیں اور تعریفوں والی ہیں اور آپ کی ذات میں وہ سب کچھ ہے جس کی ایک انسان کو ضرورت ہے اور آپ کے ہوتے ہوئے کسی اور کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت نہیں ہے- کسی اور سے وابستہ ہونے کی ضرورت نہیں اور آپ کے سوا کوئی اور معبود ہو ہی نہیں سکتا اور آپ کی بندگی کرنے سے بڑھ کر میرے لئے کوئی بات باعث افتخار نہیں، اس پہلے اقرار میں بندہ اپنے ایمان کی تصدیق کرتا ہے-

دوسرا اقرار ہے کہ اے اللہ آپ سب جہانوں کے پالنے والے ہیں، اس اقرار میں اس بات کی تصدیق ہے کہ پلنے والے کی بقا اور زندگی کا دارومدار پالنے والے پر ہے اور پلنے والا اپنے پالنے والے سے نہ تو دشمنی کا متحمل ہوسکتا ہے اور نہ بغاوت کا اور نہ سرکشی کا متحمل ہوسکتا ہے اور نہ اپنے پالنے والے کے قبضہ وقدرت سے باہر ہوسکتا ہے اور وہ ہر حال میں اپنے پالنے والے کا محتاج ہے اور پالنے والے کے مقابل کمتر ہے، عاجز ہے، ذلیل ہے اور ہمارے پالنے والے کے سوا کوئی

Marfat.com

ہماری ضرورتوں کو پورا کرنے والا نہیں، اور ہم کو عطا کرنے والا نہیں، اور ہماری غلطیوں کو معاف کرنے والا نہیں اور ہم پر توجہ کرنے والا نہیں اور پلنے والا جب بھی اپنی ضرورت کے لئے رجوع ہوگا تو اپنے پالنے والے کی طرف رجوع ہوگا اور جب بھی مانگے گا تو اپنے پالنے والے سے مانگے گا اور پلنے والے کے لئے اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں کہ وہ اپنے پالنے والے کی اطاعت گزاری کرے، فرمانبرداری کرے، شکر گزاری کرے اور احسان مندی کرے کیونکہ اس کی فلاح اور خیر اپنے پالنے والے کی خوشی اور رضامندی پر منحصر ہے اور پالنے والے سے بڑھ کر کوئی پلنے والے کی بھلائی چاہنے والا نہیں ہے اور یہ سب کچھ اس کے لئے ہے جو اپنے اقرار اور اپنی تصدیق میں سچا ہے- اللہ ہی روحوں اور ملائک کے پالنے والے ہیں اور پالنے والے کا احسان تو ہمیشہ رہتا ہے-

اب تیسرا اقرار جس کے ذریعہ بندہ تصدیق کر رہا ہے کہ اے اللہ آپ بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں، یعنی آپ ہر ایک کو پالتے ہیں، اس کو بھی جو نافرمان ہے اور اس کو بھی جو فرمانبردار ہے- اور بے شک رحم اور مہربانی کے بغیر پرورش نہیں- آپ ہر ایک کی فریاد اور التجا کو سنتے ہیں اور کسی کو کبھی بھی اپنی رحمت سے محروم نہیں کرتے- آپ کی رحمت کے دروازے ہر ایک کے لئے اور ہر وقت کھلے ہیں اور آپ توبہ کے قبول کرنے والے ہیں اور ہم کو تو بس آپ کا اور آپ کی رحمت کا سہارا ہے اور بس آپ پر اور آپ کی رحمت پر بھروسہ ہے- ایک شخص کہتا ہے کہ ''مجھے بہت پیاس لگی ہے-'' پانی اس کے سامنے رکھا ہے اور وہ پانی نہیں پیتا ہے، اس کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ کسی تکلیف کے سبب وہ پانی پینے سے قاصر ہے یا پھر اس کو پیاس نہیں ہے، اور وہ جھوٹ بولتا ہے-

اے اللہ تمام تعریفیں آپ ہی کے لئے ہیں، آپ پاک ہیں اور بے عیب ہیں، سب جہانوں کے پالنے والے ہیں، بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں- انہیں تین اقرار کی تصدیق کرتے ہوئے فرشتے اللہ تعالیٰ کی بندگی کرتے ہیں اور انہیں تین اقرار کی تصدیق میں انسان بندگی اختیار کرتا ہے- فرشتوں کی زبان پر ہر وقت سبحان اللہ...... اللہ پاک ہیں، الحمدللہ...... تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں، اللہ اکبر...... اللہ سب سے بڑے ہیں، ماشاء اللہ...... اگر اللہ نے چاہا، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ...... تمام قوت اور طاقت اللہ ہی کی ہے اور عالی شان ہیں، عظیم الشان ہیں، ہمارے

Marfat.com

پالنے والے بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں- یہی الفاظ جاری رہتے ہیں- انہیں مین اسرار میں عالی شان اورعظیم الشان معبود کی، خالق کی، پالنے والے کی، وارث کی اعلیٰ ترین صفات پوشیدہ ہیں- انہیں کے ذریعے بندہ اپنے ایمان کا اعادہ کرتا ہےاور اپنے ایمان کی تصدیق کرتا ہے اور اپنے ایمان کو بڑھاتا اور اسے استحکام عطا کرتا ہے، اللہ کو معبود قرار دینے کے بعد اور اللہ تعالیٰ سے اپنی بندگی کا عہد کرنے کے بعد بندے کے یہ تینوں اقرار اپنے عہد کی تصدیق ہیں اور جو اپنے ان تینوں اقرار میں سچا ہے وہ بقدر اپنی سچائی کے اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی بندگی کو اپنی ذات، اپنے ذاتی اختیار، اپنی ذاتی خواہشات غرض ہر ہر چیز پر غلبہ دیتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کو غلبہ دیتا ہے، ترجیح دیتا ہے، اہمیت دیتا ہے، اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ کون لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ سے جھوٹ بولتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حضور جھوٹے اقرار اور جھوٹی تصدیق کرتے ہیں اور کیوں کرتے ہیں اور ان کی مجبوری کیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے حضور جھوٹ بولنے والا یعنی جھوٹی تصدیق کرنے والا دراصل اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کو اور اللہ تعالیٰ کے پروردگار ہونے کو اور اللہ تعالیٰ کے رحم کو جھٹلاتا ہے اور ساتھ ہی اللہ تعالیٰ سے کئے گئے اپنے بندگی کے عہد کو جھٹلاتا ہے- اس لئے ہر شخص کو ہر وقت اپنے اقرار کا خیال رکھنا چاہئے-

اب پہلے تین اقرار میں اپنے معبود کی اعلیٰ صفات کی تصدیق کرنے والا اور تصدیق کے نتیجے میں بندگی اختیار کرنے والا یہ اقرار کرتا ہے کہ اے اللہ آپ ہی روز قیامت کے مالک ہیں، اب اقرار میں بندہ کی یہ تصدیق ہے کہ اللہ میں ایمان لایا اللہ پر اور اللہ تعالیٰ کے ہر ہر حکم پر اور ایمان مفصل پر، اور اے اللہ میں اور میرا عمل آپ کی فرمانبرداری میں ہے اور روز جزا کے لئے ہے، جس دن کے آپ مالک ہیں اور اللہ میں آپ سے ڈرنے والوں میں سے ہوں اور آپ کی رحمت پر نظر رکھنے والوں میں سے ہوں-

پہلی چیز یہ کہ ''الرحمن الرحیم'' سے پہلے یہ اقرار ہے کہ آپ ہی سب جہانوں کے پالنے والے ہیں، اس کے بعد اقرار آیا کہ بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ پالنے کا عمل جاری ہے اور پالنے والے کا رحم اور مہربانی جاری ہے، اس کے فوراً بعد یہ اقرار

Marfat.com

آیا کہ آپ روز قیامت کے مالک ہیں- قیامت مستقبل کی چیز ہے یعنی آنے والی چیز ہے اور جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے، وہی روز قیامت کا بھی مالک ہے، اب ہم اس کو دو طرح سے پڑھتے ہیں تا کہ بات سمجھ میں آ جائے-

''آپ ہی سب جہانوں کے پالنے والے ہیں بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں-'' اب اس کو دوسری طرح سے پڑھتے ہیں'' بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں اور روز قیامت کے مالک ہیں'' یعنی فرمانبرداروں کے لئے اور معافی چاہنے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ کا رحم ہر وقت جاری اور ساری ہے، پھر جو قیامت کا مالک ہے تو وہ صاحب اختیار بھی ہے، جسے چاہے اپنی رحمت سے بے حساب بخش دے- تو اللہ تعالیٰ کے فرمانبرداروں کو چاہئے کہ وہ اپنے عمل پر بھروسہ نہ کرتے ہوئے اور اپنے عمل کی اصلاح کا خیال رکھتے ہوئے قیامت کے لئے عمل کرتے رہیں اور اللہ تعالیٰ سے تو وہی ڈرے گا اور قیامت کے لئے تو وہی عمل کرے گا جو اپنے اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہے- یہ اقرار کہ'' اے اللہ آپ روز قیامت کے مالک ہیں'' ان لوگوں کے لئے ہے جنہوں نے بندگی اختیار کی اور دل کی سچائی کے ساتھ اختیار کی اور بندگی میں ثابت قدمی اختیار کرنے کی کوشش کرتے رہے اور اللہ تعالیٰ سے ملنے کی کوشش میں سفر کرتے رہے، اور زندگی کو امتحان کی تیاری کی مدت سمجھ کر امتحان کی تیاری کرتے رہے اور امتحان دیتے رہے، جس نے امتحان نہ دیا وہ تو فیل ہے ہی، جس نے امتحان میں نام لکھ دیا اور امتحان نہ دیا وہ بھی فیل ہے اور جس نے دل کی سچائی کے ساتھ امتحان کی تیاری کی اور امتحان دیا تو وہ جان لے کر جو نتیجے کے دن کا مالک ہے وہ ایسے لوگوں پر بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے اور مالک تو پھر مالک ہی ہے جس کو چاہے اور جو چاہے اجر عطا فرمائے اور اس میں یہی بات پوشیدہ ہے کہ اللہ کا رحم اور مہربانی، فرمانبردار بندے کے لئے ان کے حال، ماضی، مستقبل تینوں کے لئے ہے-

اب بندۂ عاجز اپنے تمام سابقہ اقرار اور روز جزا کی تیاری کا جس کے مالک اللہ تعالیٰ ہیں، عملی ثبوت پیش کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اے اللہ میں اپنے تمام اقرار میں سچا ہوں اور اس کا عملی ثبوت یہ ہے کہ آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں اور آپ ہی سے مدد چاہتے ہیں اور آپ ہی پر بھروسہ کرتے

ہیں۔ اس میں پہلی چیز جس کا وہ عملی ثبوت پیش کر رہا ہے، وہ عبادت کرنا ہے، عبادت عبد کرتا ہے اور عبد بندے کو کہتے ہیں اور عبادت بندگی کا عملی مظاہرہ ہے یا عملی بندگی ہے اور انسان کی عملی بندگی یہ ہے کہ انسان اپنے اختیار، ارادے اور خواہشات کی بندش کرے اور خود کو اللہ تعالیٰ کے حضور بے اختیار محتاج اور حقیر قرار دے کر اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کو اپنے ہر ہر عمل پر اور قول پر اور اپنے تمام حواس پر اور ہر ہر چیز پر غلبہ دے، ترجیح دے، اہمیت دے اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کے معاملے میں ہر قسم کی غفلتوں سے ڈرے، اب اگر یہ غلبہ رائی کے دانے کے برابر ہے تو بندگی بھی رائی کے دانے کے برابر ہے، ایمان بھی رائی کے دانے کے برابر ہے اور اللہ تعالیٰ پر یقین بھی رائی کے دانے کے برابر ہے اور اللہ تعالیٰ کا خوف بھی رائی کے دانے کے برابر ہے۔ اب دوسری اہم بات اور بندگی کا ثبوت یہ ہے کہ بندہ اپنے معبود کے سوا نہ کسی پر بھروسہ کر سکتا ہے اور نہ کسی سے مدد طلب کر سکتا ہے کیونکہ بندے کا معبود کے سوا کوئی اور ہو ہی نہیں سکتا اور اس اقرار میں بندہ اپنے اللہ تعالیٰ سے یہ کہہ رہا ہے کہ اے اللہ میں شرک کرنے والا نہیں ہوں۔

اے اللہ ہم آپ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں اور آپ ہی پر بھروسہ کرتے ہیں، یہ دراصل عبد اور معبود کے درمیان یا بندے اور معبود کے درمیان قائم تعلق کی سچائی کی کسوٹی ہے، پیمانہ ہے کہ وہ واقعی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے اور یہ کہ وہ واقعی اللہ تعالیٰ کا بندہ ہے یا نہیں۔ بندہ وہی ہو سکتا ہے جو اپنے ذاتی اختیار سے دستبردار ہو کر خود کو اللہ تعالیٰ کے اختیار اور ارادے کے حوالے کر دے۔ اب مغلوب ہمیشہ غالب سے طلب کرے گا اور بے اختیار ہمیشہ صاحب اختیار سے طلب کرے گا اور بندہ تو اپنے اللہ سے اور اپنے پالنے والے سے چمٹ جاتا ہے، خواہ وہ رائی کے دانے کی مانند قوت ہی سے کیوں نہ ہو اور چمٹی ہوئی چیز ادھر ادھر کہیں جا ہی نہیں سکتی اور نہ کسی اور سے اس کا کوئی تعلق ہو سکتا ہے اور نہ وہ کسی اور سے مدد طلب کر سکتی ہے اور نہ کسی اور پر بھروسہ کر سکتی ہے۔ وہ تو جس کی ہے اسی سے اپنے لئے سب کچھ چاہے گی۔ اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرنے اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ سے اور اللہ تعالیٰ سے وابستہ تمام خیر اور فلاح کی قوتوں سے مدد طلب کرتے ہیں۔ ان پر بھروسہ کرتے ہیں اور ان کی رہنمائی چاہتے ہیں۔ اس کے

بعد جب آپ عمل کریں گے تو اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے شر کو آپ سے دور فرما دیں گے اور آپ کے عمل میں خیر و برکت، فلاح اور سلامتی عطا فرمائیں گے اور اللہ تعالیٰ نے تو اس بات کی ضمانت دی ہے کہ جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے ایسی جگہ سے رزق پہنچاتے ہیں جو اس کے خواب و خیال میں نہیں ہوتی اور انسان بھلے اور برے کی سمجھ نہیں رکھتا۔ اس بات کا اللہ تعالیٰ ہی کو علم ہے کہ کونسی چیز کس کے لئے اور کس وقت بہتر ہے۔

بندہ اللہ تعالیٰ کی بندگی اختیار کرنے کے بعد اور اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرنے کے بعد اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے کے بعد اور بندگی کی راہ پر چلتے ہوئے، بے قراری کے ساتھ یہ دعا کرتا ہے کہ اے اللہ ہم کو سیدھے راستے پر چلائیے۔ یہ دعا کر کے بندہ در پردہ اللہ تعالیٰ سے یہ کہتا ہے کہ اے اللہ ہم نادان ہیں، جاہل ہیں، ناسمجھ ہیں، بھلے اور برے کا شعور نہیں رکھتے اور نفع اور نقصان کو نہیں سمجھتے اور ہم میں نہ طاقت ہے بندگی کی اور نہ طاقت ہے گناہوں سے بچنے کی اور نہ طاقت ہے نیک کام کرنے کی اور نہ طاقت ہے شیطان کا مقابلہ کرنے کی اور نہ طاقت ہے شیطان کے شر سے بچنے کی مگر آپ کی توفیق اور مدد سے اور اللہ ہم کو دنیا اور آخرت کی کل فلاح اور کل خیر عطا فرما دیجئے اور ہم کو قرآن اور سنت پر چلائیے اور ہم کو قرآن کو پڑھنے اور اس کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائیے اور راہ ہدایت پر ہمارے قدموں کو استقامت عطا فرما دیجئے اور اپنی پسند اور ناپسند سے ہم کو واقف فرما دیجئے اور ہم کو اپنی پسند سے وابستہ رکھئے اور اپنی ناپسند سے دور رکھئے۔

Marfat.com

اس کے بعد بندہ اپنی دعا میں بے قراری کے ساتھ یہ کہتا ہے کہ ''ان لوگوں کی راہ پر چلایئے جن پر آپ نے انعام نازل فرمایا اوران لوگوں کی راہ سے بچا لیجئے جن پر آپ کا غضب نازل ہوا، یعنی جو گمراہ ہوئے۔'' اس میں کئی چیزیں ہیں پہلی چیز تو یہ ہے کہ وہ کون لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام نازل فرمایا اور دوسری چیز ان لوگوں کی راہ کونسی ہے؟ اب غور طلب بات یہ ہے کہ راہ ہدایت ایک ہی ہے اور رہنما بھی ایک ہی ہیں یعنی ہمارے پیارے نبی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور باقی سارے راہ ہدایت میں پیارے نبیؐ کے ہمسفر ہیں اور سب کی منزل ایک ہی ہے یعنی اللہ تعالیٰ۔ اب اس میں اس بات کی وضاحت ہوگئی کہ راہ ہدایت پر چلے بغیر یا سفر اختیار کئے بغیر، راہ ہدایت کی منزل یعنی اللہ تعالیٰ کو کوئی پا نہیں سکتا اور یہ کہ پیارے نبیؐ راہ ہدایت کے رہنما ہیں اور باقی سب آپؐ کے ہمسفر ہیں۔ اور راہ ہدایت اسی کے لئے ہے جو قرآن کی روشنی میں پیارے نبیؐ کے نقش قدم پر چلے اور اللہ تعالیٰ کا انعام بھی ایسے ہی لوگوں کے لئے ہے۔

جب بندہ اللہ تعالیٰ سے یہ کہتا ہے کہ ہم کو بچا لیجئے ان لوگوں کی راہ سے جو گمراہ ہوئے اور جن پر آپ کا عذاب نازل ہوا تو وہ اپنے اللہ تعالیٰ سے ہر قسم کے شر سے، اور شر کی راہ سے اور اللہ تعالیٰ کے غضب سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتا ہے۔ شر سے اور شر کی راہ سے اور ان لوگوں سے جن پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوا، شدید نفرت کا اظہار کرتے ہوئے انہیں اپنا دشمن قرار دیتا ہے اور ہر قسم کی غفلتوں سے، غلطیوں سے، لغزشوں سے، گناہوں ں سے، گمراہیوں سے، ناپاکیوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتا ہے اور ان کی اللہ تعالیٰ سے معافی چاہتا ہے اور خود کو اللہ کی محبت میں دوسروں سے محبت کرنے والا اور اللہ کی فرمانبرداری میں دوسروں کی فرمانبرداری کرنے والا اقرار دیتا ہے۔ بات ابھی ختم نہیں ہوئی، ہم ایک بار پھر سورۃ فاتحہ کی ترتیب میں پوشیدہ اسرار کو تلاش کرتے ہیں۔ سب سے پہلے کلمہ طیبہ ہے ''نہیں ہے کوئی معبود ہمارا سوائے آپ کے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔'' یہ بندہ عاجز کا اپنے اللہ سے عہد ہے جس کے ذریعے سے وہ اللہ تعالیٰ کو اپنا معبود اور خود کو اللہ تعالیٰ کا بلاشرکت غیرے بندہ قرار دیتا ہے اور پیارے نبیؐ کو اللہ تعالیٰ کا نبیؐ برحق قرار دیتا ہے اور پیارے نبیؐ کو اپنا ذمہ دار اور اپنا رہنما قرار دیتا ہے۔ اس

کے بعد سورۃ فاتحہ میں اللہ تعالیٰ کی تمام تعریفوں والی پاک و بے عیب ذات اور صفات کی تصدیق کرتا ہے- پھر اپنی تصدیق کے ثبوت کے طور پر تصدیق کرتا ہے کہ اے اللہ آپ ہی سب جہانوں کے پالنے والے ہیں اور بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں- اس طرح بلاشرکت غیرے خود کو اللہ تعالیٰ کا پروردہ اور اللہ تعالیٰ کو اپنا پروردگار قرار دیتا ہے- پھر تصدیق کرتا ہے کہ ''اے اللہ آپ بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں اور روز قیامت کے مالک ہیں-'' پھر ان تمام تصدیق کئے ہوئے اپنے اقرار کا ثبوت پیش کرتا ہے کہ اے اللہ ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں اور آپ ہی سے مدد چاہتے ہیں، اس کا مطلب یہ ہوا کہ پاک بے عیب تمام تعریفوں والے اللہ تعالیٰ کی جو پروردگار ہیں اور بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں، ان کی بندگی جب بھی پروردہ یعنی پلنے والا کرے گا تو وہ یہ بندگی، شکر گزاری، جذبہ وفاداری، ایثار اور قربانی اور بے لوث محبت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے رحم و کرم اور عطا و بخشش کو تسلیم کرتے ہوئے کرے گا- بندہ کی یہ فرمانبرداری، اطاعت گزاری دراصل ایک پلنے والے کی اپنے پالنے والے کے ساتھ ہوئی- اب جب بات قیامت کی یعنی روز جزا کی آئی تو اس بندگی کے عمل میں اللہ کا خوف، اللہ تعالیٰ کے غضب اور سزا کا خوف، اللہ تعالیٰ کے حضور جواب دہی کا خوف شامل ہوگیا اور جواب دہی کے خوف کے سبب اس میں امانت داری کا عنصر بھی شامل ہوگیا-

اب جب بندہ یہ کہتا ہے کہ اے اللہ ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں اور آپ ہی سے مدد چاہتے ہیں تو اب اس بندگی میں فرمانبرداری، اطاعت گزاری، شکر گزاری، احسان مندی، وفاداری، ایثار اور قربانی، بے لوث محبت، اللہ تعالیٰ کے رحم و کرم پر نظر، عطا و بخشش پر نظر، عفو اور درگزر پر نظر، سزا کا خوف، جزا کی امید، جواب دہی کا خوف اور امانتداری اور اللہ تعالیٰ کے خوف کے سبب عجز و انکساری، خشوع، توبہ و استغفار غرض بے شمار چیزیں شامل ہوگئیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کے سبب جو بندگی ہے، اس میں ملکیت کی بندگی مالک کے لئے، پروردہ کی بندگی پالنے والے کے لئے، مخلوق کی بندگی اپنے خالق کے لئے، وراثت کی بندگی اپنے وارث کے لئے، رعایا کی بندگی اپنے بادشاہ کے لئے اور بندہ کی بندگی اپنے معبود کے لئے ہے اور بندہ تو کہہ

Marfat.com

رہا ہے کہ آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں یعنی ہمیشہ کے لئے کرتے ہیں- اب ایک حقیقت یہ سامنے آئی کہ عبادت ہی بندگی ہے اور بندگی سے بندہ ہے اور بندگی میں عبادت نہیں تو بندہ نہیں اور بندہ نہیں تو ایمان نہیں اور بندہ کو جو کچھ ملے گا وہ معبود سے ملے گا اور ایمان نہیں تو راہ ہدایت نہیں اور ہدایت کی منزل نہیں اور جزا نہیں اور شفاعت عظمیٰ نہیں- اپنی بندگی کو اپنی عبادت اور اللہ تعالیٰ کی مدد پر اور اللہ تعالیٰ پر بھروسے کو ثابت کرنے کے بعد راہ ہدایت پر چلتے ہوئے اور راہ ہدایت کے مسافر کی حیثیت سے بندہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے کہ ''اے اللہ ہم کو سیدھی راہ پر یعنی راہ ہدایت پر چلا، ان لوگوں کی راہ پر جن پر تو نے انعام نازل فرمایا اور ان لوگوں کی راہ پر نہیں جو گمراہ ہوئے اور جن پر آپ کا غضب نازل ہوا-''

میں اپنی ذات کے لئے یہ رائے رکھتا ہوں کہ ہم میں سے سب سے بہتر مسلمان وہ ہے جو قرآن اور سنت سے سب سے زیادہ قریب ہے اور بحیثیت مسلمان کے قرآن وسنت سے واقف ہونے کے بعد اہل سنت کے تمام مکاتب فکر سے استفادہ کرنا ہمارا حق ہے اور ان میں سے جو بات ہمیں قرآن وسنت سے سب سے زیادہ قریب معلوم ہو اس کو بلا تامل اختیار کر لینا چاہئے-

درود

درود کیا ہے؟ درود امن ہے، سلامتی ہے اور پیارے نبیؐ کی امت پر اللہ تعالیٰ کا ایک خاص انعام ہے- درود ہدایت ہے، درود بندہ کا اقرار ہے اور درود میں مومن کے لئے محبت بھی ہے- درود اللہ والوں کی درجات کی بلندی کا سبب بھی ہے، ہر نماز کا لازمی جز ہے-

اب ہم ایک نادان اور ناسمجھ کی طرح درود کی گہرائی پر غور کرنے کی کوشش کرتے ہیں- اس میں تو نے یہ کہہ کر کہ ''اے اللہ سلامتی نازل فرمایئے'' یہ اقرار کیا کہ اللہ وحدہ لاشریک کے سوا کوئی کسی کو سلامتی عطا نہیں کر سکتا اور یہ کہ کل فلاح اور خیر اللہ ہی کے قبضہ وقدرت میں ہے اور یہ کہ ہر شے اپنے اللہ کی محتاج ہے- اب پیارے نبیؐ کے لئے سلامتی طلب کر کے تو نے پیارے نبیؐ کی نبوت کا اقرار کیا، پیارے نبیؐ کے لئے مقام محمود کی تمنا کا اظہار کیا اور خود پیارے نبیؐ کی شفاعت عظمیٰ کا طلب گار رہا کیونکہ لفظ سلامتی میں ہر خیر اور فلاح سب شامل ہے پھر جب پیارے نبیؐ پر

Marfat.com

اللہ تعالیٰ سلامتی نازل فرمائیں گے تو یہ سلامتی پوری امت کے لئے ہوئی اور پھر یہ سلامتی اس کے لئے بھی ہوئی جس نے سلامتی طلب کی، پر جب تو راہ ہدایت میں پیارے نبیؐ کا ہمسفر ہونے کا دعویدار ہوا تو پھر پیارے نبیؐ کی سنت پر اور پیارے نبیؐ کے نقش قدم پر چلنے کا بھی دعویدار ہوا اور پھر پیارے نبیؐ سے محبت کا بھی دعویدار ہوا کیونکہ انسان بھلائی تو اسی کی چاہتا ہے جس سے بے پناہ محبت کرتا ہو اور پھر تو نے اس بات کی گواہی دی کے پیارے نبیؐ نے اللہ تعالیٰ کے پیغام کو اپنی امت تک بطریق احسن پہنچایا۔

اور پھر جب تو نے پیارے نبیؐ کی آل کے لئے بھی اللہ تعالیٰ کی سلامتی مانگی تو تو نے اس طرح پیارے نبیؐ سے تعلق اور پیارے نبیؐ سے رشتے کے احترام کو، تقدس کو اور اہمیت کو تسلیم کیا اور تو نے ہر اس چیز سے اپنی محبت کا اقرار کیا جس سے پیارے نبیؐ نے محبت کی اور تو نے یہ بھی اقرار کیا کہ راہ ہدایت کے اس سفر میں تو اپنے پیارے نبیؐ اور آپ کی آل کا بھی ہمسفر ہے اور یہ کہ پیارے نبیؐ کی آل وارث انبیاء ہے اور آپ کی چھوڑی ہوئی سنت کی امین ہے۔

اب صرف لفظ سلامتی پر غور کرے تو تجھے معلوم ہو جائے گا کہ کل فلاح اور کل خیر کا حاصل سلامتی ہے۔ سلامتی ایک پورا نظام ہے۔ سلامتی اللہ تعالیٰ کی مکمل پناہ ہے اور مکمل تحفظ ہے اور سلامتی اس کے لئے ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی سرپرستی قبول کی، جس کو اللہ تعالیٰ سلامتی عطا فرماتے ہیں، اسے تمام دینی اور دنیاوی معاملات میں اپنی مدد، پناہ، سہارا، توفیق، ہدایت، رہنمائی، خیر، فلاح، تحفظ اور اپنی رحمتیں عطا فرماتے ہیں اور اسے اپنا اطاعت گزار، فرمانبردار، شکرگزار اور امانت دار بندہ بنا لیتے ہیں اور اسے تمام پاکیزہ اخلاقی خوبیوں سے آراستہ فرما دیتے ہیں۔ اسے اپنے پاس لوح محفوظ میں فرمانبردار بندہ لکھ دیتے ہیں، بات صرف اخلاص عمل اور عمل میں سچائی کی ہے۔

جب تو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ کی آل کے لئے اللہ تعالیٰ کی سلامتی کی تصدیق کرتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ کی آل سے ہونے والے تمام پیغمبروں اور صاحب ایمان لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی سلامتی کی تصدیق کرتا ہے اور تو تمام دین ابراہیمی پر چلنے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی سلامتی کی تصدیق کرتا ہے اور پھر غور کر کہ حضور

Marfat.com

اکرمؐ کے والدین کا تعلق بھی آپ ہی کی آل سے ہے۔ پھر آپؐ کے ساتھ آل کا ذکر پیغمبروں کی بشریت کو ثابت کرتا ہے اور پیارے نبیؐ تو افضل البشر ہیں۔

اور جب تو برکتیں طلب کرتا ہے تو دراصل تو اپنے پیارے نبیؐ اور ان کی آل اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل کی نیکیوں میں اور درجات میں اضافہ چاہتا ہے اور ان کے لئے اللہ تعالیٰ کا فضل اور انعام چاہتا ہے اور تو ان کی نیکیوں اور اثرات کو پھلتا پھولتا دیکھنا چاہتا ہے اور تو چپکے سے اللہ تعالیٰ سے اپنے لئے بھی یہی سب کچھ چاہتا ہے۔

یہ ہمارا عقیدہ ہے کہ جو درود روضۂ مبارک پر پڑھے جاتے ہیں، وہ حضورؐ خود سنتے ہیں اور جو درود روضۂ مبارک سے دور پڑھے جاتے ہیں وہ فرشتے آپ تک پہنچاتے ہیں۔ اب تو پیارے نبیؐ کو روز درود بھیجتا ہے اور روز یہ درود پیارے نبی تک پہنچتے ہیں، درود کے ساتھ درود بھیجنے والے کا نام بھی پہنچتا ہے اور روز پیارے نبی کی توجہ درود بھیجنے والے کی طرف ہوتی ہے اور پیارے نبیؐ جب اپنے محبت کرنے والے امتی کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا فرماتے ہیں تو اس دعا سے بڑھ کر امتی کے لئے کوئی انعام نہیں اور یہی دعا امتی کے درجات کی بلندی کا سبب بنتی ہے۔

یہ صرف دورد ہی نہیں ہے بلکہ پیارے نبیؐ کی امت کے لئے اس میں سبق ہے اور پیارے نبیؐ سے اظہار عقیدت اور محبت کی صحیح تربیت ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ وحدہ لاشریک کی ذات اور صفات میں کسی کو شریک نہ کرتے ہوئے اور اللہ کی ذات اور صفات کے غلبے کو قائم رکھتے ہوئے اور اللہ کی عبادت کرتے ہوئے اور اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے اور اللہ کی مدد طلب کرتے ہوئے، چپکے چپکے یا علانیہ والہانہ طریقہ سے اپنے پیارے نبیؐ سے محبت کرو اور اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ پیارے نبیؐ کے لئے اور ان کی آل کے لئے اور امت کے لئے رو رو کر سلامتی مانگتے رہو اور اللہ کی ذات کو مرکز بنا کر پیارے نبیؐ کے نقش قدم پر چلتے رہو اور اچھے امتی کی طرح پیارے نبیؐ کے ذمہ سے اللہ تعالیٰ سے سلامتی طلب کرتے رہو۔

استقبال قبلہ و ترکیب نماز

''اور (اللہ نے لوگوں کو حکم دیا کہ) ابراہیمؑ کی جگہ کو نماز کی جگہ مقرر رکھو۔'' (البقرہ: ع ۱۵،

Marfat.com

پارہ ۱)

''(اے پیغمبر، حکم تحویل قبلہ کے انتظار میں) تمہارا منہ پھیر پھیر کر آسمان کی طرف دیکھنا ہم ملاحظہ فرما رہے ہیں تو (گھبراؤ نہیں) جو قبلہ تم چاہتے ہو تم کو اسی کی طرف پھر جانے کا حکم دیں گے۔ (اچھا) تو (اب نماز پڑھتے وقت) مسجد محترم (یعنی کعبہ) کی طرف اپنا منہ کر لیا کرو۔ (بقرہ: ع ۱۷، پارہ ۲)

''اور (مسلمانوں!) تم کہیں سے بھی نکلو (یہاں تک کہ مکے سے بھی تو جہاں ہو نماز میں) اپنا منہ مسجد محترم کی طرف کر لیا کرو۔ اور یہ (یعنی نیا قبلہ) برحق (اور) تمہارے پروردگار (کے حکم) سے ہے اور (مسلمانو!) اللہ تمہارے عملوں سے بے خبر نہیں۔'' (بقرہ: ع ۱۸، پارہ ۲)

نماز کے اوقات

''(اے پیغمبر!) دن کے دونوں سرے (یعنی صبح اور شام) اور اوائل شب نماز پڑھا کرو (کیونکہ) نیکیاں گناہوں کو دور کر دیتی ہیں۔ جو لوگ ذکر (الٰہی) کرنے والے ہیں ان کے حق میں یہ ہمارا فرمانا ایک طرح کی یاد دہانی ہے۔'' (ہود: ع ۱۰، پارہ ۱۲)

''(اے پیغمبر!) آفتاب کے ڈھلنے سے رات کے اندھیرے تک (ظہر، عصر، مغرب، عشاء کی) نمازیں پڑھا کرو۔ اور نماز صبح بھی (کیونکہ) نماز صبح کا وقت نور ظہور کا وقت ہے اور رات کے ایک حصے میں (نماز) تہجد بھی پڑھا کرو (اور نمازیں تو فرض ہیں اور یہ) تمہاری (نماز) نفل (ہے) عجب نہیں کہ (اس کی برکت سے) تمہارا پروردگار (قیامت کے دن) تم کو مقام محمود میں پہنچائے۔'' (بنی اسرائیل: ع ۵، پارہ ۱۵)

''پس جس وقت تم لوگوں کو شام ہو اور جس وقت تم کو صبح ہو، اللہ کی تسبیح (وتقدیس) کرو۔ اور آسمان و زمین میں وہی اللہ تعریف کے لائق ہے۔ اور (نیز) تیسرے پہر اور جب تم لوگوں کو دوپہر ہو (اللہ کی تسبیح و تقدیس کرو)۔'' (الروم: ع ۲، پارہ ۲۱)

نقشہ تعداد رکعات

Marfat.com

اوقات نماز	سنت قبل فرض	فرض	سنت بعد فرض	نوافل	میزان
فجر	۲ مؤکدہ	۲	.....	.....	۴
ظہر	۴ مؤکدہ	۴	۲ مؤکدہ	۲	۱۲
عصر	۴ غیر مؤکدہ	۴	.....	.....	۸
مغرب	.....	۳	۲ مؤکدہ	۲	۷
عشاء	۴ غیر مؤکدہ	۴	۲ مؤکدہ (تین وتر واجب)	۴ (۲ وتر سے پہلے دو بعد)	۱۷
جمعہ	۴ مؤکدہ	۲	۶ (۴ مؤکدہ ۲ غیر مؤکدہ)	۲	۱۴

فوت شدہ نمازوں کی قضا

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص نماز پڑھنا بھول جائے تو جب یاد آئے فوراً پڑھ لے۔ اس کا بجز اس کے اور کچھ کفارہ ہی نہیں۔ صحیحین کی ایک روایت میں یوں آیا کہ جب کوئی بے نماز پڑھے سو جائے یا غافل ہو جائے تو جس وقت یاد آئے پڑھ لے، کیونکہ خدا فرماتا ہے "ہماری یاد کے لئے نماز پڑھا کرو۔" (صحیحین)

ابو قتادہؓ کہتے ہیں کہ ہم جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کر رہے تھے۔ بعض لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ؐ اگر آپ پچھلی شب کو ہمارے ساتھ استراحت کے لئے اتر پڑیں تو اچھا ہو۔ فرمایا "مجھے اندیشہ ہے کہ تم سو جاؤ اور نماز کا وقت نکل جائے۔" بلال بولے کہ "میں جگا دوں گا۔" چنانچہ سب لوگ لیٹ گئے اور بلال کجاوے سے پیٹھ لگا کر بیٹھ گئے۔ انجام کار ان پر بھی نیند نے غلبہ کیا اور وہ بھی سو گئے۔ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے اور اس وقت بیدار ہوئے جب کہ سورج کا کنارہ نمودار ہو چکا تھا۔ فرمایا "بلال! تم نے جو کہا تھا کہ میں جگا دوں گا، وہ کہاں گیا۔" عرض کیا "مجھے تو اس جیسی نیند کبھی آئی ہی نہیں۔" نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "خدا جب چاہتا ہے تمہاری روحیں قبض کر لیتا ہے، اور جب چاہتا ہے پھیر دیتا ہے۔ بلال! اٹھو اور

Marfat.com

لوگوں میں نماز کے لئے اذان دے دو۔'' ازاں بعد آنحضرتؐ نے وضو کیا اور جب سورج خوب اونچا ہو کر سفید ہو گیا تو آپؐ نے جماعت سے نماز پڑھی۔ (بخاری)

حضرت ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ خندق کی لڑائی میں مشرکوں نے جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو چار نمازوں سے باز رکھا (یعنی لڑائی کی تگ و دو میں نماز پڑھنے کی فرصت نہیں ملی) حتیٰ کہ رات کا کچھ حصہ گزر گیا۔ تو آپؐ نے بلالؓ کو اذان دینے کا حکم فرمایا۔ انہوں نے اذان دے کر اقامت کہی تو آنحضرتؐ نے ظہر کی نماز پڑھی، پھر اقامت کہی تو عصر کی نماز پڑھی، پھر اقامت کہی تو مغرب اور مغرب کی نماز سے فارغ ہوئے تو اقامت کہہ کر عشاء کی نماز پڑھی۔

طہارت

طہارت پاکی ہے اور ظاہرہ پاکی کے ساتھ باطنی پاکی وابستہ ہے۔ انسان کو پیدا ہی ناپاک کیا گیا ہے۔ وہ اس وقت تک پاک نہیں ہو سکتا جب تک کہ اپنی ظاہری اور باطنی ناپاکی کو دور نہ کرے اور خود کو مزید ناپاکیوں سے نہ بچائے اور پاکی کو ہمیشہ کے لئے اختیار نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ پاک ہیں اور بے عیب ہیں اور اللہ تعالیٰ کو پاکی پسند ہے اور پاکی ایمان کا اہم جز ہے۔ طہارت کے معنی ہی پاکی کے ہیں۔ پانی جب تک بہتا رہتا ہے پاک رہتا ہے اور رک جاتا ہے تو بدبودار ہو جاتا ہے، ہوا چلتی رہتی ہے تو پاک رہتی ہے اور کمروں میں رکی ہوئی ہوا کثیف اور غلیظ ہو جاتی ہے۔ انسانی جسم میں جب تک خون صحیح گردش کرتا رہتا ہے فساد خون پیدا نہیں ہوتا اور جب تک انسان کا نظام اخراج صحیح کام کرتا رہتا ہے، انسان صحت مند رہتا ہے اور جب تک انسان اپنی فکر کو، فطرت کو اور باطن کو ناپاکیوں سے دور رکھتا ہے اور موجودہ ناپاکیوں کو دور کرتا رہتا ہے اور پاکیوں کو داخل کرتا رہتا ہے، اخلاقی خرابیاں پیدا نہیں ہوتیں۔ انسان کی ناپاکی کا تو یہ حال ہے کہ انتہائی لطیف اور خوشبودار غذا بھی کچھ دیر اس کے پیٹ میں رہ کر بدبودار ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے جب غسل کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے جاتے ہیں کہ اے اللہ ہمارے پورے وجود سے گناہوں کو دھو دیجئے۔ وضو کرتے ہیں تو ہر عضو کو دھونے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے جاتے ہیں کہ اے اللہ ہمارے اس عضو سے گناہوں کو دھو دیجئے۔ انسان تو ظاہری اور باطنی

Marfat.com

نجاستوں کا ایسا ڈھیر ہے جس پر چمڑے کا ایک خوبصورت شامیانہ تنا ہے۔

پانی اور نجاستیں

نجاست کو دور کرنا الگ چیز ہے اور طہارت بالکل ایک الگ چیز ہے۔ نماز کے لئے صرف نجاست دور کرنا کافی نہیں بلکہ اس کے لئے طہارت بھی لازمی ہے۔ طہارت کے لئے پانی کا پاک ہونا بھی ضروری ہے۔ ایسا پانی جس کا رنگ یا بو یا مزا تبدیل ہو گیا ہو نجاست تو دور کر سکتا ہے مگر اس سے وضو اور غسل درست نہیں ہے۔ اگر کسی نے برتن میں وضو کر لیا ہے تو اس برتن میں وضو کے بعد بچے ہوئے پانی سے دوبارہ وضو درست نہیں۔ لیکن اس پانی سے نجاست دور کی جا سکتی ہے۔ جن جانوروں میں خون نہ ہو، جیسے مکھی اور مچھر، ان کے پانی میں گر جانے سے پانی نجس نہیں ہوتا یا ان جانوروں کے پانی میں گر جانے یا مر جانے سے جو پانی ہی میں رہتے ہیں، جیسے مچھلی اور کیکڑہ، پانی ناپاک نہیں ہوتا۔ اگر چوہا، چڑیا، ابابیل کنویں میں گر کر مر جائے تو کنویں سے بیس بڑے یا تیس چھوٹے ڈول پانی کے نکال دینا کافی ہے۔ اگر کنویں میں کتا، بکری، آدمی یا کوئی بڑا جانور گر کر مر جائے تو کنویں کا سارا پانی نکالنا ضروری ہے یعنی اندازے سے پانی کی وہ مقدار جو اس وقت کنویں میں موجود ہے۔

دیگر ناپاکیاں

ایسا چھوٹا جانور جس میں خون نہ ہو، جیسے مکھی اور مچھر، ان کا جھوٹا پاک ہے لیکن کتے اور دوسرے درندوں کا جھوٹا ناپاک ہے۔ جن جانوروں کا گوشت حلال ہے ان کا جھوٹا پاک ہے، مرغی حلال ہے مگر اس کا جھوٹا مکروہ ہے کیونکہ مرغی نجاست بھی کھاتی ہے، کوے اور طوطے کا گوشت حرام ہے مگر اس کا جھوٹا مکروہ ہے۔ بلی کا گوشت اگرچہ حرام ہے مگر اس کا جھوٹا مکروہ ہے۔

حیض

"اور (اے پیغمبر، لوگ) تم سے حیض کے بارے میں دریافت کرتے ہیں تو ان کو سمجھا دو کہ

Marfat.com

وہ گندگی ہے۔ تو (حیض کے دنوں) میں عورتوں سے الگ رہو، اور جب تک پاک نہ ہولیں ان کے پاس نہ جاؤ۔ پھر جب نہا دھولیں تو جدھر سے اللہ نے تم کو حکم دیا ہے ان کے پاس آؤ۔ بے شک اللہ توبہ کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے (اور) نیز صفائی رکھنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ تمہاری بیبیاں (گویا) تمہاری کھیتیاں ہیں، تو اپنی کھیتی میں جس طرح چاہو آؤ۔ اور اپنے لئے آئندہ (یعنی عاقبت) کا بھی بندوبست رکھو۔ اور اللہ سے ڈرو اور جانے رہو کہ تم کو اس کے حضور میں حاضر ہونا ہے۔ اور (اے پیغمبر) ایمان والوں کو خوشخبری سنادو۔" (البقرہ: ع ۲۸، پارہ ۲)

حیض کی مدت ہر عورت کے لئے اس کے معمول کی عادت کے مطابق ہے۔ اگر عادت سے زیادہ دن خون آئے تو بیماری ہے۔ حیض والی عورت کے لئے قرآن کو چھونا، مسجد میں جانا اور بیت اللہ کا طواف کرنا منع ہے۔ حیض والی عورت کے ساتھ ہم بستری گناہ کبیرہ ہے۔ اس کا کفارہ ہے۔ عورت پر ان ایام میں نماز معاف ہے۔ مگر روزہ کی قضا لازم ہے۔

نفاس:

ولادت کے بعد عورت کو جو خون آتا ہے، وہ نفاس کہلاتا ہے جس کی مدت چالیس روز ہے۔ جو باتیں حیض میں منع ہیں وہی نفاس میں بھی منع ہیں۔ اس میں بھی نماز معاف ہے مگر بعد مدت نفاس قضا روزے لازمی ہیں۔

استحاضہ:

اگر عورت کو عادت کے برخلاف معمول کے دنوں سے زیادہ خون آئے تو وہ بیماری ہے۔ ایسی عورتیں اپنے معمول کے ایام تک جن باتوں سے حیض والی عورت کو منع کیا گیا ہے، ان سے باز رہیں۔ بعد کو غسل کر کے نماز پڑھیں اور ہر نماز کے لئے تازہ وضو کر لیا کریں اور ممکن ہو تو ہر نماز کے لئے غسل کر لیں اور اگر کسی جائز اور قوی عذر کے سبب غسل نہ کر سکیں یعنی غسل سے نقصان کا اندیشہ ہو تو تیمم کر کے نماز پڑھ لیں۔

Marfat.com

غسل جنابت

''مسلمانو! تم نشے کی حالت میں ہو تو نماز کے پاس بھی نہ جانا، یہاں تک (کہ نشہ اتر جائے، اور) جو کچھ (منہ سے) کہتے ہو، اس کو سمجھنے لگو- اور (اسی طرح) نہانے کی حاجت ہو تو بھی نماز کے پاس نہ جانا، یہاں تک کہ غسل کرلو- ہاں (سفر کی حالت میں) رستے چلے جا رہے ہو (اور پانی نہ ملے اور تیمم کر کے نماز پڑھ لو تو خیر) اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی جائے ضرور سے (ہو کر) آئے یا عورتوں سے ہم صحبت ہو، اور تم کو پانی میسر نہ آئے- تو پاک مٹی لے کر تیمم یعنی منہ اور ہاتھوں کا مسح کرلو- اور اللہ درگزر کرنے والا (اور) بخشنے والا ہے-'' (النساء: ع ۷، پارہ ۵)

''مسلمانو! جب نماز کے لئے آمادہ ہو تو اپنے منہ دھو لیا کرو اور کہنیوں تک اپنے ہاتھ اور اپنے سر کا مسح کرلیا کرو- اور (ہاں) ٹخنوں تک اپنے پاؤں (بھی دھو لیا کرو- اور اگر تم کو نہانے کی حاجت ہو، تو (غسل کر کے) اچھی طرح پاک صاف ہو جاؤ- اور اگر تم بیمار ہو، یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی جائے ضرور سے (ہو کر) آیا ہو، یا تم نے عورتوں سے صحبت کی ہو، اور تم کو پانی میسر نہ ہو تو ستھری مٹی لے کر اس سے تیمم یعنی اپنے منہ اور ہاتھوں کا مسح کرلو- اللہ تم پر کسی طرح کی تنگی کرنا نہیں چاہتا بلکہ تم کو صاف ستھرا رکھنا چاہتا ہے اور (نیز) یہ (چاہتا ہے) کہ تم پر اپنا احسان پورا کرے، تا کہ تم (اس کا) شکر کرو-'' (مائدہ: ع ۲، پارہ ۶)

جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مرد نے عورت سے صحبت کی تو دونوں پر غسل واجب ہوا، خواہ انزال نہ بھی ہو-'' (صحیحین)

غسل جنابت:

جو شخص سو کر اٹھے اور اسے اپنے کپڑوں پر منی کی تری معلوم ہو تو اس پر غسل واجب ہو جاتا ہے- اگر کوئی شخص خواب میں دیکھے کہ وہ کسی سے ہمبستر ہوا ہے مگر جاگنے پر تری کا اثر نہ معلوم ہو تو اس پر غسل واجب نہیں- ایک وقت میں کئی عورتوں یا ایک عورت سے کئی دفعہ صحبت کرنے سے بھی

Marfat.com

ایک ہی غسل واجب ہوتا ہے لیکن صحبتوں کے بیچ میں وضو کر لینا زیادہ بہتر ہے اور مناسب ہے- ایسا شخص اگر غسل کر لے تو وہ جنبی عورت کے ساتھ بدن لگا کر لیٹ سکتا ہے کیونکہ جنبی عورت کا بدن پاک ہے- جنبی عورت یا مرد کے لئے زبان سے اور دل میں اللہ کا ذکر کرنا جائز ہے مگر ان کے لئے مسجد میں جانا قرآن کو پڑھنا پڑھانا، قرآن کو چھونا اور خانہ کعبہ کا طواف کرنا سب منع ہیں-

غسل کا طریقہ

پہلے دونوں ہاتھ تین دفعہ دھوئے، پھر داہنے ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈال کر شرم گاہ کو دھوئے، پھر دونوں ہاتھ اچھی طرح دھوئے- پھر نماز کی طرح سے پورا وضو کرے- پھر سارے جسم پر تین دفعہ اس طرح پانی بہائے کہ ایک بال بھی سوکھا نہ رہنے پائے- پھر غسل سے فارغ ہو کر دونوں پاؤں دھوئے یعنی غسل کی جگہ سے ذرا ہٹ کر دونوں پاؤں دھوئے- عورت کے لئے بال کھولنا ضروری نہیں لیکن وہ اپنے بالوں کی جڑوں کو اچھی طرح تر کر لے کہ کوئی جگہ خشک نہ رہ جائے، پھر سر پر سے پانی ڈال لے- عورت کا حیض اور نفاس کے بعد غسل فرض ہے- مرد اور عورت پر صحبت کے بعد یا احتلام کے بعد غسل فرض ہے- نماز جمعہ، نماز عید الاضحیٰ، نماز عید الفطر کا غسل سنت مؤکدہ ہے اور حج کا احرام باندھتے وقت اور بیت اللہ میں داخل ہوتے وقت سنت مستحبہ ہے اور جسم سے فاسد خون نکلوانے کے بعد اور مردہ کو غسل دینے کے بعد غسل کرنا احتیاطی تدابیر ہیں-

غسل کے فرض

۱- کلی کرنا ۲- ناک میں پانی ڈالنا ۳- تمام بدن پر پانی بہانا-

غسل کی سنتیں

۱- دونوں ہاتھ گٹوں تک دھونا- ۲- استنجا کرنا اور جس جگہ نجاست لگی ہے اسے دھونا ۳- ناپاکی دور کرنے کی نیت کرنا ۴- پہلے وضو کر لینا ۵- تمام بدن پر تین بار پانی بہانا-

وضو

''مسلمانو! جب نماز کے لئے آمادہ ہوتو اپنے منہ دھولیا کرو اور کہنیوں تک اپنے ہاتھ اور اپنے سر کا مسح کرلیا کرو اور ٹخنوں تک اپنے پاؤں (دھولیا کرو)۔'' (مائدہ: ع ۲، پارہ ٦)

حدیث میں آیا ہے: جنت کی کنجی نماز اور نماز کی کنجی وضو ہے۔ مطلب یہ ہے کہ نماز بغیر وضو قبول نہیں ہوتی۔

وضو کا طریقہ

وضو کا طریقہ یہ ہے کہ دل میں یا زبان سے وضو کی نیت کرے، پھر بسم اللہ پڑھے، پھر تین دفعہ دونوں ہاتھ پہنچوں تک دھوئے، پھر مسواک کرے، ورنہ کم از کم انگلیوں سے دانتوں کو خوب رگڑ کر صاف کرے، پھر تین دفعہ منہ دھوئے، اس طرح سے کہ پورا چہرہ دونوں کانوں کی لوؤں تک تر ہو جائے۔

پھر ڈاڑھی کو اچھی طرح تر کرے کہ کوئی جگہ خشک نہ رہ جائے، پھر انگلیوں سے ڈاڑھی میں خلال کرے کیونکہ ڈاڑھی میں خلال کرنا مسنون ہے، پھر دونوں ہاتھ کہنیوں تک تین بار دھوئے، پھر پانی سے دونوں ہاتھوں کو تر کر کے اور سب انگلیوں کو برابر ملا کر پیشانی پر رکھے اور گدی تک کھینچ کر لے جائے۔

پھر کانوں کا مسح اس طرح سے کرے کہ کانوں کے دونوں سوراخوں میں شہادت کی انگلیاں ڈال کر اپنے انگوٹھوں سے کانوں کی پشت پر مسح کرے، پھر داہنا پاؤں ٹخنوں تک تین بار دھوئے، پھر اسی طرح ٹخنوں تک بایاں پاؤں دھوئے، پاؤں کی انگلیوں میں خلال کرنا بھی مسنون ہے۔

ہر عضو کو تین بار دھونا افضل ہے، ورنہ ایک بار دھونے سے بھی وضو ہو جاتا ہے۔ مگر تین بار سے زیادہ دھونا منع ہے۔ اگر کوئی عضو ناخن کے برابر خشک رہ گیا تو دوبارہ وضو کرنا پڑے گا لیکن ایسی صورت میں کہ وضو کا پانی اعضاء پر سے خشک نہ ہو تو خشک جگہ کو مل کر تر کر لینے سے وضو ہو جائے گا۔

وضو کے فرائض

پیشانی کے بالوں سے ٹھوڑی کے نیچے تک اور ایک کان سے دوسرے کان تک منہ دھونا، دونوں ہاتھ کہنیوں سمیت دھونا، چوتھائی سر کا مسح کرنا، دونوں پاؤں ٹخنوں سمیت دھونا۔

وضو کی سنتیں

نیت کرنا، بسم اللہ پڑھنا، دونوں ہاتھوں کو تین بار گٹوں تک دھونا، مسواک کرنا، تین بار کلی کرنا، تین بار ناک میں پانی ڈالنا، ڈاڑھی کا خلال کرنا، ہر عضو کا تین تین بار دھونا، ایک بار تمام سر کا مسح کرنا، ترتیب کے ساتھ وضو کرنا، وضو اس طرح کرنا کہ کسی عضو کے خشک ہونے سے پہلے دوسرا عضو دھل جائے۔

وضو کے مستحب

وضو دائیں طرف سے شروع کرنا، گردن کا مسح کرنا، وضو کے کام خود کرنا اور کسی دوسرے سے مدد نہ لینا، قبلے کی طرف منہ کر کے بیٹھنا، اونچی اور پاک جگہ پر بیٹھ کر وضو کرنا۔

وضو کے مکروہات

ناپاک جگہ پر وضو کرنا، دائیں ہاتھ سے ناک صاف کرنا، وضو کے وقت دنیا کی باتیں کرنا، سنت کے خلاف وضو کرنا۔

وضو کن چیزوں سے ٹوٹ جاتا ہے

پاخانہ یا پیشاب کرنا یا نکل جانا، ریح خارج ہونا، بدن کے کسی مقام سے خون یا پیپ نکل کر بہہ جانا، منہ بھر کے قے کرنا، لیٹ کر یا سہارا لگا کر سو جانا، بیماری یا کسی وجہ سے بے ہوش ہو جانا، مجنوں یا دیوانہ ہو جانا، نماز میں قہقہہ لگا کر ہنسنا۔

Marfat.com

تیمم

''مسلمانو! جب نماز کے لئے آمادہ ہوتو اپنے منہ دھولیا کرو، اور کہنیوں تک اپنے ہاتھ اور اپنے سر کا مسح کرلیا کرو، اور ٹخنوں تک اپنے پاؤں (دھولیا کرو) - اور اگر تم کو نہانے کی حاجت ہوتو (غسل کر کے) اچھی طرح پاک صاف ہو جاؤ - اور اگر تم بیمار ہو، یا سفر میں ہو، یا تم میں سے کوئی جائے ضرور سے (ہوکر) آیا ہو، یا تم نے عورتوں سے صحبت کی ہو، اور تم کو پانی میسر نہ آئے، تو (صاف) ستھری مٹی لے کر اس سے (تیمم یعنی) اپنے منہ اور ہاتھ کا مسح کرلو- بے شک اللہ درگزر کرنے والا (اور) بخشنے والا ہے-'' (مائدہ: ع۲، پارہ۶)

پانی سے زیادہ اہم اور نجاست کو دور کرنے والی کوئی دوسری چیز نہیں -لیکن اگر پانی میسر نہ ہو یا پانی کے استعمال سے نقصان کا اندیشہ ہوتو اس کا متبادل پاک مٹی ہے- اول دل میں نیت کریں پھر بسم اللہ پڑھ کر دونوں ہاتھ ایک دفعہ پاک مٹی پر ماریں پھر پھونک سے مٹی اڑا کر دونوں ہاتھ منہ پر پھیریں- پھر دوبارہ مٹی پر ہاتھ ماریں اور پھر دونوں ہاتھوں پر کہنیوں سمیت اس طرح پھیریں کہ کوئی جگہ خالی نہ رہ جائے- انگوٹھی یا چھلا ہاتھ میں ہوتو اسے اتار دیں یا اس کو آگے پیچھے کر کے اس پر ہاتھ پھیریں- انگلیوں کا خلال کریں مگر ڈاڑھی میں خلال نہ کریں- اگر تیمم سے نماز پڑھ چکنے کے بعد اگر نماز کا وقت باقی ہو اور پانی مل جائے تو نماز کا دہرانا ضروری نہیں ہاں اگر وضو کر کے نماز دوہرا لے تو ثواب ہے- ہاں اگر نماز پڑھنے کے دوران معلوم ہو کے پانی آ گیا ہے تو نماز توڑ کر وضو کرے اور پھر نماز پڑھے- جن چیزوں سے وضو ٹوٹتا ہے ان سے تیمم بھی ٹوٹتا ہے جس طرح ایک وضو سے کئی نمازیں پڑھ سکتے ہیں اسی طرح ایک تیمم سے کئی نمازیں پڑھ سکتے ہیں- ہمارے نزدیک ایسی سخت چیز سے جس پر گرد و غبار نہ ہو تیمم درست نہیں اس لئے کہ قرآن میں ''صعیداً طیبا'' کا لفظ آیا ہے جس کے معنی صاف ستھری مٹی کے ہیں- تیمم وضو اور غسل دونوں کا بدل ہے، شرط یہ ہے کہ پانی نہ ملے یا کوئی عذر موجود ہو-

Marfat.com

نماز کی شرطیں

بدن کا پاک ہونا، کپڑوں کا پاک ہونا، نماز کی جگہ کا پاک ہونا، بدن کا ڈھانپنا، مردوں کے لئے ناف سے لے کر گھٹنوں تک حصہ اور اوپر کا بدن، عورتوں کے لئے چہرہ، ہتھیلیوں اور قدموں کے سوا باقی تمام بدن کا چھپانا ضروری ہے، وقت کا خیال رکھنا، قبلہ رو کھڑے ہونا، نماز کی نیت کرنا۔

اذان اور اقامت

باجماعت نماز کے لئے اذان اور اقامت دونوں ضروری ہیں۔فرض نماز پڑھنے سے پہلے جو اذان کہی جاتی ہے، اسے اقامت کہتے ہیں، اس میں دو دفعہ ''قد قامت الصلوٰۃ'' کہا جاتا ہے یعنی نماز کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔ اذان اور اقامت میں جو ہر جملے کی دو دفعہ تکرار ہے، اس میں اللہ تعالیٰ کے اسرار ہیں۔ نکاح کی قبولیت تین دفعہ ہے، جو حتمی ہے۔ طلاق تین دفعہ ہے جو حتمی ہے۔ تین دفعہ میں حجت قائم ہو جاتی ہے جبکہ دو دفعہ طلاق کے بعد رجوع کی اجازت ہوتی ہے۔ لعن چار دفعہ ہے یعنی اگر کوئی مرد اپنی عورت پر بدکاری کا الزام لگائے تو دونوں اللہ کی قسم کھا کر اپنی اپنی سچائی کو ثابت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر میں جھوٹا ہوں تو مجھ پر اللہ کی لعنت ہو۔اب ذرا غور کیجئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی کتنی بڑی رحمت ہے کہ اس نے اذان کو فرض نہیں سنت قرار دیا پھر اس میں تکرار دو دفعہ رکھی تین یا چار بار نہیں رکھی۔

پانچ نمازیں

فجر...... پو پھٹنے سے یعنی صبح کاذب سے لے کر صبح صادق تک فجر کا وقت ہے۔

ظہر...... دوپہر سورج ڈھلنے سے شروع ہو کر اس وقت تک رہتا ہے جب تک سایہ دوگنا نہ ہو جائے۔

عصر...... عصر کا وقت، ظہر کا وقت ختم ہو جانے کے بعد سے غروب آفتاب تک رہتا ہے۔

مغرب...... غروب آفتاب سے لے کر آسمان کے مغربی کنارے پر، جہاں سورج غروب ہوتا ہے، وہاں غروب آفتاب کی سرخی کے ختم ہونے تک رہتا ہے۔

عشا...... مغرب کا وقت ختم ہو جانے کے بعد سے شروع ہو کر صبح کاذب یعنی فجر کا وقت شروع ہونے تک رہتا ہے۔

نماز جمعہ

جمعہ کے دن مسلمانوں پر ظہر کی نماز کے بجائے جمعہ کی نماز فرض ہوتی ہے۔ ایک طرح سے یہ مسلمانوں کی ہفتہ وار عید ہے۔ اللہ کی راہ میں مسلمانوں کی قوت، یکجہتی اور اتحاد کا مظاہرہ ہے۔ جمعہ کی نماز میں دو فرض رکعتیں ہوتی ہیں۔ ان سے پہلے امام خطبہ دیتا ہے، جسے خاموشی اور توجہ سے سننا ضروری ہے، پھر چار رکعت سنت ادا کی جاتی ہے، پھر جمعہ کے دو رکعت فرض با جماعت ادا کئے جاتے ہیں۔ اس کے بعد پھر چار رکعت سنت اور پھر دو رکعت سنت ادا کئے جاتے ہیں۔ اگر جمعہ کی نماز امام کے ساتھ نہ مل سکے تو پھر صرف ظہر کی نماز ادا کرنی چاہئے۔ عورتوں پر جمعہ واجب نہیں اگر پڑھ لیں تو ثواب ہے۔ نماز جمعہ کی بڑی اہمیت اور فضیلت ہے۔

نماز عیدین

عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی دو نمازیں واجب ہیں، اس کی دو دو رکعتیں ہیں، اس میں امام نماز کے بعد خطبہ دیتا ہے، ان نمازوں میں چھ تکبیریں ہوتی ہیں۔ پہلی رکعت میں نیت کے بعد امام تین تکبیریں کہتا ہے اور چوتھی پر ہاتھ باندھ کر ثنا اور سورۃ الفاتحہ اور کچھ آیات تلاوت کرنے کے بعد رکوع میں چلے جاتے ہیں مگر دوسری رکعت میں پہلے سورۃ الفاتحہ اور کچھ آیات تلاوت کرنے کے بعد اور رکوع میں جانے سے پہلے تین تکبیریں کہی جاتی ہیں پھر رکوع میں چلے جاتے ہیں۔

باب دہم

روزہ

''مسلمانو! جس طرح تم سے پہلے لوگوں (یعنی اہل کتاب) پر روزہ رکھنا فرض تھا، تم پر بھی فرض کیا گیا- تاکہ تم (بہت سے گناہوں سے) بچو، (وہ بھی) گنتی کے چند روز میں- اس پر بھی جو شخص تم میں سے بیمار ہو، یا سفر میں (ہو) تو دوسرے دنوں سے (گنتی پوری کر دے)- اور جن (مریضوں اور بیماروں) کو کھانا دینے کا مقدور ہے، ان پر (ایک روزے کا) بدلہ ایک محتاج کو کھانا کھلا دینا ہے- اور جو شخص اپنی خوشی سے نیک کام کرنا چاہے، تو یہ اس کے حق میں زیادہ بہتر ہے- اور سمجھو تو روزہ رکھنا (بہرحال) تمہارے حق میں بہتر ہے- (روزوں کا) مہینہ رمضان کا ہے- جس کے (روزوں کے) بارے میں خدا کی طرف سے قرآن (میں حکم) نازل ہوا ہے- (اور قرآن) لوگوں کا رہنما ہے، اور (اس میں) ہدایت اور (حق و باطل کی) تمیز کو کھلے کھلے حکم (موجود ہیں) تو (مسلمانو!) تم میں سے جو شخص اس مہینے میں (زندہ) موجود ہو تو چاہئے کہ اس مہینے کے روزے رکھے اور جو بیمار ہو، سفر میں (ہو) تو دوسرے دنوں سے گنتی (پوری کر لے) اللہ تمہارے ساتھ آسانی کرنی چاہتا ہے اور تمہارے ساتھ سختی نہیں کرنی چاہتا- اور (یہ حکم اس نے اس غرض سے دیئے ہیں) تاکہ تم (روزوں کی) گنتی پوری کر لو- اور تاکہ اللہ نے جو تم کو راہ راست دکھا دی ہے، اس (نعمت) پر اس کی بڑائی کرو- اور تاکہ تم (اس کا) احسان مانو- اور (پیغمبرؐ) جب ہمارے بندے تم سے ہمارے بارے میں دریافت کریں تو (ان کو سمجھا دو کہ) ہم (ان کے) پاس ہیں- جب کبھی کوئی ہم سے دعا کرے تو ہم (ہر ایک) دعا کرنے والے کی دعا سنتے اور مناسب ہوتا ہے (تو) قبول (بھی) کر لیتے ہیں- تو ان کو چاہئے کہ ہمارا حکم (بھی) مانیں اور ہم پر ایمان لائیں تاکہ وہ سیدھے رستے لگ لیں- (مسلمانو!) روزوں کی راتوں میں اپنی بیبیوں کے پاس جانا تمہارے لئے جائز کر دیا گیا ہے- وہ تمہارے دامن (کی جگہ) اور تم ان کی چولی (کی جگہ) ہو- اللہ نے دیکھا کہ تم (چوری چوری) ان کے پاس جانے سے اپنا دینی نقصان کرتے تھے، تو اس نے

تمہارا قصور معاف کر دیا، اور تمہاری خطا سے درگزر کیا- بس اب (روزوں میں رات کے وقت) ان سے ہم بستر ہو، اور (ہم بستری کا) جو نتیجہ خدا نے تمہارے لئے لکھ رکھا ہے (یعنی اولاد) اس کے حاصل کرنے کی خواہش کرو (نہ محض شہوت رانی کی-) اور کھاؤ اور پیو (یہاں تک کہ رات کی) کالی دھاری سے صبح کی سفید دھاری تم کو صاف دکھائی دینے لگے- پھر رات تک روزہ پورا کرو- اور (ہاں) تم مسجد میں اعتکاف بیٹھے ہو تو (رات کو بھی) ان سے ہم بستر نہ ہونا- یہ اللہ کی (باندھی ہوئی) حدیں ہیں- تو ان کے پاس بھی نہ پھٹکنا- اسی طرح اللہ اپنے احکام لوگوں سے کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ وہ (خلاف حکم کرنے سے) بچیں-'' (بقرہ: ع ۲۳، پارہ ۲)

صوم کے معنی روکنے کے ہیں- روزہ اسلام کا بنیادی رکن ہے- ہر عاقل، بالغ، تندرست اور مقیم مسلمان پر رمضان کے روزے فرض ہیں- فرض ایسا لازمی حکم ہے جس کا بجالانا بے حد ضروری ہے- روکنے سے مراد اپنے آپ کو مقررہ وقت تک کھانے پینے سے روکنا ہے اور اپنے حواس کو، اپنی قوتوں کو، اپنے اختیار کو، ارادے کو اور خواہشات کو گناہوں سے، گمراہیوں سے اور ناپاکیوں سے روکنا ہے اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو اس کی نافرمانیوں میں استعمال کرنے سے روکنا ہے- سخت بھوک، پیاس اور تھکن کی حالت میں احساس فرض کے ساتھ عبادتوں کی مشقت کو برداشت کر کے قوت برداشت، صبر و تحمل اور نظم و ضبط کی خوبیاں حاصل کرنا ہے، عاجزی اور انکساری کی دولت حاصل کرنا ہے، خود کو حرام سے روکتے ہوئے حلال حاصل کرنا ہے اور ناپاکیوں سے خود کو روکتے ہوئے پاکی حاصل کرنا ہے اور دنیا میں دنیا کی زندگی کے لئے اور آخرت کی زندگی کے لئے خود کو اللہ تعالیٰ کا بہترین اطاعت گزار، فرمانبردار، شکرگزار، امانت دار اور احسان مند بندہ بنانے کی، رعایا بنانے کی، پروردہ بنانے کی، ملکیت بنانے کی، وراثت بنانے کی تربیت حاصل کرنا ہے اور قیامت کے بعد قائم ہونے والے خیر اور فلاح کے نظام کی تربیت حاصل کرنا ہے اور اپنی موت کو ایک صاحب ایمان کی موت اور موت کے بعد کی زندگی کو راحت واطمینان کی زندگی بنانا ہے-

روزے کا وقت صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک ہے- مسنون طریقہ یہ ہے کہ روزہ رکھنے سے پہلے سحری کھائی جائے- روزہ ہر حلال شے سے، جو حلال ذریعہ سے حاصل کی گئی

Marfat.com

ہو، کھول سکتے ہیں- البتہ کھجور سے روزہ کھولنا سنت ہے- روزہ جان بوجھ کر کھانے سے اور منہ بھر کے قے کرنے سے ٹوٹ جاتا ہے- اگر کوئی شخص جان بوجھ کر رمضان المبارک میں روزے کو توڑے تو اس کے بدلے دو مہینے لگا تار روزے رکھے یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے- حیض اور نفاس کی حالت میں عورتوں کو روزہ رکھنے کی ممانعت ہے، البتہ ان روزوں کی قضا لازم ہے- دودھ پلانے والی عورتیں اگر رمضان میں روزے نہ رکھیں تو ان پر بھی روزوں کی قضا ادا کرنا لازم ہے- انتہائی کمزور اور ضعیف جو روزہ کو برداشت کرنے کی طاقت نہیں رکھتے وہ روزہ رکھنے سے مستثنیٰ ہیں- البتہ انہیں ہر روزے کے بدلے ایک مسکین کو دو وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلانا ہوگا یا صدقہ فطر کے برابر غلہ یا اس کی قیمت دینا ہوگی-

روزہ کی حالت میں عبادات اور خود روزہ انسان میں قوت صبر، قوت برداشت، قوت تحمل یعنی بوجھ اٹھانے کی طاقت، قوت ارادی، قوت توجہ اور قوت یقین کو بڑھاتا ہے- جو شخص دو من وزنی بوری اٹھا کر چل سکتا ہے اس کے لئے دس سیر وزن اٹھا کر چلنا بے حد آسان ہے یا جو شخص ریت میں میلوں دوڑتا ہے اس کے لئے میدان میں دوڑنا بہت ہی آسان ہے- جس انسان میں جتنی زیادہ قوت برداشت ہے، بوجھ اٹھانے کی طاقت ہے، صبر ہے اور قوت ارادی ہے اور قوت یقین ہے یعنی مقصدیت ہے، اس کے لئے دنیاوی مسائل، تکالیف اور پریشانیاں اتنی ہی ہلکی اور معمولی ہیں کیونکہ انسان اسی وقت اضطراب اور پریشانی کا شکار ہوتا ہے جب کوئی چیز اس کی برداشت یا اس کے بوجھ اٹھانے کی قوت یا اس کی قوت صبر سے باہر ہو جائے اور اس کے سامنے کوئی نفع بخش مقصد نہ ہو، جب کوئی نفع بخش مقصد ہوتا ہے تو انسان بڑے سے بڑا بوجھ بھی اٹھا لیتا ہے-

روزے کے جسمانی فوائد

روزہ خون کی کثافت اور گاڑھے پن کو ختم کرتا ہے۔ جسم میں موجود زائد چربی کو پگھلاتا ہے اور خون میں موجود زائد چربی کے ذرات کو پیشاب اور پسینے کے ذریعہ خارج کرتا ہے۔ وہ کیلشیم اور چکنائی جو نسوں کی دیواروں پر جم کر سخت ہو جاتی ہے اور نہ صرف خون کی گزرگاہ کو تنگ کرتی ہے بلکہ نسوں میں پائی جانے والی لچک کو بھی ختم کر دیتی ہے، وہ روزے کے سبب جسم میں بڑھنے والے زائد درجہ حرارت کی وجہ سے پگھل جاتی ہے اور پیشاب اور پسینہ سے خارج ہو جاتی ہے۔ خون کے گاڑھے پن کے سبب، نسوں کا راستہ تنگ ہو جانے کے سبب اور نسوں کی لچک ختم ہو جانے کے سبب، ایک تو دل کو جسم میں خون پہنچانے کے لئے زیادہ طاقت استعمال کرنا پڑتی ہے اور زیادہ محنت کرنا پڑتی ہے، دوسرا خون کے دباؤ سے نسوں کی دیواروں کو نقصان پہنچنے کا خطرہ رہتا ہے۔ روزہ ان تمام خطروں کا مداوا کرتا ہے۔ روزہ رکھنے والے جسم سے ناقص تیزابی مادوں کا پیشاب کے ذریعہ اخراج ہوتا ہے جس سے جوڑوں کے درد اور پٹھوں کی سختی کو ختم کرنے میں مدد ملتی ہے۔ روزہ میں انسان اپنی فکر کو پاکی دیتا ہے اور پاکی کا احساس شفا دیتا ہے۔ اس کے سبب انسانی جسم بقدر اپنی پاکیزہ فکر کے پاک مادوں کو جمع کرتا ہے اور ناپاک مادوں کو خارج کرتا ہے۔ روزے میں انسان مثبت فکر کو اختیار کرتا ہے۔ روزہ کا اسرار یہ ہے کہ بے شک ہر مشکل میں آسانی ہے۔

روزے کے روحانی فوائد

بہت سے لوگ ہیں جنہیں نماز میں سوائے اٹھک بیٹھک کی تکلیف کے کچھ حاصل نہیں ہوتا اور بہت سے روزے دار ایسے ہیں جن کو روزے میں بھوک اور پیاس کی شدت کے سوا کچھ نہیں ملتا۔ نمازی روزے دار تو وہ تاجر ہے جو دنیا میں آخرت کے لئے تجارت کرتا ہے۔ کچھ تاجر تو ایسے ہیں جو ایک روپیہ کے سو روپیہ بناتے ہیں اور کچھ ایسے بھی ہیں جو تجارت میں سو لگاتے ہیں اور سارے کے سارے گنوا دیتے ہیں۔ کون کیا حاصل کرتا ہے اور کس طرح حاصل کرتا ہے، اس کا تعلق علم و حکمت سے، صلاحیتوں سے، توجہ سے اور اخلاص عمل سے ہے۔ روزہ نماز کے ساتھ ہے

Marfat.com

جو کچھ صاحب ایمان نماز سے حاصل کرتا ہے، روزہ دار نمازی اس سے دو چند فائدے حاصل کرتا ہے۔

پیارے نبیؐ کے امتیوں کے لئے شب قدر اللہ تعالیٰ کا اتنا بڑا انعام ہے جس کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ اس ایک رات کی عبادت ہزار مہینوں کی عبادت سے بہتر ہے۔

''ہم نے اس (قرآن) کو شب قدر میں نازل کیا۔ اور تمہیں کیا معلوم شب قدر کیا ہے۔ شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اس میں ملائکہ اور روح اپنے رب کی اجازت سے ہر حکم لے کر اترتے ہیں۔ سلامتی ہے وہ رات طلوع صبح تک۔

روزہ اور قوت برداشت

روزہ انسان کو صبر و تحمل اور قوت برداشت عطا کرتا ہے، جو عیبوں کی قبر ہے، اسی کے سہارے وہ اپنے وجود کی تسخیر کرتا ہے اور اسے بلا شرکت غیرے اپنے اللہ کی فرمانبردار ملکیت بناتا ہے اور اسے پاکیزہ اور اعلیٰ اخلاقی اوصاف سے بناتا، نکھارتا اور سنوارتا ہے۔ برداشت عیبوں کی قبر ہے۔ اس چیز کو اس طرح سمجھیں کہ ہم زندگی میں اسی قوت برداشت کے سہارے اپنی فطرت میں موجود ناپاکیوں کے اظہار کو روکتے ہیں اور ان ناپاکیوں کو دور کرتے ہیں اور پاکیوں کو اپنی فطرت میں داخل کرتے ہیں۔ اب ایک ایسا شخص جو قوت برداشت نہیں رکھتا اور وہ ناپاک فطرت رکھنے والا بدکردار ہے، سارے ناپاک کام کرتا ہے مگر دکھاوے کے لئے صاف ستھرے کپڑے پہنتا ہے اور اعلیٰ غذا کھاتا ہے اور صاف ستھرے بستر پر سوتا ہے اور خوشبو لگاتا ہے، وہ یہ سب کچھ اپنے اختیار اور ارادے کی وجہ سے کرتا ہے۔ اگر اس شخص سے اس کا اختیار اور ارادہ چھین لیا جائے تو اس کے پاس کیا بچا، اس کی ناپاک فطرت سے ابھرنے والی ناپاک خواہشات۔

اور اسے صرف اتنا اختیار دیا جائے کہ وہ اپنی فطرت کے مطابق اپنے لئے غذا اور لباس حاصل کر سکتا ہے، وہ مجبور ہوگا ناپاکیوں سے غذا حاصل کرنے پر اور ناپاکیوں میں رہنے پر اور ناپاکیوں کو اپنا لباس بنانے پر۔ اب اگر اس کی فطرت میں ناپاکیوں کے مقابلے پر زیادہ قوت برداشت ہوتی تو وہ ان ناپاکیوں کو اپنے اندر دفن کر لیتا۔ مرنے کے بعد روح سے اس اختیار اور

Marfat.com

ارادہ لے لیا جاتا ہے اور روح اپنی فطرت کے مطابق اپنے لئے رزق حاصل کرتی ہے اور زندگی گزارتی ہے۔

روزہ میں بھوک کی اہمیت

شکم سیری سے جو نقصانات ہوتے ہیں ویسے ہی فائدے بھوک سے اور کم کھانے سے حاصل ہوتے ہیں۔شکم سیری سے انسان میں غفلت، لاپرواہی، آرام طلبی، قوت برداشت کی کمی، شہوت کی زیادتی، اپنی ذات کے لئے بڑائی یا تکبر، سوچنے اور سمجھنے کی صلاحیتوں میں کمی، کند ذہنی، بصیرت یعنی دوراندیشی میں کمی، باریک بینی اور مشاہدے کی خوبیوں میں کمی، حافظے کی کمی، قلب میں سختی، دنیا کی حرص، زندگی سے محبت، اپنی ذات سے محبت، اپنی خواہشات سے محبت، خواہشات نفس کی پیروی، صبر وتحمل اور برداشت کی کمی، عبادتوں کی مشقتوں سے فرار، عبادتوں میں بیزاری، وقت کی پابندی، چستی، پھرتی اور نظم وضبط کی کمی جیسے نقصانات حاصل ہوتے ہیں، دراصل شکم سیری میں سرشاری اور نشہ کی سی کیفیت ہوتی ہے۔

شہوت کے وقت انسان کی دوتہائی عقل جاتی رہتی ہے اور شہوت تو وہ شیرینی ہے جو چکھنے والے کو ہلاک کردیتی ہے۔انسان پر شیطان اس وقت غالب آتا ہے جب انسان شہوت میں مبتلا ہو یا کسی اجنبی عورت کے ساتھ تنہا ہو یا انسان اپنے گناہوں کو بھول کر اپنے اعمال کو زیادہ جانتا ہو یا پھر شیطان اس وقت انسان کے پیچھے پڑتا ہے جب وہ اپنے اللہ تعالیٰ سے کوئی اقرار یا عہد کررہا ہو یا کوئی زکوٰۃ اور صدقے کا مال نکال رہا ہو، دراصل شہوت شیطان کے داخلے کا راستہ ہے۔

روزہ اور زبان کی آفات سے بچاؤ

روزہ میں انسان خود کو بے ضرورت اور بے مقصد اور لاحاصل گفتگو سے بچاتا ہے اور اس طرح زیادہ بولنے کے نقصانات سے بچ جاتا ہے، جیسے غیبت سے، فحش گفتگو سے، تکرار سے، نفاق سے، چغلی سے، دوسروں کی بات کاٹنے سے، جھوٹ بولنے سے وغیرہ وغیرہ۔ پھر اگر کسی حلیم اور بردبار شخص سے زیادہ گفتگو کرے گا تو بردبار کو غصہ آئے گا اور بے وقوف سے کرے گا تو نقصان

Marfat.com

اٹھائے گا- غصے میں کرے گا تو اپنے دل کی بھڑاس نکالے گا اور غلطیاں کرے گا- اگر زیادہ بولنے والا محفل میں بیٹھے گا تو اوروں کی ہاں میں ہاں ملائے اور دوسروں کی برائی کرے گا، جب کم گفتگو کرے گا تو دورخی بات کرنے سے بچ جائے گا اور بے جا جھوٹی تعریف اور مدح کرنے سے بچ جائے گا-

روزہ اور تراویح کی تسبیح

چار رکعت تراویح پڑھ کر اتنی ہی دیر بیٹھنا مسنون ہے، اس وقفہ میں یہ دعا پڑھی جاتی ہے:

''پاک ہے وہ ذات جس کی بادشاہی زمین و آسمان میں ہے، پاک ہے وہ ذات جو عزت و عظمت، قدرت اور بڑائی اور دبدبے والی ہے، پاک ہے وہ بادشاہ جو حی ہے، نہ کبھی سوتا ہے اور نہ مرے گا، ہمارا فرشتوں اور روح کا پروردگار بہت ہی پاک اور بہت ہی مقدس ہے-''

روزہ کے تمام اسرار اس تسبیح میں پوشیدہ ہیں- روزہ رکھنے والا کون ہے؟ تو وہ اللہ تعالیٰ کا بندہ ہے- روزہ رکھنے والے کی حیثیت کیا ہے؟ تو وہ بلا شرکت غیرے زبرست بادشاہ کی اور پالنے والے کی ملکیت ہے، مخلوق ہے، پروردہ ہے، رعایا ہے اور وراثت ہے- زبردست بادشاہ اور پالنے والے کے سامنے اس کا کردار کیا ہونا چاہئے؟ تو اس کا کردار ایک بے اختیار، مجبور محتاج، اطاعت گزار، فرمانبردار، وفادار، شکر گزار، امانت دار، احسان مند کا ہونا چاہئے- اس زبردست بادشاہ کی اور پروردگار کی صفات کیا ہیں؟ معلوم ہوا کہ ''پاک ہے وہ ذات'' یعنی پاک ہے، بے عیب، تمام تعریفوں والے اوصاف کی مالک ہے- اسے پاکی اور بے عیب اوصاف پسند ہیں اور وہ پاک اور اعلیٰ اوصاف اپنے بندوں کو عطا کرنا چاہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے وابستگی پاک و بے عیب اعلیٰ اخلاقی اوصاف کے بغیر ممکن نہیں- دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ پاک ہے ''وہ ذات جس کی بادشاہی زمینوں اور آسمانوں میں ہے-'' اس کا مطلب یہ ہوا کہ بندہ کے لئے کوئی راہ فرار نہیں ہے اور کوئی شے اس کے قبضہ و قدرت سے کبھی باہر نہیں ہو سکتی- پھر ہمارے زبردست بادشاہ اور پالنے والے کی ذات عزت و عظمت، قدرت، بزرگی اور بڑائی اور دبدبے والی ہے'' یعنی ہر شے زبردست بادشاہ کے حضور لرزاں ہے، کسی کی مجال نہیں کہ وہ نظریں اٹھا سکے، سر اٹھا سکے، سرکشی

Marfat.com

کر سکے، نافرمانی کر سکے، بغاوت کر سکے، دشمنی کر سکے، نقصان پہنچا سکے اور وہ اپنے بندوں کو ان کی نیکیوں کی جزا دینے میں بہت سخی ہے اور نافرمانوں کے لئے اس کی گرفت بہت سخت ہے۔ اور ہمارا بادشاہ ایسا ہے جو نہ سوتا ہے اور نہ مرے گا، اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ ہر وقت اور ہر ایک کے اور ہر حال سے واقف ہے اور کوئی شے اس کی نظروں سے اوجھل نہیں رہ سکتی اور وہ ہر پکارنے والے کی پکار سنتا ہے اور وہ اس کی مدد کرنے پر اور ہر شے کی حفاظت کرنے پر قادر ہے کیونکہ مدد وہی کر سکتا ہے جو حال سے واقف ہو، مہربان ہو، مدد کرنے کی طاقت رکھتا ہو اور حفاظت وہی کر سکتا ہے جو زبردست طاقت والا ہو، جسے نہ موت ہو اور نہ اونگھ آتی ہو اور مہربان ہو۔ پھر اس تسبیح میں یہ کہا گیا کہ ''فرشتوں اور روحوں کا پروردگار ہے'' بہت ہی ''پاک اور بہت ہی مقدس ہے۔'' اس کا مفہوم یہ ہے کہ فرشتوں کو زبردست بادشاہ ہی رزق عطا کرتے ہیں اور ان کی ضروریات کو پورا فرماتے ہیں اور فرشتے اللہ تعالیٰ کے محتاج اور فرمانبردار ہیں، وفادار ہیں یعنی اس نظام میں نہ کوئی بغاوت جنم لے سکتی ہے اور نہ کوئی شر ابھر سکتا ہے اور زبردست بادشاہ کے قبضہ وقدرت، اختیار اور زبردست بادشاہ کے حضور اپنی محتاجی کو تسلیم کئے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے اور یہ بات تو اس کے لئے ہے جو عقل اور شعور رکھتا ہے اور اس میں ایک انتہائی اہم راز پوشیدہ ہے، وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ روحوں کے پالنے والے ہیں۔ اصل شے جسم نہیں بلکہ روح ہے اور روزہ روح کی ضرورت ہے اور جسم تو صرف ایک خول ہے اور روح کا گھر ہے اور صرف ایک مادی آلہ ہے جسے روح استعمال کرتی ہے اور اپنی فطرت، اپنے کردار اور اپنے شعور کے مطابق استعمال کرتی ہے اور اپنے باطن میں جو کچھ ہے اسے خرچ کرتی ہے اور جو اس کی پسند ہے، اسے جمع کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے وابستگی دراصل روح کی وابستگی ہے۔

Marfat.com

باب یازدہم

حج

''اور (مسلمانو!) اللہ کے لئے حج اور عمرے (کی نیت کرلی ہو تو اس) کو پورا کرو، اور اگر (راہ میں کہیں) گھر جاؤ تو قربانی (کردو) جیسی کچھ میسر آئے- اور جب تک قربانی اپنے ٹھکانے پر نہ پہنچ جائے، اپنا سر نہ منڈاؤ- اور جو تم میں بیمار ہو یا سر کی طرف سے اسے (کسی طرح کی) تکلیف ہو تو (بال اتروا دینے کا) بدلہ روزے یا خیرات یا قربانی- پھر جب تمہاری خاطر (یعنی عذر رفع) ہو جائے تو جو کوئی عمرے کو حج سے ملا کر فائدہ اٹھانا چاہے تو (اس کو) قربانی کرنی ہوگی، جیسی کچھ میسر آئے- اور جس کو (قربانی) میسر نہ ہو تو تین روزے حج کے دنوں میں (رکھ لے) اور سات جب واپس آؤ- یہ پورا آدھا ہوا، یہ (حکم) اس کے لئے جن کا گھر بار مکے میں نہ ہو- اور اللہ سے ڈرو، اور جانے رہو کہ اللہ کا عذاب سخت ہے- حج (کے تو خاص) مہینے (ہیں جو سب کو) معلوم ہیں- تو جو شخص ان مہینوں میں حج کی ٹھان لے تو (احرام باندھنے سے آخر تک) حج (کے دنوں) میں نہ شہوت کی کوئی بات (کرے) اور نہ گناہ کی اور نہ جھگڑے کی اور نیکی کا کوئی سا کام بھی کرو وہ خدا کو اسی وقت معلوم ہو جائے گا، اور (حج کے جانے سے پہلے) زادراہ (بہم پہنچا) لو کہ بہترین زاد (راہ) پرہیز گاری ہے (از انجملہ یہ کہ مانگنے نہیں چرائے نہیں) اور عقل والو! (اصل پرہیز گاری یہ ہے کہ) ہم سے ڈرتے رہو- (حج کے شمول میں) تم اپنے پروردگار کا فضل (مثلاً تجارت سے کوئی مالی فائدہ) حاصل کرنا چاہو تو (اس میں تم پر) کچھ گناہ نہیں- پھر جب عرفات سے لوٹو تو مشعر الحرام (یعنی مزدلفہ) میں ٹھہر کر خدا کی یاد کرو اور اس کی یاد (بھی) کرو (تو) اس طریقے پر جو خدا نے (پیغمبر کے ذریعے سے) تم کو بتایا ہے- اور اس اس سے پہلے تو تم گمراہیوں میں تھے- یعنی عبادت کے طریقے بھی نہیں جانتے تھے، پھر ایک بات یہ ہے کہ عرفات سے چلو تو، جس جگہ سے اور لوگ چلیں تم بھی وہیں سے چلو- اور اللہ سے (گناہوں کی) مغفرت چاہو- بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے- پھر جب اپنے حج کے ارکان تمام کر چکو تو جس طرح تم اپنے باپ دادوں

کے ذکر میں لگ جاتے تھے (اس کو چھوڑ کر) اسی طرح بلکہ اس سے بھی بڑھ کر خدا کی یاد میں مشغول ہو جاؤ۔ پھر لوگوں میں سے کچھ ایسے ہیں جو دعائیں مانگتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! (جو کچھ) ہم کو (دینا ہے) دنیا میں دے (چنانچہ ان کو دنیا بھی مل جاتی ہے) اور آخرت میں ان کا کچھ حصہ نہیں۔ اور لوگوں میں سے کچھ ایسے (بھی) ہیں کہ دعائیں مانگتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہمیں دنیا میں بھی خیر و برکت دے اور آخرت میں بھی خیر و برکت دے اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچا۔ یہی ہیں (وہ لوگ) جن کو (آخرت میں) ان کے کئے کا حصہ (یعنی ثواب ملتا) ہے۔'' (البقرہ: ع ۲۵، پارہ ۲)

حج کیا ہے؟

حج اللہ تعالیٰ کے گھر کی زیارت ہے۔ تو کیا واقعی یہ صرف زیارت ہے، نہیں بلکہ یہ بادشاہ کا بلاوا ہے، اب یا تو جزا کے لئے ہے یا پھر سزا کے لئے ہے، یا تو وہ خیر کی تصویر بن گیا یا پھر مجسم شر بن گیا۔ وہاں تو ہر ہر لمحہ کی گرفت ہے۔ ہر ہر قول کی، اقرار کی، تصدیق کی اور عہد کی گرفت ہے۔ وہاں تو انسان مکمل طور پر تقسیم ہو جاتا ہے، یہ تو صاحب ایمان کا عملی امتحان ہے اور عملی تربیت ہے اور عملی مشق ہے۔ روح کے لئے بھی اور جسم کے لئے بھی۔ ظاہری اور دنیاوی نقطۂ نظر سے یہ ملت اسلامیہ کی قوت، شان و شوکت، نظم و ضبط، اسلام کی خوبیوں، اسلام سے امت مسلمہ کی محبت، ان کے جذبۂ ایثار، جذبۂ وفاداری، فرمانبرداری کا عملی مظاہرہ ہے اور یہ اللہ کے منتخب کئے ہوئے خیر اور فلاح کے نظام اور اس کی خوبیوں کا ایک مظاہرہ ہے جبکہ باطنی اعتبار سے یہ اہل جنت کے کردار کا عملی مظاہرہ ہے جہاں ہر طرف اللہ کی حمد ہوگی اور تسبیح ہوگی، کسی کے لئے بھی کسی کے دل میں نہ نفرت ہوگی، نہ عداوت ہوگی، نہ بغض ہوگا، نہ غیبت ہوگی، نہ ظلم ہوگا اور نہ کسی طرح کی کوئی اخلاقی خرابی ہوگی، ہر طرف سلام سلام ہوگا اور اللہ تعالیٰ کی شکرگزاری ہوگی اور پھر جب اہل جنت کو اللہ تعالیٰ اپنی زیارت کی سعادت عطا کرنے کے لئے بلوائیں گے تو لوگ جوق در جوق اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح کرتے ہوئے اس جگہ حاضر ہوں گے اور اللہ اکبر کہہ کر ادب سے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوں گے، پھر حمد کریں گے، پھر رکوع کریں گے، پھر سجدہ کریں گے اور پھر مودب دوزانوں بیٹھ جائیں

گے، پھر اللہ تعالیٰ ان سے مخاطب ہوں گے، اگر اور سب کچھ حاجی کے لئے عملی مشق ہے تو دوسرے مسلمانوں کے لئے اس میں سبق ہے۔

حج کے مختصر اسرار

حاجی جب احرام باندھنے کے لئے غسل کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ سے روتا ہے اور فریاد کرتا ہے کہ اللہ میرے ظاہر اور باطن سے تمام ناپاکیوں اور گمراہیوں کو دور فرما دیجئے اور آئندہ کے لئے بھی مجھے ہر قسم کی ناپاکیوں سے، گناہوں سے، گمراہیوں سے، خطاؤں سے، لغزشوں سے اور غفلتوں سے بچا لیجئے، اس طرح وہ اپنے جسم اور روح دونوں کو غسل دیتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگنے کے بعد اللہ تعالیٰ سے فریاد کرتا ہے کہ اے اللہ میں نادان ہوں، جاہل ہوں، کمزور ہوں، ناتواں ہوں، بھلے اور برے کا شعور نہیں رکھتا اور نفع اور نقصان کو نہیں سمجھتا، بس آپ کا عاجز، ذلیل اور محتاج بندہ ہوں، آپ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے میرے پروردگار رہیئے، سہارا رہیئے، میں آپ کی رحمت سے حج کے لئے احرام باندھتا ہوں، مجھ پر رحم فرما دیجئے، کرم فرما دیجئے اور احسان فرما دیجئے اور اپنے اللہ پر میرے یقین اور تسلیم کو اس طرح مستحکم فرما دیجئے کہ جس کے بعد کوئی کفر، کوئی شرک اور کوئی بدعت نہ ہو اور مجھے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنے عہد، اپنے اقرار اور اپنی تصدیق میں ثابت قدم رکھئے اور مجھے اپنی رحمت کے ساتھ حج کی سعادت نصیب فرما دیجئے۔ پھر احرام باندھ کر حج میں داخل ہو جاتا ہے۔ احرام دراصل گداگروں اور فریادیوں کی شکل ہے۔ اور حاجی اللہ تعالیٰ کے در کا گداگر، فریادی اور محتاج ہوتا ہے۔ اب حاجی اللہ کے گھر کی زیارت کا سفر شروع کرتا ہے اور کہتا ہے ''لبیک اللھم لبیک'' (اے اللہ آپ نے مجھے اپنی رحمت سے بلایا ہے) اے اللہ میں حاضر ہوا۔ اور اے اللہ میں حاضر ہوا، ''لا شریک لک لبیک'' (اور آپ کا کوئی شریک نہیں) آپ وحدہ لا شریک ہیں۔ اپنی ذات اور صفات میں، اپنی بادشاہت میں اور اپنے اختیار اور قبضہ و قدرت میں۔ اور اے اللہ میں اپنے اقرار میں سچا ہوں اور میں حاضر ہوا۔ ''ان الحمد والنعمۃ لک والملک لا شریک لک'' (تمام تعریفیں آپ ہی کی ہیں اور تمام نعمتیں آپ ہی کی ہیں اور بادشاہت آپ ہی کی ہے اور آپ کا کوئی شریک نہیں۔) اس کا مطلب یہ ہے کہ حاجی اقرار کرتا ہے کہ اے

Marfat.com

اللہ تمام تعریفیں آپ ہی کے لئے ہیں اور میں ہمیشہ کے لئے پاک و بے عیب تعریفوں والے بادشاہ سے وابستہ ہوا اور ساری نعمتیں آپ ہی کی ہیں اور میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے آپ کا شکر گزار ہوا اور بادشاہت آپ ہی کی ہے اور میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنے بادشاہ کا اطاعت گزار، فرمانبردار اور وفادار ہوا اور آپ کا کوئی شریک نہیں اور میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنے وحدہ لاشریک اللہ کا ہوا۔ دراصل حج میدان حشر کا سا سماں پیش کرتا ہے اور اول تا آخر اس کا ایک ایک لمحہ عبادت ہے۔ اس میں حاجی شیطان کو صرف کنکریاں ہی نہیں مارتا بلکہ اپنے نفس میں چھپے ہوئے شیطان کو بھی مارتا ہے اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے شیطان سے اور شیطانی کاموں سے نفرت کا اظہار کرتا ہے اور اسے اللہ تعالیٰ کا دشمن قرار دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے تمام دشمنوں کو اپنا دشمن قرار دیتا ہے اور اس سے خود کو دور رکھنے کا عملی عہد کرتا ہے، اسی طرح طواف خانہ کعبہ دراصل اپنے اللہ تعالیٰ کے لئے، اپنے وجود کو قربان کر دینے کا عہد ہے۔ حج کے ابدی ثمرات تو اس کے لئے ہیں جو اپنے اللہ سے کئے گئے اقرار میں سچا ہے۔

حاجی رحمٰن کا مہمان ہوتا ہے

حاجی نے احرام باندھ لیا اور بس اسی وقت سے وہ رحمٰن کا بندہ، رحمٰن کا مہمان، رحمٰن کا محتاج اور رحمٰن کے در کا بھکاری بن گیا۔ ایک ایسا بھکاری جس کی بھوکی پیاسی اور ترسی ہوئی روح گناہوں کی غلاظت میں لپٹی ہوئی اور آتش جہنم کے خوف سے لرزتی ہوئی رحمٰن کے در پر پہنچنے کے لئے اپنا سفر شروع کرتی ہے، ہر شخص کو بس ایک ہی فکر ہے کہ کہیں کوئی غفلت، کوئی کوتاہی نہ ہو جائے۔ اب یہ بے قرار اور مضطرب روحیں خود کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اللہ کے حضور مکمل طور پر مغلوب، محتاج، ذلیل اور اللہ سے ڈرنے والا اقرار دیتے ہوئے، اپنے عمل کی سچائی کا اقرار کرتے ہوئے، روتی گڑگڑاتی اور فریاد کرتی ہوئی اور مغفرت طلب کرتی ہوئی اور بے خودی اور سرشاری کی کیفیت میں ڈوبی ہوئی چلتی ہیں اور اقرار کرتی جاتی ہیں، اے اللہ میں حاضر ہوا اور تمام تعریفیں آپ ہی کے لئے ہیں اور تمام نعمتیں آپ ہی کی ہیں اور بادشاہت آپ ہی کی ہے اور آپ وحدہ لاشریک ہیں۔

جو حاجی اپنے اقرار میں سچا ہوتا ہے تو اس کے عمل کی سچائی ساری زندگی باقی رہتی ہے۔ جس

Marfat.com

شخص نے اللہ تعالیٰ کا اللہ تعالیٰ کے حضور سچائی سے اقرار کیا ہے- تو اس کا عمل ہمیشہ ہمیشہ کے لئے وہی رہتا ہے جو دوران حج تھا اور اس کا جذبہ اور اس کی سچائی بھی ہمیشہ ہمیشہ وہی رہتی ہے کیونکہ سچ ہمیشہ قائم رہنے والی چیز ہے جبکہ جھوٹ وقتی ہوتا ہے اور کبھی قائم نہیں رہتا، تو سچے حاجی کے لئے حج کے ثمرات اور رحمٰن کی رحمتیں ابدی ہیں-

میدان عرفات

عرفات ایسا ہے جیسے عیدین یا نماز استقاء کہ سب مل کر پروردگار کے حضور اور اپنے زبردست بادشاہ کے حضور روتے ہیں، گڑگڑاتے ہیں اور اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں اور اسلام کی سربلندی کے لئے دعائیں مانگتے ہیں اور جو شخص اسلام کی سربلندی کی دعا سچائی کے ساتھ مانگتا ہے، وہ دراصل اپنے باطن میں خود کو اسلام کا ایک قابل فخر رکن بنانے کا عہد کرتا ہے-

شیطان کو کنکریاں مارنا

شیطان کو کنکریاں مارنا دراصل دل کی سچائی کے ساتھ شیطان سے نفرت کا اظہار کرنا ہے اور بری عادتوں، برے کاموں اور بری خواہشات سے نفرت کا اظہار ہے اور گناہوں سے گمراہیوں سے اور نافرمانیوں سے نفرت کا اظہار ہے- ناشکرگزاریوں اور احسان فراموشیوں سے نفرت کا اظہار ہے کیونکہ شیطان اگر شیطان بنا تو انہیں بری صفات کی وجہ سے بنا اور شیطان سے سچی نفرت کا تقاضا یہ ہے کہ نہ انسان اس کا ذکر پسند کرے اور نہ اس کی طرف پلٹ کر دیکھے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرے اور اللہ تعالیٰ سے تکبر نہ کرے اور سرکشی نہ کرے اور بغاوت نہ کرے-

حج کی راہ میں نکلنا

حج کرنا ایک الگ چیز ہے، حج کی راہ میں نکلنا ایک الگ چیز ہے اور ان چیزوں اور احکامات کی حفاظت کرنا، جن سے حج پورا ہوتا ہو، ایک الگ چیز ہے اور ان تمام چیزوں کا طریقہ اس کا ظاہر اور اس کا باطن جاننا ایک الگ چیز ہے-

Marfat.com

حاجی کے لئے لازم ہے کہ وہ حج پر نکلنے سے پہلے اپنے مال پر نظر ڈالے کہ اس میں کوئی ایسی شے تو نہیں جو حرام ہو یا حرام طریقے سے حاصل کی گئی ہو- پھر اپنے اہل وعیال کے لئے حلال روزی کا بندوبست کرنا تاکہ ان کو خرچے کی تنگی نہ ہو- پھر اپنے ظاہر اور باطن کو اس مقدس عبادت کے لئے پاک کرنا اور اللہ تعالیٰ کی پسند اور ناپسند کو تلاش کرنا، پھر ان تمام چیزوں اور احکامات سے واقفیت حاصل کرنا، جن سے حج اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبول ہو، پھر ان کی حفاظت کی غرض سے ان کی حفاظت کے طریقوں سے واقفیت حاصل کرنا ضروری ہے-

زیارت خانہ کعبہ کے لئے پہلی شرط خلوص، لگن اور سچائی ہے- سچائی ہمیشہ قائم رہتی ہے اور سچائی کے ساتھ کیا گیا عمل ہمیشہ جاری رہتا ہے- حاجی رحمٰن کے حضور ہمیشہ سچا اقرار کرتا ہے- رحمٰن کو سچائی کے ساتھ تسلیم کرتا ہے- رحمٰن سے سچا اور ہمیشہ قائم رہنے والا عہد کرتا ہے- رحمٰن کی تصدیق کرتا ہے- رحمٰن کے حضور سچی توبہ اور استغفار کرتا ہے اور رحمٰن کا سچا بندہ بن جاتا ہے اور رحمٰن کے حضور سچائی کے ساتھ درود پڑھتا ہے اور وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رحمٰن کا بندہ بن جاتا ہے- رحمٰن کے بندہ کا دل بہت گداز ہوتا ہے، وہ انسان تو انسان کسی بے زبان جانور کی تکلیف اور بھوک کو دیکھ کر بھی تڑپ اٹھتا ہے-

حج کے ارکان

وہ چیزیں جن کے بغیر حج نہیں ہوتا ہے پانچ ہیں، احرام، طواف، سعی، وقوف عرفات، سر منڈانا یا قصر کرنا-

واجبات حج

وہ عمل جن کے نہ کرنے سے حج باطل تو نہیں ہوتا مگر قربانی کرنا لازم ہو جاتی ہے، وہ چھ ہیں پہلا میقات سے احرام باندھنا، دوسرا کنکریاں پھینکنا، تیسرا غروب آفتاب تک عرفات میں ٹھہرنا، چوتھا مزدلفہ میں قیام کرنا، پانچواں منیٰ میں ٹھہرنا، چھٹا آخری طواف کرنا، مگر ایک قول کے مطابق آخری چار عمل لازم نہیں بلکہ سنت ہیں-

Marfat.com

وہ باتیں جو حج میں منع ہیں

مرد کے لئے سلا ہوا لباس پہننا، خوشبو استعمال کرنا، بال منڈانا یا ناخن کاٹنا مگر حمام میں جانا اور کسی شرعی عذر یا تکلیف کے سبب فصد کھلوانا اور اس طرح سے بال کھولنا کہ بال ٹوٹنے نہ پائیں، درست ہے۔ عورت سے ہم بستر ہونا ایسی صورت میں ایک اونٹ یا گائے یا سات بھیڑ کی قربانی لازم ہے۔ اپنی عورت کے نازک حصوں کو ہاتھ لگانا یا اس کا بوسہ لینا یا رغبت سے بات چیت کرنا، ایسی صورت میں ایک قربانی ہے۔ شکار کرنا منع ہے۔ لیکن دریائی شکار درست ہے اور اگر خشکی کا شکار ہو تو اس جیسے جانور کی قربانی کرنا ضروری ہے۔

دوران حج توبہ اور استغفار اہم ہیں

تم اپنے رب سے اپنے گناہ معاف کراؤ۔ اور توبہ کرو اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "اے ایمان والو! تم اللہ کے آگے سچی توبہ کرو۔" (پارہ ۲۸، سورہ تحریم)

حج ایک خاص موقع ہے اور اس میں توبہ اور استغفار کی بڑی اہمیت ہے۔ سچائی کے ساتھ توبہ کرنا اور اپنی توبہ پر ہمیشہ قائم رہنے کی کوشش کرنا اور ہمیشہ کے لئے اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا ضروری ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو شخص مغرب کی سمت سے آفتاب طلوع ہونے سے پہلے حق تعالیٰ سے توبہ کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمائیں گے۔ (مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ خداوند تعالیٰ بندہ کی اس وقت تک توبہ قبول کرتا ہے جب تک کہ نزع کا عالم نہ ہو۔ (امام ترمذی نے اس حدیث کو ذکر کیا اور فرمایا یہ حدیث حسن ہے)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ مغرب کی طرف سے آفتاب طلوع ہونے تک (یعنی قیامت تک) خدا تعالیٰ (ہر) رات کو اپنا

Marfat.com

دست قدرت پھیلاتا رہے گا تاکہ دن کا گنہگار (رات) کو توبہ کر لے اور دن کو ہاتھ پھیلاتا رہے گا، تاکہ رات کے گنہگار (دن) کو توبہ کر لے۔ (اسے مسلم نے روایت کیا)

حضرت عمران بن حصین خزاعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ قبیلہ جہینہ کی ایک عورت کو زنا سے حمل ہو گیا تھا اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں آ کر عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! مجھ سے قابل حد جرم سرزد ہو گیا ہے، میرے اوپر سزا قائم فرمائیے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ولی کو بلا کر ارشاد فرمایا کہ اس کے ساتھ اچھا سلوک کرو، اور جب اس بچہ کی ولادت ہو جائے تو اس عورت کو میرے پاس لے آنا، اس آدمی نے حکم کی تعمیل کی، بالآخر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حد قائم کرنے کا حکم فرما دیا، اس پر اس کے کپڑوں کو باندھ دیا گیا اور حسب الحکم حد قائم کی گئی، حضور اکرمؐ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔ عمر فاروقؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپؐ اس کی نماز پڑھتے ہیں، اور یہ زانیہ ہے؟ فرمایا اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر مدینہ والوں میں ستر آدمیوں پر تقسیم کی جاتی تو سب کو کافی ہوتی اور کیا اس سے بھی بڑھ کر توبہ کا (کوئی اور) مقام ہو سکتا ہے کہ رضائے خداوندی حاصل کرنے کے لئے اپنی جان کو بخوشی قربان کر دیا۔ (مسلم)

حقوق خانۂ کعبہ وحرم مکہ

"اور (اے پیغمبر! بنی اسرائیل کو وہ وقت بھی یاد دلاؤ) جب ہم نے خانۂ کعبہ کو لوگوں کا مرجع (ومعبد) اور امن کی جگہ ٹھہرایا (اور لوگوں کو حکم دیا کہ) ابراہیم کی (اسی) جگہ کو نماز کی جگہ مقرر رکھو۔ اور ابراہیم اور اسماعیل سے فرمایا کہ ہمارے (اس) گھر کو طواف کرنے والوں اور مجاوروں اور رکوع (اور) سجدہ کرنے والوں (یعنی نمازیوں) کے لئے پاک (صاف) رکھو۔ اور (اے پیغمبر! ان کو وہ وقت بھی یاد دلاؤ) جب ابراہیم نے دعا مانگی کہ اے میرے پروردگار، اس (شہر) کو امن کا شہر بنا۔ اس کے رہنے والوں میں سے جو اللہ اور روز آخرت پر ایمان لائیں ان کو پھل پھلاری کھانے کو دے۔ (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا کہ جو (اللہ اور روز آخرت کا) منکر ہو گا، اس کو بھی چند روز کے لئے ہم (ان چیزوں سے) فائدہ اٹھانے دیں گے۔ پھر آخر کار اس کو مجبور کر کے عذاب دوزخ میں

Marfat.com

لے جا داخل کریں گے، اور وہ (بہت ہی) برا ٹھکانا ہے- اور (اے پیغمبر) بنی اسرائیل کو وہ وقت بھی یاد (دلاؤ) جب ابراہیم اور (ان کے ساتھ) اسماعیل (دونوں) خانۂ کعبہ کی بنیادیں اٹھا رہے تھے (اور دعائیں مانگتے جاتے تھے کہ) اے ہمارے پروردگار ہم سے (یہ خدمت) قبول کر لے بے شک تو ہی (دعا کا) سننے والا اور نیت کا جاننے والا ہے-'' (البقرہ: ع ۵، پارہ ۱)

''لوگوں (کی عبادت) کے لئے جو پہلا گھر ٹھہرایا گیا وہ یہی ہے جو شہر مکہ میں (واقع) ہے- برکت والا اور دنیا جہان کے لوگوں کے لئے (موجب) ہدایت- اس میں (فضیلت کی) بہت سی کھلی ہوئی نشانیاں ہیں، (ازانجملہ) ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ- اور جو اس گھر میں داخل ہوا، امن میں آ گیا- اور لوگوں پر فرض ہے کہ خدا کے لئے خانۂ کعبہ کا حج کریں جس کو اس تک پہنچنے کا مقدور ہو- اور جو (مقدور رکھے پیچھے نعمت کی) ناشکری کرے اور حج کو نہ جائے تو اللہ دنیا جہان سے بے نیاز ہے-'' (آل عمران: ع ۱۰، پارہ ۴)

''مسلمانو! مشرک تو (نرے گندے) ہیں- تو اس برس کے بعد (ادب و) حرمت والی مسجد (یعنی خانۂ کعبہ) کے پاس بھی نہ پھٹکنے پائیں- اور اگر (ان کے ساتھ لین دین بند ہو جانے سے) تم کو مفلسی کا اندیشہ ہو تو خدا (پر بھروسہ رکھو- وہ) چاہے گا تو تم کو اپنے فضل سے غنی کر دے گا- بے شک خدا (سب کی نیتوں کو) جانتا (اور) حکمت والا ہے-'' (التوبہ: ع ۴، پارہ ۱۰)

مکہ مسجد کے حقوق و آداب

''اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ کی مسجدوں میں خدا کے نام لئے جانے کو منع کرے، اور اس کی بے رونقی کے درپے رہے؟ یہ لوگ خود اس لائق نہیں کہ مسجدوں میں آنے پائیں، مگر ڈرتے ڈرتے- ان کے لئے دنیا میں (بھی) رسوائی ہے اور ان کے لئے آخرت میں (بھی) بڑا (بھاری) عذاب ہے-'' (بقرہ: ع ۱۴، پارہ ۱)

''اور ہم نے ابراہیم اور اسماعیل سے فرمایا کہ ہمارے (اس) گھر (یعنی خانۂ کعبہ) کو طواف کرنے والوں اور مجاوروں اور رکوع (اور) سجدہ کرنے والوں (یعنی نمازیوں) کے لئے پاک (وصاف) رکھو-'' (بقرہ: ع ۱۵، پارہ ۱)

Marfat.com

''اور (اے پیغمبر، وہ وقت یاد کرو) جب ہم نے ابراہیم (کی عبادت کے) لئے خانۂ کعبہ کی جگہ مقرر کر دی (اور حکم دیا) کہ ہمارے ساتھ کسی چیز کو شریک (خدائی) نہ کرنا- اور ہمارے (اس) گھر کا طواف کرنے والوں اور قیام اور رکوع (اور) سجدہ کرنے والوں (یعنی نمازیوں) کے لئے صاف ستھرا رکھنا-'' (الحج: ع ۴، پارہ ۱۷)

''اللہ (ہی کے نور سے) آسمانوں اور زمین کی روشنی ہے- اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق ہے (اور) طاق میں ایک چراغ (رکھا ہوا ہے اور) چراغ ایک شیشے کی قندیل میں ہے (اور) قندیل (اس قدر شفاف ہے کہ) گویا وہ موتی کی طرح چمکتا ہوا ایک ستارہ ہے، (وہ چراغ) زیتون کے ایک مبارک درخت کے تیل سے روشن کیا جاتا ہے، کہ جو پورب کے رخ واقع ہے، اور پچھم کے رخ اس کا تیل (اس قدر صاف ہے کہ) اگر اس کو آگ نہ بھی چھوئے تاہم معلوم ہوتا ہے کہ (آپ سے آپ) جل اٹھے گا- (غرض کہ ایک نور نہیں بلکہ) نور علیٰ نور (یعنی نور پر نور)- اللہ اپنے نور کی طرف جس کو چاہتا ہے راہ دکھاتا ہے- اور اللہ لوگوں کے (سمجھنے کے) لئے مثالیں بیان فرماتا ہے- اور اللہ ہر چیز (کے حال) سے واقف ہے- (اور ہاں وہ چراغ خدا کے) ایسے گھروں (یعنی عبادت گاہوں) میں (روشن کیا جاتا ہے) جن کی نسبت خدا نے حکم دیا ہے کہ ان کی عظمت کی جائے، اور ان میں خدا کا نام لیا جائے- ان (عبادت گاہوں) میں صبح و شام ایسے لوگ خدا (کے نام) کی تسبیح (وتقدیس) کرتے رہتے ہیں جن کو سوداگری اور خرید و فروخت خدا کے ذکر اور نماز کے پڑھنے اور زکوٰۃ کے دینے سے غافل نہیں کرنے پاتی- (کیونکہ وہ لوگ) اس دن سے ڈرتے ہیں جب (مارے خوف کے) دل الٹ جائیں گے، اور آنکھیں پھری کی پھری رہ جائیں گی- (اور اسی خیال سے یہ لوگ عبادت میں لگے رہتے ہیں) کہ اللہ ان کو ان کے عملوں کا بہتر بدلہ دے، اور ان کو اپنے فضل سے کچھ اور بھی دے، اور اللہ جس کو چاہتا ہے بے حساب دیتا ہے-'' (نور: ع ۵، پارہ ۱۸)

''مشرکوں کو کوئی حق نہیں کہ (اپنے جیسے کافروں سے) اللہ کی مسجدیں آباد رکھیں، اور شرک کے افعال واقوال سے) اپنے اوپر کفر کی گواہی بھی دیتے جائیں- یہی لوگ ہیں جن کا کیا دھرا

Marfat.com

سب اکارت ہوا- اور یہی لوگ ہمیشہ (ہمیشہ) دوزخ میں رہنے والے ہیں- (حقیقت میں تو) اللہ کی مسجدوں کو وہی آباد رکھتا ہے جو اللہ اور روز آخرت پر ایمان لایا اور نماز پڑھتا اور زکوٰۃ دیتا رہا، اور خدا کے سوا کسی کا ڈر نہ مانا- تو ایسے لوگوں کی نسبت توقع کی جاسکتی ہے کہ (آخرکار) ان لوگوں میں (جاشامل) ہوں گے جو منزل مقصود پر پہنچے-" (التوبہ: ع ۳، پارہ ۱۰)

خدا کی قسم کا ادب

"اور (مسلمانو!) اپنی (بیہودہ) قسموں (کے حیلے) سے خدا کو (یعنی اس کے نام کو لوگوں کے ساتھ) سلوک کرنے اور پرہیز گاری رکھنے اور لوگوں میں ملاپ کرانے کا مانع ومزاحم نہ ٹھہراؤ- اور اللہ سنتا (اور) جانتا ہے- تمہاری قسموں میں جو لایعنی (قسمیں) ہیں ان پر تو خدا تم سے کچھ مواخذہ کرتا نہیں لیکن ان (قسموں) پر تم سے (ضرور) مواخذہ کرے گا جو تمہارے دلی ارادے سے ہوں- اور اللہ بخشنے والا بردبار ہے-" (بقرہ: ع ۲۷، پارہ ۲)

"اور (اے پیغمبر، کہیں) تم کسی (ایسے نابکار) کے کہے میں (بھی) نہ آجانا جو بہت قسمیں کھاتا ہے، (اور) آبرو باختہ ہے (لوگوں پر) آوازے کسا کرتا ہے، ادھر کی ادھر (ادھر کی ادھر) چغلیاں لگاتا پھرتا ہے- اچھے کاموں سے (لوگوں) کو روکتا رہتا ہے- حد (بندگی) سے بڑھ گیا ہے، بد ہے، اکھڑ ہے، اور ان (عیوب) کے علاوہ بداصل بھی ہے-" (القلم: ع ۱، پارہ ۲۹)

سمرہ کے بیٹے عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اے سمرہ کے بیٹے عبدالرحمٰن! تو حکومت از خود طلب نہ کر، کیونکہ اگر تو مانگنے سے حکومت دیا جائے گا تو اس کے حوالے کر دیا جائے گا- اور اگر بے مانگے حکومت دیا جائے گا، تو اس پر تیری مدد کی جائے گی- اور جب تو کسی چیز پر قسم کھائے اور اس کے غیر کو اس سے بہتر دیکھے، تو قسم کو توڑ ڈال، اور کفارہ دے دے، اور جو چیز بہتر ہو اس کو بجالا-" (صحیحین)

ابوالاحوص اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا میں نے عرض کیا، یارسول اللہ! آپ اس بارے میں مجھے کیا حکم دیتے ہیں کہ میرا ایک چچازاد بھائی ہے جس کے پاس جاکر میں کچھ مال مانگتا تھا، مگر وہ مجھے نہ تو کچھ مال ہی دیتا تھا نہ جیسی صلۂ رحمی کرنی چاہئے میرے ساتھ

Marfat.com

صلۂ رحمی کرتا تھا- اب وہ محتاج ہو کر میرے پاس آتا اور مجھ سے مانگتا ہے اور میں قسم کھا چکا ہوں کہ اسے کچھ نہ دوں گا، نہ صلۂ رحمی کروں گا- تو آنحضرتؐ نے مجھے حکم فرمایا کہ میں بہتر بات کو اپناؤں اور اپنی قسم کا کفارہ دے دوں-''

ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (لوگو!) تم اپنے ماں باپ کی قسمیں نہ کھاؤ- اور نہ بتوں کی قسمیں کھاؤ- اور نہ خدا کی- ہاں (خدا کی قسم کھانے کا اس وقت مضائقہ نہیں) جب کہ تم سچے ہو-

کفارہ قسم

''(مسلمانو!) تمہاری قسموں میں جو لایعنی ہیں، ان پر خدا تم سے کچھ مواخذہ کرتا نہیں- ہاں پکی قسم کھاؤ (اور پھر اس کے خلاف کرو) تو خدا تم سے (اس کا) مواخذہ کرے گا- تو اس میں (پکی قسم کے توڑنے) کا کفاہ دس مسکینوں کو متوسط درجے کا کھانا کھلا دینا ہے، جیسا تم اپنے اہل و عیال کو کھلایا کرتے ہو- یا ان (ہی دس مسکینوں) کو کپڑے بنا دینا- یا ایک بردہ آزاد کرنا- پھر جس کو (بردہ) میسر نہ ہو، تو تین دن کے روزے- یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے، جبکہ تم قسم (تو) کھالو (اور اس میں پورے نہ اترو)- اور اپنی قسموں (کے پورا کرنے) کی احتیاط رکھو- اسی طرح اللہ اپنے احکام تم سے کھول کھول بیان فرماتا ہے تاکہ تم (اس کی) شکرگزاری کرو (کہ وہ تم کو ادب سکھاتا ہے)-'' (المائدہ: ع ۱۲، پارہ ۷)

Marfat.com

باب دوازدہم

زکوٰۃ

''اور نماز پڑھا کرو اور زکوٰۃ دیا کرو، اور جو لوگ ہمارے حضور میں بوقت ادائے نماز جھکتے ہیں، ان کے ساتھ تم بھی جھکا کرو۔'' (بقرہ: ع ۵، پارہ الم)

''اور جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے رہتے اور اس کو خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، تو (اے پیغمبر!) ان کو روز قیامت کے عذاب دردناک کی خوشخبری سنا دو جبکہ اس (سونے چاندی) کو دوزخ کی آگ میں (رکھ کر) تپایا جائے گا۔ پھر اس سے ان کے ماتھے اور ان کی کروٹیں اور ان کی پیٹھیں داغی جائیں گی۔ (اور ان سے کہا جائے گا کہ) یہ ہے جو تم نے اپنے لئے (دنیا میں) جمع کیا تھا۔ تو (آج) اپنے جمع کئے کا مزہ چکھو۔'' (التوبہ: ع ۵، پارہ ۱۰)

دنیا میں تمام خرابیوں کے صرف دو سبب ہیں، پہلا سبب زر ہے اور دوسرا سبب زن ہے۔ تکبر کا سبب مال ہے، غفلت کا سبب مال ہے، حسد، لالچ، کینہ اور ظلم کا سبب مال ہے، مفادات کے معنی مالی مفادات ہیں۔ اپنے سے برتر کی ناجائز خواہشات کو پورا کرنے کا سبب مال ہے، خوشامد کا سبب مالی مفادات ہیں، اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ دنیادار کی تمام اخلاقی خرابیوں کے پیچھے مال ہے اور مال کی طلب ہے۔ اللہ تعالیٰ اور بندہ کے درمیان مال ہی سب سے بڑی رکاوٹ ہے اور بہت سے تھکے ماندے چہرے اس روز یعنی روز قیامت ذلیل وخوار ہوں گے اور سخت دہکتی ہوئی آگ میں داخل ہوں گے اور یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے دنیا کی خاطر عاقبت کا سودا کیا اور دنیا میں چھوڑ کر جانے کے لئے مال جمع کیا یعنی دوسروں کے لئے خزانچی بنے۔ دراصل مال ہی دنیا ہے اور جو مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہے، وہ دنیا کو اللہ تعالیٰ کے لئے استعمال کرتا ہے اور دنیا میں آخرت کے لئے تجارت کرتا ہے۔ شیطان دو ہی طریقوں سے انسان پر غالب آتا ہے، ایک مال اور دوسرا عورت۔ اللہ تعالیٰ کسی پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں رکھتے اور وہ انسان کی تمام کمزوریوں سے واقف ہیں اور مال سے بہت ہی محبت رکھنے والے انسان کے لئے زکوٰۃ مال کا

Marfat.com

وہ کم سے کم حصہ ہے جسے اللہ کی راہ میں خرچ کرنا لازمی قرار دیا گیا۔

آپ کسی دوسرے شخص پر اپنا مال کس وقت خرچ کرتے ہیں، آپ اس وقت اپنا مال خرچ کرتے ہیں جب اس سے محبت ہو، وابستگی ہو، پسندیدگی ہو، اس کی فلاح کا خیال ہو، اب پھر سوچئے کہ آپ اپنے سے برتر کے لئے اپنا مال کس وقت خرچ کرتے ہیں، تو معلوم ہوگا کہ ہم اپنے سے برتر کے لئے اپنا مال اس وقت خرچ کرتے ہیں اور اس لئے خرچ کرتے ہیں کہ ہم اس کے لیے اپنی وفا کو، اس سے اپنی محبت کو، اس سے اپنے خلوص اور جذبۂ صداقت کو، اس کے لئے اپنے جذبۂ ایثار اور قربانی کو ثابت کر سکیں اور اس برتر کی نظروں میں خود کو بلند کر سکیں اور خود کو پسندیدہ بنا سکیں اور اپنے لئے اس کی حمایت اور مدد حاصل کر سکیں۔ اس تمام عمل کے پیچھے ایک ہی مقصد ہے، وہ ہے نفع کا حصول۔ یعنی اس مال سے کہیں زیادہ نفع کا حصول جو اس نے خرچ کیا ہے۔ اگر کسی شخص کو یہ معلوم ہو جائے کہ اس برتر شخص پر اپنا مال خرچ کر کے وہ کچھ بھی نہیں حاصل کر سکتا تو وہ اپنا مال کبھی نہ خرچ کرے، انسان فطرتاً خود غرض ہے۔

تو معلوم ہوا کہ جو لوگ اللہ کی راہ میں مال نہیں خرچ کرتے تو وہ اس لئے خرچ نہیں کرتے کہ وہ اللہ کی عطا و بخشش پر اور اللہ سے پہنچنے والے نفع پر اور انعام پر اور روز جزا پر اور جنت پر یقین ہی نہیں رکھتے اور اگر وہ یقین رکھتے تو اللہ کی راہ میں اللہ کی خوشنودی کے لئے مال ضرور خرچ کرتے۔ کیا وہ اس بات پر بھی یقین نہیں رکھتے کہ ان کے پاس جو کچھ ہے وہ سب اللہ ہی کا دیا ہے اور وہ اسے اللہ کی راہ میں خرچ کر کے کوئی احسان نہیں کرتے بلکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کا بندوں پر احسان ہے کہ اس نے اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کو نیکی قرار دیا ہے اور جو اللہ کی راہ میں خوشی سے خرچ کرتا ہے وہ اپنے دل کو مال کی محبت سے پاک کرتا ہے اور اپنے اور اللہ کے درمیان موجود رکاوٹ کو دور کرتا ہے۔

زکوٰۃ کے لفظی معنی پاکی یا پاکیزگی کے ہیں اور یہ شریعت میں مال کے اس صلے کا نام ہے جو صاحب ایمان اللہ کے حکم کی تعمیل میں بہ خوشی اپنی حلال کمائی سے اس کے بتائے ہوئے طریقے سے غریبوں اور مستحقوں کو ادا کرتا ہے۔ یہ مالی عبادت ہر عاقل بالغ اور آزاد مسلمان پر فرض ہے۔

Marfat.com

جس کی ملکیت میں ایک سال تک مال بقدر نصاب موجود رہا ہے۔ مال کا نصاب ساڑھے سات تولہ سونا یا باون تولہ چاندی یا اس مالیت کے برابر یا اس سے زیادہ نقدی یا سامان تجارت یا اپنی حاجات اور ضروریات سے زائد مال یا اسباب ہے اور اس پر سال گزر جائے تو اس کا چالیسواں حصہ یا ڈھائی فی صد زکوٰۃ دینا واجب ہے۔

اس کے علاوہ زمین کی پیداوار تھوڑی ہو یا بہت جونہی فصل تیار ہو جائے زکوٰۃ کی ادائیگی لازم ہو جاتی ہے۔ نہری زمین سے پیداوار کا بیسواں حصہ اور بارانی زمین سے پیداوار کا دس فی صد یا دسواں حصہ زکوٰۃ فرض ہے۔ اس میں سال گزرنا شرط نہیں۔ اسی طرح بھیڑ بکریوں کا نصاب کم از کم چالیس اور گائیوں کا تیس اور اونٹوں کا کم از کم پانچ مقرر ہے۔

زکوٰۃ دینے والا کسی پر احسان نہیں کرتا بلکہ اپنا فرض ادا کرتا ہے۔ وہ نہ صرف اپنے مال کو پاک کرتا ہے بلکہ اپنے مال کو اللہ کی پناہ میں دیتا ہے اور اس کے ذریعے سے اپنے دل کو دولت کی ہوس سے پاک کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو تو معلوم ہے کہ اس کا بندہ مال سے بہت ہی محبت کرنے والا ہے اور اسی لئے اللہ تعالیٰ نے یہ کم سے کم نصاب مقرر فرمایا ورنہ حقیقت تو یہ ہے کہ اسلام میں مادیت کی گنجائش ہی نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ نے تو فرمایا ”ہلاکت ہے غیبت کرنے والے چغل خور کے لئے اور جو جمع کرتا ہے مال کو اور اسے گن گن کر رکھتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ اس کا مال اس کی ہمیشہ کی زندگی میں کام آئے گا۔ نہیں وہ ضرور حطمہ میں پھینکا جائے گا اور یہ اللہ کی بھڑکائی ہوئی آگ ہے۔“ اور مسلمان تو جس وقت اللہ کو اپنا معبود اور اپنا سب کچھ قرار دے دیتا ہے تو پھر خود کو اور جو کچھ اس کے پاس ہے سب کو وہ اللہ کا قرار دے دیتا ہے۔

باب سیزدہم

دعا

''اور (اے پیغمبر!) جب ہمارے بندے تم سے ہمارے بارے میں دریافت کریں تو (ان کو سمجھا دو کہ) ہم (ان کے) پاس ہیں- جب کبھی کوئی ہم سے دعا کرے تو ہم (ہر ایک) دعا کرنے والے کی دعا (کو سنتے اور مناسب ہوتا ہے تو) قبول (بھی) کر لیتے ہیں تو ان کو چاہئے کہ ہمارا حکم (بھی) مانیں، ہم پر ایمان لائیں تاکہ وہ سیدھے رستے لگ لیں-'' (بقرہ: ع ۲۳، پارہ ۲)

''(لوگو!) اپنے پروردگار سے گڑگڑا (گڑگڑا) کر اور چپکے (چپکے) دعا کرتے (رہو) کیونکہ وہ (حد عبودیت سے) باہر قدم رکھنے والوں کو دوست نہیں رکھتا- اور (انتظام) ملک کے درست ہوئے پیچھے اس میں فساد نہ پھیلاؤ، اور (عذاب کے) ڈر سے اور (فضل کی) امید پر خدا سے دعائیں مانگتے رہو، (کیونکہ) خدا کی رحمت خلوص رکھنے والوں سے (بہت ہی) قریب ہے-'' (اعراف: ع ۷، پارہ ۸)

''اور اللہ کے (سب ہی) نام اچھے ہیں- تو (لوگو!) اس کے نام لے کر اس کو (جس نام سے چاہو) پکارو- اور جو لوگ اس کے ناموں میں کفر کرتے ہیں، ان کو (ان ہی کے حال پر) چھوڑ دو- کوئی دن جاتا ہے کہ وہ اپنے کئے کا بدلہ پالیں گے-'' (اعراف: ع ۲۲، پارہ ۵)

دعا کی فضیلت اور حکم

اللہ بزرگ و برتر فرماتے ہیں کہ مجھ سے دعائیں مانگا کرو- جو لوگ تکبر کے سبب سے میری عبادت نہیں کرتے وہ ذلیل و خوار ہو کر جہنم میں جائیں گے- بات دراصل یہ ہے کہ اگر جاہل کی غفلت اور لاپرواہی کا سبب اس کا جہل ہے، تو پڑھے لکھے انسان کی غفلت کا سبب اس کا تکبر ہے- جو اللہ تعالیٰ سے نہیں مانگتا تو وہ اللہ تعالیٰ کی عطا و بخشش پر یقین نہیں رکھتا- اللہ والوں کے سامنے تو سخی کی سخاوت ہوتی ہے اور سخی کا در ہوتا ہے اور بکھرے ہوئے بے شمار خزانے اور نعمتیں ہوتی ہیں اور

Marfat.com

انہیں تو وقت کا پتہ ہی نہیں چلتا، وہ تو مانگتے مانگتے تھک جاتے ہیں اور انہیں تو بس یہی فکر رہتی ہے کہ کوئی اہم چیز مانگنے سے نہ رہ جائے اور دعا تو آداب بندگی سکھاتی ہے۔ خیر اور شر کا فرق بتلاتی ہے اور دعا اللہ تعالیٰ کی پسند اور ناپسند کو بتلاتی ہے۔ کاش ہم قرآن کی دعاؤں پر اور پیارے نبی کی دعاؤں پر غور کریں تو ہم پر بے شمار اسرار کھلیں گے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''کہ تم میں سے جس شخص کو دعا مانگنے کی توفیق مل گئی یوں سمجھو گویا اس پر رحمت کے دروازے کھل گئے اور دعا کے سوا کوئی چیز تقدیر کے فیصلے میں ترمیم نہیں کرا سکتی اور نیکی کے سوا کوئی چیز عمر کو نہیں بڑھا سکتی۔'' اللہ تعالیٰ کے یہاں دعا سے زیادہ اور کسی چیز کی وقعت نہیں جو شخص اللہ تعالیٰ سے دعا نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوتے ہیں۔

ماں باپ کے لئے دعا کی اہمیت

اب تو ذرا زنجیر کی ایک کڑی کو انگلی سے پکڑ اور زنجیر کو اوپر اٹھا تو دیکھے گا کہ اس کڑی سے وابستہ تمام کڑیاں خود بہ خود اوپر اٹھ گئیں تو یاد رکھ ماں اور باپ کے درجات کی بلندی سے اولاد کے درجات بلند ہوتے ہیں اور اولاد کے درجات کی بلندی سے ماں باپ کے درجات بلند ہوتے ہیں۔ جو کچھ ماں باپ کو ملتا ہے اس کا فائدہ اولاد کو ہوتا ہے اور جو کچھ سعادت مند اولاد کو ملتا ہے اس کا فائدہ ماں باپ کو پہنچتا ہے۔ ماں اور باپ کے لئے دعا کرنا اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری، احسان مندی اور امانتداری ہے۔ ماں باپ خالق اور مخلوق کے درمیان تخلیق کا ذریعہ ہیں اور مثل حاکم کے ہیں، وارث کے ہیں، مالک کے ہیں اور پالنے والے کے ہیں۔ باشعور اولادیں اپنی ماں باپ کی عزت، حرمت، بزرگی اور بڑائی کو یکساں طور پر ہمیشہ قائم رکھتی ہیں اور وہ اپنی اولادوں کے سامنے اس کی عملی مثال پیش کرتی ہیں کیونکہ وہ اپنی اولادوں سے یہی سب کچھ اپنے لئے چاہتی ہیں۔ جو ماں اور باپ کی قدر و قیمت کو بڑھاتا ہے وہ دراصل ہر جگہ اپنی قدر و قیمت کو بڑھاتا ہے اور جو ماں باپ کے عیبوں کا پردہ رکھتا ہے وہ دراصل اپنے عیبوں کا پردہ رکھتا ہے اور خالق کائنات سے اپنے عیبوں کی پردہ پوشی چاہتا ہے اور سچ بات تو یہ ہے جب اپنی چیز کی انسان خود عزت نہیں کرے گا تو دوسرا اس کی کیوں عزت کرے گا۔ اپنی جس چیز کی حفاظت وہ خود نہیں کرے گا تو دوسرے کو کیا پڑی

Marfat.com

ہے کہ اس کی حفاظت کرے۔ جس چیز کا وہ خود خیال نہیں رکھے گا تو اس کا دوسرا کیوں خیال رکھے گا اور اپنی جس چیز کو وہ خود برا کہے گا تو دوسرا اس چیز کو کیوں اچھا کہے گا۔ جو شخص ماں باپ کی دوسروں کے سامنے برائی کرتا ہے، وہ دراصل خود اپنی نظروں میں اور لوگوں کی نظروں میں بے عزت ہوتا ہے اور جو ماں باپ کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور رو رو کر گڑگڑا کر ان کی مغفرت کی اور ان کی دنیا اور آخرت کی بھلائی کی دعا کرتا ہے، وہ دنیا اور آخرت دونوں جگہ عزت پاتا ہے۔

دعا میں توبہ اور استغفار کی اہمیت

تو کسی سے کوئی چیز استعمال کے لئے لیتا ہے، وہ چیز تجھ سے گم ہو جاتی ہے، اب تو یا تو ویسی ہی چیز واپس کرے گا یا اس کی قیمت دے گا یا اس سے معذرت کرے گا۔ لیکن انسان تو اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے اور ملکیت تو مالک کو نقصان کے بدلے کچھ لوٹا ہی نہیں سکتی۔ صرف معافی کی طلب گار ہو سکتی ہے۔ استغفار اپنے اللہ تعالیٰ کے حضور اپنے گناہوں کی معافی مانگنا ہے۔ استغفار سے گناہ دھلتے ہیں۔ استغفار سے رزق میں خیر و برکت ہوتی ہے۔ استغفار سے بلاؤں کے طوفان ٹلتے ہیں۔ استغفار سے بندہ اللہ تعالیٰ سے قریب ہوتا ہے۔ استغفار سے ایمان کو جلا ملتی ہے۔ اے لوگو یہ راز جان لو کہ تقدیر پوشیدہ ہے اور دعا دراصل تدبیر ہے۔ جو تقدیر کی خوبیوں کو بڑھاتی اور خرابیوں کو مٹاتی ہے۔ بے شک اللہ ہی ہر شے کی چوٹی کو تھامے ہوئے ہیں۔

دعا اور نیکیاں کمانے کا طریقہ

دیکھ سخی کا در ہے، کوئی مانگنے والا کبھی سخی کے در سے خالی نہیں جاتا۔ رہا تیرا عمل تو وہ ناقابل بھروسہ ہے۔ نہ تو تو اپنے کسی عمل پر بھروسہ کر سکتا ہے اور نہ اپنے کسی ایک لمحے پر بھروسہ کر سکتا ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کر سکے۔ بس تو ایک کام کر کہ صرف اور صرف اللہ کی رحمت پر نظر رکھ اور اللہ کی رحمت پر بھروسہ کر اور لمبی لمبی دعائیں مانگا کر۔ دیکھ تجھے معلوم ہے کہ سخی کسی کی فریاد اور التجا کو کبھی بھی ضائع نہیں کرتے۔ اگر تیری دعائیں قبول ہو گئیں تو تیرا کام بن گیا اور قبول نہیں ہوئیں تو ان دعاؤں کے بدلے اللہ تعالیٰ نیکیاں عطا فرمائیں گے۔ ارے اگر تیرا عمل خالص

Marfat.com

نہیں تو کیا ہوا جو نیکیاں اللہ بزرگ و برتر نے لکھی ہیں وہ تو بہت وزنی اور خالص ہیں۔

دعا اور مقصد حیات

انسان چین کے لئے بے چین ہے۔ انسان کی ہر حرکت خواہ وہ شعوری ہو یا لاشعوری ہو، دراصل چین اور سکون کی تلاش ہے۔ جب کوئی جسمانی تکلیف برداشت سے باہر ہوتی ہے تو انسان بے اختیار چیختا اور چلاتا ہے۔ اسی طرح جب انسان کے اندر چھپا ہوا کرب اور بے چینی اپنی حد سے بڑھتا ہے تو انسان قہقہے لگاتا ہے، گنگناتا ہے، لطیفے سناتا ہے، ہنسی اور مذاق کرتا ہے، موسیقی سے دل بہلاتا ہے غرض مختلف طریقوں سے اپنے اندر کے کرب اور بے چینی کا اظہار کرتا ہے۔ انسان توبہ میں اللہ کے حضور رو کر گڑگڑا کر اپنے تمام دکھوں کے، غموں کے، کرب کے، گناہوں کے اور ناپاکیوں کے احساس سے نجات پاتا ہے۔

انسان بہت قیمتی شے ہے، اس کا مقام یہ نہیں ہے کہ وہ کیڑے مکوڑوں کی طرح پیدا ہوا، پلا اور بڑھا، مر گیا اور لوگ اسے قبر میں ڈال آئے اور پھر بھول گئے اور دنیا کی زندگی میں اس کی مثال ایک کاغذ کے ٹکڑے کی سی ہوتی ہے جو ہوا کے دوش پر اڑتا پھرتا کبھی ادھر جاتا ہے اور کبھی ادھر جاتا ہے۔ انسان بھی چین اور سکون کی تلاش میں کبھی ادھر جاتا ہے اور کبھی ادھر۔ بس وہ تو وقت اور حالات کے دھارے پر بہتا رہتا ہے۔ اسے یہی نہیں معلوم کہ اس کا مقصد حیات کیا ہے یعنی اسے کس مقصد سے پیدا کیا گیا ہے اور اس مقصد کی تکمیل کے لئے اسے کیا کرنا ہے۔ اگر ہوا کے دوش پر اڑتا ہوا یہی کاغذ کسی دیوار پر مضبوطی سے چپکا ہوا ہو تو اسے کوئی چیز اپنی جگہ سے نہیں ہلا سکتی، بالکل اسی طرح اگر انسان اپنے مقصد حیات سے چمٹ جائے تو ہر قسم کے کرب، اضطراب اور بے چینی کا ازالہ ہو جاتا ہے اور وہ اپنی جگہ اتنا بھاری ہو جاتا ہے کہ کوئی چیز اسے ہلا نہیں سکتی اور دعا مقصد حیات عطا کرتی ہے۔

قرآن اور احادیث میں موجود تمام دعائیں اپنے اندر مقصد حیات رکھتی ہیں اور ان میں ان تمام سوالوں کے جواب پوشیدہ ہیں اور ظاہر ہیں کہ انسان کیا ہے اور اسے کس لئے پیدا کیا گیا ہے اور اسے کیا کرنا ہے، اس کا مقصد حیات کیا ہے اور اس مقصد حیات کی ضرورتیں کیا ہیں۔ مثال کے

Marfat.com

طور پر سورۃ العصر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''بے شک انسان خسارے میں ہے- یا نقصان میں ہے سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اور آپس میں حق بات کی تلقین اور صبر کی تاکید کرتے رہے-'' اب اس میں ایمان لانے کا ذکر ہے اور ایمان وہ عہد ہے جس کے ذریعہ بندہ خود کو مکمل طور پر اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیتا ہے اور نیک عمل وہ عمل ہیں جن کے ذریعہ سے بندہ خود کو اللہ کا اطاعت گزار، فرمانبردار، شکرگزار اور امانت دار بندہ ثابت کرتا ہے اور حق بات کی تلقین کرنے سے مراد یہ ہے کہ خود بھی سچائی کو قبول کرنا اور سچائی کی راہ پر چلنا اور دوسروں کے لئے بھی یہی سب کچھ چاہنا اور اس کے لئے ایک دوسرے کی مدد کرنا ہے-

دعا اور محبت

دعا میں انسان اللہ تعالیٰ سے رجوع کرتا ہے، اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کرتا ہے، اپنے پالنے والے کی طرف اپنی توجہ مرکوز کرتا ہے- اپنی محتاجی کو ثابت کرتا ہے اور اللہ کی بزرگی اور بڑائی کو تسلیم کرتا ہے- عبد یعنی بندہ اپنے اور معبود کے درمیان قائم رشتہ کو مضبوط کرتا ہے اور اپنی محتاجی کے لئے خود کو اللہ تعالیٰ سے وابستہ کرتا ہے- محبت انس ہے، پسندیدگی ہے، قبولیت ہے- انس بغیر قربت کے پیدا نہیں ہوتا اور قربت بغیر رجوع کے نہیں ملتی اور رجوع بغیر غرض کے نہیں ہوتا- رجوع کرنے والا جس سے رجوع کرتا ہے اور وہ اس رجوع کے عمل کو قبول کرتا ہے تو قربت حاصل ہوتی ہے- رجوع کے عمل میں پسند اور ناپسند کا خیال رکھنا بے حد ضروری ہے- رجوع اگر خالص رضائے الٰہی کے لئے ہے تو رضائے الٰہی کا حصول بھی ایک غرض ہے- انسان جس سے دعا کرتا ہے اس سے محبت کرتا ہے اور جس کے لئے دعا کرتا ہے یا جن چیزوں کے لئے دعا کرتا ہے، ان سے محبت کرتا ہے-

محبت پاک، بے عیب، تمام تعریفوں والے اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کوئی اپنے بندوں سے محبت کرنے والا نہیں ہے- جو چیز اعلیٰ ہے اور پاک ہے، اس کے نتائج بھی اعلیٰ ہوتے ہیں- اس لئے جو چیز برائی کی طرف لے جائے وہ محبت ہرگز نہیں ہوسکتی- جو چیز ذلت دے، ناپاکی دے، ہوس دے، نقصان دے اور انسان کو پستیاں عطا کرے، وہ محبت ہرگز نہیں

Marfat.com

ہے- قربت دو طرح کی ہوتی ہے اور غرض بھی دو طرح کی ہوتی ہے، ایک مادی اور دوسری روحانی - جب مادہ ختم ہوگیا تو تعلق بھی ختم ہوگیا، غرض بھی ختم ہوگئی اور محبت بھی ختم ہوگئی اور چونکہ روح کے لئے مادے کی یا فاصلے کی قید نہیں ہے اس لئے یہ محبت ہمیشہ قائم رہتی ہے- صرف ایک شکل میں روحانی محبت کو نقصان پہنچتا ہے جبکہ توجہ اور دلچسپیاں کہیں اور منتقل ہو جائیں- دعا وہ ذریعہ ہے جس سے روح کا تعلق ہمیشہ قائم رہتا ہے-

مثال کے طور پر بندہ اللہ تعالیٰ کے حضور رو رو کر اپنے ماں باپ کے لئے دعا مانگتا ہے- دراصل وہ اللہ کی ذات کو مرکز بناتا ہے اور اس مرکز کے توسط سے اپنے ماں باپ سے روحانی تعلق برقرار رکھتا ہے یعنی وہ اللہ کی ذات کو مرکز بنا کر اپنے ماں باپ سے روحانی محبت کرتا ہے اور ماں باپ کی صورت میں عطا کی جانے والی نعمت کی شکر گزاری کرتا ہے-

جب تو اللہ کی ذات کو مرکز بنا کر دوسرے سے محبت کرتا ہے اور اس کے لئے دعا کرتا ہے تو اس کے بڑے فائدے ہوتے ہیں مثال کے طور پر آپ کا ایک خاص دوست ہے اور اس دوست کا ایک دوست ہے- آپ اپنے خاص دوست کی جدائی کا زیادہ دکھ محسوس کریں گے بہ نسبت دوست کے دوست کی جدائی کے کیونکہ اہمیت اور مرکزیت آپ کے دوست کو حاصل ہے اور آپ کے دوست کے دوست کو ثانوی حیثیت حاصل ہے- اسی طرح جب انسان اللہ تعالیٰ کی ذات کو مرکز بنا کر اللہ تعالیٰ کے لئے اپنے ماں باپ سے، بھائی بہنوں سے، آل اولاد سے، دوست احباب سے محبت کرتا ہے تو پہلا فائدہ تو یہ کہ جدائی کا دکھ قابل برداشت ہوتا ہے، دوسرا چونکہ مرکز ہمیشہ قائم ہے اس لئے وہ تعلق بھی ہمیشہ قائم ہے اور ان کے لئے دعا بھی ہمیشہ جاری ہے، تیسرا انسان کی غرض تو اپنے اللہ تعالیٰ سے ہے لیکن وہ محبت جو وہ اپنے ماں باپ یا آل اولاد کو دے رہا ہے، خالص ہے کیونکہ وہ تو اللہ کے لئے باقی سب سے محبت کر رہا ہے اور اپنی اولادوں کو ہمیشہ خوف خدا دو، یہی خوف خدا ان کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر مجبور کرے گا اور ماں باپ کی اطاعت پر مجبور کرے گا اور برائیوں سے بچائے گا- دوسرا دعا میں کبھی اللہ تعالیٰ سے انصاف طلب نہ کرنا ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا رحم طلب کرنا اور کبھی فتنے سے پناہ نہ مانگ بلکہ فتنے کے شر سے پناہ مانگ کیونکہ فتنہ تو تیرے اہل و

Marfat.com

عیال ہیں اور کبھی بھی اپنی آل اولاد یا کسی بھی شے کے بارے میں کوئی برالفظ اپنے زبان سے نہ نکالنا- نہیں معلوم وہ قبولیت دعا کی گھڑی ہو اور تمہارے زبان سے نکلے ہوئے برے الفاظ قبول ہو جائیں- جہاں تک ممکن ہو کسی کے لئے کبھی بددعا نہ کرو، جو مقصد تم بددعا سے حاصل کرنا چاہتے ہو وہ دعا سے زیادہ بہتر طریقے پر حاصل ہوسکتا ہے، وہ اس طرح کہ ظالم کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرو اور ظالم کے لئے دعا کرو کہ اللہ آپ اسے نیک توفیق اور ہدایت عطا فرما دیجئے- اب تمہارا پلڑا ظالم کے مقابلے میں بہت بھاری ہوگیا- آپ اس کے لئے خیر چاہتے ہیں، اب اگر وہ شخص آپ کے لئے برائی چاہے گا تو آپ کو اللہ تعالیٰ کی پناہ حاصل ہوگی اور اس کے لئے سخت سزا ہوگی- دوسرا بددعا کرنے والا اپنا بدلہ لے لیتا ہے- اگر وہ اپنا بدلہ دنیا میں نہ لیتا تو قیامت میں ظالم سے اپنا حساب لیتا، پھر بدلہ لینے میں یہ بھی خطرہ ہے کہ کہیں ظالم کے ظلم سے زیادہ بدلہ نہ لے لیا گیا ہو- اس طرح قیامت میں ظالم الٹا آپ سے اس ظلم کا حساب طلب کرے گا-

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کسی کو اپنی رحمت سے محروم نہیں کرتے

اللہ بزرگ و برتر تو پاک ہیں اور بے عیب ہیں- تمام پاک نام اور تمام پاک صفات اور تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں اور اللہ تو جب بھی کسی کو اپنی رحمت سے، اپنے کرم سے اور اپنے احسان سے کوئی چیز عطا فرمائیں گے تو اس میں فلاح ہی فلاح ہوگی اور اللہ تو سب مہربانوں سے بڑے مہربان ہیں اور سب سخیوں سے بڑے سخی ہیں اور وہ تو کبھی بھی کسی کو اپنی رحمت سے محروم نہیں کرتے اور نہ کسی کو کبھی بھی اپنی رحمت سے مایوس کرتے ہیں اور کبھی بھی کسی کو اپنے در سے خالی نہیں لوٹاتے اور کبھی بھی کسی کی فریاد اور التجا کو ضائع نہیں کرتے- اپنے حضور میں مانگنے والوں کو ان کی امیدوں سے بہت بڑھ کر بہت عمدہ اور بے حساب عطا فرماتے ہیں اور اپنی سلامتی کے ساتھ، فلاح کے ساتھ، خیر کے ساتھ اور رحمتوں اور برکتوں کے ساتھ عطا فرماتے ہیں-

دعا کی ابتداء

ہمارے اللہ رحمٰن الرحیم، ہم اسلام کی حرمت اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

ذرے سے اپنے بزرگی والے، بڑائی والے، عزت والے، پاک، بے عیب، بے نیاز، وحدہ لاشریک سب سخیوں سے بڑے سخی، سب مہربانوں سے بڑے مہربان، عالی شان، اپنے مالک کے حضور، اپنے خالق کے حضور، اپنے پروردگار کے حضور، اپنے وارث کے حضور، اپنے مولد کے حضور، اپنے بادشاہ کے حضور، اپنے معبود کے حضور، وسیلہ پکڑتے ہیں- اے سب سخیوں سے بڑے سخی آپ کی طرف دیکھتے ہیں، آپ کی رحمت کی طرف دیکھتے ہیں- ہم سرتاپا خطا ہیں، نادان ہیں، جاہل ہیں، ناسمجھ ہیں، کمزور ہیں، ناتواں ہیں، بھلے اور برے کا شعور نہیں رکھتے، نفع اور نقصان کو نہیں سمجھتے، ہم ایسے جاہل ہیں کہ فلاح کے ہوتے ہوئے گمراہی خریدتے ہیں اور نفع کے ہوتے ہوئے نقصان کا سودا کرتے ہیں، ہم عاجز ہیں کہ خود کو آپ کا فرمانبردار، اطاعت گزار، شکرگزار، امانت دار اور احسان مند پروردہ ثابت کرسکیں، ملکیت ثابت کرسکیں، مخلوق ثابت کرسکیں، رعایا ثابت کرسکیں اور آپ کا بندہ ثابت کرسکیں- آپ پاک ہیں، بے عیب ہیں اور ہم ظالموں میں سے ہیں- ہم پر رحم فرمادیجئے کہ آپ اپنی رحمت سے کبھی بھی کسی کو محروم نہیں کرتے، کبھی بھی اپنی رحمت سے کسی کو مایوس نہیں کرتے اور کبھی بھی کسی کو اپنے در سے خالی نہیں لوٹاتے اور کبھی بھی کسی کی فریاد اور التجا کو ضائع نہیں کرتے- ہم گناہگاروں پر رحم فرمادیجئے اور اپنی رحمت سے، کرم سے، احسان سے ہمارے سب گناہوں کو معاف فرمادیجئے اور ہم کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے قبر کے، حشر کے، دوزخ کے عذاب سے اور اپنے غضب سے اور ہر ایسی چیز سے، جس سے آپ ناراض ہوتے ہوں، بچائے رکھئے اور اپنی پناہ میں رکھئے- آپ کے سوا کوئی ہمارے گناہوں کو معاف کرنے والا نہیں اور آپ کے سوا کوئی ہم کو آپ کے غضب سے بچانے والا نہیں اور آپ کے غضب سے کوئی راہ فرار نہیں اور کوئی شے آپ کے قبضہ وقدرت سے باہر نہیں ہوسکتی-

ہم آپ کی رحمت سے، کرم سے، احسان سے آپ کے ہیں اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے آپ ہی کے رہیں گے اور ہمارا آپ کے سوا کوئی اور ہو ہی نہیں سکتا، اے سب سخیوں سے بڑے سخی اپنی رحمت سے ہم عاجز اور ذلیل بندوں کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنائے رکھئے اور دنیا کے حوالے نہ کیجئے- فقط اپنا اطاعت گزار، فرمانبردار، شکرگزار، امانت دار اور احسان مند بندہ رکھئے اور ہمیشہ

Marfat.com

ہمیشہ کے لئے اپنے ذکر اور فکر میں حمد اور تسبیح میں، توبہ اور استغفار میں اور درود پڑھنے میں مشغول رکھئے اور فقط اپنا ذلیل اور اپنا محتاج بندہ رکھئے اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنی پناہ میں رکھئے۔

پناہ کی طلب

ہمارے اللہ رحمٰن الرحیم، اپنی رحمت سے، اپنے کرم سے، اپنے احسان سے، ہمارے ماں باپ کو، ہماری آل اولاد کو، ہمارے بھائی بہنوں کو، ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنی پناہ میں لے لیجئے۔ شیطان سے اور اس کے شر سے، نفس کے شر سے، تمام مخلوقات کے شر سے، ہر جاندار اور بے جان کی برائی سے جو ہم نے جانی اور جو نہ جانی اور تمام آفات سے، بلاؤں سے، مصیبتوں سے، بیماریوں سے، غموں سے، تکلیفوں سے، فکروں سے، پریشانیوں سے، حادثوں سے، ہر قسم کے فقر و فاقے سے، ذلتوں سے، رسوائیوں سے محتاجیوں سے، ناکامیوں سے، نامرادیوں سے، بدبختیوں سے، قرض سے، مفلسی سے، جہنم کے عذاب سے، دجال کے فتنے سے، بری عادتوں سے، برے کاموں سے، بری خواہشات سے، دل، آنکھ، کان، ناک، زبان، ہاتھ، پاؤں، غرض ہر عضو کی برائی سے، زنا سے، جھوٹ سے، غیبت سے، حسد سے، لالچ سے، کینے سے، تکبر سے، بے حیائی سے، بدگوئی سے، چغلی سے، بہتان سے، کنجوسی سے، اسراف سے، منافقت سے، ریاکاری سے، بزدلی سے، ظلم کرنے سے اور تمام اخلاقی خرابیوں سے، موت سے، برص سے، جذام سے، دماغی خرابیوں سے، جسمانی معذوری سے اور دنیا کے تمام جسمانی اور روحانی امراض سے، کفر سے، شرک سے، بدعت سے اور دل کے زنگ آلودہ ہو جانے سے، ایسے نفس سے کہ سیر نہ ہو، ایسے دل سے کہ خشوع نہ ہو، ایسی دعا سے جو نہ سنی جائے اور اس سے کہ ہم کسی پر ظلم کریں یا کوئی ہم پر ظلم کرے، یا ہم کسی ایسے گناہ کے مرتکب ہو جائیں کہ آپ اسے نہ بخشیں، ہر قسم کی غفلتوں سے، خطاؤں سے، غلطیوں سے، لغزشوں سے، گناہوں سے، گمراہیوں سے، ناپاکیوں سے، برے ہمسائے سے، بزدلی سے، آپ کی نعمتوں کو آپ کی نافرمانی میں استعمال کرنے سے اور ہر قسم کی نافرمانیوں سے، ناشکرگزاریوں سے، احسان فراموشیوں سے، امانت میں خیانت سے اور ایک لمحہ کے لئے بھی آپ کی یاد سے، ذکر اور فکر سے، حمد اور تسبیح سے اور درود پڑھنے سے غافل رہنے سے

Marfat.com

اور ایک لمحہ کے لئے بھی آپ کی رحمت سے محروم رہنے سے اور ایک لمحہ کے لئے بھی آپ کی رحمت سے مایوس ہونے سے اور قبر کے، حشر کے، دوزخ کے عذاب سے اور آپ کے غضب سے اور ہر ایسی چیز سے جس سے آپ ناراض ہوتے ہوں اور دنیا کے تمام فتنوں کے شر سے اور اندھیری رات کے شر سے اور جو کچھ اس میں ہے اس کے شر سے اور دنیا اور آخرت کے ہر قسم کے نقصان سے- ہمارے اللہ رحمٰن الرحیم، ہم سب کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنی پناہ میں لے لیجئے اور سلامت رکھئے، ہم سب کو تمام آفتوں سے دنیا اور دین میں، گھر والوں میں اور مال میں اور ڈھانپ لیجئے، ہم سب کے عیبوں کو اور معاف فرما دیجئے، ہم سب کی لغزشیں اور حفاظت فرمایئے ہم سب کی اوپر سے نیچے سے، دائیں سے، بائیں سے، آگے سے، پیچھے سے اور اس سے کہ بے خبر ہلاک ہو جائیں، ہم سب کی جان مال، عزت آبرو، ایمان، دنیا اور آخرت سب کو اپنی پناہ میں لے لیجئے اور ہم سب کی شناخت ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنے اور اپنے پیارے حبیب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے بنا لیجئے-

عرش کے سائے کی تمنا

اے مالک عرش عظیم، روز قیامت ایک ایسا دن ہوگا جس دن کوئی کسی کے کچھ کام نہ آ سکے گا اور کوئی کسی کا کچھ بھلا نہ کر سکے گا اور کسی کو کسی کا ہوش نہ ہوگا اور آپ کے عرش کے سائے کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا تو اے سب سے بڑھ کر رحم کرنے والے، کرم کرنے والے، احسان کرنے والے، ہم گناہگاروں کو، اپنے عاجز اور ذلیل بندوں کو، اپنے عرش کے سائے میں جگہ عطا فرما دیجئے اور ہمارے نامۂ اعمال پر اپنی رحمت کی نظر فرما دیجئے کہ ہمارا دامن تو خالی ہے، ہم کو ہمارے عمل کا کوئی وسیلہ نہیں- ہم کو تو فقط آپ کا اور آپ کی رحمت کا سہارا ہے اور آپ پر اور آپ کی رحمت پر بھروسہ ہے، پھر ہم سب کے نامۂ اعمال پر اپنی رحمت کی نظر فرما کر ہم سب کے نامۂ اعمال اپنے مقرب، برگزیدہ، منتخب، انعام یافتہ اور ہدایت یافتہ بندوں کی طرح ہم سب کے سامنے سے، ہم سب کے داہنے ہاتھوں میں عطا فرما دیجئے-

اے اللہ ہم عاجز ہیں

ہمارے اللہ رحمٰن الرحیم، آپ ہی تمام قوت اور طاقت کا سرچشمہ ہیں- جس کے پاس جو کچھ بھی ہے وہ آپ کا ہے اور آپ کی طرف سے ہے اور آپ کے لئے ہے اور آپ ہی کی طرف لوٹتا ہے- آپ بے نیاز ہیں، بڑی شان والے ہیں، بزرگی والے ہیں، بڑائی والے ہیں، عزت والے ہیں- ہر شے پر قادر ہیں اور بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں، ہمارے پروردگار ہم میں نہ طاقت ہے بندگی کی، نہ طاقت ہے گناہوں سے بچنے کی اور نہ طاقت ہے نیک کام کرنے کی اور نہ طاقت ہے شیطان کا مقابلہ کرنے کی اور اس کے شر سے بچنے کی مگر آپ کی مدد سے، پناہ سے، سہارے سے اور توفیق سے-

ہمارے پروردگار، ہمارے اللہ رحمٰن الرحیم، اے سب سخیوں سے بڑے سخی، ہم عاجز ہیں کہ آپ کا شکر ادا کر سکیں، آپ کا شکر تو ادا ہو ہی نہیں سکتا اور نہ آپ کا شکر کبھی بھی ادا کیا جا سکتا ہے- زمینوں اور آسمانوں میں جو کچھ ہے وہ سب آپ کا ہے اور آپ کا محتاج ہے اور جو خود محتاج ہے وہ کسی کو کچھ دے ہی نہیں سکتا- نہ ایک محتاج کسی دوسرے اپنے ہی جیسے محتاج پر احسان کر سکتا ہے کہ ہم سب پر صرف آپ کا احسان ہے، آپ کے سوا کوئی کسی پر احسان نہیں کر سکتا، اے سب سے بڑھ کر رحم کرنے والے، کرم کرنے والے، احسان کرنے والے، عطا کرنے والے، بخشنے والے، عفو اور درگزر کرنے والے، بزرگی والے، بڑائی والے، عزت والے، ہمارے اللہ رحمٰن الرحیم، بے شک ہم عاجز ہیں کہ آپ کی بزرگی اور بڑائی کو بیان کر سکیں، نہ الفاظ میں قدرت ہے، نہ زبان میں طاقت ہے، نہ الفاظ سے آپ کی بزرگی اور بڑائی کو بیان کیا جا سکتا ہے اور نہ اس تک ہمارے شعور کی رسائی ہے، آپ بہت ہی بلند ہیں، بہت ہی بزرگ ہیں اور بہت ہی بڑے ہیں اور ہمارے شعور کی رسائی سے بہت بلند ہیں، بے نیاز ہیں، آپ اتنے بزرگ ہیں اور اتنے بڑے ہیں کہ ساری دنیا مل کر آپ کی بزرگی اور بڑائی کو بیان کرے تو بھی آپ کی بزرگی اور بڑائی میں ذرہ برابر اضافہ نہیں کر سکتی اور ساری دنیا مل کر آپ کی برائی کرے تو بھی آپ کی بزرگی اور بڑائی میں ذرہ برابر کمی نہیں کر سکتی-

Marfat.com

علم نافع کی طلب

ہمارے پروردگار آپ پاک ہیں، بے عیب ہیں، ہم کو کچھ علم نہیں مگر جتنا کہ آپ نے ہم کو اپنے کرم سے سکھلا دیا، بے شک آپ علیم الحکیم ہیں، ہم نادان اور جاہل بندوں کو اپنی رحمت سے علم نافع عطا فرما دیجئے۔

نعمتوں کی طلب

ہم آپ کے عاجز اور ذلیل بندے، گنہگار بندے، محتاج بندے، سب سخیوں سے بڑے سخی کے حضور، سب مہربانوں سے بڑے مہربان کے حضور، اپنے بزرگی والے، بڑائی والے، عزت والے، پاک بے عیب، وحدہ لاشریک، بے نیاز، عالی شان، اپنے مالک کے حضور، اپنے خالق کے حضور، اپنے پالنے والے کے حضور، اپنے مولا کے حضور، اپنے وارث کے حضور، اپنے بادشاہ کے حضور، اپنے معبود کے حضور، اپنے اللہ رحمٰن الرحیم کے حضور دامن پھیلائے، ہاتھ پھیلائے، فریاد کرتے ہیں، التجا کرتے ہیں، اپنے اللہ رحمٰن الرحیم سے اپنے ماں باپ کے لئے، اپنے لئے، اپنی آل اولادوں کے لئے، اپنے بھائی بہنوں کے لئے اوران کی آل اولادوں کے لئے، دنیا اور آخرت دنوں جگہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے، ہمارے اللہ رحمٰن الرحیم آپ کے کرم کے طلب گار ہیں، رحم کے طلب گار ہیں، فضل کے طلب گار ہیں، عفو اور درگزر کے طلب گار ہیں، بخشش وعطا کے طلب گار ہیں، آپ کے احسان کے طلب گار ہیں، آپ کی سلامتی کے، فلاح کے، خیر کے، رحمتوں اور برکتوں کے طلب گار ہیں، آپ کی مدد کے، پناہ کے سہارے کے طلب گار ہیں- آپ کی توفیق کے، ہدایت کے، رہنمائی کے طلب گار ہیں، ابدی نعمتوں کے طلب گار ہیں، آپ کے لئے ابدی لازوال غیر متزلزل اطاعت گزاری کے طلب گار ہیں، فرمانبرداری کے طلب گار ہیں، امانت داری کے طلب گار ہیں، شکرگزاری اور احسان مندی کے طلب گار ہیں، آپ کے ذکر اور فکر کے، حمد اور تسبیح کے، آپ کے حضور توبہ اور استغفار کے اور درود پڑھنے کے، ابدی انعامات کے طلب گار ہیں، علم ظاہری کے، علم باطنی کے، نور معرفت کے، نور ہدایت کے، علم نافع کے اور آپ کی اور آپ

کے پیارے حبیب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی، ابدی، لازوال، غیر متزلزل محبت کے طلب گار ہیں، اور حق کے، ایمان کے، عدل کے، شجاعت کے، عفت اور پاکیزگی کے، حلم اور بردباری کے، صبر کے، تحمل کے، قوت برداشت کے اور ایسی تمام پاکیزہ اخلاقی خوبیوں کے طلب گار ہیں، جو آپ اپنے بندوں کے لئے پسند فرماتے ہیں- دنیا اور آخرت دونوں جگہ ایسی عزت کے طلب گار ہیں جس کے بعد کوئی ذلت نہ ہو، ایسے ایمان کے طلب گار ہیں جس کے بعد کوئی کفر، کوئی شرک، کوئی بدعت، کوئی گمراہی نہ ہو اور ایسی روشنی کے طلب گار ہیں جس کے بعد کوئی تاریکی نہ ہو، آپ کی رحمتوں کے، رحمتوں کی ٹھنڈک کے، رحمتوں کی سرشاری کے، آپ کی ابدی رحمتوں کے طلب گار ہیں، امن اور بے خوفی کے، چین اور سکون کے، راحت واطمینان کے طلب گار ہیں، روزی کی فراخی کے، عمر کی درازی کے، صحت اور تندرستی کے، آپ کے تحفظ کے طلب گار ہیں- خاتمہ بالخیر ایمان کی سلامتی کے، آپ کے تحفظ کے، آپ کی مغفرت کے طلب گار ہیں- قبر کے حشر کے دوزخ کے عذاب سے اور آپ کے غضب سے اور ہر ایسی چیز سے جس سے آپ ناراض ہوتے ہوں، آپ کی پناہ کے طلب گار ہیں- روز قیامت آپ کے عرش کے سائے کے طلب گار ہیں- آپ کے پیارے حبیب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت عظمیٰ کے طلب گار ہیں- آپ کی ہدایت یافتہ ہدایت کرنے والی، نہ گمراہ ہونے والی، نہ گمراہ کرنے والی، آپ کی انعام یافتہ، مقرب، برگزیدہ، منتخب، نیک اور صالح، متقی، باسعادت، بلند نصیبہ، نیک بخت، پرہیزگار، پرہیزگاروں کا پیشوا، وارث انبیاء، آپ کی اطاعت گزار، فرمانبردار، شکرگزار، امانت دار، احسان مند، ذلیل اور محتاج آل اولاد کے طلب گار ہیں، آپ کی قبولیت کے ساتھ حج کی سعادت کے طلب گار ہیں، آپ کے پیارے حبیب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے طلب گار ہیں، نیک بختوں کی زندگی کے طلب گار ہیں، شہیدوں کے مراتب کے طلب گار ہیں، دشمنوں پر غالب رہنے کے طلب گار ہیں، دنیا اور آخرت کی تمام اچھی نعمتوں کے طلب گار ہیں اور ہر خیر اور فلاح میں ہم آپ کی طرف، آپ کی رحمت کی طرف دیکھتے ہیں، چاہے ہم اس سے وقف ہوں یا ناواقف ہوں کہ کر دیجئے نور ہم سب کے دل میں، کان میں، آنکھ میں،

گوشت میں، کھال میں، ہڈیوں میں، نور قبر میں، نور سامنے، پیچھے، اوپر، نیچے، دائیں، بائیں، الٰہی زیادہ کر دیجئے ہم سب کو نور میں اور دے دیجئے ہم سب کو نور تمام اعضائے ظاہر اور باطن کے ساتھ۔ ایسا کر دیجئے کہ حق کی جھلک اور امور خیر کی روشنی ہم سے ہو جائے۔ ہمارے اللہ رحمٰن الرحیم، جس کا آپ سہارا ہیں، اسے کسی سہارے کی ضرورت نہیں، جس کے آپ مددگار ہیں، وہ سب سے قوی اور توانا ہے، جو آپ کی پناہ میں ہے، اسے کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتا، جسے آپ نے توفیق عطا فرمادی، اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جسے آپ نے گمراہ فرمادیا، اسے کوئی راہ ہدایت پر نہیں لاسکتا، اور آپ کے در کی محتاجی سے بڑھ کر کوئی دولت نہیں، اس سے بڑھ کر کوئی تونگری نہیں اور آپ کے حضور میں ذلت سے بڑھ کر کوئی عزت نہیں، اس سے بڑھ کر کوئی سربلندی نہیں، اس سے بڑھ کر کوئی سرفرازی نہیں کہ ہر شے آپ کی عزت کے مقابل ذلیل ہے، آپ کی سلطنت کے آگے فرمانبردار ہے، آپ کی قدرت کے آگے عاجز ہے، اے ہمارے پروردگار ہم سب کا انجام ہمیشہ ہمیشہ کے لئے، دنیا اور آخرت دونوں جگہ، اپنے نیک برگزیدہ، مقرب اور انعام یافتہ بندوں کے ساتھ فرمالیجئے اور ہم سب پر موت کی تکلیف کو آسان فرمادیجئے اور ہم سب کا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دنیا میں بھی ایمان قائم رکھئے اور مرتے وقت بھی ایمان کی سلامتی کے ساتھ اٹھائیے اور قبر میں بھی ہمارے ایمان کو قائم رکھئے اور روز قیامت بھی ہم سب کو ایمان کی سلامتی کے ساتھ اٹھائیے اور پل صراط پر بھی ہم سب کے مددگار رہیے اور ہم سب کو اپنی رحمتوں کی بے حساب روشنی عطا فرما دیجیے۔

اور ہم خسارے کا سودا کرنے والوں میں سے ہیں

ہمارے اللہ رحمٰن الرحیم، آپ پاک ہیں، بے عیب ہیں، وحدہ لاشریک ہیں، تمام پاک نام، تمام پاک صفات، تمام تعریفیں آپ ہی کے لئے ہیں، آپ بے مثل ہیں، یکتا ہیں، بے نیاز ہیں، آپ جیسا کوئی نہیں اور ہم ظالموں میں سے ہیں، نقصان کا سوادکرنے والوں میں سے ہیں، ہم نے آپ کی نافرمانیاں کر کے اپنی جانوں پر بڑا ظلم کیا ہے، ایک طرف تو اے سب سخیوں سے بڑے سخی آپ کی نافرمانی کا، ناشکرگزاری کا، احسان فراموشی کا، آپ کی عطاو بخشش کے انکار کا،

Marfat.com

آپ کی نعمتوں کے انکار کا، نا قابل معافی گناہ کیا ہے، تو دوسری طرف اپنا ہی نقصان کیا ہے کہ آپ سے بڑھ کر کوئی علم والا، حکمت والا نہیں ہے- آپ سے بڑھ کر کوئی اپنے بندوں سے محبت کرنے والا نہیں، آپ سے بڑھ کر کوئی اپنے بندوں کی بھلائی چاہنے والا نہیں- آپ تو بے نیاز ہیں، ہم نے آپ کی نافرمانیاں کر کے اپنا ہی نقصان کیا ہے، گھاٹے کا سودا کیا ہے، ہم نادان ہیں، جاہل ہیں، ناسمجھ ہیں، کمزور ہیں، ناتواں ہیں، بھلے اور برے کا شعور نہیں رکھتے، نفع اور نقصان کو نہیں سمجھتے، ایسے جاہل ہیں کہ فلاح کے ہوتے ہوئے گمراہی خریدتے ہیں، نفع کے ہوتے ہوئے نقصان کا سودا کرتے ہیں، ہم پر رحم فرما دیجئے کہ ملکیت کا مالک کے سوا کوئی نہیں، پلنے والے کا یعنی پروردہ کا پالنے والے کے سوا کوئی نہیں، مخلوق کا اپنے خالق کے سوا کوئی نہیں، بندوں کا اپنے معبود کے سوا کوئی نہیں، ہم گناہگاروں کا عاجز اور ذلیل بندوں کا ہمارے اللہ رحمٰن الرحیم آپ کے سوا کوئی نہیں، ہم کو آپ ہی کی طرف لوٹ کر آنا ہے اور آپ ہی کو ہم سے حساب لینا ہے، دنیا اور آخرت سب آپ ہی کی چیزیں ہیں، آپ ہر شے کے مالک ومختار ہیں، ہر شے پر قادر ہیں، جس نے اپنے قبضہ وقدرت اور اختیار پر بھروسہ کیا اور جس چیز کی جدوجہد کی وہ چیز بھی اسے آپ ہی عطا فرماتے ہیں اور جدوجہد کرنے والا اپنے نفع ونقصان کا خود ذمہ دار ہوتا ہے-

اور جس نے آپ سے طلب کیا، آپ کی عطا وبخشش پر بھروسہ کیا اور آپ کے سہارے جدوجہد کی، اسے بھی آپ ہی عطا فرماتے ہیں، آپ پاک ہیں، بے عیب ہیں، اپنے کرم سے جو کچھ اپنے بندوں کو عطا فرماتے ہیں، اس میں بندے کی بھلائی ہی بھلائی ہوتی ہے، جسے آپ عطا فرمائیں اسے کوئی روکنے والا نہیں اور جسے آپ نہ دینا چاہیں اسے کوئی دینے والا نہیں- آپ جسے جو چاہتے ہیں سو عطا فرماتے ہیں اور جس سے جو چاہتے ہیں سو لے لیتے ہیں- جسے چاہتے ہیں عزت عطا فرماتے ہیں، جسے چاہتے ہیں ذلت دیتے ہیں، جسے چاہتے ہیں ملک عطا فرماتے ہیں اور جس سے چاہتے ہیں ملک چھین لیتے ہیں- جسے چاہتے ہیں بے حساب رزق عطا فرماتے ہیں اور اے سب سخیوں سے بڑے سخی آپ جسے چاہتے ہیں اپنی رحمت سے اپنے کرم سے، اپنے احسان سے بے حساب بخش دیتے ہیں- اے بے حساب بخشنے والے، اپنے بندوں پر سب سے

Marfat.com

بڑھ کر رحم کرنے والے، احسان کرنے والے، کرم کرنے والے، ہم عاجز اور ذلیل بندوں پر گناہگار بندوں پر رحم فرما دیجئے کہ ہم کو تو اپنے عمل کا کوئی وسیلہ نہیں، ہمارا تو ایک لمحہ بھی ایسا نہیں جسے آپ کے حضور میں پیش کرسکیں- ہمارے دامن تو خالی ہیں، اے سب سخیوں سے بڑے سخی، ہم گناہ گاروں کو تو فقط آپ کا اور آپ کی رحمت کا سہارا ہے اور آپ پر آپ کی رحمت پر بھروسہ ہے، آپ کی رحمت ہی ہمارا پہلا اور آخری سہارا ہے، پہلی اور آخری امید ہے- آپ ہی ہمارا سب کچھ ہیں اور آپ کا در ہی ہمارا سب کچھ ہے- ہم بلاشرکت غیرے آپ کی ملکیت ہیں، آپ کی مخلوق ہیں، آپ کے پروردہ ہیں، آپ کی رعایا ہیں، آپ کے ذلیل اور حقیر بندے ہیں، آپ کی رحمت سے، کرم سے، احسان سے، آپ کے پیارے حبیب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہیں- اے سب سخیوں سے بڑے سخی سلامتی نازل فرمایئے اپنے پیارے حبیب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی آل پر، حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اور آپ کی آل پر-

ہمارے پروردگار بے شک ہمارے گناہ بہت بڑے ہیں، مگر اے سب سخیوں سے بڑے سخی، سب مہربانوں سے بڑے مہربان، آپ کی رحمت کے مقابلے میں، آپ کے کرم کے مقابلے میں، آپ کے عفو اور درگزر کے مقابلے میں، آپ کی عطا و بخشش کے مقابلے میں، آپ کے احسان کے مقابلے میں، بزرگی والے، بڑائی والے، عزت والے، اللہ رحمٰن و رحیم، ہم بہت ہی چھوٹے ہیں، ہم تو ایک ذرے سے بھی بڑھ کر حقیر اور ذلیل بندے ہیں- آپ کی رحمت سے، کرم سے، احسان سے، اے سب سخیوں سے بڑے سخی آپ کے محتاج ہیں، در کے بھکاری ہیں، اپنے بزرگی والے، بڑائی والے، عزت والے، پاک، بے عیب وحدہ لاشریک، بے نیاز، عالی شان، اپنے مالک کے، اپنے خالق کے، اپنے پالنے والے کے، اپنے مولا کے، اپنے وارث کے، اپنے بادشاہ کے، اپنے معبود کے در کے بھکاری ہیں- ہم پر رحم فرما دیجئے- آپ پاک ہیں، بے عیب ہیں اور ہم ظالموں میں سے ہیں- ہم پر رحم فرما دیجئے- آپ تو رحمت کا وہ سمندر ہیں جس کا کوئی کنارہ ہی نہیں، جس کی گہرائی کسی کو معلوم ہی نہیں- آپ کی رحمت تو سب جہانوں پر محیط ہے، ہم اس قابل نہیں کہ آپ کی رحمت تک پہنچیں مگر آپ سب سے بڑھ کر رحم کرنے والے ہیں- ایسے سخی، ایسے مہربان ہیں کہ

Marfat.com

ہم عاجز اور ذلیل بندوں کو، اپنے گناہگار بندوں کو، مانگنے کی اجازت دے کر اپنی رحمت کے خزانے کی کنجیاں اپنے بندوں کے حوالے کر دی ہیں کہ جب چاہو، جس لمحے چاہو، جس گھڑی چاہو، اپنے بزرگی والے، بڑائی والے، عزت والے، اپنے مالک کے حضور، اپنے خالق کے حضور، اپنے پروردگار کے حضور، اپنے مولا کے حضور، اپنے وارث کے حضور، اپنے بادشاہ کے حضور، اپنے معبود کے حضور، سننے والے، چاہنے والے، سب سے بڑھ کر رحم کرنے والے، کرم کرنے والے، احسان کرنے والے، عطا کرنے والے، بخشنے والے، عفو اور درگزر کرنے والے، اپنی رحمت سے اپنے بندوں کے گناہوں کو معاف کرنے والے، اپنے بندوں کی دنیا اور آخرت کو سنوارنے والے، ان کو گناہوں سے، گمراہیوں سے، ناپاکیوں سے بچانے والے، ان کو قبر کے، حشر کے، دوزخ کے عذاب سے اور اپنے غضب سے بچانے والے، اپنے بندوں کی نافرمانیوں اور گستاخیوں کو سب سے بڑھ کر برداشت کرنے والے، صبر کرنے والے، اپنے بندوں پر رحم کرنے والے، حلیم اور بردبار، تمام پاک نام، تمام پاک صفات والے، تمام تعریفوں والے، اپنی رحمت سے کبھی بھی کسی کو محروم نہ کرنے والے، اپنی رحمت سے کبھی بھی کسی کو فراموش نہ کرنے والے، اپنے در سے کبھی بھی کسی کو خالی نہ لوٹانے والے، کسی کی فریاد اور التجا کو کبھی بھی ضائع نہ کرنے والے، سب سخیوں سے بڑے سخی کے حضور، سب مہربانوں سے بڑے مہربان کے حضور، دامن پھیلاؤ، ہاتھ پھیلاؤ اور رحمتوں کا مینہ برسوالو، سب سخیوں سے بڑے سخی کا در ہے، اس در سے کوئی محتاج کبھی خالی نہیں جاتا، یہ در تو ہمارے اللہ رحمٰن و رحیم کا در ہے، جو بے سہاروں کا پہلا اور آخری سہارا ہے، بے پناہوں کی پہلی اور آخری پناہ گاہ ہے۔ ہم گناہگاروں کی پہلی اور آخری امید ہے، پہلا اور آخری سہارا ہے، سب سخیوں سے بڑے سخی کے اس در پر بدنصیبوں کی قسمتیں سنورتی ہیں، ہمارے دامن پھیلے ہیں یا ہاتھ پھیلے ہیں، سب سخیوں سے بڑے سخی کے حضور، ہم کو اپنی رحمت کا صدقہ عطا فرما دیجئے۔

توبہ کی خیرات عطا فرما دیجئے، اپنی مغفرت کی بھیک عطا فرما دیجئے، اے سننے والے، جاننے والے، عطا کرنے والے، بخشنے والے، عفو اور درگزر کرنے والے، اپنی رحمت سے کسی کو محروم نہ

Marfat.com

کرنے والے، اپنی رحمت سے کسی کو مایوس نہ کرنے والے، کسی کو اپنے در سے خالی نہ لوٹانے والے، ہم کو آپ کی مغفرت چاہیئے، ہم کو اپنی مغفرت عطا فرما دیجئے، ہمارے پروردگار میں آپ سے بخشش چاہتا ہوں، ہر ایک گناہ کی کہ میں نے اس سے آپ کے سامنے توبہ کی ہو اور پھر اس کو دوبارہ کیا ہو، آپ کی مغفرت چاہتا ہوں، ہر ایسی چیز سے کہ میں نے اس کا وعدہ آپ سے اپنے دل میں کیا ہو، پھر وہ آپ کے لئے پورا نہ کیا ہو، آپ سے بخشوانا چاہتا ہوں، وہ عمل جن کا ارادہ میں نے آپ کے لئے کیا ہو، آپ کی رضا اور خوشی کے لئے کیا ہو، پھر اس میں دوسرا مل گیا ہو، آپ سے بخشش چاہتا ہوں، ہر نعمت کی جو آپ نے مجھ کو دی ہو اور میں نے اسے آپ کی نافرمانی میں استعمال کیا ہو اور میں بخشش چاہتا ہوں، اے پوشیدہ اور ظاہر کے جاننے والے، ہر گناہ سے جس کا میں مرتکب ہوا ہوں، دن کی روشنی میں، رات کی تاریکی میں، مجمع اور تنہائی میں، ظاہر اور باطن میں، اے اللہ میرے دین کی اصلاح فرما دیجئے، میرے باطن کی حفاظت فرمائیے، میرے حاضر کو بلند فرما دیجئے اور میرے عمل کو ستھرا فرما دیجئے، اپنی رحمت سے، اپنے کرم سے، اپنے احسان سے، ہمارے ماں باپ کی مغفرت فرما دیجئے اور تمام مومن مردوں، مومن عورتوں، مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کی خواہ وہ انسانوں میں سے ہوں یا جنوں میں سے ہوں-اے ہمارے پروردگار اگر ہم سے کوئی بھول چوک یا خطا ہو جائے تو ہم سے حساب کتاب نہ فرمائیے، ہم پر رحم فرما دیجئے، ہمیں معاف فرما دیجئے، ہماری مغفرت فرما دیجئے اور ہمیں قوم کفار پر فتح و نصرت عطا فرما دیجئے-

ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی کی طلب

اے ہمارے پروردگار، اے سب سخیوں سے بڑے سخی، اپنے عاجز اور ذلیل بندوں کو، اپنے گناہگار اور محتاج بندوں کو، اپنی رحمت سے، اپنے کرم سے، اپنے احسان سے، ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی عطا فرما دیجئے، زیست کی دولت عطا فرما دیجئے، ابدی زندگی عطا فرما دیجئے اور ہم کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ایسا بنا لیجئے کہ ہمارے وجود کا ایک ایک ذرہ اور ہماری روح ہر لحہ، ہر گھڑی، دنیا میں بھی اور مرنے کے بعد بھی، آپ کی اطاعت گزار رہے، فرمانبردار رہے، شکر گزار رہے، امانت دار رہے، احسان مند رہے اور آپ کے ذکر اور فکر میں، حمد اور تسبیح میں اور آپ کے حضور توبہ و استغفار میں اور

Marfat.com

درود پڑھنے میں مشغول رہے اور آپ سے سلامتی کی، فلاح کی، خیر کی، رحمتوں اور برکتوں کی طلب گار رہے۔

اپنے اختیار، ارادے اور خواہشات سے دستبرداری

ہمارے اللہ رحمٰن الرحیم، اپنی رحمت و کرم سے اور احسان سے ہم سب کے وجود کے ایک ایک ذرے کو، روح کو، حواس کو، ارادے کو، خواہشات کو، ہمارا جینا، مرنا، سونا، جاگنا، سانس لینا، کھانا، پینا، غرض ہر ہر لمحہ کو اور ہر ہر چیز کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنی رضا کے لئے اور اپنی رضا کے تابع بنا لیجئے اور اپنی مرضی کے مطابق اور اپنی مرضی کے تابع بنا لیجئے اور عطا فرما دیجئے ہم کو اپنی ابدی، لازوال، غیر متزلزل، اطاعت گزاری کی، فرمانبرداری کی، شکر گزاری کی، امانت داری کی، احسان مندی کی اور اپنے ذکر اور فکر کی، حمد اور تسبیح کی، توبہ اور استغفار کی اور درود پڑھنے کی اور اپنی ذلت کی، اپنی محتاجی کی اور اپنی پناہ کی۔ ابدی نعمتیں اور ابدی دولتیں ہم کو عطا فرما دیجئے۔

رحمتوں کی طلب

اے ہمارے پروردگار اپنی رحمت سے ہمارے وجود کے ایک ایک ذرے کو، روح کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنی رحمتوں سے، رحمتوں کی ٹھنڈک سے، رحمتوں کی سرشاری سے، اپنی ابدی رحمتوں سے آباد فرما دیجئے اور ہم سب کے وجود کو اپنی رحمتوں کی امید سے، اپنے خوف سے بھر دیجئے اور دنیا سے ہر قسم کی امید اور دنیا کے ہر قسم کا خوف ہم سے لے لیجئے۔

اللہ کے ابدی سہارے کی طلب

ہمارے پاک، بے عیب، بے نیاز، وحدہ لاشریک، سب سخیوں سے بڑے سخی، سب مہربانوں سے بڑے مہربان، ہمارے مالک، ہمارے خالق، ہمارے پروردگار، ہمارے مولا، ہمارے وارث، ہمارے بادشاہ، ہمارے معبود، ہمارے اللہ رحمٰن الرحیم، اپنی رحمت سے، اپنے کرم سے، اپنے احسان سے ہر لمحہ، ہر گھڑی، ہر وقت، ہر جگہ، ہر مشکل میں، ہر امتحان میں، دنیا میں،

Marfat.com

مرتے وقت، قبر میں، حشر میں، ہم سب کا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے سہارا بن جایئے اور ہم سب کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنی مدد، اپنی پناہ، اپنا سہارا، اپنی توفیق، اپنی ہدایت، اپنی رہنمائی کی ابدی نعمتیں، ابدی دولتیں عطا فرما دیجئے اور دنیا کے ہر سہارے سے بے پروا فرما دیجئے اور ہر جگہ، ہر لمحہ، ہر گھڑی، ہر وقت کامران اور سرخرو رکھئے اور ہماری طاقت، ہماری قوت، ہماری زبان بن جایئے، ہماری سماعت، ہماری بصارت، ہمارا شعور بن جایئے، ہمارے دشمنوں، بدخواہوں اور حاسدوں کے مقابلے میں سپر بن جایئے۔

شفا کی تاثیر کی طلب

اے سب سخیوں سے بڑے سخی، اپنی رحمت سے، کرم سے، احسان سے، ہم سب کے وجود کے ایک ایک ذرے میں، روح میں، قوتوں میں، حواس میں، اختیار میں، ارادے میں، خواہشات میں، قول میں، فعل میں، فکر میں، سماعت میں، بصارت میں، شعور میں، ہماری سانسوں میں، غرض ہر ہر چیز میں دنیا کے تمام جسمانی اور روحانی امراض کے لئے ہر بدی اور ہر شر کے لئے، ہر تکلیف، ہر پریشانی کے لئے، کلی شفا کی تاثیر، کلی شفا کا اثر عطا فرما دیجئے اور اپنی رحمت سے ہمارے حافظے کو بے حساب قوی فرما دیجئے اور ہماری ظاہری اور باطنی بصارت کو بے حساب تیز فرما دیجئے۔

رحمٰن کی بندگی کی طلب

ہمارے اللہ رحمٰن الرحیم، آپ کے سوا جو شے بھی طلب کی جائے گی وہ ہوس ہے۔ اللہ بس اور باقی ہوس۔ ہمارے اللہ رحمٰن الرحیم آپ پاک ہیں، بے عیب ہیں، بے نیاز ہیں، وحدہ لاشریک ہیں، تمام پاک نام، تمام پاک صفات، تمام تعریفیں آپ ہی کے لئے ہیں، آپ اپنی رحمت سے کسی کو کبھی بھی محروم نہیں کرتے، کسی کو کبھی بھی اپنی رحمت سے مایوس نہیں کرتے، کبھی بھی کسی کی فریاد اور التجا کو ضائع نہیں کرتے، آپ اپنے مانگنے والوں کو، اپنے محتاجوں کو، اپنے در کے بھکاریوں کو، ان کی امیدوں سے بہت بڑھ کر، بہت عمدہ، بہت خوب عطا فرماتے ہیں۔ اپنی سلامتی کے ساتھ، فلاح کے ساتھ، خیر کے ساتھ، رحمتوں اور برکتوں کے ساتھ عطا فرماتے ہیں۔

آپ کے سوا ہر شے کی طلب ہوس ہے- اللہ بس باقی ہوس- ہم کو ہمارے اللہ کافی ہیں، وہی ہمارے اچھے کارساز ہیں- ہم کو ہمارے اللہ اور اللہ کے پیارے رسول حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کافی ہیں- ہمارے اللہ رحمٰن الرحیم ہم آپ کے عاجز اور ذلیل بندے، آپ کے محتاج بندے، سب سخیوں سے بڑے سخی کے حضور، سب مہربانوں سے بڑے مہربان کے حضور، اپنے بزرگی والے، بڑائی والے، پاک، بے عیب، وحدہ لاشریک، اللہ رحمٰن الرحیم کے حضور دامن پھیلائے، ہاتھ پھیلائے، اپنے اللہ رحمٰن الرحیم سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنے اللہ رحمٰن الرحیم کے طلب گار ہیں- سب سخیوں سے بڑے سخی کے حضور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے، سب سخیوں سے بڑے سخی کے طلب گار ہیں- سب مہربانوں سے بڑے مہربان کے طلب گار ہیں- ہم کو ہمارے ماں باپ کو، ہماری آل اولادوں کو، ہمارے بھائی بہنوں کو، ہمارے ماں باپ کے ماں باپ کو اور ان کی آل اولادوں کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رحمٰن کا سچا اطاعت گزار، فرمانبردار، شکر گزار، امانت دار، احسان مند، ذلیل اور محتاج بندہ بنا لیجئے اور ہم سب کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رحمٰن کی ابدی پناہ عطا فرما دیجئے- ہم سب پر رحم فرما دیجئے، ہم سب کے گناہوں کو معاف فرما دیجئے اور ہم سب کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے قبر کے، حشر کے، دوزخ کے عذاب سے اور اپنے غضب سے اور ہر ایسی چیز سے جس سے آپ ناراض ہوتے ہوں، ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بچائے رکھئے، اور ہم سب پر ہمیشہ ہمیشہ رؤف اور مہربان رہیئے- ہم سب پر ہمیشہ ہمیشہ اپنی رحمتیں قائم رکھئے- ہم سب کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنی رحمتوں کے سائے میں رکھئے اور ہم سب کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنی رحمتوں سے ڈھانپے رکھیے- اے بے پناہوں کے پناہ دینے والے، اے بے سہاروں کے سہارا، ہم سب کو ایک لمحے کے لئے بھی تنہا نہ چھوڑیئے کہ اس دنیا کے جنگل میں ہم تنہا ہیں، ہمارا آپ کے سوا کوئی سہارا نہیں ہے، آپ کے سوا کوئی مدد کرنے والا، کوئی ہماری پکار کو، ہماری فریاد کو اور التجا کو سننے والا نہیں ہے- آپ کے سوا کوئی ہمارے گناہوں کو معاف کرنے والا نہیں اور ہم کو قبر کے، حشر کے، دوزخ کے عذاب سے بچانے والا نہیں، آپ کے غضب سے کوئی راہ فرار نہیں- کوئی شے آپ کے قبضہ وقدرت سے باہر نہیں ہو سکتی- آپ کے سوا کوئی ہم کو گناہوں سے، گمراہیوں سے، ناپاکیوں سے بچانے والا

نہیں، آپ ہی ہمارے سب کچھ ہیں، ہم نادان ہیں، جاہل ہیں، ناسمجھ ہیں، کمزور ہیں، ناتواں ہیں، بھلے اور برے کا شعور نہیں رکھتے، نفع اور نقصان کو نہیں سمجھتے، اگر آپ کا کرم، آپ کا فضل، آپ کا احسان اور آپ کا سہارا نہ ہو تو بس ایک لمحے میں گمراہ ہو جائیں گے، کہیں کے نہ رہیں گے، خسارہ پانے والوں میں سے ہو جائیں گے، ہم سب پر رحم فرما دیجئے اور اپنی رحمت سے ہم سب کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے امن اور بے خوفی عطا فرما دیجئے۔ ہم سب کے تمام دینی اور دنیاوی معاملات کی اصلاح فرما دیجئے، ہم سب کے تمام دینی اور دنیاوی معاملات کو سنوار دیجئے اور ہم سب کے تمام دینی اور دنیاوی معاملات میں آسانیاں ہی آسانیاں پیدا فرما دیجئے اور ہم سب کے ایمان میں، عمروں میں، آل اولادوں میں، قول میں، فعل میں، فکر میں، سماعت میں، بصارت میں، شعور میں اور دنیا اور آخرت کے تمام معاملات میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنی سلامتی، اپنی فلاح، اپنی خیر، اپنی رحمتیں، اپنی برکتیں عطا فرما دیجئے اور ہم سب کا انجام دنیا اور آخرت دونوں جگہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنے نیک، برگزیدہ، انعام یافتہ، ہدایت یافتہ بندوں کے ساتھ فرما دیجئے۔

والدین کے لئے دعا

ہمارے اللہ رحمٰن ورحیم، کوئی آپ کے حضور، آپ کی مرضی کے بغیر کسی کی سفارش نہیں کر سکتا، ہم تو آپ کے عاجز اور ذلیل بندے ہیں، گناہگار بندے، دامن پھیلائے، ہاتھ پھیلائے سب سخیوں سے بڑے سخی کے حضور فریاد کرتے ہیں، التجا کرتے ہیں کہ آپ اپنی رحمت سے کسی کو کبھی بھی مایوس نہیں کرتے، کبھی بھی کسی کو اپنے در سے خالی نہیں لوٹاتے، ہم عاجز اور ذلیل بندوں کے، گناہگار بندوں کے ماں باپ پر رحم فرما دیجئے، ہم آپ سے اپنے ماں باپ کے لئے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دنیا اور آخرت دونوں جگہ آپ کے کرم کے طلب گار ہیں، رحم کے طلب گار ہیں، عفو اور درگزر کے طلب گار ہیں، بخشش وعطا کے طلب گار ہیں، آپ کے فضل کے طلب گار ہیں، آپ کے احسان کے طلب گار ہیں، آپ کی مدد کے، پناہ کے، سہارے کے طلب گار ہیں، آپ کی توفیق کے، ہدایت، رہنمائی کے طلب گار ہیں، اپنی رحمت سے، کرم سے، احسان سے،

Marfat.com

اے سب سے بڑھ کر کرم کرنے والے، رحم کرنے والے، احسان کرنے والے، ہمارے ماں باپ کے سب گناہوں کو معاف فرما دیجئے اور ہمارے ماں باپ کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے قبر کے، حشر کے، دوزخ کے عذاب سے اور اپنے غضب سے اور ہر ایسی چیز سے جس سے آپ ناراض ہوتے ہوں، ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنی پناہ میں رکھئے، بچائے رکھئے اور ہمارے ماں باپ کا انجام دنیا اور آخرت دونوں جگہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنے نیک، برگزیدہ، مقرب، انعام یافتہ، ہدایت یافتہ بندوں کے ساتھ فرما لیجئے۔ ہمارے پروردگار آپ روحوں اور ملائک کے پالنے والے ہیں، ہمارے ماں باپ کو دنیا میں بھی اور مرنے کے بعد بھی بے حساب پاکیزہ رزق عطا فرما دیجئے اور اپنی رحمت سے ہمارے ماں باپ پر موت کی تکلیف کو آسان فرما دیجئے اور ہمارے ماں باپ کا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دنیا میں بھی ایمان کو قائم رکھئے اور مرتے وقت بھی ہمارے ماں باپ کو ایمان کی سلامتی کے ساتھ اٹھائیے اور قبر میں بھی ہمارے ماں باپ کے ایمان کو قائم رکھئے۔

اور ہمارے ماں باپ کی قبروں کو اپنی رحمت سے روشن فرما دیجئے اور روز قیامت بھی ہمارے ماں باپ کو ایمان کی سلامتی کے ساتھ اٹھائیے اور پل صراط پر بھی ہمارے ماں باپ کو سہارا دیجئے، ان کو اپنی رحمتوں کی روشنی عطا فرما دیجئے، ہمارے پروردگار ہمارے ماں باپ نے ہم کو بڑی محبت سے پالا ہے، ہمارے ماں باپ پر رحم فرما دیجئے اور ان کے وجود کے ایک ایک ذرے میں، ان کی روح میں، ان کے اطراف میں ہر طرف نور ہی نور عطا فرما دیجئے اور ہمارے ماں باپ کو دنیا اور آخرت دونوں جگہ ایسی عزت عطا فرما دیجئے جس کے بعد کوئی ذلت نہ ہو اور ہمارے ماں باپ کو ایسا ایمان عطا فرما دیجئے جس کے بعد کوئی کفر، کوئی شرک، کوئی بدعت اور کوئی گمراہی نہ ہو اور ہمارے ماں باپ کو ایسی روشنی عطا فرما دیجئے جس کے بعد کوئی تاریکی نہ ہو اور ہمارے ماں باپ کو اور ان کے وجود کے ایک ایک ذرے کو ان کی روح کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنی رحمتیں، اپنی رحمتوں کی ٹھنڈک، اپنی رحمتوں کی سرشاری اور اپنی ابدی رحمتیں عطا فرما دیجئے اور امن اور بے خوفی کی، راحت واطمینان کی، بے فکری کی، روزی کی فراخی اور عمر کی درازی کی، صحت اور تندرستی کی، دنیا اور آخرت کی سلامتی کی، اپنے تحفظ کی ابدی نعمتیں، ابدی دولتیں عطا فرما دیجئے اور روز قیامت

Marfat.com

ہمارے ماں باپ کو اپنے پیارے حبیب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قربت نصیب فرما دیجئے اور اپنی رحمت سے، کرم سے، احسان سے اپنا بنا لیجئے، ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہمارے ماں باپ کی آل اولادوں کو اپنا ہدایت یافتہ، ہدایت کرنے والا، نہ گمراہ ہونے والا، نہ گمراہ کرنے والا، اپنا انعام یافتہ، صاحب ایمان، برگزیدہ، منتخب، نیک اور صالح متقی، باسعادت، بلند نصیبہ، پرہیز گار، پرہیز گاروں کا پیشوا، وارث، اپنا ذلیل، اپنا محتاج، اطاعت گزار، فرمانبردار، شکر گزار اور امانت دار اور احسان مند بندہ بنا لیجئے اور اپنے پیارے حبیب کا فرمانبردار اور قابل فخر امتی بنا لیجئے۔ آپ سے ڈرنے والا، آپ کے حکم پر چلنے والا اور آپ کے پیارے حبیبؐ کے نقش قدم پر چلنے والا اور آپ سے اور آپ کے پیارے حبیبؐ سے سب سے بڑھ کر محبت کرنے والا بنا لیجئے۔

دعا کا اختتام

اے اللہ، اے ہمارے پروردگار، اے سب سے بڑھ کر کرم کرنے والے، رحم کرنے والے، عفو اور درگزر کرنے والے، عطا کرنے والے، بخشنے والے، اے بے پناہوں کو پناہ دینے والے، بے سہاروں کو سہارا دینے والے، اپنے بندوں کی فریادوں اور التجاؤں کو، ان کی پکار کو سننے والے، اپنی رحمت سے کبھی بھی کسی کو محروم نہ کرنے والے، اپنی رحمت سے کبھی بھی کسی کو مایوس نہ کرنے والے، اپنے در سے کبھی بھی کسی کو خالی نہ لوٹانے والے، کسی کی فریاد اور التجا کو کبھی بھی ضائع نہ کرنے والے، اے بلند کرنے والے، درجوں کے اتارنے والے برکتوں کے بنانے والے، زمینوں اور آسمانوں کے بنانے والے، سب سخیوں سے بڑے سخی، سب مہربانوں سے بڑے مہربان، فریاد کرتے ہیں آپ کے عاجز اور ذلیل بندے، آپ کے محتاج بندے، خطا کار زبانوں سے، ہم آپ سے حاجتیں مانگتے ہیں، میری حاجت یہ ہے کہ آپ مجھے اس امتحان گھر میں نہ بھولئے جبکہ دنیا والے مجھے بھول جائیں، آپ میرا کلام سنتے ہیں، میری جگہ دیکھتے ہیں، میرے ظاہر اور باطن کو دیکھتے ہیں، میرا حال آپ پر ظاہر ہے، میں سختی زدہ مفلس، پناہ چاہنے والا، خائف ترساں، آپ کے سامنے اپنے گناہوں کا اقرار کرنے والا ہوں، آپ سے مسکین کی طرح سوال کرتا ہوں، گناہگار ذلیل کی سی آہ وزاری کرتا ہوں، آپ کو خوفزدہ قصوروار کی طرح پکارتا ہوں،

اس شخص کی طرح جس کی گردن آپ کے لئے جھکی ہو، جس کے آنسو آپ کے لئے جاری ہوئے ہوں، جس کا جسم آپ کے واسطے ذلیل ہوا ہو، جس کی ناک آپ کے سامنے خاک میں بھری ہو، مجھ کو اپنے پکارنے اور دعا میں محروم مت کیجئے، مجھ پر رؤف اور مہربان ہو جائیے، میں آپ کا ذلیل اور حقیر بندہ ہوں، آپ کے در کا بھکاری ہوں، میں تو اپنے نفس کو ملامت کرتا ہوں، گناہوں نے میری زبان بند کردی ہے، مجھ کو میرے عمل کا کوئی وسیلہ نہیں، میرا ایک لمحہ بھی ایسا نہیں ہے جسے آپ کے حضور پیش کر سکوں، اے اللہ مجھے معلوم ہے، میرے گناہوں نے آپ کے نزدیک میری کچھ قدر باقی نہیں رکھی، نہ عذر کرنے کی کوئی صورت لیکن آپ سب سے بڑھ کر رحم کرنے والے ہیں، میں اس قابل نہیں کہ آپ کی رحمت تک پہنچوں، اے اللہ آپ کی رحمت ہر چیز میں شامل ہے، میں بھی چیز ہوں اگر چہ میرے گناہ بہت بڑے ہیں مگر آپ کے عفو کے مقابلے میں چھوٹے ہیں، اے اللہ آپ کریم ہیں، ایک میں ہی ہوں کہ گناہوں کی طرف بار بار رجوع کرتا ہوں اور آپ بار بار مغفرت فرماتے ہیں- الٰہی میں آپ کی اطاعت سے جان بوجھ کر علیحدہ رہا، آپ کی نافرمانی پر دانستہ متوجہ رہا، آپ کی حجت مجھ پر بہت بڑی ہے، آپ کا عفو کرنا مجھ پر آپ کا بہت بڑا کرم ہے، جس صورت میں کہ آپ کی حجت مجھ پر پوری ہوئی میری حجت جاتی رہی- میں آپ کا محتاج ہوں، آپ بے نیاز ہیں، میری مغفرت فرما دیجئے- میرے سب گناہوں کو بخش دیجئے- میری حاجتیں پوری فرما دیجئے، جو مانگا ہے، وہ مجھ کو عطا فرما دیجئے اور جس چیز کی تمنا کی ہے اس میں میری توقع کو جما دیجئے- میں اسلام کی حرمت اور آپ کے پیارے حبیب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمے سے آپ کے سامنے وسیلہ پکڑتا ہوں، اپنی رحمت سے میری دعاؤں کو اپنی بارگاہ میں قبول فرما لیجئے-

آخر میں میں صرف یہ کہنا چاہوں کہ اگر اللہ پر یقین کو غلبہ حاصل ہے تو واقعی اللہ پر یقین ہے، ورنہ پھر بے یقینی ہے اور اللہ پر یقین کو جس قدر غلبہ حاصل ہے، اس کے بقدر انسان کا اللہ پر ایمان ہے اور ایمان کے لئے عمل ہے اور بندگی ہے اور عبدیت ہے- یہ قدرت کی کھلی نشانیاں ہیں کہ کوئی شخص بغیر کوشش کے کچھ نہیں حاصل کر سکتا، بغیر لقمہ منہ میں ڈالے اور بغیر کھانا کھائے پیٹ

Marfat.com

نہیں بھر سکتا اور بغیر علم حاصل کئے پڑھا لکھا انسان نہیں بن سکتا اور بغیر مکان بنائے یا بغیر مکان حاصل کئے نہ تو بارش سے بچ سکتا ہے اور نہ دھوپ سے بچ سکتا ہے اور نہ مکان دار کہلا سکتا ہے اور بغیر محنت کے اپنے لئے روزی نہیں کما سکتا۔ بغیر دولت کی حفاظت کئے اور بغیر دولت کو بڑھائے دولت مند نہیں رہ سکتا، بغیر فرمانبرداری کئے فرمانبردار نہیں کہلا سکتا، بغیر جدوجہد کے دولت اور آرام نہیں حاصل کر سکتا اور بغیر اللہ پر یقین حاصل کئے، ایمان کی دولت نہیں حاصل کر سکتا، بغیر فائدے کا کام کئے ہوئے کوئی فائدہ نہیں حاصل کر سکتا اور بغیر خود کو نقصان دہ چیزوں سے بچائے ہوئے نقصان سے نہیں بچ سکتا۔ انسان کی جدوجہد ہمیشہ اسی چیز کے لئے ہوتی ہے جس میں اس کو اپنے لئے فائدے یا نفع کا یقین ہوتا ہے اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہے جس سے نفع کی امید ہوتی ہے، تو جس کو اللہ پر یقین ہوتا ہے وہ اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے اور اللہ ہی کو اپنا سب کچھ سمجھتا ہے اور آخرت کے نفع کے لئے جدوجہد کرتا ہے اور اللہ پر یقین اللہ پر ایمان ہے اور دنیا پر یقین دنیا پر ایمان ہے۔

Marfat.com

اہل اللہ (ایمان والوں) کے بارے میں کچھ خاص باتیں

اہل اللہ کے نزدیک انسانی اعضاء کی ترتیب میں بھی اللہ کی حکمتیں، مصلحتیں اور قانون فطرت پوشیدہ ہے۔ انسان میں سب سے پہلے دماغ ہے جو حاکم ہے۔ دماغ کے ساتھ سماعت اور بصارت کی قوتیں ہیں جو دماغ کو حالات سے واقف رکھتی ہیں۔ پھر زبان ہے اور ہاتھ ہیں جو دماغ اور قلب کے درمیان میں ہیں۔ پھر قلب ہے جو حیوانی نفسانی خواہشات اور جبلتوں کا مرکز ہے۔ جب قلب پر یا نفسانی خواہشات پر عقل کا غلبہ ہوتا ہے تو زبان اور ہاتھ عقل کا ساتھ دیتے ہیں۔ جب عقل پر نفسانی خواہشات کا غلبہ ہوتا ہے تو انسان کا قول وعمل اس کی حیوانی نفسانی فطرت اور خواہشات کا ترجمان ہوتا ہے۔ پھر معدہ ہے، جو بھرتا ہے اور پھر خالی ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد جنسی اعضاء ہیں۔ اہل اللہ سب سے پہلے دماغ کی تربیت کرتے ہیں، اسے علم وحکمت سے آراستہ کرتے ہیں، اسے اللہ اور اللہ کے رسولؐ کی پسند اور ناپسند سے واقف کراتے ہیں۔ دنیا اور آخرت کے نفع اور نقصان سے واقف کراتے ہیں۔ اہم اور غیر اہم سے واقف کراتے ہیں۔ پھر اپنے قلب پر عظمت الٰہی کے غلبے کو قائم کر کے اور اسے بڑھا کر حیوانی نفسانی خواہشات پر گرفت کرتے ہیں اور اسے اللہ کا مطیع، فرمانبردار اور محکوم بناتے ہیں۔ سرکش حیوانی نفسانی خواہشات کو اللہ کا مطیع رکھنے کے لئے اسے ڈراتے بھی ہیں، سمجھاتے بھی ہیں، اسے عبرت بھی دلاتے ہیں، لالچ بھی دیتے ہیں، اسے زندگی کی اصل حقیقتوں سے واقف بھی کراتے ہیں، اسے سزا بھی دیتے ہیں، اسے چمکارتے بھی ہیں، کبھی نرمی بھی برتتے ہیں اور کبھی سختی بھی کرتے ہیں اور ہر وقت اپنے قلب پر گہری نظر رکھتے ہیں۔ یہ قانون فطرت ہے کہ کوئی شے جب تک نظروں کے سامنے ہوتی ہے یاد بھی رہتی ہے اور استعمال بھی ہوتی ہے اور جس شے کی اصلاح ہوتی رہے وہ خراب نہیں ہوتی اور جب تک رشتہ اور تعلق باقی رہتا ہے اس تعلق اور رشتہ کی پاسداری میں انسان کا قول وعمل بھی باقی رہتا ہے، تعلق ختم تو خیال ختم اور قول وعمل ختم۔ اس لئے اہل اللہ، اللہ سے اپنے

Marfat.com

تعلق کو سب سے زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔

اہل اللہ وہ لوگ ہیں جو دل کی سچائی کے ساتھ اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور ہر وقت اللہ سے راہ ہدایت کو طلب کرتے رہتے ہیں اور اللہ، جو سب سخیوں سے بڑے سخی ہیں، اپنی رحمت سے ان لوگوں کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنا ہدایت یافتہ، ہدایت کرنے والا، نہ گمراہ ہونے والا، نیک وصالح، متقی، باسعادت، بلند نصیبہ، پرہیزگاروں کا پیشوا اور وارث انبیاء بنا لیتے ہیں اور اپنے پاس لوح محفوظ میں باسعادت لکھ دیتے ہیں۔ اہل اللہ اپنی ہر سانس کو اللہ کے ذکر سے آباد کرتے ہیں اور اپنے ہر قول وعمل میں اللہ کی رضا کو تلاش کرتے ہیں اور اسے اللہ کی رضا کے مطابق بناتے ہیں۔ ہر سفر کی ایک منزل ہے اور ہر منزل کی ایک راہ ہے اور ہر منزل کی ایک سمت ہے اور چہرے کا رخ اور سفر دونوں ہمیشہ منزل کی طرف ہوتے ہیں۔ منزل اس کے لئے جو حالت سفر میں منزل کی طرف بڑھ رہا ہے اور جس کا سفر درست سمت میں جاری ہے۔ اہل اللہ کا ظاہری قبلہ خانہ کعبہ ہے۔ لیکن ان کا باطنی قبلہ خانہ کعبہ کا مالک اللہ ہے اور ان کی منزل اللہ ہے۔ اہل اللہ اللہ کے ہو جاتے ہیں اور اللہ کی ہر چیز ان کی ہو جاتی ہے۔

اہل اللہ سچے عاشق رسولؐ ہوتے ہیں۔ پیارے نبیؐ کے نقش قدم کو تلاش کرتے رہتے ہیں اور پیارے نبیؐ کے نقش قدم سے چمٹے رہتے ہیں۔ اہل اللہ کے نزدیک ہر وہ عمل اور قول جسے پیارے نبیؐ نے پسند فرمایا دوستی کا عمل ہے اور ہر وہ قول وعمل جو پیارے نبیؐ کے نزدیک ناپسندیدہ ہے یا ناپسندیدگی کا عمل ہے یا پیارے نبیؐ کی مرضی کے خلاف ہے یا پیارے نبیؐ کے لئے قابل نفرت ہے، دراصل پیارے نبیؐ سے دشمنی کا عمل ہے۔ پیارے نبیؐ نے جس چیز سے سب زیادہ نفرت فرمائی اور جس کے خلاف جہاد فرمایا، وہ شرک، کفر اور بدعتیں ہیں۔ اہل اللہ کے نزدیک شرک، کفر اور بدعتیں کرنے والا پیارے نبیؐ کا کھلا دشمن ہے، پیارے نبیؐ کے خلاف لڑائی میں مشغول ہے۔ ہر مسلمان مومن ہے اور ہر مومن اہل اللہ ہے کیونکہ جس کے پاس ایمان ہے، وہ مسلمان ہے اور ایمان عظمت الٰہی کے غلبے کا نام ہے۔

اہل اللہ جس چیز سے سب سے زیادہ ڈرتے ہیں وہ تکبر ہے۔ انسانی شعور اور فطرت جس

Marfat.com

احساس سے مغلوب ہے یا جس احساس کی گرفت میں ہے، یا اسیر ہے، انسان کا عمل اور نیت دونوں ہمیشہ اسی احساس کے تحت اور اسی احساس کے لئے اور ہمیشہ اسی احساس کی گرفت میں ہوں گی، جس شخص کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی تکبر ہے یا بڑائی، برتری اور خود پسندی کا احساس موجود ہے، ایسا شخص اپنی ذاتی برتری، بڑائی یا خود پسندی کا اسیر ہے اور اس کی گرفت میں ہے۔ اس لئے ایسے شخص کا عمل اور نیت دونوں ہمیشہ اس کی ذاتی بڑائی کے احساس کی گرفت میں رہیں گی اور ہمیشہ اس کی اپنی ذات کے لئے ہوں گی، نہ کہ اللہ کے لئے۔ اسی لئے یہ کہا گیا کہ ایمان اور تکبر کبھی بھی ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے اور جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی تکبر ہے، اس دل میں اللہ کی بڑائی کا احساس کبھی بھی گھر نہیں کر سکتا کیونکہ جو جس احساس کی گرفت میں ہے، اس کی ہر چیز اسی احساس کی گرفت میں ہوگی۔ جو خواہشات نفسانی کا اسیر ہے اس کا قول و عمل اور نیت بھی انہیں خواہشات کی اسیر ہیں۔

اہل اللہ کا عمل ہمیشہ اللہ کی رضا کے لئے ہوتا ہے اور احساس فرض اور امانتداری کے تحت ہوتا ہے۔ چونکہ عمل ان کی اپنی ذات کے لئے نہیں ہے، اس لئے وہ اپنی ذات کے لئے یا اپنی ذات کے حوالے سے کبھی بھی اس عمل کا ذکر نہیں کرتے۔ مثال کے طور پر وہ اللہ کے لئے کسی غریب کی مدد کرتے رہتے ہیں، وہ اپنے اس عمل کا کبھی ذکر نہیں کرتے، اب وہ غریب شخص کسی بھی وجہ سے اس اہل اللہ کا دشمن بن جاتا ہے، اہل اللہ اس وقت بھی اس کی مدد کے عمل کو جاری رکھیں گے، اس کی وجہ یہ ہے کہ دشمنی کرنے والا اہل اللہ کی ذات کا دشمن ہے، اور اہل اللہ کا عمل اپنی ذات اور اپنی ذاتی پسند کے لئے نہیں بلکہ اللہ کے لئے ہے اور اللہ تو اپنے بندوں کی نافرمانیوں کے باوجود انہیں رزق دیتے ہیں اور ان کی ناپاکیوں کے باوجود ان کے ناپاک وجود کو اپنی زمین پر برداشت کرتے ہیں اور اہل اللہ کا عمل تو اللہ کے نائب کا عمل ہے اور ان کا ہر عمل اللہ کی رحمت کو تلاش کرتا ہے، وہ جب حمد اور تسبیح کرتے ہیں تو یہ احساس حاصل کرتے ہیں جیسے ان کے وجود کا ایک ایک ذرہ حمد اور تسبیح میں مشغول ہے، وہ کبھی بھی یہ نہیں کہتے کہ اے اللہ ظالم کو تباہ کر دے کہ ایسا نہ ہو کہ اس بددعا کا پہلا شکار ہم خود ہو جائیں اور انسان تو اپنے نفس پر ظلم کرنے والا ظالم ہے، دوسرا چاہے

اپنے مقام سے نیچے گر جائے، اہل اللہ کبھی اپنے مقام سے نہیں گرتے۔

اہل اللہ خود کو لہو لعب سے اور کھیل تماشوں سے، طنز و مزاح سے اور ہر ایسی مصروفیت سے بچاتے ہیں جو حیوانی روح کو، اس کی جبلتوں کو یا اس کی نفسانی خواہشات کو یا حیوانی روح کی فطری ناپاکیوں کو قوت دے کر حیوانی روح پر سے اصل روح کے یا حاکم روح کے یا اس روح کے جو امر ربی ہے، غلبے اور گرفت کو کمزور کر دے یا ختم کر دے، بجائے اس کے کہ اصل روح (جو پاک ہے) حیوانی روح کو اپنے رنگ میں رنگ لے۔ خود حیوانی روح کی بے لگام خواہشات اور ناپاک فطرت کے رنگ میں رنگ کر حیوانی روح کی ناپاک فطرت کو اپنا لے۔ جب تک اصل روح حیوانی روح کی اسیر ہے اور اس کی گرفت میں ہے وہ ہر شے کو صرف انسان کی حیوانی آنکھ سے دیکھتی ہے اور جب اصل روح حیوانی روح پر غالب آ جاتی ہے تو انسان کی حیوانی بصیرت پر اصل روح کی بصیرت بھی غالب آ جاتی ہے۔ اہل اللہ کا اپنے نفس کے خلاف مجاہدہ دراصل اصل روح کو حیوانی روح پر غلبہ دینا اور اسے اللہ کی فرمانبرداری پر مجبور کرنے کا نام ہے۔ رقت قلب کے ساتھ توبہ و استغفار سے مجاہدے کی منازل بڑی آسانی سے طے ہوتی ہیں کیونکہ آگ میں تپے ہوئے گرم لوہے کو موڑنا آسان ہے، بہ نسبت ٹھنڈے اور سخت لوہے کے اور کھیل تماشے تو مقصد حیات سے ناواقف، چین کے لئے بے چین اور اپنی ناپاک فطرت کی آگ میں جلتے ہوئے، باطنی کرب اور تکلیف میں مبتلا، بلبلاتی اور تڑپتی ہوئی روحوں کے لئے بہلاوا ہیں اور مسکن اور اعصاب کو سلانے والی دواؤں کے مانند ہیں۔ لوگ یہ بھی نہیں سمجھتے کہ جو وقت گزر چکا وہ ایک خواب ہے اور جو نامعلوم وقت باقی رہ گیا ہے وہ بھی کبھی نہ ختم ہونے والی آرزوؤں کے دھوکے میں گزر جائے گا۔ عقلمند وہ ہے جو غفلت سے بیدار ہو جائے۔ بھائی بے چینی اور کرب ہے، تبھی تو اظہار کرب ہے اور بہلاوا ہے۔

اہل اللہ کے نزدیک انسان اپنی روح کو، اس کی فطرت اور شعور کو صرف اور صرف اچھا یا برا احساس دیتا ہے، یہی احساس روح کی غذا ہے، توانائی ہے، قوت ہے، یہی احساس روح کی تربیت ہے۔ روح کے تمام محسوسات انہیں احساسات کے تحت ہوتے ہیں اور زیر اثر ہوتے ہیں۔

برے احساس کے زیر اثر روح کسی بھی شے کے برے پہلوؤں کو دیکھے گی اور محسوس کرے گی۔ جیسے احساسات ہوتے ہیں ویسے ہی نتائج حاصل ہوتے ہیں۔ یہی نتائج دنیا میں اور موت کے بعد کی زندگی میں روح کو بھگتنے پڑتے ہیں۔ خوشگوار احساسات کے نتائج خوشگوار ہوتے ہیں اور ناخوشگوار احساسات کے نتائج بھی ناخوشگوار ہوتے ہیں۔ ناپاکیوں سے ناپاکیوں میں پیدا ہونے والے محتاج انسان کے لئے پاک بے عیب، تمام تعریفوں والے، خیر اور فلاح والے خوشگوار احساس کا حصول اس وقت تک ممکن نہیں جب تک وہ پاک و بے عیب تمام تعریفوں والے سب سے بڑے وحدہ لاشریک اللہ کی ذات اور صفات سے مکمل وابستگی کا احساس نہ حاصل کر لے۔ مضبوط سہارے سے مضبوطی سے چمٹ جانے والا یا اسے مضبوطی سے تھامے رہنے والا ہی دنیا کے طوفانوں میں محفوظ اور ثابت قدم رہتا ہے اور جس نے سہارے کو چھوڑ دیا یا اس پر سے اس کی گرفت چھوٹ گئی یا چھوڑ دی گئی اس کے لئے کوئی جائے پناہ نہیں ہے۔

اہل اللہ کے نزدیک مال دنیا ہے اور مال کی محبت دنیا کی محبت ہے۔ ذخیرہ اندوزی، ہوس، لالچ، تکبر، خود پسندی، خواہش، ڈر یہ سب حیوانی روح کی فطری جبلتیں ہیں، انسان اور اللہ کے درمیان سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ کسی کا مال دار ہونا الگ چیز ہے اور کسی کا مال سے محبت کرنا الگ چیز ہے۔ عظمت الٰہی کا غلبہ مومن کی نگاہوں میں دنیا کو حقیر بنا دیتا ہے اور انسان نہ تو حقیر چیز کو طلب کرتا ہے، نہ حقیر چیز سے خوف کھاتا ہے اور نہ حقیر چیز کے لئے جھوٹ بولتا ہے اور نہ حقیر چیز کی لالچ کرتا ہے۔

اہل اللہ اپنے ایک لمحے پر بھی بھروسہ نہ کرتے ہوئے اور صرف اور صرف اللہ کی رحمت پر نظر رکھتے ہوئے اخلاص عمل کے ساتھ عظمت الٰہی کے احساس کو بڑھانے کے لئے اور اس کے غلبے اور گرفت کو مضبوطی سے قائم رکھنے کے لئے آداب بندگی کے ساتھ نماز میں، حمد اور تسبیح میں ذکر اور فکر میں اور توبہ واستغفار میں مشغول رہتے ہیں۔

ایک عام انسان تھوڑے سے فائدے کے لئے یوٹیلٹی اسٹور کے باہر گھنٹوں دھوپ میں قطار لگائے کھڑا رہتا ہے اور کھڑے ہونے کی اور انتظار کی تکلیف کو برداشت کرتا ہے کیونکہ اسے

Marfat.com

فائدے کا یقین ہے اور جس انسان کو اللہ پر اور اللہ کی بخشش پر یقین ہوتا ہے تو وہ اللہ کے در پر کھڑا ہوتا ہے کیونکہ جس کو اللہ پر یقین ہوگا اور جتنا زیادہ یقین ہوگا اتنا ہی اس کو اللہ کی سخاوت پر، عطاو بخشش پر اور قبضہ وقدرت پر ضرور یقین ہوگا - اہل اللہ صورت سوال بن کر ہر وقت اللہ کے در پر کھڑے رہتے ہیں- جب اہل اللہ کا ذاتی اختیار، ارادہ اور خواہشات مکمل طور پر فنا ہو جاتے ہیں تو وہ اللہ کے بے اختیار محتاج اور بے بس بندے بن جاتے ہیں- اس وقت اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے قیامت تک کے لئے ان پر قضاوقدر کے فرشتوں کو مقرر فرما دیتے ہیں- یہ قضا اور قدر کیا ہے؟ قضاو قدر کے احکامات کیا ہوتے ہیں اور قضاوقدر کے فرشتوں کا کیا کام ہوتا ہے؟ یہ سب اللہ کے اسرار ہیں- ہم ایک دنیاوی مثال سے اسے اس طرح سمجھاتے ہیں کہ ایک بہت ہی مالدار، طاقتور اور با اختیار انسان ہے، اس کی ایک اولاد ہے، جو بے اختیار، معذور اور مفلوج ہے، وہ اپنی اس اولاد سے بہت محبت کرتا ہے، وہ اپنی اس اولاد کی خدمت کے لئے ،نگرانی کے لئے ،اصلاح کے لئے ، اس کی خواہشات کو پورا کرنے کے لئے ،اپنے کچھ وفادار ملازموں کو مقرر کر دیتا ہے اور ان کو اپنے اختیار سے اختیار دیتا ہے اور وسائل بھی مہیا کرتا ہے اور خود بھی اپنی اس معذور اولاد کو نظر میں رکھتا ہے- اہل اللہ بعض اوقات اپنے پالنے والے اللہ سے مانگتے ہوئے بچوں کی طرح ضد بھی کرتے ہیں مگر آداب بندگی کے دائرے میں رہ کر-

اہل اللہ ہر وقت حالت جہاد میں ہوتے ہیں- جہاد علم سے بھی ہوتا ہے، تلوار سے بھی ہوتا ہے، قلم سے بھی ہوتا ہے، زبان سے بھی ہوتا ہے اور انسان کا اللہ کے لئے اپنے نفس سے جنگ کرنا بھی جہاد ہے اور اہل اللہ اسی حالت جہاد میں شہید ہوتے ہیں اور شہید کبھی نہیں مرتے-

اہل اللہ جو دیتے ہیں وہ اللہ کی راہ میں دیتے ہیں اور اسے بھول جاتے ہیں اور جو لیتے ہیں اسے یاد رکھتے ہیں اور جہاں تک ممکن ہو دنیاوی معاملات میں اپنے اور اللہ کے درمیان کسی غیر اللہ کے احسان کے آنے سے خود کو بچاتے ہیں- اگر کوئی ان سے بھلائی کرے تو اس سے بہتر اور بھلائی کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو اس کے لئے اللہ سے دعا کرتے ہیں-

اہل اللہ سب جہانوں کے پالنے والے اللہ رب العالمین کے نائب ہوتے ہیں- وہ تمام

Marfat.com

مخلوقات سے محبت کرتے ہیں کیونکہ مخلوق سے محبت خالق سے محبت ہے اور مخلوق کے ساتھ کیا جانے والا ہر سلوک خالق کائنات کے ساتھ کیا جانے والا سلوک ہے، وہ کسی مخلوق سے نفرت نہیں کرتے بلکہ صرف مخلوق میں پائی جانے والی برائی سے نفرت کرتے ہیں، وہ ذات پات کی تفریق سے آزاد ہوتے ہیں۔

اہل اللہ ہمیشہ اللہ سے رحم طلب کرتے ہیں اور کبھی بھی انصاف طلب نہیں کرتے اور ہمیشہ فتنوں کے شر سے پناہ مانگتے ہیں اور کبھی بھی فتنوں سے پناہ نہیں مانگتے کیونکہ اہل وعیال، اہل قرابت، مال ودولت، دوست احباب یہ سب فتنہ ہیں۔ مغلوب اپنے ہر معاملے میں غالب قوت کی طرف دیکھتا ہے اور اہل اللہ اپنے معاملے میں اللہ کی طرف دیکھتے ہیں اور اللہ کے پیچھے پناہ لئے رہتے ہیں اور اللہ کو اپنے دشمنوں کے مقابل کر دیتے ہیں۔ اپنی باطنی بصیرت سے کام لے کر کبھی بھی کسی کے حال، ماضی یا مستقبل میں نہیں جھانکتے اور اسے ویسا ہی گناہ سمجھتے ہیں جیسے بغیر اجازت کسی کے گھر میں جھانکنا یا داخل ہونا یا کسی کی ٹوہ میں رہنا ہوتا ہے اور کبھی بھی اور کسی وقت بھی اور کسی کے لئے بھی برے الفاظ نہیں کہتے۔ کیا معلوم قبولیت دعا کا وقت ہو اور وہ برے الفاظ قبول ہو جائیں اور برے الفاظ میں تو نفرت پوشیدہ ہے اور برے الفاظ تو خود انسان میں موجود برائی کا پتہ دیتے ہیں۔

اہل اللہ دوسرے کے عیبوں پر نظر نہیں رکھتے اور سچ تو یہ ہے کہ انہیں اپنے باطن پر نظر رکھنے ہی سے فرصت نہیں ملتی۔ اہل اللہ کسی کو دوزخی کہنے سے ڈرتے ہیں کیونکہ معلوم نہیں اللہ تعالیٰ کب اور کسے توفیق عطا فرما دیں، اس پر رحم فرما دیں اور اس کے گناہوں کو معاف فرما دیں۔ اہل اللہ کا بڑا غم غم آخرت ہوتا ہے جو تمام چھوٹے غموں اور فکروں کو اپنے اندر سمیٹ لیتا ہے۔ اہل اللہ کی بزرگی اور بڑائی کے خوف سے کبھی بھی اللہ کی، قرآن کی اور پیارے نبیؐ کی قسم نہیں کھاتے۔

اہل اللہ کے پاس دعا کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ وہ اللہ سے خوب خوب طلب کرتے ہیں اور جو چیز انسان کو اللہ سے طلب کرنے سے روکتی ہے وہ ہے اللہ پر اور اللہ کی صفات پر اور اللہ کی عطا و بخشش پر یقین کا نہ ہونا، اور اسی وجہ سے انسان دعا میں بے زاری، جلدی، بے یقینی، بے امیدی کا

Marfat.com

مظاہرہ کرتا ہے اور طلب تو محتاج کرتا ہے اور جتنا زیادہ محتاج ہوتا ہے اتنا ہی زیادہ طلب کرتا ہے اور بے چینی اور خود غرضی کے ساتھ طلب کرتا ہے۔ متکبر اور بے یقین طلب نہیں کرتے اور نہ مانگنے کی تکلیف کو برداشت کرتے ہیں اور نہ انتظار کر سکتے ہیں۔ ہر قسم کی غفلت، لاپرواہی اور بے زاری کا سبب بے یقینی، تکبر اور کام کے نفع بخش نہ ہونے کا احساس ہے۔

اہل اللہ پردہ پوشی کا خاص خیال رکھتے ہیں اور جو چھوٹی چھوٹی باتوں کو راز نہیں رکھ سکتا وہ بڑی بڑی باتوں کو کیسے پی سکتا ہے۔ پردہ پوشی کی مثال ایسی ہے جیسے اگر تمام لوگ اپنے اپنے گھروں کو اندر سے صاف رکھنے کے لئے کچرا گھروں سے باہر پھینکتے رہیں اور اس کچرے کو ٹھکانے لگانے کا کوئی بندوبست نہ ہو تو یہی کچرا بدبو اور بیماریوں کا سبب بن جائے گا اور گھر کی صفائی بے معنی ہو کر رہ جائے گی اور اہل اللہ تو ہمیشہ دوسروں کے عیبوں کو دفن کرتے ہیں اور راہ سے کانٹے چنتے ہیں اور رکاوٹوں کو دور کرتے ہیں۔ جس طرح سورج ہر ایک کے لئے روشنی دیتا ہے اسی طرح اہل اللہ ہر ایک کے لئے روشنی پھیلاتے ہیں۔

اہل اللہ کے نزدیک ایک تو عزت نفس ہے، جو جنت کی طرف لے جاتی ہے دوسری طرف انا، میں، خودداری اور خود پسندی ہے جو دوزخ کی طرف لے جاتی ہے۔ انسان کا ہر وہ قول و عمل جو بندے کو اللہ کے سامنے بحیثیت بندے کے معزز بنائے اور شرمندگی سے بچائے دراصل عزت نفس کی راہ ہے اور جو عزت نفس کو سمجھتا ہے، وہی دوسرے کی عزت نفس کا خیال بھی رکھتا ہے، یہی عزت نفس مومن کے قلب کو زندہ کرتی ہے۔ اہل اللہ کے نزدیک یہ کہنے والے کہ مجھ پر اللہ کا قہر نازل ہو یا یہ بات کہلوانے والا دونوں اللہ کے مجرم ہیں، کہنے والا خودکشی کرتا ہے اور کہلوانے والا اپنے بھائی کو خودکشی پر مجبور کرتا ہے۔

اہل اللہ اپنے عمل سے دنیا میں ملے جلے دکھائی دیتے ہیں جبکہ باطن میں دنیا سے الگ رہتے ہیں۔ اللہ نے بندوں میں اپنی ولایت کو پوشیدہ رکھا ہے۔ اہل اللہ کبھی خود کو ظاہر نہیں کرتے۔ ہاں جب اللہ چاہتا ہے تو انہیں دنیا پر ظاہر کر دیتا ہے۔ اہل اللہ تمام دنیاوی معاملات میں جب بھی کوئی فیصلہ کرتے ہیں تو وہ خود کو ہر قسم کی ذاتی وابستگی سے، مفادات سے، پسند اور ناپسند سے، محبت

Marfat.com

اور نفرت کے جذبات سے اور ہر قسم کے تعلق اور توقعات سے الگ رکھتے ہوئے فیصلہ کرتے ہیں اور ہر عمل کے باطن پر نظر رکھتے ہیں اور حق کو اس جگہ بھی قائم رکھتے ہیں جہاں خود انہیں اس سے نقصان پہنچنے کا خطرہ ہو۔ اہل اللہ سب کے ہوتے ہیں اور کسی ایک کے بھی نہیں ہوتے اور وہ خود صرف اللہ کے ہوتے ہیں اور اللہ کی ذات کو مرکز بنا کر اللہ کے لئے ہر شے سے محبت کرتے ہیں۔

اہل اللہ کے نزدیک جو کعبہ کو اپنا قبلہ تسلیم کرتا ہے، وہ اللہ کو اپنی منزل اور خود کو حالت سفر میں رہنے والا اور درست سمت میں سفر کرنے والا اور منزل کی طرف آگے بڑھنے والا مسافر قرار دیتا ہے۔ اب ہم اسے کسوٹی پر پرکھتے ہیں کہ کیا ہم واقعی کعبہ کو اپنا قبلہ تسلیم کرتے ہیں یا نہیں کیونکہ انسان مجبور ہے، اگر اس کا چہرہ اللہ کی طرف ہے تو اس کی پشت شیطان کی طرف ہوگی اور اس کا چہرہ شیطان کی طرف ہے تو پشت اللہ کی طرف ہوگی اور انسان کے چہرے کا رخ تو ہمیشہ اسی طرف ہوتا ہے جس طرف اور جس سمت میں اور جس منزل کے لئے اس کا سفر ہوتا ہے۔

ہم شر اور کفر کو منفی درجات قرار دیتے ہیں اور ایمان کو، خیر کو اور سلامتی کو مثبت درجات قرار دیتے ہیں۔ درمیان صفر درجہ ہے۔ جو شخص منفی درجات سے مثبت درجات کی طرف بڑھ رہا ہے وہ اگرچہ ابھی صفر درجہ پر بھی نہیں پہنچا مگر وہ خیر کے لئے خیر کی راہ کا مسافر ہے اور جو شخص صفر درجہ کو پار کر کے مثبت درجات میں آگے بڑھ رہا ہے وہ خیر کی راہ کے لئے اور خیر کی منزل کا مسافر ہے۔ اسی طرح جو شخص مثبت درجات یا خیر، سلامتی اور فلاح کی مخالف سمت میں اور منفی درجات میں یا منفی درجات کی طرف بڑھ رہا ہے وہ نہ تو خیر اور سلامتی کی راہ کا مسافر ہے اور وہ نہ تو کعبہ کو اپنا قبلہ تسلیم کرتا ہے اور نہ کعبہ کے مالک کو اپنی منزل قرار دیتا ہے اور نہ وہ اس راہ کا اور اس منزل کا مسافر ہے کیونکہ اس کی پشت کعبہ کی طرف ہے اور منہ کا رخ شر کی طرف ہے اور سفر شر کی طرف ہے۔

جب اللہ کی بے زبان مخلوق کسی سے محبت کرتی ہے تو وہ اپنی بے زبانی کے ساتھ اللہ سے اس شخص کے لئے دعا کرتی ہے جو بے زبان مخلوق کے دکھ، سکھ، بیماری اور بھوک کا خاص خیال رکھتا ہے۔ وہ ہمیشہ اپنے عالی شان عظیم الشان پالنے والے کو اپنی طرف متوجہ رکھتا ہے۔

اہل اللہ لوگوں کو اللہ کا خوف دلاتے ہیں اور ساتھ ہی اللہ کی رحمت سے کبھی مایوس ہونے

Marfat.com

نہیں دیتے۔

اہل اللہ کے نزدیک قربانی کرنے والا دراصل اللہ کے احکامات کی تعمیل میں اور فرمانبرداری میں اپنی ذاتی برتری، ذاتی خواہشات اور اپنی ہر ایک چیز کو عملاً قربان کرنے کا عہد کرتا ہے اور اپنے اس عہد کی سچائی کو قربانی کی علامت سے ثابت کرتا ہے۔

اہل اللہ کے نزدیک انسان تو جو کچھ حاصل کرتا ہے وہی اس کے پاس ہوتا ہے اور وہی وہ خرچ کرتا ہے اور جن چیزوں کے لئے اس کی کوشش ہوتی ہے وہی اس کی راہ ہے اور وہی اس کی منزل ہے۔ اگر کوئی شخص اللہ پر اپنے ایمان کو، یقین کو، اللہ کے سب سے بڑے ہونے کے احساس کو، اللہ سے ڈرنے کو، اللہ کے حضور فرمانبرداری کو، امانت داری کو، خیر کی صفات کو، عجز کو، آخرت کی نعمتوں کو اور ان سب کو حاصل کرنے کے لئے پیارے نبیؐ کی راہ کو نہ تو حاصل کرنا چاہتا ہو اور نہ اس کے لئے کوئی مخلصانہ جدوجہد کرنا چاہتا ہو اور نہ اس کے لئے کوئی تڑپ اور خواہش رکھتا ہو تو اس کا واضح مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ ان چیزوں پر یقین ہی نہیں رکھتا اور اگر وہ ان چیزوں کو اہم، قیمتی، لازمی اور سب سے برتر قرار دیتے ہوئے ان پر یقین کا دعویٰ کرتا ہے مگر ان کو حاصل کرنے کے لئے اس کی کوئی کوشش نہیں ہے تو اس کا مطلب ہے کہ یا تو وہ شخص جھوٹا ہے یا اللہ کے مقابلے میں خود کو بڑا قرار دیتا ہے اور لاپرواہ اور بے پرواہ بنا پھرتا ہے یا وہ اللہ کا باغی ہے کہ جن چیزوں کو اللہ اور اللہ کے رسولؐ نے اہم قرار دیا ان پر دوسری چیزوں کو اہمیت اور فوقیت دیتا ہے اور اس کے لئے جدوجہد کرتا ہے۔

اہل اللہ کے نزدیک خوشگوار عمل کا ردعمل بھی خوشگوار ہوتا ہے اور ناخوشگوار عمل کا ردعمل بھی ناخوشگوار ہوتا ہے۔ ناخوشگوار عمل کے اثرات کو خوشگوار عمل کے ذریعے زائل کیا جا سکتا ہے۔ دنیادار کے نزدیک عقلمند دنیادار وہ ہے جو عمل کے ساتھ ساتھ متوقع ردعمل پر نظر رکھتا ہے۔ پھر اس ردعمل کو اپنے فائدے کے لئے استعمال کرتا ہے۔

اہل اللہ کے نزدیک مسلمان وہ ہے جو اللہ پر ایمان رکھتا ہے اور جو ایمان رکھتا ہے وہ کبھی بھی بے ایمان نہیں ہو سکتا کیونکہ ایمان تو امانت داری کے ساتھ ہے اور امانت داری ہے تو ایمان ہے۔

Marfat.com

اہل اللہ کے نزدیک قربانی کرنے والا سنت ابراہیمی کی پیروی کرتا ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیروی میں اپنا سب کچھ اللہ کی راہ میں قربان کر دینے کا عہد کرتا ہے- قربانی سے مراد یہ ہے کہ انسان اپنی ہر ہر چیز سے دستبردار ہو کر خود کو اللہ کی مرضی کے حوالے کر دے اور اللہ کی فرمانبرداری میں اپنے وجود کو مٹا دے- قربانی دراصل قربانی کے سچے جذبے کے ساتھ ہے-

اہل اللہ کے نزدیک مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان کو نقصان نہ پہنچے- گویا کہ وہ مسلمان نہیں ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان کو نقصان پہنچے- اللہ کی سلامتی کے گھر میں رہنے والے ایک دوسرے کو نقصان پہنچا ہی نہیں سکتے اور خیر کبھی بھی خیر سے متصادم نہیں ہوتا- نقصان ہمیشہ دشمن پہنچاتا ہے یا مخالف یا پھر مخالفت کی راہ پر چلنے والا پہنچاتا ہے اور بلاشبہ وہ شخص جو مساوات اور عدل واحسان کے خلاف عمل کرتا ہے وہ ظالم ہے اور شر کا پودا بغیر کسی دیکھ بھال اور توجہ کے خراب موسم میں بھی خوب پھلتا اور پھولتا ہے اور بے شمار پھل اور بیج دیتا ہے- پھر اس سے شر کی پوری ایک فصل تیار ہو جاتی ہے جبکہ خیر کا پودا بڑی نگہداشت چاہتا ہے-

اہل اللہ کا عمل رضائے الٰہی ہے اور منزل معرفت الٰہی ہے اور ان کی ذات سے وابستہ اور ان کی ذات میں موجود تمام قوتیں، صلاحیتیں، اسباب، مال و دولت، علم اور زندگی کا ہر لمحہ ان کے لئے زادراہ ہے- اہل اللہ کے نزدیک نبوت کے بعد حکمت کو ایک خاص مقام حاصل ہے اور حکمت کی شناخت یہ ہے کہ ضرورت کے سوا ہمیشہ سکوت رہے-

اہل اللہ کے نزدیک علم لامحدود ہے، خود انسان اور اس کا علم محدود ہے- اس لئے وہ خود کو ہمیشہ نادان اور جاہل خیال کرتے ہیں-

اہل اللہ ہر وقت اللہ سے یہ دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ مجھے اس بات سے بچا لیجئے کہ میں کسی پر ظلم کروں یا کوئی مجھ پر ظلم کرے، میں کسی پر زیادتی کروں یا کوئی مجھ پر زیادتی کرے یا میں حد سے بڑھ جاؤں اور کسی ایسے گناہ کا مرتکب ہو جاؤں جسے آپ نہ بخشیں- اہل اللہ کے نزدیک ظالم کی حمایت کرنے والا یا اس کے ظلم پر مصلحت کا اور ضرورت کا پردہ ڈالنے والا، دونوں ظالم کے ساتھی

Marfat.com

ہیں اور ظالم ہمیشہ اللہ کا باغی اور نافرمان دشمن ہے۔ اہل اللہ ہمیشہ مظلوم کا ساتھ دیتے ہیں کیونکہ اللہ مظلوم کے قریب ہوتا ہے اور اہل اللہ ہمیشہ اللہ کو شکستہ اور ٹوٹے ہوئے دلوں میں تلاش کرتے ہیں۔ اہل اللہ کے نزدیک ہر وہ شے جو ملکیت ہو کر اپنے مالک سے، مخلوق ہو کر اپنے خالق سے، پرورده ہو کر اپنے پالنے والے سے، رعایا ہو کر اپنے بادشاہ سے بغاوت کرے، نافرمانی اور ناشکر گزاری کرے اور اپنی ذات پر عملاً اللہ کے حق کو قائم نہ کرے اور اللہ کے حق کے مقابل اپنی ذات پر سے اپنے حق سے دستبردار نہ ہو وہ ظالم ہے۔ دوسرا وہ شخص ظالم ہے جو دوسرے کے لئے ایسی چیز پسند کرتا ہے جسے وہ خود اپنے لئے پسند نہیں کرتا۔

مادیت پسندی میں کثافت ہے اور ناپاکیاں ہیں۔ روح غیب ہے، لطیف ہے، روح کی خوبی اور قوت لطافت ہے۔ وہ شخص مردہ ہے جس کی روح مادیت پسندی اور نفسانی خواہشات کی کثافتوں اور ناپاکیوں میں دفن ہے۔ وہ ایک ایسی مفلوج روح ہے جس کا نہ کوئی اختیار ہے اور نہ کوئی ارادہ ہے۔ اہل اللہ کے نزدیک ان کثافتوں سے نجات حاصل کرنے کا مقصد روح کے اطراف سے کثافتوں کی دیواروں کو گرا کر روح کو آزاد کرانا اور اسے لطافت عطا کرنا ہے اور اللہ کے اور روح کے درمیان سے رکاوٹوں کو دور کرنا ہے اور اپنی روح کو اپنی حیوانی روح پر غلبہ دے کر دونوں کو اللہ کا فرمانبردار بنانا ہے کیونکہ جس انسان پر اس کی ذات اور ذاتی خواہشات غالب ہیں اس کا قول و عمل اپنی ذات اور ذاتی خواہشات کی فرمانبرداری میں تو ہو سکتا ہے مگر اللہ کی فرمانبرداری اور رضا کے لئے نہیں ہو سکتا۔ ایک ایسی روح جو مفلوج ہے، مقید ہے، بے اختیار ہے، حیوانی روح اور اس کی جبلتوں کی مغلوب ہے، مجبور ہے، وہ اپنے اختیار کو استعمال کر ہی نہیں سکتی۔ جب تک کہ وہ بااختیار اور آزاد نہ ہو۔ وہ نہ تو اللہ پر ایمان لا سکتی ہے اور نہ ہی اللہ کی فرمانبرداری کر سکتی ہے اور نہ ہی اللہ کو سب سے بڑا تسلیم کرتے ہوئے عظمت الٰہی کے غلبے کو قبول کر سکتی ہے اور قیدی کی نگاہ عمل اور سوچ سب قید خانے کی دیواروں میں مقید رہتے ہیں۔

اہل اللہ کے نزدیک وہ لوگ حیات ابدی پاتے ہیں جن سے علم کو زندگی ملتی ہے اور چونکہ علم عمل سے وابستہ ہے اس لئے جسے علم ہوتا ہے اسے یقین بھی ہوتا ہے اور وہ عمل بھی کرتا ہے اور جسے

Marfat.com

اللہ کا علم ہوتا ہے اسے اللہ پر یقین بھی ہوتا ہے اور وہ اللہ کی فرمانبرداری میں عمل بھی کرتا ہے، جو شخص بھی یہ کہتا ہے کہ مجھے علم تو ہے اور یقین بھی ہے مگر میں عمل نہیں کرسکتا تو ایسا شخص یا تو بہت بڑا جھوٹا ہے یا بہت بڑا متکبر ہے اور خود کو اللہ کے مقابلے میں بڑا قرار دیتا ہے کہ اللہ کو جاننے کے باوجود اللہ کی نافرمانی کرتا ہے۔

اہل اللہ ماضی کا ذکر نہیں کرتے، مستقبل کا انتظار کرتے اور زمانہ حال کو قابل اعتبار سمجھتے ہوئے ہر وقت اللہ سے اپنی احتیاج رکھتے ہیں اور پیارے رسولؐ کی اس طرح سے پیروی کرتے ہیں کہ اپنی ذات اور نفس کے لئے کوئی راحت نہیں چاہتے۔

اہل اللہ کے اختلاف کی بنیاد میں خلوص ہوتا ہے، ان کا اختلاف فطری اور علمی ہوتا ہے اور تعمیری ہوتا ہے اور اختلاف اس کو نہیں کہتے کہ ہر دور کے پورے کے پورے کام کو مسترد کردیا جائے بلکہ اختلاف کسی کسی سے اور کام کے کسی کسی حصے سے ہوسکتا ہے۔

اہل اللہ جس کی مدد کرتے ہیں اس کے احسان مند ہوتے ہیں کیونکہ مدد کو قبول کرنے والا دراصل اپنی اس امانت کو قبول کرتا ہے جو اللہ نے اس کے لئے دوسرے کے پاس رکھوائی اور اس طرح امانت کا بوجھ ہلکا کرتا ہے۔

اہل اللہ اپنے قلب میں عظمت الٰہی کو اور مخلوق سے محبت اور شفقت کے احساس کو آباد کرتے ہیں اور اپنی زبان کو توحید کے اقرار میں اور مخلوق سے نرم زبان میں گفتگو میں مشغول رکھتے ہیں۔ اپنے اعضاء سے اللہ کی بندگی اور مخلوق کی مدد کا کام لیتے ہیں اور اپنی ذات کو صبر و برداشت اور تحمل پر قائم رکھتے ہیں اور خلقت کے ساتھ حلم اور بردباری کے ساتھ پیش آتے ہیں اور انسان تو اپنی زبان کے پیچھے چھپا ہے اور انسان کا حسن تو اس کی شیریں کلامی ہے اور اہل اللہ امانت داری کو ایمان کا لازمی حصہ سمجھتے ہیں۔

اسلامی معاشرہ تین ستونوں پر کھڑا ہے۔ امراء، علماء اور فقراء۔ امراء کے بگاڑ سے معاشی نظام بگڑ جاتا ہے۔ علماء میں بگاڑ سے عبادت اور شریعت میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے اور معاشرے میں حرص اور طمع پیدا ہوتی ہے۔ امراء کی خرابی سے عدم مساوات اور ظلم وجود میں آتا ہے۔ فقر یہ ہے کہ

Marfat.com

انسان ہمیشہ اپنی نفسانی خواہشات کی مخالفت کرتا رہے اور رموز الٰہی کو کبھی ظاہر نہ کرے اور غیب کو غیب ہی رہنا چاہئے۔

اہل اللہ کے نزدیک فکر و اندیشے میں وہ مبتلا ہوتا ہے جو ضمیر رکھتا ہے۔ اطمینان اس کے لئے ہے جو اللہ پر بھروسہ کرتا ہے اور آسائش اس کے لئے ہے جو اپنے معاملات اللہ کے سپرد کر دے۔ آلام و مصائب میں وہ ثابت قدم رہتا ہے، جو عجز اور تقویٰ رکھتا ہے۔ دانائی اس کے لئے ہے جو اللہ کے مقابل اپنی حقیقت اور حیثیت کو پہچانتا ہے۔ فتنہ وہ ہے جو انسان کو حق سے دور کر دے یا حق کو مشتبہ کر دے۔ حسد ایمان کو نقصان پہنچاتا ہے، بغض خیر و برکت کو کھا جاتا ہے اور آرزو عقل کو بھلاوے میں ڈال دیتی ہے۔ دنیا دار وہ ہے جو عبادت گزار ہے مگر پرہیز گاری کے بغیر، جنگجو ہے مگر ثابت قدمی کے بغیر، تاجر ہے مگر آخرت کے نفع سے محروم ہے، بیدار ہے مگر اونگھتے ہوئے، حاضر ہے مگر اندھے، بہرے اور غائب دماغ کی طرح، جب بولتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے، جب وعدہ کرتا ہے تو وعدہ خلافی کرتا ہے، خود مانگے تو پیچھے لگ جاتا ہے جب دوسرا مانگے تو حیلے بہانے کرتا ہے، وہ اپنے آپ کو دھوکہ دیتا ہے اور خود اپنے آپ کو سب سے زیادہ عقلمند اور دانا سمجھتا ہے اور خود اپنی ذات کو زیادہ نقصان پہنچاتا ہے اور جھوٹا تو خود ایمان سے کنارہ کش ہے اور جھوٹا تو قریب کو دور اور دور کو قریب کرتا ہے اور ایمان کو دور اور شیطان کو حاضر کرتا ہے۔ ایسے ہی لوگ فتنہ و فساد کا سبب ہوتے ہیں۔ کچھ حق ہوتا ہے اور کچھ باطل اور دونوں کو اس طرح ملا دیا جاتا ہے کہ حق کی پہچان نہیں رہتی۔ یہی وہ مقام ہے جہاں شیطان اپنے حلقہ بگوشوں پر قابو پالیتا ہے۔

اہل اللہ کے نزدیک وفا سچائی کے ساتھ ہے۔ جو شخص دل کی سچائی کے ساتھ یہ جانتا ہے کہ اسے اللہ کی طرف لوٹ کر جانا ہے وہ اللہ کے احکامات میں نہ تو عذر کرتا ہے اور نہ حیلہ، بہانہ، لاپرواہی اور غفلت برتتا ہے اور نہ بے وفائی کا مرتکب ہوتا ہے۔ کچھ لوگ باطل پر ہوتے ہوئے بھی منظم ہوتے ہیں اور کچھ حق پر ہوتے ہوئے بھی منظم نہیں ہوتے۔ اور بے شک ذلیل انسان نہ تو سچائی کو قائم کر سکتا ہے نہ تو وفا کر سکتا ہے اور نہ حق کے لئے لڑ سکتا ہے اور نہ ظلم و ستم کو روک سکتا ہے۔

اہل اللہ کبھی بددعا نہیں کرتے۔ کیونکہ بددعا ایسا لاچار، مجبور اور بے بس مظلوم انسان کرتا

Marfat.com

ہے جو بدلہ لینے پر قادر نہ ہو- بد دعا میں نفرت کا، انتقام کا اور حسد کا اور کرب کا احساس موجود ہوتا ہے- البتہ اہل اللہ مظلوم کے لئے اللہ سے پناہ طلب کرتے ہیں کیونکہ مظلوم وہ ہے جس پر مسلط ہو کر کسی ظالم نے عدل وانصاف اور مساوات کو پامال کرتے ہوئے، قوت اور طاقت کے نشے میں بدمست ہو کر، اس کی عزت وآبرو، جان ومال اور حق کو چھین کر اسے روحانی یا جسمانی یا مادی نقصان پہنچایا ہو-

اہل اللہ کے نزدیک جاہل وہ شخص ہے جسے اللہ نے اس کی بداعمالی کے سبب اس کے حال پر چھوڑ دیا ہو اور اسے اس کے نفس کے حوالے کر دیا ہو- میانہ روی سے آگے نکل جانے والا اور بدعتوں میں مشغول دعوت گمراہی کا دلدادہ جاہل ہے- اپنے اندر نادانیوں کو جمع کر لینے والا اور ان کی اشاعت کرنے والا اور خود کو مکمل قرار دے کر اپنی اصلاح سے غافل ہو جانے والا جاہل ہے- جن باتوں میں شک وشبہ ہوتا ہے ان باتوں پر بغیر تحقیق کے فیصلے دیتا ہے اور جب کوئی بات سمجھ میں نہ آئے تو ان میں کوئی نئی بات پیدا کر لیتا ہے اور اسی پر قائم ہو جاتا ہے- جو بات اس کے بس میں نہ آئے تو اسے دوسروں سے پوشیدہ رکھتا ہے- اس کے نزدیک اچھی بات سے زیادہ کوئی چیز بری نہیں اور بری چیز سے زیادہ کوئی چیز اچھی نہیں اور اس کے لئے کسی دانا وبینا صاحب علم کی صحبت سے زیادہ ناگوار کوئی چیز نہیں- یہ وہی جاہل، نادان، نافرمان، متکبر، باغی ہیں جو بجائے خود دین کے لئے استعمال ہونے کے اللہ کے دین کو اپنی ذات کے لئے استعمال کرتے ہیں-

اہل اللہ خلوص، وفا اور وضع داری کا پیکر ہوتے ہیں- جب کوئی کسی اہل اللہ کے دروازے پر آتا ہے تو اہل اللہ کے نزدیک آنے والا عزت دیتا ہے اور اگر دروازے پر آنے والا شخص دشمن ہے تو بھی وہ دشمن نہیں رہتا کیونکہ آنے والا دشمنی کو ترک کر کے احساس ندامت کے ساتھ آتا ہے اور عزت دینے کے لئے آتا ہے- اس لئے اہل اللہ ایسے دشمن کو معذرت اور ندامت کے اظہار کی ذلت سے بچانے کے لئے معذرت اور ندامت کے اظہار کا موقع ہی نہیں دیتے اور معاف کر دیتے ہیں اور آنے والے کے لئے دنیا اور آخرت کی بھلائی کی دعا کرتے ہیں-

اہل اللہ، اللہ کے پاک ناموں کو یا اللہ کے کلام کو کسی ذاتی مقصد کے لئے یا کسی دنیاوی

Marfat.com

مقصد کے لئے استعمال کرنے کو سخت ناپسند کرتے ہیں- وہ اسے صرف اللہ کے لئے اور اللہ کی محبت میں اللہ کو یاد کرنے کے لئے استعمال کرتے ہیں اور دنیا اور آخرت دونوں کا فائدہ حاصل کرتے ہیں مثال کے طور پر ایک اہل اللہ کھڑکی لگاتے ہیں کہ اذان کی آواز کانوں میں آئے جب کھڑکی ہوگی تو ہوا اور روشنی تو خود بہ خود آئے گی- اہل اللہ فرشتوں کی طرح اٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے، کھاتے پیتے، فرشتوں کی تسبیح سے اپنے قلب کو آباد کرتے ہیں اور ہمیشہ یہ پڑھتے رہتے ہیں، پاک ہیں ہمارے پالنے والے عالی شان ہیں، عظیم ہیں، تمام قوت اور طاقت کا سرچشمہ ہیں، ہمارے اللہ پاک ہیں، بے عیب ہیں، تمام تعریفوں والے ہیں، نہیں ہے کوئی معبود ہمارا سوائے پاک و بے عیب عالی شان، عظیم الشان اللہ کے۔ اور جس کا پالنے والا، جس کا معبود پاک و بے عیب، تمام تعریفوں والا عالی شان، عظیم الشان ہو اس کے لئے دنیا اور آخرت دونوں جگہ نہ کوئی فکر ہے اور نہ کوئی غم ہے- بندہ اللہ کے بارے میں جیسا خیال قائم کرتا ہے ویسا ہی پھل پاتا ہے- فرشتوں میں شامل ہونے کے لئے ان کی زبان، آداب، قانون، رہن سہن اور طور طریقوں کو اپنانا ضروری ہے-

اہل اللہ کا اسلام ان کو دولت، دنیا اور موت سے بے پرواہ کردیتا ہے- اہل اللہ کبھی اپنے کسی بھائی کی مصیبت پر خوشی کا اظہار نہیں کرتے کہ ہوسکتا ہے اللہ اسے اس مصیبت سے نجات دے دے اور ناراض ہوکر ہمیں اس مصیبت میں مبتلا کردے- اہل اللہ سونے سے پہلے تین کام ضرور کرتے ہیں، پہلا کام حمد و تسبیح اور توبہ و استغفار، دوسرا کام درود پڑھنا اور تیسرا کام ماں باپ کے لئے گڑگڑا کر اللہ سے دعائے مغفرت اور ان کے دینی اور دنیاوی درجات کی بلندی کی، صحت اور تندرستی کی، دنیا اور آخرت کی بھلائی کی دعا کرنا- اہل اللہ جان بوجھ کر کبھی ایک فرض نماز بھی نہیں چھوڑتے کیونکہ جس نے ایک فرض نماز بھی جان بوجھ کر چھوڑ دی اللہ اس سے بری الذمہ ہوگیا- اہل اللہ کبھی اپنے وارث کو میراث سے محروم نہیں کرتے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ انہیں جنت کی میراث سے محروم کردیں- اہل اللہ نہ تو کسی کو کبھی طعنہ دیتے ہیں، نہ لعنت و ملامت کرتے ہیں، نہ گالی دیتے ہیں، نہ بدگوئی کرتے ہیں-

Marfat.com

اہل اللہ کے نزدیک ذبیحہ الگ چیز ہے، قربانی الگ چیز ہے اور اس قربانی کا بارگاہ الٰہی میں قبول ہونا الگ چیز ہے- قربانی کے جذبہ صادق کے بغیر قربانی نہیں، وہ صرف ذبیحہ ہے، قربانی کی قبولیت دراصل قربانی کے جذبہ کی قبولیت ہے-

اہل اللہ ہمیشہ سوچو، تولو اور بولو کے اصول پر عمل کرتے ہیں-

اہل اللہ کے نزدیک قربانی کے جانور کی طرح قربانی کے عمل اور جذبہ عمل کا بے عیب اور خالص اللہ کے لئے ہونا ضروری ہے- جذبہ عمل یہ ہے کہ انسان اللہ کے حضور اپنا سب کچھ قربان کر دینے کا عہد کرتے ہوئے بسم اللہ اللہ اکبر کہتا ہے اور دل کی سچائی کے ساتھ اللہ ہی کو اپنا سب کچھ اور سب سے بڑا قرار دیتا ہے اور اللہ کا فرمانبردار، اطاعت گزار اور شکرگزار بندہ بن جاتا ہے اور جو جھوٹا ہے وہ نافرمان نہ تو اللہ کی اور نہ اللہ کے احکامات کی پرواہ کرتا ہے- یہی قربانی کی قبولیت کا پیمانہ ہے-

حلم اور بردباری کے ساتھ خاموشی میں بڑی ہیبت ہوتی ہے- اہل اللہ بے ضرورت نہیں بولتے - جب گفتگو کرتے ہیں تو نرم لب ولہجہ میں مختصر مگر بامعنی گفتگو کرتے ہیں، نہ تو کسی پر براہ راست تنقید کرتے ہیں، نہ کسی کو برا سمجھتے ہیں اور نہ کسی کی برائی کی نشاندہی کرتے ہیں- صرف علمی نقطۂ نظر سے، موقع اور حالات کے لحاظ سے، پراثر انداز میں خرابیوں کے نقصانات کو بیان کرتے ہیں- جیسے غصہ بری چیز ہے اس کے بارے میں اللہ کے رسولؐ کا یہ فرمان ہے اور اس کے یہ نقصانات ہیں۔ اپنے بزرگوں کے سامنے ان کے مرتبے کا خیال رکھتے ہوئے اپنی حیثیت پر قائم رہتے ہیں اور جو اپنی حیثیت پر قائم رہتا ہے اس کی عزت قائم رہتی ہے- اپنے بزرگوں کے سامنے کبھی بڑے نہیں بنتے اور نہ اپنے بزرگوں کی کسی بات کو کبھی رد کرتے ہیں- خواہ وہ بات غلط ہی کیوں نہ ہو، البتہ موقع اور محل کے لحاظ سے اپنے چھوٹوں کو مخاطب کر کے علمی انداز میں ان سے گفتگو کرتے ہیں اور اپنے بزرگوں کی غلطی کی نشاندہی کئے بغیر قرآن وحدیث کے حوالے سے یا کسی بزرگ کے قول سے یا کسی علمی دلیل سے اپنے بزرگوں کے سامنے چھوٹوں سے گفتگو کرتے ہیں- بزرگوں کی نظروں میں خود کو ہمیشہ پسندیدہ اور قابل قبول بناتے ہیں، خود اپنی اور دوسروں کی

Marfat.com

نظروں میں اپنے قول وعمل سے اپنے بزرگوں کے مرتبے، مقام، اہمیت اور عزت کو بڑھاتے ہیں- کیونکہ اصلاح کے لئے پہلی چیز دوسرے کے دل میں آپ کے لئے قبولیت اور حسن ظن کا ہونا ہے۔ اہل اللہ اپنے بزرگوں کے لئے ہمیشہ اپنے دل میں حسن ظن رکھتے ہیں اور ہمیشہ ان کی خوبیوں کی تعریف کرتے ہیں- جو شخص کسی کے لئے اچھا خیال ظاہر کرتا ہے وہ اسے اچھائی کی طرف دھکیلتا ہے- غیروں کی بے جا تعریف خوشامد ہے- جبکہ اپنے بزرگوں کی تعریف شکر گزاری ہے- یہی الفاظ ایسا گھاؤ لگاتے ہیں جو کبھی نہیں بھرتا اور یہی الفاظ زخموں کے لئے مرہم بھی ہوتے ہیں- اچھی سے اچھی بات کو ایسے الفاظ میں اور اس طرح سے کہا جاسکتا ہے کہ وہ دوسروں کو بری لگے اور بری سے بری بات کو اس انداز سے کہا جاسکتا ہے کہ وہ بھلی لگے- اہل اللہ اپنے بزرگوں کے لئے اس طرح کے الفاظ استعمال کرتے ہیں، میں اپنے بزرگوں پر فخر کرتا ہوں، اللہ نے میرے بزرگوں کو بڑی خوبیوں سے نوازا ہے، میں اپنے بزرگوں کے لئے نہ برا سوچ سکتا ہوں اور نہ برا سن سکتا ہوں اور نہ مجھ سے کوئی بری بات کہلوائی جاسکتی ہے- میرے بزرگوں کا مجھ پر حق ہے، وہ جو کہتے ہیں ٹھیک کہتے ہیں، انہیں سب کچھ کہنے کا حق ہے، وہ اگر مجھے ڈانٹتے ہیں تو مجھے پیار بھی دیتے ہیں اور بزرگوں کا سایہ خوش نصیبوں کو ملتا ہے، اہل اللہ جب کسی کو نصیحت کرتے ہیں تو اس طرح سے گفتگو کرتے ہیں، جو لوگ بھی ایسا کرتے ہیں وہ برا کرتے ہیں اور اس میں یہ یہ خرابیاں ہیں، کبھی کسی کا نام لے کر اس کی برائی کو ظاہر نہیں کرتے۔

اہل اللہ کی تین نشانیاں ہیں، ان کا خیال اللہ کے حضور رہتا ہے، رہن سہن اللہ کے لئے اللہ کے ساتھ ہوتا ہے، ان کا کاروبار اللہ کے ساتھ ہوتا ہے۔

اہل اللہ کے نزدیک نفسانی خواہشات حق سے روکتی ہیں اور امیدیں آخرت کو بھلا دیتی ہیں، جس کا نفس پاک ہوتا ہے اسے تنہائی میں بھی بری باتوں سے شرم آتی ہے۔

اہل اللہ کبھی عورت اور تنہائی کو یکجا نہیں ہونے دیتے - وہ اس تھوڑے پر قناعت کرتے ہیں جو اللہ کے خوف کے ساتھ ہو بہ نسبت اس دولت کے جو ذلت اور رنج کے ساتھ ہو- یہ وہ لوگ ہیں جو دنیا کے سفر میں زادراہ ساتھ رکھتے ہیں اور آخرت کے سفر میں زادراہ روانگی سے پہلے بھیج دیتے

ہیں- تہمت کی جگہ سے دور رہتے ہیں، راست گفتاری، حفظ امانت، خوش خلقی اور غذائے حلال کا خاص خیال رکھتے ہیں- ان کے نزدیک انسان کی ضرورتیں صرف تین ہیں، اتنا کھانا کہ پشت کو سیدھا رکھے، اتنا لباس کہ برہنگی کو چھپائے، سادہ سا گھر جو پناہ دے- اہل اللہ کے نزدیک وہ دولت دولت نہیں جو ذلت کی راہ سے حاصل ہو اور اللہ کا دیا ہوا تھوڑا سا بھی، بندے کے دیئے ہوئے بہت زیادہ سے کہیں زیادہ ہے اور شریفانہ ہے اور ذلتوں سے بلاؤں اور مصائب و آلام سے پاک ہے اور خیر اور فلاح کے ساتھ ہے جبکہ بندے کے پاس جو کچھ ہے وہ بھی اللہ ہی کا ہے۔ اور وہ عزت، عزت نہیں جو ذلت اٹھا کر ملے کیونکہ ذلت کے ذریعے ملنے والی چیز ذلت تو ہوسکتی ہے مگر عزت نہیں ہوسکتی- اہل اللہ نہ تو دنیا کا زیادہ ذکر کرتے ہیں اور نہ دنیاداروں کی برائیوں کا ذکر کرتے ہیں کیونکہ انسان تو اسی چیز کا ذکر زیادہ کرتا ہے جو اسے زیادہ مرغوب ہوتی ہے-

اہل اللہ کے نزدیک مسلمان صرف اور صرف مسلمان ہوتا ہے، اس کی راہ قرآن ہے، جس پر چل کر وہ اللہ کے حکم کی تعمیل میں اللہ کی اطاعت کرتا ہے اور اللہ کی اطاعت گزاری میں پیارے نبیؐ کی اطاعت گزاری کرتا ہے اور پیارے نبیؐ کی پیروی میں آپؐ کے نقش قدم سے چمٹ کر چلتا ہے- اہل اللہ کے نزدیک ایک ہی قرآن ہے، ایک ہی رسولؐ ہے، ایک ہی سنت ہے، ایک ہی راہ ہے اور ایک ہی منزل ہے-

وہ تمام اقوال و اعمال جو اياك نعبد واياك نستعين کی تصدیق کرتے ہیں، پیارے نبیؐ کے نقش قدم پر ہیں اور جو اس کی نفی کرتے ہیں وہ کسی طرح سے بھی پیارے نبیؐ کے نقش قدم پر نہیں ہیں- یعنی اے اللہ ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں اور آپ ہی سے مدد چاہتے ہیں اور آپ ہی پر بھروسہ کرتے ہیں- اہل اللہ نہ تو بندگی کی حدود سے باہر نکلتے ہیں اور نہ اللہ کے اختیار میں دخل دیتے ہیں اور نہ کسی کو جنت کی ضمانت فراہم کرتے ہیں، نہ غیب دانی کرتے ہیں اور نہ غیب دانی کا دعویٰ کرتے ہیں اور ہر ایسے قول و عمل سے خود کو بہت دور رکھتے ہیں جو عقیدۂ توحید کے خلاف ہو- اہل اللہ کے نزدیک اللہ کے سوا کوئی عالم الغیب نہیں ہے- اللہ کے سوا نہ کوئی حاضر و ناظر ہے، نہ کوئی سننے والا اور جاننے والا ہے اور نہ کوئی مدد کرنے والا ہے- ہاں اللہ جب چاہیں

Marfat.com

جس طرح اور جس ذریعے سے اور جس وقت جس کو چاہیں اور جس چیز کے بارے میں چاہیں واقف فرما دیں اور مدد فرما دیں- ہاں اگر یہ کہا گیا ہے کہ نماز پڑھنے والے کے لئے، حمد، تسبیح اور توبہ استغفار کرنے والے کے لئے، درود پڑھنے والے کے لئے، اللہ اور اللہ کے رسولؐ سے محبت کرنے والے کے لئے، پیارے نبیؐ کے نقش قدم پر چلنے والے کے لئے یا پیارے نبیؐ کے نقش قدم پر چلنے والوں کے نقش قدم پر چلنے والوں کے لئے یا ان سے محبت کرنے والوں کے لئے یا اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والوں کے لئے یا اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والوں کے لئے جنت کی ضمانت ہے تو یہ سچ ہے اور یہ تمام باتیں ان لوگوں کے لئے کہی گئی ہیں جن کے قول اور عمل میں سچائی ہے، حق ہے اور اخلاص ہے- یہ ضمانتیں ان لوگوں کے لئے نہیں ہیں جو منافق ہیں یا منافقت کی راہ پر ہیں- مثال کے طور پر یہ ممکن ہی نہیں کہ ایک شخص نماز پڑھے اور بندگی کے تقاضوں کو پورا نہ کرے، اللہ کو تمام تعریفوں والا قرار دے اور اللہ کی مکمل فرمانبرداری نہ کرے، اللہ کو پاک اور بے عیب قرار دے اور خود اللہ کی بتائی ہوئی پاک اور بے عیب راہ پر نہ چلے، توبہ واستغفار کرے اور اللہ کی نافرمانی کی راہ پر چلے، پیارے نبیؐ پر سلامتی بھیجے اور خود سلامتی کی راہ پر نہ چلے- اسی طرح اللہ کی راہ میں وہ شخص خرچ کرے گا جو اللہ کی بتائی ہوئی راہ پر چل رہا ہے اور اللہ کی راہ میں وہ جہاد کرے گا جس نے اپنے نفس کو اللہ کا مطیع اور فرمانبردار بنا لیا ہو- جو اپنے نفس کا مطیع ہے وہ اپنی خواہشات کے لئے تو لڑ سکتا ہے مگر اللہ کے لئے نہیں لڑ سکتا- جس کا نفس اللہ کا فرمانبردار نہ ہو وہ خود کس طرح اللہ کا فرمانبردار ہو سکتا ہے اور وہ کس طرح اللہ کی فرمانبرداری میں اللہ کے دشمنوں سے لڑ سکتا ہے-

اہل اللہ اس بات کو سخت ناپسند کرتے ہیں کہ کوئی شخص اللہ کے دین کو اپنی کسی ذاتی غرض کے لئے استعمال کرے- مسلمان ہمیشہ اللہ اور اللہ کے دین کے لئے استعمال ہوتا ہے، ہمیشہ غالب استعمال کرتا ہے اور مغلوب استعمال ہوتا ہے- کسی کا خود کو مسلمان کہنا الگ چیز ہے اور مسلمان ہونا جدا چیز ہے- دین کے لئے استعمال ہونا الگ چیز ہے اور دین کو استعمال کرنا الگ چیز ہے، سچائی الگ چیز ہے اور منافقت الگ چیز ہے، خود کو ایماندار کہنا الگ چیز ہے اور ایماندار ہونا الگ چیز

Marfat.com

ہے، عدل واحسان اور مساوات کی بات کرنا الگ چیز ہے اور اس کو قائم کرنا الگ چیز ہے۔

اہل اللہ کے نزدیک حج اللہ کا انعام اور احسان ہے۔ حاجی زبردست بادشاہ کی قربت حاصل کرتا ہے اور قریبی کا ادب زیادہ دشوار ہے بہ نسبت دوری کے ادب کے۔ جو حج کرتا ہے وہ اللہ کو اور اللہ کے خوف کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنے دل میں بساتا ہے، اپنے دل کو نرم کرتا ہے، صدق سے اس کی صفائی کرتا ہے، اس میں تقویٰ کا بیج، درخت اور فصل لگاتا ہے۔ جب تک تقویٰ کی یہ فصل باقی ہے اس کا حج باقی ہے، حج باقی ہے تو حج کے ثمرات باقی ہیں، درخت ہے تو پھل ہے، درخت نہیں تو پھل نہیں۔ دولت سے دولتمند ہے، دولت مند غریب ہو جائے تو دولت مند نہیں کہلاتا۔ عقل سے عقلمند ہے، ہوش سے ہوشمند ہے اور شعور سے باشعور ہے۔ جو غفلت اور لاپرواہی عادتاً ہو وہ جرم ہے، جس نے تقویٰ کا درخت دل میں لگایا اور اسے جان بوجھ کر اکھاڑ پھینکا، جس نے ایمان کی شمع دل میں روشن کی اور جان بوجھ کر اسے بجھا دیا، جس نے زبردست بادشاہ کے حضور اقرار اور عہد کیا اور گواہی دی پھر جان بوجھ کر اسے عادتاً توڑ دیا تو یہ سارے عمل اللہ سے کھلی دشمنی اور بغاوت کے عمل ہیں اور شیطان تو اسی وجہ سے شیطان بنا۔ جو شخص حج کو اللہ کا انعام اور احسان سمجھتا ہے، وہ ہمیشہ کے لئے اس کی حفاظت کرتا ہے اور قدر کرتا ہے اور ناقدری تو اس چیز کی کی جاتی ہے جو قدر کئے جانے کے قابل نہ ہو، غفلت اور لاپرواہی اس چیز کی طرف سے کی جاتی ہے جو حقیر ہو، تو جس نے اللہ کے انعام کو حقیر جانا، اس نے اللہ کو حقیر جانا اور جس نے اللہ کو حقیر جانا اس نے خود کو اللہ سے بڑا جانا۔

اہل اللہ کے نزدیک ایک تو حادثہ ہے جو اچانک کسی اتفاقی غفلت، لاپرواہی اور غلط اندازے کے سبب ہوتا ہے، دوسرا وہ حادثہ ہے کہ وقت جس کی برسوں پرورش کرتا ہے، یہ انسان کی اپنی بوئی ہوئی خراب فصل کا پھل ہوتا ہے۔

اہل اللہ کے نزدیک حاجی دل کی سچائی اور گہرائی کے ساتھ اس قول کو کہ اے اللہ میں حاضر ہوا، اپنے قلب پر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے نقش کرتا ہے اور بار بار نقش کرتا ہے اور اللہ سے یہ اقرار اور عہد کرتا ہے کہ اے اللہ میں آپ کے ہر حکم کی تعمیل کے لئے ہر وقت حاضر ہوں، ہر وقت مستعد

Marfat.com

ہوں، اللہ بزرگ و برتر جس حاجی کا حج قبول فرماتے ہیں اس کے قلب پر یہ اقرار ہمیشہ ہمیشہ کے لئے نقش فرما دیتے ہیں- سچائی سے محروم جھوٹے منافق کے قلب پر یہ اقرار کبھی نقش نہیں ہوتا- اہل اللہ کے نزدیک یہ حج کی قبولیت کا پیمانہ ہے کہ حاجی اللہ کی فرمانبرداری میں ہر وقت حاضر اور مستعد ہے یا نہیں-

اہل اللہ کے نزدیک انسان دنیا میں اپنی ذات، ذاتی نفسانی خواہشات اور ذاتی برتری کے لئے شرکا اور ناپاکیوں کا جو بوجھ دنیا میں اٹھاتا ہے، مرنے کے بعد بھی وہ بوجھ اس کے ساتھ رہتا ہے اور شر اور شر کی قوتوں کے ساتھ رہتا ہے- فرق صرف اتنا ہے کہ دنیا میں وہ یہ بوجھ اپنے اختیار اور مرضی سے اٹھاتا ہے اور مرنے کے بعد بے اختیاری کی حالت میں اپنی مرضی کے خلاف اٹھاتا ہے- اہل اللہ دنیا کی زندگی ہی میں اللہ کے حضور اپنی ذات، ذاتی برتری اور ذاتی خواہشات سے دستبردار ہو کر اپنا بوجھ اتار دیتے ہیں اور دنیا میں جس طرح خیر اور سلامتی سے وابستہ رہے اسی طرح مرنے کے بعد بھی خیر اور سلامتی سے اور ان سے وابستہ قوتوں سے وابستہ رہتے ہیں- اس کی مثال ایسی ہے کہ ایک شخص کاروبار میں اکیاون فی صد سرمایہ لگاتا ہے، کاروبار پر اس کا حق اور گرفت زیادہ ہوگی- یہ کاروبار میں اس کی برتری کی کم سے کم حد ہے، اسی طرح جو اللہ کو اپنی ذات پر کم از کم اکیاون فی صد حق دیتا ہے، وہی اپنی ذاتی بڑائی کے مقابلے میں اللہ کو سب سے بڑا قرار دیتا ہے، اپنی ہر ہر چیز پر اللہ کے حق کو اور گرفت کو قائم کرتا ہے، اللہ کی فرمانبرداری اور تعمیل احکامات میں ہمیشہ مستعد رہتا ہے- یہی ایمان کی ابتداء ہے اور یہی بندگی کی شروعات ہیں-

اہل اللہ کبھی پیش گوئی نہیں کرتے البتہ قانون فطرت کے حوالے سے اپنی رائے کا اظہار کرتے ہیں- قانون فطرت کیا ہے؟ اس کی چند مثالیں مندرجہ ذیل ہیں:

ایک ہی نطفے سے اور ایک ہی ماں کے پیٹ سے جنم لینے والی دو اولادوں میں اگر عدل نہ کیا جائے تو بعض حالات میں وہ ایک دوسرے کی خون کی پیاسی ہو جاتی ہیں- معلوم ہوا کہ عدل ہی رشتے کو قائم کرتا ہے، اگر عدل نہیں تو رشتہ نہیں اور احسان اس رشتے کو مضبوطی عطا کرتا ہے، عدل و احسان کو ہمیشہ بڑا، بااختیار اور غالب قائم کرتا ہے اور اس جگہ قائم کرتا ہے جہاں اس کا اختیار چلتا

Marfat.com

ہے اور کمزور، بے اختیار اور مغلوب کے ساتھ قائم کرتا ہے۔ بدنیتی کے ساتھ کئے جانے والے ہر عمل کا پھل ہلاکت ہے، خواہ بظاہر وہ عمل اچھا ہی کیوں نہ ہو۔

جو عمارت غیر متوازن تعمیر ہوگی اور غیر متوازن میٹریل سے تعمیر ہوگی اور جس کی مرمت کا کوئی بندوبست نہ ہوگا، حوادث زمانہ اسے ضرور ڈھادیں گے۔

ایک سگا بھائی اپنے معاملات میں دوسرے سگے بھائی کے تسلط اور مداخلت کو برداشت نہیں کرتا، ہاں اتنا ہی برداشت کرتا ہے جتنا کہ اس پر اپنے بھائی کا احسان ہو۔

جو فرق کرتا ہے وہ ایک شے کو دوسرے سے جدا کرتا ہے۔

جو روح کی حقیقت اور اہمیت پر یقین رکھتا ہے وہی روحانیت پر، روحانی ضرورتوں پر، موت پر اور موت کے بعد کی زندگی پر اور اپنے بنانے والے اللہ وحدہ لاشریک کی طرف لوٹنے پر یقین رکھتا ہے۔ انسان کا اپنے اللہ کی طرف سفر اس کی پیدائش کے بعد سے شروع ہو کر موت پر ختم ہوتا ہے۔ انسان اور اس کا سفر دونوں وقت کی گرفت میں ہیں۔ وقت اسے کھینچ کر اللہ کی طرف لے جا رہا ہے۔ اب جس کا چہرہ اللہ کی طرف ہے اور جو خود بھی اللہ کی طرف دوڑ رہا ہے، وقت اس کا معاون ہے اور جس کی پشت اللہ کی طرف ہے اور جو اللہ کی اور وقت کی مخالف سمت میں دنیا کی طرف دوڑنے کی کوشش کر رہا ہے، اسے وقت سے شدید مزاحمت کرنا پڑتی ہے اور دنیا اور آخرت کی ناکامی کا تلخ ذائقہ چکھنا پڑتا ہے، جس طرح روح کے بغیر جسم مردہ ہے اور مردہ جسم جلد بدبو دینے لگتا ہے اسی طرح انسان کا قول و عمل اور عبادات بغیر اخلاص عمل اور عقیدۂ توحید کے، انسان میں اچھائی کے بجائے خرابی اور گمراہی پیدا کرتے ہیں۔

جس جگہ کی مٹی کا ذرہ ذرہ الگ ہو وہاں کے لوگوں میں اتحاد کی کمی اور بے حسی پائی جاتی ہے۔ اگر اس مٹی پر پانی ڈال دیا جائے تو نمی کے اثر سے یہ ذرے اس وقت تک جڑے رہتے ہیں جب تک ان کو جوڑنے والی نمی باقی ہے۔ بالکل اسی طرح یہاں کے رہنے والوں کو کوئی مقصد یا مفاد ہی متحد رکھتا ہے۔ جس جگہ کے موسم بے بھروسہ ہوں وہاں کے لوگوں کا مزاج بھی بے بھروسہ ہوتا ہے۔ جو جگہ باہر کے موسم سے متاثر ہوتی ہے وہاں کے رہنے والے بیرونی اثرات کو جلد قبول

Marfat.com

کرتے ہیں- چٹانی علاقوں کے رہنے والوں کی فطرت بے لچک اور سخت ہوتی ہے-۔ جس جگہ کے اپنے موسم ہوتے ہیں وہاں کے لوگ اپنی روایات کے سخت پابند ہوتے ہیں-۔ جس جگہ کی مٹی سرخی مائل ہو وہاں کے لوگوں میں آگے بڑھنے کا جوش، جذبہ اور لگن پائی جاتی ہے- جہاں کی مٹی زردی مائل ہو وہاں کے لوگ سست، کاہل اور آرام پسند ہوتے ہیں- ایسی پتھریلی زمین جو کوئی بیج قبول نہ کرتی ہو، وہاں کے لوگ کسی بیرونی اثر کو قبول نہیں کرتے- جب زمین اور موسم بدلتے ہیں تو زمین کی تاثیر، موسم اور ماحول کا اثر اور صحبت انسانی فطرت کو متاثر کرتے ہیں-

انسان جو بوتا ہے وہی کاٹتا ہے یا انسان جو فصل کاٹ رہا ہوتا ہے، وہی اس کی اپنی بوئی ہوئی فصل ہوتی ہے- بوتا وہ ہے جو اختیار رکھتا ہے اور اس جگہ بوتا ہے جہاں اختیار چلتا ہے اور وہی چیز بوتا ہے جو اس کے پاس ہوتی ہے اور جو کچھ اپنے عروج کے زمانے میں بوتا ہے زوال کے زمانے میں وہ اور اس سے وابستہ تمام لوگ مل کر یہی فصل کاٹتے ہیں- جو باشعور ہے وہ ہمیشہ عدل واحسان اور مساوات کی فصل بوتا ہے، پھر زوال اور ناداری کے زمانے میں خود اسی کا پھل کھاتا ہے، ایسے بھی لوگ ہوتے ہیں کہ جب ان کے عروج کا زمانہ آتا ہے تو وہ نادانی سے زوال کے ساتھ ہو لیتے ہیں، گویا جب دن نکلتا ہے تو وہ تاریکیوں میں اپنا منہ چھپا لیتے ہیں- عروج وزوال ساتھ ساتھ ہیں، دن اور رات ساتھ ساتھ ہے، دنیا کا نصف اگر روشن ہے تو نصف تاریک ہے-

کمزور، عاجز، مجبور، مغلوب اور بے اختیار اپنے وطن میں بھی بے وطن ہوتا ہے-

جب کسی قوم میں بداعمالیاں بڑھتی ہیں تو ان پر غیر قوموں کو مسلط کر دیا جاتا ہے، جیسے لوگ ہوتے ہیں ویسے ہی ان پر حاکم مقرر کیے جاتے ہیں- دس نیک لوگوں کا سربراہ وہ ہوگا جو ان سب میں زیادہ نیک ہوگا اور دس برے انسانوں کا سربراہ وہ ہوگا جو ان سب میں زیادہ برا ہوگا- جو اپنا دشمن خود ہو اسے کسی دشمن کی ضرورت نہیں رہتی- کسی قوم کا سربراہ اس قوم کی اکثریت کے مزاج، کردار اور فطرت کی نمائندگی کرتا ہے-

اصل ظالم وہ ہے جس نے حالات پیدا کیے، ظالم وہ نہیں ہے جو حالات کا شکار ہوا- کسی کو دوست کہہ کر اس کا حق تلف نہ کرو کیونکہ جس کا حق تلف کیا جاتا ہے وہ دوست نہیں رہتا اور جو

Marfat.com

دوست کے دشمن سے دوستی کرتا ہے وہ دوست کو اپنا دشمن بناتا ہے-

جب بھی کوئی شخص یا گروہ کسی چیز کو اپنے لئے خاص کر لیتا ہے جس میں سب کا حق برابر ہو تو جلد یا بدیر اس سے وہ چیز چھین کر دوسروں کو دے دی جاتی ہے-

دنیا ایک دیگ کی مانند ہے جو پک رہی ہے اس میں اوپر کی چیزیں نیچے اور نیچے کی اوپر ہوتی رہتی ہیں- ہر دن کے ساتھ رات ہے- عروج کے ساتھ زوال ہے- جو مساوات کو ختم کرتا ہے وہ خود ہی اپنے لئے زمین کو تنگ کرتا ہے-

جسے قریب کے لوگ چھوڑ دیتے ہیں اسے دور کے لوگ اپنا لیتے ہیں، جسے دوست چھوڑ دیتے ہیں اسے دشمن اپنا لیتے ہیں- ایک تو وہ ہے جو آپ کا دوست ہے دوسرا دوست کا دوست کہ وہ بھی آپ کا دوست ہے اور تیسرا آپ کے دشمن کا دشمن بھی آپ کا دوست ہے- اس لئے کہ دشمنی قدر مشترک ہے اور دوست تو وہی ہے جس کا قول وعمل آپ کی پسند کے مطابق ہو اور جو آپ کے لئے اچھا خیال رکھتا ہو اور مصیبت میں کام آنے والا اور آپ کی غیر حاضری میں آپ کے حقوق اور اس کی عزت وآبرو کا تحفظ کرنے والا ہو-

ایک تو اہل اللہ ہیں جن کے نزدیک تمام مخلوقات ایک ہی خالق کا شاہکار ہیں اور ایک ہی اللہ خالق کائنات کی تخلیق ہیں- زمین اللہ کی ہے اور سب کا پالنے والا اللہ ہے- قانون فطرت یہ ہے کہ اکثریت کبھی بھی غدار نہیں ہوسکتی- اکثریت کے مفادات کے خلاف ہمیشہ اقلیت غداری کرتی ہے- جو جہاں اکثریت میں آباد ہے اس کے اجتماعی مفادات اسی جگہ سے وابستہ ہیں- جبکہ انفرادی یا شخصی مفادات یا ذاتی مفادات سب کے ہر جگہ یکساں ہیں- یہ ایک عام بات ہے کہ جب ایک اقلیتی گروہ مقامی اکثریت پر اپنی قوت کے بل پر مسلط ہوتا ہے تو اس کی دو صورتیں ہوتی ہیں یا تو وہ مقامی اکثریت کے ساتھ عدل واحسان اور مساوات کا سلوک کرے گا یا ظلم وستم کا سلوک کرے گا- اگر عدل واحسان اور مساوات کا سلوک کرے گا تو مقامی اکثریت کو اپنا بنا لے گا یا خود ان میں ضم ہو جائے گا اور اگر ظلم وستم کرے گا تو بحیثیت حاکم کے اپنی انفرادیت کو برقرار رکھے گا، مقامی اکثریت سے توہین آمیز سلوک کرے گا، ان کی عزت، آبرو اور جان ومال سے دشمنی کرے

Marfat.com

گا، منافقت کا سہارا لے کر سازشیں کرے گا، اپنی بداعمالیوں پر پردہ ڈالنے کے لئے حیلے بہانے اور جھوٹ گھڑے گا اور اپنے اندر موجود ظالمانہ فطرت کو خرچ کرے گا اور کبھی نہ کبھی مقامی اکثریت کے انتقام کا، قہر و غضب کا اور بغاوت کا شکار بنے گا اور جب اسے کہا جائے گا کہ اللہ کی زمین پر فساد نہ کرو تو وہ کہے گا کہ ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں حالانکہ حقیقت میں وہی مفسد ہیں اور شعور نہیں رکھتے۔ جس کا چہرہ اللہ کی طرف ہے اور جو اللہ پر ایمان رکھتا ہے وہ اللہ کے سامنے اللہ کی نافرمانی کر ہی نہیں سکتا۔ ظلم اور نافرمانی تو وہ کرتا ہے جس کی پشت اللہ کی طرف ہوتی ہے اور جو اللہ کی طرف پیٹھ پھیر لیتا ہے یعنی اللہ سے قطع تعلق کر لیتا ہے اور اللہ اس کے فکر و شعور اور نگاہوں سے اوجھل ہو جاتا ہے اس لئے کہ انسان اپنی پشت کے پیچھے دیکھ ہی نہیں سکتا۔ حقیقت یہ ہے کہ مساوات کے بغیر عدل نہیں اور عدل کے بغیر حسن ظن نہیں اور احسان کے بغیر کوئی رشتہ نہیں اور اسلام کے بغیر کوئی سلامتی نہیں، اللہ کی راہ میں مشکل اٹھائے بغیر کوئی آسانی نہیں، راہ کے بغیر منزل نہیں، اور منزل کے بغیر سفر نہیں، حسن ظن کے بغیر حسن نہیں اور حسن کی دلکشی نہیں، اللہ کی فرمانبرداری کے بغیر کوئی راہ نجات نہیں۔

ماں باپ اپنی اولاد کو خود ماریں تو الگ بات ہے، اپنا کوئی مارے تو الگ بات ہے، غیر مارے تو الگ بات ہے۔ جب کسی کے بارے میں خیال بدلتا ہے تو اس کے بارے میں ہر چیز کے معنی اور مفہوم بھی بدل جاتے ہیں، حسن ظن سے حسن جنم لیتا ہے۔

اپنا وطن چھوڑ کر ہجرت کرنے والوں کی مثال ایسی ہے جیسے زمین میں مضبوطی سے لگے ہوئے ایک درخت کو اکھاڑ کر کسی دوسری جگہ لگا دیا جائے۔ اب اس کی بقا اس بات پر منحصر ہے کہ وہ پودا اس زمین کو اور موسم کو قبول کر لے یا وہ زمین، موسم اور ماحول اس پودے کو قبول کر لیں۔ بدظنی ہی ساری خرابی کی جڑ ہے۔ جب انسان کے اندر کا موسم خوشگوار ہو تو ہر چیز بھلی اور خوشگوار نظر آتی ہے اور دل میں بدظنی ہو تو ہر شے میں خرابی نظر آتی ہے۔

منصوبہ خواہ کتنا ہی اچھا اور نفع بخش کیوں نہ ہو اگر چلانے والے نااہل ہوں تو ہمیشہ نقصان پہنچے گا۔

Marfat.com

شریعت اللہ کا پاکیزہ اور مقدس قانون ہے، اس کا بار اٹھانے کے لئے ایک پاکیزہ گروہ چاہئے، نااہلوں کے ذریعے نفاذ شریعت کا مطلب قہر خداوندی کو دعوت دینا ہے۔

جو انسانی فطرت ہوتی ہے وہی فطرت انسانی نظام کی اور اعصاب کی فطرت ہوتی ہے۔ جس کی فطرت میں بے سکونی، بے چینی، اضطراب، نفرتوں کا زہر، غصہ اور انتقام کی سختی اور حسد کی آگ ہو اس کے جسمانی نظام اور اعصابی نظام میں بھی یہی خرابی پائی جاتی ہے اور یہی خرابیاں وہ اپنے ماحول کو دیتا ہے۔

جو شخص کسی معاملے میں درگزر سے کام لیتا ہے، وہ دراصل اس معاملے کو اپنے شعور سے ہمیشہ کے لئے نکال کر باہر پھینک دیتا ہے، جو کسی معاملے میں درگزر کرنے کی کوشش کرتا ہے وہ اس معاملے کو اپنے ذہن سے جھٹکنے کی کوشش کرتا ہے اور جو شخص درگزر نہیں کرتا اور خاموش رہتا ہے وہ اس معاملے کے بوجھ کو اٹھائے پھرتا ہے۔

جھوٹا انسان ہمیشہ خرابی کی طرف لے جاتا ہے، جھوٹی تعریف کرنے والا تکبر کی طرف لے جاتا ہے اور خود غرض انسان ہمیشہ دھوکا دیتا ہے۔ منافقت کی دوستی سے کھلی عداوت بہتر ہے۔ اعلیٰ ظرف وہ ہے جس کا سلوک چھوٹے بڑے دوست و دشمن سب کے ساتھ یکساں ہوتا ہے۔

بلندی اور ترقی انکساری میں ہے جبکہ لوگ تکبر میں تلاش کرتے ہیں اور عزت عجز کے ساتھ ہے لوگ اسے حسد اور بغض میں تلاش کرتے ہیں۔ کامیابی ہمت اور شجاعت کے ساتھ ہے جبکہ لوگ اسے بزدلی میں تلاش کرتے ہیں۔ خیر و برکت ایمانداری کے ساتھ ہے جبکہ لوگ اسے دھوکے اور فریب میں تلاش کرتے ہیں۔ جو شخص رحم کے جذبے سے محروم ہے وہ خیر سے بھی محروم ہے۔

انسان کی فطرت کی تشکیل میں بصارت، سماعت اور دیگر حواس اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ انسان جو کچھ اخذ کرتا ہے، اپنے حواس سے، ماحول اور صحبت سے اخذ کرتا ہے۔ زمین کی ساخت، موسم، جغرافیائی حالات اور مناظر انسان کی فطرت پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ بے حیائی کا منظر، انسانی فطرت کو گناہ کا احساس دیتا ہے۔ سرسبز اور شاداب مناظر انسانی فطرت کو سرشاری کا اثر

Marfat.com

دیتے ہیں۔ سخت چٹانی منظر انسانی فطرت کو سختی کا اثر دیتے ہیں۔ انسان کسی زمین، اس کے ماحول اور مناظر سے طویل وابستگی کے سبب اور قربت و انسیت کے سبب اپنی فطرت کی تشکیل کے لئے ان سے بہت کچھ حاصل کرتا ہے۔

دریا میں گرنے والا مجرم نہیں بلکہ مجرم وہ ہے جس نے جان بوجھ کر یا دھوکے سے اسے دریا میں دھکا دیا۔

جو برتن جتنا چھوٹا ہوتا ہے اتنا ہی جلد چھلک جاتا ہے۔ یہی اس کی گہرائی کی انتہا ہے۔ رہا کم ظرف تو اس کے باطن میں سرے سے کوئی گہرائی موجود ہی نہیں ہوتی۔ اہل اللہ کبھی نہیں چھلکتے کیونکہ وہ خود کو ہمیشہ نامکمل اور اپنے عمل کو ناقص سمجھتے ہوئے ہمیشہ اس کی اصلاح میں لگے رہتے ہیں اور اپنے عمل کا ذکر اس لئے نہیں کرتے کہ اسے قابل ذکر نہیں سمجھتے۔ پھر وہ عمل ان کی اپنی ذات کے لئے نہیں ہوتا اس لئے اپنی ذات کے حوالے سے اس کا ذکر بھی نہیں ہوتا۔

پورا انسانی معاشرہ جن مصائب و آلام کا شکار ہے ان میں سے زیادہ تر کی وجہ مخلوق سے مخلوق کا ملاپ ہے۔ یہ انسان کا مقدر ہے اور اس سے نجات ممکن نہیں۔ دنیادار یا تو استعمال ہوتا ہے یا استعمال کرتا ہے۔ دونوں حالتوں میں اس کے پاس دینے کے لئے سوائے خود غرضی کے، غموں، فکروں اور تکالیف کے، ذلتوں، رسوائیوں، فتنوں اور مسائل کے اور کچھ نہیں ہے اور کبھی بھی ختم نہ ہونے والی امیدیں اور خواہشات دراصل کبھی بھی ختم نہ ہونے والے ناقابل حل مسائل ہیں۔ رہی ہوس تو سوائے موت کے کوئی اور چیز اس کا خاتمہ نہیں کر سکتی۔ ہوس تو انسان اور انسانیت کی موت ہے۔

جب دو انسان ایک جگہ ہوں گے تو دونوں کے درمیان مسائل بھی ہوں گے۔ جب ان مسائل کے درمیان تیسرے کی مداخلت ہوگی تو مزید کچھ نئے مسائل ان مسائل میں شامل ہو جائیں گے اور جیسے جیسے دوسروں کی مداخلت بڑھے گی مسائل بڑھ کر لاینحل ہو جائیں گے۔ بہتر تو یہ ہے کہ جن دو افراد کے درمیان میں مسائل ہیں انہیں خود ہی اپنے مسائل حل کرنے دیں اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو کوئی صلح جو بزرگ مداخلت کرے جو تعمیری انداز سے بغیر کوئی نیا مسئلہ پیدا کئے ان

Marfat.com

مسائل کو سلجھائے اور حل کرے۔ عجز سے مسائل حل ہوتے ہیں اور تکبر سے الجھتے ہیں۔ایک فرد اگر غصے میں ہو تو دوسرے کو خاموشی اختیار کرنی چاہئے جب تک کہ اس کا غصہ ختم نہ ہو جائے کیونکہ جو غصے میں ہے اس کی عقل اس کے ساتھ نہیں ہے مگر دوسرے کی عقل تو اس کے ساتھ ہے۔

غم زدہ گرفتار غم ہے، مصائب زدہ مبتلائے مصائب ہے، تکلیف اور درد میں مبتلا شخص ہر وقت اس تکلیف کے احساس میں گرفتار ہے اور جو اللہ پر ایمان رکھتا ہے وہ ہر وقت اللہ کو راضی رکھنے کی فکر میں مبتلا رہتا ہے اور اللہ کی ناخوشی سے ڈرتا ہے، اللہ پر ایمان ہے تو ایمان کا اثر بھی ہے اور صاحب ایمان انسان کا قول وعمل بھی ایمان کی گرفت میں ایمان کے زیر اثر ہے اور ایمانداری بھی ہے اور امانتداری بھی ہے اور اللہ کی فرمانبرداری بھی ہے۔انسان تو اسی چیز کے لئے عمل کرتا ہے جس پر ایمان رکھتا ہے، جو اللہ پر ایمان رکھتا ہے وہ اللہ کی فرمانبرداری میں اللہ کے لئے عمل کرتا ہے، جو دنیا پر ایمان رکھتا ہے وہ دنیا کے لئے عمل کرتا ہے۔

ایک تو فطرت ہے، دوسرا قانون فطرت ہے۔ توازن، عمل و ردعمل اور مکافات عمل کے قوانین، اسی قانون فطرت کا حصہ ہیں۔ جہاں انسان طاقت اور قوت کے نشے میں بدمست ہو کر اپنی فطری خواہشات کو بے لگام چھوڑ دیتا ہے اور پھر بے لگام فطری خواہشات کی تکمیل کے لئے قانون فطرت کو توڑ کر اس کی حدود سے باہر نکلتا ہے وہیں وہ قانون قدرت کی گرفت میں آ جاتا ہے۔

بیج لگانے سے پہلے زمین کو نرم کرنا پڑتا ہے۔ بیج کے لئے زمین کو اور زمین کے لئے بیج کو قابل قبول بنانا پڑتا ہے، پھر پانی بھی دینا پڑتا ہے اور نگہداشت بھی کرنا پڑتی ہے۔جس طرح ہر زمین میں اور ہر موسم میں ہر طرح کا پودا نہیں لگ سکتا اسی طرح انسانی فطرت اور شعور بھی ہر وقت، ہر جگہ، ہر ماحول میں ہر طرح کے خیالات کو قبول نہیں کرتے اور ہر ایک کے ساتھ ایک ہی طرح کی گفتگو نہیں کی جا سکتی۔ایک خرابی تو وہ ہے جو درخت کو بیج سے ملتی ہے، دوسری خرابی وہ جو خراب زمین سے درخت کو ملتی ہے، تیسری برائی خراب موسم کی صحبت اور اس کے برے اثرات سے درخت کو ملتی ہے۔ بیج اور زمین کی خرابی کو تو بدلا نہیں جا سکتا البتہ اچھی صحبت اور اس کے اچھے

اثرات سے نہ صرف یہ کہ خرابی کی اصلاح کی جاسکتی ہے بلکہ خامیوں کو خوبیوں کا رخ دیا جاسکتا ہے۔ باپ اگر بیج کا ذریعہ ہے تو ماں زمین ہے پھر صحبت اور اس کا اثر ہے ان سب سے انسان اور اس کی فطرت ہے۔

جو شخص کسی کی خرابی کو اس کے سامنے بیان کرتا ہے وہ دراصل اس پر اپنی اچھائی اور برتری کو ثابت کرتا ہے، اس طرح دوسرے کے دل میں اپنے لئے قبولیت کو ختم کرتا ہے اور بدظنی کا پودا لگاتا ہے اور جو شخص کسی کی بات کو رد کرتا ہے وہ اس کی شخصیت کو بھی رد کرتا ہے۔

اکثر جاہل یہ کہتے ہیں کہ ہم برے اس لئے ہیں کہ یہ ہماری تقدیر میں لکھا ہے۔ بے شک تقدیر طے شدہ ہے لیکن تدبیر تو انسان کے اختیار میں ہے، جو تقدیر کا مالک ہے وہی تقدیر بدلنے پر بھی قادر ہے، وہ کسی کو کبھی بھی اپنی رحمت سے مایوس نہیں کرتا، کسی کی کوشش کو کبھی رائیگاں نہیں کرتا۔ جب انسان کسی مادے کو یا مصنوعات کو ٹیسٹ کرنے کے بعد اس کے بارے میں حتمی نتائج اخذ کرسکتا ہے تو روح کی فطرت، اس کے شعور اور اس میں پائے جانے والے مادوں کو ٹیسٹ کر کے اس کی دنیاوی کارکردگی کے بارے میں حتمی نتائج کیوں اخذ نہیں کئے جاسکتے۔ اللہ تو بڑے علم والے حکمت والے ہیں۔

قانون فطرت ہے کہ ایک ایسی نسل جس کا اصل ایک بے مقصد زندگی ہو، جو امانت، دیانت، وفا اور غیرت جیسی انمول صفات سے محروم ہو۔ کیا وہ نسل اپنی اور اپنے دین کی اور وطن کی حفاظت کرسکتی ہے، نہیں۔ کیونکہ اس نسل کے پاس کوئی ایسا مقصد ہی نہیں ہے جسے وہ امانت سمجھ کر سینے سے لگائے آگے بڑھے اور اپنی غیرت کے سہارے اس کی حفاظت کرے اور بے شک بے مقصد زندگی کا حاصل محرومی، مایوسی، ناکامی اور احساس کمتری ہے۔ اس کا نتیجہ ہمیشہ تباہی، بربادی اور غلامی کی صورت میں نکلتا ہے۔ انسان کے جسم میں پائی جانے والی ایک چھوٹی سی خرابی اس کے پورے جسم، اس کی زندگی اور اس کے معمولات کو متاثر کرتی ہے۔ اگر بڑھ جائے تو موت کا سبب بھی بن جاتی ہے۔ قوم، ملک، ملت اور معاشرہ سب ایک جسم کی مانند ہیں۔ جو قوتیں غالب ہیں، بااختیار ہیں وہی ان خرابیوں کی ذمہ دار ہیں اور وہی ان خرابیوں کو دور کرنے کی بھی ذمہ دار ہیں

Marfat.com

ورنہ انجام کار ہلاکت ہے۔ جو چیز مغلوب ہے وہ بے اختیار ہے، کمزور ہے، وہ نہ تو خرابی پیدا کر سکتی ہے اور نہ خرابی کی ذمہ دار ہے اور نہ خرابی کو دور کر سکتی ہے، ہاں البتہ ردعمل کو ظاہر کر سکتی ہے اور خود ایک خرابی بن سکتی ہے، نقص اور بیماری بن سکتی ہے۔ بے شک غلطیاں اور غلط استعمال کسی بھی شے کو تباہ کر دیتے ہیں۔

اس دور میں اہل اللہ نظر نہیں آتے اس لئے کہ یہ دور فتنوں کا، ریا کاری کا ہے۔ جو کچھ اہل اللہ کے پاس ہے اس کا کوئی طلب گار نہیں ہے۔ وہ یہ دور ہے جس میں جہل مسلط ہے، دوستی کی بنیاد جھوٹ اور کذب پر ہے۔ اداکاری اور ریا کاری ایک قابل قدر فن ہے۔ سچائی دوستوں کے درمیان دشمنی کا سبب ہے، ذلیل اور کمینے زیادہ ہیں، نیک لوگ کم ہیں۔ دوستی زبان پر اور دشمنی دل میں ہے۔ دین کو اور علم دین کو اور عشق رسولؐ کو قانون ضرورت کے تحت لوگ دنیاوی تجارت کے لئے، نام و نمود کے لئے اور قوت واقتدار کے حصول کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ عیاری اور مکاری ذہانت ہے، سمجھدار بدکار سمجھے جاتے ہیں۔ ضعیف اور کمزور لقمہ تر ہیں، اولادیں نافرمان اور باغی ہیں اور اولادوں کے لئے ماں باپ برہمی کا سبب ہیں، نادان مدبر ہیں، کفران نعمت عام ہے، چغل خور اور خوشامدی بہترین مصاحب ہیں، صلہ رحمی کو احسان سمجھ کر کیا جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اہل اللہ زبان بندی کے ساتھ گوشوں میں جا چھپے ہیں۔ اہل اللہ کی چار اقسام ہیں: وہ جو وقت اور حالات دونوں پر نظر رکھتے ہیں، وہ جو صرف عاقبت پر نظر رکھتے ہیں، وہ جو حقائق کا مشاہدہ کرتے ہیں، وہ جن کی نظر صرف مسابقت پر ہوتی ہے، اہل اللہ ہمیشہ خود کو فتنوں سے اور فتنوں کی جگہ سے دور اور پوشیدہ رکھتے ہیں۔

قوموں کی فطرت اور مزاج کی تشکیل میں بے شمار عوامل اپنا کردار ادا کرتے ہیں۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ طویل عرصے تک غلامی یا جبر وظلم کی شکار قومیں ایک عرصے تک اس دور کی جمع شدہ فطرت یا احساسات کو خرچ کرتی ہیں اور وہی سلوک دوسروں کے ساتھ روا رکھتی ہیں جو خود ان کے ساتھ روا رکھا گیا اور قوت، دولت، اختیار اور غلبے کے حصول پر زیادہ یقین رکھتی ہیں اور یہ بھی ہوتا ہے کہ قومیں زوال کے دور میں اپنی غلطیوں کی اصلاح کرتی ہیں اور عروج کے دور میں اپنے عروج کو

Marfat.com

استحکام دیتی ہیں، جن قوموں کی فطرت میں ذہانت اور لچک ہوتی ہے وہ اپنی بقاء کے لئے بے شمار راہیں اختیار کرتی ہیں، جن قوموں کی فطرت بے لچک ہوتی ہے وہ اپنی بقاء کے لئے طاقت کے استعمال پر یقین رکھتی ہیں۔ قوموں کو ہمیشہ یہ خیال کرنا چاہئے کہ وقت کبھی کسی ایک کے ساتھ نہیں رہتا، کبھی وقت کسی کے حق میں ہوتا ہے اور کبھی کسی کے خلاف ہوتا ہے۔ انسانوں کے درمیان لڑائی دراصل ان کے نفس کی برتری، ان کی نفسانی خواہشات کی تکمیل، ان کی دوسروں سے مسابقت اور ان کی حاکمیت کی لڑائی ہے، یہی کچھ حال قوموں کا ہے۔ رہا سوال مسلمانوں کا تو ان کے پاس نہ اپنی ذات کے لئے نفس ہے اور نہ ذاتی خواہشات ہیں۔ ان کے نفس تو اللہ کے مطیع ہیں اور ان کی لڑائی تو صرف اور صرف اللہ کے غلبے اور حاکمیت کو قائم کرنے کے لئے ہے۔ دنیادار جہاں اپنی ذاتی برتری اور حاکمیت کے لئے ایک دوسرے سے دست و گریباں ہے وہیں وہ انفرادی اور اجتماعی طور پر، شعور اور لاشعوری طور پر اللہ سے اللہ کی حاکمیت کے خلاف لڑائی میں مصروف ہے۔ جو فرد یا قوم اللہ کو جانتی ہے وہ تو اللہ کی محکوم ہے اور جو یہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ کو جانتے ہیں مگر ہم اللہ کی حاکمیت کو اور اس کے نظام کو قبول نہیں کرتے اور اس بات کو وہ اپنے قول و عمل سے یا صرف اپنے عمل سے ثابت کرتے ہیں، وہ اللہ کے کھلے متکبر دشمن اور باغی ہیں۔ کیونکہ وہ اللہ کے محکوم اور حکم بردار بندے بننا ہی نہیں چاہتے یا پھر وہ اللہ کو جانتے ہی نہیں اور نہ اللہ کو جاننا چاہتے ہیں حالانکہ وہ عقل اور شعور رکھتے ہیں اور اللہ کا جاننا ان کے اختیار میں ہے۔ معلوم ہوا کہ وہ اللہ کو جاننے کی خواہش نہیں رکھتے اور انسان تو ہمیشہ قیمتی، نفع بخش، اہم اور ایسی چیز کی خواہش کرتا ہے جو اس کے نزدیک اسے دوسروں پر برتری دلا سکے اور وہ اللہ کی خواہش اس لئے نہیں رکھتے کہ وہ اللہ کو کچھ سمجھتے ہی نہیں۔ دنیادار تو اندر سے بھی نفرتوں کی، حسد، انتقام اور مسابقت کی آگ میں جل رہا ہے اور باہر سے بھی اس کی اپنی لگائی ہوئی آگ ہے جس کے لمبے لمبے ستونوں میں وہ گھرے ہوئے ہیں۔ وہ چین کے لئے بے چین ہیں اور چین اور سکون کی ٹھنڈک سے ناواقف ہیں اور ہر چیز یہ سمجھ کر اپنے لئے سمیٹ لینا چاہتے ہیں کہ شاید اس طرح چین اور سکون مل جائے یہاں تک کہ کبھی نہ ختم ہونے والی خواہشات اور ہوس کو پورا کرتے کرتے وہ خود بھی خرچ ہو جاتے ہیں اور اپنی روح

Marfat.com

کی فطرت کو آگ لگا دیتے ہیں۔

اللہ کی بادشاہت زمینوں اور آسمانوں میں ہے۔ اگر اللہ کے محکوم فرمانبردار بندے اللہ کی حاکمیت کے خلاف قائم کی گئی انسانی نفس کی حاکمیت کی حد بندیوں کو توڑنے کے لئے اور ان تک اللہ کے پیغام کو پہنچانے کے لئے طاقت کا استعمال کرتے ہیں تو ان کا یہ عمل اللہ کی رضا کے لئے ہے۔ اگر لوگ اللہ کے پیغام تک نہیں پہنچ سکتے تو کیا ہوا، اللہ کے فرمانبردار بندے تو اللہ کے پیغام کے ساتھ ان تک پہنچ سکتے ہیں اور اللہ کی حاکمیت کی حدود کو بڑھانے کے لئے اور اسے مستحکم کرنے کے لئے عمل کر سکتے ہیں۔

اسلام کبھی بھی تلوار کے زور پر نہیں پھیلا اور نہ تلوار کے زور پر پھیل سکتا ہے۔ اس لئے کہ کوئی شخص اس وقت تک مسلمان نہیں ہوسکتا جب تک وہ زبان سے اللہ وحدہ لاشریک کا اقرار نہ کرے اور دل سے اس کی تصدیق نہ کرے اور تصدیق بالقلب کی شرط اس وقت تک پوری نہیں ہوتی جب تک کہ قلب پر اللہ کی حاکمیت کے غلبے کو قائم نہ کرے اور تلوار سے دل نہیں جیتے جا سکتے۔

جو لوگ مسلمانوں کو انتہا پسند قرار دیتے ہیں وہ دراصل اسلام کو انتہا پسندی کا مذہب قرار دیتے ہیں۔ یہ لوگ اللہ کے اور اللہ کے دین کے اور اللہ کی حاکمیت کے دشمن اور باغی ہیں کیونکہ یہ وہ بات کہتے ہیں جو سچائی سے بہت دور ہے۔ اسلام تو رواداری کا، مروت کا، شرافت کا، انسانیت کا، اعتدال کا مذہب ہے۔ ہاں مسلمان اللہ کے بتائے ہوئے طریقے سے اللہ کے احکامات کی تعمیل میں بے لچک اور سخت فطرت کا مالک ہے اور پاک و بے عیب وحدہ لاشریک اللہ کا نائب ہے اور اس کا قلب عظمت الٰہی کا مطیع ہے اور جو عظمت الٰہی کا مطیع ہے وہ اللہ کی پاک و بے عیب تمام تعریفوں وصفات کا بھی مطیع ہے۔ غلبہ تھوڑا ہو یا زیادہ بہرحال غلبہ ہے۔ جو مغلوب ہے اس کے اندر پایا جانے والا شر بھی مغلوب ہے اور اللہ کی پاک و بے عیب صفات کے احساس کی گرفت میں ہے۔ اسلام شر سے دور ہے اور شر اسلام سے دور ہے۔ نہ اسلام انتہا پسندی کا مذہب ہوسکتا ہے اور نہ مسلمان انتہا پسند ہوسکتا ہے۔ اگر یہ لوگ اللہ کو تسلیم کرتے تو اللہ کی حاکمیت کو بھی ضرور تسلیم کرتے اور اللہ کے اچھے محکوم ہوتے اور اللہ کی حاکمیت کے نظام کا حصہ ہوتے۔

Marfat.com

اے لوگو جب تم اپنے نفس کی حاکمیت اور برتری کے لئے لڑتے ہو اور اس لڑائی میں ہر ظلم اور جبر کو جائز قرار دیتے ہو، دوسری طرف اللہ کی راہ میں اور اللہ کی حاکمیت کو قائم کرنے کے لئے اور اللہ کی حاکمیت کے دشمنوں اور باغیوں کے خلاف کئے جانے والے جہاد کو ظلم قرار دیتے ہو تو کیا تم اللہ کو تسلیم نہیں کرتے، کیا تم اللہ کی بادشاہی یا حاکمیت کے حق کو تسلیم نہیں کرتے؟ حالانکہ جہاد اسی وحدہ لاشریک اللہ کی حاکمیت اور حاکمیت کے نظام کو قائم کرنے کے لئے کیا گیا ہے، جس کی بادشاہی زمینوں اور آسمانوں میں ہے، جس کا سب کچھ ہے۔ تم اللہ کی بادشاہی کو پسند نہیں کرتے؟ تم خود کو اللہ کے احکامات کی تعمیل کرنے والا محکوم کیوں نہیں بناتے؟ شاید اس لئے کہ تمہارے اندر کا تکبر تمہیں اللہ وحدہ لاشریک کا محکوم نہیں دیکھنا چاہتا۔ یہ تکبر نہیں چاہتا کہ تم عظمت الٰہی کو قبول کرو۔ تم زبان سے چاہے جو کچھ کہتے رہو، تمہارا عمل ہی تمہاری اصلیت کا آئینہ ہے۔ جس کی پیٹھ اللہ کی طرف ہے اسے تو اللہ کا شعور ہی نہیں ہے، وہ کس طرح اللہ کو جان سکتا ہے، اگر تم حقیقت میں سچائی کے ساتھ اللہ کے فرمانبردار ہوتے تو تمہارا ہر قول و عمل ہمیشہ کے لئے اللہ کی فرمانبرداری کے لئے ہوتا اور اللہ کے محکوم بندے کا عمل ہوتا، رہا دکھاوے کا عمل یا دھوکے کا عمل تو وہ علامتی عمل ہوتا ہے اور کبھی کبھی کے لئے ہوتا ہے۔

جان لو کہ مسلمان وہ ہے جس میں ایمان ہے اور جس میں ایمان ہے اس میں امانتداری ہے اور جس میں امانتداری ہے اس میں ایمانداری ہے اور جس میں ایمانداری ہے وہی صاحب ایمان ہے۔ جان لو کہ صاحب ایمان وہ ہے جو اللہ کا محکوم ہے اور اللہ کا محکوم وہ ہے جو اللہ کے احکامات کی تعمیل کرتا ہے۔ جان لو کہ صاحب ایمان وہ ہے جس کے قلب پر اللہ کی فرمانبرداری غالب ہے، جس قلب پر نافرمانی غالب ہے وہ تو نافرمان شیطان کے ساتھ ہے۔ اگر وہ صاحب ایمان ہوتا تو ضرور اللہ کا فرمانبردار ہوتا۔ شیطان تو اللہ کو جانتا ہے اور عظمت الٰہی سے بھی واقف ہے، پھر بھی شیطان ہے اور مردود ہے۔ صرف اس لئے کہ نافرمانبردار ہے اور ہر نافرمانبردار متکبر ہے اور ہر متکبر، عظمت الٰہی کا انکار کرنے والا ہے اور ہر انکار کرنے والے کو کفر کرنے والا کہا گیا ہے۔ شیطان صرف اس لئے شیطان بنا کہ اس نے عظمت الٰہی کے غلبے کو قبول نہیں کیا اور اللہ کی حاکمیت

Marfat.com

کو قبول نہیں کیا اور اللہ کی محکومی کو قبول نہیں کیا اور عجز اختیار کرنے کے بجائے تکبر کی راہ اختیار کی۔
اے اللہ ساری دنیا کو اسلام کی روشنی سے منور فرما دیجئے اور ساری دنیا کے مسلمانوں کو سچا ایمان عطا فرما دیجئے، ایسا ایمان جس کے بعد نہ کوئی کفر ہو، نہ شرک ہو اور نہ بدعتیں ہوں اور اسلام اور مسلمانوں کو عروج اور سربلندی عطا فرما دیجئے اور اس عروج اور سربلندی کو استحکام عطا فرما دیجئے۔
آمین۔

Marfat.com

وضاحتیں

بیعت

بیعت دراصل اقرار لینا ہے۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں، اے محمدؐ جو لوگ تجھ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ سے بیعت کرتے ہیں۔ اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے، اور جو عہد شکنی کرتا ہے وہ اپنا ہی نقصان کرتا ہے، اور جس نے اللہ سے کیے ہوئے اپنے عہد کو پورا کیا، عنقریب اللہ تعالیٰ اسے اجرِ عظیم عطا کرے گا۔

پیارے نبیؐ نے جن باتوں پر لوگوں سے بیعت لی وہ یہ ہیں: ہجرت اور جہاد پر۔ اقامت ارکان یعنی نماز، روزے، حج، زکوٰۃ اور عقیدۂ توحید پر، اور کافروں سے لڑائی کے دوران ثابت قدم رہنے پر اور بدعت سے بچنے پر۔ اس کے علاوہ حضورؐ نے بیعت لی انصاریوں کی عورتوں سے کہ وہ نوحہ نہیں کریں گی۔ محتاج مہاجرین سے بیعت لی کہ وہ لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہیں کریں گے۔ اس بیعت کے بعد ان لوگوں کا یہ حال تھا کہ اگر کسی کا کوڑا بھی گر جاتا تو وہ گھوڑے سے اتر کر خود اسے اٹھا لیتا۔ اور حضورؐ نے قومِ انصار سے بیعت لی کہ وہ اللہ کے معاملے میں کسی کی ملامت سے نہیں ڈریں گے اور حق بات کہیں گے۔

حضراتِ صوفیائے کرام نے اس بیعت کی سنت کو اختیار کیا۔ بیعت لینے والے کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ قرآن و حدیث کا کم از کم اتنا علم رکھتا ہو کہ وہ دین کے تمام بنیادی مسائل کے بارے میں بیعت کرنے والے کی صحیح رہنمائی کر سکے۔ پابندِ شریعت ہو، متقی علماء کی صحبت میں رہا ہو اور ان سے ادب سیکھا ہو۔ حلال و حرام سے واقف ہو، متقی ہو اور آخرت کی طرف راغب ہو۔

بیعت لینے والا سب سے پہلے خطبہ پڑھتا ہے، جس کا ترجمہ یہ ہے: ''سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں۔ اے اللہ ہم آپ ہی کی حمد کرتے ہیں، اور آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں، اور آپ ہی پر بھروسہ کرتے ہیں، اور آپ ہی سے مدد چاہتے ہیں، اور آپ ہی سے مغفرت طلب کرتے ہیں، اور آپ ہی کی پناہ چاہتے ہیں اپنے نفس کی شرارتوں اور اپنے اعمال کی برائیوں سے۔ جس کو

Marfat.com

اللہ نے ہدایت عطا کی اسے کوئی گم راہ کرنے والا نہیں اور جسے اللہ نے گم راہ کر دیا اسے کوئی راہ ہدایت بتانے والا نہیں۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اللہ کے رسول ہیں۔ اور اے اللہ سلامتی اور رحمتیں اور برکتیں نازل فرمایئے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر، آپ کی آل پر اور آپ کے اصحاب پر۔"

مرید بیعت کرتے ہوئے یہ عہد کرے گا کہ میں نے بیعت کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے، ان کے خلفاء کے ذمے سے پانچ باتوں پر کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول ہیں، اور میں نماز قائم کروں گا اور زکوٰۃ دوں گا اور رمضان کے روزے رکھوں گا اور اگر اللہ نے استطاعت دی تو حج کروں گا، اور کبھی بھی کسی کو اللہ کا شریک نہیں ٹھہراؤں گا، اور نہ کفر کروں گا، نہ شرک کروں گا، نہ بدعت کروں گا، نہ پیارے نبیؐ کے نقش قدم سے ہٹوں گا۔ اور یہ کہ نہ قتل کروں گا، نہ چوری کروں گا، نہ زنا کروں گا، نہ بہتان لگاؤں گا، اپنے تمام اعضاء کو اللہ کی فرمانبرداری میں استعمال کروں گا، اللہ سے ڈرتا رہوں گا اور اللہ کی راہ میں جہاد کروں گا۔

مرشد کی حیثیت ایک قابل احترام کامل استاد کی ہوتی ہے جو اپنے مریدوں کی اللہ کی طرف درست رہنمائی کرتا ہے، اور انہیں اللہ کا ایک بہترین بندہ اور پیارے نبی کا ایک بہترین امتی بنانے کی کوشش کرتا ہے۔ نماز کو ترک کرنے والا اور نماز کو غیر ضروری اور غیر اہم قرار دینے والا، دونوں اللہ اور اس کے رسولؐ کے دشمن ہیں۔ شریعت کے سوا کوئی دوسری راہ نہیں ہے۔ بغیر ستونوں کے عمارت نہیں ہوتی اور بغیر ارکانِ اسلام کے اسلام نہیں۔ قرآن وسنت نہیں تو دین نہیں، اور جو گم راہ ہے وہ شیطان کا پیروکار ہے۔ اس لیے کہ اسلام اللہ کی بندگی کی راہ دکھاتا ہے اور شیطان شخصی پرستش کی راہ دکھاتا ہے۔

اخلاصِ عمل

کسی عمل کا خالص اللہ کی رضا کے لیے ہونا دراصل اخلاصِ عمل ہے، اور اخلاصِ عمل ہی نیکی ہے۔ انسان اپنے کسی عمل کو خود نیکی قرار نہیں دے سکتا۔ یہ طے کرنا کہ کون سا عمل نیکی ہے اور کون سا عمل بدی ہے، اللہ کا کام ہے۔ اہلِ علم اپنے کسی عمل پر بھروسہ کرنے کے بجائے ہمیشہ صرف اور

Marfat.com

صرف اللہ کی رحمت پر نظر رکھتے ہیں۔

دنیادار ہمیشہ اپنی ذات اور اپنے عمل پر بھروسہ کرتا ہے اور خود ہی اپنے عمل کو نیکی قرار دیتا ہے۔ ایسا وہ اپنی ذاتی برتری ثابت کرنے کے لیے کرتا ہے یا اس ذاتی برتری کے احساس کے پیچھے چھپے ہوئے احساسِ کم تری کو جھٹلانے کے لیے کرتا ہے۔ وہ جس اچھے عمل کو اپنی ذات کے لیے کرتا ہے، اس کا صلہ فوراً ہی اپنی ذاتی تسکین اور ذاتی برتری کے اظہار کی شکل میں حاصل کر لیتا ہے، اور پھر اس پر مطمئن نہیں ہوتا بلکہ بار بار اپنے اس عمل کا ذکر کرتا ہے۔ اس کا مقصد اپنی خوبیوں کو ثابت کرنا اور اپنے عیبوں پر پردہ ڈالنا ہوتا ہے۔ جو شخص اپنے پر بھروسہ کرے گا اور اپنے عمل کو نیکی قرار دے گا، وہ ضرور اللہ سے بطور اپنے حق کے اس کا صلہ طلب کرے گا۔ ایسے لوگ جان لیں کہ ملکیت اپنے مالک سے، اور مخلوق اپنے خالق سے اور بندہ اپنے معبود سے صرف اور صرف احسان کی درخواست اور رحم و کرم کی التجا کر سکتا ہے، اس کے بعد اللہ کی مرضی ہے کہ جسے جو چاہے سو عطا کرے۔

بات عمل کی نکلی ہے تو یہ عرض کروں کہ بہت سے بے عمل یہ کہتے ہیں کہ اللہ ہماری نیتوں سے واقف ہے اور وہ دلوں کو دیکھتا ہے۔ ان کی اس بات کو تسلیم کرتے ہوئے ان سے اتنا عرض ہے کہ جہاں قول کی تصدیق عمل سے ہوتی ہے، وہاں تو یہ بات بالکل درست ہے۔ مثال کے طور پر ایک شخص پابندی سے نماز ادا کرتا ہے، اس کے بارے میں تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ اللہ دلوں کے بھید سے اور نیتوں سے واقف ہے، لیکن ایسا شخص جس کے قول و فعل میں تضاد ہے، اور جس کا عمل اس کے قول کو جھٹلاتا ہے، وہاں یہ بات کسی طرح مناسب معلوم نہیں ہوتی۔

حسن ظن

دراصل حسنِ ظن ہی خیر و فلاح کی، امن و سکون کی اور اطمینان و بے خوفی کی کنجی ہے، جبکہ بدظنی ...... بے چینی، اضطراب، ناشکر گزاری، بغض و عداوت اور شر کی راہ ہے۔ دنیادار وہ ہے جسے دنیا استعمال کرتی ہے یا وہ دنیا کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اور جو استعمال ہوتا ہے وہی استعمال کرنے والے کے بارے میں اچھی یا بری رائے رکھتا ہے۔ اور صاحب ایمان تو دنیا کو اللہ کی راہ

Marfat.com

میں خود استعمال کرتا ہے اور اپنے اللہ کے بارے میں سوائے حسن ظن کے اور کچھ نہیں رکھتا۔

دنیادار

دنیادار دنیا کا بندہ ہے۔ وہ تو ہر چیز کو قانونِ ضرورت کے تحت اپنے ذاتی مفادات اور ذاتی برتری کی کسوٹی پر پرکھتا ہے۔ وہ تو خوہشات کے کفن میں لپٹا ہوا اور تصنع اور بناوٹ کے چار دیواری میں مقید ہے اور حقائق سے بہت دور ہے۔

خیراورشر

خیر کی تاثیر چین اور سکون کی ہے۔ امن اور بے خوفی کی ہے۔ راحت اور اطمینان کی ہے اور خیر ہی جنت ہے۔ جب کہ شر کی تاثیر میں تلخی ہے، زہر ہے، ناپاکیاں ہیں، سختی ہے، بے چینی ہے اور جلانے کی تاثیر ہے، اور شر ہی دوزخ ہے۔ شر کی فطرت رکھنے والا ہمیشہ ان دیکھی آگ میں جلتا رہتا ہے اور شر میں انتشار ہے۔

مسلمانوں کی اقسام

ایک تو صاحبِ ایمان مسلمان ہیں۔ دوسرے وہ لوگ ہیں جو ایمان کے حصول کے لیے ایمان کی راہ میں اخلاصِ عمل کے ساتھ کوششوں میں مصروف ہیں اور اللہ کی رحمت پر نظر رکھتے ہوئے یہ یقین رکھتے ہیں کہ اللہ کسی کی کوششوں کو کبھی بھی رائیگاں نہیں کرتے۔ اور تیسرے وہ لوگ ہیں جن کی مثال مسلمان نما لوگوں کی سی ہے۔ اگر وہ اپنے کفر سے باز آ جائیں اور توبہ کریں تو اللہ بہت ہی بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

عظمتِ الٰہی

لوگ یہ سوال کرتے ہیں کہ عظمتِ الٰہی کا غلبہ کہاں سے شروع ہوتا ہے اور اس کی شناخت کیا ہے؟ تو سن لیجئے کہ عظمتِ الٰہی کا غلبہ اس مقام سے شروع ہوتا ہے جہاں انسان کے قلب میں

Marfat.com

مادیت پرستی یا مال سے محبت ختم ہوتی ہے۔ جہاں پر انسان کی ذاتی پسند اور ناپسند ختم ہوتی ہے۔ جہاں پر انسان کی ذاتی امیدیں اور خواہشات ختم ہوتی ہیں۔ جہاں پر انسان کی ذاتی برتری، خود پسندی اور ''میں'' ختم ہوتی ہے۔ جہاں پر ہر ناپاکی، خواہ وہ اپنی ہو یا پرائی، صرف ناپاکی رہ جاتی ہے۔ اس کی وضاحت یہ ہے کہ عام آدمی اپنی ناپاکیوں کو ناپاکی نہیں سمجھتا، یا اپنی ناپاکیوں سے اس طرح نفرت نہیں کرتا جس طرح دوسروں کی ناپاکیوں سے نفرت کرتا ہے۔ اور جہاں پر اللہ کے معاملات میں انسان کی غفلت اور لاپرواہی ختم ہو جاتی ہے، وہیں سے عظمتِ الٰہی کا غلبہ شروع ہوتا ہے۔ وہیں سے ایمان شروع ہوتا ہے اور وہیں سے دنیا کے خوف کی جگہ اللہ کے خوف کو غلبہ حاصل ہوتا ہے۔

تعلق

یہ قانونِ فطرت ہے کہ جو شخص آپ کی پسند کے مطابق اور آپ کے پسندیدہ طریقے سے اور آپ کے پسندیدہ معاملات کے حوالے سے آپ سے تعلق قائم کرتا ہے، وہی آپ کی محبت، آپ کی توجہ اور آپ کی ہمدردی حاصل کرتا ہے، اور وہی آپ سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ اس کے برعکس جو شخص آپ کے ناپسندیدہ معاملات کے حوالے سے، ناپسندیدہ طریقے سے اور آپ کے مفادات کے خلاف، آپ سے تعلق قائم کرتا ہے، وہ دراصل آپ سے دشمنی کرتا ہے۔ پھر وہ آپ کی نفرتوں کا شکار ہوتا ہے اور آپ کے نزدیک ناپسندیدہ قرار پاتا ہے۔ اس لیے جو اللہ سے تعلق قائم کرنا چاہتا ہے، اس کے لیے لازم ہے کہ وہ اللہ کی پسند کو اختیار کرے اور اللہ کی ناپسند سے دور رہے، اور اللہ کی ناراضی سے ڈرتا رہے اور راہِ ہدایت میں پیارے نبیؐ کے نقشِ قدم سے چمٹا رہے۔

حاصلِ بحث یہ ہے کہ جو شخص کسی بھی ذریعے کو، وسیلے کو، ذمے کو یا تعلق کو پکڑتا ہے، یا تھامتا ہے یا چمٹتا ہے، وہ دراصل اس کے قول و عمل سے، پسند اور ناپسند سے، اس کے طریق سے، اس کی تعلیمات سے، اس کی منزل سے، اس کی راہ سے، اس کے عقیدے سے اور اس کے مقصود سے چمٹتا ہے اور یہی سچائی کا تقاضا ہے۔ جب کہ جھوٹ بولنے والا، اپنے قول و عمل سے اسے جھٹلاتا

Marfat.com

ہے۔ اور راہِ ہدایت پر وہ ہے جو پیارے نبیؐ کے نقشِ قدم پر چلتا ہے، یا پیارے نبیؐ کے نقشِ قدم پر چلنے والوں کے نقشِ قدم پر چلتا ہے اور عقیدۂ توحید پر سچائی کے ساتھ عمل کرتا ہے۔

اختیار

آپ کسی شے کو اسی وقت اپنی ملکیت یا اپنی چیز قرار دیں گے جب اس چیز پر دوسروں کے مقابلے میں آپ کا حق کم از کم رائی کے دانے کے برابر ہی زیادہ ہو، آپ کا اختیار زیادہ ہو اور آپ کا قبضہ وقدرت اور غلبہ زیادہ ہو، اور آپ کو اس شے پر دوسرے تمام لوگوں کے مقابلے میں برتری حاصل ہو، ترجیح حاصل ہو اور اہمیت حاصل ہو۔ جو شے آپ کے اختیار سے باہر ہو، آپ کے قبضہ و قدرت اور آپ کے غلبے سے باہر ہو، اس شے پر آپ اپنا حق قائم نہ کر سکتے ہوں، تو وہ شے آپ کی نہیں ہے۔ جو شخص اپنی ذات پر دوسری تمام چیزوں کے مقابلے میں اللہ کو زیادہ برتری نہیں دیتا، غلبہ نہیں دیتا، اختیار نہیں دیتا، اہمیت نہیں دیتا ترجیح نہیں دیتا، حق نہیں دیتا، وہ دراصل اللہ کو اپنا معبود، اپنا مالک، اپنا خالق، اپنا وارث، اپنا پالنے والا اور اپنا بادشاہ تسلیم ہی نہیں کرتا۔ یا اس بات کو اس طرح کہہ لیجیے کہ جو چیز آپ کی گرفت میں ہے وہ چیز تو آپ کی ہے اور جو چیز آپ کی گرفت سے باہر ہے، وہ آپ کی نہیں ہے۔ جو شخص خود کو اللہ کی گرفت میں نہیں دیتا، وہ شخص اللہ کے مقابلے میں اپنی ذات اور اپنی برتری کو قائم رکھتا ہے۔ اس طرح وہ عملاً اللہ کو اپنا معبود تسلیم ہی نہیں کرتا۔ جو شخص مصنوعات استعمال کرتے ہوئے مصنوعات کے استعمال کے سلسلے میں دی گئی مصنوعات بنانے والے کی ہدایات پر عمل نہیں کرتا، وہ دراصل ان مصنوعات کو تباہ کرتا ہے۔ اسی طرح جو شخص اپنے پیدا کرنے والے کی ہدایات پر عمل نہیں کرتا، وہ اپنے آپ کو تباہ کرتا ہے۔

جس طرح انسان اپنے اختیار سے کام لے کر تن سازی کرتا ہے اور اپنے پٹھوں کو مضبوط اور طاقتور اور زیادہ سے زیادہ وزن اٹھانے کے قابل بناتا ہے، اسی طرح انسان اللہ کی عبادت گزاری میں اپنے وجود کی تسخیر کرتا ہے اور اپنی روح کو زیادہ سے زیادہ طاقتور بناتا ہے۔ دراصل قوتِ یقین، قوتِ توجہ، قوتِ ارادی، قوتِ برداشت، قوتِ ضبط وتحمل اور قوتِ صبر...... یہ سب روحانی قوتیں ہیں اور روح کو بے پناہ طاقت دیتی ہیں۔ جو شخص چھوٹی چھوٹی باتوں کو چھپا نہیں سکتا، وہ

Marfat.com

معرفت الٰہی کے اسرار کیسے چھپا سکتا ہے، اس لیے وہ اس راہ میں زیادہ دور نہیں جا سکتا۔

امراض

دنیا کے بے شمار امراض صرف اور صرف انسان کی ناپاک فطرت، ناپاک کردار اور بری سوچ کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔

صبر و تحمل

جو شخص مصیبت میں صبر نہیں کرتا، وہ صبر کے فائدے کو ضائع کر دیتا ہے، حالانکہ پروقار طریقے سے اور بردباری کے ساتھ مصیبت کا حل تلاش کیا جا سکتا ہے اور مصیبت کا وقت تو بہرحال گزر ہی جاتا ہے۔ جو صبر و تحمل نہیں کرتا، اس کی مثال ایک بہت چھوٹے برتن کی سی ہے جو فوراً ہی بھر جاتا ہے اور چھلک جاتا ہے۔

شکایت

جو شخص اپنے کسی دوست سے اس کے کسی عمل کی شکایت کرتا ہے، وہ گویا اس دوست کی غلطیوں کو بیان کرتا ہے، اور غلطیوں کو بیان کر کے خود کو درست اور دوست کو غلط ثابت کرتا ہے۔ خود کو برتر اور دوست کو کم تر ثابت کرتا ہے، اور اپنے دوست کو شرمندہ کرتا ہے، اور شرمندگی ذلت ہے۔ اس طرح وہ اپنے دوست کو ذلت دیتا ہے۔ دوستی کی آڑ میں دشمنی کرتا ہے۔ ہاں اگر یہ سب کچھ تنہائی میں ہو اور اصلاحِ حال کے لئے ہو اور پروقار اور بردبارانہ طریقے سے دوست کی عزتِ نفس کا خیال رکھتے ہوئے ہو، تو بے شک یہ ایک اچھا عمل ہے۔

کردار

انسانی کردار کی تشکیل کے چار عناصر ہیں۔ تخم، تاثیر صحبت اور اثر، باپ اپنے نطفے کی صورت میں اپنی فطرت، اپنی خوبیاں اور خامیاں رکھنے والا بیج فراہم کرتا ہے۔ ماں زمین کی مانند اس بیج کو

Marfat.com

اپنی فطرت اور اپنی خوبیوں اور خامیوں کی تاثیر دیتی ہے، اور دنیا میں آتے ہی ماحول اور صحبت اپنا اثر دکھاتے ہیں۔ اب ان میں سے جو عنصر طاقتور ہوتا ہے، وہی بچے کی فطرت اور شعور کو زیادہ متاثر کرتا ہے اور بچے کے کردار کی تشکیل میں زیادہ حصہ لیتا ہے۔

قول اور عمل

ہر قول کے، ہر لفظ کے اور ہر عمل کے کچھ معنی ہیں اور کچھ تقاضے ہیں۔ جو شخص ان تقاضوں کو پورا نہیں کرتا، اس کا عمل اخلاص سے خالی ہے۔ مثال کے طور پر بندہ یہ کہتا ہے کہ ''اے اللہ ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں، اور آپ ہی سے مدد چاہتے ہیں اور آپ ہی پر بھروسہ کرتے ہیں۔'' عبادت کے معنی بندگی کے ہیں اور بندگی معنی ہیں اپنی ذات کی بندش کرتے ہوئے اور اپنے ذاتی اختیار، ارادے اور خواہشات سے دستبردار ہوتے ہوئے، اپنی ذات پر سے اپنے ذاتی حق سے دستبردار ہوتے ہوئے خود کو مکمل طور پر اللہ کی خواہش، اللہ کے اختیار اور اللہ کے قبضہ وقدرت کے حوالے کر دینا۔ اس کی تشریح پیارے نبیؐ کی اس دعا میں موجود ہے کہ: ''اے اللہ نہ میں اپنے نقصان کا مالک ہوں نہ نفع کا، نہ موت کا اور نہ زندگی کا، نہ دوبارہ جلائے جانے کا اور نہ اس بات کا کچھ لے سکوں مگر جو آپ عطا فرمادیں، اور نہ کسی چیز سے بچ سکتا ہوں مگر یہ کہ آپ بچالیں اور مجھے وہ قول اور عمل عطا فرمادیجئے جو آپ کی رضا کے لیے ہو اور جس سے آپ راضی اور خوش رہیں۔''

اب ہم عمل کی مثال لیتے ہیں۔ حالتِ نماز میں ہم اللہ کے حضور اپنی نگاہیں جھکا لیتے ہیں۔ انسان اپنی نگاہیں یا تو احسان مندی سے جھکاتا یا رعب اور دبدبے کی وجہ سے جھکاتا ہے، یا بڑے کے سامنے بڑے کی بڑائی کو تسلیم کرتے ہوئے بڑے کے ادب اور احترام میں اپنی نگاہیں جھکاتا ہے یا احساسِ جرم اور احساسِ شرمندگی کے سبب سے نگاہیں جھکاتا ہے۔ اگر نگاہیں جھکانے کے اس عمل میں یہ سب کچھ موجود نہیں ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ عمل اخلاص سے خالی ہے۔ یہ ایک مثال ہے کہ انسان اپنی فطرت کے خلاف ظاہر داری یا دکھاوے کے لیے اپنے گھر کو اندر اور باہر سے صاف رکھتا ہے۔ صاف ستھرا لباس پہنتا ہے، اپنے استعمال کی چیزوں پر گرد تک برداشت نہیں کرتا اور انہیں استعمال کرنے سے پہلے گرد و غبار سے پاک کرتا ہے۔ اگر یہ صفائی ستھرائی اس

Marfat.com

کی فطرت ہوتی تو پھر وہ ضرور سب سے پہلے اپنے باطن کی صفائی کا خیال رکھتا۔ اپنی فطرت کو پاکیزہ اخلاقی خوبیوں سے سنوارتا، بناتا، نکھارتا اور اپنے قول وعمل کو ناپاکیوں سے بچاتا۔ اس طرح اپنے ظاہر اور باطن میں یکسانیت پیدا کرتا۔ لیکن اس کے بغیر وہ جو کچھ کرتا ہے، ظاہرداری میں کرتا ہے۔ دنیا کی برابری کے لیے کرتا ہے۔ اپنی حیثیت اور شخصیت کو اعلیٰ اور ارفع ثابت کرنے کے لیے کرتا ہے۔ اس کے پاس تو ظاہر ہی ظاہر ہے۔

رحمتِ خداوندی

جو شخص یہ کہتا ہے کہ ہم تو اللہ کی رحمت پر یقین رکھتے ہیں، وہ اگر اپنے اس اقرار میں سچا ہے تو وہ ضرور جتنا اللہ کی رحمت پر یقین رکھتا ہے، اتنا ہی اللہ کی ذات پر بھی یقین رکھتا ہوگا اور اتنا ہی اللہ کی تمام صفات پر بھی یقین رکھتا ہوگا اور اللہ کی رحمت کے حصول کے لیے خود کو اتنا ہی اللہ کا محتاج، حقیر اور عاجز بندہ ثابت کرتا ہوگا، اور اتنا ہی عظمتِ الٰہی کے احساس سے مغلوب ہوگا، اور اتنا ہی اللہ سے ڈرتا ہوگا اور اللہ کے حضور روتا اور گڑگڑاتا ہوگا، اور اتنا ہی اللہ سے رحمت طلب کرتا ہوگا، اور اتنا ہی اللہ کے احسان کے قدر کرتا ہوگا، اور اتنا ہی اللہ کا فرماں بردار ہوگا۔ جو اللہ کی ایک صفت پر یقین رکھتا ہے اور جتنا یقین رکھتا ہے، وہ اتنا ہی یقین اللہ کی ذات پر اور تمام صفات پر رکھے گا۔

اللہ کا خوف

جو شخص یہ کہتا ہے کہ میں اللہ کے سوا کسی نہیں ڈرتا تو وہ ضرور اپنی فطرت اور شعور میں اللہ کے خوف کا غلبہ رکھتا ہوگا، اور جتنا اللہ کے خوف کا غلبہ رکھتا ہے اتنا ہی عجز بھی رکھتا ہوگا، کیونکہ اللہ کا خوف اور عجز ایک دوسرے کے لیے لازم ہیں، اور وہ اتنا ہی اللہ کے حضور روتا اور گڑگڑاتا ہوگا کیونکہ رِقّت کا تعلق اللہ کے خوف کے غلبے سے ہے۔ اطاعت گزاری اللہ کے خوف کا تقاضا ہے اور اطاعت گزاری بغیر عجز کے ممکن نہیں، اور انسان تو ہمیشہ خود کو وہ ظاہر کرنے کی کوشش کرتا ہے جو وہ نہیں ہوتا۔

Marfat.com

اسلام

اسلام در اصل اللہ تعالیٰ کے پاک و بے عیب تمام تعریفوں والے اسم سلام سے نکلا ہے۔اسلام اللہ کی سلامتی کا دین ہے۔اسلام اللہ کی سلامتی کا گھر ہے۔اسلام خیر اور فلاح کا نظام ہے۔اسلام میں داخل ہونے کے لیے پہلی شرط مسلمان ہونا ہے۔اور مسلمان ہونے کے لیے پہلی شرط صاحب ایمان ہونا ہے۔

صاحب ایمان ہونے کے لیے پہلی شرط اللہ تعالیٰ کو پاک و بے عیب، تمام تعریفوں والا اپنا معبود قرار دینا ہے۔اور جب اللہ معبود ہوا اور سب سے بڑا ہوا تو بندہ عبد ہوا اور چھوٹا ہوا۔معبود غالب ہوا اور بندہ مغلوب ہوا۔اور جو مغلوب ہوا وہ غالب کا محتاج ہوا۔اس لیے کہ مغلوب کا کوئی اختیار اور ارادہ نہیں ہوتا۔اور مغلوب کی ضرورتیں ہمیشہ غالب کی ذریعے پوری ہوتی ہیں۔

مغلوب نہ تو سرکشی کرسکتا ہے، نہ نافرمانی کرسکتا ہے۔رائی کے دانے کے برابر ایمان یہ ہے کہ انسان کی ہر ہر چیز پر اللہ کو غلبہ حاصل ہو۔اہمیت حاصل ہو۔ترجیح حاصل ہو۔یہ ممکن ہی نہیں کہ ایک شخص اللہ کو اپنا معبود تسلیم کرے اور اپنی ذات پر اللہ کو غلبہ نہ دے۔اسلام کو تسلیم کرے اور سلامتی کے لیے عمل نہ کرے۔اللہ کو سب سے بڑا تسلیم کرے اور اللہ کی فرماں برداری نہ کرے۔

مسلمان وہ ہے جو اللہ کا مغلوب ہے۔اور جو اللہ کا مغلوب ہے، اس کی ذات، اس کا اختیار، اس کا ارادہ غرض سب کچھ اللہ کے مغلوب ہیں۔اور جو شخص سلامتی کے گھر میں ہے، اس کے لیے سلامتی ہے، خیر ہے، فلاح ہے۔اسے نہ کوئی غم ہے، نہ فکر ہے۔اس کے لیے نہ کوئی ذلت ہے، نہ رسوائی ہے۔

کیونکہ جو اللہ کا مغلوب ہے تو اللہ اپنے مغلوب کی ضرورتوں کو پورا فرماتے ہیں۔اور جب اللہ کسی کو اپنی پسند سے عطا فرماتے ہیں تو پاک، بے عیب اور تمام تعریفوں والی چیز عطا فرماتے ہیں۔بے شک تمام اسباب اور وسائل اللہ ہی کے ہیں۔اور سلامتی کے گھر میں رہتے ہوئے کوئی شخص سلامتی کے خلاف کام نہیں کرسکتا۔اسے سلامتی کے خلاف عمل کرنے کے لیے اس گھر سے باہر نکلنا پڑے گا۔

Marfat.com

ایمان

اللہ تعالیٰ کی پاک و بے عیب، تمام تعریفوں والی، بزرگی والی، بڑائی والی ذات اور تمام صفات پر یقین کے احساس کا غلبہ ایمان ہے۔ جہاں سے انسان کے فکر و شعور پر یہ غلبہ شروع ہوتا ہے، وہیں سے ایمان شروع ہوتا ہے۔ اور وہیں سے وجدان کی سرحدیں شروع ہوتی ہیں جب اللہ تعالیٰ کی پاک و بے عیب تمام تعریفوں والی اور بڑائی والی اس کی ذات اور صفات انسانی شعور پر غالب ہو جاتی ہیں یا ان کا احساس غالب ہو جاتا ہے تو انسانی شعور مغلوب ہو جاتا ہے۔ جب شعور مغلوب ہو جاتا ہے تو انسان کا اختیار، ارادہ، خواہشات اور دیگر تمام احساسات، محسوسات اور قول وعمل غرض ہر ہر چیز مغلوب ہو جاتی ہے۔ اور بقدر احساس کے غلبے کے ہر طرف سے اور ہر چیز سے بے پروا ہو کر اور بے نیاز ہو کر اسی ایک احساس کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے جو انسانی شعور پر غالب ہے۔ یا یہ کہیے کہ تمام حواس اپنے ظاہر سے بے نیاز ہو کر اور معطل ہو کر اور مغلوب ہو کر باطن کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں، کیونکہ احساس باطن ہے اور اس طرح وجدان متحرک ہو جاتا ہے۔ اور انسان کے تمام ظاہری حواس اور شعور پر اپنے غلبے کو بڑھا کر انہیں اپنے اندر سمو لیتا ہے۔

صاحب ایمان کا شعور اللہ تعالیٰ کی پاک و بے عیب تمام تعریفوں والی اور بڑائی والی ذات اور صفات کے احساس سے مغلوب ہو جاتا ہے اور مغلوب کی ہر حرکت غالب قوت کے اختیار اور ارادے اور خواہشات کے تحت ہوتی ہے۔ اس لیے غالب ہی اپنے مغلوب کو استعمال کرے گا اور وہی مغلوب کی اصل قوت ہوگا۔ مغلوب جب بھی استعمال کرے گا، اپنے غالب کی قوت استعمال کرے گا۔ اور مغلوب میں غالب ہی کی ذات اور صفات کا رنگ جھلکے گا۔ اور غالب ہی مغلوب کو اپنے ساتھ لے کر چلے گا۔ مسلمان وہ لوگ ہیں جو اللہ کی رحمت پہ نظر رکھتے ہوئے اور یہ یقین رکھتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ کسی کی کوششوں کو کبھی رائیگاں نہیں کرتے، اپنے ایمان کو نامکمل سمجھتے ہوئے ساری زندگی اس کی تکمیل کی کوشش میں لگے رہتے ہیں اور اللہ سے ڈرتے رہتے ہیں۔ اور بے شک صاحب ایمان وہی ہے جو اللہ کا مغلوب ہے۔ اور جو اللہ کے غلبے کو قبول نہیں کرتا وہ اللہ کی ذات اور صفات کو بھی قبول نہیں کرتا۔ اور جو اللہ تعالیٰ کو اپنی ذات پر حق نہیں دیتا، وہ اللہ کی بڑائی

Marfat.com

سے انکار کرتا ہے۔ اور خود کو اللہ کی مخلوق، رعایا، پروردہ، ملکیت اور وراثت نہیں سمجھتا۔ اگر اس کو اللہ کے ہونے پر یقین ہوتا تو وہ اس کا اثر بھی ضرور لیتا۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک چیز موجود ہو اور انسان اس سے متاثر نہ ہو اور اس کے اثر کو قبول نہ کرے۔

بندگی

بندگی کے معنی ہیں اپنی ذات کو بند کر کے یعنی اپنے تمام حواس، ارادے اور اختیار کی بندش کر کے اور ان کو جکڑ کر اپنے معبود کے حوالے کر دینا۔ معبود کے مقابل اپنی ذات پر سے، اپنے حق سے، اپنے اختیار سے اور اپنے ارادے سے دستبردار ہوتے ہوئے معبود کے غلبے کو اور قبضہ و قدرت کو قبول کر لینا ہی بندگی ہے۔ انسان جب اپنی کوئی چیز ہمیشہ کے لیے کسی دوسرے کو دے دیتا ہے تو اس چیز پر خود اس کی اپنی ذات کا کوئی حق باقی نہیں رہتا۔ پھر اس چیز پر جو اس کی اپنی نہ رہی کسی دوسرے کو حق دینا تو ممکن ہی نہیں۔ جو اللہ کی بندگی کرتا ہے وہی اللہ کو اپنا معبود قرار دیتا ہے۔ اور جو اللہ کو اپنا معبود قرار دیتا ہے تو وہ ہمیشہ ہمیش کے لیے اللہ کو اپنا معبود اور خود کو اللہ کا بندہ قرار دیتا ہے۔ جو بندگی نہیں کرتا وہ اللہ کو اپنا معبود نہیں سمجھتا۔ کیا کسی کے لیے ممکن ہے کہ وہ اللہ کو اپنا معبود سمجھے اور بندگی نہ کرے۔ اور جو بندگی نہیں کرتا وہ اللہ سے اپنا تعلق توڑ لیتا ہے۔ اور اللہ سے تعلق توڑ کر اپنے تمام اقرار، تسلیم اور عہد سے اور ہر اس چیز سے اپنا تعلق توڑ لیتا ہے جو اللہ سے اور اللہ کی سلامتی سے وابستہ ہے۔ اور سلامتی کے گھر سے باہر نکل جاتا ہے۔ غلبہ دراصل گرفت ہے۔ مغلوب ہمیشہ غالب کی گرفت میں ہوتا ہے۔ بندگی انسان کا اختیاری عمل ہے کیونکہ وہ اپنی مرضی سے اللہ بزرگ و برتر کی تمام تعریفوں والی، بزرگی والی، بڑائی والی اور پاک و بے عیب ذات اور صفات سے متاثر ہو کر خود کو اللہ کے سپرد کر دیتا ہے اور اللہ کی گرفت میں دے دیتا ہے۔ ایسا کر کے وہ ملکیت پر مالک کے، مخلوق پر خالق کے، وراثت پر وارث کے، اور پروردہ پر پالنے والے کے حق کو قائم کرتا ہے۔ یہی دیانت داری ہے، یہی امانت داری ہے۔ یہی حقیقت پسندی ہے، عدل ہے اور سچائی ہے۔ یہی اعلیٰ کردار کا تقاضا ہے۔ یہی احسان مندی ہے۔ یہی اہل وفا کا طریقہ ہے۔ جو اللہ کا نہیں ہو سکتا، وہ کسی کا بھی نہیں ہو سکتا۔ جو اللہ کا وفادار نہیں وہ کسی سے بھی وفا نہیں کر سکتا، جو

Marfat.com

اللہ کا احسان مند نہیں وہ کسی کے بھی احسان کو تسلیم نہیں کرسکتا۔ اس کی وفا یا تو ضرورت ہے یا مجبوری۔

امتی

امتی کے معنی ہیں پیروی کرنے والا۔ نقش قدم پر چلنے والا۔ پیارے نبی کا امتی وہ ہے جو پیارے نبیؐ کی پیروی کرتا ہے اور آپؐ کے نقش قدم پر چلتا ہے۔ جو پیارے نبی کے نقش قدم پر نہیں چلتا وہ گم راہ ہے۔ پیارے نبیؐ کا سچا امتی وہ ہے جو ان کے نقش قدم پر چل کر عقیدۂ توحید پر عمل کرتا ہے۔ اللہ ہی کو اپنا مقصود قرار دیتا اور اللہ ہی کی بندگی کرتا ہے۔ اور اللہ کے حضور اللہ سے سچے اقرار کرتا ہے، عہد کرتا ہے، سچی گواہی دیتا ہے۔ بندگی کو سچائی کے ساتھ تسلیم کرتا اور اپنے قول و عمل سے سچائی کو ثابت کرتا ہے۔ اور جس طرح پیارے نبیؐ نے اپنی ساری زندگی کفر، شرک اور بدعتوں کے خلاف جہاد میں گزاری اسی طرح وہ بھی کفر، شرک اور بدعتوں کے خلاف جہاد کرتا ہے۔ اور ہر وہ عمل جو ''ایاک نعبد وایاک نستعین''، یعنی ''اے اللہ ہم آپ ہی کی عبادت کرتے اور آپ ہی سے مدد چاہتے ہیں'' میں شک پیدا کرے وہ بدعت ہے، اور اسے جھٹلانا کفر اور شرک ہے۔

کیا یہ ممکن ہے کہ امتی اپنے پیارے نبیؐ سے محبت کرے مگر ان سے وابستہ نہ ہو، ان سے قربت نہ رکھے، ان کے قول اور عمل سے، ان کی پسند اور ناپسند سے، اور ان کی تعلیمات سے واقف نہ ہو۔ ان کے طریقے کو نہ اپنائے اور ان کے نقش قدم پر نہ چلے۔ پیارے نبیؐ تو اللہ کی بندگی کرتے تھے، عقیدۂ توحید پر عمل کرتے تھے اور اپنے اللہ سے ہمیشہ سچ بولتے تھے۔ اس لیے پیارے نبیؐ کے ہر امتی پر لازم ہے کہ وہ یہی راہ اختیار کرے۔

یہ ممکن ہی نہیں کہ ایک امتی پیارے نبیؐ کی پیروی کا دعویٰ کرے مگر ان کی راہ پر نہ چلے یا ان کی راہ سے واقف نہ ہو۔ پیارے نبیؐ سے محبت کرے اور محبت کے تقاضے پورے نہ کرے۔ پیارے نبیؐ سے عقیدت رکھے اور پیارے نبیؐ کے عقیدے یعنی عقیدۂ توحید پر عمل نہ کرے۔

Marfat.com

وجدان

انسانی شعور کے دو حصے ہیں۔ایک وہ جو ظاہر سے متعلق ہے،اس میں لاشعور اور تحت الشعور دونوں شامل ہیں۔شعور کا دوسرا حصہ باطن سے متعلق ہے۔اسے چھٹی حس بھی کہتے ہیں۔جب کوئی احساس انسانی شعور پر غالب آنے کی کوشش کرتا ہے تو شعور میں پہلے سے موجود تمام احساسات یہاں تک کہ لاشعور اور تحت الشعور سب اس احساس کے غلبے کے خلاف مزاحمت کرتے ہیں۔لیکن اگر احساس انسانی شعور کے لیے پسندیدہ ہے اور شعور کی فطرت کے مطابق ہے یا شعور اسے اپنے لیے فائدہ مند سمجھتا ہے تو پھر اس احساس کے غلبے کو قبول کر لیتا ہے۔اور بقدر اس احساس کے غلبے کے،انسانی شعور اپنے تمام حواس کے ساتھ اس احساس کے غلبے میں گم ہو جاتا ہے۔اس کے ساتھ ہی وجدان متحرک ہو جاتا ہے اور باطنی آنکھ اور باطنی شعور کام کرنے لگتا ہے۔کسی احساس کا وقتی اور عارضی غلبہ کبھی بھی وجدان کو متحرک نہیں کرتا۔البتہ بعض انسانوں کا ظاہری شعور بھی اتنا حساس ہوتا ہے کہ وہ آنے والے خطرے کو پہلے سے محسوس کر لیتے ہیں۔لیکن وجدان کو وہی احساس متحرک کرتا ہے جو انسانی شعور پر پختگی کے ساتھ مستقل غلبہ حاصل کر لے۔اگر غالب آنے والا احساس حقیقی ہے،یعنی اس میں سچائی ہے تو انسان کا باطن سچائی کو دیکھتا ہے،اور اگر غالب آنے والا احساس غیر حقیقی ہے تو پھر واہمہ کو جنم دیتا ہے۔یہ واہمے،سمعی، بصری اور شعوری تینوں طرح کے ہو سکتے ہیں۔دوسری ایک چیز یہ بھی ہے کہ انسان باطن کی آنکھ سے جو دیکھتا ہے،اس میں اس کی فطری خوبیوں اور خامیوں کا عکس موجود ہوتا ہے۔مثال کے طور پر جس شخص کی فطرت میں نفرت کا مادّہ موجود ہے،وہ جب بھی اپنی باطن کی آنکھ سے کسی شے کو دیکھے گا تو اپنی فطرت میں موجود نفرت کے عکس کے ساتھ دیکھے گا۔جس طرح نیلے گلاس کا چشمہ لگانے والے کو ہر شے میں نیلے رنگ کا عکس نظر آئے گا۔اہل علم سب سے پہلے اپنے باطن کو تمام ناپسندیدہ احساسات سے پاک کرتے ہیں۔اس کے لیے تین قسم کی قوتیں درکار ہیں: یقین کی قوت، ارادے کی قوت اور توجہ کی قوت۔پھر ان تینوں میں توازن بھی ضروری ہے۔یقین ایسی مستحکم سچائی ہے جو شک اور شبہ سے پاک ہو۔ارادے کا تعلق قوت برداشت، بوجھ اٹھانے کی

Marfat.com

طاقت یعنی صبر و تحمل سے ہے۔ جبکہ توجہ رجوع کرنا ہے اور توجہ کی حقیقت اخلاص ہے۔ جس طرح ایک بڑی تکلیف تمام چھوٹی تکلیفوں کو اور ایک بڑا غم تمام چھوٹے غموں کو اپنے اندر سمیٹ لیتا ہے، اسی طرح ایک غالب قوت والا احساس تمام دوسرے احساسات کو اپنے اندر سمو لیتا ہے۔

اللہ پر ایمان لاتے ہی مسلمان اپنے شعور پر اللہ کی ذات اور صفات کی بڑائی کے احساس کو غلبہ دیتا ہے۔ اس غلبے میں اللہ کی ذات اور صفات کے بارے میں وہ اس احساس کو غلبہ دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ پاک ہیں، بے عیب ہیں، تمام تعریفوں والے ہیں اور سب سے بڑے ہیں۔ پھر ایک مغلوب کی حیثیت سے اللہ کی ذات اور صفات کا شعور حاصل کرتا ہے۔ اور لاشعوری طور پر اپنی کوششوں کے بقدر اپنے شعور کو اللہ کی پاک و بے عیب، تمام تعریفوں والی اور بڑائی والی ذات اور صفات کا غلبہ دے کر نہ صرف پاکی کا شعور حاصل کرتا ہے بلکہ اللہ کی اطاعت گزاری کے لیے محکومی کے اعلیٰ ترین اوصاف حاصل کرتا ہے۔

قرآن میں بے شمار جگہ اللہ کے ساتھ لفظ ''اِلا'' استعمال ہوا ہے، یعنی ''سوائے اللہ کے''۔ اس کے معنی ہیں اللہ جو سب کچھ ہے اور جس کا سب کچھ ہے۔ اسی طرح لفظ ''ھو'' استعمال ہوا ہے، جس کا مفہوم یہ ہے کہ: وہی ہے، اس کے سوا کچھ نہیں، وہی ہمارا سب کچھ ہے۔ اسی طرح اللہ کے تمام پاک نام مبالغہ کے ساتھ ہیں یعنی لامحدود، جیسے الرحمٰن الرحیم، جس کے معنی ہیں کہ اللہ کا رحم اور مہربانی لامحدود ہے۔ اسی طرح بسم اللہ ہے۔ یہ تمام چیزیں اللہ کے غلبے کو ثابت کرتی ہیں۔ اور انسانی شعور پر اللہ کے غلبے کو قائم کرتی ہیں۔

صاحب ایمان اور ایک عام انسان کی وجدانی صلاحیت میں بڑا فرق ہے۔ ایک عام انسان کی ذات اور اس کا شعور کسی ایک احساس سے مغلوب ہوتا ہے۔ جبکہ صاحب ایمان کا شعور اللہ کی ذات کے ساتھ ساتھ اس کی تمام صفات سے مغلوب ہوتا ہے۔ ایک عام انسان کے وجدان میں اس کی فطری ناپاکیاں شامل ہوتی ہیں۔ جبکہ صاحب ایمان اپنے شعور کو اپنے اللہ کے پاک و بے عیب ہونے، تمام تعریفوں والا ہونے اور سب سے بڑا ہونے کے احساس سے مغلوب کرتا ہے۔ اور سب سے پہلے اپنے شعور اور فطرت کو پاک کرتا ہے۔ ایک عام انسان کی ذات مغلوب

Marfat.com

اور احساس غالب ہوتا ہے جبکہ صاحب ایمان اللہ کا مغلوب ہوتا ہے۔ صاحب ایمان کے وجدان کا سفر لامحدود ہوتا ہے اور ساری عمر جاری رہتا ہے جبکہ ایک عام انسان کے وجدان کا سفر محدود ہوتا ہے اور جلد ختم ہو جاتا ہے۔ صاحب ایمان کی وجدانی صلاحیتیں بڑھتی رہتی ہیں جب کہ ایک عام انسان صرف اپنے اندر پہلے سے موجود صلاحیتوں کو یکجا کرتا ہے۔ صاحب ایمان کو اللہ اور اللہ سے وابستہ خیر کی تمام قوتوں کا تعاون حاصل ہوتا ہے جبکہ ایک عام انسان اس سے محروم ہوتا ہے۔ جب تک کسی احساس کو مرکزیت حاصل نہ ہو وہ احساس شعور پر غلبہ حاصل نہیں کرسکتا۔ عقیدۂ توحید صاحب ایمان کو یہ مرکزیت عطا کرتا ہے۔ احساس کی مرکزیت یہ ہے کہ اس احساس کو دوسرے تمام احساسات پر مستقل اہمیت حاصل ہو، ترجیح حاصل ہو، فوقیت حاصل ہو، برتری حاصل ہو اور غلبہ حاصل ہو۔

یقین

یقین کسی شے کے بارے میں ایسے جاننے کو کہتے ہیں جس میں کوئی شک نہ ہو۔ آنکھ سے کسی شے کو دیکھ کر یقین لانا عین الیقین ہے۔ اور علم کے ذریعے سے کسی شے کے بارے میں جاننا علم الیقین ہے۔ یقین ہمیشہ کے لیے ایک مستحکم احساس ہے۔ جو احساس عارضی ہے، وہ یقین سے خالی ہے۔ یقین ہمیشہ انسان کو متاثر کرتا اور عمل پر آمادہ کرتا ہے۔ وہ احساس جو شک کے ساتھ ہو ہمیشہ عارضی ہوتا ہے اور کبھی بھی انسان کو مستقل متاثر نہیں کرتا اور مستقل عمل پر آمادہ نہیں کرتا۔ اس کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص کو یہ شک ہے کہ اس کے علاقے میں ایک زہریلا سانپ ہے، کچھ عرصے معمولی احتیاط کرنے کے بعد وہ لاپروا ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر وہ اس زہریلے سانپ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لے یا اس جگہ اس سانپ کے ڈسنے سے کوئی شخص ہلاک ہو جائے تو وہ ہمیشہ کے لیے احتیاط کرے گا یہاں تک کہ اسے یقین ہو جائے کہ اب سانپ موجود نہیں ہے۔

یا یقین کو اس طرح سمجھیں کہ ہم کسی شخص سے آگ میں ہاتھ ڈالنے کو کہیں تو وہ آگ میں کبھی ہاتھ نہیں ڈالے گا کیونکہ اسے یقین ہے کہ آگ اس کا ہاتھ جلا دے گی۔ یعنی اس کو اس بات کا حتمی یقین ہے کہ آگ کا کام جلانا ہے۔ پھر انسان اپنے اس یقین کے باعث آگ سے بے شمار کام لیتا

Marfat.com

ہے۔ آگ کو استعمال کرتا ہے اور اس سے نفع حاصل کرتا ہے۔ اور اسی یقین کے باعث اپنے سے برتر کے لیے خود استعمال ہوتا ہے۔ اور جس چیز پر اسے غلبہ حاصل ہے، اسے اپنی ذات کے لیے استعمال کرتا ہے۔ یقین دراصل کسی شے کے حتمی فیصلے کا، اس کے خواص کا اور اس کی اثر پذیری کا، اس کے ہونے یا نہ ہونے کا احساس ہے جو ہر قسم کے شک اور شبہ سے پاک ہو۔

نماز

نماز عملی بندگی کی مشق ہے۔ نماز میں بندگی کے تمام اسرار ورموز پوشیدہ ہیں۔ اس میں بندے کے اقرار ہیں، تسلیم ہے، عہد ہے، گواہی ہے، راہ ہدایت کی طلب ہے اور اللہ کو اپنا سب کچھ اور اپنا پالنے والا قرار دے کر خود کو اللہ کے سپرد کر دینے کا عمل ہے۔ اس میں قیام ہے، رکوع ہے، سجدہ ہے۔ انسان اللہ سے کیے گئے اقرار کی سچائی اور اپنے اخلاص عمل کے بقدر بندگی کے اعلیٰ درجات تک پہنچتا ہے۔ اس میں آداب بندگی ہیں۔ شیطان کے لیے سب سے زیادہ تکلیف دہ بات یہ ہے کہ کوئی شخص نماز پڑھے اور اللہ کی بندگی کرے۔

متکبر انسان ہمیشہ خود کو اللہ تعالیٰ سے برتر سمجھتا ہے۔ اسی لیے نہ وہ اللہ کی ناراضگی سے ڈرتا ہے نہ اللہ کی پرواہ کرتا ہے۔ نہ اللہ کے حکم کو کوئی اہمیت دیتا ہے۔ نہ اللہ کی پسند اور ناپسند کے بارے میں جانتا ہے اور نہ جاننا چاہتا ہے۔ ایمان دراصل انسان کے فکر وشعور پر عظمت الٰہی کے غلبے کا نام ہے۔ یہ غلبہ جتنا ہے اتنا ہی انسان کا ایمان ہے۔ اگر یہ غلبہ رائی کے دانے کے برابر ہے تو ایمان بھی رائی کے دانے کے برابر ہے۔ انسان جتنا اخلاص عمل کے ساتھ اللہ کے حضور جھکتا ہے اور خود کو اللہ کا عاجز، محتاج اور حقیر بندہ قرار دیتا ہے، اتنا ہی عظمت الٰہی کی سمجھ حاصل کرتا ہے اور اتنا ہی عظمت الٰہی کو اپنے فکر وشعور میں غلبہ دیتا ہے۔ جب انسان کا فکر وشعور عظمت الٰہی سے مغلوب ہو گئے تو پھر اس انسان کا قول وعمل اور دیگر تمام احساسات اور محسوسات بھی عظمت الٰہی سے مغلوب ہو گئے۔

مغلوب ہر حال میں مغلوب ہوتا ہے اور غالب قوت کی گرفت میں ہوتا ہے۔ گرفت تھوڑی ہو یا زیادہ، ہلکی ہو یا مضبوط بہر حال گرفت ہے۔ اور گرفت سے نکلے بغیر کوئی شخص خود کو آزاد نہیں

Marfat.com

کہہ سکتا۔ اور جو عظمت الٰہی کی گرفت سے آزاد ہے وہ اللہ کی بندگی سے بھی آزاد ہے۔ اور جو بندگی سے آزاد ہے وہ سلامتی کے نظام سے باہر ہے۔

مغلوب ہر حال میں غالب قوت کی گرفت میں ہوتا ہے اور غالب قوت کا محتاج ہوتا ہے۔ مغلوب جب بھی رجوع ہوگا تو غالب قوت ہی کی طرف رجوع ہوگا۔ غالب قوت کے سوا نہ کوئی مغلوب کی مدد کر سکتا ہے نہ اسے سہارا دے سکتا ہے۔ نہ اس کی محتاجی کو دور کر سکتا ہے۔ دراصل نماز ایک طرف تو آداب بندگی سکھاتی ہے اور دوسری طرف انسانی فکر اور شعور پر ذکر اور فکر کے ذریعے، حمد اور تسبیح کے ذریعے، گواہی، عہد، اقرار، تسلیم، درود، توبہ اور استغفار کے ذریعے عظمت الٰہی کو غلبہ اور انسانی فطرت کو پاکیزہ اخلاقی خوبیاں عطا کرتی ہے اور انسان کی دنیا و آخرت دونوں کو سنوارتی ہے۔

اقامت

بندہ اللہ کو سب سے بڑا اقرار دیتے ہوئے اپنے اقرار کی سچائی میں اللہ کے حضور اپنے ہاتھ باندھتے ہوئے اور ہر چیز سے اپنے تعلق کو ختم کرتے ہوئے اور عملاً خود کو اللہ کا بے اختیار محتاج اور عاجز بندہ ثابت کرتے ہوئے، خود کو اللہ کے حضور پیش کرتا ہے اور حالت بندگی میں داخل ہوتا ہے۔ یہ قیام بندگی کا پہلا درجہ ہے۔ بہت سے لوگ ایسے ہیں جو ساری زندگی نماز پڑھتے ہیں اور بندگی کے پہلے درجے میں بھی داخل نہیں ہوتے۔

ہاتھ باندھنا

جو شخص اپنے ہاتھ باندھتا ہے وہ خود کو محتاج، مجبور اور بے اختیار بناتا ہے۔ کیونکہ جس کے ہاتھ بندھے ہوں وہ عاجز، مجبور اور بے اختیار ہوتا ہے۔ اور اللہ کے سامنے ہاتھ باندھنے کا مطلب یہ ہے کہ انسان اللہ کو سب سے بڑا اقرار دے کر اللہ کے قبضہ وقدرت اور اللہ کے غلبے کو قبول کرتے ہوئے اپنی ذات پر سے اپنے حق اور اختیار سے دستبردار ہوتا ہے۔

Marfat.com

اقرار

ہر لفظ کے کچھ معنی ہوتے ہیں اور کچھ تقاضے ہوتے ہیں۔ایک شخص کہتا ہے کہ آپ بڑے ہیں،تو بڑا اپنے اختیار اور اپنے حق سے بڑا ہوتا ہے اور چھوٹا ہمیشہ بڑے کے مقابل بے اختیار ہوتا ہے اور بڑے کی فرمانبرداری کرتا ہے۔اگر چھوٹا اپنی ذات پر بڑے کو حق نہیں دیتا اور بڑے کی فرمانبرداری نہیں کرتا،احترام نہیں کرتا،لحاظ نہیں رکھتا اور بھرم نہیں رکھتا تو پھر وہ چھوٹا جھوٹ بولتا ہے۔وہ آپ کو بڑا نہیں سمجھتا۔اس کا عمل یہ ثابت کر رہا ہے کہ آپ اس کے نزدیک بڑے نہیں ہیں بلکہ وہ خود کو آپ کے مقابل بڑا اور بااختیار سمجھتا ہے۔اقامت،سورۂ فاتحہ تمام کی تمام بندے کے اقرار ہیں،عہد ہیں۔اس میں بندے کی تسلیم بھی ہے اور گواہی بھی ہے۔ثنا بھی مکمل اقرار ہے اور تسلیم ہے۔

رکوع

رکوع بندگی کا دوسرا درجہ ہے اور نصف بندگی ہے جبکہ سجدہ مکمل بندگی ہے۔رکوع میں انسان اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنے دونوں پاؤں کی گرفت کرتا ہے۔اور جس کے ہاتھ اور پاؤں دونوں بندھ جائیں وہ مجبور،بے اختیار اور محتاج ہوتا ہے۔اور وہ اللہ کے حضور نصف جھکتا ہے۔اقامت میں اس نے سورۂ فاتحہ میں اللہ کو سب جہانوں کا پالنے والا اقرار دیا تھا،جبکہ حالت رکوع میں وہ اللہ کو اپنا پاک و بے عیب عالی شان پالنے والا اقرار دیتا ہے۔

رکوع میں ہاتھ اور پاؤں کی گرفت......

اس بات کا اقرار ہے کہ میں بندگی سے کبھی نہیں بھاگوں گا اور کہیں نہیں جاؤں گا۔اور میں اپنے معبود کا محتاج اور بے اختیار بندہ ہوں۔اور میرے معبود کے سوا کوئی میرا پالنے والا نہیں ہے۔اس طرح بندہ ایک محتاج کی حیثیت سے اپنی ذات پر اللہ کے غلبے،اللہ کے قبضہ و قدرت اور اللہ کے اختیار اور احسان کو قبول کرتا ہے اور خود کو اللہ کا مغلوب اور اللہ کو ہر شے پر غالب قرار دیتا

ہے۔

رکوع میں جھکنا......

شکست کھانے اور مغلوب ہونے کی علامت ہے۔ اس کا مطلب ہے فرمانبرداری قبول کرنا، اطاعت گزاری کرنا، اپنی ذات پر دوسرے کو حق دینا، اور اپنی ذات پر سے اپنے ذاتی حق سے، اختیار سے اور ارادے سے دستبردار ہونا، دوسرے کے غلبے کو قبول کرنا، خود کو دوسرے کے سپرد کرنا، دوسرے کی قوت اور برتری کو قبول کرنا۔ رکوع کی حالت میں انسان سوائے نیچے یعنی علامتی طور پر اللہ کے قدموں کے سوا کچھ نہیں دیکھ سکتا۔

رکوع میں اللہ ہی کو اپنا پالنے والا قرار دینا......

پلنے والے پر پالنے والے سے بڑھ کر کسی کا حق نہیں ہوتا اور احسان نہیں ہوتا۔ پالنے والے سے بڑھ کر کوئی اہم نہیں ہوتا اور قابل تعریف نہیں ہوتا۔ پلنے والے کے لیے پالنے والا ہی سب کچھ ہوتا ہے۔ پلنے والے کی ضرورتوں کو پالنے والے کے سوا کوئی پورا نہیں کر سکتا۔ پلنے والا ہمیشہ پالنے والے کا محتاج ہوتا ہے۔ پالنے والے کے سوا پلنے والے کی نہ کوئی مدد کر سکتا ہے، نہ کوئی سہارا دے سکتا ہے اور نہ کوئی حفاظت کر سکتا ہے۔ ماں باپ اور شیر خوار اولاد کا رشتہ اللہ کی نشانی ہے۔ جس طرح شیر خوار بچہ ہمیشہ اپنے ماں باپ کا محتاج ہوتا ہے، اسی طرح انسان ہمیشہ اپنے پالنے والے اللہ کا محتاج رہتا ہے۔

سجدہ

سجدہ بندگی کا تیسرا آخری اور کامل درجہ ہے۔ اس میں انسان ظاہری طور پر اپنے اعضا کو سمیٹ کر اور انہیں بے اختیار اور اللہ کا محتاج بنا کر

مکمل طور پر اللہ کے حضور جھک جاتا ہے اور اللہ کے قدموں میں اپنا سر رکھ دیتا ہے۔ باطنی طور پر اپنی ذات سے اور اپنے تمام حق سے، اختیار سے، ارادے سے اور خواہشات سے مکمل طور پر دستبردار ہو کر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے خود کو اللہ کے سپرد کر دیتا ہے۔ حالت سجدہ میں اس کی نگاہیں اللہ

Marfat.com

کے قدموں میں ہوتی ہیں اور وہ سوائے اللہ کے قدموں کے اور کچھ نہیں دیکھ سکتا۔ یعنی اللہ کی فرمانبرداری اور اطاعت گزاری کے سوا اس کی زندگی کا کوئی مقصد نہیں ہوتا۔ اس کا سر اور اس کی نگاہیں دونوں ہمیشہ کے لیے اللہ کے حضور جھکی رہتی ہیں اور اللہ کی بندگی میں مستعد رہتی ہیں۔ اقامت، رکوع اور سجدہ، تینوں عمل الگ الگ ہیں۔ قیام سے رکوع میں جانے کے لیے اللہ اکبر کہنا پڑتا ہے۔ پھر حالت سجدہ میں داخل ہونے کے لیے اللہ اکبر کہنا پڑتا ہے۔ پھر سجدے سے قعدے میں لوٹنے کے لیے اللہ اکبر کہنا پڑتا ہے۔ تینوں عمل الگ الگ ہونے کے باوجود ایک تسلسل کے ساتھ ایک ہی نماز کا حصہ ہیں۔

سبحان اللہ

اللہ پاک ہیں، بے عیب ہیں۔ بندے کا یہ اقرار اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کے بارے میں ان کے پاک اور بے عیب ہونے کے احساس کو بندے کے شعور میں غلبہ دیتا ہے۔ ایک طرف بندہ بحیثیت مغلوب کے اپنے پاک و بے عیب اللہ کی ذات اور صفات کا شعور حاصل کرتا ہے، دوسری طرف اپنے شعور میں پاکی کے احساس کو غالب کرتا ہے اور اپنے غالب اللہ کی فرمانبرداری کے لیے پاک و بے عیب اوصاف حاصل کرتا ہے۔

ایمان دراصل اللہ تعالیٰ کی پاک و بے عیب تمام تعریفوں والی اور بڑائی والی ذات اور صفات کا انسانی فکر اور شعور میں غلبہ ہے۔ کوئی بھی احساس انسانی شعور پر اس وقت تک غالب نہیں آسکتا جب تک کہ اسے مرکزیت حاصل نہ ہو۔ یعنی دوسری تمام چیزوں پر اہمیت، فوقیت، ترجیح اور غلبہ حاصل نہ ہو۔ مرکزیت ہمیشہ ایک خاص نکتے کو حاصل ہوتی ہے جسے انسان اپنے تمام احساسات کا محور قرار دیتا ہے۔ صاحب ایمان کے لیے وہ صرف اور صرف اللہ وحدہٗ لاشریک کی ذات ہے۔ تمام عبادات، ذکر اور فکر، حمد اور تسبیح، اقرار اور عہد، تسلیم اور گواہی کا مقصد انسانی شعور کو اللہ تعالیٰ کی پاک و بے عیب، تمام تعریفوں والی اور بڑائی والی ذات اور صفات سے متعارف کرانا ہے۔ ان کی اصل حقیقت سے واقف کرانا اور مانوس کرانا ہے۔ ان سے وابستہ کرنا اور ان کو انسانی شعور پر غلبہ دلانا ہے تاکہ وہ خود کو اللہ کا بہترین فرمانبردار ثابت کر سکے۔ اور ایک بہترین فرمانبردار

Marfat.com

نائب کی حیثیت سے اور اللہ کی ذات اور صفات کے غلبے کے ساتھ، اللہ کے لیے اور اللہ کی اطاعت گزاری میں، حکم دینے والا بہترین نائب ثابت ہو۔ اور انسان اپنی فطرت کو پاکیزگی دے سکے۔ دنیا کی زندگی میں انسان خود کو وہ ظاہر کرتا ہے جو وہ نہیں ہوتا۔ وہ اپنے عیبوں کو اداکاری کے پردے میں چھپائے پھرتا ہے۔ اور اپنی فطری ناپاکیوں پر پردہ ڈالے رکھتا ہے۔ انسان کے مرتے ہی اس کی روح سے اس کا اختیار چھن جاتا ہے۔ دنیا کی زندگی میں اس نے اپنی جو فطرت تشکیل دی، وہی اس کی ابدی فطرت ہوتی ہے اور اس کی روح کو اپنی فطرت کے مطابق قیامت تک زندگی گزارنی پڑتی ہے۔

الحمدللہ

جو شخص دل کی سچائی کے ساتھ اللہ کو تمام تعریفوں والا قرار دیتا ہے، وہ اللہ ہی کو اپنا سب کچھ قرار دیتا ہے۔ وہ اللہ سے بڑھ کر کسی کی تعریف نہیں کرتا۔ اللہ سے بڑھ کر کسی کے بارے میں فکر مند نہیں ہوتا۔ اللہ کی ذات اور صفات سے بڑھ کر کسی سے محبت نہیں کرتا۔ اور اللہ سے بڑھ کر کسی سے وابستہ نہیں ہوتا۔ وہ اللہ کی تمام تعریفوں والی ذات اور صفات سے مغلوب ہوتا ہے۔ یہی اقرار اس کی سچائی کا تقاضا ہے۔ اللہ کو تمام تعریفوں والا قرار دے کر بندہ اللہ کو اپنے لیے سب سے اہم، سب سے بڑا، سب سے زیادہ طاقتور، قدرت والا، رحم و کرم والا، اور اپنی ذات اور صفات میں بے مثل اور یکتا قرار دیتا ہے۔ دراصل بندہ اپنی ذات پر اللہ کے غلبے کو قائم کرتا ہے۔ اپنے اللہ کی ذات اور صفات کے بارے میں تین قسم کے احساسات کو اپنے شعور پر غلبہ دیتا ہے کہ اللہ پاک ہیں، بے عیب ہیں، تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں اور اللہ سب سے بڑے ہیں۔ اور وہ اللہ کی جس صفت کا بھی ذکر کرے گا، ان تینوں احساسات کے غلبے کے تحت کرے گا۔ اور اس کا شعور جب بھی متحرک ہوگا یا عمل کرے گا تو وہ ان ہی احساسات کے غلبے کے ساتھ عمل کرے گا۔ وہ ایک طرف اللہ کی شکر گزاری اور فرمانبرداری کرے گا تو دوسری طرف مغلوب کی حیثیت سے پاک و بے عیب تمام تعریفوں والے اللہ کے پسندیدہ اور بندگی سے وابستہ اوصاف حاصل کرے گا۔ اور جب بھی اللہ کے لیے حکم دے گا تو اللہ کے فرمانبردار کی حیثیت سے اللہ کی پاک و بے عیب تمام

Marfat.com

تعریفوں والی اور بڑائی والی ذات اور صفات کے غلبے کے احساس کے ساتھ حکم دے گا اور اللہ سے ڈرے گا۔

اللہ اکبر

جو اللہ کو سب سے بڑا تسلیم کرتا ہے وہ اللہ کو اپنا سب سے بڑا قرار دیتا ہے۔ جو اللہ کو سب سے بڑا قرار دیتا ہے، وہ اللہ کے مقابل خود کو سب سے چھوٹا قرار دیتا ہے۔ اور جو بڑا ہے اور جتنا بڑا ہے وہ اتنا ہی غالب اور اتنا ہی بااختیار ہے۔ اور جو چھوٹا ہے اور خود کو جتنا چھوٹا قرار دیتا ہے، وہ اتنا ہی مغلوب ہے، محتاج ہے اور بے اختیار ہے۔ اور جو اللہ کا جتنا زیادہ مغلوب ہے وہ سب سے بڑے اللہ اور اللہ کی بڑائی سے اتنا ہی زیادہ وابستہ ہے اور اللہ کا اتنا ہی زیادہ اطاعت گزار، فرمانبردار، شکرگزار اور امانت دار بندہ ہے۔ جو رائی کے دانے کے برابر اللہ کی بڑائی کو تسلیم کرتا ہے، وہ اپنی ذات پر رائی کے دانے کے برابر اللہ کو غلبہ دیتا ہے۔ خود کو اللہ سے چھوٹا اور اللہ کا مغلوب قرار دیتا ہے۔ اور جو مغلوب ہے، خواہ وہ رائی کے دانے کے برابر ہی کیوں نہ ہو، تو اس کی ہر ہر چیز مغلوب ہے۔ مغلوب کبھی بھی غالب کے حکم کو نہ ٹال سکتا ہے، نہ اس سے غفلت برت سکتا ہے، نہ نافرمانی کر سکتا ہے، کیونکہ مغلوب مجبور ہے، بے اختیار ہے، بے بس ہے۔ مغلوب جب بھی دیکھے گا، اپنے غالب کی طرف دیکھے گا، اس لیے کہ مغلوب ہمیشہ غالب کی گرفت میں ہوتا ہے۔ وہ کسی اور کی طرف دیکھ ہی نہیں سکتا۔ جو شخص اللہ کو اپنے اوپر رائی کے دانے کے برابر بھی غلبہ دیتا ہے، وہ اپنی ہر ہر چیز کو مکمل مغلوب قرار دیتا ہے کیونکہ غلبہ تھوڑا ہو یا زیادہ، ہر حال میں غلبہ ہے اور مغلوب سے اس کا اختیار چھین لیتا ہے۔

کفر

اپنے قول و عمل دونوں سے یا صرف قول سے یا صرف عمل سے اللہ تعالیٰ کی پاک و بے عیب، تمام تعریفوں والی ذات اور صفات کو یا صرف کسی ایک صفت کو مکمل طور پر یا جزوی طور پر جھٹلانا کفر ہے۔ ایک تو کافر کا کفر ہے جس میں وہ اپنے قول و عمل دونوں سے اللہ کا انکار کرتا ہے،

دوسرا کفر وہ ہے جس میں انسان اپنے قول وعمل دونوں سے، یا صرف قول سے یا صرف عمل سے اللہ کے بارے میں جھوٹ بولتا ہے۔ اللہ کی ذات اور صفات پر کسی غیر اللہ کو غلبہ دینا، فوقیت دینا، ترجیح دینا، اہمیت دینا، برتری دینا، اللہ کی حمد سے پہلے کسی غیر اللہ کی تعریف کرنا، کسی کام کے شروع کرتے وقت اللہ کا نام لینے کے بجائے کسی دوسرے کا نام لینا، اللہ کے ذکر سے پہلے کسی دوسرے کا ذکر کرنا، اللہ کے سوا کسی دوسرے سے مدد طلب کرنا، یا کسی غیر اللہ کو پکارنا کفر اور شرک ہے۔ مشرک ہمیشہ کفر کرتا ہے یعنی اللہ کا انکار کرتا ہے۔ اللہ کی ذات اور صفات کا انکار کرتا ہے۔ پھر غیر اللہ کو اللہ کا شریک قرار دیتا ہے۔ اس بات کو اس طرح سمجھیں کہ ایک افسر کو چپراسی بتانے والا یا اس افسر کو محکمے کا سربراہ بتانے والا، دونوں اس افسر کی اصل حیثیت کے بارے میں جھوٹ بولتے ہیں۔ اور اس کی اصل حیثیت کو تسلیم نہیں کرتے اور اس کی اصل حیثیت سے انکار کرتے ہیں۔

کفر کے خلاف پہلی دلیل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔ ہر وہ شخص جو اپنے قول وعمل سے یا صرف قول سے یا صرف عمل سے اپنے اس اقرار کو جھٹلاتا ہے، وہ کفر اور شرک کرتا ہے۔ غیر اللہ سے مدد طلب کرنے والا اللہ کی بے حساب مہربانی اور رحم کو جھٹلاتا ہے اور اللہ پر غیر اللہ کو فوقیت دیتا ہے۔

کفر کے خلاف دوسری دلیل

الحمدللہ، تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں۔ انسان اسی کا ذکر زیادہ کرتا ہے اور اسی پر بھروسہ کرتا ہے اور اسی کو مدد کے لیے پکارتا ہے، جسے وہ برتر، تمام تعریفوں والا، غلبے اور قدرت والا، سننے والا، جاننے والا، غیب کا علم رکھنے والا اور ہر حال میں اور ہر وقت ہر ایک کے حال سے باخبر اور مہربان اور رحم والا قرار دیتا ہے۔ کیونکہ مدد کرنا اسی وقت ممکن ہے جب حال سے واقفیت ہو، مدد کرنے کی طاقت ہو اور محبت ہو۔ ان میں سے ایک چیز بھی کم ہو تو مدد ممکن نہیں ہے۔ غیر اللہ پر بھروسہ کرنے والا اور غیر اللہ سے مدد طلب کرنے والا، اللہ کی ذات اور صفات کو جھٹلاتا ہے۔ غرض سورۃ الفاتحہ کا ہر اقرار، کفر اور شرک کے خلاف ایک مستحکم دلیل ہے۔

Marfat.com

شرک

ہر قول و عمل، یا صرف قول یا صرف عمل، جس میں اللہ وحدہٗ لاشریک کی پاک و بے عیب تمام تعریفوں والی ذات اور صفات میں یا کسی ایک صفت میں بھی کسی غیر اللہ کو شریک کرے، وہ شرک ہے۔ شرک کرنے والا اللہ کی بندگی سے باہر نکل جاتا ہے۔ کسی ایسے شخص کے لیے جو اللہ کی بندگی کی زنجیروں میں جکڑا ہوا ہو، اللہ کا محتاج اور بے اختیار بندہ ہو، اور پیارے نبیؐ کے نقش قدم پر چلنے والا امتی ہو، پیارے نبیؐ سے محبت کرتا ہو اور ان کی ناپسند سے ڈرتا ہو، وہ کس طرح سے کفر، شرک اور بدعت جیسا عمل کر سکتا ہے جس سے خود پیارے نبیؐ نے زندگی بھر نفرت کی اور زندگی بھر اس کے خلاف جہاد میں مصروف رہے۔ ہر مسلمان کو کم از کم یہ ضرور جاننا چاہئے کہ پیارے نبیؐ کی پسند اور ناپسند کیا ہے، قول و عمل کیا ہے، تعلیمات کیا ہیں۔ شرک کرنے والا مشرک پہلے ہمیشہ کفر کرتا ہے، یا اللہ وحدہٗ لاشریک کی ذات یا صفات میں سے کم از کم کسی ایک صفت کو جھٹلاتا ہے، پھر غیر اللہ کو اللہ کا شریک ٹھہراتا ہے۔

عاشقانِ رسولؐ

ایک تو وہ سچے عاشقانِ رسولؐ ہیں جو پیارے نبیؐ سے سچی محبت اور عقیدت رکھتے ہیں، اور سچی محبت اور عقیدت کے تقاضے کے مطابق حضورؐ کی ذات اور صفات سے، قول و عمل سے اور پسند سے سچی محبت کرتے ہیں۔ اور بقدر اپنی محبت اور عقیدت کے سچائی کے اس رنگ میں رنگ جاتے ہیں۔ اور پیارے نبیؐ کی سنت پر عمل کرتے ہوئے اللہ سے ڈرتے ہیں۔ اور عقیدۂ توحید پر عمل کرتے ہیں اور اللہ ہی کی بندگی کرتے ہیں۔ اللہ ہی کی طرف رجوع ہوتے ہیں اور اللہ ہی کی عبادت کرتے ہیں۔ اللہ ہی سے مدد چاہتے ہیں اور اللہ ہی پر بھروسہ کرتے ہیں۔ اللہ ہی سے راہ ہدایت طلب کرتے ہیں اور اللہ ہی کو اپنی منزل اور اپنا مقصود قرار دیتے ہیں۔ اللہ سے ہمیشہ سچے اقرار کرتے ہیں، عہد کرتے ہیں، سچی گواہی دیتے ہیں۔ اللہ کو سب سے بڑا، پاک و بے عیب اور تمام تعریفوں والا قرار دیتے ہیں۔ سب سے بڑھ کر مہربان اور رحم کرنے والا قرار دیتے ہیں۔ اپنی

Marfat.com

ہر ہر چیز میں اللہ کی برتری اور غلبے کو قائم رکھتے ہیں۔اور ہر کام اللہ کے نام سے شروع کرتے ہیں کیونکہ جو اللہ کا مغلوب ہے وہ اللہ کا ہے،اور جو غیر اللہ کا مغلوب ہے وہ نہ اللہ کا رہا نہ غیر اللہ کا رہا۔

دوسرے وہ عاشقانِ رسولؐ ہیں جو صرف پیارے نبیؐ کے نام کو استعمال کرتے ہیں۔ان کو پیارے نبیؐ کے قول وعمل سے، پسند اور ناپسند سے اور تعلیمات سے اور پیارے نبیؐ کی ذات اور صفات سے کوئی سروکار نہیں ہوتا۔ سچی محبت اور عقیدت رکھنے والے کے لیے یہ ممکن ہی نہیں کہ وہ جس سے محبت کرتا ہے اس سے وابستہ نہ ہو۔اس سے قربت نہ رکھتا ہو۔اس کی پسند اور ناپسند سے واقف نہ ہو۔اس کے مزاج سے اور اس کی ذات اور صفات سے واقف نہ ہو اور اس کی ناراضگی سے ڈرتا نہ ہو۔محبت بغیر واقفیت کے ممکن ہی نہیں اور انسان جس سے محبت کرتا ہے،اس کے رنگ میں ضرور رنگتا ہے یعنی اس کا رنگ ضرور اختیار کرتا ہے۔

بدعت

اللہ تعالیٰ نے قرآن کے ذریعے اور پیارے نبیؐ نے اپنی سنت کے ذریعے اسلام کو کفر اور شرک کے شائبہ تک سے پاک رکھا ہے۔ ہر وہ قول وعمل یا صرف قول یا صرف عمل جو عقیدۂ توحید میں شک پیدا کرے، یا کفار اور مشرکین کے قول وعمل سے مشابہت رکھتا ہو،اور کفار ومشرکین کو اسلام کے بارے میں بحث کا موقع فراہم کرے، یا دین سے ناواقف لوگ اسے کفر اور شرک کا سبب بنالیں، بدعت ہے۔

شکر گزاری

اللہ کے لیے بندے کا اپنے قول وعمل سے حسن ظن یا اچھے خیال کو ثابت کرنا،شکر گزاری ہے۔جو اللہ کا ہو گیا اور اللہ کا سچا بندہ بن گیا اور پیارے نبیؐ کا سچا امتی بن گیا اور جو اللہ کے سلامتی کے گھر میں اور فلاح اور خیر کے نظام میں داخل ہو گیا،اور جس کا اللہ ہو گیا،اس کے پاس اپنے عالیشان پالنے والے کے لیے سوائے احسان مندی کے اور حسن ظن کے کچھ باقی نہیں رہا۔جو اللہ کے پرورش کے احسان کو تسلیم کرے گا، وہی احسان کے بوجھ سے سر جھکائے گا۔نظروں کو نیچا

Marfat.com

رکھے گا، وفا کرے گا، محبت کرے گا، اور خود کو تعریفوں والے پاک و بے عیب اللہ کے سپرد کر دے گا۔ جو صاحب ایمان ہے وہ اللہ کا مغلوب ہے اور جو اللہ کا مغلوب ہے، وہ اللہ کی تمام تعریفوں والی پاک و بے عیب صفات کا مغلوب ہے۔ وہ ناشکری کر ہی نہیں سکتا۔ ناشکری کرنے والے اللہ کے مغلوب نہیں ہو سکتے۔ وہ اللہ کی پاک و بے عیب تمام تعریفوں والی ذات اور صفات کو جھٹلاتے ہیں۔ اللہ کی شکر گزاری ایمان ہے جب کہ ناشکری کفر ہے۔

توبہ واستغفار

مسلمان اللہ کی بندگی کے تقاضے کو پورا کرتے ہوئے، اور اپنی ذات پر سے مکمل طور پر اپنے ذاتی اختیار اور ارادے اور خواہشات سے دست بردار ہوتے ہوئے اور اپنی ذات پر مکمل طور پر اللہ کے قبضہ وقدرت کو قبول کرتے ہوئے، بحثیت بلا شرکت غیرے اللہ کی ملکیت کے، مخلوق کے، پرورده کے، رعایا کے اور وراثت کے، خود کو اللہ کے حوالے کر دیتا ہے۔ اب سب سے بڑا اللہ غالب اور بندہ مغلوب ہے۔ انسان فطرتاً نادان، جاہل اور ناسمجھ ہے۔ اس کے لیے ممکن ہی نہیں کہ وہ امانت داری کر سکے۔ وہ تو اپنے کسی عمل پر بھروسہ ہی نہیں کر سکتا، سوائے اللہ کی رحمت کے۔ اور وہ چونکہ مغلوب ہے اس لیے کوئی بھی شے بطور صلے کے یا بطور حق کے اللہ تعالیٰ سے طلب نہیں کر سکتا۔ مغلوب جب بھی اللہ سے کوئی شے طلب کرے گا تو بطور رحمت کے، احسان کے اور کرم کے طلب کرے گا۔ اور جس انسان نے بھی اپنے عمل پر بھروسہ کیا، اس نے اپنے تمام عمل ضائع کر دیے۔ پہلا نقصان یہ ہوا کہ اس نے اپنے عمل پر بھروسہ کر کے یہ ظاہر کیا کہ اس کی ذات مکمل ہو گئی اور اصلاح کی ضرورت نہیں رہی، اور یہیں سے خرابی کا عمل شروع ہو گیا۔ جو شخص اپنے عمل پر بھروسہ کرے گا وہ ہمیشہ اللہ سے جو کچھ بھی طلب کرے گا وہ بطور صلے کے اور بطور حق کے طلب کرے گا، اور اپنے حق کے لیے لڑے گا تو پھر وہ اللہ کا محتاج و بے اختیار بندہ نہیں رہا اور اس نے تکبر کیا۔ انسان کے پاس اس کے سوا کوئی راہ نہیں کہ وہ اللہ سے رحم طلب کرتا رہے۔ اور رحم اس کے لیے ہے جو عاجز ہے، مجبور ہے، محتاج ہے، بے بس ہے، مغلوب ہے، سخت تکلیف میں ہے، بے اختیار ہے اور اپنی تکلیف کو دور کرنے کی قدرت نہیں رکھتا اور رحم کرنے والے کی رحمت پر

Marfat.com

بھروسہ کرتا ہے۔رحم کرنے والے کے احسان کو تسلیم کرتا اور اس کی ناراضگی سے ڈرتا ہے۔اپنے اللہ سے ہر وقت اپنے گناہوں کی معافی مانگتا رہتا ہے۔ان گناہوں کی بھی جن سے واقف ہے اور ان گناہوں کی بھی جن سے ناواقف ہے۔اور اللہ تعالیٰ نے تو یہ ضمانت دی ہے کہ جو اللہ سے ڈرتا ہے،ہم اسے ایسی جگہ سے رزق پہنچاتے ہیں جو اس کے خواب وخیال میں بھی نہیں ہوتی۔توبہ اور استغفار ایمان کی کسوٹی ہے۔کیونکہ اللہ کے حضور وہی روتا اور گڑگڑاتا ہے جو اللہ کا مغلوب ہے، محتاج ہے۔توبہ اور استغفار کے ہوتے ہوئے کسی کو مایوس ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔توبہ اور استغفار سے بلاؤں کے طوفانوں کو دھکیل دو۔توبہ اور استغفار سے رزق میں برکت ہوتی ہے۔بے شک توبہ اور استغفار وہی کرتا ہے جو اللہ سے ڈرتا ہے۔جس کے شعور پر سب سے بڑے اللہ کا خوف غالب ہے۔جو اللہ کی فلاح پر یقین رکھتا ہے اور ''حی علی الفلاح'' کی صدا پر دوڑ پڑتا ہے۔

فطرت اور بو

ہم کھاد کی صورت میں ناپاکیاں جمع کرتے ہیں، پھر اس میں خوشبو والے گلاب کا پودا لگاتے ہیں۔گلاب کا یہ پودا اپنی طے شدہ یا مقررہ فطرت کے مطابق ان ہی ناپاکیوں سے اپنے لیے غذائی ماڈے حاصل کرتا ہے۔اس پودے کی ہر ہر چیز اور پھول میں ان ہی ماڈوں کی بو ہوتی ہے۔ہم گلاب کے پھول کو سونگھتے ہیں۔اس کی خوشبو سے ہمیں راحت، سکون، فرحت اور ٹھنڈک کا احساس ملتا ہے۔یہی اس کے طبی خواص بھی ہیں۔معلوم ہوا کہ گلاب کی فطرت دوسروں کو راحت، سکون، فرحت اور ٹھنڈک پہنچانا ہے۔گلاب کے پودے کی فطرت طے شدہ ہے لیکن انسان اپنی فطرت کی خود تشکیل کرتا ہے۔اور اپنے وجود اور ماحول میں موجود مادوں سے اپنی بھلی یا بری فطرت کے مطابق اپنے لیے ماڈے حاصل کرتا ہے۔جب انسانی فطرت بدلتی ہے تو جسم میں ماڈے بھی بدلتے ہیں۔ناپاک ماڈوں کی اپنی ایک بو ہوتی ہے۔اور جس انسان کے وجود میں پاکیزہ ماڈوں کا غلبہ ہوتا ہے اور جتنا زیادہ غلبہ ہوتا ہے، اس کی بو اتنی ہی خوشگوار ہوتی ہے۔اور ایسے ہی اس کے خواص اور ایسی ہی اس کی فطرت اور ایسے ہی اس کے افعال ہوتے ہیں۔

Marfat.com

دین و دنیا

دین باطن ہے دنیا ظاہر ہے۔ دین روحانیت ہے دنیا مادّیت ہے۔ دین اللہ کے لیے ہے دنیا انسان کی اپنی ذات کے لیے ہے۔ دنیا کثافت ہے دین لطافت ہے۔ دین دار اللہ کا مغلوب ہے، دنیادار دنیا کا مغلوب ہے۔ اللہ کا مغلوب اللہ کی دنیا کو اللہ کے لیے استعمال کرتا ہے، جبکہ دنیادار دنیا کا مغلوب بن کر دنیا کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ جو دنیا کی طرف دوڑتا ہے وہ اللہ سے دور ہوتا ہے۔ اور جو اللہ کی طرف دوڑتا ہے وہ دنیا سے دور ہوتا ہے اور باطن میں دنیا سے الگ رہتے ہوئے دنیا کو استعمال کرتا ہے۔ جب تک انسان دنیا کے پیچھے بھاگتا ہے دنیا اس سے دور بھاگتی ہے۔ دنیا اس سے بے وفائی کرتی ہے۔ جب کوئی دنیا سے دور بھاگتا ہے تو دنیا اس سے ناراض ہوکر پہلے اسے تنہا کر دیتی ہے، پھر جب اسے یقین ہو جاتا ہے کہ یہ میرے پیچھے نہیں بھاگے گا تو خود اس کے پیچھے بھاگنے لگتی ہے۔ اہل علم اس حقیقت سے واقف ہوتے ہیں کہ دنیا کے پاس دینے کے لیے بے وفائی، رنج، تکلیف، ذلت، رسوائی، کبھی نہ ختم ہونے والی خواہشوں، امیدوں، غموں، اور فکروں کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ دنیا تو ایک سراب ہے۔ یہ جب کسی سے خوش ہوتی ہے تو اس کے عیبوں کو بھی ہنر قرار دیتی ہے۔ اور جب کسی سے ناراض ہوتی ہے تو اس کی خوبیوں کو بھی عیب ٹھہراتی ہے۔ اس لیے اہل علم ظاہر میں دنیا سے ملے جلے دکھائی دیتے ہیں مگر باطن میں دنیا سے الگ تھلگ رہتے ہیں اور دنیا کے ہر فتنے کو نظر میں رکھتے ہیں۔

ہوس

بندگی کا مقصود اللہ کی ذات ہوتی ہے۔ اس لیے بندے کی طرف سے اللہ کے سوا جو شے بھی طلب کی جائے گی وہ ہوس ہوگی کیونکہ وہ شے اس کی اپنی ذات کے لیے، ذاتی برتری کے لیے اور ذاتی خواہش کے لیے ہوگی۔ اور انسان تو کبھی نہ ختم ہونے والی خواہشات کے بھنور میں گھرا اور امیدوں کے کفن میں لپٹا ہوا مردہ ہے۔ ایک خواہش پوری ہوتی ہے تو مزید بے شمار خواہشیں جنم لیتی ہیں۔ اور وہ اپنی ذات اور ذاتی خواہشات سے آگے کچھ نہیں دیکھ سکتا۔ وہ ہر بھلی اور بری چیز کو

Marfat.com

محض ذاتی مفادات کی کسوٹی پر پرکھتا ہے۔

مہلکات

مہلکات ہلاک کردینے والی چیزوں کو کہتے ہیں۔ایک شخص کہتا ہے کہ میں نے نیکی کی ہے۔ یہ کہہ کر وہ دعویٰ کرتا ہے کہ میری ذات اور میرا عمل دونوں قابل بھروسہ ہیں۔ میں نیکی کرنے کا اہل ہوں اور میری ذات مکمل ہے۔لیکن یہ طے کرنا کہ انسان کا کون سا عمل نیکی ہے اور کون سا نہیں ہے، اللہ بزرگ و برتر کا کام ہے۔ انسان کو یہ حق نہیں کہ وہ اللہ کے کاموں میں مداخلت کرے۔ایسا کرنا تکبر ہے کیونکہ جو شخص اپنے کسی عمل کو نیکی قرار دے گا، وہ اللہ بزرگ و برتر سے اس کا صلہ بھی طلب کرے گا۔اور بطور اپنے حق کے طلب کرے گا اور حق تو ہمیشہ آزاد طلب کرتا ہے۔صاحب ایمان اللہ کا مغلوب ہوتا ہے اور اللہ کی گرفت میں ہوتا ہے۔اللہ کا مغلوب اللہ سے صرف اس کا رحم و کرم اور احسان طلب کرسکتا ہے۔جو شخص اپنے عمل کو نیکی قرار دے گا وہ ضرور اس عمل کو بطور اپنی خوبی کے اپنی برتری جتانے کے لیے بیان کرے گا، اور یہی تکبر ہے۔

متکبر دنیادار کسی کی ضرورت کو پورا کر کے اسے احسان قرار دیتا ہے۔جب کہ اہل علم جب کسی کی ضرورت کو پورا کرتے ہیں تو ضرورت مند کے احسان مند ہوتے ہیں۔وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے پاس جو کچھ ہے وہ اللہ کا ہے اور اللہ کی امانت ہے، اس میں دوسروں کا بھی حصہ ہے اور جو ضرورت مند ہمارے پاس آیا ہے وہ دراصل اپنی امانت لینے آیا ہے۔اور اس نے امانت کو قبول کر کے ہم پر سے امانت کا بوجھ ہلکا کردیا اور ہمیں اللہ کے حضور سرخرو کردیا، اور اللہ نے ہمیں یہ عزت دی کہ ضرورت مند اپنی امانت لینے کے لیے ہمارے پاس آیا اور اللہ نے ہمیں یہ عزت دی کہ ہمیں دوسروں کا امانت دار بنایا۔

جب کوئی شخص چل کر کسی کے دروازے پر آتا ہے تو وہ اسے عزت دیتا ہے۔جب آنے والا اسے عزت دیتا ہے تو میزبان کا کام ہے کہ وہ بھی اسے عزت دے۔اور جب کوئی کسی کے دروازے پر دستک دیتا ہے تو گویا وہ اسے پکارتا ہے۔پکارنے والے کی پکار کو سننا بھی میزبانی کے آداب میں داخل ہے۔میزبان کا گھر میں موجود ہوتے ہوئے آنے والے سے نہ ملنا تکبر

Marfat.com

ہے۔ اہل علم تو ہمیشہ آنے والے مہمان کے لیے اللہ سے دعا کرتے ہیں۔

قوتیں

قوتیں صرف دو طرح کی ہیں۔ ایک قوت نیکی، روشنی، خیر اور فلاح کی ہے اور دوسری شر، تاریکی، بدی اور ناپاکی کی۔ جس کی فطرت میں خیر غالب ہے وہ خیر کی قوتوں سے جاملتا ہے۔ اور جس کی فطرت میں بدی غالب ہے وہ شر کی قوتوں سے جاملتا ہے۔ اور اللہ تو خیر اور شر دونوں کے مالک ہیں۔ اور دونوں اللہ کے قبضہ قدرت میں ہیں۔ اور جو جس راہ میں کوشش کرتا ہے، اسے اللہ ہی عطا فرماتے ہیں۔

حاکم

جیسے لوگ ہوتے ہیں، ویسے ہی حاکم مقرر کیے جاتے ہیں۔ حاکم ہم سے ہوتا ہے اور ہماری اکثریت کے کردار اور ان کی فطرت کی نمائندگی کرتا ہے۔ حاکم کو بدلنا ہو تو اکثریت کی فطرت کو بدل دو۔

مدد اور حفاظت

اللہ وحدہٗ لاشریک کے سوا نہ کوئی کسی کی حفاظت کر سکتا ہے، نہ مدد کر سکتا ہے۔ سورۂ حشر کی آخری تین آیات میں اور آیت الکرسی میں اللہ تعالیٰ کی ان تمام صفات کا ذکر ہے جو مدد کرنے کے لیے اور حفاظت کرنے کے لیے ضروری ہیں۔ سورۂ حشر میں صفات الٰہی کا ذکر اس طرح ہے:

وہی ہے اللہ جو سب کچھ ہے اور جس کا سب کچھ ہے، اور اس کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ جو کچھ ہے اسی کے حکم سے ہے۔ عالم الغیب ہے۔ بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔ حقیقی بادشاہ ہے۔ پاک ہے۔ سلامتی عطا کرنے والا ہے۔ امن اور بے خوفی عطا کرنے والا ہے۔ ہر شے پر غالب ہے۔ زبردست ہے اور بڑائی والا ہے۔

آیت الکرسی میں کچھ اضافی صفات کا ذکر ہے: زندۂ جاوید ہے۔ کارخانۂ عالم کا سنبھالنے والا

Marfat.com

ہے۔ نہ اسے اونگھ آتی ہے، نہ اسے نیند آتی ہے۔ زمینوں اور آسمانوں میں جو کچھ ہے سب اسی کا ہے۔

مدد اور حفاظت تین چیزوں پر منحصر ہے: حال سے واقف ہونا، مدد کرنے کی طاقت رکھنا اور رحیم اور مہربان ہونا۔

Marfat.com

بسم اللہ

جو کچھ قرآن میں ہے وہ سورۂ فاتحہ میں ہے، اور جو کچھ سورۂ فاتحہ میں ہے وہ بسم اللہ میں ہے۔ اور بسم اللہ کا باطن ہے ہر وقت اللہ سے چمٹے رہنا، وابستہ رہنا، ساتھ رہنا، اللہ کے لیے جینا اور اللہ کے لیے مرنا، اللہ ہی کو اپنا سب کچھ قرار دینا، اللہ ہی کو سب کچھ سمجھنا، اللہ ہی کو ہر شے پر فوقیت دینا، ترجیح دینا، غلبہ دینا، اہمیت دینا، اور اللہ ہی کے لیے خود کو بنانا، سنوارنا، نکھارنا، اور ہر کام میں اللہ ہی پر بھروسہ کرنا اور اللہ ہی سے مدد چاہنا۔

ان تمام باتوں کی وضاحت یہ ہے کہ انسان کو پیدا ہی محتاج کیا گیا ہے۔ اس کی فطرت میں محتاجی، خوف اور ذلت موجود ہے۔ اس کا اختیار دراصل ایک محتاج کا محدود اختیار ہے۔ انسان مجبور ہے کہ اپنی ضرورتوں، اپنی خواہشات، اپنی امیدوں اور اپنی محتاجی کو دور کرنے کے لیے اور اپنے خوف اور احساسِ ذلت سے نجات پا کر اپنے واسطے تحفظ اور عزت حاصل کرنے کی خاطر، اپنے سے برتر، طاقتور اور بااختیار کی اطاعت کرے۔ انسان جس برتر کی اطاعت کرتا ہے، اس کے سامنے وہ اپنے ذاتی اختیار سے دستبردار ہو کر اس برتر کے اختیار کو قبول کرتا ہے۔ اس برتر کے احکامات کی تعمیل کرتا ہے۔ اپنے اس عمل میں وہ اپنے سے برتر کے مزاج، اس کی فطرت، اس کی پسند ناپسند، اور اس کے پسندیدہ طریق کار اور ہدایات کو پیش نظر رکھتا ہے۔ دوسری اہم بات یہ کہ اطاعت گزاری کرنے والا اپنی ذات، اپنی صلاحیتوں، اپنی خوبیوں اور خامیوں، اپنی فطرت، اپنے شعور، اپنی قوت اور اپنے تمام احساسات اور محسوسات کے ساتھ اطاعت گزاری کرتا ہے اور خود کو اس برتر کی خواہشات کے مطابق ڈھالتا ہے۔ اس کے لیے خود کو قابل قبول اور پسندیدہ بناتا ہے، اور اس برتر کے سائے میں اپنے لیے بے خوفی اور تحفظ، اختیار اور عزت حاصل کرتا ہے اور اپنی محتاجی کو دور کرتا ہے، اور جو اللہ پر ایمان لاتا ہے وہ یہی سب کچھ اللہ کے لیے کرتا ہے۔

اور جب انسان غیب پر ایمان لا کر اللہ ہی کو اپنا سب کچھ قرار دیتا ہے اور خود کو اللہ کے سپرد کر دیتا ہے اور اللہ سے وابستہ کر دیتا ہے تو گویا انسان کا ظاہر و باطن دونوں اللہ سے وابستہ ہو جاتے ہیں، اور اس کے تمام احساسات اور محسوسات اللہ سے وابستہ ہو کر اللہ کی پسند کو تلاش کرتے ہیں اور

Marfat.com

عظمتِ الٰہی کے غلبے کو قبول کرتے ہیں اور اللہ کو سب سے بڑا قرار دے کر، کائنات کی ہر شے کو اللہ کے مقابلے میں کم اہم اور کم حیثیت قرار دیتے ہیں۔ ایسا انسان عظمتِ الٰہی کے غلبے کے ساتھ اللہ کے اطاعت گزاری کرتا ہے۔ اب جب انسان اپنا سب کچھ اللہ کو قرار دے کر اپنے سے برتر کسی انسان کی اطاعت کرے گا تو اس کی یہ اطاعت اللہ کی اطاعت کے تحت ہوگی۔ یعنی انسان اللہ کی اطاعت گزاری میں، اللہ کے پسندیدہ اور بتائے ہوئے طریقے سے صرف اور صرف احساسِ فرض کے ساتھ اس صاحبِ حکم کی اطاعت کرے گا۔ کیونکہ اللہ پر ایمان لا کر اطاعت کرنے والا پہلے ہی اپنے احساسِ محتاجی، احساسِ خوف اور احساسِ ذلت کو اپنے اللہ سے وابستہ کر کے خود کو اللہ کا محتاج، اللہ کا ذلیل اور اللہ سے ڈرنے والا بندہ قرار دے چکا ہے۔ اب کسی اور کے لیے، کسی اور کے سامنے، اس میں نہ احساسِ محتاجی ہے، نہ احساسِ ذلت اور نہ احساسِ خوف۔

بسم اللہ دراصل اللہ وحدہٗ لاشریک کے غلبے کو ثابت کرتا ہے۔ جس انسان کا جھکاؤ دنیا کی طرف ہے یا اس پر دنیا اور برتر اہل دنیا کا غلبہ ہے، وہ دنیا کا مغلوب ہے اور دنیا کا بندہ ہے۔ اور جس کا جھکاؤ اللہ کی طرف ہے، اور جتنا زیادہ جھکاؤ ہے، اتنا ہی اللہ پر اس کا ایمان ہے۔ وہ اتنا ہی عظمتِ الٰہی کا مغلوب ہے اور جو عظمتِ الٰہی کا مغلوب ہے اور جتنا زیادہ مغلوب ہے، وہ اتنی ہی زیادہ اللہ کی اطاعت گزاری کرتا ہے۔ اور دنیا کی تمام چیزوں کے مقابل میں اللہ کو اہمیت دیتا ہے۔ فوقیت دیتا ہے۔ ترجیح دیتا ہے۔ غلبہ دیتا ہے۔ بڑائی کو بیان کرتا ہے۔ ذکر کرتا ہے۔ فکر کرتا ہے۔ حمد کرتا ہے۔ تسبیح کرتا ہے۔ توبہ اور استغفار کرتا ہے، اور اپنے باطن میں اللہ کے ساتھ رہتا ہے۔

وابستگی: وابستگی کی مثال ایسی ہے جیسے آپ کا ایک دوست ہے، پھر اس دوست کا ایک دوست ہے اور پھر اس دوست کا ایک دوست ہے۔ آپ کی حقیقی وابستگی اپنے اصل دوست سے ہے۔ وہی آپ کی دوستی کا مرکز ہے اور اسی کو سب سے زیادہ اہمیت اور فوقیت حاصل ہے۔ اس کے بعد اگر آپ کسی کو اہمیت دیتے ہیں تو وہ آپ کے دوست کا دوست ہے۔ اور پھر اگر آپ کسی کو اہمیت دیں گے تو وہ آپ کے دوست کے دوست کا دوست ہوگا۔

Marfat.com

بے زبان مخلوقات: بے زبان اور بے ضرر مخلوقات کے ساتھ انسان کا سلوک اللہ کے نزدیک ایک اہم معاملہ ہے۔ جو لوگ اپنی ظالمانہ فطرت کی تسکین کے لیے بے ضرورت بے ضرر مخلوقات کو نقصان پہنچاتے ہیں، وہ دراصل اللہ کے غضب کو دعوت دیتے ہیں۔ مثال کے طور پر بلی کے دودھ پیتے بچوں کو اس کی ماں سے جدا کر دینا۔ انہیں اِدھر اُدھر پھینک دینا۔ وہ یہ بھی نہیں سوچتے کہ اللہ بزرگ و برتر ہمیں ہماری تمام ناپاکیوں اور نافرمانیوں کے باوجود برداشت کرتا ہے اور ہر وقت اپنے عفو اور درگزر کی چادر کو پھیلائے رکھتا ہے۔ کیوں نہ اللہ بزرگ و برتر وہی سلوک ان کے ساتھ کریں جو وہ ان بے زبانوں کے ساتھ کرتے ہیں۔ تب پھر انہیں معلوم ہوگا کہ وہ کتنا غلط کام کرتے تھے۔ یہ تو وہ لوگ ہیں جو اپنے تکبر کے باعث اپنے سوا کسی کو برداشت نہیں کرنا چاہتے۔ جو بے زبان جانور محلے میں ساتھ رہتا ہے، وہ بے زبان ہم سفر ہے، اور جو گھر میں رہتا ہے وہ گھر میں ساتھ رہنے والا ہم سفر ہے۔ اگر اسے تکلیف پہنچتی ہے یا وہ بھوکا رہتا ہے تو انسان پرسش سے نہیں بچ سکتا۔

اختلاف: ایک ایسا شخص جو کسی ماحول میں پہلے سے موجود افراد سے مختلف سوچ، مختلف فطرت اور کردار رکھتا ہو، فوراً ہی تمام افراد کی مخالفت کا شکار ہو جاتا ہے۔ اور یہ سب کچھ اس وقت تک ہوتا ہے جب تک کہ نیا آنے والا اس ماحول سے مطابقت پیدا نہ کر لے یا ان سب کو اپنے رنگ میں نہ رنگ لے۔ یا تو خود ان جیسا ہو جائے یا ان سب کو اپنا جیسا بنا لے۔ اور اس ماحول میں اپنی اجنبیت، انفرادیت اور پُراسراریت کو ختم نہ کر دے۔ دراصل کسی بھی دو چیزوں میں پایا جانے والا اختلاف یا فرق ہی ان کی شناخت کا سبب ہے اور ان دو چیزوں کی قدر و قیمت کا تعین کرتا ہے اور ساتھ ہی مخالفت کا سبب بھی بنتا ہے۔

جو لوگ مسلمانوں کو انتہا پسند، بنیاد پرست اور رجعت پسند قرار دیتے ہیں تو اس کا سبب دراصل مسلمانوں اور ان لوگوں کے درمیان پائے جانے والے اختلافات ہیں۔ دین سے وابستگی اور بے دینی کا اختلاف، سچ اور جھوٹ کا اختلاف، دین کے علم اور دین سے لاعلمی کا اختلاف، قول و عمل کا اختلاف، روایات و تہذیب اور معاشرتی مفادات کا اختلاف، مادیت اور روحانیت کا

Marfat.com

اختلاف، پاکی اور ناپاکی کا اختلاف، اخلاقی اقدار کا اختلاف، عقیدۂ توحید اور شرک کا اختلاف، حیا اور بے حیائی کا اختلاف، ضبطِ نفس اور بے لگام خواہشات کا اختلاف، اس فہرست میں یہ سب شامل ہیں۔ اختلاف خواہ کسی بھی قسم کا ہو، وہ مدمقابل کی برتری اور اس کے مفادات کے لیے خطرہ ہوتا ہے۔

دنیا کے تمام الہامی دین، عقیدۂ توحید پر ایمان لانے کا حکم دیتے ہیں، اور برے کاموں، بری باتوں اور بری عادتوں سے روکتے ہیں۔ بے حیائی اور فحاشی کو گناہ قرار دیتے ہیں۔ اگر ان مذاہب کے ماننے والے واقعی ان سے وابستہ ہوتے تو اللہ کے دین کی تمام باتوں سے وابستہ ہوتے۔ اس لیے معلوم ہوا کہ ان کا اختلاف دین کی وجہ سے نہیں ہے۔ اللہ کے احکامات کے خلاف بے لگام نفسانی خواہشات کی اندھا دھند پیروی کرنے والے تو اللہ کے باغی اور اللہ کے دشمن ہیں۔ یہ تو وہ لوگ ہیں جو عملی طور پر دین سے وابستہ ہوئے بغیر دین کو صرف قانونِ ضرورت کے تحت اپنی شناخت کے لیے، اپنے گروہی مفادات کے لیے، اپنی برتری کے لیے اور اپنی یکجہتی کو قائم رکھنے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ حقیقت میں انتہا پسند اور رجعت پسند یا بنیاد پرست کون ہے؟...... وہ جو یہ سب کہہ رہا ہے یا وہ جس کے لیے یہ سب کہا جا رہا ہے۔ اب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ غالب کون ہے اور مغلوب کون ہے؟ طاقت ور کون ہے اور کمزور کون ہے؟ کون کس پر مسلط ہونے کی کوشش کر رہا ہے اور کس طرح مسلط ہونے کی کوشش کر رہا ہے؟ کون لڑ رہا ہے اور کون اپنا دفاع کر رہا ہے؟ کیوں کہ ہمیشہ غالب کا اور طاقت ور کا اور بااختیار کا عمل اختیاری ہوتا ہے۔ جب کہ مغلوب کا، بے اختیار کا اور کمزور کا عمل اضطراری اور فطری ہوتا ہے۔ مجرم وہ نہیں جو حالات کا شکار ہوا بلکہ مجرم وہ ہے جس نے حالات پیدا کیے۔ دراصل اس مخالفت کا سبب یہ ہے کہ ایک طرف اللہ کی حاکمیت اور اللہ کی بڑائی کو قائم کرنے کے لیے ایک گروہ جدوجہد کر رہا ہے اور دوسری طرف انسان کی حاکمیت اور برتری کو قائم رکھنے کے لیے دوسرا گروہ جدوجہد کر رہا ہے۔ ایک گروہ اللہ کے قانون کو نافذ کرنا چاہتا ہے تو دوسرا گروہ اللہ سے بغاوت کر کے اللہ کی قائم کی ہوئی حدود اور پابندیوں کو توڑ کر، انسان

Marfat.com

کے بنائے ہوئے اس قانون کو نافذ کرنا چاہتا ہے جو انسان کو اس کی بے لگام خواہشاتِ نفسانی کی تکمیل کے لیے قانونی جواز فراہم کرتا ہے اور بے حیائی کی راہ دکھاتا ہے اور اسے شخصی آزادی قرار دیتا ہے۔

کوئی بھی انسان اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ پر سچے دل سے ایمان لاکر، اللہ کی پاک و بے عیب تمام تعریفوں والی ذات وصفات سے خود کو وابستہ کیے بغیر خیر وفلاح حاصل کر ہی نہیں سکتا۔ یہ ممکن ہی نہیں کہ خیر سے وابستہ ہوئے بغیر کوئی خیر حاصل کرلے۔ اور جو شخص خود کو اللہ سے وابستہ نہیں کرتا، وہ دراصل خود کو شر سے اور شیطان سے وابستہ کرتا ہے۔ یہ قانونِ فطرت ہے کہ بات طاقتور ہی کی سنی جاتی ہے، اور کمزور سے بڑھ کر کوئی عاجز اور مجبور نہیں ہوتا۔ اس وقت شر غالب ہے اور اپنے اس غلبے کو قائم رکھنے کے لیے وہ ہر حربہ استعمال کر رہا ہے۔

انسان اللہ سے اس وقت تک خود کو وابستہ نہیں کرسکتا جب تک وہ اپنی ذاتی بڑائی سے دستبردار ہوکر اللہ کی بڑائی کے غلبے کو اپنی ذات پر قائم نہ کرلے، کیونکہ جب تک کسی انسان میں ذاتی بڑائی موجود ہے، وہ اللہ کو بڑا تسلیم ہی نہیں کرسکتا۔ اور کوئی اللہ کی بڑائی کے غلبے کو اس وقت تک اپنی ذات پر قائم نہیں کرسکتا جب تک وہ اخلاصِ عمل کے ساتھ اللہ وحدہٗ لاشریک کے ذکر سے، فکر سے، حمد اور تسبیح سے، اپنے شعور اور اپنی فطرت کو اللہ کی پاک و بے عیب تمام تعریفوں والی ذات اور صفات کی اس طرح فیڈنگ نہ کرے کہ اس کی ذاتی بڑائی کی جگہ عظمتِ الٰہی کو غلبہ حاصل ہوجائے۔ اور عظمتِ الٰہی کو غلبہ اس وقت تک حاصل نہیں ہوسکتا جب تک کہ انسان عملاً اللہ کی بندگی نہ کرے۔ اللہ کی اطاعت گزاری، فرمانبرداری، شکرگزاری، امانت داری اور احسان مندی نہ کرے۔

اور یہ سب کچھ انسان اس وقت تک نہیں کرسکتا جب تک کہ وہ اپنی فطرت اور اپنے شعور کی تسخیر نہ کرلے۔ اور یہ تسخیر اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ انسان اللہ کی پسند کو اختیار نہ کرے اور اللہ کی ناپسند سے خود کو دور نہ رکھے۔ اور یہ سب کچھ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ وہ اللہ کی پسند اور ناپسند سے واقف نہ ہو۔

Marfat.com

اسلام کی بنیاد عجز اور اللہ کے خوف پر ہے۔ جب کہ کفر کی بنیاد تکبر پر ہے، اور متکبر ہمیشہ انتہا پسند ہوتا ہے۔ وہ اپنی ذاتی برتری کو قائم رکھنے کے لیے کسی انتہائی اقدام سے گریز نہیں کرتا۔ متکبر ہمیشہ بنیاد پرست ہوتا ہے۔ اس کی بنیاد اس کی ذاتی برتری اور اس برتری کو قائم رکھنے کے لیے اس کے اپنے وضع کیے ہوئے اصول ہوتے ہیں، جن پر وہ بڑی سختی سے عمل کرتا ہے۔ اسلام کی بنیاد عجز پر ہے اور عجز والا بڑا ہی فراخ دل ہوتا ہے۔ وہ ہمیشہ عفو و درگزر سے کام لیتا ہے۔ اس کا سلوک سب کے ساتھ یکساں ہوتا ہے۔ جب کہ متکبر کا ہمیشہ دوہرا معیار ہوتا ہے۔ اسلام کا بنیادی اصول یہ ہے کہ خود جیو اور دوسرے کے جینے میں مدد کرو، جب کہ کفر کا اصول یہ ہے کہ خود جیو اور دوسرے کو جینے نہ دو۔ چونکہ کفر کی بنیاد ہی تکبر پر ہے اور متکبر ہمیشہ ہر ایک پر مسلط رہنا چاہتا ہے اور ہر ایک کو اپنا مغلوب دیکھنا چاہتا ہے، اور جو اس کی برتری کو قبول کر لے اس کے ساتھ ذلت آمیز سلوک کے ساتھ دوستی رکھتا ہے اور جو اس کی برتری کو قبول نہ کرے اس کے ساتھ دشمنی رکھتا ہے۔

مکافاتِ عمل: اگر انسان کے اپنے اندر یعنی اس کے باطن میں خوش گواری غالب ہے، یا خوشی غالب ہے تو اسے کائنات کی ہر شے خوش اور مسکراتی ہوئی نظر آتی ہے، اور اگر انسان کے اندر غم کا غلبہ ہے تو اسے کائنات کی ہر شے غم گین نظر آتی ہے۔ اگر انسان کے باطن میں شر کا غلبہ ہے تو کائنات کی ہر شے میں اسے شر نظر آتا ہے۔ وہ اپنے اندر کے شر کو خرچ کرتا ہے، اور اپنے اندر اور باہر شر کو جمع کرتا ہے اور شر ہی کو پسند کرتا ہے۔ شر کی فطرت میں چونکہ زہر ہے، سختی ہے، آگ ہے، انتشار ہے اور ناپاکیاں ہیں، اس لیے وہ اندر اور باہر دونوں طرف سے شر کا شکار ہو جاتا ہے، جب کہ حسنِ ظن رکھنے والے کے باطن میں ہمیشہ خوش گواری غالب رہتی ہے۔

اس کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ خالقِ کائنات ہر شے کے حقیقی وارث ہیں، اور وراثت کے ساتھ کیا جانے والا ہر سلوک دراصل وارث کے ساتھ کیا جانے والا سلوک ہے، اور وارث اپنی وراثت کا حساب ضرور لیتا ہے۔ اس کا تیسرا پہلو یہ ہے کہ مرنے کے بعد انسان کی روح سے اس کا اختیار چھن جاتا ہے، اور انسانی روح اسی بے اختیاری کی حالت میں اپنی بنائی ہوئی فطرت اور شعور کے مطابق قیامت تک کا وقت گزارنے پر مجبور ہوتی ہے۔

Marfat.com

مکافات عمل کو اس مثال سے سمجھیں کہ ایک شخص گڑھا کھودتا ہے۔ اب اس گڑھا کھودنے کے عمل کا مشاہدہ کریں۔ پہلی بات یہ معلوم ہوئی کہ انسان گڑھا اپنے سامنے کھودتا ہے۔ دوسرے یہ کہ اس کی پہنچ اتنی ہی ہے جتنی اس کے بازو اور اوزار کی لمبائی ہے۔ تیسرے یہ کہ اسے گڑھا کھودنے کے لیے جھکنا پڑتا ہے، اور چوتھے یہ کہ گڑھا کھودنے کے عمل کے دوران اسے خود گڑھے میں اترنا پڑتا ہے۔ انسان کی بے اختیاری یہ ہے کہ اسے وقت کے دھارے پر آگے ہی آگے بڑھنا ہے۔ جو گڑھا اس نے اپنے سامنے کھودا ہے، وہی اس کے آگے بڑھنے کی راہ ہے۔ وقت کا دھارا اسے اسی راہ پر آگے لیے جارہا ہے .... اب دوسری مثال لیجئے۔ ایک شخص کانٹے بوتا ہے۔ جب انسان کوئی چیز بوئے گا تو وہ اپنے سامنے ہی بوئے گا اور جتنی لمبائی اس کے ہاتھ کی ہے، اتنے ہی فاصلے پر بوئے گا۔ جب وقت کا دھارا اسے کھینچ کر اس مقام پر لائے جہاں اس نے کانٹے بوئے ہیں، تو اسے ان ہی کانٹوں پر سے گزرنا پڑے گا۔ یہ خیال رہے کہ شر ہمیشہ بہت تیزی سے پھلتا پھولتا ہے۔

شرم وحیا:

شرم وحیا، عجز کا ایک اہم عنصر ہے، جس کی فطرت میں عجز ہے، وہی اپنی فطرت میں شرم وحیا رکھتا ہے۔ وہی عزت اور ذلت کو سمجھتا ہے۔ وہی پاکی اور ناپاکی کو سمجھتا ہے۔ وہی خیر اور شر میں تمیز کرتا ہے۔ وہی برے کاموں سے، بری باتوں سے اور بری عادات سے شرماتا ہے اور اسے ذلت اور رسوائی سمجھتا ہے۔ وہی غلطیوں کو تسلیم کرتا اور اپنی غلطیوں پر نادم ہوتا ہے۔ وہی وفا کرتا ہے، وہی احسان کو تسلیم کرتا ہے اور وہی احسان کو یاد رکھتا ہے اور احسان مند ہوتا ہے۔ اور جہاں تک ممکن ہو غیر اللہ کے احسان سے خود کو بچاتا ہے۔ اور ایثار و قربانی کرتا ہے۔ اپنے اور دوسروں کے عیبوں کی پردہ داری کرتا ہے۔ وہی خود کو ہر قسم کی ذلتوں سے، رسوائیوں سے، گناہوں سے، گمراہیوں سے اور ناپاکیوں سے دور رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ وہی دوسروں کے ساتھ مروت اور رواداری کا سلوک کرتا ہے۔ وہ تو اللہ ستارالعیوب کا بندہ ہے اور اللہ کو یہ بات پسند ہے کہ لوگ ایک دوسرے کا پردہ رکھیں۔ اللہ تعالیٰ نے مُردے کی بے حرمتی سے منع فرمایا ہے۔ مُردے کو قبر ہی میں دفن کرنے کا

حکم دے کر اس کا پردہ رکھا ہے۔ عذابِ قبر اور زندگی بعد موت کو پوشیدہ رکھ کر روح کا پردہ رکھا ہے۔ اس کی رحمت اور پردہ پوشی کا تو یہ عالم ہے کہ اگر مرد پانی میں ڈوب کر ہلاک ہو جائے تو اس کی لاش پانی پر چت تیرتی ہے اور اگر کوئی عورت ڈوب کر ہلاک ہو جائے تو اس کی لاش پانی میں اوندھے منہ تیرتی ہے۔ یہ سب اللہ کی نشانیاں ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو شرم و حیا کس قدر پسند ہے اور اللہ تعالیٰ انسان کی فطرت اور شعور کو شرم و حیا کے زیور سے آراستہ کرنا چاہتے ہیں، اور اللہ کی ناراضگی سے تو وہی ڈرتا ہے جو شرم و حیا رکھتا ہے۔

جہاں تک بے شرم و بے حیا کی بات ہے، نہ وہ عزت اور ذلت کے فرق سے واقف ہوتا ہے، نہ اس میں ایثار و قربانی اور وفا کا مادّہ ہوتا ہے۔ نہ وہ رازداری کے قابل ہوتا ہے نہ دوستی کے۔ نہ اس میں مروت ہوتی ہے نہ رواداری۔ وہ تو بڑا بڑبولا ہوتا ہے۔ اپنی اور دوسروں کی عزت اچھالنے والا ہوتا ہے۔ ضرورت پڑنے پر دوست اور اس کی دوستی، سب کو سر بازار نیلام کر دیتا ہے۔ اور شرم و حیا تو انسان کا لباس ہے اور اس کے بغیر انسان عریاں ہے۔

ذریعہ:

ہم بس کے ذریعے سے کراچی سے حیدرآباد پہنچتے ہیں۔ اس عمل میں پہلی چیز بس ہے جو ذریعہ ہے۔ دوسری چیز بس کی راہ ہے جو ہماری بھی راہ ہے۔ تیسری چیز بس کی منزل ہے جو ہماری بھی منزل ہے۔ چوتھی چیز بس میں بیٹھ کر منزل تک پہنچنے کے لیے سفر کرنا بھی لازمی ہے۔ جو شخص بس میں سوار ہوئے بغیر یہ کہتا ہے کہ یہ بس ہمیں حیدرآباد اتار دے گی، وہ دراصل خود کو دھوکہ دیتا ہے۔ ذریعے یا وسیلے سے وابستہ ہوئے اور اسے استعمال کیے بغیر کوئی شخص منزل تک نہیں پہنچ سکتا، کیونکہ ذریعے کی راہ اور ذریعے کی منزل ہی، اس ذریعے سے وابستہ ہونیکی راہ اور اس کی منزل ہوتی ہے۔ اسی لیے یہ کہا گیا ہے کہ جو جس کی راہ پر چلتا ہے اس کا انجام اسی کے ساتھ ہوتا ہے۔ جو دل کی سچائی کے ساتھ کسی ذریعے یا وسیلے سے وابستہ ہوتا ہے، وہ اس ذریعے یا وسیلے کے قول و عمل، اسوۂ حسنہ، عقائد، راہ، تعلیمات اور اس کی منزل سے بھی وابستہ ہوتا ہے اور اس کی پسند اور ناپسند سے بھی وابستہ ہوتا ہے۔

ایک شخص جو ایک طرف تو اللہ سے یہ کہتا ہے کہ اے اللہ ہم آپ ہی کی بندگی کرتے ہیں اور آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں اور آپ ہی پر بھروسہ کرتے ہیں اور آپ ہی سے مدد چاہتے ہیں اور دوسری طرف غیر اللہ کو مدد کے لیے پکارتا ہے، وہ صرف یہ بتائے کہ جس غیر اللہ کو وہ اپنی مدد کے لیے پکارتا ہے، کیا انہوں نے بھی کبھی اپنی زندگی میں کسی غیر اللہ کو مدد کے لیے پکارا تھا؟ نہیں، بلکہ اس برگزیدہ ہستی کے نزدیک تو یہ بات انتہائی ناپسندیدہ اور قابل نفرت تھی۔ معلوم ہوا کہ اس ذریعے (غیر اللہ) کی راہ اور اس ذریعے کو مدد کے لیے پکارنے والے کی راہ الگ الگ ہے۔ اور راہ مختلف ہے تو منزل بھی مختلف ہے۔ اگر وہ شخص اس ذریعے سے وابستہ ہوتا تو پھر ان کے نقشِ قدم پر چلتا اور ان کے نقشِ قدم سے انحراف نہ کرتا۔ یہ بات ہمیشہ یاد رکھنے کی ہے کہ دوست ہمیشہ دوست کی پسند کا خیال رکھتا ہے اور دشمن ہمیشہ اپنے دشمن کی پسند کے خلاف عمل کرتا ہے۔

احسان:

خوددار ماں باپ کی زیرِ کفالت اولاد کے ساتھ اگر کوئی شخص کوئی احسان کرتا ہے، تو ماں باپ اسے اپنے ساتھ کیا گیا احسان سمجھتے ہوئے فوراً ہی اس احسان کا بدلہ چکانے کی کوشش کرتے ہیں۔ تمام مخلوقات اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہیں۔ ملکیت کے ساتھ کیا جانے والا سلوک اور ملکیت پر کیا جانے والا احسان دراصل اس ملکیت کے مالک کے ساتھ کیا جانے والا سلوک اور مالک پر کیا جانے والا احسان ہے۔ جو شخص کسی دوسرے کی ملکیت پر اپنا مال خرچ کرتا ہے، وہ دراصل اس دوسرے کی ملکیت پر احسان کرتا ہے یا اس پر اپنا حق قائم کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس کی وضاحت یہ ہے کہ اس دوسرے شخص کی ملکیت پر اس کے اصل مالک کے حق کو قائم رکھتے ہوئے، اگر ہم بغیر کسی صلے یا فائدے کی خواہش رکھتے ہوئے، اس کے اصل مالک کو فائدہ پہنچانے کے لیے اس پر اپنا مال لگاتے ہیں تو یہ احسان ہے۔ لیکن اگر اس ملکیت پر جو دوسرے کی ہے، ہم اپنا حق قائم کرنے کے لیے اپنا مال لگاتے ہیں تو یہ بدنیتی اور خیانت ہے۔

اللہ کی ملکیت، خواہ وہ اللہ ہی کو اپنا مالک تسلیم کرے یا نہ کرے، بہرحال اللہ کی ملکیت ہے۔ اللہ بزرگ و برتر اپنی ملکیت پر سوائے اپنے احسان کے اور اپنے حق کے، کسی دوسرے کے

Marfat.com

احسان یا حق کو گوارا نہیں کرتے۔ جو شخص اپنی ذاتی برتری کے لیے کسی دوسرے شخص پر احسان کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس شخص کے احسان کا بدلہ فوراً ہی دنیا میں چکا دیتے ہیں، اور جو شخص اللہ کی رضا کے لیے یہ خیال رکھتے ہوئے کہ ...... ہم اللہ ہی کے ہیں اور ہمارے پاس جو کچھ ہے وہ اللہ کا ہے اور اللہ کے لیے ہے اور سب انسان اللہ کے محتاج ہیں اور ایک محتاج دوسرے محتاج پر احسان نہیں کرسکتا، احسان کرنا صرف اللہ ہی کا کام ہے ...... کسی دوسرے انسان کی مدد کرتا ہے تو اس کا اجر دنیا اور آخرت دونوں جگہ ہے کیونکہ ایسے شخص کا عمل، اللہ کی اطاعت میں ہے اور اللہ کے حکم کی تعمیل میں ہے اور احساسِ فرض کے تحت ہے۔ اس عمل کی مثال ایسی ہی ہے جیسے فرشتے احساسِ فرض کے تحت صرف اور صرف اللہ کے حکم کی تعمیل میں عمل کرتے ہیں۔ یہ اللہ کا احسان ہے کہ اس نے نیک عمل کو احسان قرار دیا ہے۔

اللہ تو بے نیاز ہیں، ان کو ہماری عبادتوں کی ضرورت نہیں ہے۔ کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ محبت کرنے والے ماں باپ اپنے بچوں سے یہ کہتے ہیں کہ بیٹا تو پڑھ لے اور امتحان پاس کر لے تو ہم تجھے فلاں چیز انعام میں دیں گے۔ اور جو باشعور بچے ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ ہمارا انعام تو ہمارا علم ہے۔ اللہ تعالیٰ تو بڑے مہربان، نہایت رحم والے ہیں، اللہ تعالیٰ نے تو دنیا کے تمام انسانوں پر احسان فرمایا اور اپنے محبوب پیارے نبی کو سارے جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا اور ہدایت کے لیے بھیجا۔

ملکیت کا، مخلوق کا، رعایا کا، وراثت کا، پروردہ کا فخر یہ ہے کہ وہ اپنے اللہ کے نزدیک قابل فخر ہو، قابل اعتبار ہو، اطاعت گزار ہو، فرمانبردار ہو، شکر گزار ہو، امانت دار ہو، احسان مند ہو اور ہمیشہ اپنے اللہ کے بارے میں حسنِ ظن رکھتی ہو۔ اور تمام اعلیٰ، پاکیزہ اور تعریفوں والے اخلاقی اوصاف رکھتی ہو۔ اسلام میں تمام عبادات کا، حمد اور تسبیح کا، ذکر اور فکر کا اور توبہ اور استغفار کا مقصد عظمتِ الٰہی کے غلبے کے ساتھ روحِ انسانی کی فطرت اور شعور کو اوپر دیئے گئے تمام اوصاف عطا کرنا ہے۔ اور ساتھ ساتھ انسان کو اللہ کی پاک و بے عیب تمام تعریفوں والی ذات اور صفات کا شعور عطا کرنا ہے۔ اللہ سے وابستگی کے لیے آداب سکھانا ہے۔ اللہ سے وابستگی کی اہلیت عطا کرنا

Marfat.com

ہے۔ جو اللہ کا ہوا تو اللہ بھی اس کا ہوا اور جو اللہ کا نہ ہوا تو اللہ بھی اس کا نہ ہوا۔

سوائے اس مادّے کے جو انسان کو آنکھ سے نظر آتا ہے، ہر شے غیب ہے۔ وہ تمام قوتیں جو ایک خاص نظام کے تحت اور ایک خاص حکمت سے ان مادّوں کو متحرک کرتی ہیں، غیب ہیں۔ بجلی اور اس کی تمام اقسام غیب ہیں۔ قوت کشش یا مقناطیسی قوت غیب ہے۔ سردی اور گرمی غیب ہیں۔ روح غیب ہے۔ انسان کی فطرت اور اس کا شعور ہی اس کے قول و عمل کے ذمے دار ہیں اور یہ غیب ہیں۔ دنیا میں انسان کے لیے دو ہی قسم کے اختیار ہیں۔ ایک یہ کہ خود کو بے اختیار بنا کر اللہ کے اختیار کے حوالے کر دے۔ دوسرا یہ کہ اپنی خواہشاتِ نفسانی کے ہاتھوں مجبور ہو کر اور خود کو بے اختیار بنا کر، اللہ کے دشمنوں یعنی شر کے حوالے کر دے۔

خواہ انسان خود کو اللہ کے اختیار کے حوالے کرے یا نہ کرے، وہ تو ہر حال میں اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔ دنیا میں انسانی روح، اپنی فطرت اور شعور کے لیے اپنی پسند اور خواہش سے جو کچھ حاصل کرتی ہے، مرنے کے بعد اس کی فطرت اور شعور کے وہی اوصاف ہمیشہ کے لیے یعنی ابدی اوصاف ہوتے ہیں۔ جس کی فطرت میں شر کا اور ناپاکیوں کا غلبہ ہے، وہی اس کی پسند ہے، وہی اس کی ضرورت ہے اور وہی اس کی خواہش ہے، اور ایک بے اختیار روح کی مجبوری ہے۔

جس نے کسی کو اللہ کا شریک ٹھیرایا، اس نے اللہ وحدہ لاشریک سے اپنا تعلق توڑ لیا۔ جو اللہ کی پسند سے الگ ہوا، وہ اللہ سے الگ ہو گیا۔ جس نے اللہ کی ناپسند کو اختیار کیا، اس نے اللہ سے دشمنی کی۔ جو اللہ کے حکم سے الگ ہوا، اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔ جس نے اللہ کے حکم کے برخلاف کیا، وہ اللہ کا باغی ٹھیرا۔ جس نے اللہ سے جھوٹا عہد اور اقرار کیا، وہ منافق ہوا۔ جس نے اللہ کے حضور جھوٹی گواہی دی، وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اللہ کے نزدیک بے اعتبار ٹھیرا۔

جو پیارے نبیؐ کی سنت سے الگ ہوا، وہ پیارے نبیؐ کے نقشِ قدم سے الگ ہوا۔ وہ پیارے نبیؐ کے قول و عمل سے الگ ہوا۔ وہ پیارے نبیؐ کے ذمے سے الگ ہوا۔ وہ پیارے نبی کی راہ سے الگ ہوا۔ وہ پیارے نبیؐ کی منزل سے الگ ہوا۔ جس نے پیارے نبی کی ناپسند یعنی ان باتوں کو اختیار کیا جن سے پیارے نبیؐ نے منع فرمایا ہے، اس نے پیارے نبیؐ سے دشمنی کی۔ اور

Marfat.com

اللہ کا دشمن پیارے نبیؐ کا دشمن ہے اور پیارے نبی کا دشمن اللہ کا دشمن ہے۔ اور جو دشمن ہے، اس کے لیے پیارے نبیؐ نہ وسیلہ ہیں نہ ذریعہ ہیں۔ اسلام سلامتی ہے اور یہ سلامتی اس کے لیے ہے جو اللہ اور اس کے رسول کی پسند کو اختیار کرے اور ناپسند سے دور رہے۔

اہلِ جنت: جنت اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ پر ایمان لانے والوں کی دنیا ہے۔ یہ دنیا امن اور بے خوفی، چین اور سکون، خیر اور فلاح کی دنیا ہے۔ یہاں اللہ کی حاکمیت کا نظام قائم ہوگا۔ اہلِ جنت اس نظام کا حصہ ہوں گے۔ اس نظام کی اہلیت بھی وہی ہے جو فرشتوں اور ملائکہ کو حاصل ہے۔ اہلِ جنت کی صفات مندرجہ ذیل ہوں گی:

۱) اہلِ جنت کی اللہ تعالیٰ سے اطاعت گزاری، فرمانبرداری، شکر گزاری اور امانت داری، لازوال، غیر متزلزل، بے لوث اور ابدی ہوگی اور اعلیٰ اخلاقی اوصاف، احساسِ فرض اور احساس ذمہ داری سے آراستہ ہوگی۔ یہ خیر اور فلاح کے وہی اوصاف ہیں جو اہلِ جنت نے اپنی دنیاوی زندگی میں عظمتِ الٰہی کے غلبے کے ساتھ حاصل کیے تھے۔ ان ہی اوصاف کی بنیاد پر اہلِ جنت کو درجات اور مناصب عطا کیے جائیں گے۔

۲) اللہ کی حاکمیت کے اس نظام میں نہ تو کوئی غلطی ہوگی نہ لاپرواہی یا غفلت ہوگی۔ اہلِ جنت اپنی ذمہ داریوں کو فرشتوں کی مانند ادا کریں گے۔ فرشتوں کا ہر عمل دراصل اللہ کی ایک بے اختیار ملکیت کا وہ عمل ہے جو وہ اللہ کے حکم سے صرف اور صرف اللہ کی اطاعت گزاری میں، اللہ کے بتائے ہوئے طریقے سے، احساسِ فرض اور احساسِ ذمہ داری کے ساتھ بغیر کسی غلطی کے، لاپرواہی کے اور غفلت کے ٹھیک اپنے وقت پر ادا کرتے ہیں۔ اللہ کے حکم کی تعمیل میں نہ تو ان کی کوئی رائے ہوتی ہے نہ مرضی ہوتی ہے۔ کیونکہ جہاں مرضی ہے وہاں ذاتی بڑائی ہے، اور جہاں ذاتی بڑائی ہے وہاں تکبر ہے، اور متکبر کبھی بھی اللہ کی حاکمیت کے نظام میں داخل نہیں ہوسکتا، اس لیے کہ وہاں صرف اللہ کی بڑائی ہے، اور مسلمان کو بندگی اور آدابِ بندگی کی یہی مشق تو کرائی گئی ہے۔

۳) اہلِ جنت اللہ کے نائب کی حیثیت سے، اللہ کی اطاعت گزاری میں حکم دینے والے،

Marfat.com

اور اللہ کی اطاعت گزاری میں بلا تردد اور بلا حیل و حجت حکم کی تعمیل کرنے والے لوگ ہوں گے۔ یہ لوگ دنیا کی زندگی میں کبھی بھی اپنی ذات کے لیے کوئی عمل نہ کرتے تھے، بلکہ ان کا ہر عمل اللہ کی اطاعت گزاری میں ہوتا تھا۔ وہ کبھی بھی کسی دوسرے انسان پر احسان نہیں کرتے تھے۔ کیونکہ جہاں عمل اللہ کی اطاعت گزاری میں احساسِ فرض کے تحت ہو وہاں انسان احسان نہیں کرتا بلکہ فرض ادا کرتا ہے۔ دراصل ایک ذات دوسری ذات پر احسان کرتی ہے، اس لیے احسان کرنا اسی وقت ممکن ہے جب انسان کی ذات اور ذاتی برتری باقی ہو اور انسان کا عمل اس کی اپنی ذات کے لیے ہو۔ جو انسان کلمۂ طیبہ کے اقرار میں سچا ہے وہ تو فرشتوں کی صف میں کھڑا ہے، کیونکہ جس نے اللہ وحدہٗ لاشریک کو اپنا معبود بنا لیا، وہ اللہ کے سوا کسی کا نہ رہا۔

رہا دوزخ کا معاملہ تو وہ دردناک عذاب کی دنیا ہے۔ اس میں اہلِ دوزخ سخت تکلیف کے عالم میں اللہ غفور الرحیم کو پکارتے رہیں گے۔ اور یہ کہتے رہیں گے کہ اے اللہ ہم پر رحم فرما دیجئے ہم بڑی غلطی پر تھے۔ اب ہم آپ کی نافرمانی نہیں کریں گے اور آپ ہی کے فرمانبردار بن کر رہیں گے۔ آپ ہی کی عبادت کریں گے اور آپ ہی سے مدد چاہیں گے۔ آپ ہی پر بھروسہ کریں گے اور کسی کو بھی آپ کا شریک نہ ٹھیرائیں گے...... اور ہو سکتا ہے کہ ایک نامعلوم مدت کے بعد بڑے مہربان نہایت رحم والے اللہ کو ان پر رحم آجائے۔ اور وہ فرشتوں سے کہیں کہ میں زمین میں اپنا ایک نائب بنانے والا ہوں، اور فرشتے جو اس دنیا میں انسان کے کردار سے واقف ہیں اور اس تجربے کو دیکھ چکے ہیں، بولیں کہ اے اللہ کیا تو زمین میں ان لوگوں کو پیدا کرے گا جو زمین میں فساد کریں گے اور خون خرابہ کریں گے...... واللہ اعلم۔

اور اللہ کا یہ وعدہ سچا ہے کہ نافرمان ہمیشہ دوزخ کی آگ میں جلتا رہے گا کیونکہ جس نے شر کو اپنایا تو اس کے لیے دنیا بھی دوزخ ہے اور آخرت میں بھی دوزخ کا عذاب ہے کیونکہ شر کی تاثیر ہی جلانے کی ہے اور شر میں زہر ہے، ناپاکیاں ہیں، سختی ہے اور انتشار ہے۔ شر رکھنے والے کی فطرت اور شعور دونوں ہمیشہ منتشر اور پراگندہ رہتے ہیں، اور ہر شے کا درست علم تو اللہ ہی کو ہے۔

اور جو لوگ عقل اور شعور رکھتے ہیں وہ اس حقیقت سے واقف ہیں کہ ایک محتاج اور بے

Marfat.com

اختیار انسان کے لیے دو ہی راستے ہو سکتے ہیں۔ایک راستہ تو یہ ہے کہ خواہشاتِ نفسانی کے غلبے سے بے اختیار ہو کر اور عقل و شعور کو کھو کر، خود کو خواہشاتِ نفسانی کے سپرد کر دے۔ جب کہ دوسری راہ یہ ہے کہ عقل و شعور کا سہارا لے کر اور خواہشاتِ نفسانی پر غلبہ پا کر خود کو اللہ کے حوالے کر دے اور امن، بے خوفی، چین اور سکون کے ماحول میں، اللہ کی فرمانبرداری کرے اور دنیا کو اللہ کے لیے استعمال کرتے ہوئے، دنیا اور آخرت دونوں کے مزے حاصل کرے۔

حیوانی حیات:

یہ حیات کی ویسی ہی قسم ہے جیسی کہ درختوں اور پودوں میں پائی جاتی ہے۔ یہ حیات اپنی نشو و نما کے لیے ضروری عناصر سے وابستہ رہ کر موزوں ماحول میں ہی نشو و نما پا سکتی ہے۔ پودے زمین سے اپنی غذا حاصل کرتے ہیں اور کچھ پودے ان پودوں سے چمٹ کر ان کی غذا سے اپنے لیے غذا حاصل کرتے ہیں۔ انسان کی تخلیق کے عمل میں یہ حیات باپ فراہم کرتا ہے اور ماں اس کی نشو و نما کے لیے ضروری اسباب اور ماحول مہیا کرتی ہے۔ پھر روح اس بچّے کے وجود میں سرایت کرتی ہے اور حیوانی روح میں ضم ہو کر بچّے کے نظام پر اپنا غلبہ قائم کرتی ہے۔

سوائے اختیار اور ارادے کے جو اصل روح کو حاصل ہوتا ہے، انسانکی تمام ضرورتوں، فطری خواص اور خواہشات کا تعلق حیوانی روح سے ہے۔ جیسے غذا کی خواہش، جنسی ضرورت، احساسِ ذلّت، احساسِ محتاجی، احساسِ خوف وغیرہ۔ دراصل روح حاکم ہوتی ہے لیکن جہل اور لاعلمی کے سبب حیوانی روح سے وابستہ ہو کر حیوانی روح کی ضرورتوں ہی کو اپنا بنیادی اور اصل مقصد قرار دیتی ہے۔ اور حیوانی روح اس کی ضرورتوں اور اس کے نظام کی بقا کے لیے استعمال ہوتی ہے۔ حیوانی روح اس کی ضرورتوں کی گرفت میں ہوتی ہے۔ حیوانی روح میں یہ قدرت نہیں ہے کہ وہ جسمانی نظام کو چلا سکے۔ جیسے ہی فرشتے روح کو قبض کرتے ہیں، روح کا یہ وصف ابدی ہو جاتا ہے۔ روح کا انسانی جسم پر سے تصرف ختم ہو جاتا ہے۔ نظام کے ختم ہوتے ہی انسانی جسم کے اجزاء بکھر جاتے ہیں لیکن انسانی روح کا حیوانی روح سے تعلق باقی رہتا ہے، اور جس طرح دنیا میں وہ حیوانی روح کی گرفت میں تھی اسی طرح مرنے کے بعد بھی حیوانی روح سے وابستہ رہتی ہے، اس

Marfat.com

طرح روح کا عذاب بھی حیوانی روح کا عذاب ہوتا ہے اور حیوانی روح کا عذاب بھی اصل روح کا عذاب ہوتا ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ روح اللہ پر ایمان لا کر اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کے بارے میں علم حاصل کرتی ہے اور اپنی فکر کو اللہ وحدہٗ لاشریک کی مرکزیت دیتی ہے۔ اور اللہ کی اطاعت گزاری اور فرمانبرداری میں اللہ کے بتائے ہوئے طریقے سے اپنی حیوانی روح کی تسخیر کرتی ہے، اور حیوانی روح کے ساتھ ساتھ اس کے جسمانی نظام کی تسخیر کرتی ہے اور اس پر اپنا غلبہ اور گرفت قائم کرتی ہے۔ مرنے کے بعد روح کا یہ وصف ابدی بن جاتا ہے۔ جسم پر سے روح کا تصرف ختم ہو جاتا ہے۔ اس لیے جسم کی نشوونما رک جاتی ہے۔ لیکن اصل روح کی حیوانی روح پر گرفت باقی رہتی ہے، اور ساتھ ہی حیوانی روح کے نظام پر بھی اس کی گرفت باقی رہتی ہے۔ جسمانی نظام ایک جگہ ٹھہر جاتا ہے مگر باقی رہتا ہے، اس لیے جسم کے اجزاء منتشر نہیں ہوتے۔

اطاعت گزاری کی اور عجز کی راہ بڑی مشکل راہ ہے۔ اس کی مثال ہے کہ بعض والدین اپنی اولاد کی سرکشی کے سبب اس اولاد کی عزت کرتے ہیں۔ اس کی چیزوں اور اس کے مفادات کا خیال رکھتے ہیں۔ اس کے شوق اور اس کی پسند کا لحاظ کرتے ہیں۔ اس کے لیے خرچ کرتے ہیں، جب کہ فرمانبردار اولاد پر اپنے اقتدار اور اختیار کو آزماتے ہیں۔ اس کے شوق، اس کی پسند اور اس کی چیزوں کی ناقدری کرتے ہیں، اس سے اپنے لیے خرچ کراتے ہیں، اور اس کے عجز کو اس کی کمزوری خیال کرتے ہیں۔

ایک معذرت

میری اپنے محترم قارئین سے درخواست ہے کہ وہ یہ نہ دیکھیں کہ کون کہہ رہا ہے بلکہ یہ دیکھیں کہ کیا کہہ رہا ہے اور کس جذبے سے کہہ رہا ہے۔ اگر میرے قارئین میری کسی بات کو غلط پائیں یا اس سے متفق نہ ہوں یا میری کوئی بات ان کی دل آزاری کا سبب بن جائے یا میری کسی بات کو قرآن وسنت سے متصادم پائیں تو میری بات کو دیوار پہ دے ماریں اور وہ راہ اختیار کریں جو قرآن وسنت سے قریب ہو، اور مجھے میری کوتاہیوں کے لیے معاف فرمادیں اللہ کی توفیق سے اس

کتاب میں جو کچھ لکھا گیا ہے اس کا ایک ہی مقصد ہے کہ ہم سب اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کے سچے فرماں بردار بن جائیں، اور پیارے نبیؐ کے نقشِ قدم پر چلنے والے پیارے نبیؐ کے پیارے امتی بن جائیں۔ یہی ہمارے تمام دینی اور دنیاوی مسائل کا واحد حل ہے۔ میں ایک بار پھر اس کتاب میں پائی جانے والی ہر قسم کی غلطیوں کے لیے اپنے قارئین سے معذرت خواہ ہوں، اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ مجھ نادان، جاہل، ناسمجھ اور ناتواں بندے کو ہر قسم کی غفلتوں سے، گناہوں سے، گمراہیوں سے، ناپاکیوں سے، ناشکرگزاریوں سے، احسان فراموشیوں سے اور امانت میں خیانت سے اپنی پناہ میں لے لیجیے۔ پاک ہیں ہمارے پالنے والے، عالیشان ہیں، عظیم الشان ہیں، بڑے مہربان، نہایت رحم والے ہیں۔ اور اے اللہ، آپ کے سوا ہر شے کی طلب ہوس ہے۔ اللہ بس باقی ہوس۔ نہیں ہے کوئی معبود ہمارا سوائے پاک، بے عیب، تمام تعریفوں والے، بزرگی والے، بڑائی والے، عزت والے بے نیاز اللہ کے۔ اور اے اللہ سلامتی نازل فرمایئے اپنے پیارے حبیب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی آل پر اور آپ کے تمام اصحاب پر۔

Marfat.com

اللہ پر ایمان لانے کے کیا فوائد ہیں؟

ایمان وہ روشنی ہے جس میں انسان جھوٹ اور سچ میں اور خیر وشر میں فرق کرتا ہے۔ اللہ بزرگ و برتر نے کائنات میں ہر شے کی ضد پیدا کی ہے۔ مادّے کی ضد غیر مادّہ ہے، فرمانبرداری کی ضد نافرمانی ہے، حاکمیت کی ضد محکومی ہے، آزادی کی ضد غلامی ہے، ایمان کی ضد کفر ہے۔ ہر دو ضد میں سے ایک ضد ہمیشہ متحرک ہوتی ہے اور دوسری ضد غیر متحرک ہوتی ہے۔ ایک کو کوشش اور جدوجہد سے حاصل کرنا پڑتا ہے جبکہ دوسری ضد پہلے سے موجود ہوتی ہے، ایک کو حاصل کرنے کے لئے علم اور طریقۂ کار کی ضرورت ہوتی ہے جبکہ دوسری ضد کے لئے کسی بھی علم یا طریقۂ کار کی ضرورت نہیں ہوتی۔

روشنی کی ضد تاریکی ہے یا روشنی کا نہ ہونا تاریکی ہے، علم کا نہ ہونا جہالت ہے، سچائی کا نہ ہونا جھوٹ ہے، ایمان کا نہ ہونا کفر ہے۔ تاریکی ہمیشہ سے موجود ہے اور غیر متحرک ہے جبکہ روشنی متحرک ہے اور بقدر اپنی قوت کے تاریکی پر غلبہ پا کر تاریکی کو دور کرتی ہے۔ روشنی کے حصول کے لئے علم کی، عمل کی، طریقۂ کار کی، احتیاطی تدابیر کی اور ضروری مادّے یا اجزاء کی ضرورت ہوتی ہے۔ تھوڑی سی روشنی بہت بڑے حصے سے تاریکی کو ختم کر دیتی ہے۔ تاریکی میں انسان صرف اپنی ذات کے سوا ہر شے سے ناواقف ہوتا ہے، وہ اندھوں کی مانند ہوتا ہے۔ ہر چیز کو چھو کر اور ٹٹول کر محسوس کرتا ہے۔ وہ تاریکی میں اپنی آنکھوں کا فائدہ حاصل نہیں کر سکتا۔ روشنی قریب میں زیادہ روشن ہوتی ہے اور جتنا دور ہوتی جاتی ہے اس کی روشنی کم ہوتی جاتی ہے۔ روشنی کتنی ہی کم کیوں نہ ہو دور سے نظر آتی ہے جبکہ تاریکی میں ہر چیز گم ہو جاتی ہے۔ روشنی میں انسان آنکھ سے دیکھ کر دور تک چیزوں کو تلاش کر سکتا ہے جبکہ اندھیرے میں ٹٹول کر اتنی ہی دور تک چیزوں کو تلاش کر سکتا ہے جتنی کے اس کے ہاتھ کی لمبائی یا پہنچ ہے۔ روشنی میں انسان دو چیزوں میں فرق کر سکتا ہے اور ہر نشیب و فراز کو دیکھ سکتا ہے، تاریکی میں انسان اپنے قریب کی چیزوں کو بھی نہیں دیکھ سکتا، روشنی ہر شے کو نمایاں کرتی ہے جبکہ تاریکی ہر چیز کو ڈھک لیتی ہے، روشنی لطیف ہے جبکہ تاریکی کثیف ہے، روشنی تاریکی کا خاتمہ کرتی ہے۔ گویا متحرک ضد میں یہ قوت پائی جاتی ہے کہ وہ اپنی ضد پر غلبہ پا کر

Marfat.com

اسے بے اثر بنا سکے۔ اگر روشنی غالب ہے تو اس کے اثرات اور خواص بھی تاریکی پر غالب ہیں۔ روشنی کا ذکر اس لئے ضروری تھا کہ ایمان باطن کا نور ہے جسے علم اور عمل کے ذریعہ قرآن وسنت کی راہ پر چل کر ہی حاصل کیا جا سکتا ہے، رہا تاریکیوں میں رہنے والے انسان کا معاملہ تو وہ تمام ظاہری خواص کے باوجود اپنی ذات کو صرف محسوس کر سکتا ہے۔ اگر وہ اپنی ذات کو دیکھ سکتا تو اسے اپنی ذات کا عرفان حاصل ہوتا۔ روح امر ربی ہے اور غیر ماذی ہے۔ جسم ماذی ہے اور حیوانی روح رکھتا ہے۔ روح اعلیٰ اختیار رکھتی ہے جبکہ ماذی جسم اور اس سے وابستہ حیوانی روح بے اختیار ہے۔ روح اعلیٰ ہی اصل حقیقت ہے، جسم تو صرف روح کا گھر ہے اور ایک آلہ ہے جسے روح اپنے احساسات اور محسوسات کے اظہار کے لئے اور اپنے ماذی جسم کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے استعمال کرتی ہے۔ روح اعلیٰ کی فکر اور شعور کی زبان احساسات اور محسوسات ہیں۔ انسان کا قول و عمل اس کی روح کی فطرت اور شعور کی عملی تصویر ہیں۔ خوشی وغم اور تکلیف و راحت سب احساسات اور محسوسات ہیں۔ ہم جو احساس اپنے خواص کے ذریعے یا اپنے قول وعمل کے ذریعے حاصل کرتے ہیں وہ دوبارہ اپنی روح کی فطرت اور شعور کو منتقل کر دیتے ہیں۔ غرض روح کو جو کچھ ملتا ہے وہ احساسات اور محسوسات کے ذریعہ ملتا ہے اور روح جو کچھ خرچ کرتی ہے وہ بھی یہی احساسات اور محسوسات ہوتے ہیں۔

ایک طرف انسان کا باطن ہے جو نظر نہیں آتا تو دوسری طرف انسان کا ظاہر ہے، ایک طرف خیر ہے جسے حاصل کرنا پڑتا ہے، دوسری طرف شر ہے جو انسان میں پہلے سے موجود ہے، ایک طرف حق اور سچائی ہے جسے حاصل کرنا پڑتا ہے تو دوسری طرف شر ہے جس کی فطرت میں اداکاری، ریاکاری، مکر وفریب اور منافقت ہے۔ ایک طرف روح کی حاکمیت ہے تو دوسری طرف خواہشات نفسانی کی حاکمیت ہے۔ ایک طرف اللہ ہیں، اللہ کی حاکمیت ہے، اللہ کی حاکمیت کا نظام ہے اور اس سے وابستہ اللہ کے فرمانبردار بندے ہیں اور ان کی بندگی ہے اور بندگی میں بندگی کے لئے حاصل ہونے والے اعلیٰ اخلاقی اوصاف ہیں، اس کے ساتھ اللہ سے وابستگی کے سبب حاصل ہونے والا اللہ کی حاکمیت کے اعلیٰ اوصاف کا شعور ہے، تو دوسری طرف انسان کی ذات

Marfat.com

ہے اور اس ذات سے وابستہ اس کی بے لگام نفسانی خواہشات کی حاکمیت ہے، جس کی انسان محکومی کرتا ہے۔

اللہ پر ایمان لانا ہر انسان کے لئے لازم ہے اور اللہ پر ایمان تو وہی لاتے ہیں جو عاجزی رکھتے ہیں اور عقل وشعور رکھتے ہیں۔ اللہ وحدہٗ لاشریک پر دل کی سچائی کے ساتھ ایمان لا کر انسان اللہ سے وابستہ ہوتا ہے، اللہ کے احکامات سے اور اللہ کی پسند سے وابستہ ہوتا ہے، اللہ کی حاکمیت کے اعلیٰ اوصاف سے وابستہ ہوتے ہوئے اللہ کی فرمانبرداری میں اعلیٰ اخلاقی اوصاف حاصل کرتا ہے۔ یہ اوصاف اس کی روح اور اس کے جسمانی نظام کے فطری اوصاف ہوتے ہیں گویا جس کی فطرت میں پاکی اور وفا ہے اس کے پورے جسمانی اور روحانی نظام میں پاکی اور وفا ہے۔ اللہ سے وابستہ ہو کر وہ اپنی فکر اور شعور کے لئے، قلب اور روح کے لئے، ظاہر اور باطن کے لئے روشنی حاصل کرتا ہے، اللہ کی مرکزیت حاصل کرتا ہے، اللہ کی فرمانبرداری میں اپنی نفسانی خواہشات کی تسخیر کرتا ہے اور اس طرح اپنی روح کو نفسانی خواہشات کی غلامی سے نجات دلا کر آزاد کرتا ہے، روح کو حاکمیت کا وصف عطا کر کے اسے اپنی خواہشات نفسانی پر اور اپنی حیوانی روح پر حاکم بناتا ہے، اللہ کا ایسا نائب بناتا ہے جو نہ صرف اپنی ذات پر اللہ کی حاکمیت کو قائم کرتا ہے بلکہ اللہ کی حاکمیت کے اوصاف کے شعور کے ساتھ اللہ کی فرمانبرداری میں اللہ کی حاکمیت کو قائم کرنے والا ہوتا ہے۔ اللہ پر ایمان لائے بغیر کوئی بھی انسان اپنی روح کو، فطرت اور شعور کو اور مقصدیت کو مرکزیت نہیں دے سکتا۔ ہم ایک مشین کو لیتے ہیں، ہر مشین کا ایک سسٹم ہوتا ہے اور ہر سسٹم کا ایک مرکز ہوتا ہے، پاور سپلائی ہو یا تمام پرزوں کی کارکردگی ہو یا ان کی قوت اور ذمہ داریوں کی تقسیم ہو، سب کا مرکز ایک خاص نقطہ ہوتا ہے۔ پاور سپلائی میں خرابی ہو یا پرزوں کی کارکردگی میں نقص ہو، یہ سب سے پہلے مرکز کے خلاف مزاحمت کو جنم دیتے ہیں، یہ مزاحمت انتشار کو جنم دیتی ہے، یہ انتشار بڑھ کر مرکزیت کو ختم کر دیتا ہے، اس طرح سسٹم کسی بھی جگہ سے منقطع ہو جاتا ہے اور مشین بند ہو جاتی ہے، اس کی وضاحت یہ ہے کہ ہر سیکشن کا اپنا ایک الگ مرکز ہوتا ہے پھر تمام مرکز اپنے لئے ایک اجتماعی مرکز رکھتے ہیں۔

Marfat.com

جو لوگ صاحب ایمان نہیں ہیں وہ خود اپنی ذات کو مرکزیت دیتے ہیں اور ہمیشہ اپنی نفسانی خواہشات کے حصار میں گھرے اپنی نفسانی خواہشات کی بندگی کرتے ہیں- ان کی آنکھیں ان کی ذات اور اس ذات سے وابستہ نفسانی خواہشات کے سوا کچھ نہیں دیکھ سکتیں، ان کی ظاہری سماعت و بصارت اور تمام خواص ان کی ذاتی نفسانی خواہشات کے حصار میں مقید ہیں- اس حصار سے نکلے بغیر اور اپنی ذات اور نفسانی خواہشات سے دستبردار ہوئے بغیر وہ حق اور سچائی کو نہ تو دیکھ سکتے ہیں، نہ سمجھ سکتے ہیں اور نہ قبول کر سکتے ہیں- کوئی بھی شخص اپنی ذاتی بڑائی سے دستبردار ہوئے بغیر اللہ کی بڑائی کو تسلیم نہیں کر سکتا- اپنے نفس اور نفسانی خواہشات کی حاکمیت سے نجات حاصل کئے بغیر اللہ کی حاکمیت کو تسلیم نہیں کر سکتا- بہت سے لوگ یہ کرتے ہیں کہ اپنے نفس اور نفسانی خواہشات کی حاکمیت سے نجات حاصل کئے بغیر خود کو دیندار ثابت کرنے کے لئے ریاکاری کا، اداکاری کا، مکروفریب کا اور منافقت کا راستہ اختیار کرتے ہیں اور قانون ضرورت کے تحت اللہ کے دین اور اللہ کے احکامات کو استعمال کرتے ہیں اور جیسے جیسے ان کی ضرورتیں بدلتی ہیں ویسے ویسے وہ دین میں اور اللہ کے احکامات میں نئی باتیں پیدا کرتے ہیں- ان کی روح ان کے باطن کی ناپاکیوں میں، تاریکیوں میں اور خواہشات نفسانی کی کثافتوں میں دفن ہے-

اللہ کے بندے سپریم پاور اللہ سے وابستہ ہو کر اپنے نفس کے لئے عزت، توانائی، پاکی اور تعریفوں والے اخلاقی اوصاف حاصل کرتے ہیں- اللہ کی بندگی میں اپنے نفس کی تسخیر کر کے اس کی محکومی سے نجات حاصل کرتے ہیں، اس کی روح کو اپنے نفس پر حاکم بناتے ہیں، عبادتوں میں اخلاص عمل کے ذریعہ بندے اور معبود کے درمیان تعلق کو مضبوط سے مضبوط بناتے ہیں، وضو اور غسل کرتے وقت اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ ہمارے ظاہر اور باطن کو گناہوں سے پاک کر دے، اس طرح اپنی روح کو یہ احساس دیتے ہیں کہ ان کے وجود سے تمام ناپاکیاں اور گناہ دھل رہے ہیں، رزق حلال کے ذریعے، عدل و انصاف کے ذریعے اپنی روح کو پاکی کی قوت اور احساس منتقل کرتے ہیں- اللہ کے ذکر، حمد اور تسبیح کے ذریعے اللہ سے پاکی اور تمام تعریفوں والے اخلاقی اوصاف طلب کرتے ہیں- قوت یقین، قوت ضبط و تحمل، قوت صبر و برداشت سے اپنی روح

Marfat.com

کوقوت اور توانائی کی صفت دیتے ہیں- خیر سے وابستہ ہو کر خیر اور شر میں تمیز کرتے ہیں- اپنے اللہ پر حسن ظن کے احساس کو اپنے قلب میں آباد کرتے ہیں اور اس سے تمام پریشانیوں اور فکروں کے اثرات کو زائل کرتے ہیں- عظمت الٰہی کے احساس کو غالب کر کے بے نیازی اور بے خوفی کا احساس حاصل کرتے ہیں- غرض یہی احساسات اور محسوسات روح کی غذا ہیں اور روح کی خوبیاں اور صلاحیتیں ہیں، اسی سے روح کی فطرت اور شعور کی تشکیل ہوتی ہے- مرتے وقت تک ہم جن احساسات اور محسوسات کی اپنی روح کو فیڈنگ کرتے ہیں یا جو کچھ ہم احساسات اور محسوسات کی شکل میں اپنی روح کو دیتے ہیں، مرتے ہی وہ سب ہمیشہ کے لئے ابدی اور ازلی ہو جاتے ہیں، تو جس نے اللہ کی فرمانبرداری میں اپنی روح کو اپنے جسم پر اور حیوانی روح پر حاکمیت کی خوبی دی تو مرتے ہی اس کی روح یہ تمام خوبیاں یعنی اللہ کی فرمانبرداری کی اور اپنے جسم اور اس جسم سے وابستہ حیوانی روح پر اس کے سسٹم پر حاکمیت کی یہ خوبیاں ہمیشہ کے لئے ازلی اور ابدی ہو جاتی ہیں-

یہ جانتے ہوئے بھی کہ اللہ پر ایمان لا کر دنیا اور آخرت دونوں کا فائدہ حاصل ہوتا ہے، انسان اللہ کی راہ میں کوشش کیوں نہیں کرتا؟ اس کا جواب اتنا ہے کہ انسان اپنی ذات سے اور اپنی ذاتی بڑائی سے اور اپنی نفسانی خواہشات سے دستبردار ہونا ہی نہیں چاہتا، اس کا ثبوت یہ ہے کہ اگر ہمارے سامنے دو افراد کھڑے ہوں تو ہماری تمام توجہ اور گفتگو کر مرکز وہ شخص ہوتا ہے جو زیادہ اہم ہوتا ہے- اسی دوران اگر کوئی تیسرا شخص وہاں آ جاتا ہے جو ان دونوں سے زیادہ اہم ہے تو ہم ان دونوں کو نظر انداز کر کے اس شخص کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں- تو معلوم ہوا کہ انسان ہمیشہ غیر اہم کے مقابل اہم کو، چھوٹے کے مقابل بڑے کو، نقصان کے مقابل نفع کو، غریب کے مقابل مالدار کو، کمزور کے مقابل طاقتور کو، دوسرے کے مفادات کے مقابل اپنے مفادات کو، کمزور شریف انسان کے مقابل طاقتور بدمعاش کو اہمیت دیتا ہے اور اس کی طرف رجوع ہوتا ہے- جو انسان اللہ کی طرف رجوع نہیں ہوتا اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ وہ اللہ کو اہم نہیں سمجھتا اور اللہ کے مقابل اپنی ذاتی بڑائی کو اہم سمجھتا ہے- وہ اپنی نفسانی خواہشات اور دنیا کی بندگی کے لئے تو خوشی سے تیار رہتا

Marfat.com

ہے مگر اللہ کی بندگی کرنے کو بوجھ سمجھتا ہے۔ کاش وہ اس حقیقت کو سمجھ لے کہ ایک طرف اللہ کی ذات ہے جو کائنات کی کل ہے، اللہ پاک و بے عیب ہے، تمام خوبیوں والا ہے، سب سے بڑا ہے، تو دوسری طرف انسان کی اپنی ذات ہے جو کمزوریوں اور ناپاکیوں سے آلودہ ہے، ایک طرف چین اور سکون کے ساتھ دنیا اور آخرت دونوں کا نفع ہے، تو دوسری طرف کرب و بے چینی اور اضطراب کے ساتھ دنیا اور آخرت دونوں کا نقصان ہے۔ انسان کا خود اپنی ذات اور اپنی ناپاکیوں سے محبت کا یہ عالم ہے کہ اگر نادانستگی میں کسی کے تھوک کا ایک ذرہ اس کے کھانے میں گر جائے تو وہ کھانا چھوڑ کر اٹھ جاتا ہے حالانکہ وہ خود اپنے اسی تھوک سے آلودہ کر کے ہر شے کھاتا اور پیتا ہے اور اپنی ہر ناپاکی کو بغیر کسی کراہیت کے خود ہی صاف کرتا ہے اور صفائی کے اس کام کے لئے صاف پانی استعمال کرتا ہے۔ اسی طرح انسان اپنے باطن کی آلودگیوں اور ناپاکیوں کو اس وقت تک صاف نہیں کر سکتا جب تک کہ وہ اللہ کے بنائے ہوئے پاک نظام سے وابستہ نہ ہو اور اللہ کے بتائے ہوئے طریقے استعمال نہ کرے۔

سوال: کفر، شرک، بدعتوں اور گمراہی سے بچنے کا طریقہ کیا ہے؟

جواب: پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کے پاس اقرار و عہد کی سچائی نہیں اس کا کوئی دین نہیں اور جس کے پاس امانت داری نہیں اس کا ایمان نہیں۔ قرآن مجید کا ہر ہر جملہ اقرار ہے، عہد ہے، تصدیق ہے اور تسلیم ہے۔ جھوٹ کسی چیز کا نہ ہونا ہے اور سچ کسی چیز کا ہونا ہے۔ کم از کم ہر مسلمان ایک بار بزرگی والے اللہ کے کلام کو ایک بار ترجمے سے سمجھ کر پڑھ لے اور یہ غور کرے کہ وہ اللہ سے کیا اقرار و عہد کر رہا ہے اور اس کا عمل کیا کہہ رہا ہے۔ مثال کے طور پر ہم سورۃ الفاتحہ میں اللہ سے اقرار کرتے ہیں کہ اے اللہ ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں اور آپ ہی پر بھروسہ کرتے ہیں اور آپ ہی سے مدد مانگتے ہیں، پھر ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ اے اللہ ہمیں سیدھی راہ پر چلا ان لوگوں کی راہ پر جن پر تو نے انعام نازل فرمایا (یعنی پیارے آقاؐ کی راہ پر، ان کے نقش قدم پر اور ان کے نقش قدم پر چلنے والوں کے نقش قدم پر چلا)۔ کیا ہم واقعی اللہ کی عبادت کرتے ہیں، اس لئے کہ عبادت عبد کرتا ہے اور عبد وہ ہے جس نے اللہ کے حضور خود اپنی ذات کو، اپنے

Marfat.com

ذاتی اختیار، ارادے اور خواہشات سے دستبردار ہوتے ہوئے اللہ کے حوالے کر دیا ہو- اب جو چیز اللہ کو دے دی گئی وہ اللہ کی ہو گئی، اس پر سے ہمارا حق جاتا رہا، اب وہ چیز اللہ کے حکم کے مطابق اللہ کی مرضی سے استعمال ہو گی- نماز میں نظروں کا جھکانا عملی سرنڈر ہے، اس لئے کہ وہ نظریں جھکا کر اللہ کی بڑائی کو، اختیار کو، قبضہ وقدرت کو تسلیم کر رہا ہے اور ہاتھ باندھ کر خود کو عملاً اللہ کے مقابل بے اختیار ثابت کرتے ہوئے خود کو اللہ کے اختیار کے حوالے کر رہا ہے۔ اسی طرح رکوع میں دونوں ہاتھوں سے دونوں پاؤں کو جکڑ کر بے اختیار بناتے ہوئے اپنے اقرار کی سچائی میں خود کو اللہ کے اختیار کے حوالے کر رہا ہے، سر کو جھکانا یا جھکنا، اس کے معنی ہی شکست تسلیم کرنا، برتری تسلیم کرنا اور خود کو بے اختیاری کی حالت میں اللہ کے سپرد کرنا ہے اور سجدہ سپردگی یا سرنڈر کا آخری درجہ ہے- یہ بات تھی بندگی کی اب بندہ اللہ سے اقرار کر رہا ہے کہ اے اللہ ہم آپ ہی سے مدد چاہتے ہیں یعنی اللہ کے سوا کسی غیر اللہ کو اپنی مدد کے لئے نہیں پکارتے- پیارے آقاؐ سے بڑھ کر کوئی سچا اور امانت دار نہیں تھا، پیارے آقاؐ کی ساری زندگی اس اقرار عہد کی سچائی کو ثابت کرتے گزر گئی- ہر وہ قول وعمل جو اللہ سے کئے گئے اس اقرار کو جھٹلائے وہ کفر اور شرک ہے اور جو اس میں ذرہ برابر شک پیدا کرے وہ بدعت ہے- آگے چل کر بندہ اللہ سے کہہ رہا ہے کہ اے اللہ ہم کو سیدھی راہ پر چلا، ان لوگوں کی راہ پر جن پر تو نے انعام نازل فرمایا- یہ کہہ کر بندہ تسلیم کر رہا ہے کہ اصل چیز راہ ہے، نقش قدم ہیں، پیارے آقاؐ کی راہ یا آپؐ کے نقش قدم پر چلنے والوں کی راہ- گمراہ کی کوئی منزل نہیں، ذریعہ پکڑنا، وسیلہ پکڑنا، دوستی، محبت، عشق اور عقیدت یہ سب تعلق اور بندھن ہیں- یہ ممکن ہی نہیں کہ ذریعہ پکڑیں اور ذریعہ کی راہ نہ پکڑیں، وسیلہ کو تھامیں اور وسیلے کے ساتھ وسیلے کی راہ پر نہ چلیں، دوستی کا، محبت کا اور عشق کا دعویٰ کریں اور دوست اور محبوب کے پیچھے اس کی راہ پر نہ چلیں اور عقیدت تو نام ہی راہ پر چلنا ہے، یہ سارے بندھن ہیں جن پر بندھ کر انسان ان کی راہ پر چلنے پر مجبور ہو جاتا ہے- کفر اور شرک کا ایک بڑا سبب یہ ہے کہ انسان اللہ کے انعام یافتہ اور ہدایت یافتہ بندوں کے نام کو لے لیتا ہے اور ان کی ذات، ان کے قول وعمل اور ان کی راہ کو چھوڑ دیتا ہے- یہ بات ممکن ہی نہیں ہے کہ انسان ان کی ذات سے وابستہ ہو جائے یعنی بندھ جائے پھر ان کے

Marfat.com

قول وعمل اوران کی راہ پر نہ چلے- بے شک جس کوراہ ہدایت کی ضرورت ہوتی ہے وہ راہ ہدایت کو تلاش کرتا ہے-ضرورت ہوتی ہے تو تلاش کرتا ہےاورضرورت نہیں ہوتی تو تلاش نہیں کرتا-محبت کرنے والامحبوب کے رنگ میں رنگ کران کےقول وعمل کواختیار کرتا ہے،ان کی پسند کواپناتا ہے اوران کی ناپسند سے دور رہتا ہے،محبوب کی ناراضگی سے ڈرتا ہے-

چند مثالیں:

''ہم کو ہمارااللہ کافی ہے،وہی ہمارااچھا کارساز ہے-''(القرآن)

''میں اپنے تمام کاموں کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں، جو اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے-''(القرآن)

''اوراللہ کے علاوہ وہ دوسری ہستیاں جن کوتم پکارتے ہو،وہ کسی چیز کی بھی خالق نہیں ہیں بلکہ خودمخلوق ہیں،مردہ ہیں نہ کہ زندہ- اوران کو یہ تک نہیں معلوم ہے کہ انہیں کب دوبارہ اٹھایا جائے گا-(دوبارہ زندہ کرکے)''(سورۃالنحل)

''تم لوگ اللہ کوچھوڑکرجن کو پکارتے ہووہ محض اللہ کے بندے ہیں جیسے کہ تم بندے ہو- ان سے دعائیں مانگ دیکھو، یہ تمہاری دعاؤں کا جواب دیں،اگران کے بارے میں تمہارے خیالات صحیح ہیں-''(الاعراف:۱۹۶)

''اگرکہیں ان لوگوں (انبیاء) نے شرک کیا ہوتا توان سب کا کیا کرایا غارت ہوجاتا-'' (الانعام:۸۸)

''اگرتم نے شرک کیا تو تمہارا سرمایۂ عمل ضائع ہوجائے گااورتم خسارے میں ہوجاؤ گے، اللہ کے ہاں بس شرک ہی کی بخشش نہیں ہے اس کے سوا سب کچھ معاف ہوسکتا ہے،جس کو وہ معاف کرنا چاہے-''(النساء:۱۱۶)

سوال:اللہ پرایمان لانے کے لئے عجز کیوں ضروری ہے؟

جواب:تکبراپنی ذاتی بڑائی کے احساس کے غلبے کا نام ہے،متکبرکی وفایا تو ضرورت ہوتی ہے یاپھرمجبوری ہوتی ہے جبکہ عجز عاجزانہ فطرت کا نام ہے،جس کی فطرت پرعجز کا غلبہ ہوگا وہ کسی

Marfat.com

بھی سچائی کو دل سے قبول کرتے ہوئے دوسرے کی خوبیاں اور برتری فوراً قبول کرلے گا- تکبر یا ذاتی بڑائی کا احساس، نام ہے، انسان میں پائے جانے والے احساس ذلت یا احساس کمتری کے ردعمل کا کیونکہ جس انسان میں جتنا کمتری کا احساس شدت اختیار کرتا ہے اسی قدر انسان ردعمل کے طور پر اپنے قول وعمل سے خود کو برتر ثابت کرنے کے لئے اپنے گرد بہت سے مصنوعی اور غیر فطری حصار قائم کرتے ہوئے برتری اور مقابلے کی دوڑ میں شریک ہو جاتا ہے- متکبر انسان کا شعور، اس کی فطرت، اس کے احساسات اور محسوسات، اس کی نیت، اس کا اختیار، اس کا ارادہ اور خواہشات، اس کا قول وعمل، غرض اس کی ہر ہر چیز اس کی ذاتی بڑائی کے احساس کے غلبے اور گرفت میں ہوتی ہے- ایک بڑا اپنی ذاتی بڑائی سے دستبردار ہوئے بغیر دوسرے کو دل کی سچائی کے ساتھ بڑا تسلیم کر ہی نہیں سکتا- اس بات کو اس طرح سمجھیں کہ جو چیز میرے اختیار اور گرفت میں ہو میں اس سے دستبردار ہو سکتا ہوں، لیکن جب میں یا میری ذات، ذاتی بڑائی کے احساس کی اسیر ہوگی، گرفت میں ہوگی، اس کے غلبے کی جدوجہد سے بے اختیار اور مجبور ہوگی تو پھر اس سے دستبرداری اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ میں خود اس کی گرفت سے آزاد نہ ہو جاؤں- عجز اور تکبر ایک دوسرے کی ضد ہیں- جب تک تکبر ختم نہیں ہوگا، عجز شروع نہیں ہوگا- متکبر جب تک ذاتی بڑائی کے احساس سے نجات پا کر عجز اختیار نہ کرے، وہ اللہ پر دل کی سچائی کے ساتھ ایمان لا ہی نہیں سکتا اس لئے کہ ایمان، نام ہے اللہ کو معبود قرار دیتے ہوئے اللہ کی بندگی کرنے کا اور بندگی نام ہے، اپنے ذاتی حق، اپنے اختیار، اپنے ارادے اور اپنی ذاتی خواہشات سے مکمل طور پر دستبردار ہوتے ہوئے خود کو اللہ کے سپرد کرنے کا-

سوال: صاحب ایمان ہونے کے لئے اقرار وعہد کی سچائی کیوں ضروری ہے؟

جواب: انسان کی زبان سے نکلنے والا ہر کلمہ قول ہے اور ہر قول اقرار ہے اور ہر اقرار کے کچھ تقاضے ہیں اور ہر وہ اقرار جو قول وعمل دونوں سے ثابت نہ ہو اور اقرار کے عملی تقاضوں کو پورا نہ کرے جھوٹ ہے اور جھوٹ کسی چیز کا نہ ہونا ہے- انسان جس سے جھوٹ بولتا ہے اس کے ساتھ دراصل دھوکہ کرتا ہے اور دھوکہ کھلی دشمنی کا عمل ہے، منافقت کا عمل ہے- صاحب ایمان وہی ہے

Marfat.com

جو دل کی سچائی کے ساتھ اللہ کو اپنا معبود قرار دے اور اللہ کی بندگی کرے۔قوم ظالمین ،قوم مفسدین اور قوم منافقین تینوں میں کچھ قدریں مشترک ہیں۔ یہ سب صاحب ایمان ہونے کے دعویدار ہیں لیکن اقرار عہد کی سچائی سے محروم ہیں، مفسد ہیں،ظلم کرنے والے ہیں مگر خود کو اصلاح کرنے والا کہتے ہیں، ظالم ہیں یا ظالم کے ظلم میں شریک ہیں مگر خود کو عدل، احسان اور مساوات کرنے والا کہتے ہیں، ہر کام قانون ضرورت اور مصلحت کے تحت کرتے ہیں حالانکہ حق اور سچائی ہر قسم کی مصلحتوں، وابستگیوں اور مفادات سے آزاد ہے اور بے شک مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان کو نقصان نہ پہنچے (گویا کے وہ مسلمان نہیں ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان کو نقصان پہنچتا ہے)۔

سوال: اللہ پر ایمان لانے کی کیا تعریف ہے؟

جواب: اللہ پر ایمان اللہ وحدہٗ لاشریک اور اس کی وحدانیت پر ایسا یقین کامل ہے جو اقرار عہد کی سچائی اور امانت داری کے ساتھ عمل سے ثابت ہو۔ ساتھ ہی ہر قسم کے شک سے پاک ہو۔ انسان کے قول، عمل اور اعضاء اور جوارح سے اللہ صاحب جلال وعظمت کو پاک و بے عیب، تمام تعریفوں والا، سب سے بڑا اور وحدہٗ لاشریک ثابت کرے، اللہ کو اپنا معبود اور خود کو اللہ کا عبد ثابت کرے، اللہ کو حاکم مطلق اور خود کو اللہ کا حکم بردار بندہ ثابت کرے، اللہ کو بلا شرکت غیرے اپنا مالک اور خود کو اللہ کی اطاعت گزار اور امانت دار ملکیت ثابت کرے، اللہ ہی کو اپنا پالنے والا اور خود کو شکر گزار پروردہ ثابت کرے۔ اس کا قول و عمل اور اس کے احساسات اور محسوسات غرض ہر چیز پر اللہ کی وحدانیت غالب ہو۔ انسان اپنے قول و عمل سے، اپنی فطرت سے، اپنے احساسات اور محسوسات کو خرچ کرتا ہے۔ جس انسان کی فطرت میں جھوٹ اور دھوکا ہے، وہ زبان سے تو جھوٹ بول سکتا ہے، مگر اس کا عمل وہی کچھ بتائے گا جو اس کی اصل فطرت ہے۔ تعصب اسلام میں گناہ ہے۔ اس بات کو وہ سمجھتا ہے جو پورے کا پورا اسلام میں داخل ہے، شرک اور کفر سے دور ہے، ورنہ اللہ کی فرمانبرداری میں عدل اور احسان کو قائم کئے بغیر اصلاح معاشرہ کے حوالے سے کہا جانے والا ہر قول اور کیا جانے ولا ہر عمل منافقت ہے۔ عدل اور احسان کو قائم کرنے کا حکم اللہ نے دیا ہے

Marfat.com

اور اللہ کے حکم پر عمل نہ کرنے والا یا قانون ضرورت کے تحت اس پر مصلحتوں کا پردہ ڈالنے والا کفر کرتا ہے، جو عادتاً یا فطرتاً کفر کرتا ہے، اس میں کفر پختہ ہے۔

سوال: ہم اپنی کسی اچھے عمل کو خود نیکی کیوں قرار نہیں دے سکتے؟

جواب: اس کی وجہ یہ ہے کہ کسی عمل کو نیکی قرار دینا اللہ کا کام ہے، جو ہمارے پوشیدہ اور ظاہر سے باخبر ہے۔ اہل اللہ ہمیشہ خود کو نامکمل اور اپنے عمل کو ناقص سمجھتے ہوئے اپنی اصلاح کی طرف متوجہ رہتے ہیں اور اللہ کی رحمت پر نظر رکھتے ہیں اور ہمیشہ یہ دعا کرتے رہتے ہیں کہ اے اللہ ہمارا تو ایک لمحہ بھی ایسا نہیں جسے ہم آپ کی بارگاہ میں پیش کرسکیں، ہمیں تو فقط آپ کی رحمت کا سہارا ہے اور آپ کی رحمت پر بھروسہ ہے، جو شخص اپنے عمل کو نیکی قرار دیتا ہے، وہ اپنی ذاتی بڑائی اور تکبر کے سبب ایسا کرتا ہے جو فیصلہ اللہ کو کرنا ہے، وہ اس نے خود کرلیا، خود کو مکمل اور نیکی کرنے کا اہل قرار دے دیا۔ اب وہ اللہ سے بطور حق کے اس کا اجر بھی طلب کرے گا، حالانکہ ملکیت اپنے مالک سے، مخلوق اپنے خالق سے، رعایا اپنے بادشاہ سے اور پروردہ اپنے پالنے والے سے فریاد کرسکتا ہے، التجا کرسکتا ہے، درخواست کرسکتا ہے اور احسان طلب کرسکتا ہے، وہ جو بھی مانگے گا بطور اللہ کے رحم و کرم اور احسان کے مانگے گا اور اللہ تو کبھی بھی کسی کا اجر ضائع نہیں کرتے۔

سوال: آپ کے نزدیک رشتہ اور وابستگی کا کیا مفہوم ہے؟

جواب: ہمارے نزدیک ہر تعلق رشتہ ہے اور ہر رشتہ بندھن ہے اور ہر بندھن وابستگی ہے اور وابستگی دو چیزوں کے درمیان دوری اور فاصلے کا ختم ہو جانا ہے۔ عقیدت، محبت، عشق، ذریعہ اور وسیلہ یہ تمام چیزیں تعلق ہیں، رشتہ ہیں اور بندھن ہیں، جن سے بندھ کر دو انسانوں کا سفر ایک، راہ ایک اور منزل ایک ہو جاتی ہے۔

دو مختلف اور متضاد راہوں پر چلنے والوں کے درمیان کبھی بھی کوئی تعلق قائم ہو ہی نہیں سکتا، یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک مغرب کی طرف جا رہا ہو اور دوسرا مشرق کی طرف جا رہا ہو اور دونوں ہم سفر بھی ہوں، ایک دوسرے سے بندھے ہوئے بھی ہوں، دونوں کی راہ بھی ایک ہو اور دونوں کی منزل بھی ایک ہو، اگر کوئی ایسی بات کہتا ہے تو وہ جھوٹ اور دھوکا ہے۔

Marfat.com

سوال: بندگی کے لئے آپ اپنی ذات اور نفسانی خواہشات کی تسخیر کو کیوں ضروری قرار دیتے ہیں؟

جواب: آپ نے مجھے ایک چیز دے دی، یہ چیز آپ کی ملکیت تھی، آپ کے اختیار اور قبضہ وقدرت میں تھی اس لئے آپ نے اس چیز پر سے اپنے ذاتی حق سے دستبردار ہوئے وہ چیز مجھے دے دی، اب وہ چیز میری ہوگئی، اب اس چیز پر میرا حق ہے، اب اس چیز کو یا تو میں خود استعمال کروں گا یا وہ چیز میرے اختیار سے میری پسند اور میری مرضی کے مطابق استعمال ہوگی- اب دوسری طرف آیئے ایک ایسی چیز جو آپ کے اختیار، آپ کے قبضہ وقدرت میں نہ ہو آپ مجھے کبھی بھی نہیں دے سکتے اور نہ اسے استعمال کر سکتے ہیں اور نہ کسی اور کو دے سکتے ہیں- جس شخص کی ذات پر خود اس کا اختیار نہ چلتا ہو، جس کی ذات خود اس کی نفسانی خواہشات کی اسیر ہو، مغلوب ہو، گرفت میں ہو اور بے اختیار ہو، وہ اسے کس طرح اللہ کے سپرد کر سکتا ہے، جب تک کہ وہ ان کی تسخیر کر کے اپنی ذات کو اپنی خواہشات نفسانی سے آزاد نہ کرالے- خرابی اس وقت پیدا ہوتی ہے جب انسان بجائے اپنی خواہشات پر غلبہ پا کر اسے اپنا مغلوب بنانے کے، اپنے اختیار اور ارادے کو اپنی خواہشات کے سپرد کر کے، بے اختیار ہو جاتا ہے اور خواہشات نفسانی کا مغلوب بن کر اس کی گرفت میں چلا جاتا ہے، پھر کبھی نہ ختم ہونے والی خواہشات کے حصار میں گھر کر اللہ کی فرمانبرداری کرنے کے بجائے اپنی خواہشات کی فرمانبرداری کرتا ہے، بجائے اپنے نفس پر حاکم ہونے کے اس کا محکوم بن جاتا ہے، اس طرح خود کو شر اور شیطان کے حوالے کر دیتا ہے، ذلت کے احساس کو اپنی ذاتی بڑائی کے احساس سے زائل کرنے کی جتنی زیادہ کوشش کرتا ہے، اتنا ہی احساس ذلت اور بڑھتا جاتا ہے، پھر اس احساس کو زائل کرنے کے لئے برتری کے حصول کی کوشش اتنی ہی بڑھتی چلی جاتی ہے- ایسا شخص اپنے تکبر اور جہل کے غلبے کے سبب اپنے تشخص، اپنی انفرادیت اور برتری کو قائم رکھنے اور اسے ثابت کرنے کے لئے اپنے دل میں اللہ وحدہٗ لاشریک کو معبود کی جگہ بٹھانے کے بجائے کسی اور کو معبود کی جگہ بٹھا دیتا ہے اور اللہ کی بندگی کرنے سے فرار حاصل کرتا ہے-

Marfat.com

سوال: آپ کے نزدیک دوستی، عشق، ذریعہ، وسیلہ اور محبت کی کیا تعریف ہے؟

جواب: دوستی بے غرضی کے ساتھ ہے، جو چیز غرض یا ضرورت کے تحت ہو وہ خود غرضی ہے، دوستی نہیں ہے، دوستی یہ ہے کہ یا تو کسی کو بے غرضی کے ساتھ اپنا بنالو یا پھر کسی کے ہو جاؤ، دونوں صورتوں میں انسان ایک دوسرے سے بندھ کر ایک ہی راہ پر چلنے پر مجبور ہوتا ہے، عشق محبوب کے رنگ میں رنگ جانا ہے- جو شخص اپنی محبوب ہستی کے قول و عمل سے، ان کی پسند اور ناپسند سے اور ان کی راہ سے واقف ہی نہ ہو وہ عشق نہیں کر سکتا- عقیدت دراصل عقیدے سے ہے اور عقیدہ راہ پر چلنا ہے- ذریعہ اور وسیلہ اس کے لئے ہے جو ذریعے اور وسیلے کو پکڑتا ہے، کسی بھی چیز کو پکڑنے کے لئے ضروری ہے کہ آپ اس چیز سے واقف ہوں، وہ چیز آپ کو نظر آ رہی ہے، وہ چیز آپ کی پہنچ میں ہو اور اگر آپ اللہ کی کسی انعام یافتہ ہستی کا ذریعہ یا وسیلہ پکڑتے ہیں تو ضروری ہے کہ اس ہستی کے ہم سفر ہوں اور ان کی راہ پر ان کے پیچھے دوڑ رہے ہوں- جو ذریعہ یا وسیلہ پکڑتا ہے وہ حقیقت میں ذریعہ یا وسیلے کی ہر ہر چیز کو پکڑتا ہے، اس کے قول و عمل کو، ان کی پسند اور ناپسند کو، ان کی راہ کو اور ان کی منزل کو پکڑتا ہے- دوستی دشمنی کی ضد ہے- کیا ایسا شخص آپ کا دوست ہو سکتا ہے جو آپ کی شخصیت کو داغدار کرے، آپ کی تعلیمات کو مسخ کر دے، آپ کے قول و عمل اور آپ کی پسند کو جھٹلائے اور ہر وہ کام کرے جسے خود آپ ناپسند کرتے ہوں اور جو آپ کی مخالف راہ پر چل رہا ہو اور مخالف ہی مخالفت کا عمل کرتا ہے، مخالفت کا عمل دشمنی کا عمل ہے، جہل کے سبب کرے تو جہالت ہے، دوست بن کر کرے تو منافقت ہے، دشمن کے ساتھ مل کر کرے تو دشمنی ہے- تعظیم الگ چیز ہے اور خوشامد الگ چیز ہے- تعظیم علم و ادب سے وابستہ ہے جبکہ خوشامد جہل سے وابستہ ہے، تعظیم میں عجز ہے، سچائی ہے، جبکہ خوشامد قانون ضرورت کے تحت کیا گیا وہ عمل ہے جس میں ایک متکبر اپنے سے برتر اختیار رکھنے والے متکبر کی بے جا، جھوٹی اور غیر ضروری تعریف کرتا ہے، ایک طرف اس متکبر کے تکبر کو بڑھاتا ہے اور دوسری طرف اس متکبر کے دل میں اپنے لئے جگہ بناتا ہے- بے شک خوشامد شیطان کا موثر ترین ہتھیار ہے- تعظیم رضائے الٰہی کے لئے ہے اور خوشامد شیطان کو خوش کرنے کے لئے ہے، تعظیم عملی چیز ہے جبکہ خوشامد میں بے عملی اور فریب ہے- ایک

مثال ہے کہ ایک شخص جب یہ کہتا ہے کہ مجھے فلاں صاحب کے ذریعے یا وسیلے سے نوکری ملی تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ان کے اختیار اور اثر ورسوخ سے مجھے یہ نوکری ملی۔ دین اور بندگی کی راہ سے ناواقف خودغرض دنیادار کے لئے، جس کے نزدیک اپنی ذات، ذاتی ضرورتیں اور خواہشات اور ان کی تکمیل بے حد اہم ہوتی ہے، اس کے نزدیک اگر کوئی چیز اہم ہوسکتی ہے تو وہ صرف نام اور اس سے وابستہ اختیار اور اثر ورسوخ ہے۔ ایسے خودغرض دنیادار کو نہ تو قول وعمل سے کوئی غرض ہوتی ہے اور نہ راہ سے کوئی تعلق ہوتا ہے اور نہ منزل سے۔ اسے اقرار عہد کی سچائی سے کوئی غرض نہیں ہوتی، اسے اللہ سے کئے گئے اقرار وعہد کی تصدیق اور تسلیم کی اور گواہی کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی۔ کوئی بھی شخص اللہ تعالیٰ کی ہدایات سے واقف ہوئے بغیر اور ان کو قبول کئے بغیر نہ تو اللہ کے ہدایات یافتہ بندوں سے واقف ہوسکتا ہے اور نہ ان کی راہ سے اور نہ ان کی منزل سے واقف ہوسکتا ہے۔ یہ کیسا دوست ہے جو دوستی کا دعویٰ تو کرتا ہے مگر نہ تو دوست کی ذات سے واقف ہے، نہ ان کے گھر سے، نہ ان کی راہ سے، نہ ان کی منزل سے، نہ ان کی قول وعمل سے اور نہ ہی ان کی پسند اور ناپسند سے واقف ہے۔ یہ کیسے عاشق ہیں جو محبوب سے، اس کی پسند اور ناپسند سے واقف ہی نہیں ہیں اور بغیر محبوب کی راہ پر چلے اور بغیر محبوب کی راہ پر محبوب کے پیچھے دوڑے ہوئے اور بغیر محبوب کی منزل کو اپنائے ہوئے بغیر مشقت اٹھائے محبوب کو پالینا چاہتے ہیں، حالانکہ یہ انسانی فطرت ہے اور ایک حقیقت ہے کہ انسان جس ہستی سے سب سے زیادہ قریب ہوتا ہے، ان سے، ان کے قول وعمل سے، ان کی وابستگیوں سے، ان کی پسند اور ناپسند سے، ان کی راہ اور منزل سے نہ صرف واقف ہوتا ہے بلکہ ان سے خود بھی وابستہ ہوتا ہے۔ سوائے متکبر، جاہل، ناواقف، خودغرض اور خود فریبی میں مبتلا انسان کے جو بے عملی کے ساتھ زبانی جمع خرچ کرتا ہے اور مبالغے اور جھوٹ سے کام لیتا ہے تاکہ اپنی دین داری، علمیت، وابستگی اور اپنی ذاتی برتری کو ثابت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی ہدایت یافتہ اور انعام یافتہ ہستیوں سے اپنے تعلق، وابستگی اور اہمیت کو ثابت کر سکے۔

سوال: آپ کے نزدیک منافقت کا کیا مفہوم ہے؟

جواب: قول اور فعل کا تضاد منافقت ہے۔ مثال کے طور پر ایک شخص خود کو محب وطن کہتا

Marfat.com

ہے، لیکن اپنے ذاتی مفادات کو وطن کے مفادات پر ترجیح دیتا ہے، ایسا شخص منافقت کرتا ہے اور وطن دشمنی کرتا ہے۔ اللہ بزرگ و برتر نے قرآن مجید میں فرمایا کہ ''جب ان سے کہا جاتا ہے کہ سچا ایمان لاؤ ایسا جیسے کہ ایمان لائے اور لوگ تو وہ کہتے ہیں (اپنے قول عمل سے یا صرف عمل سے) کیا ہم ایمان لائیں ایسا جیسے کہ ایمان لائے یہ بے وقوف لوگ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کی زمین پر فساد نہ کرو تو وہ کہتے ہیں کہ ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں حالانکہ وہی مفسد ہیں اور اس کا شعور نہیں رکھتے۔'' اس آیت کریمہ میں منافقت کے بارے میں یہ کہا گیا ہے کہ وہ کبھی دل کی سچائی سے ایمان نہیں لاتا اور کبھی بھی عدل، احسان اور مساوات کو قائم نہیں کرتا کیونکہ عدل، احسان اور مساوات کا نہ ہونا ہی فساد کا اصل سبب ہے اور قوموں کی تباہی کا بھی اصل سبب یہی ہے۔ پیارے آقاؐ نے فرمایا کہ ''وہ قومیں تباہ ہو جاتی ہیں جن میں عدل کا دوہرا معیار ہوتا ہے۔ اور اللہ کی قسم اگر محمد کی بیٹی بھی چوری کا ارتکاب کرتی تو میں اس کا ہاتھ ضرور کاٹتا۔'' اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ ''اے لوگو تم پر جتنی بھی مصیبتیں آتی ہیں وہ خود تمہارے ہی اعمال کا نتیجہ ہیں اور ہم تو تمہارے بہت سے قصوروں کو ویسے ہی درگزر کر دیتے ہیں۔'' (شوریٰ: ۳۰:۲۹)

بغیر عدل، احسان اور مساوات کو قائم کئے ہوئے اصلاح معاشرہ کی بات یا اس پر تنقید منافقت ہے۔ بلاشبہ اگر دو سگے بھائیوں میں عدل نہ کیا جائے تو وہ بعض حالات میں ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو جاتے ہیں۔ معلوم یہ ہوا کہ عدل کے بغیر کوئی رشتہ نہیں ہے۔ عدل ہی رشتے کو قائم کرتا ہے اور احسان و مساوات اسے مضبوط کرتے ہیں اور عدل کو قائم کرنا، بااختیار کی ذمہ داری ہے، بے اختیار کی نہیں۔ طاقتور کی ذمہ داری ہے، کمزور کی نہیں۔ غالب قوتوں کی ذمہ داری ہے، مغلوب کی نہیں۔ وہ تمام لوگ جو صاحب ایمان ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور اللہ کے حکم کی تعمیل نہیں کرتے منافقت اور کفر کرتے ہیں۔ جو لوگ پیارے نبیؐ کے امتی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور پیارے آقاؐ کی پیروی نہیں کرتے یعنی ان کے نقش قدم پر نہیں چلتے، وہ سب منافقت کرتے ہیں۔ ایک تمثیل ہے کہ ایک صاحب حیثیت، صاحب علم بزرگ گھر سے باہر اپنی گلی میں جھاڑو لگا رہے تھے، ان کے ایک عقیدت مند کا وہاں سے گزر ہوا انہوں نے لپک کر ان بزرگ

Marfat.com

کے ہاتھ سے جھاڑو لے لی اور فرمایا، حضرت آپ یہ کیا کر رہے ہیں، یہ کام آپ کے شایان شان نہیں ہے۔ بزرگ نے کہا یہ بات جان لو جو کام کو حقیر اور ذلیل سمجھتا ہے وہ اس کام کے کرنے والے کو حقیر اور ذلیل سمجھتا ہے، غیر اہم اور بے حیثیت سمجھتا ہے اور بے حیثیت اور حقیر انسان کی بات بھی حقیر اور بے حیثیت ہوتی ہے۔ بھائی میں تو اپنے اس آقا کا غلام ہوں جو عجز کا پیکر تھے، جب میرے آقاؐ اپنے سب کام اپنے ہاتھوں سے کر سکتے ہیں تو غلام کیوں نہیں کر سکتا، اب تم یہ سوچ کر بتادو کہ کیا تم دل کی سچائی کے ساتھ انؐ کے نقش قدم پر چلنے والے اور انؐ کی رہنمائی کو تسلیم کرنے والے ہو سکتے ہو، مجھے تو میرے اللہ نے اہل دنیا کی دی ہوئی عزت اور ذلت کے احساس سے بے نیاز کر دیا ہے۔

سوال: بہت سی دعائیں آسمانوں میں بھٹکتی رہتی ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب: ہم جب کسی کو کوئی چیز بھیجتے ہیں تو بالکل درست نام اور پتے پر روانہ کرتے ہیں، ہم اپنے اللہ کے بارے میں ایک ہی چیز جانتے ہیں وہ یہ کہ اللہ اپنی ذات اور صفات میں وحدہٗ لاشریک ہیں، دعا کرتے وقت اگر اللہ تعالیٰ کے بارے میں انسانی شعور پر عقیدۂ توحید کا غلبہ ہوتا ہے تو دعائیں آواز اور فکری لہروں کی صورت میں اللہ بزرگ و برتر تک پہنچ جاتی ہیں ورنہ بھٹکتی رہتی ہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اللہ ہماری دعاؤں سے واقف نہیں ہیں، اللہ سے دعا کرتے وقت مرکزیت اللہ وحدہٗ لاشریک کو حاصل ہوتی ہے، ایسا شخص جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی تکبر ہو یعنی اس کی فطرت اور شعور پر ذاتی بڑائی کا غلبہ ہو اور گرفت ہو، اس کی نیت، اس کا قول عمل اور اس کی ہر ہر چیز اس کی ذاتی بڑائی کے احساس کی گرفت میں اس کی اسیر ہوگی اور خود اس کی ذات کو اس کے نزدیک مرکزیت حاصل ہوگی، اب جب ایسا شخص بے یقینی اور منتشر ذہن کے ساتھ بغیر اللہ کو مرکزیت دیئے، بغیر عقیدۂ توحید کے غلبے کے، بغیر اللہ کے قبضہ وقدرت، رحم و کرم، عطاو بخشش پر یقین کے غلبے کے دعا کرتا ہے تو اس کی فکر اور آواز کی لہریں غلط سمت میں سفر کرتی اور بھٹکتی رہتی ہیں۔ ایک تو وہ چیز ہے جو آپ تاک کر صحیح سمیت میں درست نشانے پر پھینکتے ہیں اور دوسری چیز آپ بغیر نشانے کے ادھر ادھر پھینکتے ہیں، دونوں میں فرق ہے۔

Marfat.com

سوال: آپ کے نزدیک قوت برداشت کی کیا اہمیت ہے؟

جواب: جو شخص برداشت کی قوت سے محروم ہے وہ ایک کم ہمت انسان ہے- ہر وقت بے چین اور بے قرار رہنے والا اور مقابلے کے وقت فرار اختیار کرنے والا انسان ہے، وہ کسی بوجھ کو اٹھا نہیں سکتا، وہ کسی کی مصیبت، پریشانی، تکلیف اور سختی کے وقت اس کے ساتھ کاندھے سے کاندھا ملا کر کھڑا نہیں ہوسکتا، فطرتاً جلد باز ہوتا ہے، پابندیوں سے گھبراتا ہے، ذاتی آرام کو پسند کرتا ہے، اس کے لئے بندگی کرنا، عبادتوں کی پابندیوں اور مشقتوں کو برداشت کرنا بے حد دشوار کام ہوتا ہے، وہ ہمیشہ ذہنی اور جسمانی مشقت سے دُور بھاگتا ہے، اپنے آرام کے لئے مال البتہ خرچ کرسکتا ہے-

قوت صبر وتحمل اور قوت برداشت کے بغیر نہ تو قوت یقین ہے اور نہ ہی قوت توجہ ہے- یہ تمام قوتیں احساسات اور محسوسات ہیں اور احساسات اور محسوسات روح انسانی کے احساسات اور محسوسات ہیں- صبر خود کو روکنا ہے، تحمل بوجھ اٹھانا ہے، برداشت کسی بھی ناگواری اور تکلیف پر سکوت اختیار کرنا ہے- اللہ کی فرمانبرداری میں انسان جب اپنے نفس کی تسخیر کرتا ہے تو یہ تمام قوتیں روح کے اختیار کو بے پناہ قوت دیتی ہیں اور ارادے کو استحکام عطا کرتی ہیں، یقین کو غیر متزلزل بناتی ہیں اور قوت توجہ میں گہرائی پیدا کرتی ہیں، خواہشات نفسانی کی تسخیر میں ان قوتوں کا بڑا اہم کردار ہے، انسان جب اپنی سرکش خواہشات کے خلاف مزاحمت اختیار کرتا ہے، اس وقت وہ ان ہی قوتوں کا سہارا لیتا ہے-

سوال: عدل کا مفہوم کیا ہے؟

جواب: ١- انسان اپنی ذات اور اللہ کے درمیان عدل کرے اور خود کو بلا شرکت غیرے اللہ کی اطاعت گزار، فرمانبردار، شکر گزار، امانت دار اور احسان مند ملکیت، مخلوق، پروردہ، رعایا اور وراثت ثابت کرے، اپنی خواہشات نفسانی کی تسخیر کرے اور پھر خود کو بے اختیار بنا کر اللہ کے اختیار کے حوالے کردے-

٢- انسان خود اپنی ذات کے ساتھ عدل کرے یعنی اپنے نفس کو ہر ایسی چیز سے بچائے جو

اس کو جسمانی اور روحانی ہلاکت کی طرف لے جائے اور دنیا اور آخرت دونوں کو تباہ کر دے۔

۳۔ اپنے اور تمام مخلوقات کے درمیان حق کو قائم کرنا اور حق بات کہنا اور ایسا معاملہ کرنا جس میں کسی کے ساتھ زیادتی نہ ہو اور اس جگہ بھی حق بات کہنا جہاں خود اپنی ذات کو نقصان کا اندیشہ ہو۔

۴۔ اگر کوئی قانونی معاملہ درپیش ہو تو بغیر ذاتی پسند اور ناپسند کے، بغیر کسی ذاتی وابستگی کے، بغیر کسی لالچ، دباؤ اور مفادات کے اور بغیر کسی کے مرتبے اور حیثیت سے متاثر ہوئے، قانون ضرورت کو ٹھکراتے ہوئے، تمام مصلحتوں سے الگ ہو کر معاملے کی مناسب تحقیق کے بعد قانون کے مطابق فیصلہ کرے۔

سوال: کوئی بھی شخص ایمان کا مزا اس وقت تک نہیں پا سکتا جب تک کہ وہ اللہ اور اللہ کے رسولؐ کو اپنے جان و مال اور اپنی ہر ہر چیز سے زیادہ نہ چاہے (حدیث نبویؐ)، اس کی وضاحت کیجئے؟

جواب: حقیقت یہ ہے کہ ایمان ہوگا تو ایمان کا غلبہ بھی ہوگا اور ایمان کا مزا بھی ہوگا، جب کفر ختم ہوگا تو ایمان شروع ہوگا، اس لئے کہ ایمان کفر کی ضد ہے۔ یہ ایک مثال ہے کہ ایک شخص آپ سے کہتا ہے کہ میں آپ کو اپنی جان سے بھی زیادہ چاہتا ہوں، اب آپ اس شخص سے اس کی کوئی انتہائی پسندیدہ چیز طلب کرتے ہیں، اگر وہ اپنے دعوائے محبت میں سچا ہے تو بغیر کسی ناگواری کے وہ چیز آپ کو لا کر دے دے گا اور اگر وہ حیلے بہانے سے ٹال دے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ آپ کی ذات پر، خواہش پر اور آپ سے اپنی وابستگی پر خود اپنی ذات کو، ذاتی پسند کو اور اپنی پسندیدہ چیز کو ترجیح دیتا ہے۔ عبدیت یا بندگی نام ہے سپردگی کا۔ جب تک انسان اللہ اور اللہ کے رسولؐ کو اپنے جان و مال، اپنی پسند اور ناپسند، اپنی خواہشات نفسانی اور اپنی ہر ہر چیز سے زیادہ نہ چاہے، اس کے لئے ممکن ہی نہیں ہے کہ وہ اللہ کی فرمانبرداری کرے اور پیارے آقاؐ کی پیروی کرے اور اطاعت کرے۔ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے کہ میری اطاعت کرو اور میرے رسولؐ کی اطاعت کرو۔ جو شخص اللہ اور اللہ کے رسولؐ کے مقابلے میں اپنی ذات، مال، خواہشات، وابستگیوں، ضرورتوں، ذاتی مفادات اور اپنی پسند سے زیادہ محبت کرتا ہو، وہ اپنی ذات اور اپنی ذاتی نفسانی

Marfat.com

خواہشات پر ایمان رکھنے والا، مغلوب اور اسیر ہے- اپنی نفسانی خواہشات کا بندہ ہے، وہ تو اپنی نفسانی خواہشات کے حصار میں گھرا اور خواہشات کے کفن میں لپٹا ہوا ایسا مردہ ہے جس کی آنکھیں بند ہیں اور جو کچھ دیکھ ہی نہیں سکتا- ایسی صورت میں کیا وہ اللہ پر سچا ایمان لا کر اللہ اور اللہ کے رسولؐ کی اطاعت کر سکتا ہے؟ کیا وہ اپنے نفس کی قربانی دے سکتا ہے؟ کیا وہ اللہ کے پرورش کے احسان کو تسلیم کرتے ہوئے شکر گزاری کر سکتا ہے؟

سوال: انسان تقدیر کی خرابیوں سے کس طرح بچ سکتا ہے؟

جواب: انسان اکثر اپنی غلطیوں سے پہنچنے والے نقصان کو تقدیر کی خرابی قرار دیتا ہے، یہ بات مناسب نہیں اور اللہ تعالیٰ نے تو فرمایا ہے کہ ''انسان پر جتنی بھی مصیبتیں آتی ہیں وہ خود اس کے ہی اعمال کا نتیجہ ہیں-'' (القرآن) بہترین طریقہ یہ ہے کہ انسان اپنی ناقص ذاتی تدبیروں سے دستبردار ہو کر پاک و بے عیب، تمام تعریفوں والے، سب سے بڑے وحدہٗ لاشریک، تقدیر بنانے والے اللہ سے جا کر چمٹ جائے، یہی سب سے اچھا حل ہے-

سوال: احسان کا کیا مفہوم ہے؟

جواب: تمام عبادات، عادات، معاملات، اعمال اور اخلاق کو انتہائی اعلیٰ اخلاقی قدروں کے ساتھ ظاہری اور باطنی طور پر بڑی خوبی کے ساتھ انجام دیا جائے- تمام مخلوق کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے- خواہ وہ مسلمان ہوں یا غیر مسلم، امیر ہوں یا غریب، طاقتور ہوں یا کمزور، با اختیار ہوں یا مجبور و بے اختیار، انسان ہوں یا حیوان ہوں، یہاں تک کہ کسی شخص کے گھر میں اس کی بلی یا پرندوں کو وقت پر اس کی خوراک اور ضروریات نہ ملے اور خبر گیری نہ ہو تو ایسا شخص کتنی ہی عبادت کرے وہ محسنین میں شامل نہ ہوگا- عدل یہ ہے کہ کسی کو اس کے حق سے نہ زیادہ دیا جائے اور نہ کم، سخاوت یہ ہے کہ جو کچھ اپنے پاس ہے اس کی پرواہ نہ کرے اور جو کچھ دوسرے کے پاس ہے اس پر نظر نہ ڈالے، سخاوت میں بے نیازی ہے جبکہ احسان میں ایثار ہے، قربانی ہے اور احسان یہ ہے کہ جس قدر دینا واجب ہو اس سے زائد دیا جائے اور جتنا لینے کا حق ہو اس سے کم پر اپنی مرضی سے راضی ہو جائے۔ عفو و درگزر، صبر و شکر، معرفت و بخشش، ضبط غیظ، انفاق فی سبیل اللہ، حسن

سلوک، خوش خلقی، محبت ومودت، خدمت خلق، مجاہدہ وریاضت، ایثار، قربانی، اخلاص شفقت اور تقویٰ یہ سب ایسے عمل ہیں جن کے کرنے والے کو اللہ اپنی رحمت سے محسنین میں شامل کر دیتے ہیں۔

سوال: اولیا اللہ کون ہیں؟

جواب: جو اللہ کے اولیا ہیں ان کے لئے کسی خوف اور رنج کا موقع نہیں، اولیا وہ لوگ ہیں جنہوں نے ایمان اختیار کیا اور جو اللہ سے ڈرتے ہیں۔ (سورۂ یونس)

اولیا اللہ کے دشمن وہ نہیں ہیں جو ان کی صحیح پیروی کرتے ہیں، ان کے نقش قدم پر چلتے ہیں، ان کی راہ کو اپنی راہ اور ان کی منزل کو اپنی منزل بناتے ہیں اور ان کو ان کا اصلی مقام دیتے ہیں۔ بلکہ اولیا اللہ کے دشمن وہ ہیں جو ان کی مخالف راہ پر چل کر ان کی تعلیمات کو مسخ کرتے ہیں اور قرآن وسنت کے خلاف ایسے ہر کام کو، جس کے کرنے کو خود انہوں نے منع فرمایا یا جس کے خلاف خود انہوں نے جہاد کیا، انجام دیتے ہیں۔ کام دشمنی کا کرتے ہیں اور بات دوستی کی کرتے ہیں۔ اولیا اللہ اللہ کے ہدایت یافتہ اور انعام یافتہ بندے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اقرار وعہد کی سچائی کے ساتھ اور امانت داری کے ساتھ قرآن وسنت پر چلتے رہے، اللہ اور اللہ کے رسولؐ کی اطاعت کرتے رہے، اپنے اختیار کو اللہ کے اختیار کے سپرد کر کے بے اختیار بن گئے، اللہ کی فرمانبرداری میں اپنے ارادے اور خواہشات سے دستبردار ہو گئے اور خود کو اللہ کے اختیار اور قبضہ وقدرت کے حوالے کر کے اللہ کے ایسے بے اختیار، عاجز اور مجبور بندے بن گئے جیسے کہ غسال کے ہاتھ میں مردہ جس کا تغیر، تبدل، الٹنا اور پلٹنا سب غسال کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ ان کے پاس صرف اللہ سے دعا کا اختیار ہوتا ہے۔ یہ اپنے اس اقرار کی ...... کہ اے اللہ ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں، آپ ہی سے مدد چاہتے ہیں اور آپ ہی پر بھروسہ کرتے ہیں ...... سچی تصویر ہوتے ہیں۔ یہ اللہ کی طرف بندے کی رہنمائی کرنے والے، دین کے اساتذۂ کرام ہوتے ہیں، اللہ کے بہترین نائب ہوتے ہیں اور یہ اللہ کے اختیار سے اختیار حاصل کرتے ہیں۔ ان میں وہ بھی ہیں جو صرف دین کی خدمت کرتے ہیں اور وہ بھی ہیں جن کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ اپنے احکامات نافذ کرتے ہیں۔

Marfat.com

سوال: اسلام مادیت کا نہیں بلکہ روحانیت کا مذہب ہے، روحانیت کیا ہے؟
جواب: دنیا کی زندگی تو بس ایک کھیل اور تماشے کے سوا کچھ نہیں اور تقویٰ رکھنے والوں کے حق میں یقیناً آخرت ہی کا گھر کہیں بہتر ہے، تو کیا تم لوگ عقل سے کام نہیں لیتے۔ (سورۃ الانعام: آیت ۳۲)

روحانیت کی وضاحت اس وقت تک ممکن نہیں ہے جب تک کہ روح اور انسانی جسم میں اس کے نظام کی وضاحت نہ کردی جائے۔ بنیادی طور پر روح کی دو ہی اقسام ہیں، ایک حیوانی روح ہے، جو نطفے صورت میں ملتی ہے، اسی سے جسم تشکیل پاتا ہے، یہ جسم حیوانی روح کا گھر ہے، ایک خاص عمر تک اس کی تعمیر جاری رہتی ہے، جب تعمیر مکمل ہو جاتی ہے تو عمر کے دوسرے دور میں صرف مرمت اور دیکھ بھال کا کام جاری رہتا ہے، پھر عمر کے تیسرے حصے میں یہ مرمت اور دیکھ بھال کم ہوتے ہوتے نہ ہونے کے برابر ہو جاتی ہے۔ حیوانی روح بے اختیار ہوتی ہے اور بغیر اصل روح کے اپنے سسٹم کو نہ تو چلا سکتی ہے اور نہ ہی قائم رکھ سکتی ہے۔ حیوانی روح کی فطرت میں تین بنیادی جبلتیں، احساس ذلت، احساس محرومی اور احساس خوف رکھ دیا گیا ہے۔ اصل روح جسے امر ربی یا اللہ کا حکم کہا گیا ہے، اسے اس حیوانی روح پر مشتمل جسم کے اندر داخل کر دیا گیا۔ گویا جسم کو روح پر تصرف دیا گیا۔ جسم غالب اور روح مغلوب ہوئی اور مقید ہوئی۔ اس اصل روح کو اختیار اور ارادے کی قوت عطا کی گئی ہے، اب صورت حال یہ ہوئی کہ جس کے پاس (اصل روح) اختیار اور ارادے کی قوت ہے، وہ مقید ہے اور بے اختیار حیوانی روح والا انسانی جسم، جس سے تمام نفسانی خواہشات وابستہ ہیں آزاد ہے، حالانکہ ہوتا یہ ہے کہ جس کے پاس کل اختیار اور ارادہ ہوتا ہے وہی حاکم ہوتا ہے اور وہی غالب ہوتا ہے، کمزور اور بے اختیار ہمیشہ مغلوب ہوتا ہے، محکوم ہوتا ہے اور حاکم با اختیار کی اطاعت گزاری کرتا ہے، امتحان یہی تو ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی ترکیب سے کام لے کر اللہ کی فرمانبرداری کے لئے حیوانی روح، اس کے جسم اور اس کی فطرت سے وابستہ نفسانی خواہشات پر اصل روح کو اور اس سے وابستہ اس کے اختیار اور ارادے کو غلبہ دے کر اور اسے طاقتور بنا کر حاکم بنایا جائے۔ جب اصل روح اپنے اختیار اور ارادے سے کام لے کر، اللہ کی

فرمانبرداری میں حیوانی روح کے جسم اور فطرت سے وابستہ نفسانی خواہشات کی تسخیر کرتی ہے اور نفسانی خواہشات کے خلاف مزاحمت اختیار کرتی ہے اور ضرورت پڑنے پر نصیحت اور ترغیب سے کام لیتی ہے، ڈر اور خوف بھی دلاتی ہے، نفع کا لالچ بھی دیتی ہے، خواہشات نفسانی کی تسخیر کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اصل روح نے، جو امر ربی ہے، نفسانی خواہشات کے ساتھ ہی ساتھ حیوانی روح، اس کے جسم، اس کی فطرت اور اس کے سسٹم پر گرفت اور غلبہ حاصل کرلیا ہے- روح کا غلبہ ہی روحانیت ہے، روح نفسانی خواہشات اور جسمانی کثافتوں پر غلبہ حاصل کر کے با اختیار اور طاقتور ہو جاتی ہے- جب روح غالب ہوتی ہے تو روح کے اثرات اور روح لطیف کی قوت اور لطافت بھی غالب ہوتی ہے اور غالب کے ذریعے سے مغلوب جسم کی ضرورتیں پوری ہوتی ہیں اور غالب مغلوب کو ساتھ لے کر چلتا ہے-

سوال: اگر دوزخیوں کا تھوڑا سا پسینہ اس دنیا میں لایا جائے تو اس کی بدبو سے بے شمار لوگ ہلاک ہو جائیں گے، اس کی وجہ کیا ہے؟

جواب: دنیا میں جسم غالب اور روح مغلوب ہے، خاکی جسم کو روح پر تصرف حاصل ہے، تمام ناپاکیاں اس خاکی جسم میں دفن ہیں- قیامت میں جب انسان کو دوبارہ اٹھایا جائے گا تو روح کو جسم پر تصرف دیا جائے گا، اس وقت روح غالب اور جسم مغلوب ہوگا- روح لطیف ہے اور لطیف ہونے کی وجہ سے ناپاکیوں کی کثافت کو چھپا نہیں سکتی، اس کی دوسری وجہ یہ ہے کہ جب روح کو حکم دیا جائے گا کہ وہ اپنے جسم کو مجتمع کرے تو یہ روح اپنے بنیادی نظام کے ساتھ ساتھ اپنی فطرت اور اس سے وابستہ عناصر کو جمع کرے گی- پاک فطرت رکھنے والی روح پاکیزہ اور لطیف عناصر کو جمع کرے گی اور ناپاکی کی فطرت رکھنے والی روح ناپاک اور کثیف عناصر کو جمع کرے گی-

سوال: قیامت میں جب انسان کو دوبارہ اٹھایا جائے گا تو بہت سے دوڑتے ہوئے میدان حشر میں پہنچیں گے، بہت سے رینگتے ہوئے، بہت سے گھسٹتے ہوئے اور بہت سے اڑتے ہوئے پہنچیں گے، اس کی وضاحت کیجئے؟

جواب: دنیاوی زندگی میں جس کے پاس جتنا زیادہ اللہ پر ایمان تھا اس کی روح اللہ کی

فرمانبرداری میں اتنا ہی پاکیوں سے قریب اور ناپاکیوں سے دور تھی اور روز جزا کے لئے اس نے اتنی ہی تیاری کی تھی، تو یہ روح بقدر اپنے ایمان اور پاکیزہ فطرت کے اپنے جسم کے لئے لطیف اور پاکیزہ مادّوں کو جمع کرے گی اور جتنا جسم پاکیزہ اور لطیف ہوگا، اتنا ہی تیزی سے میدان حشر میں پہنچے گی- اللہ پر ایمان نہ رکھنے والی روح، جسے روز قیامت پر یقین ہی نہ تھا، اپنے ناپاک اور کثیف جسم کے ساتھ حیران اور پریشان میدان حشر میں پہنچے گی- واللہ اعلم-

سوال: اہل اللہ دنیا ہی میں فنا کا مقام حاصل کر لیتے ہیں، اس کی تشریح کیجئے اور یہ بتائیے کے اہل اللہ کا جسم مرنے کے بعد بھی خراب اور منتشر نہیں ہوتا، اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب: روح کو ابدیت حاصل ہے، دنیاوی زندگی میں روح اپنے خاکی جسم میں مقید ہے، جسم غالب ہے اور روح مغلوب ہے، جسم کثیف ہے اور حیوانی روح رکھتا ہے- اصل روح جوامر ربی ہے لطیف ہے- خاکی جسم اور اس سے وابستہ حیوانی روح بے اختیار ہے- یہ اصل روح کی قوت اور اختیار کو اپنی بقا اور اپنی نفسانی خواہشات کی تکمیل کے لئے استعمال کرتا ہے- قیامت میں جب انسان کو دوبارہ اٹھایا جائے گا تو انسان کی روح غالب اور جسم مغلوب ہوگا، روح کو انسان کے خاکی جسم پر مکمل تصرف حاصل ہوگا-

اللہ کے صاحب ایمان بندے اللہ کی فرمانبرداری میں روح کے اختیار کو اپنی بے لگام نفسانی خواہشات کی تکمیل کے لئے استعمال کرنے کے بجائے، ان کی تسخیر کے لئے استعمال کرتے ہیں- اس طرح وہ روح کے اختیار کو، اس کی قوت کو اور اس کی حاکمیت کے دائرۂ اثر کو بڑھا کر اسے اپنے خاکی جسم اور اس سے وابستہ حیوانی روح اور اس کی نفسانی خواہشات پر غلبہ دیتے ہیں- اس طرح جیسے جیسے اصلی روح کا یہ غلبہ بڑھتا جاتا ہے، روح غالب اور جسم مغلوب ہوتا چلا جاتا ہے- اس کی ذات، اس کا ذاتی اختیار، ارادہ اور خواہشات فنا ہوتی چلی جاتی ہیں اور جب یہ مکمل فنا ہو جاتی ہیں تو اس مقام کو فنا کا مقام کہتے ہیں- اللہ کسی کی کوششوں کو کبھی رائیگاں نہیں کرتے- زندگی میں روح نے اپنے جسم پر جو غلبہ یا گرفت حاصل کی ہے، وہ مرنے کے بعد بھی باقی رہتی ہے- اس لئے انسانی جسم کا سسٹم قائم رہتا ہے اور اجزاء منتشر نہیں ہوتے- قیامت میں جب انسان کو دوبارہ اٹھایا

Marfat.com

جائے گا تو روح غالب اور جسم مغلوب ہوگا۔ روح آزاد اور جسم قیدی ہوگا اور اللہ کے صاحب ایمان بندے تو دنیا کی زندگی ہی میں بقدر اپنے ایمان کے اپنی روح کو اپنے جسم پر غالب کر لیتے ہیں اور ان کی روح ایک طاقتور اور بااختیار روح ہوتی ہے، یہ طاقت اور اختیار ان کی روح نے دنیا کی زندگی میں حاصل کیا ہے، مغلوب کی ضرورتیں غالب کے ذریعے پوری ہوتی ہیں، جب پاکیزہ فطرت رکھنے والی اللہ کی فرمانبردار لطیف روح جسم پر غالب ہوگی اور جسم کی ضرورتیں اس پاک فطرت لطیف روح کے ذریعے پوری ہوں گی تو ان میں بھی پاکی اور لطافت ہوگی۔ واللہ اعلم۔

سوال: مکافات عمل کیا ہے؟

جواب: آسان الفاظ میں اسے انسان کے اپنے اعمال کا نتیجہ یا پھل کہہ لیں۔ یہ قانون فطرت ہے کہ جس کے پاس نہ بیج ہوں، نہ زمین ہو اور نہ اختیار ہو، وہ تو خود اپنے اختیار کے زمانے میں لگائی ہوئی فصل بے اختیاری کے زمانے میں کاٹ رہا ہوتا ہے، وہ نئی فصل کہاں سے لگائے گا، ہمیشہ بااختیار بوتا ہے، اس جگہ بوتا ہے جہاں اس کا اختیار چلتا ہے، وہ چیز بوتا ہے جو اس کے اختیار میں ہوتی ہے اور اپنے سامنے بوتا ہے اور اتنی ہی دور بوتا ہے جتنی کہ اس کے ہاتھوں کی پہنچ ہے۔ عروج کے زمانے میں بوتا ہے اور زوال کے زمانے میں وہ اور اس کے ساتھ شامل تمام لوگ مل کر اس فصل کو کاٹتے ہیں۔ جو عقلمند ہیں وہ عروج کے زمانے میں عدل واحسان اور مساوات کی فصل لگاتے ہیں تاکہ زوال کے زمانے میں انہیں یہی فصل کاٹنے کو ملے۔

سوال: بہت سے لوگ یہ بددعا کرتے ہیں کہ اے اللہ ظالموں کو تباہ کر دے، یہ کہاں تک صحیح ہے؟

جواب: اہل اللہ کبھی ایسی بات کو پسند نہیں کرتے، کیا خبر اللہ کے نزدیک خود ہم ہی بڑے ظالم ہوں اور اپنی بددعا کا پہلا شکار ہم خود ہو جائیں۔ وہ تو اللہ سے صرف اور صرف پناہ کے، رحم و کرم، مدد اور توفیق کے طالب رہتے ہیں۔

سوال: ہمارا قبلہ خانہ کعبہ ہے، قبلہ کے کیا اسرار ہیں؟

جواب: یہ سمت ہماری منزل کی سمت ہے، جو اللہ ہیں اور یہ رخ ہمارے سفر کا رخ ہے۔ جو

Marfat.com

خانہ کعبہ کو اپنا قبلہ تسلیم کرتا ہے اور اس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتا ہے، وہ خانہ کعبہ کے مالک اللہ سے دل کی سچائی کے ساتھ عملی اقرار و عہد کرتا ہے کہ اے اللہ آپ ہی ہماری منزل ہیں اور ہماری زندگی کے سفر کا رخ آپ ہی کی طرف ہے اور یہی ہماری راہ ہے۔ ہمیں آپ ہی کی طرف پہنچنا ہے، ہمارا قول و عمل اور زادراہ آخرت کے لئے ہے۔

سوال: خانہ کعبہ کے طواف کے کیا اسرار ہیں؟

جواب: جو شخص خانہ کعبہ کا طواف کرتا ہے، وہ خود کو اللہ پر نثار کرتا ہے اور عملاً اللہ تعالیٰ سے یہ اقرار کرتا ہے کہ اے اللہ ہماری زندگی کا سفر آپ ہی کے گرد گھومتا ہے اور آپ ہی ہمارا مرکز اور ہمارا مقصود ہیں۔

سوال: شیطان کو پتھر مارنے کی کیا حکمتیں ہیں؟

جواب: شیطان کو پتھر مارنے والا اللہ کے دشمن شیطان کو اپنا دشمن قرار دیتے ہوئے ہمیشہ کے لئے اس سے جنگ کرنے کا عہد کرتا ہے اور ہمیشہ کے لئے اسے اپنے قلب سے باہر نکال دیتا ہے۔

سوال: بے شک انسان خسارے میں ہے (القرآن)، اس کی وضاحت کیجئے؟

جواب: بے شک انسان خسارے میں ہے کہ وہ دنیا اور آخرت دونوں کا نفع چھوڑ کر، دنیا اور آخرت دونوں کے نقصان کا سودا کرتا ہے حالانکہ وہ دنیا کے حصول کی جدوجہد ہی میں آخرت کے حصول کی جدوجہد کو شامل کر سکتا ہے، اسے تو صرف اتنا ہی کرنا ہے کہ اپنی فکر اور اپنے قول و عمل میں اللہ کی رضا اور خوشی کو شامل کر لے۔ آخرت کا نقصان اس طرح کہ وہ آخرت کے لئے جدوجہد ہی نہیں کرتا، دنیا کا نقصان اس طرح کہ حیوانی روح یا انسانی جسم کی فطرت میں احساس ذلت، احساس محتاجی اور احساس خوف ہے۔ انسان اپنی ذات کے لئے جو بھی عمل کرے گا اس سے ان احساسات میں مزید اضافہ ہوگا، وہ اپنی ذات کے لئے مزید ذلت، مزید ناپاکیاں، بے اطمینانی، کرب، بے چینی، خوف اور احساس کمتری حاصل کرے گا۔ پھر اس سے جنم لینے والی شر کی صفات ہیں جیسے حسد، نفرت، انتقام، جھوٹ، مکر و فریب [illegible]رہ۔ یہ تمام شر کی صفا[illegible]

حیوانی روح کی فطرت کو اور اصل روح جو امر ربی ہے، اس کی فطرت کو سختی کا، جلنے کا، ناپاکیوں کا اثر دیتے ہیں اور یہ تمام چیزیں پورے انسانی سسٹم کا حصہ بن جاتی ہیں- دنیا میں جب تک انسان زندہ رہتا ہے چین کے لئے بے چین رہتا ہے اور مرنے کے بعد بھی یہ روح اپنی فطرت کے مطابق اپنی ضرورتوں کو پورا کرتی ہے، ویسے ہی ماحول میں رہتی ہے اور اپنی کمائی ہوئی فطرت کے مطابق کرب اور بے چینی کا شکار رہتی ہے اور بے اختیار رہتی ہے، کمزور اور بیمار رہتی ہے-

انسان یہ بھی نہیں سوچتا کہ اس کا آغاز بے اختیاری محتاجی، خوف اور ذلت ہے- غذا کے لئے، ناپاکیوں کو دور کرنے کے لئے اور اپنے تحفظ کے لئے وہ اپنے پالنے والے ماں باپ کا محتاج ہے، پھر موت کا وقت ہے جس میں یہی سب کچھ ہے، گویا آغاز ایک اور انجام ایک ہے تو وہ اس سچائی کو قبول کرتے ہوئے اپنے اختیار کو اللہ کے حوالے کر کے، اللہ کی بندگی کیوں نہیں کرتا؟ بجائے خود دنیا کے لئے استعمال ہونے کے اللہ کی فرمانبرداری میں دنیا کو کیوں استعمال نہیں کرتا؟ آخر انسان کو لوٹنا تو اللہ کی طرف ہے- انسان جب کسی بڑے سے ملنے جاتا ہے تو سفر کی تیاری کرتا ہے، اچھے کپڑے پہنتا ہے، زادِ راہ لیتا ہے، سواری پکڑتا ہے اور منزل کی طرف روانہ ہوتا ہے، وہ اس بڑے سے واقف ہوتا ہے، وہ ملنے کے سبب، ضرورت یا وجہ سے بھی واقف ہوتا ہے، تو کیا وہ اللہ کی فرمانبرداری اس لئے نہیں کرتا کہ کیا وہ اللہ سے واقف نہیں ہے؟ یا اسے اللہ کی ضرورت نہیں ہے؟ یا وہ اللہ سے ملنے پر یقین نہیں رکھتا ہے؟ مگر ناپاک نطفے سے جنم لینے والا، ناپاکی کی جگہ اور ناپاک خون پر پرورش والا، شرم، ذلت اور ناپاکی کے مقام سے سر کے بل دنیا میں آنے والا انسان یہ بھی نہیں سوچتا کہ اسے پیدا ہی ناپاک، ذلیل اور محتاج کیا گیا ہے اور وہ اسی میں خوش ہے، اس نے اسی کو زندگی کا حاصل سمجھ لیا ہے، وہ اس سے نکلنا ہی نہیں چاہتا- وہ اس وقت تک پاکی حاصل نہیں کر سکتا جب تک کہ وہ پاک، بے عیب، تمام تعریفوں والے اور سب سے بڑے وحدہٗ لاشریک اللہ سے وابستہ ہو کر اللہ کی فرمانبرداری میں پیارے آقاؐ کے نقش قدم پر چل کر پاکی حاصل نہ کرے- انسان کے نزدیک سوائے اپنی حیوانی روح یا اپنے جسم کے اور اپنی نفسانی خواہشات کے ہر چیز غیر اہم ہے- وہ روح اعلیٰ کے اختیار کو نفسانی خواہشات کے تابع کر کے بے اختیاری کا

Marfat.com

وصف دیتا ہے اوراس پاک اور لطیف اور اعلیٰ روح کی فطرت کو ناپاکیوں سے آراستہ کرتا ہے، پھر اس سے حاصل کی ہوئی فطرت کو قیامت تک بھگتتا ہے، حالانکہ وہ یہ دیکھتا ہے کہ روح جب جسم سے نکل جاتی ہے تو جسم مردہ ہو جاتا ہے اور اپنی ناپاکیوں کے سبب بدبو دینے لگتا ہے، اگر انسان اللہ کی فرمانبرداری میں روح اعلیٰ یا اصل روح کے اختیار سے کام لے کر حیوانی روح اور اس کی نفسانی خواہشات کو تسخیر کرتا اور اپنی روح اعلیٰ کو اور اس کی فطرت کو پاکی اور حاکمیت کا وصف دیتا تو بڑے فائدے میں رہتا- غلامی کی بے بسی الگ ہے، حاکمیت کا مزا الگ ہے- مغلوب کی ضرورتیں غالب کے ذریعے پوری ہوتی ہیں- جب لطیف اور پاک روح اعلیٰ کے ذریعے حیوانی روح یعنی انسانی جسم کی ضرورتیں پوری ہوتیں تو ان میں بھی پاکی اور لطافت ہوتی، گویا انسانی جسم بھی لطافت اور پاکی کے غلبے کے سبب لطافت اور پاکی حاصل کرتا۔ پھر روح اعلیٰ کا حیوانی روح اور سسٹم پر اختیار، غلبہ اور گرفت مرنے کے بعد قیامت تک قائم رہتا۔ اس طرح انسانی جسم نہ بکھرتا اور قیامت میں یہ روح اعلیٰ اپنے جسم کے ساتھ قوت ایمان کے سہارے اڑتی ہوئی میدان حشر میں آتی- پھر اپنے اللہ کی رحمت سے نور ایمانی کے سبب اڑتی ہوئی پل صراط سے گزرتی- اس طرح دنیا اور آخرت دونوں جگہ ایسی عزت ملتی جس کے بعد کوئی ذلت نہیں اور ایسا چین اور سکون ملتا جس کے بعد کوئی رنج نہیں- انسان کو خاک سے اس لئے پیدا کیا گیا کہ وہ خاکساری کرے، پھر اس میں روح اعلیٰ کا بیج لگایا گیا تاکہ علم و معرفت اور محبت کے پھول کھلیں اور انسان اہل مقام بنے، مگر اہل مقام بہت ہی کم ہیں، جو ہیں بھی تو وہ حالت بندگی میں اپنے عجز اور بے اختیاری کے سبب، آداب بندگی اور ضبط جذبات کے سبب اوجھل ہیں اور اہل ظاہر بہت ہیں جو عوام کو اپنے دل آویز اقوال اور حیرت انگیز افعال سے متاثر کرتے ہیں- اللہ بزرگ و برتر نے فرمایا: ”اللہ عدل اور احسان اور صلۂ رحمی کا حکم دیتا ہے اور بدی و بے حیائی اور ظلم و زیادتی سے منع کرتا ہے، وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم سبق لو-“ (سورۃ النحل: آیت ۹۵)

”اور ہر جان کو اس کی کمائی پوری دی جائے گی اور ان پر ظلم نہ ہوگا-“ (سورۃ آل عمران: آیت ۲۵)

''اور یہ کہ آدمی نہ پائے گا مگر اپنی کوشش۔'' (سورۃ النجم: آیت ۳۹)

سوال: گمراہی کے اسباب کیا ہیں؟

جواب: بغیر درست نام، نشان اور پتے کے جب انسان کسی منزل کی تلاش میں غلط راہ پر چل نکلتا ہے تو اسی کو گمراہی کہتے ہیں۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک گمراہ انسان دوسرے کو گمراہ کرتا ہے اور یہ بھی ہوتا ہے کہ انسان بغیر تحقیق اور پوچھ گچھ خود اپنی مرضی سے بھیڑ چال کے طور پر گمراہوں کے ساتھ ان کے پیچھے چل نکلتا ہے۔ دین کا معاملہ بالکل جدا ہے۔ ہمارے پاس قرآن مجید بھی ہے اور پیارے آقاؐ کی سنت بھی ہے۔ پیارے آقاؐ کے نقش قدم پر چلنے والے اہل بیت بھی ہیں، صحابہ کرامؓ بھی ہیں اور بزرگان دینؒ بھی ہیں، ان کے قول و عمل، ان کی پسند اور ناپسند اور ان کی راہ بھی ہے۔ قرآن مجید میں جو کچھ ہے، وہ سب کا سب اقرار ہے، عہد ہے، تصدیق ہے اور تسلیم ہے اور تمام راہ ہدایت پر چلنے والوں کی زندگی اللہ سے کئے گئے اقرار و عہد اور تصدیق و تسلیم کی سچائی کو ثابت کرتے گزری۔ ان سب کی راہ عقیدۂ توحید کی راہ ہے، عملی بندگی کی راہ ہ۔ سچ کسی چیز کا ہونا ہے اور جھوٹ کسی چیز کا نہ ہونا ہے، اسی لئے پیارے آقاؐ نے فرمایا کہ جس کے پاس اقرار عہد کی سچائی نہیں اس کا کوئی دین نہیں، جس کے پاس امانت داری نہیں، اس کا ایمان نہیں۔ جو اللہ سے جھوٹ بولتا ہے اور اللہ سے جھوٹے اقرار عہد کرتا ہے، وہ دراصل خود اپنے آپ کو دھوکہ دیتا ہے اور خود اپنے آپ کو دھوکے میں رکھتا ہے۔ ایک طرف وہ اقرار کرتا ہے کہ نہیں ہے کچھ بھی سوائے اللہ کے، اپنے اس اقرار میں وہ تسلیم کر رہا ہے کہ اللہ وحدہٗ لاشریک ہیں، اس کے بعد وہ اقرار کر رہا ہے کہ حضرت محمدؐ، رسول اللہ ہیں، اس اقرار میں وہ واضح طور پر یہ تسلیم کر رہا ہے کہ قرآن و سنت ہی راہ ہدایت ہیں۔ اقرار و عہد کی بابت چند مثالیں بیان کی جاتی ہیں: اب انسان اقرار کر رہا ہے کہ اے اللہ ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں، آپ ہی سے مدد چاہتے ہیں اور آپ ہی پر بھروسہ کرتے ہیں، ایک جگہ وہ اللہ سے اقرار کر رہا ہے کہ ہم کو ہمارا اللہ ہی کافی ہے، وہی ہمارا اچھا کارساز ہے، وہ یہ بھی اقرار کرتا ہے کہ میں اپنے تمام کاموں کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں جو اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے، وہ اللہ سے یہ بھی اقرار کر رہا ہے کہ اے ہمارے رب میں سخت تکلیف میں ہوں اور آپ سے

Marfat.com

بڑھ کر کوئی رحم کرنے والا نہیں ہے، وہ یہ بھی کہتا ہے کہ اے اللہ، اے ہمارے رب میں مغلوب ہو گیا ہوں، میری مدد کو پہنچ جا- جو اللہ سے کئے گئے اپنے اقرار و عہد کو اپنے قول و عمل دونوں سے یا صرف عمل سے جھٹلاتا ہے-اس سے پہلا سوال یہ ہے کہ وہ اللہ سے کیوں جھوٹے اقرار و عہد کر رہا ہے؟ قرآن و سنت اور راہ ہدایت پر چلنے والوں کی راہ کے اور ان کی منزل کے مکمل اور درست نام، نشان اور پتے کے ہوتے ہوئے وہ راہ ہدایت پر کیوں نہیں چل رہا ہے؟ کیونکہ جھوٹ ہمیشہ متکبر بولتا ہے یا تو قانون ضرورت کے تحت بولتا ہے یا لالچ سے بولتا ہے یا عادتاً بولتا ہے یا ٹال مٹول کرنے کے لئے بولتا ہے۔اب اگر وہ قرآن و سنت کے ہوتے ہوئے گمراہ ہے، جو مکمل راہ ہدایت ہے، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کی یا تو قرآن و سنت سے کوئی وابستگی نہیں یا وہ قرآن و سنت سے واقف نہیں اور صرف سنی سنائی پر عمل کرتا ہے یا اپنے تکبر کے سبب کاہل اور لاپرواہ ہے اور عبادت کی عملی مشقت اور پابندی سے بھاگ رہا ہے یا اپنے تکبر کے سبب اللہ کے حضور سر جھکانے کو بہت مشکل کام سمجھتا ہے۔ گمراہی کا مفہوم ہے، کسی بھی سبب سے راہ کا گم ہو جانا، راہ سے بھٹک جانا- اب اس شخص سے جو اللہ سے کئے ہوئے اپنے اقرار و عہد کو جھٹلاتے ہوئے راہ ہدایت پر چلنے والے غیر اللہ کو اپنی مدد کے لئے پکارتا ہے، اس سے یہ سوال ہے کہ کیا اس کا یہ عمل خود اس راہ ہدایت پر چلنے والی ہستی کی تعلیمات کے خلاف تو نہیں ہے، اس کی پسند کے خلاف ناپسندیدہ عمل تو نہیں ہے کیونکہ ہر وہ عمل جو ان کی تعلیمات سے متصادم ہوگا یا ان کی پسند کے خلاف ہوگا، وہ ان سے دشمنی کا عمل ہوگا نہ کہ دوستی کا- دوسرا سوال یہ کہ کیا اس راہ ہدایت پر چلنے والی ہستی نے یہ کہا ہے کہ اللہ کے سوا مجھے مدد کے لئے پکارو- یقیناً ایسا نہ کہا ہوگا اور نہ کہہ سکتی ہے، اس کا صاف مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ جو کچھ کہہ رہا ہے، اپنے ذاتی اختیار، ارادے، خواہش اور پسند سے کہہ رہا ہے اور اپنے ذاتی تکبر کے باعث متکبر بن کر کہہ رہا ہے اور نہ صرف ان کی تعلیمات کو جھٹلا رہا ہے بلکہ دشمنی میں ان کے کردار کو بھی مسخ کر رہا ہے اور کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو بغیر سوچے سمجھے اس گمراہی کو اختیار کر رہے ہیں اور وہ یہ کہتا ہے کہ میرا عمل تو عقیدت، محبت اور عشق کا مظاہرہ ہے اور میں تو ذریعے اور وسیلے کو پکڑتا ہوں۔تو بھائی یہ بات بھی جھوٹ ہے، کیونکہ محبت رنگ میں رنگ جانا ہے، عشق رنگ

Marfat.com

میں رنگ کر فنا ہو جاتا ہے، عقیدت کی راہ کو، تعلیمات کو اختیار کرنا ہے اور جو ذریعہ اور وسیلہ پکڑتا ہے، وہ ذریعہ اور وسیلے کی ہر ہر چیز کو پکڑتا ہے، یہ ممکن ہی نہیں کہ ذات کو پکڑے اور ذات سے وابستہ ان کی تعلیمات کو، قول و عمل کو اور ان کی راہ کو نہ پکڑے۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس کا راہ ہدایت پر چلنے والی اس ہستی کی ذات سے عملاً کوئی تعلق نہیں ہے، وہ یا تو خود دھوکا کھا رہا ہے یا جان بوجھ کر دوسروں کو دھوکا دے رہا ہے کہ اللہ کو جھٹلا رہا ہے، کلام الٰہی کو جھٹلا رہا ہے، پیارے آقاؐ کے نقش قدم اور آپؐ کی سنت کو جھٹلا کر پیارے آقاؐ کو جھٹلا رہا ہے۔ راہ ہدایت پر چلنے والوں کی تعلیمات کو جھٹلاتے ہوئے اور ان کی تعلیمات کے خلاف عمل کر کے ان سے دشمنی کر رہا ہے اور بات عقیدت، محبت اور دوستی کی کر رہا ہے۔

سوال: کیا فرشتوں میں سوچنے اور سمجھنے کی صلاحیت پائی جاتی ہے؟

جواب: قرآن مجید میں یہ کہا گیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں تو فرشتے بولے کہ کیا تو زمین میں ان لوگوں کو پیدا کرے گا جو زمین میں فساد اور خون خرابا کریں گے۔ کلام الٰہی کے یہ الفاظ اس بات کا ناقابل تردید ثبوت ہیں کہ فرشتوں میں سوچنے اور سمجھنے کی صلاحیت پائی جاتی ہے۔

سوال: قانون فطرت کیا ہے؟

جواب: قانون فطرت اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے وہ فطری اصول ہیں جو انسان کی فطرت پر حد قائم کرتے ہوئے اسے بے لگام ہونے سے روکتے ہیں، جیسے ہی انسان بے لگام ہو کر ان اصولوں کو توڑتا ہے وہ قانون قدرت کی زد میں آ جاتا ہے اور جب وہ قانون قدرت کو توڑتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے اختیار سے جا ٹکراتا ہے تو پھر اسے یا تو ہلاک کر دیا جاتا ہے یا پھر اسے ذلت کے ایسے گڑھے میں پھینک دیا جاتا ہے جہاں سے وہ کبھی نہیں نکل سکتا۔ قانون توازن دراصل قانون قدرت ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ آپ ایک جگہ جتنا گڑھا کھودیں گے دوسری جگہ اتنا ہی فراز یا بلندی پیدا ہوگی، دوسرے یہ کہ گڑھا کھودنے والا اپنے لئے یعنی اپنی ضرورت کے لئے گڑھا کھودے گا، جتنا گہرا گڑھا کھودے گا اسے اتنی ہی گہرائی میں خود اس گڑھے میں اترنا ہوگا۔ دوسرا

قانون عمل اور ردعمل کا قانون ہے، جتنا عمل شدید ہوگا، ردعمل بھی اتنا ہی شدید ہوگا- منفی عمل کا ردعمل منفی اور مثبت عمل کا ردعمل مثبت ہوگا- اس قانون کا سب سے اہم پہلو یہ ہے کہ عمل اور ردعمل دونوں ہمیشہ کسی نہ کسی شکل میں باقی رہتے ہیں اور نسل در نسل ایک دوسرے کو منتقل ہوتے رہتے ہیں- اگر ردعمل کو کسی سخت عمل کے ذریعے سے دبا دیا جائے تو ردعمل کا دباؤ بڑھ جاتا ہے یہاں تک کہ وہ اپنے دباؤ کی قوت کے بقدر دھماکے سے پھٹ جاتا ہے، تیسرا مکافات عمل کا قانون ہے، انسان کا عمل ایک بیج کی مانند ہے، انسان جس بیج کی فصل اگاتا ہے وہی کاٹتا ہے اور اسی کا پھل کھاتا ہے-

سوال: شب برأت یا لیلۃ المبارکہ کیا ہے، جو لوگ اس دن آتش بازی کر کے اپنی خوشی کا اظہار کرتے ہیں، ان کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

جواب: قرآن مجید میں اس رات کو لیلۃ المبارکہ کہا گیا ہے- اس رات کو شب برأت یعنی نجات کی رات کہا جاتا ہے- یہ رات گناہوں پر ندامت اور طلب مغفرت کے لئے انتہائی قیمتی لمحات فراہم کرتی ہے- یہ رات غروب آفتاب کے ساتھ جلوہ افروز ہوتی ہے، اس شب کا آغاز اللہ بزرگ و برتر کی اس ندا سے ہوتا ہے کہ ہے کوئی طالب مغفرت کے اسے بخش دیا جائے- حدیث شریف میں ہے کہ اس رات کارکنان غیبی اللہ تعالیٰ کے سامنے سال بھر کے اعمال نامے پیش کرتے ہیں، اس رات بار بار ندا ہوتی ہے، خبردار ہے کوئی مغفرت مانگنے والا کہ میں اس کے گناہوں کو بخش دوں، خبردار ہے کوئی رزق مانگنے والا کہ میں اس کو رزق دوں، ہے کوئی مصیبت میں گرفتار کہ میں اس کو معافی عطا کروں- یہاں تک کہ فجر طلوع ہو جاتی ہے- اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، کیا ایمان والوں کے لئے ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کو یاد کرنے کے لئے موم ہو جائیں- قرآن مجید میں اس رات کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں! قسم ہے اس روشن کتاب کی، ہم نے اسے برکت والی رات میں اتارا، بے شک ہم ڈرسنانے والے ہیں، اس رات میں ہمارے حکم سے ہر حکمت والا کام بانٹ دیا جاتا ہے، بے شک ہم بھیجنے والے ہیں، تمہارے رب کی طرف سے رحمت، بے شک وہ سنتا ہے اور جانتا ہے-

Marfat.com

انسان زبان سے جھوٹ بول سکتا ہے لیکن اس کا عمل اس کی فطرت کی سچائی کو ظاہر کرتا ہے، انسان اپنے عمل سے اپنی فطرت کی پسندیدہ خواہش کا اظہار کرتا ہے، خواہش دراصل خاموش دعا ہے، خاموش طلب ہے، آتش بازی کرنے والا اس اہم رات میں اللہ تعالیٰ سے اپنے لئے آگ اور دھما کے طلب کرتا ہے، یہ رات تو عطا و بخشش کی رات ہے، جس کا جو جی چاہے سو طلب کرے اور جس طرح جی چاہے طلب کرے۔

سوال: انسان اپنی فطرت کو کیسے پاک کرے؟

جواب: جب ہم اجابت کو جاتے ہیں تو پہلے اپنے کپڑوں کو غلاظت سے بچاتے ہیں، غلاظت کو جسم کے دوسرے حصوں تک پھیلنے سے بچاتے ہیں، پھر غلاظت کو صاف کرنے کے لئے پاک وصاف پانی کے ذریعہ غلاظت کو دھو ڈالتے ہیں۔ اس پورے عمل میں پہلے تو ہم نے اپنے وجود کے اندر چھپی ہوئی غلاظت سے نجات حاصل کی، دوسرے ہم نے اپنے پورے جسم اور لباس کو غلاظت سے بچایا، تیسرے یہ کہ پاک وصاف پانی کے ذریعے ہم نے اس غلاظت کو صاف کیا۔ انسان تو عام زندگی میں بھی غلاظت سے بچ کر چلتا ہے۔ صاف ستھرے گھر، صاف ستھرے بستر اور صاف ستھرے ماحول میں رہتا ہے۔ اپنے باطن کو پاک کرنے کے لئے ضروری ہے کہ سب سے پہلے پاک اور بے عیب اللہ سے وابستہ ہو پھر اللہ کی فرمانبرداری میں اللہ کے بتائے ہوئے طریقے پر چل کر مزید ناپاکیوں سے بچتے ہوئے اپنے باطن کی ناپاکیوں سے نجات حاصل کرے، اس کے لئے ہر ایسے عمل سے بچے جس سے ناپاکی کا احساس حاصل ہوتا ہے، توبہ کے ذریعہ باطن کی ناپاکیوں کو دھوئے اور پاکیزہ قول و عمل اور پاکیزہ ماحول سے اپنے لئے پاکیزگی کا احساس حاصل کرے۔

پانی تین طرح کا ہوتا ہے، بہتا ہوا پانی، جو پاک ہوتا ہے، دوسرا وہ پانی جسے صاف کر کے محفوظ کر لیا جاتا ہے، یہ پانی کبھی خراب نہیں ہوتا، تیسرا کسی گڑھے میں رکا ہوا پانی، جو وقت کے ساتھ ساتھ مزید غلاظتوں کے شامل ہونے کے سبب بدبودار ہوتا چلا جاتا ہے۔ بہتے ہوئے پانی کی مثال ایسی ہے کہ ایک انسان جیسے ہی اللہ کی فرمانبردری میں ناپاکیوں اور ناپاک

Marfat.com

احساسات سے بچتے ہوئے اور اپنی روح اعلیٰ کے اختیار کو استعمال کرتے ہوئے اپنی نفسانی خواہشات پر رائی کے دانے کے برابر غلبہ حاصل کرتا ہے، اسی وقت سے باطن سے ناپاکیوں کے اخراج کا عمل شروع ہو جاتا ہے اور نفسانی خواہشات پر جیسے جیسے روح اعلیٰ یا حاکم روح یا با اختیار روح کا غلبہ اور اختیار بڑھتا چلا جاتا ہے، ناپاکیوں کے اخراج کا عمل بھی تیزی سے بڑھتا جاتا ہے۔

دوسرا محفوظ پانی ہے، اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے ہی انسان مرتا ہے، پاکیزہ فطرت رکھنے والی روح کی پاکیزہ فطرت ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو جاتی ہے، تیسرا گڑھے میں رکا ہوا پانی ہے جو وقت کے ساتھ ساتھ خراب ہو کر بدبو دینے لگتا ہے، اس کی مثال اس متکبر انسان کی ہے، جو اپنی ذاتی بڑائی کے حصار میں گھر کر اپنی نفسانی خواہشات کی غلامی کرتا ہے، اس کی فطرت کی تمام ناپاکیاں اس کے اندر جمع ہوتی رہتی ہیں اور وقت کے ساتھ ساتھ خراب ہو کر بدبو دینے لگتی ہیں۔

سوال: ایمان، امن، سلامتی کا حصول کیسے ممکن ہے؟

جواب: ایمان عقیدۂ توحید کے ساتھ ہے۔ عقیدۂ توحید روح اعلیٰ کی فکر کو، شعور کو اور فطرت کو مرکزیت عطا کرتی ہے۔ وہ ایک طرف تو اللہ کے نائب کی حیثیت سے اللہ تعالیٰ کی حاکیت کے اعلیٰ اوصاف کا شعور حاصل کرتے ہیں تو دوسری طرف بندگی کے لئے اور بندگی کی راہ میں اعلیٰ ترین اخلاقی اوصاف سے اپنی فطرت کو سجاتے ہیں، ان کے قلب پر ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے لئے حسن ظن کا، شکر گزاری کا، احسان مندی کا اور امانت داری کا احساس غالب رہتا ہے، ان میں خیر کا احساس فولاد کی مانند ٹھوس ہوتا ہے اور خیر تو کبھی بھی منتشر نہ ہونے کے لئے یکجا ہوتا ہے اور خیر کی فطرت ہمیشہ سے چین اور سکون کی، راحت واطمینان کی ہے۔

جب بہت سے صاحب ایمان مجتمع ہو کر ایک ٹھوس چٹان کی شکل اختیار کرلیں گے تو وہ اپنے ایمان کے سبب، امن اور سلامتی حاصل کرلیں گے۔ ان کی فطرت میں بھی امن وسلامتی ہے، ان کے باہر کا ماحول بھی امن اور سلامتی کا ماحول ہے، ان کے دشمن بھی ان سے خوفزدہ ہو کر دور رہنے پر مجبور ہیں۔

Marfat.com

شر کی فطرت میں ہمیشہ سے انتشار ہے، بے چینی ہے، بے اطمینانی ہے، اضطراب ہے، ذاتی برتری ہے، ذاتی مفادات ہیں، نفسانی خواہشات کا غلبہ ہے اور آپس میں مسابقت کی دوڑ ہے۔ شر خواہ کتنا ہی خیر کے خلاف مجتمع ہو جائے وہ اپنے انتشار کے سبب کمزور ہے۔ دراصل واقعہ یہ ہے کہ ہم دین اور عقیدۂ توحید سے دور ہو کر دوہرے عذاب میں مبتلا ہیں۔ ایک طرف اللہ اور اللہ کے رسولؐ کے باغی ہیں تو دوسری طرف مسلمان کہلانے کے سبب اسلام دشمن قوتوں کے براہ راست انتقام کا نشانہ ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جو کام شیطان صدیوں میں نہ کر سکا وہ کام، زمانۂ قدیم سے دین کے نام پر دین کی تجارت کرنے والوں نے بہت ہی مختصر عرصے میں انجام دے دیا اور دین میں ایسی بڑی بڑی دراڑیں ڈال دیں جو شاید قیامت تک نہ پاٹی جا سکیں۔ حقیقت یہ ہے کہ صاحب ایمان اللہ کا اور اللہ کے دین کا مغلوب ہوتا ہے، وہ کبھی بھی دین کو استعمال نہیں کر سکتا۔ یہ قانون فطرت ہے کہ مغلوب کبھی بھی غالب کو استعمال نہیں کر سکتا۔ ہمیشہ غالب ہی مغلوب کو استعمال کرتا ہے اور ہمیشہ غالب ہی کے ذریعے مغلوب کی ضرورتیں پوری ہوتی ہیں، تو اللہ کے دین کا مغلوب اللہ کے دین کے لئے استعمال تو ہو سکتا ہے مگر اللہ کے دین کو قانون ضرورت کے تحت استعمال نہیں کر سکتا۔ دین سے باہر رہ کر ہی دین کا استعمال کیا جا سکتا ہے اور یہ کام مشرک اور منافق ہی کر سکتا ہے کیونکہ کسی بھی شے کا استعمال کرنے کے لئے اختیار کی ضرورت ہے اور مومن تو بندگی میں اور دین کے معاملے میں اللہ کا بے اختیار بندہ ہوتا ہے اور پھر عظمت الٰہی کا غلبہ مومن کی نگاہ میں دنیا کو حقیر بنا دیتا ہے اور مومن نہ تو حقیر چیز سے خوف کھاتا ہے اور نہ حقیر چیز کو طلب کرتا ہے۔ جب لالچ اور خوف ختم ہو گیا تو جھوٹ خود بخود ختم ہو گیا، اس لئے کہ جھوٹ کا سبب یا تو لالچ ہے یا خوف ہے، اب وہ اس حقیر دنیا کے لئے دین کی تجارت نہیں کر سکتا، اپنی دنیا اور آخرت دونوں کو برباد نہیں کر سکتا۔

سوال: اس دور میں اہل اللہ کیوں نظر نہیں آتے؟

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ یہ دور فتنوں کا، منافقت کا، ریاکاری کا دور ہے۔ جو کچھ اہل اللہ کے پاس ہے، اس کا کوئی طلب گار نہیں ہے، یہ وہ دور ہے جس میں جہل مسلط ہے، دوستی کی

Marfat.com

بنیاد جھوٹ اور کذب پر ہے۔ اداکاری اور ریاکاری ایک قابل قدر فن ہے۔ سچائی دوستوں کے درمیان دشمنی کا سبب ہے۔ ذلیل اور کمینے زیادہ ہیں، نیک لوگ کم ہیں۔ دوستی زبان پر اور دشمنی دل میں ہے۔ دین کو اور علم دین کو اور عشق رسولؐ کو قانون ضرورت کے تحت لوگ دنیاوی تجارت کے لئے، نام و نمود کے لئے اور قوت و اقتدار کے حصول کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ عیاری اور مکاری ذہانت ہے، سمجھدار بدکار سمجھے جاتے ہیں، ضعیف اور کمزور لقمہ تر ہیں۔ اولادیں نافرمان اور باغی ہیں اور اولادوں کے لئے ماں باپ برہمی کا سبب ہیں۔ نادان مدبر ہیں، کفران نعمت عام ہے، چغل خور اور خوشامدی بہترین مصاحب ہیں۔ صلۂ رحمی کو احسان سمجھ کر کیا جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اہل اللہ زبان بندی کے ساتھ گوشوں میں جا چھپے ہیں۔ اہل اللہ کی چار اقسام ہیں ۱۔ وہ جو وقت اور حالات دونوں پر نظر رکھتے ہیں ۲۔ وہ جو صرف عاقبت پر نظر رکھتے ہیں ۳۔ وہ جو حقائق کا مشاہدہ کرتے ہیں ۴۔ وہ جن کی نظر صرف مسابقت پر ہوتی ہے۔ اہل اللہ ہمیشہ خود کو فتنوں سے اور فتنوں کی جگہ سے دور اور پوشیدہ رکھتے ہیں۔

دعا

اے اللہ نہ میں اپنے لئے نقصان کا مالک ہوں نہ نفع کا، نہ موت کا نہ زندگی کا اور نہ دوبارہ جلائے جانے کا اور نہ اس بات کا کہ کچھ لے سکوں مگر جو آپ اپنی رحمت سے، کرم سے، احسان سے عطا فرمادیں اور نہ کسی چیز سے بچ سکتا ہوں مگر یہ کہ آپ اپنی خاص رحمت سے، کرم سے، احسان سے بچالیں مجھے وہ قول اور عمل عطا کردیجئے جس سے آپ راضی رہیں اور خوش رہیں۔

اے اللہ ہمارے ماں باپ کو اور ان کی آل اولاد کو، ہم کو اور ہماری ازواج/شوہروں اور ہماری آل اولاد کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنی پناہ میں لے لیجئے۔ شیطان سے اور اس کے شر سے، نفس کے شر سے، تمام مخلوقات کے شر سے، ہر جاندار اور بے جان چیز کے شر سے، ہر شے کی برائی سے جو ہم نے جانی اور جو نہ جانی، جادو ٹونے سے اور جادو ٹونہ گنڈے تعویذ کرنے والوں کے شر سے، دوستوں کے شر سے، دشمنوں کے شر سے، بدخواہوں کے شر سے، حاسدوں کے شر سے، نظر بد لگانے والوں کے شر سے، ہر قسم کے فقر و فاقے سے، ذلتوں سے، رسوائیوں سے محتاجیوں سے، ناکامیوں سے،

Marfat.com

نامرادیوں سے، بدبختیوں سے، قرض سے، مفلسی سے، جہنم کے عذاب سے، برے ہمسائے سے، تمام اعضاء کی برائیوں سے، تمام جسمانی اور روحانی امراض سے، کفر سے، شرک سے، بدعتوں سے، بدزبانی سے، جھوٹ سے، غیبت سے، حسد سے، لالچ سے، کینے سے، تکبر سے، بے حیائی سے، چغلی سے، بہتان سے، گر کر مرنے سے، ڈوبنے سے، جلنے سے، ہر قسم کے حادثے سے، ہر طرح کی بری موت سے، برص سے، جذام سے، دماغی اور جسمانی معذوری سے، دل کے زنگ آلودہ ہو جانے سے، ایسے نفس سے کہ سیر نہ ہو، ایسے دل سے کہ خشوع نہ ہو، ایسے عمل سے جو قبول نہ ہو، ایسی دعا سے جو قبول نہ ہو، ایسے قول، اقرار اور عہد سے جس میں سچائی نہ ہو اور اس سے کہ ہم کسی پر زیادتی کریں یا کوئی ہم پر زیادتی کرے، یا ہم کسی پر ظلم کریں یا کوئی ہم پر ظلم کرے، یا ہم حد سے بڑھ جائیں اور کسی ایسے گناہ کے مرتکب ہو جائیں کہ آپ اسے نہ بخشیں، تمام دینی اور دنیاوی معاملات میں ہر لمحہ، ہر گھڑی ظاہر اور باطن دونوں میں ہر قسم کی غفلتوں سے، خطاؤں سے، غلطیوں سے اور ایسی موت سے جو اپنے اللہ پر ایمان کے بغیر ہو، تمام خوفوں سے، تمام آفات اور بلاؤں سے، مصیبتوں سے، خطاؤں سے، غموں سے، فکروں سے، پریشانیوں سے، لغزشوں سے، گناہوں سے، گمراہیوں سے، ناپاکیوں سے، نافرمانیوں سے، امانتوں میں خیانتوں سے اور ایک لمحے کے لئے بھی آپ کی یاد سے، ذکر اور فکر سے، حمد اور تسبیح سے اور درود پڑھنے سے غافل رہنے سے اور ایک لمحے کے لئے بھی آپ کی رحمت سے مایوس ہونے سے اور ایک لمحے کے لئے بھی آپ کی رحمت سے محروم رہنے سے اور اس بات سے کہ روز قیامت ہمارے نامۂ اعمال پیٹھ کے پیچھے سے ہمارے بائیں ہاتھ میں دیئے جائیں اور قبر کے، حشر کے، دوزخ کے عذاب سے اور آپ کے غضب سے اور ہر ایسی چیز سے جس سے آپ ناراض ہوتے ہوں اور دنیا کے تمام فتنوں کے شر سے، ہم سب کی جان مال، عزت و آبرو اور ایمان اور دنیا اور آخرت سب کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنی پناہ میں لے لیجئے، ڈھانپ لیجئے ہم سب کے عیبوں کو، امن دیجئے، ہم سب کو خوفوں سے اور معاف فرما دیجئے ہم سب کی لغزشیں اور حفاظت فرمائیے ہم سب کی اوپر سے، نیچے سے، داہنے سے، بائیں سے، آگے سے اور پیچھے سے اور اس کے کہ بے خبر ہلاک ہو جائیں اور اے اللہ میں

پناہ مانگتا ہوں تیرے عفو کے ذریعے تیرے عذاب سے، تیری خوشنودگی کے ذریعے تیرے غصہ سے، اے ہمارے رب میرے نفس کو پرہیزگاری دے دے، اس کو پاک کردے، تو بہترین پاک کرنے والا ہے، تو ہی اس کا مالک ہے، اے اللہ میری رہبری کر ان لوگوں میں جن کی تو نے رہبری کی ہے، مجھ کو عافیت دے ان لوگوں میں جن کو تو نے عافیت دی ہے، مجھے دوست بنالے اور ان لوگوں میں جن کو تو نے دوست بنالیا ہے اور برکت دے مجھے ہر اس چیز میں جو تو نے مجھے دی ہے اور مجھے ہر اس برائی سے بچالے جو تو نے مقدر کر رکھی ہے کیونکہ تو ہی فیصلہ کرتا ہے، تیرے خلاف فیصلہ نہیں کیا جاسکتا، تیرا دوست ذلیل نہیں ہوسکتا اور تیرا دشمن عزیز نہیں ہوسکتا۔

اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں، تندرستی کا، پرہیزگاری کا، عجز کا، امانت داری اور تمام اچھی عادتوں کا اور تقدیر پر راضی رہنے کا، اے اللہ تو پاک کردے میرے دل کو نفاق سے اور میرے عمل کو ریا (دکھاوا) سے اور میری زبان کو جھوٹ سے اور میری آنکھ کو خیانت سے اور اے اللہ بنالیجئے اور لکھ لیجئے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے لوح محفوظ پر ہمارے ماں باپ کو اور ان کی آل اولاد کو، ہم اور ہماری آل اولاد کو اور ہماری بیویوں/ شوہروں کو اپنا ہدایت یافتہ، ہدایت کرنے والا نہ گمراہ ہونے والا اور نہ گمراہ کرنے والا، اپنا مقرب، برگزیدہ، منتخب، نیک اور صالح، متقی، باسعادت، بلند نصیبہ، نیک بخت، پرہیزگار، پرہیزگاروں کا پیشوا، وارث انبیاء، اپنا ذلیل، عاجز اور محتاج بندہ بنا لیجئے کہ آپ کی محتاجی سے بڑھ کر کوئی تونگری نہیں اور آپ کے حضور میں ذلت سے بڑھ کر کوئی عزت نہیں، ہر شے آپ کی عزت کے آگے ذلیل ہے اور آپ کی سلطنت کے آگے فرمانبردار ہے اور آپ کی پناہ سے مضبوط کوئی جائے پناہ نہیں ہے اور بنالیجئے ہم کو ہمیشہ کے لئے صاحب ایمان، اپنا اطاعت گزار، فرمانبردار، شکرگزار، امانت دار اور احسان مند بندہ اور اپنے پیارے حبیبؐ کے نقش قدم پر چلنے والا امتی بنالیجئے اور عطا کردیجئے ہم سب کو ہمیشہ کے لئے اپنی رحمتوں کی، کرم کی، فضل کی، عفو اور درگزر کی، اپنی بخشش وعطا کی، انعام کی، احسان کی، مدد کی، توفیق کی، ہدایت کی، رہنمائی کی، حق کی، ایمان کی، عدل کی، شجاعت کی، عفت اور پاکیزگی کی، سخاوت کی، امور صالح کی اور تمام اخلاقی خوبیوں کی، علم ظاہری کی، علم باطنی کی، نور معرفت کی، نور ہدایت کی، ابدی

Marfat.com

نعمتیں، ابدی دولتیں ہم سب کو عطا فرما دیجئے اور دنیا اور آخرت دونوں جگہ ایسی عزت عطا فرما دیجئے جس کے بعد کوئی ذلت نہ ہو، ایسا ایمان عطا کر دیجئے کہ جس کے بعد کوئی کفر، کوئی شرک اور کوئی بدعت نہ ہو۔

الٰہی میں تجھ سے بخشش چاہتا ہوں ہر ایک گناہ کی کہ میں نے اس سے تیرے سامنے توبہ کی ہو اور پھر اس کو دوبارہ کیا ہو، تیری مغفرت چاہتا ہوں ہر ایسی چیز سے کہ میں نے اس کا وعدہ تجھ سے اپنے دل میں کیا ہو، پھر وہ تیرے لئے پورا نہ کیا ہو، تجھ سے بخشوانا چاہتا ہوں وہ عمل جن کا ارداہ میں نے تیرے لئے کیا ہو، تیری رضا کے لئے کیا ہو پھر اس میں دوسرا مل گیا ہو، تجھ سے بخشش چاہتا ہوں ہر نعمت کی جو تو نے مجھ کو دی ہو اور میں نے اس سے تیری نافرمانی میں مدد لی ہو، اے بخشش کرنے والے تو ہی تمام طاقت اور قوت کا سرچشمہ ہے، جس کے پاس جو کچھ ہے تیرا ہے، تیری طرف سے ہے اور تیرے لئے ہے، نہ طاقت ہے بندگی کی، نہ طاقت ہے گناہوں سے بچنے کی، مگر تیری توفیق اور مدد سے، میں بخشش چاہتا ہوں اے پوشیدہ اور ظاہر کے جاننے والے ہر گناہ سے جس کا میں مرتکب ہوا ہوں، دن کی روشنی میں، رات کی تاریکی میں، مجمع اور تنہائی میں، ظاہر اور باطن میں، اے اللہ میرے دین کی اصلاح کر دے، میرے باطن کی حفاظت فرما، میرے حاضر کو بلند کر دے، میرے عمل کو ستھرا کر دے، مجھ کو سچا ایمان عطا فرما، ایسا یقین جس کے بعد کفر نہ ہو، ایسی عزت جس کے بعد کوئی ذلت نہ ہو، ایسی روشنی جس کے بعد تاریکی نہ ہو، میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کامیاب رہنے کا قضا کے وقت، اور شہیدوں کے مراتب کا، نیک بختوں کی زندگی کا، دشمنوں پر غالب رہنے کا، انبیاء کے ساتھ رہنے کا۔ رب العالمین کر دے ہم کو ہدایت کرنے والا، ہدایت یافتہ، گمراہ نہ ہونے والا اور نہ گمراہ کرنے والا۔ الٰہی یہ دعا ہے اور قبول کرنا تیرا کام ہے اور بھروسہ تجھ پر ہے اور تیری ہی طرف ہم کو لوٹنا ہے، اے اللہ ہماری دنیا اور عاقبت کو سنوار دے، ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا۔

پاک ہے میرا اللہ صاحب فضل و نعمت، صاحب قدرت و کرم، جس نے گھیرا سب چیزوں کو اپنے علم سے، الٰہی کر دے نور میرے لیے میرے دل میں، نور میری قبر میں، نور میرے لئے کان

Marfat.com

میں، آنکھ میں، بال میں، گوشت میں اور ہڈیوں میں، روشنی میرے سامنے، میرے پیچھے، میرے داہنے، میرے بائیں، میرے اوپر اور نیچے۔ الٰہی زیادہ کر مجھ کو نور میں، دے مجھ کو نور، تمام اعضائے ظاہر اور باطن کے ساتھ ایسا کردے کہ حق کی جھلک اور امور خیر کی روشنی مجھ سے ہو جائے، الٰہی میں تجھ سے سوال کرتا ہوں معاف کرنے کا، سب آفتوں سے سلامت رکھنے کا، دنیا اور دین میں، گھر والوں میں اور مال میں، الٰہی ڈھانپ میرے عیبوں کو اور امن دے مجھے خوفوں سے (یعنی ڈر سے)، معاف کر میری لغزشیں اور ڈھانپ میرے عیبوں کو، حفاظت فرما میری سامنے سے اور پیچھے سے، اوپر سے، نیچے سے اور اس سے کہ بے خبر ہلاک ہو جاؤں، الٰہی اپنا محتاج رکھ غیر کے حوالے نہ کر، اپنے حضور میں ذلیل اور دنیا کے لئے معزز اور محترم بنا دے، بے شک مجھ کو میرا اللہ کافی ہے، وہ میرا اچھا کارساز ہے، الٰہی میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ میں کسی پر ظلم کروں یا مجھ پر کوئی ظلم کرے یا میں حد سے بڑھ جاؤں یا مجھ پر کوئی زیادتی کی جائے یا میں کسی ایسے گناہ کا مرتکب ہو جاؤں کہ تو اسے نہ بخشے۔ سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس کی عظمت کے سامنے ہر چیز دب گئی ہے، اس کی عزت کے مقابل ہر چیز ذلیل ہے، فرمانبردار ہے، اے درگزر کرنے والے، بخشنے والے، مجھ پر رحم فرما، میرا کوئی عمل ایسا نہیں جسے تیری بارگاہ میں پیش کرسکوں، فقط تیری رحمت کا سہارا ہے، اے رب مغفرت کر میری اور میرے ماں باپ کی، سنوار دے ان کی دنیا اور عاقبت، بلند کر ان کے درجات، الٰہی مغفرت کر ایماندار مردوں اور عورتوں کی اور مسلمان مردوں اور عورتوں کی، جو زندہ ہیں ان کی بھی اور جو مر گئے ان کی بھی۔ الٰہی میں پناہ مانگتا ہوں دنیا کے فتنہ سے، قبر کے عذاب سے، لالچ سے، ایسے علم سے جو مفید نہ ہو، ایسے دل سے کہ خشوع نہ ہو، ایسی دعا سے جو نہ سنی جائے، ایسے نفس سے کہ سیر نہ ہو اور ہر برائی سے جو میں نے جانی اور جو نہ جانی، بری عادتوں، کاموں اور خواہشوں سے، قرض سے، مفلسی سے، جہنم کے عذاب سے، دجال کے فتنے سے، دل، آنکھ، کان، ناک اور زبان کی برائی سے، زنا سے، جھوٹ سے، برے ہمسائے سے، فقر و فاقہ، ذلت اور محتاجی سے، سنگدلی سے، اطاعت میں غافل ہونے سے، منافقت سے، شرک سے، کفر سے، الٰہی میری اور میرے آل اولاد کے دل کو اپنے اور اپنے پیارے پیارے حبیبؐ کی محبت سے

Marfat.com

روشن کردے، تو سب مہربانوں سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔

اے اللہ ہمارے پالنے والے مجھ پر رحم کر، اے اللہ ہم سے کوئی بھول چوک ہو جائے تو اس کا حساب کتاب نہ فرما، ہم پر اتنا بوجھ نہ رکھ جیسا کہ ہم سے پہلے لوگوں پر رکھا، ہم میں طاقت نہیں ہے بوجھ اٹھانے کی، اے رب، میرے ماں باپ اور ان کی آل اولاد کو، مجھ کو، میری آل اولاد کو اپنی پناہ میں رکھ، شیطان کے شر سے، مخلوق کے شر سے، ہر آفت، ہر بلا، ہر مصیبت سے، بدخواہوں کے شر سے، پڑھ کر پھونکنے والوں کے شر سے، ہر جاندار اور بے جان چیز کے شر سے، انہیں اپنی توفیق اور ہدایت عطا کر، مدد اور رہنمائی کر، ان کے دلوں کو نور ہدایت سے، علم معرفت سے روشن کر، انہیں دنیا اور عاقبت کا سہارا، دنیا اور عاقبت کا سرمایہ بنا دے، انہیں نیک اور صالح فرما۔ اے ارحم الرحمین، اے اللہ، اے رب، اے بلند کرنے والے درجوں کے، اے اتارنے والے برکتوں کے، بنانے والے زمینوں اور آسمان کے، فریاد کرتی ہیں تیرے سامنے آوازیں اقسام زبانوں سے، تجھ سے ہم حاجتیں مانگتے ہیں، میری حاجت یہ ہے کہ تو مجھ کو اس امتحان گھر میں مت بھولنا جبکہ مجھ کو دنیا والے بھول جائیں، تو میرا کلام سنتا ہے، میری جگہ دیکھتا ہے، تو میرے باطن اور ظاہر کو دیکھتا ہے، میرا حال تجھ پر ظاہر ہے، الٰہی میں سختی زدہ، مفلس فریادی، پناہ چاہنے والا، خائف و ترساں، اپنے گناہوں کا اقرار کرنے والا ہوں، تجھ سے مسکین کی طرح سوال کرتا ہوں، تیرے سامنے گناہگار، ذلیل کی سی آہ وزاری کرتا ہوں، تجھ کو خوفزدہ قصوروار کی طرح پکارتا ہوں، اس شخص کی طرح جس کی گردن تیرے لئے ہی ہو، اس کے آنسو تیرے لئے جاری ہوئے ہوں، اس کا جسم تیرے واسطے ذلیل ہوا ہو، اس کی ناک تیرے سامنے خاک میں بھری ہو، مجھ کو اپنے پکارنے اور دعا میں محروم مت کر، میں تیرے در کا بھکاری ہوں، میں تو اپنے نفس کو ملامت کرتا ہوں، گناہوں نے میری زبان بند کر دی ہے، مجھ کو میرے عمل کا وسیلہ نہیں، الٰہی مجھے معلوم ہے میرے گناہوں نے تیرے نزدیک میری کچھ قدر باقی نہیں رکھی، نہ عذر کرنے کی صورت ہے لیکن تو سب سخیوں سے زیادہ سخی ہے، میں اس قابل نہیں کہ تیری رحمت تک پہنچوں مگر تو سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے، مجھ پر اپنی رحمت فرما۔ الٰہی تیری رحمت ہر چیز میں شامل ہے، میری بھی چیز ہوں

Marfat.com

اگرچہ میرے گناہ بڑے ہیں، مگر تیرے عفو کے مقابلے میں چھوٹے ہیں، الٰہی تو کریم ہے، ایک میں ہی ہوں کہ گناہوں کی طرف بار بار رجوع کرتا ہوں اور تو بار بار میری مغفرت کرتا ہے، الٰہی تیری اطاعت سے قصداً علیحدہ رہا، تیری نافرمانی پر دانستہ متوجہ رہا، تیری حجت مجھ پر بہت بڑی ہے، تیرا عفو کرنا مجھ پر تیرا بہت بڑا کرم ہے، جس صورت میں تیری حجت مجھ پر پوری ہوئی، میری حجت جاتی رہی، میں اسلام کی حرمت اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذمہ سے تیرے سامنے وسیلہ پکڑتا ہوں، پس تو میرے سب گناہ بخش دے، میری حاجتیں پوری فرما جو مانگا وہ مجھ کو دے دے اور جس چیز کی تمنا کی اس میں میری توقع جما دے۔ (آمین)

معذرت

اس کتاب کے لکھنے کا مقصد صرف اور صرف اپنے دینی بھائیوں کی اصلاح کرنا ہے، اس میں نہ تو کسی پر نکتہ چینی ہے اور نہ ہی کسی کی دل آزاری کی گئی ہے، لکھنے والا بھی انسان ہے اور انسان سے نادانستگی میں غلطیاں ہوسکتی ہیں، جو کچھ کہا گیا ہے وہ حرف آخر نہیں ہے اور کسی کا ہر بات سے متفق ہونا بھی ضروری نہیں ہے، اختلاف رائے کی ہر جگہ گنجائش ہوتی ہے، جب ایک موضوع چھڑتا ہے تو وہ اہل علم، جن کو اللہ نے مجھ سے بہتر علم اور عقل وشعور عطا کیا ہے، وہ اس پر تحقیق کرتے ہیں اور جہاں کہیں ضروری ہوتا ہے اس کی اصلاح بھی کرتے ہیں۔ یہ کتاب مجھ نادان، جاہل اور ناسمجھ بندے پر اللہ بزرگ و برتر کا بہت بڑا احسان ہے، بے شک اللہ ہی کو ہر شے کا درست علم ہے۔ اے اللہ اگر اس کتاب میں نادانستگی میں کوئی غلطی ہوگئی ہے تو مجھے اپنی رحمت سے معاف کر دے۔ یہ کتاب تمام ذاتی وابستگیوں، پسند اور ناپسند اور دنیاوی رشتوں اور تعلق سے بے تعلق ہو کر لکھی گئی ہے، اس میں صرف ایمان، خیر و شر، عقیدۂ توحید، اقرار وعہد کی سچائی، قول اور فعل کا تضاد اور اقرار وعہد کی سچائی کے تقاضے کو سامنے رکھ کر لکھی گئی ہے تاکہ ہم منافقت کی راہ چھوڑ کر دل کی سچائی کے ساتھ اپنے اللہ کی بندگی کر سکیں۔ آپ یہ نہ دیکھیں کہ کون کہہ رہا ہے، بس یہ دیکھیں کہ کیا کہہ رہا ہے اور کوئی بات اچھی لگے اور قرآن وسنت سے قریب لگے تو اسے اختیار کر لیں اور جس بات سے اختلاف ہو اسے چھوڑ دیں۔ میں بھی تمام خامیوں کے ساتھ آپ ہی

Marfat.com

جیسا انسان ہوں۔ اس کتاب میں اس بات کا پورا خیال رکھا گیا ہے کہ کسی کی دل آزاری نہ ہو اور کسی پر بھی تنقید نہ ہو اور مجھے تو صرف اصولی بات کہنے کا حق حاصل ہے، ان تمام احتیاطوں کے باوجود میں اس کتاب کے تمام پڑھنے والوں سے بڑے ادب سے درخواست کرتا ہوں کہ اگر مجھ سے نادانستگی میں کسی کی دل آزاری ہوئی ہو یا کسی جملے کی ترتیب میں یا املے کی کوئی غلط ہوگئی ہو تو مجھے فراخ دلی سے معاف کر دیں۔ میں عملاً ایک گوشہ نشین انسان ہوں، ہر قسم کے تعصبات اور گروہ بندیوں اور سیاست سے لاتعلق ہوں۔ بس ملک وملت کو پھلتا پھولتا دیکھنا چاہتا ہوں اور یہ چاہتا ہوں کہ لوگ عدل واحسان اور مساوات کی فصل لگائیں اور منافقت کی راہ چھوڑ دیں۔ یہی ملک و ملت کے دشمنوں اور ان کی سازشوں کا منہ توڑ جواب ہے اور اگر ہم نے ایسا نہیں کیا تو کیا ہوگا؟ اس کے جواب میں، میں پیارے آقاؐ کا ایک قول دہراتا ہوں، پیارے آقاؐ نے فرمایا کہ وہ قومیں تباہ ہو جاتی ہیں جن میں عدل کا دُہرا معیار پایا جاتا ہے اور خدا کی قسم محمدؐ کی بیٹی بھی چوری کی مرتکب ہوتی تو میں اس کے ہاتھ ضرور کاٹتا۔ میں اسی پر اپنی بات ختم کرتا ہوں۔

معین الدین

Marfat.com

SYED MOINUDDIN
99/1, Street No. 5,
Model Colony, Karachi-75100
Tel: 4405504

ایمان

امن

سلامتی

SYED MOINUDDIN
99/1, Street No. 5,
Model Colony, Karachi-75100
Tel: 4405504

سید معین الدین

Marfat.com